سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

بدھ، یکم فروری 1995ء

(چہار شنبہ، 30۔شعبان المعظم 1415ھ)

جلد: 17۔شمارہ 1

(بشمول شمارہ جات 1 تا 6)

مندرجات

	صفحہ
تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ	1
چیئر مینوں کا پینل	2
نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات	2
نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	42
غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ تعلیم)	62
اراکین اسمبلی کی رخصت	66
پوائنٹ آف آرڈر	
بار بار ریکوزیشن پر اسمبلی کا اجلاس طلب کرنے کا جواز	69

(جاری۔۔۔)

مسئلہ استحقاق:۔

قائم مقام قائد حزب اختلاف کی جھوٹے مقدمے میں گرفتاری
کے باعث اجلاس میں شرکت میں رکاوٹ ---------------- 115
مجلس خصوصی برائے سوالات بابت حبیب الرحمٰن کی رپورٹ ایوان میں
پیش کرنے کی میعاد میں توسیع ---------------- 132
مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا ---------------- 132
مجلس قائمہ برائے زراعت کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد
میں توسیع ---------------- 133
مجلس استحقاقات کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا ---------------- 133
مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع ---------------- 133
مجلس خصوصی کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا ---------------- 135

تحاریک التوائے کار:۔

اندرون اکبری محلہ ،لاہور میں مسلم لیگ کے دفتر پر نامعلوم افراد کی فائرنگ ---------------- 136
۔ٹیوب ویلز پر بجلی کے فلیٹ ریٹس میں اضافہ ---------------- 139
مجالس قائمہ کی رپورٹیں (جو ایوان میں پیش کی گئیں) ---------------- 146
مہنگائی پر بحث ---------------- 146

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا سترہواں اجلاس)

بدھ، یکم فروری 1995ء

(چہار شنبہ۔30 شعبان المعظم۔1415ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 10 بجے منعقد ہوا۔ جناب ڈپٹی سپیکر میاں منظور احمد موہل کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝١٨٣ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ
مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ وَعَلَي
الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا
فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۭ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝١٨٤

سورة البقرہ، آیات 183، 184

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ روزوں کے دن گنتی کے چند روز ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کر لے۔ اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں لیکن رکھیں نہیں وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلا دیں۔ اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔

وما علینا الا البلاغ۝

چیئرمینوں کا پینل

جناب ڈپٹی سپیکر۔ پینل آف چیئرمین کا اعلان کیا جائے۔

سیکرٹری اسمبلی۔ قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب ۱۹۷۳ء کے قاعدے 14 کے تحت جناب سپیکر! نے اسمبلی کے اجلاس ہذا کے لیے چار معزز اراکین پر مشتمل بحسب ترتیب و تقدیم ذیل صدر نشینوں کی جماعت تشکیل فرمائی ہے۔

۱۔ میاں مناظر علی رانجھا' پی پی۔ ۲۹

۲۔ میاں محمد افضل حیات' پی پی۔ ۹۷

۳۔ ملک سلیم اقبال' پی پی۔ ۱۹

۴۔ چودھری محمد وصی ظفر' پی پی۔ ۴۵

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات(محکمہ تعلیم)

جناب ڈپٹی سپیکر۔ وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ ارشد عمران سلہری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ارشد عمران سلہری۔ جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے آپ کی اور پورے ایوان کی توجہ روزنامہ "نوائے وقت" کے صفحہ نمبر ۲ پر دلانا چاہتا ہوں کہ جس میں پنجاب یونیورسٹی کی زمین پر قبضے کے خلاف جامعہ کے اساتذہ ــــ

جناب ڈپٹی سپیکر۔ عمران سلہری صاحب! اب وقفہ سوالات شروع ہے۔ آپ نے پوائنٹ آف آرڈر raise کیا ہے۔ تو آپ ایک اخبار کی خبر کا حوالہ دے رہے ہیں۔ یہ تو کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا!

جناب ارشد عمران سلہری۔ جناب سپیکر! یہ ایک بڑا سنگین معاملہ ہے جو کہ تقریباً ایک ماہ سے چلا آرہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ تو اس کے لیے اور فورم ہیں۔ تحریک التواء کا فورم ہے۔ اس میں ہم اسے admit کر لیں گے۔ اس وقت میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج محکمہ تعلیم کا دن ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری موجود ہیں۔ میاں شیخ محمد چوہان اپنا سوال پیش کریں۔

میاں شیخ محمد چوہان، سوال نمبر 442۔

ایڈہاک بنیاد پر تعیناتی کی تفصیل

*442۔ میاں شیخ محمد چوہان، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ۔

(الف) نگران حکومت کے دور میں کتنے ایڈہاک اسسٹنٹ پروفیسرز کا تقرر کیا گیا۔

(ب) ان تقرریوں کے لیے اہلیت کا معیار کیا تھا۔ ان کے نام، تعلیمی قابلیت اور جائے تقرری کی تفصیلات سے ایوان کو مطلع کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب بشیر گل)،

(الف) نگران حکومت کے دور میں کسی کا بھی ایڈہاک اسسٹنٹ پروفیسر کے طور پر تقرر نہیں کیا گیا۔

(ب) جز "الف" کے جواب کے بعد جز "ب" کے جواب کی ضرورت نہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کوئی ضمنی سوال؟

میاں شیخ محمد چوہان، کوئی نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اگلا سوال میاں شیخ محمد چوہان۔

میاں شیخ محمد چوہان، سوال نمبر 443۔

ایم اے اور ایم کام کی کلاسوں کا اجراء

*443۔ میاں شیخ محمد چوہان، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ۔

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ حکومت گورنمنٹ کالج ساہی وال میں ایم اے اور ایم کام کی باقاعدہ کلاسوں کا اجراء کر رہی ہے ۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب نفی میں ہو تو کیا حکومت گورنمنٹ کالج ساہی وال میں ایم اے، ایم کام کی باقاعدہ کلاسیں شروع کرنے کی تجویز پر غور کر رہی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب بشیر گل)،

(الف) گورنمنٹ کالج ساہیوال میں حکومت نے پہلے ہی ایم اے معاشیات اور انگلش کے اجراء کی اجازت دے دی ہے۔

(ب) جیسا کہ اوپر بتایا گیا۔ ساہی وال کالج میں موجودہ تعلیمی سال سے ایم اے معاشیات اور انگلش کے اجراء کی اجازت دی جا چکی ہے۔ تاہم ایم کام کی کلاسیں شروع کرنے کی کوئی تجویز حکومت کے زیر غور نہیں ہے۔

البتہ گورنمنٹ کالج آف کامرس ساہیوال میں ایم کام کی کلاسیں شروع کرنے کی تجویز زیر غور ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کوئی ضمنی سوال؟

شیخ محمد چوہان، جناب، کوئی نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اگلا سوال۔ ملک مختار احمد اعوان۔

ملک مختار احمد اعوان، سوال نمبر 804 -

پرائمری سے مڈل تک درجہ بڑھائے جانے والے سکولوں کی تفصیلات

*804 - **ملک مختار احمد اعوان،** کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

حکومت صوبے میں رواں مالی سال کے دوران کتنے پرائمری سکولوں کو مڈل اور مڈل کو ہائی سکولوں کا درجہ دے رہی ہے اور ان سکولوں کی ضلع وار تفصیل کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیر گل)،

مالی سال ۹۴-۱۹۹۳ء میں ۱۶ پرائمری سکولوں کو مڈل کا درجہ دیا گیا ہے۔ جن کی ضلع وار تفصیل درج ذیل ہے،

۱۲۴ /جی بی (زنانہ) ضلع فیصل آباد	۵۲۰ /جی بی تحصیل سمندری فیصل آباد	۲
۲۲۹ /۹۔آر (زنانہ) بہاول نگر	۳۰۲ / ایچ آر (زنانہ) بہاول نگر	۴
۳۰۹ /ایچ آر (زنانہ) بہاول نگر	۲۲۴ /۹۔ آر (زنانہ) بہاول نگر	
۷۲۰ /جی بی (زنانہ) ٹوبہ ٹیک سنگھ	۱۵۴ / جی بی (زنانہ) ٹوبہ ٹیک سنگھ	
۲۸۵ /جے بی (زنانہ) ٹوبہ ٹیک سنگھ	موضع شیخ برہان (زنانہ) ٹوبہ ٹیک سنگھ	۶
بستی پراں کمالیہ (زنانہ) ٹوبہ ٹیک سنگھ	۷۲۱ /جی بی (زنانہ) ٹوبہ ٹیک سنگھ	
۷۱۲ /جی بی (لمی سیداں) ٹوبہ ٹیک سنگھ		

۲۹۰ ٹی ڈی اے (زنانہ) لیہ	نوشہرہ (زنانہ) لیہ	
دوراتہ (زنانہ) لیہ	۸۲ ٹی ڈی اے (زنانہ) لیہ	۵
۹۳ /ایم ایل(زنانہ) لیہ		
مرجال (زنانہ) نارووال	بابرا گجراں(زنانہ) نارووال	
نگر کے(زنانہ) نارووال	ابل گھمن(زنانہ)نارووال	۸
کھڈیاں (زنانہ) نارووال	پنڈی اطوک(زنانہ) نارووال	
منڈا باجوا (زنانہ) نارووال	خان خاصہ (زنانہ) نارووال	
۱۰۰ /بی (زنانہ) وہاڑی		۱
کرار (مردانہ) خوشاب	کلائل (مردانہ) خوشاب	۲
پنڈوری (زنانہ) جہلم		۱
ڈھوک مرے شاہ(زنانہ) رحیم یار خاں	ماؤ مسرق (زنانہ) رحیم یار خاں	۳
ڈیرہ شمس (زنانہ) رحیم یار خاں		
۱۴۲ /آر بی (زنانہ) سر گودھا	۱۴۴/ ۱۴۵۔ آر بی (زنانہ) سر گودھا	
۱۵۴ /آر بی (زنانہ) سر گودھا	۱۱۵ /آر بی (زنانہ) سر گودھا	
۱۱۱ /آر بی (زنانہ) سر گودھا	۱۳۷/ ۱۳۸ آر بی (زنانہ) سر گودھا	
۱۵۸ /آر بی (زنانہ) سر گودھا	۱۴۵ /آر بی (زنانہ) سر گودھا	۲۳
۱۴۹ /آر بی (زنانہ)سر گودھا	۱۲۰ /آر بی (زنانہ) سر گودھا	
۱۲۲ /آر بی (زنانہ) سر گودھا	۱۵۳ / آر بی (زنانہ) سر گودھا	
۹۳ /جی بی (زنانہ) سر گودھا	۸۵ /جی بی (زنانہ) سر گودھا	
۸۵ /جی بی (زنانہ) سر گودھا	۵۵ /جی بی (زنانہ) سر گودھا	
۱۲۹ /جی بی (زنانہ) سر گودھا	۱۱۸ /جی بی (زنانہ) سر گودھا	
سادووانہ (زنانہ) سر گودھا	جمعیت پور (زنانہ) سر گودھا	
ایشن والا (زنانہ) سر گودھا	۱۹۵ /۱۹۷ (مردانہ) سر گودھا	
۱۵۱ (مردانہ) سر گودھا	۳۷ (مردانہ)سر گودھا	

سعید آباد (زنانہ) میانوالی رستم والا (زنانہ) میانوالی ۲

پنڈی ہاشم (زنانہ) گجرات ۱

۲۱ /۱۱۔ ایل (مردانہ) ساہیوال ۱

رنجائی تحصیل گوجر خان راولپنڈی ۱

مالی سال ۹۳۔۱۹۹۲ء میں سترہ مڈل سکولوں کو ہائی کا درجہ دیا گیا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مڈل سکول ساہو والا (مردانہ) ضلع سیالکوٹ ۱

۳۶ جی بی (مردانہ) سرگودھا

۱۳۱۔ جی بی (مردانہ) سرگودھا

۲۲۔ آر بی (مردانہ) سرگودھا

جلپانا (مردانہ) سرگودھا ۶

ذھیر ووال (مردانہ) سرگودھا

۱۵۲۔ آر بی (زنانہ) سرگودھا

۵۹ /اے۔ جی بی (مردانہ) ساہی وال ۱

۳۰۳ /جی بی (زنانہ) وہاڑی ۱

چنڈالا (زنانہ) جہلم ۱

کھنہ پور (زنانہ) گوجرانوالہ ۱

۳۔ /ایم ایل (زنانہ) میانوالی

ڈبھ (زنانہ) میانوالی

۲۔ ڈی پی (زنانہ) میانوالی ۳

سندھیلیانوالی (زنانہ) ٹوبہ ٹیک سنگھ ۱

درمان (زنانہ) نارووال

بارہ منگا (زنانہ) نارووال ۲

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ملک مختار احمد اعوان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے کہ پرائمری سکول کو مڈل کرنے کے لیے اس سکیم میں کیا criteria رکھا گیا تھا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' پارلیمانی سیکرٹری موصوف۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب والا! پرائمری سکول کو مڈل کا درجہ دینے کے لیے criteria یہ ہے کہ لڑکوں کے لیے تعداد کم از کم دوسو ہو اور لڑکیوں کے لیے تعداد ایک سو بیس ہو۔ اور جس کے لیے زمین کی ضرورت ہووہ کم از کم ۸ کنال ہونی چاہیے۔

جناب محمد بشارت راجہ: جناب والا! یہ جو لسٹ دی گئی ہے جس میں پرائمری سے مڈل جن سکولوں کو درجہ دیا گیا ہے ان میں ضلع راولپنڈی کا ایک سکول شامل ہے۔ اور جن مڈل سکولوں کو ہائی کا درجہ دیا گیا ہے اس میں ضلع راولپنڈی کا ایک سکول بھی شامل نہیں ہے۔ تو میں آپ کے توسط سے پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا ضلع راولپنڈی میں کوئی سکول بھی حکومت کے criteria پر پورا نہیں اترتا تھا اس لیے انہیں مڈل سے ہائی یا پرائمری سے مڈل کا درجہ نہیں دیا گیا یا اس کی کوئی اور وجہ ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے معزز رکن اسمبلی سے یہ درخواست کروں گا کہ کوئی بھی سکول پرائمری سے مڈل کیا جائے یا مڈل سے ہائی کیا جائے تو اس وقت اس کا جو criteria ہے جب تک وہ پورا نہ ہو اس وقت تک اس کا درجہ نہیں بڑھایا جاتا۔ لیکن اگر کوئی ایسا سکول ہے تو یہ اس کی نشان دہی کریں ہم اس کو up grade کرنے کے لیے تیار ہیں۔

چودھری محمد اقبال: جناب والا! کیا معزز پارلیمانی سیکرٹری یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ گورنمنٹ نے پرائمری سے مڈل تک درجہ بڑھانے کا کیا criteria مقرر کیا ہوا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ تو انہوں نے بتا دیا ہے۔

چودھری محمد اقبال: جناب والا! اس کی تفصیل انہوں نے نہیں بتائی۔ مثلاً میں یہ سوال کرتا ہوں کہ اس کے لیے کتنی زمین چاہیے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے زمین بھی بتائی ہے کہ آٹھ کنال ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب سپیکر! میرے خیال میں چودھری اقبال صاحب شاید اسمبلی

میں موجود نہیں تھے یا شاید انہوں نے سنا نہیں ہے یا ویسے ہی ضمنی سوال کرنے کے لیے کھڑے ہوگئے ہیں۔ میں نے پہلے عرض کی ہے کہ اس سلسلے میں لڑکوں کی تعداد دو سو اور لڑکیوں کی تعداد ایک سو بیس اور زمین آٹھ کنال درکار ہے۔

سردار امجد حمید خان دستی: جناب سپیکر! سارے صوبے کے مڈل سکولوں کو ہائی سکول کرنے کی جو یہ لسٹ دی گئی ہے اس میں مظفر گڑھ کے ایک سکول کا بھی نام نہیں آیا۔ کیا مظفر گڑھ کو آپ اپنا سوتیلا باپ سمجھتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کا ضمنی سوال یہ ہے کہ مظفر گڑھ ضلع کا کوئی سکول نہیں ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب سپیکر! یہ مظفر گڑھ والوں سے پوچھیں کہ کیا یہ criteria پر پورے اترتے ہیں۔ اگر یہ پورے اترتے ہوتے تو میرا خیال ہے کہ ہم تو سارے پاکستان کے لیے تعلیم پھیلانا چاہتے ہیں۔ تو اس خاص ضلع کے لیے ہمیں کیوں عداوت ہوتی تھی۔ یہ اپنے اس سکول کو up grade کرنے کے لیے criteria تو پورا کریں۔

چودھری محمد اقبال: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے میرے ضمنی سوال کا جواب درست نہیں دیا۔

سردار امجد حمید خان دستی: جناب والا! یہ ایکڑ چاہیں، دو ایکڑ چاہیں یا تین ایکڑ چاہیں زمین مل سکتی ہے۔

چودھری محمد اقبال: جناب والا! جو criteria انہوں نے زمین کا بتایا ہے کہ پرائمری سے مڈل سکول up grade کرنے کے لیے گورنمنٹ نے آٹھ کنال کا criteria مقرر کیا ہوا ہے۔ معزز پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ جواب درست نہیں دے رہے۔ میں پھر آپ کی وساطت سے التجا کرتا ہوں کہ یہ ذرا دیکھ کر، پڑھ کر اور صحیح جواب دیں کہ پرائمری سے مڈل تک درجہ بڑھانے کے لیے کتنی زمین انہوں نے مقرر کی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ پرائمری سے مڈل کا پوچھ رہے ہیں یا مڈل سے ہائی کا پوچھ رہے ہیں؟

چودھری محمد اقبال: جناب والا! میں پرائمری سے مڈل کا پوچھ رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، انہوں نے پرائمری سے مڈل کی آٹھ کنال زمین کہا ہے اور دو دفعہ کہا ہے۔

چودھری محمد اقبال، جناب والا! وہ غلط جواب دے رہے ہیں ۔ criteria آٹھ کنال نہیں ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پارلیمانی سیکرٹری صاحب ! وہ کہتے ہیں کہ یہ جواب غلط ہے ۔

چودھری محمد اقبال، جناب والا! پھر تو مجھے ان کے خلاف تحریک استحقاق پیش کرنی پڑے گی ۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، جناب سپیکر! سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ضمنی سوال کرتے وقت دو دو ، تین تین آدمی کھڑے ہو جاتے ہیں اور پتا نہیں چلتا کہ کس کا میں نے جواب دینا ہے اور کس کا نہیں دینا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری اقبال صاحب کے ضمنی سوال کا جواب دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، جناب سپیکر! سب سے پہلے یہ صلاح مشورہ کر لیا کریں کہ آیا ضمنی سوال کس نے کرنا ہے۔ تاکہ مجھے بھی پتا ہو کہ کس کا جواب دینا ہے۔ یہ کبھی کہتے ہیں مڈل سے ہائی اور کبھی کہتے ہیں پرائمری سے ہائی ----- (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر، آرڈر پلیز' جی فرمائیں ۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، جناب والا! پرائمری سے مڈل کے لیے چار کنال اور مڈل سے ہائی کے لیے آٹھ کنال۔

چودھری محمد اقبال، جناب والا ! اب جواب درست ہے۔

میاں فضل حق، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میاں فضل حق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

میاں فضل حق، جناب والا! ابھی پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم نے جو جواب دیا ہے اور چودھری صاحب نے جس طرف نشان دہی کی ہے وہ بالکل درست ہے۔ میرے پاس اس بات کا ثبوت ہے کہ میرے حلقے کے اندر جتنے پرائمری سکول تھے جن میں سے ان کو up grade کیا گیا ہے ان میں سے کوئی بھی آٹھ کنال کا یا چار کنال کا نہیں تھا بلکہ اس سے کم کے ہیں جو کیے گئے ہیں۔ تو کیا criteria ہے جس میں یہ کیا ہے۔ اور ہاؤس کے فلور پر اگر ایک پارلیمانی سیکرٹری یہ بیان دیتا ہے تو میرا خیال ہے کہ چودھری صاحب نے تو انہیں دو دفعہ موقع دیا ہے کہ آپ اپنی سٹیٹمنٹ کو درست

کر لیں۔ It is not eight. We know it. اس سے کم بھی ہوتا ہے۔ اور آپ بھی جانتے ہیں کہ یہ کم ہے۔ تو میرا یہ خیال ہے کہ یہ اپنی سٹیٹمنٹ کو دوبارہ چیک کریں۔ وہاں سے جو چٹ آئی ہے اس کو دوبارہ غور سے پڑھیں یا پھر ان کو پتا ہونا چاہیے کہ یہ پرانے پارلیمینٹیرین ہیں۔ اس کے لیے کتنا ایریا درکار ہوتا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اس کو پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے تو raise نہیں کر سکتے۔ ضمنی سوال پر آپ یہ بات کر سکتے تھے۔ میں تو سمجھا تھا کہ شاید کوئی ایسی قانونی بات ایسی ہو گئی ہے جس پر آپ بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں فضل حق: جناب والا! اسے ضمنی سوال میں convert کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ تو یہ ضمنی سوال ہو سکتا ہے۔ جی اقبال صاحب!

ملک سلیم اقبال: کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ فرمائیں گے کہ پرائمری سے مڈل up gradation کے لیے کتنے feeding پرائمری سکولوں کی ضرورت ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاں! ان کا ضمنی سوال یہ ہے کہ جب آپ مڈل بناتے ہیں تو اس کے لیے کتنے feeding پرائمری سکول ہونے چاہییں یعنی اس کے ملحقہ جہاں سے بچے مڈل کلاسز میں آئیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب والا! مڈل سے ہائی سکول کے لیے کم از کم پانچ کلو میٹر کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کا سوال یہ ہے کہ پرائمری سکول جو اس ایریا کے اندر آتے ہوں ان کی تعداد کتنی ہونی چاہیے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب والا! پرائمری کو مڈل کرنے کے لیے لڑکوں کی تعداد دو سو ہونی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہ وہ تو تعداد ہے ایک سکول کے لیے جس کا درجہ بڑھانا ہے۔ یعنی کیا کوئی feeding کا کوئی criteria ہے یا نہیں ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب سپیکر! جب کسی سکول کو up grade کیا جاتا ہے تو up gradation میں جو بھی اگلی کلاس ہو گی وہ تو criteria پچھلی کلاسوں کا بنے گا۔ جب تک

پچھلی کلاسوں میں لڑکوں کی تعداد دو سو ہو گی تو اس کو up grade کر کے مڈل کے لیے کیا جائے گا۔ جب نئی کلاسیں ہوں گی اس وقت جو ان کا criteria ہے وہ بچوں کی تعداد بڑھنے پر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف دو سو تعداد اور رقبہ باقی feeding والی کوئی بات اس criteria میں نہیں آتی۔

نوابزادہ سید شمس حیدر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی پوائنٹ آف آرڈر۔

نوابزادہ سید شمس حیدر، جناب والا! آپ کی وساطت سے میں جناب پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ پانچ کلو میٹر کے اندر کوئی سکول اگر up grade ہو چکا ہے تو دوسرے سکول نہیں ہو سکتے۔ محکمہ تعلیم کے لیے میری طرف سے ایک تجویز ہے کہ پانچ کلو میٹر کا راستہ اگر تو main road پر ہو جہاں سے بس ٹرانسپورٹ کی پہنچ ہو تب تو بچوں کے لیے صحیح بات ہے لیکن ہمارے ممبران کے کئی ایسے حلقے ہیں جو کہ پہاڑوں میں اور دریا کے کنارے پر واقع ہیں۔ اب وہ پانچ کلو میٹر اگر پہاڑی راستے سے ایک معصوم بچہ چل کر سکول جاتا ہے تو وہ ٹائم پر کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ اب ایک گاؤں پانچ کلو میٹر دور کسی بہت ہی ریموٹ ایریے میں واقع ہے تو اس کے لیے تجویز یہی ہے کہ اگر اس criteria کے اندر تھوڑی سی لچک پیدا کی جائے اور وہ پانچ کلو میٹر سے کم کر کے دو کلو میٹر یا ڈیڑھ کلو میٹر تک کر دیا جائے ان علاقوں کے لیے جو کہ دریا کے کنارے پر یا دریا کی کدھی جسے کہتے ہیں یا پہاڑ کے دامن میں موجود ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے کیونکہ یہ hard and fast rule نہیں بنایا جا سکتا۔ یہ علاقے کی ضرورت کو مدنظر رکھ کر فاصلے میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

میاں فضل حق، جناب والا! میں نے جو پوائنٹ آف آرڈر ضمنی سوال میں convert کر دیا تھا اس کا جواب نہیں آیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرا خیال ہے کہ آگے بڑے اہم سوالات آ رہے ہیں ہم ان پر چلیں۔ جی تابش الوری صاحب!

سید تابش الوری، جناب والا! کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ فرمائیں گے کہ پرائمری سکولوں کی up

gradation کسی ضلع میں تو تئیس تئیس ہے اور بہت سے اضلاع میں ایک بھی سکول نہیں کھولا گیا تو اس کا criteria کیا بنایا گیا تھا۔ ایسے اضلاع کو کیوں نظر انداز کیا گیا؟

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ ان کا ضمنی سوال یہ ہے کہ آپ district-wise یا constituency-wise یا کوئی ایسا کوٹہ ہے یا اس کے بغیر ہی آپ سکولوں کو up grade کرتے ہیں۔ یہی آپ کا سوال ہے؟

سید تابش الوری۔ جی!

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم۔ جناب سپیکر! جہاں تک کوٹے کا مسئلہ ہے، کوٹہ تو ہر حلقہ نیابت میں ایک ایم پی اے اپنی صوابدید کے مطابق یا اس علاقے کی سہولیات کے مطابق کہ کہاں بچوں کی کتنی تعداد ہے، کس جگہ سکولوں کی کمی ہے اور اس کمی کو پورا کرنے کے لیے معزز اراکین اسمبلی کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ محکمہ تعلیم کو لکھیں کہ ہمارے علاقے میں بچوں کی تعداد اتنی ہے اور وہاں سکولوں کی نہایت کمی ہے تاکہ ان علاقوں کے سکولوں کی تعداد کو پورا کیا جا سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ اصل میں اس کی صورت حال یہ ہے کہ ۹۴-۹۳ء کا یہ سوال ہے اور ۹۴-۹۳ء میں جو صورت پنجاب حکومت کی تھی وہ آپ پر واضح ہے۔ اس لیے میرے خیال میں ان دنوں کوئی خاص کام نہیں ہو سکا۔

سید تابش الوری۔ جناب سپیکر! اسی اعتبار سے میں کہہ رہا تھا کہ حکومت نے کیا criteria بنایا تھا؟ جب اراکین اسمبلی موجود نہیں تھے تو وہ کیا criteria تھا جس پر ایک ضلع میں تو ۲۳ ہیں اور کسی ضلع میں ایک بھی نہیں ہے؟ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ جب اراکین اسمبلی ہوں تو ہر رکن اسمبلی کا کوٹہ دو کا ہے۔ تو پھر وہ تو ظاہر ہے کہ تعداد بہت زیادہ ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ اس میں یہ ہو گا کہ ۹۳ء شروع ہوتا ہے یکم جولائی ۱۹۹۳ء سے تو اسمبلیاں dissolve ہو گئی تھیں۔ پھر الیکشن ہوئے اور نئی اسمبلی آئی۔ ان دنوں وہ تین چار ماہ گزر گئے۔ اس لیے اس سال کے متعلق میرے خیال میں یہ مساویانہ یا اس طرح بات نہیں ہو سکتی۔

سید تابش الوری۔ میں یہی عرض کر رہا ہوں۔ میں یہ نہیں پوچھ رہا کہ اراکین اسمبلی، وہ تو آئندہ ہو گا۔ میں تو کہہ رہا ہوں کہ انھوں نے خود یہ جو سکول کھولے ہیں۔ تو یہ پورے کے پورے ضلعے کیسے نظر انداز ہو گئے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جی پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، جناب سپیکر! تابش الوری صاحب یہ بڑی مناسب بات کر رہے ہیں۔ ~~میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ بعض اوقات اگر ارکان اسمبلی نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ~~ نہیں کہ وہاں کوئی سکول اپ گریڈ نہ کیا جائے یا وہاں کوئی ایسے تعلیمی ادارے نہ کھولے جائیں۔ لیکن آئندہ پنجاب حکومت کی یہ پالیسی ہے کہ ہم تعلیم کو گھر گھر پہنچائیں گے۔ تو اس کے لیے ہم نے یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ ۹۵-۹۴ میں اور ۹۶-۹۵ میں تعلیم کو عام کریں۔۔۔ (شور و غل)

جناب ڈپٹی سپیکر، سنیئے I call the House to order پارلیمانی سیکرٹری صاحب جواب دے رہے ہیں۔ آپ صاحبان آپس میں گفتگو میں مشغول ہیں۔ کسی کو کچھ پتا نہیں چل رہا کہ بات کیا ہو رہی ہے؟ جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، تو اس کے لیے یہ مناسب ہے کہ ہم حکومت کی طرف سے ان علاقوں کا بھی خیال رکھیں کہ جہاں اسمبلی کے اراکین کسی قسم کی کوئی نشاندہی نہیں کرتے وہاں محکمے کا، حکومت کا یہ فرض بنتا ہے اور اس میں ہم شامل ہیں کہ ہر جگہ جا کر دیکھا جائے کہ کس جگہ سکولوں کی گنجائش ہے اور کس جگہ سکول کھل رہے ہیں۔ آئندہ اس پر عمل ہو گا۔

رانا محمد اقبال خان، ضمنی سوال۔ جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے جو یہ جواب فرمایا ہے کہ محکمے والے جاتے ہیں اور چیک کرتے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ضلع لاہور، قصور، اوکاڑہ اور شیخوپورہ کا اس عرصہ میں کوئی دورہ کیا گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، جناب سپیکر! سوال کو ذرا دہرایا جائے۔ کیونکہ انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ کس قسم کا دورہ کیا جائے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، یہی find out کرنے کے لیے کہ کہاں اپ گریڈ کیا جائے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ کیا محکمے نے ان اضلاع کا کوئی tour کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، جناب سپیکر! جب سے اسمبلیاں معرض وجود میں آئی ہیں لاہور، شیخوپورہ اور قصور ڈویژن میں اکثر اوقات حکومتی سطح پر دورے کیے جاتے ہیں اور ان ڈویژن میں جا کر دورے کیے جاتے ہیں تاکہ ان ڈویژن سے ڈائریکٹرز اور متعلقہ جو ممبر ہیں ان سے یہ پتا کیا جائے۔

یہاں ممبروں کا مطلب یہ ہے کہ ممبر خود اس بات کی نشاندہی کریں کہ کس علاقے میں کہاں سکول کی گنجائش ہے۔ جہاں تک لاہور کا تعلق ہے تو لاہور، شیخوپورہ اور قصور، تینوں ہی ایسے congested areas ہیں جہاں کہ سکولوں کی بالکل اس قسم کی گنجائش نہ ہے۔ اگر یہ کوئی ایسی نشان دہی کریں تو ہم وہاں سکول قائم کرنے کے لیے تیار ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔

جناب شاہد ریاض ستی، ضمنی سوال۔ جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آئندہ کے لیے گورنمنٹ کی کیا پالیسی ہے کہ وہ constituency میں سکول کس طرح اپ گریڈ کرے گی؟ صوبائی constituencies میں آئندہ کے لیے گورنمنٹ کی اپ گریڈیشن کی کیا پالیسی ہے؟ اور new opening of schools کے لیے گورنمنٹ کی کیا پالیسی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، یعنی وہ پوچھ رہے ہیں کہ constituency کے لحاظ سے گورنمنٹ کی پالیسی کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، جناب سپیکر! ایک تو گورنمنٹ نے ہر معزز ارکان اسمبلی کو ایک بجٹ create کیا ہے تاکہ اپنی اپنی constituency میں یہ نشان دہی کریں کہ کس کس جگہ سکول کو اپ گریڈ کرنے کے لیے یہ تجویز دیں۔ پھر دو دو سکول جو ان کو کوٹے میں دیے گئے ہیں، اس کے باوجود بھی اگر وہاں کوئی گنجائش رہتی ہے۔ کوئی صورت حال بنتی ہے۔ تو یہ ہمیں نشان دہی کریں۔ اس میں پالیسی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ہم تو تعلیم کو بڑھانا چاہ رہے ہیں۔ اس لیے تعلیم کے لیے کوئی criteria مقرر نہیں کریں گے۔ لیکن کم از کم اتنا ضرور ہو کہ وہاں کوئی دو چار بچے تو ہوں۔ صرف نشان دہی کر دینا کافی نہیں۔ یہ ساری چیزیں خود پتا کریں۔ اس کے بعد پھر ہمیں نشان دہی کریں۔ دو کے علاوہ بھی حکومت ان کے سکولوں کو کھولنے کے لیے تیار ہے۔

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے جو ہمارے ایجوکیشن کے پارلیمانی سیکرٹری ہیں ان سے ایک اہم مسئلہ کے بارے میں پوچھوں گا---

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، آپ پوائنٹ آف آرڈر پر پوچھنا چاہتے ہیں؟

خواجہ ریاض محمود، ہاں جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں' پوائنٹ آف آرڈر اس لیے نہیں ہے۔ پوائنٹ آف آرڈر تو ہے کہ اگر کوئی ایسی کارروائی اسمبلی میں جاری ہے جو آئین ' قانون کے لحاظ سے ٹھیک نہیں ہے یا کوئی ایسا مسئلہ آ گیا ہے جو قانون اور آئین سے conflict کر رہا ہے یا کوئی ایسی بات ہو تو پھر آپ پوائنٹ آؤٹ کر سکتے ہیں۔ اگر ان سے پوچھنا ہے تو براہ راست آپ میری معرفت ضمنی سوال پر بھی آپ پوچھ سکتے ہیں۔

خواجہ ریاض محمود، میں محکمہ تعلیم کے بارے میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں' آپ ضمنی سوال کریں۔

خواجہ ریاض محمود، ضمنی سوال۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ میں پچھلے سال پبلیشرز کو بچوں کی کتابیں چھاپنے کے لیے جو آرڈرز دیے گئے تھے۔ اس کے متعلق ابھی تک ان کو کاغذ سپلائی نہیں کیا جا رہا اور بچوں کی کتابیں ابھی تک نہیں چھپ رہیں جب کہ نیا تعلیمی سال آنے کو ہے۔ پبلیشرز ٹیکسٹ بک بورڈ میں پھیرے لگا لگا کر تنگ آ گئے ہیں لیکن ان کو کوئی واضح جواب نہیں دیا جاتا۔ محکمے کا اور متعلقہ فلائنگ پیپر ملز کا آپس میں جھگڑا پڑ گیا ہوا ہے اور وقت قریب آ رہا ہے---

MR DEPUTY SPEAKER: Khawaja Sahib! this is no supplementary question. This is no point of order. Have a seat please.

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! یہ پنجاب کے لاکھوں ' کروڑوں بچوں کے مستقبل کا مسئلہ ہے۔ آپ ضمنی سوال کہہ رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ علیحدہ ہے۔ اس سوال سے یہ متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ ہم نے ان سوالوں کے مطابق چلنا ہے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! یہ محکمہ تعلیم کا سوال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ ایک علیحدہ بات ہے۔ وہ اس شکل میں وقفہ سوالات میں آپ raise نہیں کر سکتے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! آپ کے نواسوں کو بھی کتابیں نہیں ملیں گی۔ وہ آپ کے گلے

پڑیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ آپ کی بات ٹھیک ہو گی۔ بالکل ٹھیک ہو گی۔ میں اس سے انکار نہیں کرتا۔ وہ آپ کو اور موقعہ ملے گا۔ تحریک التواء کی شکل میں آپ اس کو ہاؤس میں لا سکتے ہیں۔

خواجہ ریاض محمود، وہ تو بڑی دیر ہو جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ کوئی دیر نہیں۔ اگلا سوال ملک مختار احمد اعوان۔

میاں فضل حق، سوال نمبر ۸۰۸۔ (معزز رکن نے ملک مختار احمد اعوان کے ایماء پر دریافت کیا)۔

سائنس ٹیچر کی تعیناتی

*808۔ ملک مختار احمد اعوان، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ہائی سکول کھبیکی ضلع خوشاب میں سائنس ٹیچر تعینات نہیں ہے اگر ایسا ہے تو یہ کتنے عرصے سے تعینات نہیں ہے اور کیا اس سے طلباء کا تعلیمی نقصان نہیں ہو رہا۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہو تو کیا حکومت فوری طور پر مذکورہ سکول میں سائنس ٹیچر تعینات کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیر گل)،

(الف) درست ہے اس سکول میں گذشتہ ۳ سال سے سائنس ٹیچر تعینات نہیں کیا جا سکا۔

(ب) پبلک سروس کمشن کو سائنس اساتذہ کی بھرتی کے لیے آگاہ کیا جا رہا ہے۔ اہل امیدواران میسر آنے پر مذکورہ سکول میں سائنس ٹیچر تعینات کر دیا جائے گا اس سلسلہ میں ضروری کارروائی کی جا رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کوئی ضمنی سوال!

میاں فضل حق، جناب سپیکر! میں پارلیمانی سیکرٹری سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ یہ جو جواب دیا گیا ہے کہ تین سال سے سائنس ٹیچر کی تعیناتی نہیں ہو سکی۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ تین سال تک کیوں نہیں تعیناتی ہو سکی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، جناب سپیکر! میں معزز ممبر سے یہ درخواست کروں گا کہ اس نئے

سال میں ہماری کوئی ایسی کوتاہی نہیں ہے۔ یہ پچھلے سالوں سے ہی پابندی چلی آرہی تھی۔ اس لیے اب ہم نے پبلک سروس کمشن کو ۱۸-۱۱-۹۴ کو اطلاع بھیجی ہے تاکہ جس جگہ بھی سائنس ٹیچر یا کوئی دوسری اسامیاں خالی ہیں' پبلک سروس کمشن کے تحت جو بھرتی ہوتی ہے' اس کے لیے فوری طور پر ہمیں اطلاع دے تاکہ جتنی بھی اسامیاں خالی ہیں ان کو پر کیا جاسکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کا مطلب یہ ہوا کہ سائنس ٹیچر available نہیں ہیں کیونکہ پبلک سروس کمشن سے clear ہو کر نہیں آئے ہیں۔ ان کی کمی ہے۔ اس وجہ سے یہ بھرتی نہیں ہوئے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: ابھی تک ان سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان میں کوئی کمی ہے۔

میاں فضل حق: جناب سپیکر! ادھر سے جو جواب دیا گیا ہے میں اس پر عرض کروں گا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے اس کا جواب دے دیا ہے کہ سائنس ٹیچرز کی پنجاب میں کمی ہے۔ یعنی جتنے سکول ہیں ان کے مطابق ہمارے صوبہ پنجاب میں موجود نہیں ہیں۔ پبلک سروس کمشن ان کو clear کرتا ہے۔ وہ appoint کرتا ہے۔ وہ appointing authority ہے۔ انٹرویو وغیرہ اس کی jurisdiction میں ہے۔ تو اس لیے جب available ہی نہیں ہیں۔ تو کئی سکول خالی ہیں۔ جن میں ایک یہ بھی ہے جو تین سال سے چلا آرہا ہے۔ کئی سکول ایسے ہیں جہاں چار سال سے سائنس ٹیچر نہیں ہے۔ تو یہ باامر مجبوری ہے۔ پھر اس میں یہ بھی ہے کہ یہ اسی گورنمنٹ کا ہی نہیں ہے۔ یہ عرصے سے ہو رہا ہے کہ سکول تو کھول دیے گئے لیکن پھر جو سائنس ٹیچر کے اہل ہیں وہ موجود نہیں ہیں۔ یہ ایک مسئلہ ہے۔

خواجہ ریاض محمود: جناب سپیکر! اب تو کروڑوں ڈالر ورلڈ بینک سے تعلیم پر خرچ کرنے کے لیے دیے گئے ہیں۔ جو بینر لگے ہیں' جو اشتہار لگے ہیں' یہ سب اس سے ہیں۔ اس فنڈ سے ماسٹروں کو بھی تنخواہیں دیں اور ان کو بھی رکھیں۔ بچوں کا برا حال کیوں کر رہے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: اب آجائیں گے۔

سردار سکندر حیات خان: ضمنی سوال۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی سردار سکندر حیات صاحب ضمنی سوال پر ہیں۔

سردار سکندر حیات خان، جناب والا! جناب پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے ٹیچرز کی non-availability کی بڑی وضاحت کی کہ چار سال سے ٹیچرز available نہیں ہیں تو جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ ہم نے اپنے ضلع اٹک کے اندر کروڑ کروڑ روپے کی زمین مفت دی ہے اور میں آپ کی وساطت سے جناب پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے پوچھنا چاہوں گا ------

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار صاحب! یہ ضمنی سوال تو نہیں بنتا۔

سردار سکندر حیات خان: جناب والا! میں اس بارے میں پوچھ سکتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، نہیں۔ اس طرح تو ہر ممبر کھڑا ہو کر اپنے علاقے کے بارے میں بات شروع کر دے گا۔ یہ کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات(رانا آفتاب احمد خان) : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں اپنے بھائی میاں فضل حق صاحب کے علم میں اضافے کے لیے یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ نے Recruitment Policy بنائی ہے جو بڑی detailed ہے تاکہ نہ تو ہم criteria relax کریں، نہ procedure relax کریں نہ تعلیم relax کریں کیونکہ نگران دور میں ایک کمیٹی form ہوئی تھی جس نے یہ بتایا تھا کہ ۸۵ سے ۹۲ تک پچیس ہزار لوگ in relaxation of rules بھرتی ہوئے ہیں۔ یہ گورنمنٹ اس کو scrutinize بھی کر رہی ہے اور ہم یہ ensure کر رہے ہیں کہ اہل لوگ اور جو قابل لوگ ہیں اور جو لوگ میرٹ پر آتے ہیں ان کو نوکری دی جائے۔ اس کے لیے باقاعدہ advertisements آ رہی ہیں اور انٹرویوز ہو رہے ہیں اور میرٹ ہی کی بنیاد پر نوکری دی جائے گی۔ یہ بتائیں کہ اگر ہم نے کوئی نا اہل افراد کو out of procedure بھرتی کیا ہے تو ہم ضرور اس کا نوٹس لیں گے مگر میں یہاں پر یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ we are very clear about merit اور انشاء اللہ یہ جو ہم نے نوکریاں بتائی ہیں یہ بہت جلد ہی within two or three months fill in ہو جائیں گی اور ان کا یہ جو گلہ ہے یہ بھی دور ہو جائے گا۔ شکریہ۔

میاں عمران مسعود، شکریہ جناب سپیکر۔ جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ پی پی ایس سی سے ابھی تک انہیں اساتذہ نہیں مل سکے اس لیے ان کی تقرریاں نہیں ہو سکیں میں ان سے پوچھنا چاہوں گا کہ سائنس کے اساتذہ جن کی ہائی سکول کے لیے

ضرورت ہے انہوں نے ان کی qualification and criteria کیا مقرر کیا ہوا ہے؟ اس کے بارے میں یہ تھوڑی سی وضاحت فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہائی سکول میں جو سائنس ٹیچر تعینات کیا جاتا ہے وہ اس کی qualification پوچھ رہے ہیں۔

میاں عمران مسعود، جناب والا! یہ ٹیچرز کوئی ایم۔ اے کی کلاسز کے لیے تو required نہیں ہیں' یہ تو سکول کے لیے required ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، جناب والا! جو سائنس ٹیچر ہے اس کا تو سائنس سبجیکٹ سے تعلق واسطہ ہے اور اس کی qualification جو ہے وہ B.Sc B.Ed، B.A. B.Ed ہے اگر وہ اس قابلیت کا حامل ہو گا تو وہ سائنس ٹیچر لگے گا۔

میاں عمران مسعود، جناب سپیکر! مجھے سوال کا جواب بالکل clear نہیں ملا۔ انہوں نے پہلے سائنس سبجیکٹ کی بات کی۔ پھر انہوں نے بی۔ اے کی بات کی۔ انہوں نے ابھی تک کوئی particular بات نہیں کی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ سائنس کے لیے بی۔ایس۔سی ہونا چاہیے۔ یہ انہوں نے فرمایا ہے۔

سید تابش الوری، جناب والا! کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب فرمائیں گے کہ سوال کے جواب میں کہا گیا ہے کہ سائنس ٹیچر تین سال سے تعینات نہیں ہو سکا اور لکھا ہے کہ پبلک سروس کمشن کو سائنس اساتذہ بھرتی کے لیے آگاہ کیا جا رہا ہے یا اس کے لیے لکھا جا چکا ہے۔ ہم اس کی وضاحت چاہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ان کا سوال یہ ہے کہ تین سال سے اسی سکول کے بارے میں لکھا جا رہا ہے یا۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، جناب والا! پبلک سروس کمیشن کو مورخہ ۱۸-۱۱-۹۴ سے باقاعدہ لکھ کر بھیجا گیا ہے کہ آپ سائنس ٹیچرز بھرتی کر کے اطلاع دیں۔

سردار سکندر حیات خان، جناب والا! میں پوچھنا چاہوں گا اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ بتائیں کہ

اگر اس میں دیر ہو تو کیا یہ ہمیں ایک specific date دے سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو تب تک ان کی جگہ ad-hoc لگائے جائیں تاکہ students نہ suffer کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کا سوال یہ ہے کہ کیا آپ کوئی date fix کر سکتے ہیں اور اگر اس وقت تک نہ ہو تو کیا آپ کا محکمہ یہ اجازت دینے کو تیار ہے کہ وہاں ad-hoc basis پر ٹیچرز لگا دیے جائیں تاکہ طلباء کا نقصان نہ ہو۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: حکومت اس وقت پوری توجہ دے رہی ہے تاکہ تعلیم کے سلسلے میں جو بھی کمی ہے اسے پورا کیا جائے اور پبلک سروس کمشن کو باقاعدہ اطلاع بھیجی گئی ہے اور اس بارے میں میں کوئی definite date تو نہیں دے سکتا لیکن میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تین ماہ کے اندر اندر ہم یہ سارا process مکمل کر لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔ شکریہ۔

میاں فضل حق: جناب والا! یہ جو particular سکول کے متعلق سوال ہے اس بارے میں عرض ہے کہ وہاں جو سائنس کے طلباء ہیں کیا وہ تین سال سے سائنس سبجیکٹ پڑھ رہے ہیں اور کیا وہ اپنے سالانہ رزلٹ میں پاس ہوتے ہیں یا فیل ہوتے ہیں؟ وہاں پر اس سبجیکٹ کا کیا ہو رہا ہے؟ وہاں پر تین سال سے ٹیچرز نہیں ہیں تو کیا وہاں وہ سبجیکٹ کوئی اور پڑھا رہا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کا ضمنی سوال یہ ہے کہ وہاں پر کوئی سائنس ٹیچر نہیں ہے تو کیا وہاں پر سائنس کی کلاسز پڑھائی جا رہی ہیں یا وہاں پر لڑکے سائنس میں داخلہ ہی نہیں لیتے اور وہ دوسرے سکولوں میں نکل جاتے ہیں؟ یہ وضاحت کیجیے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب والا! بہت کم ہی ایسے سکول ہیں جن میں سائنس ٹیچرز نہیں ہیں لیکن ----

میاں فضل حق: جناب والا! میں نے particular school کے متعلق پوچھا ہے، جس کے متعلق یہ ضمنی سوال آ رہا ہے وہاں کے متعلق میں نے پوچھا ہے۔ میں اور سکولوں کی بات نہیں کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ صرف اسی particular school کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب والا! اس سکول میں سائنس کی کلاسیں جاری ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کیا جاری ہیں ؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جی جاری ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو پھر انہیں پڑھاتا کون ہے جبکہ سائنس ٹیچرز نہیں ہیں ۔(قہقہہ)

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب والا! ٹھیک ہے کہ جو سائنس ٹیچرز ہوتے ہیں ان کی تعلیم ایم۔ ایس۔ سی یا بی۔ ایس۔ سی ہوتی ہے لیکن بعض جگہوں پر ایسے بھی ہے کہ وہاں پر ایف۔ایس۔سی ہوں گے ۔ اور وہ ان کو پڑھاتے ہوں گے بہرحال وہاں پر سائنس کی تعلیم جاری ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرا خیال ہے اس پر بڑے ضمنی سوالات ہو گئے ہیں تقریباً" دس بارہ ہو گئے ہیں۔ اب آگے چلتے ہیں ۔

سید تابش الوری، جناب والا! یہ مسئلہ بڑا ہی سنجیدہ ہے اور خاص طور پر جو پسماندہ علاقے ہیں ان میں یہ مسئلہ بڑا ہی شدید ہے کہ وہاں جو سکولز ہیں وہاں پر سائنس ٹیچرز ہی نہیں ہیں اور تین تین سال سے نہیں ہیں تو یہ بڑا ہی سنگین مسئلہ ہے ۔ اور یہ فرما رہے ہی کہ ابھی لکھا جا رہا ہے ہم یہ پوچھنا چاہ رہے ہیں کہ آپ---

جناب ڈپٹی سپیکر، بہرحال آپ کا نقطۂ نظر بالکل واضح ہو گیا ہے۔ بات clear ہو گئی ہے کہ سکولوں میں سائنس ٹیچرز کی کمی ہے۔ وہاں پر سکول خالی ہیں۔

سید تابش الوری: ہم یہ پوچھنا چاہ رہے ہیں کہ اس مقصد کے لیے پنجاب پبلک سروس کمشن کو کب لکھا گیا ہے اور کتنے اساتذہ کی بھرتی کے لیے ان کو کہا گیا ہے کیونکہ وہاں پر تو کوئی پابندی نہیں ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، کیا آپ date بتا سکتے ہیں کہ کب سے پبلک سروس کمیشن کو لکھا جا رہا ہے؟ (قطع کلامیاں) --- I call the House to order. میں سب فاضل اراکین سے استدعا کروں گا کہ کم از کم ہاؤس کا خیال کیا کریں۔ یہی بات ہے کہ یہاں جو صورتحال ہے اس طرح تو پہلی جماعت میں بھی نہیں ہوتا کچھ پتا نہیں چل رہا۔ اب دیکھیں کہ وزراء صاحبان کیا گفتگو میں مصروف ہیں ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی ہے۔ خدا ہی حافظ ہے۔ بعض دفعہ تو مجھے اس کرسی پر بیٹھے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے میں آپ کو ایمانداری سے بتاتا ہوں۔ یعنی کم از کم جو دوست یہاں تشریف رکھتے ہیں وہ کارروائی میں توجہ تو لیں ان کو پتا تو ہو کہ کیا کارروائی ہو رہی ہے؟ اگر میں اب کسی

فاضل دوست سے پوچھ لوں کہ بات کیا ہو رہی تھی تو اکثر جواب نہیں دے سکیں گے کیونکہ ان کی توجہ ہی نہیں ہے کہ ہاؤس میں کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں ہو رہا ہے۔ میرے خیال میں اپوزیشن کے دوستوں کو بھی اس سوال پر اتنا وقت نہیں دینا چاہیے اب آگے چلتے ہیں تاکہ تین چار اور سوالات ہو جائیں۔ جی اگلا سوال نمبر ۸۲۷ سردار غلام احمد خان گادھی صاحب کا ہے۔ جی گادھی صاحب۔

میاں عمران مسعود، سوال نمبر 827 (معزز رکن نے سردار غلام احمد خان گادھی کے ایماء پر دریافت کیا)

گورنمنٹ ٹیٹوریل گرلز مڈل سکول رنگ محل کی عمارت کو نقصان پہنچانے کی تفصیل

*827۔ **سردار غلام احمد خان گادھی،** کیا وزیر تعلیم از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ ٹیٹوریل گرلز مڈل سکول رنگ محل لاہور کے مالکان نے ہیڈ مسٹریس اور ڈپٹی ڈی ای او(زنانہ)لاہور سٹی کے ساتھ ساز باز کرکے مذکورہ سکول کی عمارت کو نقصان پہنچایا ہے اوراس کی سیڑھیاں گرا دی ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ ہیڈ مسٹریس اور ڈپٹی ڈی ای او نے اس بارے میں نہ تو محکمہ کو شکایت کی ہے اور نہ ہی تھانہ میں کوئی رپورٹ درج کرائی ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سکول کی عمارت کو نقصان پہنچانے اور سیڑھیاں گرانے کی وجہ سے زیر تعلیم طلباء کا تعلیمی حرج ہو رہا ہے اور اس کا متبادل انتظام بھی نہیں کیا گیا ہے۔

(د) اگرجز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس بارے میں کیا کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے نیز متعلقہ ہیڈ مسٹریس اور ڈپٹی ڈی ای او کے خلاف آیا کوئی تادیبی کارروائی کی گئی ہے اگر ہاں تو کیا۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم(جناب پیٹر گل)،

(الف) درست نہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مالکان نے ازخود سیڑھیاں گرا کر اوپر جانے کا راستہ بند کر دیا ہے۔ ہیڈ مسٹریس اور ڈپٹی ڈی ای او (زنانہ) ملوث نہیں ہیں۔

(ب) درست نہ ہے۔ ہیڈ مسٹریس مذکورہ اور ڈپٹی ڈی ای او (زنانہ) نے اس بارے میں باقاعدہ محکمہ تعلیم اور متعلقہ افسران بالا کو مطلع کیا۔ ہیڈ مسٹریس نے اس سلسلہ میں ایس ایچ او تھانہ رنگ

محل کو کئی بار تحریری شکایت بھی کی۔ ڈپٹی سیکرٹری (ایڈمن) محکمہ تعلیم نے ۱۴ جنوری ۱۹۹۴ء کو ڈپٹی کمشنر لاہور کو تحریری طور پر مقدمہ درج کرنے کی درخواست کی تھی۔ جس پر ڈپٹی کمشنر نے بھی مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۹۴ء کو ایس ایس پی لاہور کو مقدمہ درج کرنے کا لیٹر لکھا تھا۔

(ج) درست نہ ہے۔ طلبہ کے مستقبل کے پیش نظر سکول کو گورنمنٹ مشن ہائی سکول رنگ محل میں منتقل کر دیا گیا ہے جہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔

(د) مندرجہ بالا جوابات کی روشنی میں ہیڈ مسٹریس اور ڈپٹی ڈی ای او (زنانہ) کے خلاف کسی کارروائی کی ضرورت نہ ہے۔ البتہ اس کیس میں ڈائریکٹر (ایلیمنٹری) لاہور ڈویژن کے دفتر کے سابقہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر / لٹیگیشن آفیسر کو بظاہر کوتاہی کا مرتکب پایا گیا ہے جس کے خلاف ای اینڈ ڈی رولز کے تحت انضباطی کارروائی کے احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں۔

سردار امجد حمید خان دستی: جناب والا! کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب فرمائیں گے کہ یہ سیڑھیاں کب گرائی گئیں اور جو خطوط ڈی۔ سی اور ایس۔ پی کو لکھے گئے یہ اس کے کتنا عرصہ بعد لکھے گئے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب سپیکر! مالکان نے جن کی جگہ پر یہ سکول تھا مورخہ ۵ مئی ۱۹۹۳ء کو جب سیڑھیاں گرانی شروع کیں تو محکمہ نے باقاعدہ تحریری طور پر محکموں کو بھی شکایت کی تو محکمہ نے باقاعدہ تحریری طور پر محکمہ کو بھی شکایت کی اور متعلقہ ایس ایچ او کو بھی شکایت کی گئی کہ اس سکول کی سیڑھیاں گرائی گئی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلا سوال، جناب ایس اے حمید۔

جناب ایس اے حمید: سوال نمبر 939۔

صوبے میں کالجوں کی تعداد اور تدریسی عملے کی تعیناتی

*939۔ جناب ایس اے حمید: کیا وزیر تعلیم از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) صوبہ میں کالجوں کی تعداد کیا ہے۔

(ب) ان کالجوں میں تدریسی عملے کی منظور شدہ تعداد مختلف گریڈوں میں کتنی ہے اور ان کی تفصیل کیا ہے۔

(ج) صوبہ میں کتنے کالج ایسے ہیں جن میں ان کے منظور شدہ تدریسی عملے کی تعداد پوری نہیں ہے اگر ایسا ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

(د) جن جن کالجوں میں تدریسی عملے کی تعداد کم ہے ان میں یہ کمی کب تک پوری کردی جائے گی اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم(جناب پیٹر گل):

(الف) صوبے میں کل ۳۱۷ کالج ہیں۔ تفصیل یہ ہے۔

انٹرمیڈیٹ	مردانہ	۵۶
	زنانہ	۴۸
ڈگری	مردانہ	۱۱۴
	زنانہ	۹۰
پیشہ ورانہ	مردانہ	۶
	زنانہ	۳

(ب) کل تعداد گریڈوں کے حساب سے یہ ہے ۔۔

	بی ایس ۱۷	بی ایس ۱۸	بی ایس ۱۹	بی ایس ۲۰	میزان
مردانہ	۴۴۸۷	۲۸۶۱	۱۱۸۴	۷۷	۸۶۰۹
زنانہ	۲۸۸۶	۱۷۴۵	۷۴۱	۴۹	۵۴۲۱
میزان	۷۳۷۳	۴۶۰۶	۱۹۲۵	۱۲۶	۱۴۰۳۰

(ج) صوبے میں اس وقت ۲۸۵ ایسے کالج ہیں جن میں منظور شدہ تدریسی عملہ کی تعداد پوری نہ ہے کیونکہ پنجاب پبلک سروس کمشن کی طرف سے کچھ عرصہ سے تقرری کی سفارش موصول نہیں ہوئی ہے۔

(د) کالجوں میں تدریسی عملہ کی کمی کو پورا کرنے کے لیے محکمے نے پنجاب پبلک سروس کمشن کو طلب ارسال کر دی ہے اس کی سفارش پر کمی پوری کر دی جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس پر کوئی ضمنی سوال؟

جناب ایس اے حمید ، میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ صوبے میں کل 317 کالج ہیں۔ اور 285 کالجوں میں اساتذہ کی تعداد پوری نہیں ہے ۔ یعنی صرف 32 کالجوں میں اساتذہ کی تعداد پوری ہے ۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ دس فیصدی کالجوں میں اس وقت عملہ پورا ہے باقی نوے فیصد کالجوں میں تعداد پوری نہیں ہے ۔ حکومت پچھلے سوا ڈیڑھ سال سے عملہ پورا کرنے میں کیوں ناکام رہی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، جناب سپیکر ! پچھلے سالوں سے عائد پابندی کے جاری رہنے سے کمی واقع ہوئی ۔ اس وقت حکومت پنجاب محکمہ تعلیم میں ہر قسم کی تقرری پرائمری ، مڈل ، ہائی اور کالجوں میں خالی اسامیوں کو پر کرنے کے لیے اخبارات میں اشتہارات جاری ہو رہے ہیں اور بعض جگہ انٹرویو بھی ہو چکے ہیں ۔ ہم ان سیٹوں کو جلد ہی پر کرنے کے لیے دو تین ماہ میں یہ سارا عمل مکمل کر لیں گے ۔

جناب ایس اے حمید ، جناب والا ! یہ تو ان کا ایک معمول کا جواب ہے ۔ کیا یہ بتائیں گے کہ ان 285 کالجوں میں یہ عملہ کتنی دیر سے کم ہے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ یعنی کب سے یہ کمی چلی آ رہی ہے ؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم ، جناب سپیکر ! پچھلے دو اڑھائی سال سے یہ کمی مسلسل آ رہی ہے ۔ اس کو دور کرنے کے لیے ایک وقت درکار ہے ۔ ہم نے درخواستیں لی ہیں۔ انٹرویو صرف اس لیے لیے ہیں کیونکہ یہ کمی اس وقت سے محسوس ہو رہی ہے جب سے یہ کمی چلی آ رہی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ دو اڑھائی سال پہ stick کرتے ہیں ۔ میرے خیال میں یہ ایک عرصہ سے کمی چلی آ رہی ہے ۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، کم از کم تین سال سے چلی آ رہی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب آپ نے ٹھیک کہا۔ راجہ بشارت صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب محمد بشارت راجہ ، جناب سپیکر ! ابھی پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے اپنے جواب میں پہلے یہ فرمایا ہے کہ کمی پورا کرنے کے لیے محکمہ کی طرف سے اشتہارات آ رہے ہیں اور ابھی ابھی انہوں نے اپنے جواب میں فرمایا ہے کہ محکمہ تقریباً ایک ڈیڑھ ماہ سے انٹرویو بھی کر رہا ہے اور درخواستیں

بھی لے رہا ہے ۔ جبکہ جواب میں انہوں نے پبلک سروس کمشن کو کہا ہے ۔ محکمہ کا تو اس سے تعلق ہی نہیں ہے ۔ یہ تعیناتیاں محکمے نے نہیں کرنی بلکہ پبلک سروس کمشن نے کرنی ہیں۔ اور وہ فرما رہے ہیں کہ درخواستیں بھی لے رہے ہیں اور اخبارات میں اشتہارات بھی آ رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ وہ اصل میں پرائمری اور مڈل سکولوں کی باتیں کر رہے تھے ۔

جناب محمد بشارت راجہ ۔ جناب سپیکر ! سوال تو کالجوں کے بارے میں ہے اور جواب پرائمری اور مڈل سکولوں کا دے رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے ۔ میں نے overlap کیا تھا لیکن آپ نے انہیں پکڑ لیا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم ۔ جناب سپیکر ! میں نے ساتھ ساتھ پرائمری ' مڈل اور ہائی سکول کا بھی ذکر کیا ہے ۔ اور یہ کہتے ہیں کہ کیا ہی نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ مسئلہ یہ ہے کہ تفصیل تو انٹرمیڈیٹ ' ڈگری کالجز کی دی گئی ہے ۔ محکمہ تو گریڈ 17 کی درخواستیں نہیں لے سکتا ۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم ۔ جی ہاں ' ان کی درخواستیں نہیں لے سکتا ۔ لیکن جناب سپیکر ! میری بات سنیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ بات یہ ہے کہ جو کچھ کر رہے ہیں یا ہم کر رہے ہیں اپوزیشن والوں کو تو اس کا پتا نہیں ہے ۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم ۔ میں نے پرائمری ' مڈل ' ہائی اور کالجز سب کی بات کی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ سوال تو اور ہے ۔ آپ کو وزیر صاحب کو آنے دینا چاہیے تھا ۔ آپ کیوں پھنس گئے ہیں۔ یعنی ملائی تو وہ کھاتے ہیں اور لسی کے لیے آپ کو بھیج دیا۔ محکمہ تعلیم نہایت اہم محکمہ ہے اور یہ عرصے کے بعد محکمہ تعلیم کی باری آئی تھی ۔ وزیر موصوف کو میرے نقطۂ نظر میں یہاں خود موجود ہونا چاہیے تھا ۔ یہ بہت اہم محکمہ ہے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ۔ جناب سپیکر ! وزیر تعلیم پاکستان میں نہیں ہیں۔ وہ ایک ڈیلیگیشن کے ساتھ انڈونیشیا گئے ہوئے ہیں۔ باقی اس ضمنی سوال کے سلسلے میں اگر آپ کی اجازت ہو تو میں

کچھ عرض کر سکتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ میں نے حقیقت بیان کی ہے ۔ پارلیمانی سیکرٹریوں کو کوئی وزیر کچھ سمجھتا ہی نہیں ہے اور نہ ہی ان کو کچھ بتاتا ہے ۔ رولز میں ان کو جواب دینے کا حق حاصل ہے وہ یہاں جواب دے سکتے ہیں لیکن میں اپنے تجربے کی بنیاد پر بتاتا ہوں کہ وزراء صاحبان پارلیمانی سیکرٹریوں کو اپنے محکمے کے بارے میں اعتماد میں ہی نہیں لیتے ۔ ان کو کچھ پتا نہیں ہوتا ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، مگر میرے علم میں ہے اور کم از کم میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جو میرے پارلیمانی سیکرٹری ہیں ان کے ساتھ میرا پورا رابطہ ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں آپ کے متعلق نہیں کہہ رہا ۔ میں صرف محکمہ تعلیم کے بارے میں کہہ رہا ہوں ۔ آپ کا مسئلہ زیر بحث نہیں ہے ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، آپ نے پارلیمانی سیکرٹریوں کا کہا ہے کہ وزیر ان کو اعتماد میں نہیں لیتے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میرے سامنے اس وقت محکمہ تعلیم ہے۔ میری اور کسی محکمے کے متعلق observation نہیں ہے میں صرف محکمہ تعلیم کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔

خواجہ ریاض محمود ، جناب والا ! میں آپ کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ---

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ رہنے دیجیے ۔ مہربانی کریں۔ ہم آگے چلتے ہیں۔

خواجہ ریاض محمود ، محکمہ تعلیم میں اتنی زیادہ تعداد میں آفیسر ہیں ۔ اتنی اتنی بھاری تنخواہیں لیتے ہیں اور کوٹھیوں میں رہتے ہیں ۔ وہ کہاں غائب ہو گئے ہیں ۔ ان میں سے بھی کوئی نہیں آیا ہوا۔ یہ افسر نہیں ہیں بلکہ قومی مجرم ہیں۔ جو بچوں کا مستقبل تباہ کر رہے ہیں اور یہاں عوام کے نمائندوں کے سامنے حقیقت بیان کرنے سے کترا رہے ہیں۔ ایک پارلیمانی سیکرٹری کو دو تین گھنٹے کا ٹوپی ڈرامہ بنا کر یہاں پر بھیج دیتے ہیں۔ یہ قومی دولت ضائع کر رہے ہیں۔ عوام کے نمائندوں کا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ آپ کو اس بات پر سخت نوٹس لینا چاہیے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ تشریف رکھیں ۔ سردار سکندر حیات صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

سردار سکندر حیات خان: میں خواجہ صاحب کی تصحیح کرنا چاہوں گا اور اطلاع دینا چاہوں گا کہ ہمارے پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے کالجوں میں کمی کے بارے میں دو تین سالوں کا کہا ہے یہ بہت زیادہ دیر سے چلی آ رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے تصحیح کر دی ہے۔

سردار سکندر حیات خان: میں خواجہ صاحب کی اطلاع کے لیے بتانا چاہوں گا کہ اس وقت سیکرٹری ایجوکیشن موجود ہیں اور ان کے دوسرے چند سیکرٹری بھی موجود ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: درست بات ہے۔ جناب ایس اے حمید صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب سپیکر! (پوائنٹ آف پرسنل ایکسپلینیشن) جناب سپیکر! پہلی تو عرض یہ ہے کہ جتنے بھی انہوں نے متعلقہ ضمنی سوالات کیے ہیں میں نے کوشش کی ہے کہ ان کے درست جواب دیے جائیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے کہا ہے کہ منسٹر ملائی کھاتے ہیں اور پارلیمانی سیکرٹری کیوں پھنس گئے۔ جناب سپیکر! یہ ملائی کھانے والے یا لسی پینے والے الفاظ وزراء کے لیے اچھے نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری اپنی یہ observation ہے۔ اس سے آپ misconceive نہ کریں۔ ملائی کا مطلب یہ ہے کہ اچھی اچھی مراعات ان کے لیے ہیں اور لسی کا مطلب یہ ہے کہ اس بے چارے کو کوئی پوچھتا نہیں۔ اس سے میرا کوئی اور مقصد نہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: میں نے بطور پارلیمانی سیکرٹری جو جوابات دیے ہیں وہ صحیح دیے ہیں۔ اور اس کے بعد خواجہ صاحب نے کہا ہے ----

جناب ڈپٹی سپیکر: گل صاحب! بات سنیں۔ میں آپ کو پھر اجازت نہیں دوں گا۔ اگر سپیکر نے ایک پارلیمانی سیکرٹری کی عزت میں اضافہ کرنے کے لیے ایک بات کی ہے آپ خود ہی اس کو low کرنا چاہتے ہیں۔ میرے خیال میں آپ بہت زیادہ وفاداری کا ثبوت دے رہے ہیں۔ تشریف رکھیں۔ ایس اے حمید صاحب!

جناب ایس اے حمید: جناب والا! آپ کی observation بالکل صحیح ہے۔ ملائی واقعی وزیر کھا رہے ہیں لیکن ہمارے پارلیمانی سیکرٹری کو شاید اس ملائی کا دھواں لگ گیا ہے۔ ضمنی سوال یہ ہے کہ

کیا یہ 285 کالجوں میں ایڈہاک بنیادوں پر تقرری کے لیے انہوں نے کوئی انتظام نہیں کیا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر available staff نہیں ہے تو کیا آپ کا کوئی خیال ہے کہ ان کو ایڈہاک بنیادوں پر پُر کر لیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب سپیکر! میں نے پہلے عرض کی ہے کہ پبلک سروس کمشن کو باقاعدگی کے ساتھ لکھ کر دیا گیا ہے اگر ان کی طرف سے تین ماہ کے اندر کوئی مثبت جواب نہیں آتا تو منسٹر صاحب سے کہہ کر ہم اس کے لیے ایڈہاک تقرریوں کا کچھ نہ کچھ ضرور بندوبست کریں گے۔

سید تابش الوری: جناب سپیکر! کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب بتائیں گے کہ 285 کالجز میں کتنی اسامیاں خالی ہیں؟ اور کیا پنجاب پبلک سروس کمشن پر بھی بھرتی کی پابندی کا اطلاق رہا ہے کہ بھرتی نہیں ہو سکی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سید تابش الوری صاحب اسامیوں کی تعداد پوچھ رہے ہیں اور دوسرا یہ پوچھ رہے ہیں کہ کیا پبلک سروس کمشن پر بھی نئی بھرتی کے لیے پابندی تھی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب سپیکر! جہاں تک یہ سوال کہ کتنی اسامیاں، کہاں کہاں خالی ہیں یہ ایک fresh question ہے۔ یہ اس کے لیے fresh question دیں تو ہم معلوم کر لیں گے کہ کہاں کہاں کتنی کتنی اسامیاں خالی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو آپ صرف ban کے بارے میں فرما دیں کہ آیا پبلک سروس کمشن کو بھی ممانعت تھی کہ وہ بھرتی نہ کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: پبلک سروس کمشن کے لیے کوئی ممانعت نہیں تھی۔

سید تابش الوری: پھر یہ بھرتی کیوں نہیں ہو سکی؟ پہلا جواب ان کا یہ تھا کہ بھرتی پر پابندی تھی اور اس کی وجہ سے یہ اسامیاں خالی ہیں۔ میں نے اپنے ضمنی سوال میں یہی پوچھا ہے کہ پبلک سروس کمشن میں بھرتی پر پابندی نہیں تھی پھر یہ اسامیاں سالہا سال سے کیوں خالی ہیں؟ ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ یہ بڑا اہم سوال ہے۔ ہمارے ہاں تعلیمی انحطاط اپنے آخری درجے پر پہنچ رہا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پڑھانے والے ہی نہیں ہیں تو پھر پڑھنے والے کیا کریں گے۔ جناب والا!

جب پڑھانے والے ہی موجود نہیں ہیں تو پھر لوگ کیا پڑھیں گے؟ یہ تو relevant سوال ہے کہ 285 کالجز میں کتنی اسامیاں خالی ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب سپیکر! میں نے عرض کیا ہے کہ یہ fresh question ہے - یہ اس بارے میں fresh question دیں کہ کتنی اسامیاں خالی ہیں تو ہم جواب دے دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو آپ پھر ایسا کر لیں کہ سید تابش الوری صاحب کو اپنے محکمے سے فگرز لے کر دے دینا۔

سید تابش الوری: جناب والا! پبلک سروس کمیشن کو کتنی اسامیوں کے لیے لکھا گیا ہے اور کب لکھا گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب والا! پبلک سروس کمشن کو 8-11-1994 کو لکھا گیا ہے اور کتنی اسامیوں کے لیے لکھا گیا ہے اس بارے میں، میں صحیح فگرز معلوم کر کے معزز دوست کو بتا دوں گا۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمائیے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر! میں نہایت دکھی دل کے ساتھ کہوں گا کہ پنجاب اسمبلی جو کہ سب سے بڑا پالیسی ساز ادارہ ہے اس میں آج حکومت کے نمائندے نے برملا طور پر یہ اعتراف کیا ہے کہ 317 کالجز میں سے 285 کالجز میں تدریسی عملہ ہی نہیں ہے، ان کی تعداد کم ہے تو اس burning issue پر کہ جہاں ہم سڑکوں پر گزریں تو یہ لکھا ہوا ہو کہ اس صوبے کا کوئی بچہ اب تعلیم سے بے بہرہ نہیں رہے گا۔ جناب سپیکر! آپ بھی استاد رہے ہیں۔ آپ بتائیں جس قوم کے تعلیم کے محکمے کا یہ حال ہو کہ وہ اپنی تعلیمی استعداد پوری نہیں کر سکے تو میں یہ کہوں گا کہ پھر مزید سکولز اور کالجز کھولنے کی ضرورت کیا ہے؟ یہ آگے دوڑ اور پیچھے چوڑ والا معاملہ ہے۔ یہ قوم کیا ترقی کرے گی اگر یہاں تعلیم کی سہولتیں نہیں ہیں؟ اور جس محکمے کے خزانے سے یہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب تنخواہ لیتے ہیں، مراعات لیتے ہیں اس محکمے کے بارے میں انہیں یہ بھی معلوم نہیں

ہے کہ میرے محکمے میں کتنی اسامیاں خالی ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کے لیے fresh question دیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، خاکوانی صاحب ! آپ کس پوائنٹ پر بات کر رہے تھے ؟ کیا پوائنٹ آف آرڈر تھا یا ضمنی سوال ؟

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں بنتا ۔ بہر حال آپ تشریف رکھیں ۔

جناب وزیر صنعت(محمد افضل سندھو)، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، محمد افضل سندھو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں ۔

وزیر صنعت، جناب سپیکر ! آپ معزز اور فاضل ممبر سے پوچھ رہے ہیں کہ وہ کس پوائنٹ پر بات کر رہے تھے۔ میری گزارش ہے کہ اگر وہ کسی relevant point پر بات نہیں کر رہے تھے تو اس کو کارروائی سے حذف کر دیا جائے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، افضل سندھو صاحب! مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے چند بھائی ' فاضل اراکین ایسے ہیں کہ جب وہ کھڑے ہو جائیں تو ان کو روکنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے ۔ وہ کون ہیں یہ آپ سمجھتے ہیں۔ اور سپیکر کو حالات معمول پر رکھنے کے لیے ذرا lenient view لینا پڑتا ہے ۔ اگر ہم سختی کریں تو پھر ہاؤس میں ہنگامہ ہو جائے گا ۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے لیکن ابھی میں زیادہ سختی نہیں کرنا چاہتا کیونکہ آج پہلا دن ہے اور ہم افہام و تفہیم سے ہاؤس کو چلانا چاہتے ہیں ۔

راجہ محمد جاوید اخلاص ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی فرمائیے ۔

راجہ محمد جاوید اخلاص، جناب سپیکر ! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اسمبلی کے جو سوالات ہوتے ہیں وہ کم از کم چالیس کے لگ بھگ ہوتے ہیں ۔ جبکہ ابھی ہم صرف تیسرے یا چوتھے سوال تک پہنچ پائے ہیں اس ساری exercise پر حکومت کے لاکھوں ' کروڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں ۔ اور اس طرح زیادہ ضمنی سوالات کرنے سے ہمارے سوالات ہمیشہ رہ جاتے ہیں ۔ پچھلے ایک سال سے یہی پریکٹس چلی آ رہی ہے ۔ اس لیے آپ اس کے لیے کوئی criteria مقرر کر دیں اور جو غیر متعلقہ

سوالات ہوں ان کو آپ allow نہ کریں ۔ دو یا تین ضمنی سوالات کرنے کی اجازت ہو اور وہ بھی اس متعلقہ ممبر کو جس نے سوال دیا ہو ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ ۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے ۔ جی اگلا سوال ۔

جناب ایس اے حمید : سوال نمبر 940 ۔

ہائر سیکنڈری سکولوں کی تعداد

*۹۴۰۔ **جناب ایس اے حمید :** کیا وزیر تعلیم از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) صوبے میں ہائر سیکنڈری سکولوں کی تعداد کتنی ہے اور ان میں سے کتنے سکولوں کو اپ گریڈ کرکے ان میں انٹر میڈیٹ کی کلاسیں شروع کی گئی ہیں۔

(ب) آیا یہ بھی درست ہے کہ انٹرمیڈیٹ کے طلباء کو وہی تدریسی عملہ پڑھا رہا ہے جو میٹر ک کے طلباء کو پڑھاتا ہے ۔

(ج) اگر جز(ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا اس طرح معیار تعلیم متاثر نہیں ہو رہا اگر ایسا ہے تو حکومت نے اس کے تدارک کے لیے کیا عملی اقدام کیے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم(جناب پیر گل):

(الف) صوبے میں ہائر سیکنڈری سکولوں کی تعداد ۲۴۲ ہے ۔ ان میں سے ۱۴۲ مردانہ ہیں اور ۱۰۰ زنانہ ہیں ان سکولوں میں انٹر میڈیٹ کی کلاسیں شروع کر دی گئی ہیں۔

(ب) یہ درست ہے لیکن ہائر سیکنڈری سکول سے مراد کلاس نہم تا بارہویں کلاس کا ادارہ ہے جس کے لیے پندرہ ماہر مضمون سکیل ۱۷ کے ہوتے ہیں ۔ باقی عملہ SSTs اس کے علاوہ ہوتا ہے متعلقہ مضامین ماہر مضمون ہی پڑھاتے ہیں۔ ڈی پی ای بھی موجود ہوتا ہے اور پرنسپل سکیل ۱۹ کا ہوتا ہے۔

(ج) معیار تعلیم متاثر نہیں ہوتا کیونکہ ہائر سیکنڈری سکولوں میں اعلیٰ کوالیفکیشن کے حامل ایم اے ۔ ایم ایس سی ' بی ایڈ /ایم ایڈ اساتذہ پڑھاتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی' کوئی ضمنی سوال؟

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر ! میں نے اپنے سوال کے جز (ب) میں یہ پوچھا ہے کہ آیا یہ

بھی درست ہے کہ انٹرمیڈیٹ کے طلباء کو وہی تدریسی عملہ پڑھا رہا ہے جو میٹرک کے طلباء کو پڑھاتا ہے؟ تو میں نے کہا تھا کہ کیا اس سے معیار تعلیم متاثر نہیں ہوتا؛ جس کا انہوں نے جواب دیا ہے کہ معیار تعلیم متاثر نہیں ہوتا۔ تو یہ ذرا تفصیل سے بتائیں کہ کیسے معیار تعلیم متاثر نہیں ہوتا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب والا! سوال کو ذرا دہرا دیں۔ میں سمجھ نہیں سکا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی ایس اے حمید صاحب! ذرا سوال دہرا دیں۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! میں نے اپنے سوال کے جز (ب) میں یہ پوچھا ہے کہ انٹرمیڈیٹ کے طلباء کو وہی تدریسی عملہ پڑھا رہا ہے جو میٹرک کے طلباء کو پڑھاتا ہے۔ اس میں مزید اضافہ نہیں کیا گیا۔ تو جو لڑکے اور لڑکیاں اس وقت ایف اے میں پڑھ رہی ہیں ان کو اگر وہی عملہ پڑھاتا ہے تو کیا اس سے ان کا معیار متاثر نہیں ہو رہا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے یہ واضح طور پر بتایا ہے کہ 17 سکیل کے پندرہ ماہر مضمون ہوتے ہیں یہ ہائر سیکنڈری میں ہوتے ہیں' ہائی میں نہیں ہوتے۔ اس لیے ان کی تعلیم متاثر نہیں ہوتی۔ وہی عملہ نہیں ہے جو کہ ہائی سکول کا ہے۔

جناب ایس اے حمید: نہیں جناب سپیکر! عملہ وہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں ہائی سکول میں 17 سکیل کے ماہر مضمون نہیں ہوتے۔ وہاں SSTs ہوتے ہیں۔

جناب ایس اے حمید: تو جو کالج اور سکول کے ماحول کا فرق ہے کیا اسے یہ اس طریقے سے cover کر سکیں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں ایس اے حمید صاحب! انہوں نے ایک واضح جواب دے دیا ہے۔ اب یہ سوال پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب ایس اے حمید: ٹھیک ہے جناب۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی اگلا سوال راجہ محمد جاوید اخلاص صاحب کا ہے۔ جی راجہ صاحب!

راجہ جاوید اخلاص: سوال نمبر 1030

سکول کا درجہ بڑھانے کے لیے اقدامات

*١٠٣٠١۔ راجہ جاوید اخلاص: کیا وزیر تعلیم از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گذشتہ سال سوشل ایکشن پروگرام کے تحت ڈسٹرکٹ راولپنڈی حلقہ پی پی۔١١ سے گرلز پرائمری سکول ڈھوک اعوان کو مڈل کا درجہ دینے کا فیصلہ ہوا تھا۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ تعلیم راولپنڈی نےبھی اس سکول کو منظور کر دیا تھا اور حکومت پنجاب کو اپ گریڈیشن کے لیے سفارش کی تھی۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت کب تک مذکورہ سکول کو اپ گریڈ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم(جناب پیٹر گل):

(الف) یہ درست نہ ہے

(ب) یہ درست ہے کہ محکمہ تعلیم راولپنڈی نے جائزہ رپورٹ ارسال کی تھی لیکن صوبائی سطح پر یہ سکیم قابل عمل قرار نہ پائی کیونکہ سکول ہذا کے ساتھ صرف ایک کنال ١٥ مرلے جگہ ہے جب کہ مڈل سکول کے لیے کم از کم ٣ کنال زمین کی ضرورت ہے ۔

(ج) جزو (ب) کے جواب کی روشنی میں اس کی ضرورت نہیں رہتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی کوئی ضمنی سوال؟

چودھری محمد ریاض: جناب سپیکر! جز (ب) میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ایک کنال 15 مرلے جگہ ہے ۔ چار کنال زمین گورنمنٹ پنجاب کے نام لگوا دی گئی ہے ۔ کیا یہ اسے اب up grade کر دیں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر یہ زمین والی کمی پوری کر دی جائے یا کر دی گئی ہو تو پھر آپ اس کو up grade کرنے کے لیے تیار ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب والا! یہ نشاندہی کریں اسی کی نہیں بلکہ کوئی اور جگہ بھی اس criteria کو پورا کرے گی ۔تو ہم وہاں بھی سکول بنانے کے لیے تیار ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے شکریہ۔

راجہ محمد جاوید اخلاص ، جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انھوں نے لکھا ہے کہ criteria پر پورا نہیں اترتا۔ یہ بات بھی غلط ہے۔ محکمہ تعلیم نے feasibility اور PC1 بنا کر بھیجا ہے اور اس سال کے سوشل ایکشن پروگرام میں بھی شامل کیا گیا ہے اور اگر اس کو اس سال کے کوٹہ میں شامل کیا جائے تو کیا اب یہ اپ گریڈ کرنے کے لیے تیار ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر سوشل ایکشن بورڈ بھی اس کی تائید کرتا ہے، محکمہ بھی کرتا ہے پھر تو اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، جناب والا! حکومت کی یہ واضح پالیسی ہے SAP کا پروگرام ہو یا ان کا اپنا بجٹ ہو جہاں بھی یہ funding کی جائے گی وہاں ہم سکول اپ گریڈ کرنے کے لیے اور نئے سکول بنانے کے لیے بھی تیار ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جی ارشد عمران سلہری صاحب۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! جیسا کہ وقفہ سوالات ختم ہونے والا ہے اور میرا سوال انتہائی اہم ہے ----

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں ابھی نہیں ہوا۔ آپ کا سوال آ جائے گا۔ اگلا سوال راجہ جاوید اخلاص صاحب کا ہے۔ جی راجہ صاحب!

راجہ جاوید اخلاص، سوال نمبر 1031

سکولوں کو اپ گریڈ کرنے کے لیے اقدامات

*۱۰۳۱۔ راجہ محمد جاوید اخلاص، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ دسمبر ۱۹۹۲ء میں وزیر اعلیٰ نے اپنے دورہ گوجر خان کے موقع پر ہر صوبائی حلقے میں دو سکولوں کو اپ گریڈ کرنے کا اعلان کیا تھا۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس ڈائرکٹو کے تحت حلقہ پی پی -۱۱ میں مندرجہ ذیل دو سکولوں کو recommend کیا گیا تھا۔

(۱) گرلز مڈل سکول دیوی اپ ٹو ہائی لیول

(۲) گرلز پرائمری سکول بھونگی اپ ٹو مڈل سکول۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ سکولوں کو کب تک سٹاف مہیا کیا جائے گا اور کلاسوں کا اجراء کب ہو گا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل): (الف) درست نہ ہے

(ب) جز الف میں جواب دے دیا گیا ہے۔

(ج) جز الف اور جز ب کے تحت سٹاف مہیا کرنا اور کلاسوں کا اجراء نہیں ہوسکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

چودھری محمد ریاض: جناب والا! میرا یہ ضمنی سوال ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ دسمبر 1992 میں وزیر اعلیٰ نے کوئی دورہ نہیں کیا۔ اور وہاں پر دو سکولوں کو اپ گریڈ کرنے کا اعلان نہیں کیا۔ اس بارے میں حکومت پنجاب کا ڈائر کٹو بھی موجود ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ محکمہ تعلیم نے یہ بات کہہ کر کہ وہاں کوئی دورہ نہیں ہوا اور کوئی اعلان نہیں ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا یہ استحقاق مجروح کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پھر آپ اس کو لے آئیں۔

چودھری محمد ریاض: تو پھر میں تحریک استحقاق پیش کر دوں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاں جو proper way ہے۔

چودھری محمد ریاض: اگر پارلیمانی سیکرٹری صاحب پہلے جواب دے دیں ---

جناب ڈپٹی سپیکر: جو بھی proper way ہے آپ اس کے مطابق deal کریں۔

چودھری محمد ریاض: میں یہ سمجھتا ہوں کہ انھوں نے اس ہاؤس میں written انکار کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ کارروائی تو ریکارڈ کا حصہ بن گئی ہے۔

چودھری محمد ریاض: ٹھیک ہے۔ میں تحریک استحقاق لے آتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی شکریہ۔

راجہ محمد جاوید اخلاص: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اگر انھیں ڈائر کٹو کی کاپی مہیا کر دی جائے جس میں وزیر اعلیٰ صاحب کا واضح طور پر یہ حکم تھا کہ ہر حلقے میں دو سکول اپ گریڈ کیے جائیں۔ تو کیا پھر یہ اپ گریڈ کرنے کے لیے تیار ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر : جی پیٹر گل صاحب۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم : جناب سپیکر ! اگر یہ ڈائرکٹو کی کاپی دیں تو اس کے بعد ہم دیکھیں گے کہ ڈائرکٹو کے وقت وہاں حلقے کی صورت حال کیا تھی ۔ اس کے مطابق ہم اپ گریڈ کرنے کو تیار ہیں ۔ دوسرا آپ نے جو فرمایا ہے کہ ان کا استحقاق ہے وہ ان کا ایک حق ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : وہ آپ رہنے دیں ۔ آپ اس پر گفتگو نہ کریں ۔ آپ کو کیا ضرورت ہے ؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم : تو ہمیں ڈائرکٹو کی کاپی مہیا کر دیں ۔ ہم اپ گریڈ کرنے کے لیے تیار ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ٹھیک ہے شکریہ ۔ اگلا سوال پیر شجاعت حسنین قریشی ــــ حاضر نہیں ہیں ۔ اگلا سوال حاجی محمد افضل چن۔

میاں عمران مسعود : سوال نمبر 1082 (معزز رکن نے حاجی محمد افضل چن کے ایماء پر دریافت کیا)

سائنس ٹیچروں کی اسامیوں کو پُر کرنا

*۱۰۸۲۔ حاجی محمد افضل چن : کیا وزیر تعلیم از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع منڈی بہاؤالدین کے گورنمنٹ گرلز ہائی سکول اور ہائر سیکنڈری سکول اور منڈی بہاؤالدین کے گرلز ڈگری کالج میں سائنس ٹیچر کی کتنی اسامیاں خالی ہیں اور وہ کب سے خالی ہیں۔ نیز حکومت کب تک ان اسامیوں کو پُر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے ۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ گرلز سکول پنڈ مکو ضلع منڈی بہاؤالدین میں بھی سائنس ٹیچر کی اسامی کافی عرصہ سے خالی پڑی ہے اگر ہاں تو حکومت کب تک اس اسامی کو پر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل) :

(الف) ضلع منڈی بہاؤالدین کے گرلز ہائی سکولوں میں سائنس ٹیچروں کی ۵ اسامیاں' ہائر سیکنڈری سکولوں میں سائنس کے ماہرین مضامین کی ۶۔اسامیاں اور گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین میں سائنس اساتذہ کی ۴۔اسامیاں خالی ہیں۔ اس طرح ضلع منڈی بہاؤالدین میں سائنس اساتذہ کی کل ۱۵ اسامیاں خالی ہیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے ۔

گرلز ہائی سکول / ہائر سیکنڈری سکول / کالج	تعداد	تاریخ کیفیت
گورنمنٹ پبلک گرلز ہائی سکول منڈی بہاؤالدین	۱	۱-۹-۹۴
گورنمنٹ گرلز ہائی سکول کوٹ شیر محمد۔	۱	۱-۹-۹۴
گورنمنٹ گرلز ہائی سکول قادر آباد	۱	۲۰-۲-۹۴
گورنمنٹ گرلز ہائی سکول جو کالیاں	۱	۲۰-۲-۹۴
گورنمنٹ گرلز ہائی سکول۔ بار موسیٰ	۱	۱-۱۰-۹۴
گورنمنٹ گرلز ہائر سیکنڈری سکول ملکوال	۱	بیالوجی ۱-۹-۹۴
	۱	ریاضی ۱-۹-۹۴
		کل تعداد = ۴
	۱	طبیعات ۱-۹-۹۴
	۱	کیمیا ۱-۹-۹۴
گورنمنٹ ہائر سیکنڈی سکول تھل شریف	۱	طبیعات۔۔۔
گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول کھیوہ	۱	طبیعات۔۔۔
گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین منڈی بہاؤالدین	۱	کیمیا ۲۰-۹-۹۴ کل
		کل تعداد، ۴،
	۱+	طبیعات ۱۷-۱۰-۹۰
		نوٹ:ایک لیکچرار
		طبیعات ۱۳-۱۰-۹۴
		ریاضی ۲۰-۹-۹۰

زواکوجی فائن آرٹس کی سیٹ پر کام کر رہی ہے۔

خالی اسامیوں کو پر کرنے کے لیے طلب پنجاب پبلک سروس کمشن کو بھیج دی گئی ہے۔

سفارشات موصول ہونے پر اساتذہ تعینات کر دی جائیں گی۔

(ب) یہ درست ہے کہ گورنمنٹ گرلز ہائی سکول پنڈ کو ضلع منڈی بہاؤالدین میں سائنس ٹیچر کی اسامی خالی ہے۔ پبلک سروس کمشن کی طرف سے منتخب اُمیدوار کے آنے پر یہ اسامی پُر کر

دی جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کوئی ضمنی سوال ہے؟ کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔ اگلا سوال حاجی محمد افضل چن موجود نہیں، جناب ارشد عمران سلہری موجود نہیں، چودھری محمد اسلم صاحب۔

میاں عمران مسعود، سوال نمبر 1141 (معزز رکن نے چودھری محمد اسلم کے ایماء پر دریافت کیا)

پرائمری سکولوں کو مڈل کا درجہ دینا

*۱۱۴۱۔ چودھری محمد اسلم، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ میں نے حلقہ پی پی ۹۸ کے پرائمری گرلز سکول لکھنے والا اور پرائمری گرلز سکول چاڑانوالہ کو مالی سال ۱۹۹۴ء کے دوران ایس اے پی کے تحت ان پرائمری سکولوں کا درجہ مڈل تک بڑھانے کی تجویز پیش کی تھی۔

(ب) اگر جز (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو متذکرہ سکولوں کو اپ گریڈ کرنے کے سلسلے میں اب تک کیا اقدامات کیے گئے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل)،

(الف) درست ہے کہ یہ تجویز ایم پی اے صاحب نے اپنے ایس اے پی پیکج کے تحت دی تھی۔

(ب) 10 جنوری 1994 کو ہر دو سکولوں کی منظوری ہو چکی ہے۔ جس کے لیے فنڈز مہیا کیے جا چکے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کوئی ضمنی سوال؟

میاں عمران مسعود، جناب والا! پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ 10 جنوری 1994 کو ہر دوسکولوں کی منظوری ہو چکی ہے۔ جس کے لیے فنڈز مہیا کیے جا چکے ہیں۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا انھوں نے ہر ایم پی اے کی تجویز کو مان لیا ہے اور انھوں نے فنڈز مہیا کر دیے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل)، جناب سپیکر! جو بھی ایم پی اے اپنے حلقے میں اس قسم کے کوئی ادارے کھولے گا اور جب وہ اس کے لیے اپنے فنڈز دیتا ہے تو گورنمنٹ کے لیے سہولت بن جاتی ہے۔ اگر فنڈز نہ بھی ہوں تو جہاں ضرورت ہو وہاں پر ضرورت کے تحت گورنمنٹ اپ گریڈ یا سکول کھولنے کی طرف توجہ دے رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ شکریہ۔

میاں عمران مسعود، جناب سپیکر! انھوں نے فنڈز کی بات کی ہے۔ میں ان سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے فی سکول کتنا فنڈ مختص کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، جی؟

میاں عمران مسعود، جناب والا! اگر آپ کہیں تو میں اپنا سوال دہرا دوں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جی دوبارہ کر دیں۔

میاں عمران مسعود، جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ہر دو سکولوں کی منظوری ہو چکی ہے۔ جس کے لیے فنڈز مہیا کیے جا چکے ہیں۔ تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے ایک سکول کے لیے کتنا فنڈ رکھا ہوا ہے اور یہ کہاں جاتا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں، سوال یہ ہے کہ ایک سکول کے لیے کتنا فنڈ ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، جناب سپیکر! یہ فنڈز لوکل گورنمنٹ کے پاس جاتے ہیں یا بلڈنگ کے محکمے کو مہیا کر دیے جاتے ہیں۔ پھر وہاں پر دیکھا جاتا ہے کہ کتنی جگہ پر سکول بننے ہیں اور ان کے لیے کتنے فنڈز درکار ہیں؟ اس لحاظ سے ان کو فنڈز مہیا کیے جاتے ہیں۔

میاں عمران مسعود، جناب والا! میرا آخری ضمنی سوال ہے۔ کیونکہ کوئی تسلی بخش جواب نہیں مل سکا۔ سوال یہ تھا کہ پرائمری گرلز سکول چاڑانوالہ کے مالی سال 1994 کے دوران ایس اے پی کی جو

منظوری تھی ۔ تو یہ چاڑانوالہ کے بارے میں ایک مخصوص سوال تھا ۔ اس کے بارے میں یہ فرما دیں کہ اس سکول کی منظوری کے لیے محکمہ تعلیم نے کتنا پیسہ مختص کیا ہے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، یعنی پرائمری سکول کے لیے محکمہ کی طرف سے کتنا پیسہ مختص ہوتا ہے ؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم، کم از کم پانچ لاکھ روپے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی کم از کم پانچ لاکھ روپے مختص ہوتے ہیں ۔ اب آپ بقیہ سوالات کے جواب ایوان کی میز پر رکھیں کیونکہ وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے ۔

راجہ ریاض احمد ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی راجہ ریاض احمد صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں ۔

راجہ ریاض احمد ، جناب والا ! میرے دو سوال ہیں سوال نمبر 1223 اور 1224 وہ بہت اہم ہیں ۔ فیصلآباد میں ایک ڈپٹی ڈی او رہے ہیں یہ ان کے متعلق ہیں ۔انھوں نے کروڑوں روپے کے گھپلے بھی کیے ہوئے ہیں ۔ جعلی سندوں پر لوگوں کو نوکریاں بھی دی ہوئی ہیں ۔ اس لیے وہ بہت اہم سوالات ہیں یا تو انھیں ابھی take up کیا جائے ۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، پھر مسئلہ تو یہی ہوا کہ اگر ان کو لائیں گے تو پھر اگلے سوال نہیں آسکیں گے ۔۔۔

راجہ ریاض احمد ، جناب والا ! محکمہ تعلیم نے جان بوجھ کر میرے سوال پیچھے رکھے ہیں تاکہ ان کی باری نہ آئے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں ۔ I disallow it

راجہ ریاض احمد ، جناب والا !۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں نے رولنگ دے دی ہے ۔ I disallow it.

جناب ارشد عمران سلہری، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ارشد عمران سلہری صاحب' ارشد عمران سلہری سوال نمبر 1125

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! میرا سوال نمبر 1272 بہت ہی اہم ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے جائیں۔ اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب والا! بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

گرلز ہائی سکول میں فرنیچر کی فراہمی

*1046۔پیر شجاعت حسنین قریشی: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) گورنمنٹ گرلز ہائی سکول چک 16 ایٹ بی آر میاں چنوں میں طالبات کی کلاس وار تعداد کتنی ہے۔

(ب) طالبات کے لیے کتنی کرسیاں اور فرنیچر کلاس وار مہیا کیا گیا ہے۔

(ج) کیا حکومت مذکورہ سکول میں طالبات کی تعداد کے مطابق کرسیاں اور فرنیچر مہیا کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم(جناب بشیر گل):

(الف) گورنمنٹ گرلز ہائی سکول 816 بی آر میں جماعت وار تعداد حسب ذیل ہے۔

اول ادنیٰ	اول	دوم	سوم	چہارم	پنجم	ششم	ہفتم	ہشتم	نہم	دہم	میزان
21	37	18	21	28	25	34	36	22	22	51	315

(ب) (i) جماعت اول تا ششم فرنیچر برائے طالبات نہ ہے۔

(ii) جماعت ہشتم تا دہم فرنیچر مہیا کیا گیا ہے تفصیل حسب ذیل ہے ۔

	ہفتم	ہشتم	نہم	دہم
تھری سیٹر ڈیسک	12	8	8	17

(ج) مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے ہائی سکولوں کو فرنیچر فراہم کرنے کی کوئی سکیم سالانہ ترقیاتی پرو گرام میں شامل نہیں ہے۔ جونہی وسائل میسر آنے، ہائی مدارس کو استحقاق کی بنیاد پر

فرنیچر کی فراہمی کے لیے فنڈز مہیا کیے جائیں گے۔

عربی ٹیچر کی تعیناتی

*1083 حاجی محمد افضل چن، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) منڈی بہاؤالدین میں کتنے گرلز بوائز سکولوں میں عربی ٹیچر تعینات ہیں اور کتنے سکول بغیر عربی ٹیچر کے ہیں۔

(ب) حکومت خالی اسامیوں پر کب تک عربی ٹیچر مقرر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم(جناب پیٹر گل)،

(الف) منڈی بہاؤالدین میں 28 گرلز ایلیمنٹری سکولوں میں عربی ٹیچر تعینات ہیں۔ 8 سکولوں میں عربی اساتذہ کی اسامیاں خالی ہیں۔ 34 بوائز ایلیمنٹری سکولوں میں عربی اساتذہ تعینات ہیں۔ 5 سکولوں میں عربی اساتذہ کی اسامیاں خالی ہیں۔ تفصیل ایوان کی میز پر ملاحظہ فرمائیں۔

خالی اسامیاں منظور شدہ نہ ہیں۔ ان کی S.N.E بھیجی گئی ہے۔

(ب) جب عربی اساتذہ کی S.N.E منظور ہو گی تو خالی اسامیں پر کی دی جائیں گی۔

امجد حسین شاہ کے خلاف کارروائی

*1125۔ جناب ارشد عمران سلہری، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ امجد حسین شاہ ای ایس ٹی ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول دولو ملتانی (قصور) کے خلاف سکول ہذا کا تعلیمی /انتظامی نظام تباہ کرنے کے سلسلہ میں 4۔ اکتوبر 1993ء کو انکوائری ہوئی تھی۔ جس میں انکوائری کمیٹی نے اس پر لگائے گئے الزامات کو درست قرار دیا تھا۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ ٹیچر کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے تفصیلاً بتایا جائے؟ اگر نہیں کی گئی تو اس کی وجوہات کیا ہیں نیز انکوائری رپورٹ کی کاپی بھی فراہم کی جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل)،

(الف) مسمی امجد حسین شاہ ای ایس ٹی ٹیچر کے خلاف اکتوبر 1993ء میں ابتدائی انکوائری کروائی گئی تھی جس میں مدرس مذکور کو جرم وار قرار دیا گیا تھا۔ قانونی تقاضے پورے کرنے کے لیے مدرس مذکور کے خلاف E&D رولز 1975ء کے تحت انکوائری کروائی گئی اس میں بھی مذکورہ مدرس کو جرم وار قرار دیا گیا۔

(ب) مذکورہ ٹیچر کے خلاف ضابطہ کی کارروائی مکمل کرنے کے بعد اس کی ایک سالانہ ترقی دو سال کے لیے روک دی گئی ہے جبکہ مدرس مذکور کو گورنمنٹ ہائی سکول دولو ملتانی سے پہلے ہی تبدیل کر کیا گیا تھا۔

حلقہ پی پی -۹۸ میں متعین اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسرز (مردانہ۔زنانہ) کے نام' تعلیمی قابلیت اور کار کردگی

*۱۱۵۶۔چودھری محمد اسلم، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

حلقہ پی پی ۹۸ میں متعین اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسرز (زنانہ۔ مردانہ) کے نام' پتا' تعلیمی معیار اور موجودہ سال میں ان کی کار کردگی سے تفصیلاً ایوان کو مطلع کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل)،

تین اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر زنانہ اور چار اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر مردانہ حلقہ پی پی 98 میں تعینات ہیں ان کے نام' پتے' تعلیمی معیار اور دوران سال ۱۹۹۴ء کار کردگی کی تفصیل یہ ہے۔

اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر (زنانہ)

نمبر شمار	نام	پتا	تعلیمی معیار	کار کردگی
۱۔	مسز ارشاد تارڑ	اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر سرکل نمبر۱ منڈی بہاؤالدین	بی اے' بی ایڈ	سال رواں کی کار کردگی تسلی بخش ہے۔

۲- مسز ضمیر اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر بی اے' بی ایڈ
کوثر شیرازی سرکل نمبر ۲ منڈی بہاؤالدین

۳- مس شگفتہ تبسم اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر بی اے' بی ایڈ تسلی بخش

پاہڑیانوالی

اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر (مردانہ)

۱- عطا محمد چیمہ چک ۴۵ تحصیل ملکوال بی اے' بی ایڈ تسلی بخش

۲- شوکت علی مرالہ تحصیل و ضلع منڈی بہاؤالدین بی اے' بی ایڈ تسلی بخش

۳- محمد اسلم شاہد میکن تحصیل پھالیہ بی اے' بی ایڈ تسلی بخش

۴- محمد جاوید چک مانو تحصیل پھالیہ بی اے' بی ایڈ تسلی بخش

کارکردگی کی مکمل تفصیل ایوان کی میز پر ملاحظہ فرمائیں

انتظامی اسامیوں پر تعیناتی

*۱۱۴۱- خواجہ محمد اسلام، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ شعبہ ٹیکنیکل ایجوکیشن میں انتظامی اسامیوں پر تعیناتی شعبہ کے چار کیڈرز (۱) ٹیکنیکل اساتذہ (۲) کامرس اساتذہ (۳) متعلقہ علوم کے اساتذہ اور (۴) وومن ووکیشنل اساتذہ کے کیڈر میں موجود strength کے تناسب سے نہیں کی جاتی ہیں اور اس بارے میں کوئی ضابطہ / اصول روا نہیں رکھا جاتا ہے جس سے شعبہ میں سب کے لیے مساوی مواقع یا یکساں سلوک کی نفی ہو رہی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ شعبہ ٹیکنیکل ایجوکیشن جب سے معرض وجود میں آیا ہے متعلقہ علوم کے اساتذہ کا کیڈر ایک انتظامی اسامی پر تعیناتی حاصل کرنے سے بھی محروم رہا ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اس غیر منصفانہ /غیر منطقی پالیسی کو روا رکھنے کی کیا وجوہات ہیں اور حکومت اسے کب تک تبدیل کرنے/تلافی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل)،

(الف) یہ درست نہیں ہے کیونکہ محکمانہ سروس رولز کے تحت انتظامی اسامیوں کی تعیناتی میں ا۔ شعبہ ٹیکنیکل اساتذہ ۲۔ کامرس اساتذہ ۳۔ وومن ووکیشنل اساتذہ اور ۴۔ متعلقہ علوم کے اساتذہ کیڈر میں موجود strength کے تناسب ' ضابطہ اور اصول کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

(ب) ہاں۔ یہ درست ہے کہ جب سے ٹیکنیکل ایجوکیشن معرض وجود میں آیا ہے سروس رولز کے تحت متعلقہ علوم کے اساتذہ کا کیڈر انتظامی اسامی پر تعیناتی حاصل کرنے سے محروم ہے۔

(ج) جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں نہیں ہے کیونکہ محکمانہ سروس رولز کے تحت ہی تقرریاں معرض وجود میں آتی ہیں۔ غیر منصفانہ / غیر منطقی پالیسی کو روا نہیں رکھا جاتا اس لیے چار درجاتی فارمولے کے تحت ڈپٹی ڈائریکٹر (متعلقہ علوم) کی پوسٹ رکھی گئی ہے۔

حلقہ پی پی۔۱۰۱ میں کالج کا قیام

*۱۱۸۹۔ چودھری احمد یار گوندل: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

کیا یہ درست ہے کہ حلقہ پی پی۔۱۰۱ میں کوئی کالج نہ ہے اگر جواب ہاں میں ہو تو آیا حکومت مذکورہ حلقہ میں کالج بنانے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو کیوں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل)،

یہ درست ہے کہ حلقہ پی پی ۱۰۱ میں کوئی کالج نہ ہے۔ البتہ اس حلقے میں موضع بوسال میں لڑکوں کے لیے گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول قائم ہے جہاں انٹرمیڈیٹ کی کلاسز جاری ہیں۔

مزید براں نزدیکی حلقہ پی پی ۹۸'۹۹اور ۱۰۰ میں پھالیہ ' ملک وال اور منڈی بہاؤالدین میں گورنمنٹ کے کالجز موجود ہیں جو علاقے کی ضرورت پوری کر رہے ہیں۔ چونکہ ملحقہ علاقوں کے کالج حلقہ پی پی ۱۰۱ کی تعلیمی ضروریات کو بھی پورا کر رہے ہیں اس لیے اس علاقے میں کالج کے قیام کی تجویز فی الحال حکومت کے زیر غور نہیں ہے۔

گورنمنٹ گرلز ہائی سکول فیروز پور روڈ میں واٹر کولر کی فراہمی

*۱۱۹۹۔ سردار حسن اختر موکل، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ امر واقع ہے کہ حکومت نے لاہور کے گرلز ہائی سکولوں میں پینے کے لیے ٹھنڈا پانی مہیا کرنے کا کوئی منصوبہ بنا رکھا ہے۔

(ب) کیا یہ امر بھی واقع ہے کہ حکومت نے گورنمنٹ گرلز ہائی سکول فیروز پور روڈ میں واٹر کولر مہیا کیا ہوا ہے۔

(ج) کیا یہ امر بھی واقع ہے کہ مذکورہ سکول میں صرف ایک بجلی کا واٹر کولر رکھا ہوا ہے۔ لیکن اس میں سے بچیوں کو پانی پینے کی اجازت نہیں ہے۔

(د) کیا یہ بھی امر واقع ہے کہ بقول اساتذہ مذکور سکول میں انہوں نے یہ کولر ...ب سے رقم خرچ کر کے لگوایا ہے اس لئے بچیوں کو اس سے پانی پینے کی اجازت نہیں ہے۔

(ہ) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ سکول میں الیکٹرک واٹر کولر لگانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب بشیر گل):

(الف) ڈائرکٹوریٹ آف سیکنڈری ایجوکیشن (سکولز) لاہور ڈویژن لاہور کے زیر انتظام ایسا کوئی منصوبہ زیر غور نہ ہے۔

(ب) ۱۹۸۶-۸۷ء میں محکمہ تعلیم کی طرف سے پورے پنجاب میں الیکٹرک واٹر کولر کی گرانٹ مہیا کی گئی تھی جس میں سے مذکورہ سکول نے بھی دو واٹر کولر خرید کیے تھے۔

(ج) یہ درست نہ ہے بلکہ سکول کے مین گیٹ کے ساتھ ایک کولر لگا ہوا ہے اور دوسرا کولر سکول کے دوسرے بلاک میں کلاس رومز کے سامنے کمرہ میں لگا ہوا ہے۔ اور تمام بچیاں بلا امتیاز ان میں سے پانی پیتی ہیں۔ ان پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔

(د) یہ درست نہیں ہے یہ کولر گورنمنٹ کی گرانٹ سے خرید کیے گئے اور بچیوں کو ان سے پانی پینے کی عام اجازت ہے۔

(ہ) جزو ہائے (الف)(ب)(ج) اور (د) کی روشنی میں غیر متعلق ہے۔

حافظ آباد کے گرلز ہائی سکولز میں سٹاف کی فراہمی

*۱۲۰۷۔ سید محمد عارف حسین بخاری، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) حافظ آباد شہر کے دونوں گرلز ہائی سکولز میں طالبات اور تعلیمی سٹاف کی الگ الگ تعداد کیا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ڈبل سیکشن ہائی سکول میں تعلیمی سٹاف کم ہے اگر ہاں تو کیا متذکرہ سکول میں مزید تعلیمی سٹاف کا تقرر محکمے کے زیر غور ہے اگر ایسا ہے تو یہ کب تک ممکن ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیر گل)۔

(الف) گورنمنٹ گرلز سکول حافظ آباد کی سٹاف و طالبات کی تعداد درج ذیل ہے۔

تعداد سٹاف			تعداد طالبات
سینئر ہیڈ مسٹریس	۱	دہم	۲۱۵
ڈپٹی ہیڈ مسٹریس	۱	نہم	۲۶۰
ایس ایس ٹی	۱۶	ہشتم	۲۶۱
ای ایس ٹی	۲۴	ہفتم	۳۲۶
ایس وی	۶	ششم	۳۱۲
پی ای ٹی	۲		۱۳۷۴
عربی ٹیچر	۱		
	۵۱		

گورنمنٹ گرلز ڈبل سیکشن سکول حافظ آباد

سینئر ہیڈ مسٹریس	۱	دہم	۲۷۳
ایس ایس ٹی	۸	نہم	۳۸۹
ای ایس ٹی	۴	ہشتم	۳۲۳
ایس وی	۴	ہفتم	۳۱۷
عربی ٹیچر	۲	ششم	۳۳۰
ڈرائنگ ٹیچر	۱		۱۶۳۰
پی ای ٹی	۱		
	۲۱		

(ب) درست ہے ۔ محکمہ نے اس سلسلہ میں نئی پوسٹوں کے لیے ایس این ای رپورٹ تیار کر لی ہے اس کی منظوری کے بعد یہ کمی پوری کر دی جائے گی ۔

گورنمنٹ گرلز ممتاز سکول حافظ آباد کی عمارت کی تعمیر

*۱۲۰۸۔ سید محمد عارف حسین بخاری: کیا وزیر تعلیم از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ گرلز ممتاز سکول حافظ آباد کی عمارت پُرخطر اور بوسیدہ ہے ۔

(ب) کیا مذکورہ سکول کی تعمیر جدید یا خاطر خواہ مرمت کا کوئی پرو گرام حکومت کے زیر غور ہے۔ اگرجواب اثبات میں ہے تو ایسا کب تک ممکن ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل)،

(الف) ممتاز گرلز پرائمری سکول حافظ آباد کی عمارت کا معائنہ کروایا گیا ہے۔ عمارت خطر ناک نہیں ہے ۔ مگر قدرے بوسیدہ حالت میں ہے یہ نیشنلائزڈ ادارہ ہے اور محکمہ اوقاف کی زمین پر "اپنی مدد آپ" کے تحت عمارت تعمیر شدہ ہے۔

(ب) مذکورہ سکول محکمہ اوقاف کی زمین پر ہے اس کی مرمت یا تعمیر جدید کے لیے اس وقت کوئی پرو گرام زیر غور نہیں ہے البتہ زمین کی خرید یا لیز کے لیے متعلقہ محکمہ سے رابطہ کیا جا رہا ہے اور اس سکول کی عمارت کی حالت بہتر بنانے کے لیے جلد ہی ضروری کارروائی کی جائے گی ۔

ضلع گوجرانوالہ میں سکولوں کی عمارتوں کی تعمیر

*۱۲۱۱۔ جناب عبدالرؤف مغل: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ۔

(الف) آیا یہ درست ہے کہ ۹۴-۱۹۹۳ء میں ضلع گوجرانوالہ میں سکولوں کی عمارات کی تعمیر اور اضافی کمرے بنانے کے لیے۲۲۸ سکیمیں بنائی گئی تھیں۔

(ب) اگرجز(الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اب تک سکولوں کی کتنی عمارتیں اور اضافی کمرے تعمیر کئے گئے ہیں اور ان پر کتنی رقوم خرچ ہوئیں۔

(ج) آیا یہ بھی درست ہے کہ ضلع گوجرانوالہ میں اب بھی بے شمار سکول شیلٹرلیس ہیں اگر ہاں تو ان کی عمارات کب تک بنا دی جائیں گی ؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب بشیر گل):

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) اب تک ۲۲ سکولوں کی عمارتیں مکمل ہو چکی ہیں اور ۲۸ پر کام جاری ہے اس کے علاوہ ۱۰ سکولوں میں اضافی کمرے تعمیر کیے گئے ہیں۔ اور ۲۱ پر کام جاری ہے جو عمارتیں اور اضافی کمرے مکمل کیے جا چکے ہیں۔ ان پر کل ۱۵۴٫۳۹ لاکھ روپے لاگت آئی ہے۔

(ج) اس وقت ضلع گوجرانوالہ میں ۹۰ سکول شیلٹر لیس ہیں ان میں سے ۴۳ سکولوں کی عمارات کی تعمیر کی منظوری ہو چکی ہے ۔ فنڈز مہیا ہونے پر آئندہ سال باقی سکولوں کی عمارات کی تعمیر کروا دی جائے گی۔

مسمی محمد رفیق ڈی ای او کا تبادلہ

*۱۲۲۳۔ راجہ ریاض احمد: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ محکمہ تعلیم کا کوئی آفیسر اپنے ہی مرکز میں ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر تعینات نہیں ہو سکتا۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ محمد رفیق ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر فیصل آباد میں پچھلے پانچ سال سے تعینات چلا آرہا ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ آفیسر کو اپنے ہی مرکز میں ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر تعینات کرنے کی وجوہ کیا ہیں۔ نیز حکومت مذکورہ آفیسر کو موجودہ جگہ سے کب تک تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب بشیر گل):

(الف) درست ہے کہ محکمہ تعلیم کی وضع کردہ پالیسی کے مطابق ایسا نہ ہو سکتا ہے۔

(ب) محمد رفیق ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر کی تعیناتی ۹۴-۵-۱۹ کو ہوئی تھی۔ نیز محمد رفیق کا ڈومی سائل بمطابق دفتری ریکارڈ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کا ہے ۔ تاہم محمد رفیق کا ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر کی اسامی سے تبادلہ ہو گیا ہے ۔

(ج) جواب "الف" اور "ب" کی روشنی میں غیر متعلقہ ہے ۔

ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر کی تعیناتی

*۱۲۲۴۔ راجہ ریاض احمد: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ گریڈ ۱۸ کا آفیسر ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر تعینات کیا جاسکتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس وقت فیصل آباد ڈویژن کے گریڈ ۱۷ کے کتنے ایسے آفیسرز ہیں جنہیں گریڈ ۱۸ کی اسامی پر بطور ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر تعینات کیا گیا ہے۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ گریڈ ۱۷ کے آفیسر کو کمالیہ ضلع فیصل آباد میں گریڈ ۱۸ کی اسامی پر بطور ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر تعینات کیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے اور حکومت کب تک مذکورہ آفیسر کو وہاں سے تبدیل کرکے گریڈ ۱۸ کے آفیسر کو تعینات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل):

(الف) یہ درست ہے کہ ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر کی اسامی گریڈ ۱۸ میں ہے۔ اس وقت فیصل آباد ڈویژن میں کوئی سکیل ۱۷ کا آفیسر بطور ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر تعینات نہ ہے۔

(ب) درست نہ ہے اور جزو "الف" کے جواب کی روشنی میں غیر متعلقہ ہے۔

مس زاہدہ سلطانہ مرزا کے خلاف کارروائی

*۱۲۲۵۔ جناب محمد منشاء اللہ بٹ: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) آیا یہ درست ہے کہ مس زاہدہ سلطانہ مرزا پرنسپل گورنمنٹ کالج برائے خواتین سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ کے خلاف متعدد بدعنوانیوں کی شکایات کے پیش نظر انکوائری کرائی گئی تھی۔ اور محمد اسلم غوری پرنسپل سائنس کالج ٹاؤن شپ لاہور کو انکوائری آفیسر مقرر کیا گیا تھا۔

(ب) آیا یہ بھی درست ہے کہ محمد اسلم غوری نے محکمہ تعلیم کو جو رپورٹ پیش کی اس میں مس زاہدہ سلطانہ مرزا کو بے شمار بدعنوانیوں کا مرتکب قرار دیا گیا تھا۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو مس زاہدہ سلطانہ مرزا کے خلاف اب تک کیا کارروائی عمل میں لائی گئی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل)،

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔

(ج) محمد اسلم غوری کو مورخہ ۷-۲-۹۴ کو انکوائری آفیسر مقرر کیا گیا تھا جنہوں نے اپنی انکوائری رپورٹ مورخہ ۲۶-۴-۹۴ تک مکمل کی اور ۲۷-۴-۹۴ کو محکمہ تعلیم کو بھجوائی مس زاہدہ سلطانہ مرزا اس انکوائری آفیسر سے مطمئن نہ تھیں لہذا انکوائری آفیسر کی رپورٹ پر انضباطی کارروائی نہ کی گئی۔ پھر دوسرا انکوائری آفیسر مسز نسیم حبیب ڈائر کٹر سی آر ڈی سی کو ۱۹-۶-۹۴ کو مقرر کیا گیا اور ہدایت کی گئی کہ ایک ہفتے کے اندر انکوائری رپورٹ مکمل کی جائے ان کی رپورٹ کے مطابق پہلے انکوائری آفیسر کی findings درست تھیں۔ انکوائری رپورٹ موصول ہونے پر انضباطی کارروائی کی منظوری کے لیے سمری جناب چیف منسٹر صاحب کو ۲۷-۱۰-۹۴ کو بھیج دی گئی تھی جس پر احکامات کا فی الحال انتظار ہے۔

مسز مسرت افزاء کا تبادلہ

*۱۲۲۸۔جناب محمد منشاء اللہ بٹ، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) آیا یہ درست ہے کہ مسز مسرت افزاء ایسوسی ایٹ پروفیسر انگلش، گورنمنٹ کالج برائے خواتین سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ کا اس بناء پر تبادلہ کر دیا گیا تھا کہ اس نے کالج مذکورہ کی پرنسپل کے خلاف ہونے والی انکوائری کے دوران اس کے خلاف بیان دیا تھا۔

(ب) آیا یہ بھی درست ہے کہ مسز مسرت افزاء نے اپنے بیانات میں بلا واسطہ طور پر موجودہ ڈی پی آئی کالجز ڈاکٹر امتیاز چیمہ کو کالج کی پرنسپل کی بدعنوانیوں میں ملوث قرار دیا تھا۔

(ج) آیا یہ بھی درست ہے کہ ڈاکٹر امتیاز چیمہ نے ڈی پی آئی کا عہدہ سنبھالنے کے بعد مسز مسرت افزاء کے تبادلہ کے احکام جاری کر دیئے۔

(د) آیا یہ بھی درست ہے کہ وزیر تعلیم نے مسز مسرت افزاء کے تبادلہ کے احکام روکنے کے احکام جاری کر دیے۔ لیکن مذکورہ ڈی پی آئی ان احکامات پر عملدرآمد کرنے سے گریزاں ہے۔

(ہ) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو وزیر تعلیم کے احکام پر عملدرآمد نہ کرنے کی وجوہ کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل)،

(الف) مس مسرت افزاء نے پرنسپل کے خلاف درخواست دی تھی اور انکوائری میں اس کے خلاف بیان بھی دیئے تھے کیونکہ کالج میں خاصی کشیدگی پیدا ہو گئی تھی لہذا کالج کا نظم و نسق چلانے کے لیے مس مسرت افزاء کا تبادلہ کالج سے باہر کر دیا گیا تھا۔ البتہ اب انکوائری رپورٹ موصول ہونے کے بعد ثابت ہو گیا ہے کہ پرنسپل قصور وار ہے اور مس مسرت افزاء کے الزامات درست تھے لہذا پرنسپل کو وہاں سے شفٹ کرنے کے لیے اس کے خلاف ای اینڈ ڈی رولز ۱۹۷۵ء کے تحت باقاعدہ تحقیقات کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے کیونکہ موجودہ ڈی پی آئی کالجز اس انکوائری کے بعد ڈی پی آئی کالجز تعینات ہوئے ہیں۔

(ج) یہ درست نہ ہے بلکہ یہ احکامات سیکرٹریٹ سے جاری کیے گئے تھے البتہ اس تبادلہ کی تجویز ڈی پی آئی کالجز کی طرف سے سیکرٹریٹ کو موصول ہوئی تھی۔

(د) یہ درست نہ ہے ۔بلکہ مس مسرت افزاء کے تبادلہ کے احکامات مس زاہدہ سلطانہ مرزا پرنسپل کے خلاف انکوائری رپورٹ آنے تک روک دیے گئے تھے تا کہ انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں۔

(ہ) وزیر تعلیم نے مس مسرت افزاء کے تبادلے کے احکامات تا حکم ثانی رکوا دیئے تھے تاکہ یہ پتہ لگایا جا سکے کہ پرنسپل کے خلاف مس مسرت افزاء کی شکایات واقعی درست تھیں؟ جو کہ صحیح ثابت ہونے پر پرنسپل کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کرنے کے لیے سمری وزیر اعلیٰ کو بھیج دی گئی ہے ۔ اور کالج کے ماحول کو درست رکھنے کے لیے مس مسرت افزاء کا تبادلہ بھی کر دیا گیا ہے۔

پرائمری سکول کو مڈل کا درجہ دینے کے اقدامات

*۲۴۹۔ میاں غلام فرید چشتی، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چک نمبر ۲۲ تھانہ شرقپور تحصیل فیروز والا ضلع شیخوپورہ کی آبادی پانچ ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور اس کے ارد گرد چھوٹے چھوٹے اور دیہات بھی آباد ہیں جن کی مجموعی آبادی بیس ہزار کے قریب ہے ۔

(ب)　کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ چک میں بچیوں کے لیے صرف ایک ہی پرائمری سکول موجود ہے اور وہاں کی بچیوں کو مزید تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے شرقپور جانا پڑتا ہے۔

(ج)　اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو آیا حکومت مذکورہ چک کے پرائمری سکول کو مڈل کا درجہ دینے کا ارادہ رکھتی ہے جب کہ مذکورہ چک کے مکین اس مقصد کے لیے مطلوبہ اراضی مفت دینے کو تیار ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم(جناب پیٹر گل)،

(الف)　درست ہے۔

(ب)　یہ درست ہے کہ چک ۲۲ تھانہ شرق پور میں بچیوں کا ایک ہی پرائمری سکول ہے لیکن بچیوں کو مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے شرق پور نہیں جانا پڑتا۔

(ج)　جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں نہ ہے چونکہ دو کلومیٹر کے فاصلہ پر گرلز ہائی سکول ناظر بھانہ اور اڑھائی کلومیٹر کے فاصلے پر ایلیمنٹری سکول برائے طالبات مڈہ بھنگواں موجود ہیں۔ لہذا حکومتی پالیسی کے تحت سکول کا درجہ نہیں بڑھایا جا سکتا۔

محمد شریف کو واجبات کی ادائیگی

*۱۲۷۴۔ جناب ارشد عمران سلہری، کیا وزیر تعلیم از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،۔

(الف)　آیا یہ درست ہے کہ ۱۹۶۸ء میں لاہور سیکنڈری ایجوکیشن بورڈ نے چند ملازمین کو سرگودھا اور ملتان بورڈ میں تبدیل کرنے کی مشروط Option دی تھی جس میں مسٹر محمد شریف ولد چودھری الہیٰ بخش سیزنل جونیئر کلرک بھی شامل تھا۔

(ب)　آیا یہ بھی درست ہے کہ محمد شریف مذکور نے مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۶۸ء کو تحریری طور پر محکمہ کو آگاہ کیا تھا کہ وہ لاہور سے باہر جانے کو تیار نہیں ہے مگر لاہور بورڈ نے اسے زبردستی ملتان بورڈ میں تبدیل کر دیا جس سے اس کی سنیارٹی متاثر ہوئی۔

(ج)　آیا یہ بھی درست ہے کہ لاہور بورڈ نے بذریعہ چٹھی نمبری ای ایس ٹی بی ۴۶۲۰/ مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۸۷ء ملتان بورڈ کو مطلع کیا تھا کہ مذکورہ کلرک کو غلطی سے تبدیل کیا گیا ہے۔

(د)　آیا یہ بھی درست ہے کہ مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۹۱ء کو وزیر تعلیم نے محمد شریف مذکورہ کی ترقی اور واجبات کی ادائیگی کے بارے میں لاہور بورڈ سے رپورٹ طلب کی تھی اگر ایسا ہے تو وہ

رپورٹ ایوان میں پیش کی جائے ۔

(ہ) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ محمد شریف کو سنیارٹی نہ دینے اور اس کے واجبات ادا نہ کرنے کا ذمہ دار کون ہے ۔ آیا اس کی داد رسی کے لیے کوئی اقدامات کیے گئے ہیں اگر نہیں کئے گئے تو اس کی وجوہات کیا ہیں ؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیر گل):

(الف) درست ہے البتہ مسٹر محمد شریف ولد چودھری الہیٰ بخش سیزنل جونیئر کلرک نہ تھا اور وہ بطور ریکارڈ لفٹر کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔

(ب) درست نہ ہے۔

(ج) درست ہے۔

(د) درست ہے۔ مطلوبہ رپورٹ کی کاپی ایوان کی میز پر ملاحظہ فرمائیں۔

(ہ) اہلکار مذکور کو بطور ہمدردی اور اس کی داد رسی کرتے ہوئے لاہور بورڈ نے اس کو مورخہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو ڈسپنسر کی اسامی کے لیے پیش کش کی تھی جس کو اہل کار نے مسترد کر دیا۔ مزید یہ کہ لاہور بورڈ نے بعض شرائط پر اہلکار مذکورہ کو بطور ریکارڈ لفٹر واپس لینے کے لیے ملتان بورڈ کو تحریر کیا تھا لیکن اہلکار نے اس پر بھی معذوری ظاہر کر دی تھی ۔ علاوہ ازیں مورخہ ۲ فروری ۱۹۷۵ء کو ملتان بورڈ نے محمد شریف کو بطور جونیئر کلرک ترقی دے دی جو کہ ٹائپ ٹیسٹ پاس کرنے سے مشروط تھی۔ مورخہ ۷جنوری ۱۹۷۶ء کو لاہور بورڈ نے درخواست گذار کو بطور عارضی جونیئر کلرک چند شرائط پر واپس لینے کے لئے ملتان بورڈ کو تحریر کیا جس کو اہلکار مذکورہ نے لاہور بورڈ کی عائد کردہ تمام شرائط جس میں یہ شرط بھی شامل تھی کہ وہ دوبارہ سینیارٹی طلب نہیں کرے گا قبول کر لیں اور مورخہ ۹ مارچ ۱۹۷۶ء کو لاہور بورڈمیں اپنی حاضری رپورٹ پیش کر دی لہذا اس کو جونیئر کلرک کے کیڈر میں سینیارٹی دے دی گئی اور بعد ازاں اسے اپنی باری پر (On turn) بطور سینئر کلرک اور اسسٹنٹ کے عہدے پر ترقی دے دی گئی۔

ایم فل کلاسز میں شمولیت کی اجازت

*۱۲۷۴۔جناب عبد الرؤف مغل، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) آیا یہ درست ہے کہ مسز شاہدہ خان اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ انگریزی گورنمنٹ کالج فار وومن گوجرانوالہ کو بغیر سٹڈی لیو پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ایم فل انگلش کلاسز میں شمولیت کی اجازت دی گئی ہے۔

(ب) اگر جز (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اس قانونی بے ضابطگی کا ذمہ دار کون ہے اور اس کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل)،

(الف) جی ہاں - یہ درست ہے۔

(ب) اس میں کوئی قانونی بے ضابطگی نہ ہے کیونکہ پروفیسر مذکورہ کو ایم فل کرنے کی اجازت اس شرط پر دی گئی تھی کہ اس وجہ سے کالج کی طالبات کا تعلیمی و تدریسی نقصان نہیں ہوگا جس کے لیے وہ ہفتے میں دو دن (بدھ، جمعرات) کو کالج میں حاضری دیں گی اور ایک گھنٹہ دورانیے کے تین پیریڈ ہر روز دیا کرے گی۔ اس اجازت کی یہ وجہ بھی تھی کہ کالج میں ایم اے انگلش کلاسز کو پڑھانے کے لیے قابل اساتذہ کی کمی تھی۔ دوسرے پنجاب یونیورسٹی کی Affiliation Committee کی یہ شرط تھی کہ ایم اے کلاسز کے لیے کالج ہذا کے یونیورسٹی کے ساتھ الحاق کے لیے اس کلاس کو پڑھانے کے لیے ایم فل /پی ایچ ڈی کی سطح کے استاد ہونا ضروری ہے۔ پرنسپل کالج ہذا کی رپورٹ کے مطابق مسز شاہدہ خان اسسٹنٹ پروفیسر اس دوران اپنا کام تسلی بخش طریقے سے کرتی رہی ہے جو کہ ایک استاد کا قوانین کے مطابق پورا کام ہوتا ہے۔ پرنسپل نے پروفیسر ہذا کی تعریف میں کہا ہے کہ اس نے ایم اے کلاسز کے مقررہ کورسز ختم بھی کروا دیئے ہیں اور اس کی کلاسز کے نتائج یونیورسٹی کے نتائج کی نسبت ہمیشہ اچھے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ گرمیوں کی چھٹیوں اور جب اس کی یونیورسٹی سے چھٹی ہوتی ہے ان دنوں میں اضافی پیریڈ بھی لے لیتی ہے اور اس کے علاوہ جو متفرق کام اس کے ذمہ کیا جاتا ہے وہ اسے بھی بخوشی انجام دیتی ہے۔ لہٰذا مسز شاہدہ خان اپنے ایم فل کورس کے علاوہ کالج سے متعلقہ اپنی ذمہ داریوں کو نہایت احسن طریقہ سے انجام دے رہی ہے مزید براں یہ کورس بھی مکمل ہو چکا ہے اور مذکورہ پروفیسر اپنا سارا وقت کالج کے لئے وقف کر رہی ہیں۔

ڈائریکٹر سکولز سیکنڈری ایجوکیشن کے دفتر میں کلرکوں کی بھرتی

*۱۲۰۳۔ ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ.

(الف) آیا یہ درست ہے کہ ڈائریکٹر سکولز(سیکنڈری ایجوکیشن) فیصل آباد کے دفتر میں اکتوبر ۱۹۹۲ء میں کلرکوں کی تعیناتی کے احکامات جاری کیے گئے تھے۔ لیکن یہ احکامات دو دن بعد ہی واپس لے لئے گئے کیونکہ اس میں ایسے امیدواروں کو شامل کیا گیا تھا جن کو ٹائپ کرنا نہیں آتی تھی۔ کیونکہ وہ محکمہ تعلیم کے ملازمین کے عزیز و رشتہ دار تھے اور اس امر کی نشان دہی میں نے خود کی تھی۔

(ب) آیا یہ بھی درست ہے کہ ہائی کورٹ کےحکم پربعد میں دو کلرکوں کو نوکری دے دی گئی جب کہ دوسرے امیدواروں کو ہائی کورٹ کی ہدایات کے باوجود نوکری نہیں دی گئی اگر ایسا ہے تو اس امتیازی سلوک کی وجوہ کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل)،

(الف) یہ بات درست ہے کہ نظامت ہذا نے جونیئر کلرکوں کی تعیناتی کے احکامات جاری کیے تھے یہ بھی درست ہے کہ یہ احکامات دو تین دن بعد ہی واپس لے لیے گئے تھے مگر اس کی وجہ یہ تھی کہ محکمہ تعلیم کے زیر انتظام سکولوں اور اداروں میں کام کرنے والے نائب قاصدان نے جو میٹرک پاس تھے اپنی بھرتی /ترقی بطور جونیئر کلرک(۲۰فیصد کوٹہ) کے سلسلہ میں لیبر کورٹ فیصل آباد میں اپیل دائر کر رکھی تھی جس میں انہیں حکم امتناعی مل گیا تھا اپنے موقف کی حمایت میں درجہ چہارم کے ملازمین نے سہ روزہ ہڑتال بھی کی تھی بہر حال تقرری کے احکامات حکم امتناہی ازاں لیبر کورٹ فیصل آباد کے سبب واپس لیے گئے۔

(ب) تقرری کے احکامات کی واپسی کے خلاف بعض امیدواران نےعدالت عالیہ اور سروس ٹربیونل سے رجوع کیا تھا دو افراد کو عدالت نے "Relief" دیا تھا۔ مگر عدالت کے اس فیصلہ کے خلاف محکمہ تعلیم نے انٹر کورٹ اپیل دائر کر رکھی ہے جس کا فیصلہ ابھی نہیں ہوا ہے باقی اپیلیں ہنوز عدالت میں زیر سماعت ہیں۔

سکولوں کو فرنیچر کی فراہمی

*۱۳۲۴۔ پیر شجاعت حسنین قریشی، کیا وزیر تعلیم ازارہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے مالی سال ۹۵-۱۹۹۴ء کے بجٹ میں ملتان اور خانیوال کے ہائی سکولوں کو فرنیچر فراہم کرنے کے لیے کچھ رقم مختص کی ہے اگر ایسا ہے تو یہ رقم کتنی ہے اور اس سے جن سکولوں کو فرنیچر فراہم کیا جائے گا ان کے ناموں کی تفصیل کیا ہے ان میں کتنے سکولوں کا تعلق تحصیل میاں چنوں سے ہے تفصیل فراہم کی جائے۔

(ب) کیا اس فہرست میں گورنمنٹ ہائی سکول ۱۲۷ /۱۵ - ایل ، کلانوالہ (تحصیل میاں چنوں) کا نام بھی شامل ہے اگر نہیں تو کیا حکومت اس سکول کا نام بھی شامل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات بیان کریں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل)،

(الف) موجودہ مالی سال ۹۵-۱۹۹۴ء کے بجٹ میں ہائی سکولوں کے لیے فرنیچر کی فراہمی کے لیے رقم مختص نہیں کی گئی ہے۔

(ب) کیونکہ فرنیچر کی فراہمی کے لیے مالی سال کے بجٹ میں کوئی رقم مختص نہیں کی گئی ہے اس لیے گورنمنٹ ہائی سکول چک ۱۲۷ /۱۵ - ایل میں فرنیچر فراہم نہیں کیا جا سکتا ہے۔

تدریسی عملہ کی تعیناتی

*۱۳۴۱- چودھری ریاض احمد، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ سال ۹۲-۱۹۹۱ء کے دوران تعمیر وطن پروگرام کے تحت صوبے میں ہر ایم پی اے کے ترقیاتی فنڈز کی مختص شدہ رقم میں سے سکولوں کی عمارات تعمیر کی گئی تھیں۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ سکیم کے تحت ضلع بہاولپور کے حلقہ پی پی -۲۲۰ میں بھی کچھ پرائمری، مڈل اور ہائی سکولوں کی عمارات تعمیر ہو چکی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ان سکولوں کے نام کیا ہیں اور یہ کہاں کہاں واقع ہیں۔

(ج) کیا جزو (ب) میں متذکرہ سکولوں میں تدریسی عملہ تعینات کیا جا چکا ہے اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے اور ان سکولوں میں کب تک عملہ تعینات کیا جائے گا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل)،

(الف) درست ہے۔

(ب) مذکورہ سکیم کے تحت ضلع بہاولپور کے حلقہ پی پی ۲۲۰ میں صرف ایک سکول کی عمارت تعمیر ہو چکی ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام سکول	تحصیل	ضلع حلقہ پی پی
گورنمنٹ گرلز مڈل سکول لوہاراں برائے اپ گریڈیشن ہائی سکول۔	احمد پور شرقیہ	بہاولپور ۲۲۰

(ج) تدریسی عملہ کی تعیناتی کے لیے بھرتی پر پابندی ختم ہونے کے بعد درخواستیں طلب کی گئی تھیں جس کے بعد موزوں امیدواروں کا انتخاب تکمیل کے مراحل میں ہے حتمی انتخاب کے بعد جلد ہی عملہ تعینات کر دیا جائے گا۔

معلمات کے تبادلے

*۱۳۴۵۔ چودھری شوکت داؤد، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

گذشتہ ایک سال کے دوران حلقہ پی پی ۔۲۳۲ تحصیل لیاقت پور میں کتنی معلمات کے تبادلے کیے گئے ان میں سے ایسی کتنی معلمات ہیں جن کے تبادلہ جات اس عرصہ میں ایک سے زیادہ مرتبہ کئے گئے اور ان تبادلہ جات کی وجہ سے کتنے سکول متاثر ہوئے اور وہ بند پڑے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل)،

گذشتہ ایک سال (۱۹۹۴ء) کے دوران حلقہ پی پی ۲۳۲ میں ۵۵ معلمات کے تبادلہ جات انتظامی امور کے تحت کیے گئے ۱۰ معلمات کے تبادلہ جات ایک سے زائد بار کیے گئے۔ ان تبادلہ جات سے کوئی بھی سکول متاثر یا بند نہیں ہوا۔

اساتذہ کے تبادلوں کی منسوخی

*۱۳۴۷۔ چودھری شوکت داؤد، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تحصیل صادق آباد میں ستمبر ۱۹۹۴ء کے دوران تقریباً ایک سو کے قریب مردانہ اور زنانہ اساتذہ کے تبادلے کیے گئے ہیں۔ جب کہ حکومت نے ۱۵ ستمبر ۱۹۹۴ء سے محکمہ

تعلیم میں تبادلوں پر پابندی لگا دی ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہو تو کیا یہ بھی درست ہے کہ متاثرہ اساتذہ کی حاضریاں تو ۲۴ ستمبر ۱۹۹۴ء تک سکولوں میں لگی ہوئی ہیں لیکن ان کے تبادلے ۱۲ ستمبر ۱۹۹۴ء کے دستخطوں سے کیے گئے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے اور آیا حکومت ان تبادلوں کو منسوخ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیر گل)،

(الف) جزوی طور پر درست ہے ماہ ستمبر ۱۹۹۴ء کے دوران تحصیل صادق آباد میں ۵۶ پی ٹی سی معلمات کے تبادلے کیے گئے۔ مگر حکومت کی طرف سے تبادلوں پر پابندی لگنے کے بعد کسی معلمہ کا تبادلہ نہیں ہوا۔ البتہ محمد اسماعیل ایس ایس ٹی گورنمنٹ ہائی سکول صادق آباد کو مورخہ ۲۱-۹-۹۴ کو انتظامی امور کے تحت تبدیل کر کے چک ۱۷۴۔ پی میں تعینات کیا گیا۔

(ب) حکومت نے تبادلوں پر پابندی مورخہ ۱۵-۹-۹۴ سے نہیں بلکہ مورخہ ۲۰-۹-۹۴ سے لگائی گئی ہے۔ مزید برآں تحصیل صادق آباد کے سکول دور دراز دیہات میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تبادلہ کے احکامات تبادلوں پر پابندی لگنے سے پہلے جاری کیے گئے ہیں۔ دیہی سکولوں میں ڈاک پہنچنے میں وقت لگ جاتا ہے۔ احکامات کے بعد پرانی جائے تعیناتی پر حاضری لگنا لازمی امر ہے۔ جائز شکایات کے نتیجے میں اپیلوں پر غور کیا جا سکتا ہے۔ اور میرٹ پر منسوخی بھی ممکن ہے۔

سائنس ٹیچرز کی تعیناتی

*۱۳۵۷۔ چودھری غلام احمد خان، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبے میں ایسے زنانہ، مردانہ ہائی سکولوں کی تعداد کتنی ہے جن میں ابھی تک سائنس ٹیچرز کی تعیناتی نہیں کی گئی۔

(ب) کیا حکومت ایسے سکولوں میں سائنس ٹیچرز کی کمی کو دور کرنے کے لیے بی ایس سی پاس اساتذہ کو بطور سائنس ٹیچرز متعین کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو کیوں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل):

(الف) صوبہ میں ۶۴۷ مردانہ اور ۱۴۴۴ زنانہ مدارس میں سائنس ٹیچرز کی اسامیاں خالی ہیں جن پر تعیناتی نہیں کی گئی۔

(ب) ایس ایس ٹی (سائنس) اساتذہ کی اسامیاں بذریعہ پنجاب پبلک سروس کمیشن مشتہر کی جا رہی ہیں۔ اسامیاں مشتہر کرنے کے لیے پنجاب پبلک سروس کمیشن کو لکھا جا چکا ہے۔ مزید برآں ایڈہاک بنیاد پر تقرریوں کے لیے درخواستیں طلب کر لی گئی ہیں جن پر ضروری کارروائی کی جا رہی ہے۔ جن اضلاع میں ٹرینڈ سائنس اساتذہ میسر نہیں آئیں گے وہاں عارضی طور پر ان ٹرینڈ سائنس اساتذہ کی تقرری زیر غور ہے۔

سپورٹس کمپلیکس کی تعمیر

*۱۳۹۱۔ حاجی مقصود احمد بٹ، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سٹی مسلم لیگ ہائی سکول حویلی دھیان سنگھ سید مٹھا بازار لاہور میں ایک سپورٹس کمپلیکس تعمیر کیا گیا تھا۔ اگر ایسا ہے تو اس کی تعمیر کو کتنا عرصہ گزر چکا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ کمپلیکس ناکارہ ہو گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل):

(الف) یہ درست ہے کہ حویلی دھیان سنگھ سید مٹھا بازار میں سٹی مسلم لیگ ہائی سکول کے ساتھ ایک سپورٹس کمپلیکس تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کو تعمیر ہوئے عرصہ ڈیڑھ سال گذر چکا ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے کہ کمپلیکس ناکارہ ہو گیا ہے بلکہ ایک زیر زمین سیوریج لائن کی لیکج کی وجہ سے اس کا کچھ حصہ متاثر ہوا ہے اور چونکہ اس نقصان میں انسانی غلطی نہ ہے۔ لہذا ایل ڈی اے اس کی مرمت کا کام کر رہا ہے۔ جونہی کام مکمل ہوگا کمپلیکس سپورٹس بورڈ کے حوالے کر دیا جائے گا۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ تعلیم)

گورنمنٹ بوائز ہائی سکول مانو چک کی عمارت کی تعمیر

۵۹۶۔چودھری محمد اسلم: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ وزیر اعلیٰ نے اپنے مراسلہ نمبر یو ایس - ۱ - سی ایم ایس۔ 19597-94/98 مورخہ ۹مارچ ۱۹۹۴ء کے ذریعے گورنمنٹ بوائز ہائی سکول مانو چک ضلع منڈی بہاؤالدین کی عمارت کی تعمیر کے لیے مطلوبہ فنڈز مختص کرنے کا حکم دیا تھا۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہو تو مذکورہ سکول کی عمارت کے لیے کتنے فنڈز مختص کیے گئے تھے اور کیا عمارت مکمل ہو چکی ہے اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب بشیر گل)۔

(الف) درست ہے۔

(ب) مذکورہ سکیم کے لیے اے ڈی پی ۹۵-۱۹۹۴ء میں فنڈز مختص نہ کیے گئے ہیں اور محکمہ تعلیم کے پاس سکول کی عمارت کی تعمیر کے لیے کسی اور مد میں بھی رقم نہ ہے لہذا وزیر اعلیٰ کو سمری ارسال کی جا رہی ہے کہ وہ اپنی خصوصی گرانٹ /ترجیحی فنڈ سے رقم مہیا فرمائیں۔

کمرہ جات کی تعمیر

۶۲۵۔پیر شجاعت حسنین قریشی: کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مالی سال ۹۵-۱۹۹۴ء کے بجٹ میں ملتان ڈویژن کے گرلز ہائی سکولوں میں کمروں کی تعمیر کے لیے کچھ رقم مختص کی گئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ رقم کتنی ہے اور اس سے کن کن سکولوں میں کمرہ جات تعمیر کیے جائیں گے۔ نیز ان میں سے کتنے سکولوں کا تعلق تحصیل میاں چنوں سے ہے۔

(ب) کیا حکومت گورنمنٹ گرلز ہائی سکول چک ۱۶ /۸ بی آر تحصیل میاں چنوں میں بھی موجودہ مالی سال ۹۵-۱۹۹۴ء کے بجٹ سے کمرہ جات تعمیر کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو وجہ؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب بشیر گل)۔

(الف) مالی سال ۹۵-۱۹۹۴ء کے بجٹ میں گرلز ہائی سکولوں میں کمروں کی تعمیر کے لیے رقم مختص نہیں کی گئی۔

(ب) حکومت کے پاس موجودہ مالی سال کے دوران ہائی سکول میں کمروں کی تعمیر کے لیے رقم نہیں ہے۔ لہذا ۹۵-۱۹۹۴ء کے مالی سال کے دوران گورنمنٹ گرلز ہائی سکول ۱۶ / ۸ بی آر تحصیل میاں چنوں میں کمرہ جات تعمیر نہیں کیے جا رہے ہیں۔

عبدالرشید پی ٹی آئی کی سبکدوشی

۶۲۷۔ چودھری وقار علی خان، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مسمی عبدالرشید پی ٹی آئی گورنمنٹ مڈل سکول چونگی نمبر ۲۲، تحصیل راولپنڈی کو نوکری سے برخاست کیا گیا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ پی ٹی آئی کی تقرری کے وقت اس کے کاغذات جانچ پڑتال کے بعد درست پائے گئے تھے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ پی ٹی آئی کو ملازمت سے فارغ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل):

(الف) درست ہے۔

(ب) معلم مذکور کی تقرری کے وقت کاغذات بظاہر درست تھے۔ بعد میں شکایت ملنے پر کاغذات کی پڑتال کی گئی جس سے کاغذات بوگس ثابت ہوئے اور معلم کی تقرری منسوخ کر دی گئی۔

(ج) معلم کی انکوائری رپورٹ ایوان کی میز پر ملاحظہ فرمائیں۔ جعلی کاغذات کی بناء پر ملازمت سے برطرف کیا گیا۔

تحصیل راولپنڈی اور تحصیل ٹیکسلا سے اساتذہ کے تبادلے

۶۲۸۔ چودھری وقار علی خان، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

تحصیل راولپنڈی اور تحصیل ٹیکسلا میں ۲۵ نومبر ۱۹۹۳ء سے ۱۹ ستمبر ۱۹۹۴ء کے دوران کتنے اساتذہ معلمات اور درجہ چہارم کے ملازمین کے تبادلے کیے گئے ہیں۔ ان ملازمین کی تبدیلی کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیر گل)۔

تحصیل راولپنڈی اور تحصیل ٹیکسلا کے درج ذیل اساتذہ / معلمات / ملازمین درجہ چہارم کو ۲۵ نومبر ۱۹۹۲ء سے ۱۹ ستمبر ۱۹۹۳ء کے دوران تبدیل کیا گیا۔

	ایس ایس ٹی	ای ایس ٹی	ایس وی	پی ای ٹی	ڈرائنگ ٹیچر	عربی ٹیچر	پی ٹی سی	درجہ چہارم
ابتدائی تعلیم	۲۲	۲۶	۲۲	۲	۲	۵	۴۴۱	۲۲
ثانوی تعلیم	۱۸	۴	۱۰	۱	-	-	-	۲۵
میزان	۴۰	۳۰	۳۲	۳	۳	۵	۴۴۱	۴۷

کل میزان:۔ ۶۰۱

یہ تمام تبادلے اساتذہ / ملازمین کی درخواست یا انتظامی بنیاد پر کیے گئے

بھرتی کی تفصیلات

۶۵۱۔ **سید محمد عارف حسین شاہ بخاری:** کیا وزیر تعلیم از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

ضلع حافظ آباد میں یکم جنوری ۱۹۹۳ء سے اب تک جتنے افراد کو محکمہ تعلیم میں بھرتی کیا گیا ہے ان کے نام عہدہ، تعلیمی قابلیت تاریخ و مقام تعیناتی کی تفصیل کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیر گل)۔

ضلع حافظ آباد میں یکم جنوری ۱۹۹۳ء سے اب تک محکمہ تعلیم میں ۲۹۷ افراد کو بھرتی کیا گیا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے

	ایس ایس ٹی	ای ایس ٹی	ایس وی	پی ای ٹی	ڈی ایم	پی ٹی سی	جونیئر کلرک	درجہ چہارم	میزان
مردانہ	-	۱۳	۲	۳	۵	۵۳	۸	۳	۸۹
زنانہ	۱۵	۱۰	۱۶	-	-	۱۵۵	-	۹	۲۰۵
	۱۵	۲۳	۱۸	۳	۵	۲۰۹	۸	۱۲	۲۹۴

پرنسپل گورنمنٹ ووکیشنل انسٹیوٹ برائے خواتین حافظ آباد ۱

لیکچرار اسسٹنٹ ۲

کل میزان ۲۹۷

مندرجہ بالا افراد کے نام، عہدہ، تعلیمی قابلیت، تاریخ و مقام تقرری کی تفصیل ایوان کی میز

پر ملاحظہ فرمائیں۔

خالی اسامیاں پُر کرنے کے لیے اقدامات

۶۵۲۔سید محمد عارف حسین شاہ بخاری، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

حلقہ ۹، پی پی حافظ آباد 1 کے سکولوں میں پی ٹی سی اساتذہ سکیورٹی گارڈ اور درجہ چہارم کی کتنی آسامیاں ہیں اور ان میں سے ہر کیٹیگری میں کتنی اسامیاں خالی ہیں اور ان خالی اسامیوں کو کب تک پُر کیا جائے گا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم(جناب پیٹر گل)،

حلقہ پی پی ۹، ضلع حافظ آباد میں پی ٹی سی' سکیورٹی گارڈ اور درجہ چہارم کی اسامیاں درج ذیل ہیں۔

کیٹیگری	کل اسامیاں	تعداد خالی اسامیاں
۱۔ پی ٹی سی	۹۱۰	۱
۲۔ سکیورٹی گارڈ	۲	-
۳۔درجہ چہارم	۵۶	-

حکومت کی تقرری پالیسی کے مطابق یہ خالی اسامی عنقریب پر کر دی جائے گی۔

منڈی بہاؤالدین میں ہوسٹل کی تعمیر

۶۵۶۔ چودھری احمد یار گوندل، کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ منڈی بہاؤالدین ضلع میں صرف ایک ہی گرلز ڈگری کالج ہے ۔ لیکن اس میں ہوسٹل نہیں ہے ۔ جب کہ اس کے ہاسٹل کے لیے زمین بھی موجود ہے ۔

(ب) اگر جز(الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت طالبات کی مشکلات کو مد نظر رکھتے ہوئے وہاں پر ہاسٹل بنانے کو تیار ہے اگر جواب ہاں میں ہے تو کب تک اگر نہیں تو کیوں نہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم (جناب پیٹر گل)،

(الف) درست ہے ۔

(ب) محکمہ تعلیم سمجھتا ہے کہ منڈی بہاوالدین میں ہاسٹل کا مطالبہ درست ہے لیکن مالی مشکلات کی وجہ سے ہاسٹل کی تعمیر کے لیے فنڈ مہیا کرنے سے قاصر ہے اس سلسلے میں وزیر اعظم سیکرٹریٹ نے بھی دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔ انہیں ہاسٹل بنانے کی سفارش کی گئی تھی اور محکمہ نے اپنے مراسلہ نمبر ۹۲ /۵-۴(پی)ایس او میں وزیر اعظم سیکرٹریٹ کو ۲۸۰۲ لاکھ مہیا کرنے کے لیے لکھا ہے فی الحال یہ مسئلہ وزیر اعظم سیکرٹریٹ کے ہاں زیر غور ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب یہ ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔ اب کوئی سوال اہم نہیں ہے اس سے پہلے بات تھی۔ I disallow it. اب ہم تحریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ پہلے چھٹیوں کی درخواست لیتے ہیں۔

راجہ ریاض احمد: آپ میری بات تو سنیں ----

جناب ڈپٹی سپیکر: Have a seat please No. No, have a seat please آپ بیٹھ جائیں۔ پہلے چھٹی کی درخواستیں لیتے ہیں پھر آپ کو ٹائم دوں گا۔ آپ کا behaviour ٹھیک نہیں ہے۔ آپ میری بات پر بیٹھتے نہیں ہیں۔ جب سپیکر بول رہا ہو تو بیٹھ جانا چاہیے۔ آپ بیٹھ جائیے۔ Have a seat please آپ تشریف رکھیں اب چھٹیوں کی درخواستیں لیتے ہیں اس کے بعد آپ کو وقت ملے گا۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر: اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔ جی سیکرٹری اسمبلی صاحب۔

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب ملک نعیم الدین خالد، رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"میں بیماری کی وجہ سے 22 دسمبر 1994ء کو اسمبلی کے اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ رخصت منظور کی جائے"۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے،

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(رخصت منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب خالد اقبال رندھاوا رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے ،

"میں بوجہ فوتیدگی بڑا بھائی اسمبلی کے اجلاس منعقدہ 8 تا 11 دسمبر 1994ء
شرکت نہ کر سکا۔ رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب میاں عبدالحمید رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے ،

"میں طبیعت کی خرابی کی وجہ سے مورخہ7 تا11 دسمبر اور 22 دسمبر 1994ء
اسمبلی کے اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔" رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب بادشاہ میر خان آفریدی، رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے ،

"میں بوجہ ناسازی طبع مورخہ 8 تا 11 دسمبر 1994ء اسمبلی کے اجلاس میں
شرکت نہ کر سکا۔ رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب ملک عبدالرحمان کھر، رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے ،

"I would not be able to attend the Assembly Session on the Ist Feb., 1995 due to personal business. Leave may be granted.

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب ملک بلال مصطفیٰ کھر رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"I would not be able to attend the Assembly Session on the Ist Feb:,1995 Leave may be granted."

جناب سپیکر،اب سوال یہ ہے،

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب طاہر میلادی کھر رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"I would not be able to attend the Assembly Session on Ist February , 1995 , due to personal business . Leave may be granted."

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب ثاقب خورشید رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"میں ضروری کام کی وجہ سے 10 اور 11 جنوری 1995ء کو اسمبلی کے اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب غلام حیدر کھچی رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

"I was not well and so could not attend the Assembly Session held on 22nd Dec., 1994 and 08th to 11th Jan:, 1995 Leave may be granted."

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب راجہ اشفاق سرور رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

"میں بسلسلہ علاج ملک سے باہر ہوں لہذا اجلاس ہذا کے لیے میری رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور ہوئی)

پوائنٹ آف آرڈر

بار بار ریکوزیشن پر اسمبلی کا اجلاس طلب کرنے کا جواز

جناب سپیکر: I call the House to order پوائنٹ آف آرڈر۔ چودھری محمد وصی ظفر۔

چودھری محمد وصی ظفر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا میرا پوائنٹ آف آرڈر انتہائی relevant ہے اور جو اجلاس چل رہا ہے اس کے بارے میں ہے۔ یہ میں جناب کے گوش گزار کرنا چاہوں گا کہ یہ

جو repeated time and again summoning of the session ہے اور اس کے بارے میں جو بار بار ریکوزیشن دے دی جاتی ہے میں اس سلسلے میں آئین کا آرٹیکل جناب کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ آئین کے آرٹیکل ۵۴ کے تحت ریکوزیشن دی جاتی ہے وہ میں پڑھ کر سنا دیتا ہوں

The President may from time to time, summon either House or both Houses or Majlis-e-Shoora (Parliament) in joint sitting to meet at such time and place as he thinks fit and may also prorogue the same.

Now, there is Article 2 which is quite relevant -- There shall be at least three sessions of the National Assembly every year, and not more than one hundred and twenty days... . This is relevant one hundred and twenty days .... shall intervene between the last sitting of the Assembly in one Session and the date appointed for its first sitting in the next session.

Provided that the National Assembly shall meet for not less than one hundred and thirty working days in each year.

Explanation: In this clause, "working days" includes any day .. ..This is not relevant.

Now, comes Clause 3. It is very clear provided ....On a requisition... ...The word used is "Requisition" .... signed by not less than one fourth of the total membership of the National Assembly, the Speaker shall summon the National Assembly to meet, at such time and place as he thinks fit, within fourteen days of the receipt of the requsition, ...The word "Requsition"used again..... and when the Speaker has summoned the Assembly only he may prorogue it.

جناب آرٹیکل ۱۲۷ کے تحت صوبائی اسمبلیوں پر بھی لاگو ہے اور اسی پروویژن کے تحت یہ اجلاس بلایا جاتا ہے اگر کہیں تو پڑھ دوں لیکن There is no ambiguity. اسی کے تحت applicable ہے۔ اب جناب یہ جو لفظ ہے ریکوزیشن اس کا اگر آپ تمام ڈکشنریوں میں مطلب دیکھیں اور میں جناب کے

لیے بھی یہ ڈکشنری ساتھ لایا ہوں "Requisition" means a thing which is required which is due جو چیز اگر require جو due ہو اور اس کی میں جناب کو مثال دیتا ہوں کہ ایک چیز یعنی duration جو اس میں بیان کی گئی ہے ....

جناب سپیکر ، اراکین اسمبلی سے درخواست ہے کہ جو پوائنٹ وصی ظفر صاحب اٹھا رہے ہیں وہ سب کی توجہ کا مستحق ہے 'مہربانی سے اسے غور سے سنیں ہو سکتا ہے کہ اس بحث میں آپ کو کوئی دلچسپی بھی ہو اور آپ اس میں شامل ہونے کے لیے ضرورت بھی محسوس کریں۔ ان کے پوائنٹ کو مہربانی سے غور سے سنیں اور خاص طور پر اس لیے کہ ہو سکتا ہے' کہ اپوزیشن کی طرف سے اس کا جواب دیا جانا مقصود ہو تو ہاؤس کے اندر خاموشی ہونی چاہیے جو باتیں اور جو دلائل وہ دے رہے ہیں اپوزیشن کے حضرات اسے سن سکیں تاکہ اس کا مناسب جواب اگر وہ دینا چاہیں تو دے سکیں ۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! میں ریکوزیشن کے سلسلے میں آپ کو آکسفورڈ ڈکشنری کا حوالہ دیتا ہوں لفظ ریکوزیشن کا مطلب ہے requiring demand made especially formal.. آگے ہے کہ "written demand that some duty should be performed " ڈیوٹی میں performance رہ جانے کوئی ڈیوٹی perform نہ کی جا رہی ہو اور وہ ڈیوٹی کیا ہے؟ آئین کے آرٹیکل ۵۴ میں خود ہی جاتی ہے کہ اجلاس کے دوران ۱۲۰ دن سے زیادہ کا وقفہ نہ ہو اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے آرٹیکل ۱۲۷ میں ۷۰ دن لکھا ہے یعنی یا ۷۰ دن پورے نہ ہو رہے ہوں یا worst comes to worst آگے مزید اس سے زیادہ اس کو interpret نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی ایسا بزنس بقایا پڑا ہے جس کو گورنمنٹ ارادی طور پر deal with نہیں کر رہی ہے ۔ جب تک ڈیوٹی perform کرنے کے لیے نہ کہا جائے تو ریکوزیشن نہیں کی جا سکتی This is all the against the scheme of the Constitution یہ جناب والا! میں آپ کو آئین ہی سے ثابت کرتا ہوں کہ یہ تمام malafide ہے یہ misuse ہے against the parliamentary and democratic practice ہے اور This is not required at all. اب جو اجلاس بلایا گیا ہے اور ہمیں جو نوٹس بھیجا گیا ہے اس میں اپوزیشن کی طرف سے کوئی ایسی چیز نہیں کہ کیا lacuna رہ گیا ہے کیا ڈیوٹی perform کرنی رہ گئی ہے کیا قانونی خلاء رہ گیا ہے یا اور کیا چیز رہ گئی ہے اور ہمیں اسمبلی کی طرف سے جو ایجنڈا فراہم کیا گیا ہے اس میں اب تک صرف سرکاری بزنس ہے اپوزیشن کا کوئی ایسا بزنس یا requirement بھی

نہیں ہے اور میں آپ کو یہ بھی بتاتا ہوں کہ defection کی اصل تشریح کیا ہے؟ یہ defection کے زمرے میں آتا ہے when one derives out of his duty وہ مینڈیٹ جو وہ لوگوں سے لے کر آیا ہے، جس مینڈیٹ کے تحت یا منشور کے تحت کوئی منتخب ہوا ہے اگر وہ اس مینڈیٹ سے بھی ہٹتا ہے That comes within the defection, اور اس پر جناب والا! ریفرنسز بھی جانے چاہییں اور میں یہ پڑھتا ہوں۔

The Preamble to the Constitution prescribes that the State shall exercise its powers and authority through the chosen representatives of the people

The defection of elected Member has many vices In the first place if the member has been elected on the basis of a manifesto or on account of his affiliation with the political party or on account of his particular stand on a question of public importance his defection amounts to a clear breach of confidence reposed in him by the electorate

electorate نے جس مقصد کے لیے بھیجا ہے اس مقصد سے بھی اگر کوئی deviate کرتا ہے تو It comes within the defection اور یہ settled law ہے جو کورٹ سے settle ہوا
This is PLD 1992 S C 517

اور اس کا میں جناب کو ریفرنس دے رہا ہوں۔

If his conscious dictates to him . .. .

جناب سپیکر، اتفاق سے لمبا ہو گیا ہے۔ لیکن relevant جا رہے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر، اگر کہیں irrelevant ہوں تو یہ پوائنٹ out کریں۔

جناب سپیکر: سب کی خوشی کا باعث ہے۔

CHAUDHRY MUHAMMAD WASI ZAFAR: If his conscious dictates to him so or he considers it expedient the only course open to him to resign to shed off his representative character which he no longer represents and to fight his re-election

جب اس طرح کی بھی defection کریں تو پھر

They must resign by themselves These are the parliamentary practices and the requirement of the democratic principles

جناب آگے رول ۳ آتا ہے جو کہ آئین کے تحت بنا ہے۔ اس میں یہ Constitutional provision کہ رول میں یہی ہے کہ سپیکر صاحب اس کو بلائیں گے۔ میں یہ پڑھنا چاہتا ہوں یہ relevant بھی ہے اور مختصر بھی ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ بھی ریکارڈ پر رہے۔ وہ صرف اتنا ہے کہ

"When the Assembly is summoned under Clause 3 of Article 54 read with Article 127 under or Article 109 of the Constitution. اور آرٹیکل ۱۰۹ جو گورنر صاحب کا اختیار ہے

The Secretary shall intimate each member the date and time and place of meeting and shall cause a notification

Provided the session is called at a short notice.

اس میں جناب رولز میں اس کی اور کوئی ایسی provision نہیں ہے۔ یہ صرف آئینی provision ہے۔ اور یہ جو آئین کا Preamble ہے میں جناب کو اس کے دو تین پیرے گوش گزار کرتا ہوں۔

Whereas Sovereignty over the entire Universe belongs to Almighty Allah alone, and the authority to be exercised by the people of Pakistan within the limits prescribed by Him is a sacred trust. And whereas it is the will of the people of Pakistan to establish and order---- Wherein the State shall exercise its powers and authority through the chosen representatives of the people.

جناب سپیکر، آپ relevant پیرے پڑھیے۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! یہ relevant ہے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! یہ کیا پڑھا رہے ہیں؟

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا۔ میں جو مطلب کہنا چاہتا ہوں وہ پڑھے لکھوں کو سمجھ آجائے گی۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! یہ ہمیں پڑھا رہے ہیں؟

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔

چودھری محمد وصی ظفر، ہم آپ کو نہیں پڑھا رہے۔

جناب سپیکر، وہ آپ کو نہیں مجھے پڑھا رہے ہیں۔ آپ تو پڑھے ہوئے ہیں۔ تشریف رکھیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! میں اس لیے نہیں کہہ رہا۔ پوائنٹ۔۔۔

جناب سپیکر، دیکھیے پوائنٹ آف آرڈر پہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوسکتا۔ میں نے انہیں allow کیا ہے۔ اس اسمبلی کے اندر کبھی کبھار تھوڑی سی ٹیکنیکل ' legislative , constitutional بحث ہوتی ہے۔ اور اگر اتفاق سے اور حسن اتفاق سے ہمارے دوست وصی ظفر صاحب بھی اس وقت relevant جا رہے ہیں تو سب دوستوں کو سننا چاہیے۔ جی۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! اس میں relevant provision ہے تو میں پڑھ رہا ہوں۔

جناب سپیکر، جی۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب یہ relevant ہے۔

Wherein the State shall exercise its powers and authority through the chosen representatives of the people . . Wherein the principles of democracy, freedom, equality, tolerance and social justice, as enunciated by Islam, shall be fully observed:

اب یہ relevant ہے کہ نہیں ہے۔ Principles of democracy should be observed اس میں جناب Constitution نے ہمیں پابند کر دیا ہے۔ کہ ڈیمو کریٹک سسٹم کے جو بھی پرنسپلز ہیں وہ اسٹیٹ کو وہ اس چیز کو اور The House is also part of the state چلانے کے لیے applicable ہیں۔ یہ Preamble میں ہے۔ اور اسی Preamble سے ہی Constitution چلتا ہے۔ ان کو اس کی relevancy سمجھ میں آنی چاہیے۔ اگر یہ اس کو irrelevant کہتے ہیں تو پھر باقی سارا کھیل ہی ختم۔

The whole of the Constitution based upon the Preamble.

دنیا کا یہ پرنسپل ہے فیڈرل لاء ہے کہ جناب والا جو بھی لاء کو interpret کرتا ہے اس کا پہلے Preamble پڑھا جاتا ہے۔ کہ What Preamble says, and in the light of the Preamble only law can be interpretted جناب! ہر لاء اس کا جو ہے وہ ڈیمو کریٹک پرنسپل کے مطابق

interpret ہو گا۔ آرٹیکل(۳) ۵۲ بھی ڈیمو کریٹک پرنسپلز کے مطابق interpret ہو گا۔ requisition کا لفظ بھی ڈیمو کریٹک پرنسپلز کے مطابق interpret ہو گا۔ یہ جناب میرا argument ہے۔ Constitution تو شروع ہی ڈیمو کریٹک پرنسپل سے ہو رہا ہے۔ آگے جناب میں عرض کرتا ہوں کہ

> The proper function of Preamble according to large thing is to explain certainfacts which are necessary to be explained before the provisions contained can be understood......provision's offact's

جو ہیں ان کو understand کرنے کے لیے سب سے پہلے ضروری ہے کہ آپ Preamble کی طرف ریفر ہوں۔ اور اس میں جناب ۵۲ کا یہ ہے۔ "Requisition" means thing required, some duty to be performed. اس کو جناب ایک کھیل نہیں بنایا جاسکتا۔ کہ جی ہماری مرضی سے یا ہمارے بندے گرفتار ہیں ان کی مرضی سے یا جی اس طرح۔۔۔ جناب والا جو ڈیمو کریٹک پرنسپلز ہیں میں وہ بھی عرض کرتا ہوں کہ وہ کیا ہیں۔

جناب سپیکر، وصی ظفر صاحب۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے اپنا پوائنٹ make کر لیا ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! یہ اتنا relevant ہے۔ ہم جو یہ سارا شور کرتے ہیں اور سارا وقت اس پر ضائع ہو جاتا ہے۔ میرے پاس پانچ منٹ اور ہیں۔ صرف پانچ منٹ چھ منٹ جناب مجھے دے دیں۔

جناب سپیکر، اچھی بات چلئے چلیے۔

چودھری محمد وصی ظفر، یہ جناب فلاسفی،

> To establish principles of Constitution is Islamic in order to appreciate philosophy underlying the Constitutioin One must look into the historic objective resolution. . . ..objective resolution.... .. That is a part of the Constitution, which objective resolution.......

جو ہے یہ That is the part of the Constitution میں صرف اس لیے کہ لمبا نہ ہو۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! اس پوائنٹ آف آرڈر کے مسئلے کا جواب دینے کے لیے ہمیں بھی آپ کو دو گھنٹے دینے پڑیں گے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔

سید ظفر علی شاہ، سر میں تشریف تو رکھوں گا۔ لیکن یہ بات ذہن میں رکھ لیں۔

جناب سپیکر، بیٹھیں موقع دیجئے وہ پانچ منٹ میں ختم کر رہے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب یہ objective resolution جو ہے That is also part of the Constitution اور اس میں یہ ہے کہ ادھر ڈیمو کریٹک سسٹم ہو گا۔ اور ڈیمو کریٹک پرنسپل applicable ہیں۔ fully observed جناب یہ بار بار repeat ہوا ہے۔ Preamble میں بھی ڈیمو کریسی کا ہوا ہے۔ اور یہ جو Principle's of Policies ہیں۔ ان میں بھی کہ The idea embodied in the above resolution is faithfully reflected in the Constitution The Preamble to the Constitution which summaries the aims and objects of the Constitution provides......

Whereas sovereignty over the entire Universe belongs to Almighty Allah alone, and the authority to be exercised by the people of Pakistan within the limits prescribed by Him is a sacred trust;

Wherein the principles of democracy, freedom, equality, tolerance and social justice, as enunciated by Islam, shall be fully observed. . fully observed . . Principles of Policy . .. The principles of democracy shall be fully observed

ڈیمو کریٹک پرنسپل سے جب کوئی deviate کرتا ہے تو وہ اپنا جو لوگوں کا مینڈیٹ لے کر آیا ہے جس کے تحت اس نے الیکشن لڑا ہے۔ اس کو violate کرتا ہے And that amounts to defection

یہ جناب آگے دیکھیں

The scope, extent and definition and other clarifications have been given in full in the intrtoduction. ....Further clarifications of the objects and decisions from the authority of a constitution will be found in the recent judgement of the Supreme Court This PLD 1973. S.C/pp 49.

یہ ہے جناب PLD 1973 Supreme Court page 49 اس میں بھی جناب تینوں جو ہیں اسٹیٹ کے جوڈیشری، ایگزیکٹو، اور lagislature ان تینوں کو define کرکے ----

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

جناب سپیکر، Please keep quite and sit down آپ بیٹھیں، تشریف رکھیں۔ Don't lose your temper Please don't lose your temper, I am listening to a point of law آپ بیٹھیں، تشریف رکھیں۔ Don't address me like that. Mr. Zafar Ali Shah should sit down

چودھری محمد وصی ظفر، جناب وہ ذرا پڑھی لکھی باتیں کرنے سے گھبراتے ہیں۔

جناب سپیکر، آپ کا آدھا منٹ رہ گیا۔

چودھری محمد وصی ظفر، ٹھیک ہے جناب والا! بالکل آدھا منٹ۔ اس میں میرا یہی ہے کہ تینوں pillers کو discuss کیا۔ اس میں پھر ہمارا جو ڈیمو کریٹک set up ہے اس میں "Requisition" can only be made when government has failed to perform some duty . . . . .only then .. and only then requisition can be made. . . .What you are doing this is all illegal. This is my request Sir.

جناب سپیکر، I have seen Mr Alwary is standing early up جی۔

سید تابش الوری، جناب والا! مجھے خوشی ہے کہ جناب وصی ظفر نے پہلی مرتبہ ایک سنجیدہ مسئلے پر پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے۔ میں نے بڑے غور سے ان کی طویل گفتگو سنی۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ انہوں نے روایت کے مطابق جو نکتہ اٹھایا ہے وہ غیر منطقی، بلاجواز اور خلاف قانون و آئین ہے۔ جناب والا! آرٹیکل ۵۴ کی تحتی ضمن (۳) نہایت وضاحت کے ساتھ، نہایت غیر مبہم طریقے سے یہ اختیار دیتی ہے کہ اگر اسمبلی کے ایک چوتھائی ارکان requisition کریں، مطالبہ کریں کہ اجلاس طلب کیا جائے تو سپیکر چودہ دن کے اندر اندر اجلاس طلب کرنے کا پابند ہے۔ ہم نے جو ریکوزیشن دی ہے اس میں ہم نے ڈیمانڈ بھی کی ہے، ہم نے اس ریکوزیشن کی وجہ بھی بتائی ہے اور وہ جو ڈیوٹی perform کرنے کی بات کر رہے ہیں، اس کا بھی اظہار کیا ہے۔ ہم نے سات نکاتی ایجنڈا دیا ہے اور

اس ایجنڈے میں ملک کے اہم ترین مسائل کو زیر بحث لانے کی استدعا کی ہے۔ اس میں مہنگائی کا مسئلہ ہے، اس میں جنرل ایڈمنسٹریشن کا مسئلہ ہے، اس میں جوڈیشل سسٹم کا مسئلہ ہے، اس میں گوادر کی لیز کا مسئلہ ہے، اس میں قومی اہمیت کے حامل امور کو زیر بحث لانے کا مسئلہ ہے۔ جناب والا! ہم نے اپنی ریکوزیشن کو دلیل کے ساتھ، ڈیمانڈ کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے اور اس طرح سے جو قانونی اور آئینی ضروریات ہیں وہ پوری کر دی گئیں۔ پھر جناب والا! آپ اتفاق فرمائیں گے کہ ہر ادارہ اپنے اختیارات کو وسعت دیتا ہے۔ اسے کم کرنے کے لیے اصرار نہیں کرتا۔ مجھے خوشی ہوتی اگر وصی ظفر صاحب اس ادارے کے اختیارات کو وسیع کرنے کی بات کرتے۔ جب کہ وہ اس ادارے کے اختیارات کو محدود کرنے کی بات کر رہے ہیں۔ جناب والا! آئین نے اسمبلی کو sovereign ادارہ بنایا ہے۔ خودمختار ادارہ بنایا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ آرٹیکل-۵۴ اس اعتبار سے سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے کہ دنیا کے بہت سے آئین میں یہ دفعہ موجود نہیں ہے۔ لیکن پاکستان میں اس آرٹیکل کے تحت صوبائی اور قومی اسمبلی کو حقیقتاً ایک خودمختار ادارے کی حیثیت دی گئی ہے۔ اور اس میں یہ اختیار دیا گیا ہے کہ اگر اسمبلی کے ارکان یہ چاہیں کہ کسی بھی مسئلے پر، کسی بھی issue پر اجلاس طلب کرنا چاہیں تو ان کی ایک مقررہ تعداد یہ اجلاس طلب کر سکتی ہے۔ جناب والا! آرٹیکل کے دوسرے اختیارات کے تحت گورنر کو اختیار ہے کہ وہ چیف منسٹر کی سمری پر، چیف منسٹر کی ڈیمانڈ پر اجلاس طلب کر سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ دفعہ موجود نہ ہوتی تو ہم تمام اراکین جو پورے صوبے کی نمائندگی کرتے ہیں، ایک خود مختار ادارہ کہلاتے ہیں، منتخب ارکان کی حیثیت سے supremacy کا دعویٰ کرتے ہیں ان کی supremacy ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہم مطالبہ کرتے اور اجلاس نہ بلایا جاتا۔ اس آرٹیکل کی روح یہ ہے کہ اگر گورنر اجلاس نہ بلانا چاہے، اگر چیف منسٹر اجلاس نہ بلانا چاہے اور اسمبلی کے ارکان خود یہ فیصلہ کریں کہ ہم یہ اجلاس بلانا چاہتے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت انھیں اجلاس بلانے سے نہ روک سکے۔ (نعرہ ہائے تحسین) سپیکر اسمبلی کا کسٹوڈین ہوتا ہے۔ سپیکر کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ normally جب اجلاس بلایا جاتا ہے تو گورنر نوٹیفکیشن کرتا ہے۔ لیکن جب ارکان اسمبلی، منتخب ارکان کی حیثیت سے، sovereign power کی حیثیت سے اجلاس بلانا چاہیں تو نہ وہ گورنر کے ماتحت ہیں، نہ وہ چیف منسٹر کے ماتحت ہیں اور نہ وہ کسی سمری کے محتاج ہیں۔ سپیکر کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ براہ راست اجلاس طلب کرے اور اسی کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہی

بلاس برخاست کر سکتا ہے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں یہ ایک ایسا آرٹیکل ہے جس نے اس ادارے
ں مطلق العنانی کو' اس ادارے کے اختیارات کو حقیقتاً ایک جمہوری شکل دی ہے۔ اور جمہوریت کی
ام روح کو اس میں سمو دیا گیا ہے جس کے تحت عوام اپنی قسمت کا اور اپنے امور کا فیصلہ کرتے
ں۔ اس لیے جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ ریکوزیشن کے آرٹیکل۔۵۴ کے تحت جو اختیار دیا گیا ہے'
م نے اس کو دلیل کے ساتھ' اس کو جواز کے ساتھ استعمال کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے
پہلے بار بار ریکوزیشن اس لیے آپ کو دی جا رہی ہے کہ آپ دیکھ لیں کہ گزشتہ چھ ریکوزیشنوں کے
دوران ہمارے ایجنڈے کو یہاں discuss نہیں کیا گیا۔ ہم نے جو ایجنڈا دیا اسے زیر بحث نہیں لایا
لیا۔ اسی لیے ہم نے ریکوزیشن میں کہا ہے کہ چونکہ ہمارے اس ایجنڈے کو زیر بحث نہیں لایا گیا'
ر ان اہم نکات پر بحث نہیں کی گئی اس لیے ہم دوبارہ ریکوزیشن دینے پر مجبور ہوئے ہیں۔ہم نے
نی ریکوزیشن میں یہ لکھا ہے کہ ہمیں مجبور کیا گیا ہے۔ جناب والا! ہمیں شوق نہیں ہے۔ لیکن جب
نتخب عوام کی طرف سے ہماری ڈیوٹی ہے' ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان کے جذبات و احساسات کی
جمانی کریں اور ان کے مسائل کی ترجمانی کرنے کے سلسلے میں ہمیں اپنے اس حق کی ادائیگی سے
وئی نہیں روک سکتا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آپ کسٹوڈین ہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ ہمارے ان حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے اس آرٹیکل
کے تحت ہمیشہ جب بھی اراکین اسمبلی مطالبہ کریں تو آپ اس کا احترام کرتے ہوئے اور اس
سمبلی کی sovereignty برقرار رکھتے ہوئے ریکوزیشن پر اجلاس طلب فرمایا کریں۔ شکریہ۔

نائب سپیکر: محترم سید ظفر علی شاہ صاحب۔

چوہدری محمد وصی ظفر: پوائنٹ آف آرڈر۔ صرف ایک فقرہ۔

نائب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ ابھی نہیں۔ محترم سید ظفر علی شاہ صاحب۔ اور میں ان سے گزارش
کروں گا کہ لیگل معاملہ ہے۔ ازراہ کرم ضرور اس پر گفتگو کیجیے۔ لیکن ذرا دھیمے لہجے میں۔ دلائل کے رنگ
میں' جذبات کے رنگ میں نہیں۔ اس کے بعد میں نے خاص طور پر ڈپٹی سپیکر صاحب میاں منظور احمد
موہل صاحب کو یہاں بلوایا ہے۔ کیونکہ ان کی بھی اس مسئلے پر ایک مخصوص رائے ہے۔ میں سید ظفر
علی شاہ صاحب کے بعد میاں منظور احمد موہل صاحب سے خاص طور پر درخواست کروں گا کہ ہاؤس کو
اس معاملے میں اپنی رائے سے بھی آگاہ کریں۔ جناب محترم سید ظفر علی شاہ صاحب۔

وزیر صنعت: میں بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: اس کے بعد آپ۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ باقی اس بات کی میں معافی چاہتا ہوں۔ لہجہ اور انداز اپنا اپنا ہوتا ہے۔ لہجے سے آپ یہ کبھی نہ سمجھیں کہ اس لہجے سے مراد اس ہاؤس کی یا آپ کی کوئی توہین کرنا مراد ہے۔ لیکن انداز اپنا ہے۔ باقی سمجھ اپنی اپنی۔ لیکن یہ میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ مجھے بھی دو تین منٹ ملیں گے۔ جناب سپیکر! یہ پوائنٹ جو میرے فاضل دوست نے اٹھایا ہے، اس بات کی تو مجھے خوشی ہے کہ آج میرے فاضل دوست نے تقریباً بہتر دفعہ democratic principle پر زور دیا ہے۔ اس وجہ سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔ جناب سپیکر! یہ پوائنٹ آف آرڈر اور یہ معاملہ اور یہ مسئلہ، میں اپنی حد تک بات کر رہا ہوں، یہ پہلی بار نہیں ہے اور اچانک نہیں ہے۔ ۱۹۹۳ء کے ان انتخابات کے بعد خوش قسمتی یا بد قسمتی سے نیشنل اسمبلی میں، صوبہ سرحد میں اور صوبہ پنجاب میں ـــ

جناب سپیکر: صوبہ سندھ میں بھی۔ وہاں بھی یہ مسئلہ اٹھا ہے۔ سندھ میں اس مسئلے پر سپیکر صاحب نے، جہاں تک میرا علم ہے، رات میرے یہاں وہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ تو انھوں نے بتایا کہ انھوں نے یہ مسئلہ خود اپنی سندھ ہائی کورٹ کے سامنے رکھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب اس مسئلے پر فائنل رائے ہو تو سندھ کے تجربے سے بھی فائدہ اٹھایا جائے کہ وہاں اس پر کیا بحث ہوئی ہے اور کیا فیصلہ ہوا ہے۔

سید ظفر علی شاہ: میں عرض کر رہا ہوں۔ جناب والا! اس میں صوبہ سرحد اور نیشنل اسمبلی اور صوبہ پنجاب کی حد تک یہ بات کر رہا ہوں کہ خوش قسمتی یا بد قسمتی سے ان تینوں ایوانوں میں اللہ کی مہربانی سے بہت بڑی حزب اختلاف آئی ہے۔ اور یہ پہلی بار ہوا ہے۔ پاکستان کی جمہوری زندگی میں یہ پہلی بار ہوا ہے کہ اتنی زیادہ سوجھ بوجھ رکھنے والی، گنتی کے لحاظ سے اور دماغ کے لحاظ سے یہ اتنی heavy opposition پہلی دفعہ آئی ہے۔

وزیر بلدیات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: وہ بھی پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر بلدیات: point of explanation- بات یہ ہے کہ میرے دوست ظفر علی شاہ صاحب۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! کیوں بحث میں پڑتے ہیں۔

وزیر بلدیات: جناب والا! مجھے بھی point of explanation پر ٹائم دیں۔

جناب سپیکر: آپ کو بھی ٹائم دیں گے۔ شاہ صاحب! ذرا legalities پر رہیے۔

سید ظفر علی شاہ: یہی تو بیماری ہے جناب کہ جب مسئلے کی جڑ کو پکڑنے لگتے ہیں تو۔

وزیر بلدیات: انہوں نے heavy دماغ کی بات کی ہے۔ He has to prove it.

سید ظفر علی شاہ: ان کی سن لیں سر۔ میں چلا جاتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کو یاد ہوگا کہ وصی ظفر صاحب کے بارے میں آپ کیسے interrupt کرتے تھے۔ آپ نے دو دفعہ interrupt کیا۔ اب آپ کی interruption اچھی نہیں لگ رہی۔

سید ظفر علی شاہ: نہیں نہیں۔ میں interrupt نہیں کر رہا تھا۔

جناب سپیکر: جی بولیے۔

وزیر صنعت (جناب محمد افضل سندھو): جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! میری بات سنیں۔ پھر آپ کہیں گے کہ میرے لہجے میں تلخی آ گئی ہے میں interrupt کرنے کا اور disturb کرنے کا خود بہت بڑا امام ہوں۔ یہ کوئی طریقہ ہے کہ آپ پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر کی اجازت دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کس پوائنٹ پر بات کر رہے ہیں؟

وزیر صنعت (جناب محمد افضل سندھو): جناب سپیکر! ظفر علی شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر نہیں ہیں۔ ظفر علی شاہ صاحب کو آپ نے ٹائم دیا ہے اور ظفر علی شاہ صاحب جب تقریر کر رہے ہیں تو اس ہاؤس کی یہ پریویلج کہ کوئی بات پوائنٹ آف آرڈر پر کی جائے تو اس کو curb نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے دوست ناظم حسین شاہ صاحب جو پوائنٹ اٹھانا چاہتے تھے وہ بڑا valid ہے۔ ان کی یہ بات صریحاً غلط ہے کہ یہ پہلی دفعہ ایک بھاری اپوزیشن آئی ہے۔ ۱۹۸۸ء کی اسمبلی میں اس سے بڑی اپوزیشن پیپلز پارٹی کی یہاں پر موجود ہوتی تھی۔

سید ظفر علی شاہ: چلو ٹھیک ہے۔

وزیر صنعت (جناب محمد افضل سندھو) ، اور جناب سپیکر! وہ جو اتنی بھاری اپوزیشن تھی وہ ایک محب وطن اپوزیشن تھی ۔ اس نے کبھی بھی گورنمنٹ کے' ملک کے ذرائع اس طرح سے برباد نہیں کیے تھے ۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب سپیکر! میں object کرتا ہوں ۔ (قطع کلامیاں)

وزیر صنعت، (جناب محمد افضل سندھو) ، جناب سپیکر ! I have been allowed to speak

جناب سپیکر، انہوں نے آپ کے بارے میں اچھی بات کہی ہے ۔ آپ کے خلاف تو کوئی بات نہیں کہی۔ (قطع کلامیاں)

وزیر صنعت (جناب محمد افضل سندھو)، جناب سپیکر! I should be allowed to conclude my version.

جناب سپیکر، جی!

وزیر صنعت (جناب محمد افضل سندھو)، اس وقت کی جو بھاری اپوزیشن تھی وہ ہمیشہ ایک ذمہ دار اپوزیشن کا کردار ادا کرتی تھی ۔ اور اس نے کبھی بھی ---(قطع کلامیاں)------

جناب سپیکر ، آپ جواب دے دیجیے گا ۔ آپ سن تو لیجیے ۔ آپ سنیے وہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

سید ظفر علی شاہ، آپ کیا کر رہے ہیں ؟

جناب سپیکر، میں ٹھیک کر رہا ہوں ۔(قطع کلامیاں)۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب سپیکر ! میں اس پر واک آؤٹ کررہا ہوں ۔ (اس مرحلہ پر سید ظفر علی شاہ صاحب ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

وزیر بلدیات(سید ناظم حسین شاہ) ، جناب سپیکر ! یہ کوئی طریقہ نہیں ہے ۔ ہمارے سید ظفر علی شاہ صاحب dictate کریں۔ (قطع کلامیاں)جب ان کا پوائنٹ ہو تا ہے تو He speaks on the full speed of his voice.

وزیر صنعت(جناب محمد افضل سندھو) ، جناب سپیکر ! میری گزارش یہ ہے کہ میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں جس کو آپ نے validly مجھے allow کیا ہے ۔

جناب سپیکر، میں نے آپ کو allow کیا ہے ۔ میں آپ کا پوائنٹ تسلیم کرتا ہوں کیونکہ میں نے آپ کو خود دعوت دی ہے ۔ میں نے میاں منظور احمد صاحب کو بھی بلا کر بٹھایا ہے کیونکہ میں سننا

چاہتا ہوں - یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے بحث ہے - آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں -

وزیر صنعت(جناب محمد افضل سندھو) : جناب والا! میں conclude کر رہا ہوں - اس وقت کی وہ بھاری اپوزیشن تھی- اس نے کبھی بھی اس قسم کے malafide requisitions نہیں دی تھیں- اس نے کبھی بھی اس قسم کی requisitions نہیں دی تھیں -(قطع کلامیاں)-

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں - وہ ٹھیک بول رہے ہیں- میں نے انہیں advice کیا ہے -

وزیر صنعت (جناب محمد افضل سندھو) : جناب والا! پچھلا اجلاس requisition کیا گیا اور requisition مہنگائی کے مسئلے پر تھی - اور اپوزیشن کی اپنی غلطی سے اپنا حصہ نہ لینے کی وجہ سے ' اپنے بائیکاٹ کرنے کی وجہ سے وہ ہاؤس نہ چل سکا - اور پھر یہ اب کہہ رہے ہیں -تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس طریقے سے پاکستان پیپلز پارٹی کی بھاری اپوزیشن اس وقت ایک محب وطن' ایک ذمہ دار اپوزیشن کا کردار ادا کرتی تھی- تو میں ان سے التجا کرتا ہوں کہ خدا کے واسطے اس اپوزیشن کی تقلید میں یہ بھی ایک محب وطن اور ایک ذمہ دار اپوزیشن کا کردار ادا کریں -

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں- (قطع کلامیاں)

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات(رانا آفتاب احمد خان) : پوائنٹ آف آرڈر -

جناب سپیکر: ٹھہریں - آفتاب صاحب! میں نے تو آپ کے ذمے کام لگانا تھا -(اس مرحلہ پر سید ظفر علی شاہ صاحب ایوان میں تشریف لے آئے) اچھا وہ خود ہی آگئے ہیں - جی جناب آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں (قطع کلامیاں) میں نے پہلے انہیں دیکھا ہے - ان کے بعد آپ کو موقع دیتا ہوں - (قطع کلامیاں)

سید ظفر علی شاہ : جناب والا! میں پھر دوسری مرتبہ واک آؤٹ کروں گا اگر مجھے right نہ دیا گیا۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ فکر نہ کریں - آپ کا right محفوظ ہے - میں نے آپ کو موقع دیا ہے - میں آپ کو موقع دوں گا- آپ کیوں بے چین ہوتے ہیں (قطع کلامیاں) آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں- جی مختصر فرمائیں-

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (رانا آفتاب احمد خان) : .I am never irrelevant ,Sir جناب والا !

مجھے بڑا افسوس ہے کہ ظفر علی شاہ صاحب نے یہاں بڑی غلیظ گالی نکال کر واک آؤٹ کیا ہے ۔(قطع کلامیاں) apologise نہیں ۔ انہوں نے جو گالی نکالی ہے I would never expect this thing یہ سارے بیٹھے ہیں یہ خود بتائیں کہ انہوں نے گالی نکالی ہے یا نہیں ۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آفتاب صاحب ! اگر وہ گالی کسی نے نہیں سنی تو معاف کر دیجیے ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (رانا آفتاب احمد خان): جناب والا ! میں نے گالی سنی ہے ۔ سب نے سنی ہے ۔

جناب سپیکر: اسے معاف کر دیجیے ۔ جانے دیجیے ۔(قطع کلامیاں)

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات(رانا آفتاب احمد خان): جناب والا ! آپ یہاں ہمیں گالیاں نکلوا رہے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات(رانا آفتاب احمد خان): جناب ! اس وقت وصی ظفر صاحب کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ سب جانتے ہیں لیکن اب ان کی گالی کا کوئی اثر ہی نہیں ہے ۔

جناب سپیکر: نہیں نہیں۔ ایسا نہ کریں ۔ یہ کوئی ریکارڈ پر نہیں ہے ۔بیٹھیں(قطع کلامیاں) میں نے نہیں سنی۔ میرے ریکارڈ پر نہیں ہے ۔ (قطع کلامیاں)

وزیر صنعت(جناب محمد افضل سندھو): جناب والا! اگر گالی نکالی گئی ہے تو آپ نے اس کا نوٹس لینا ہے۔ اگر آپ نوٹس نہیں لیں گے توہم اس کے خلاف احتجاج کریں گے ۔(قطع کلامیاں) اگر فاضل ممبر نے کہا ہے کہ اس نے گالی سنی ہے تو ظفر علی شاہ صاحب کو کھڑے ہو کرمعافی مانگنی چاہیے۔ (قطع کلامیاں) ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات(رانا آفتاب احمد خان): جناب والا! معزز رکن کھڑے ہو کر کہہ دیں کہ انہوں نے گالی نہیں دی ہے۔ (قطع کلامیاں) ۔

جناب سپیکر: نہیں ۔ آپ گالی repeat نہیں کریں گے ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات(رانا آفتاب احمد خان): جناب والا ! میں گالی نکالتا ہی نہیں ہوں ۔ میری ٹریننگ ہی ایسی ہے۔ مگر میں سن نہیں سکتا ہوں ۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ (قطع کلامیاں) میں انہیں سننا چاہتا ہوں ۔ آپ تشریف رکھیں ۔ کیا آپ نے گالی دی ہے ؟

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! میں عرض کردیتا ہوں ۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ He is right, Sir وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے وہ لفظ جو بدل دیئے Sir, when I was passing اور وہ جس انداز میں کہہ رہے ہیں وہ کسی اور کو گالی دینے کا مطلب نہیں ہے ۔لیکن پھر بھی اگروہ یہ سمجھتے ہیں کہ میری اس بات سے ان کے ' ہاؤس کے یا کسی کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے تو I withdraw it. I apologise کوئی ایسی بات نہیں۔

جناب سپیکر: آپ نے apologise کیا ہے بالکل ٹھیک بات ہے ۔ سب تالیاں بجائیے(نعرہ ہائے تحسین)۔ جی جناب کھوسہ صاحب!

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب سپیکر ! ابھی آپ نے سید تابش الوری صاحب کے ساتھ جب سید ظفرعلی شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہوئے تھے تو آپ نے خود یہ فرمایا تھا کہ میں سید تابش الوری صاحب کو پہلے recognise کرتا ہوں ۔ اس کے بعد آپ کا پوائنٹ آف آرڈر recognise کروں گا ۔ جناب سندھو صاحب نے یہ فرمایا کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر پر نہیں تھے ۔ اور آپ نے ان کو بولنے کی اجازت دے دی جبکہ ان کا کوئی پوائنٹ آف آرڈر بنتا نہیں تھا ۔اور وہ اس طرف چلے گئے جس کا موجودہ بحث کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔سید ظفر علی شاہ صاحب اپنے پوائنٹ آف آرڈرکو ابھی develop کر رہے تھے جب وہ اس بھاری اورمضبوط اپوزیشن کا ذکرکر رہے تھے تو اس کے جواب میں کہا گیاکہ ۱۹۸۸ء میں بھی ایک بھاری اور بڑی اس قسم کی پی پی پی کی اپوزیشن موجود تھی اور ان سے کچھ سیکھنا چاہیے۔ جی ہاں ۔ان سے ہم یہ سیکھیں کہ لیڈر آف دی اپوزیشن نے ہاؤس کے اندر بجٹ کی کاپی پھاڑ دی ۔ ان سے ہم یہ سیکھیں کہ اس well کے اندر دھرنے مارے گئے تھے ۔ ان سے ہم یہی سیکھیں کہ سپیکر کی کرسی پر_____(قطع کلامیاں)---

جناب سپیکر: یہ تو سب کچھ واقعی آپ نے سیکھا ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: ہاں ۔

جناب سپیکر: اب مجھے پتا چلا کہ کس سے آپ نے سیکھا۔

وزیر خزانہ (مخدوم الطاف احمد) : ایجنڈا بھی جو ٹکس کرنا ہوتا ہے وہ بھی براہ راست جناب سے بات کرتے ہیں اور ہمیں ساتھ بٹھانا بھی پسند نہیں کرتے۔

جناب سپیکر: اس مرتبہ انھوں نے بات کی ہے۔

وزیر خزانہ: تو میری ان بھائیوں سے درخواست ہے کہ یہ شکایات جو آپ کو ہیں۔ تو ہمارے ساتھ یہ مل بیٹھیں۔ ہم بیٹھ کر ان کا جو بھی مسئلہ ہے، جو بھی شکایت ہے، اس کو دور کرنے کے لیے تیار ہیں اور ان کی وہ ہر ضرورت پوری کرنے کے لیے تیار ہیں جس کو یہ بہانہ بنا کر بار بار ریکوزیشن دیتے ہیں۔ تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر یہ اپنے معاملات طے کر لیں۔

جناب سپیکر: جناب سینئر منسٹر کل اپوزیشن کی اور حکومت کی میرے چیمبر میں ملاقات ہو رہی ہے۔ تو میں آپ سے خاص طور پر کہتا ہوں کہ آپ بھی وزیر قانون کے ساتھ اس میٹنگ میں تشریف لائیے تاکہ بہتر فضاء میں بات ہو سکے۔

وزیر خزانہ: جی میں ضرور حاضر ہوں گا۔ شکریہ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: Point of personal explanation -

جناب سپیکر: جی فرمائیے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب سپیکر! سینئر وزیر صاحب فرما رہے تھے کہ ہم ان سے ملتے نہیں ہیں۔ ہم ان سے گفتگو نہیں کرتے۔ ایجنڈے کے بارے میں بھی نہیں ملتے۔ آپ نے اس ہاؤس کے اندر بیٹھ کر بھی یہ بات ہم سے کی ہے اور اپنے چیمبر میں بھی آپ نے اپوزیشن کے ممبران سے یہ بات کی ہے۔

جناب والا! ایک مرتبہ نہیں، کئی مرتبہ اس فلور پر میں بیان کر چکا ہوں اور قائم مقام قائد حزب اختلاف چودھری پرویز الٰہی بھی بیان کر چکے ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے کا فائدہ کیا ہے؟ کون سی commitment ہاؤس کے اندر یا آپ کے چیمبر کے اندر انھوں نے پوری کی ہے۔ آج تک ایک مثال دے دیں۔ کوئی ایک مثال۔ ہمارے ایم پی ایز پر پرچے، ہمارے ورکرز پر پرچے، commitment یہاں کہ ان کے خلاف انتقامی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ آج تک وہ پرچے اور پیشیاں بھگتا رہے ہیں۔

ڈویلپمنٹ پروگرام ، آج تک ہمارے کسی ایم پی اے کے فنڈز ریلیز نہیں کئے۔ کس چیز کی ہم ان سے discussion کریں یا ان کے ساتھ بیٹھ کر بات کریں؟ جب ان کے تو اختیار ہی کچھ نہیں ہے۔

جناب سپیکر: کل اس پر بات کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! تو پھر اس پوائنٹ کو سینئر وزیر صاحب اس اسمبلی میں نہ اٹھائیں۔

جناب سپیکر: کل اس پر بات کریں گے۔

وزیر بلدیات(سید ناظم حسین شاہ): جناب سپیکر ----

جناب سپیکر: جی ناظم شاہ صاحب ۔

وزیر بلدیات: جناب والا! بات یہ ہے کہ سردار ذوالفقار کھوسہ صاحب ہمارے بہت ہی سینئر ممبر ہیں، محترم دوست بھی ہیں اور ہمسائے بھی ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ کچھ دیر پہلے یہ فرما رہے تھے ۔ جمہوریت کے متعلق یہ گوہر افشانی کر رہے تھے۔ جمہوریت کی پہلی بات تو یہ ہوتی ہے کہ An individual has to surrender to the collective will اور collective will کا یہ ہوتا ہے کہ by majority اور majority کس طرف ہے وہ آپ کے اوپر بھی عیاں ہے۔

دوسرا میں ان کو تھوڑا سا ماضی دور بھی یاد دلاتا ہوں کیونکہ ابھی یہ commitment کی بھی بات کر رہے تھے کہ جب یہ ۹۰ میں فنانس منسٹر تھے۔ ہم اپوزیشن کے بنچز پر بیٹھے ہوئے تھے اور پورا بجٹ جو تھا اس کی figures غلط تھیں۔ میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آؤٹ کیا۔ انھوں نے اس کو رول آؤٹ کیا اور پھر میں نے point of privilege کی بات کی۔ کیونکہ پوری کی پوری figure تقریباً ۹۵ % بجٹ غلط تھا۔ میری یہ contention تھی کہ یہ سارا بجٹ غلط ہے۔ اس لیے آپ نیا بجٹ لے آئیں اور ہمیں وہ چار دن ٹائم دیں۔ اس پر انھوں نے اس وقت فرمایا کہ یہ امنڈمنٹ ہے۔ امنڈمنٹ بھی آپ رولز آف پروسیجر کے تحت دیکھیں۔ تو اس میں بھی دو دن ملتے ہیں۔

جناب والا! یہ فرما رہے ہیں کہ ہم نے فنڈز نہیں دیے۔ جب یہ مذاکرات ہی نہیں کرتے ، بات ہی نہیں کرتے۔ مذاکرات ہم سے کریں ، بات کریں جیسے سینئر منسٹر صاحب نے کہا ہے۔ پھر commitment کا نظر آ جائے گا۔ انھوں نے ۹۰ کے بجٹ میں مجھے تقریر بھی نہیں کرنے دی تھی۔

جناب والا! ظفر علی شاہ صاحب کو بھی یہ ذرا تھوڑا سوچنا چاہیے کہ جب یہ brain کا فرماتے ہیں تو قدرت نے ہر انسان میں یہ رکھا ہے کہ اس کو اپنا دماغ سب سے بڑا نظر آتا ہے اور اپنی شکل بھی بہت خوش شکل نظر آتی ہے۔

جناب سپیکر۔ جی بڑی مہربانی۔ بڑی مہربانی۔

وزیر بلدیات، جناب سپیکر! میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی حالانکہ میرا پوائنٹ آف آرڈر valid تھا۔ مگر آپ نے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ تو اس لیے میں یہ بات on record لانا چاہتا ہوں کہ جناب سابقہ تاریخ کو بھی مدنظر رکھیں پھر بات کریں۔

جناب والا! اب یہ بات کر رہے ہیں مقدمات کی۔ تو اگر اس ملک میں یہ قانون ہو جائے کہ اگر کوئی آدمی سیاسی ڈاکہ مارے یا خزانے کو لوٹے' اس کا حساب کتاب کوئی نہیں۔ تو پھر accountability کو ختم کر دیں۔ accountability کیوں ہے؟ یہ تو قدرت کا بھی فلسفہ ہے کہ قیامت کے دن بھی آپ کی accountability ہو گی۔ آج ارباب اختیار اگر embezzlement کرتے ہیں تو They are accountable. sir wrong is always wrong whenever it is committed, sir تو اس لیے accountability بالکل ہونی چاہیے۔ باقی جہاں تک یہ بحث ہے تو یہ اس میں مذاکرات کریں۔ یہ اس میں پھر طے ہو جائے گا۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب سپیکر، کھوسہ صاحب۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، سید ناظم علی شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ ۹۰ء میں اس اسمبلی کے ممبر تھے۔ میں اس کی تصحیح کرنا چاہتا ہوں کہ سید ناظم علی شاہ صاحب ۹۰ء میں اس اسمبلی کے ممبر نہیں تھے۔ جس کارروائی کا وہ ذکر کر رہے ہیں وہ پتا نہیں کس پہلے سال کی ہو گی۔ بہرحال ۹۰ء میں اس ہاؤس کے وہ رکن نہیں تھے۔

جناب سپیکر، ۸۸ء میں ہوں گے۔

وزیر بلدیات، جناب! ان کو بادام کھلائیں۔ ۶ اگست ۹۰ء کو اسمبلی ٹوٹی تھی۔ ۹۰ء کا بجٹ اس اسمبلی

میں پاس ہوا تھا اور میں اس کا ممبر تھا۔ ان کو ذرا بادام کھلائیں اور بادام روغن کی بھی مالش کر دیں تو اچھا ہو گا۔ (قہقہے)

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ بھیجیں ناں آپ تحفہ۔ آپ جب بھیجتے ہیں موتیے والا شربت بھیج دیے دیتے ہیں۔ اس مرتبہ آپ بادام بھیجیے۔ (قہقہے)

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! جب ۹۰ء کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو ۹۰ء میں نئی اسمبلی منتخب ہو کر آئی تھی اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جس کا بجٹ میں نے پیش کیا تھا اس سے پہلے اگر کوئی بجٹ تھا تو اس وقت میں فنانس منسٹر نہیں تھا۔

جناب سپیکر، بہرحال انھوں نے جو وضاحت کی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ۹۰ء میں بھی تھے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، دوسری بات یہ کہہ رہے ہیں کہ چوری 'ڈاکے اور اس طرح کی جو وارداتیں ہیں اس پر احتساب نہ کیا جائے۔ تو اس ہاؤس کے اندر ٹریژری بنچز کے اوپر سے ٹریژری ممبر نے کھڑے ہو کر ان کے وزراء پر بدعنوانیوں کا اور رشوت کا الزام لگایا ہے۔ ان کے اپنے ذمہ دار ارکان نے فلور آف دی ہاؤس پر الزام لگایا ہے۔ کیا آپ ان کی یہ تحقیقات کروانے کے لیے تیار ہیں؟ کیا آپ ان کے خلاف یہ کارروائی کرنے کے لیے تیار ہیں؟ ان کے اپنے ٹریژری ممبرز نے کہا ہے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (رانا آفتاب احمد خان)، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی آفتاب صاحب۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب سپیکر! میں صرف ایک فقرہ کہنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، دیکھیے! یہ آفتاب صاحب کا اس مسئلے پر آخری پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ اس کے بعد میں ظفر علی شاہ صاحب کو وقت دینا چاہتا ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب سپیکر! صرف ایک فقرہ سن لیں۔

جناب سپیکر، اچھا' اس کے بعد ایک فقرہ بھی سن لیں گے۔ جی۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، جناب سپیکر! میں آنریبل ڈپٹی لیڈر آف دی اپوزیشن کو یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کم از کم جب کوئی بات کریں تو اپنے ممبرز کو confidence میں لے لیں۔ آپ نے یہاں پر ستمبر میں ایک assurance دی تھی کہ ڈویلپمنٹ فنڈز دیے جائیں گے اور آپ کی assurance اور گورنمنٹ کی پالیسی کے مطابق ہر constituency میں فنڈز دیے جا رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ۸۰ % اپوزیشن کے ایم پی ایز کے فنڈز جا چکے ہیں ۔ (نعرہ ہائے تحسین) اس کے علاوہ ادھر جو ممبر بیٹھے ہیں وہ اس چیز کا خود کہہ سکتے ہیں۔

معزز ممبران حزب اختلاف ، یہ جھوٹ ہے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، یہاں جھوٹ کی بات نہیں ہے۔ میں فلور آف دی ہاؤس یہ چیز کہہ رہا ہوں۔ Kindly have the patience to listen -

میاں عمران مسعود ، آپ لسٹ دے دیں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، آپ کو لسٹ کل دے دی جائے گی۔ اگر یہ بات ہے تو آپ کو لسٹ بھی مل جائے گی ۔ یہ غلط بات ہے۔ میں فلور آف دی ہاؤس کہہ رہا ہوں۔ responsible as a Minister P&D کہہ رہا ہوں کہ جن کی files جو criteria کے مطابق ہیں ہم اس کا کرتے ہیں۔ اگر ٹریژری بنچز کے ممبرز کی بھی سکیمز criteria پر نہیں آتی ہیں تو اس کو میں نہیں کہتا ہوں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی ایم پی اے کہتا ہے کہ یہاں پر میں carpetting کروانا چاہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا ایل ڈی اے سے آپ این او سی لیں تاکہ یہ پہلے بنی نہ ہو اور بعد میں بھی نہ بنی ہو۔ ہم اپوزیشن کو فنڈز باقاعدہ دے رہے ہیں۔ اگر یہ ہوتا تو ان کو S.A.P کے فنڈز بھی روک سکتے تھے۔ گورنمنٹ کی یہ پالیسی بڑی واضح ہے کہ ہم نے اپوزیشن اور گورنمنٹ کو برابر کے فنڈز دینے ہیں۔

جناب سپیکر ، آپ کوئی ایک دو نام لے سکتے ہیں جنھیں فنڈز دیے گئے ہیں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، یہ خود کھڑے ہو کر کہہ دیں جن کو ملے ہیں۔ یہ خود کیوں نہیں کہتے جن کو ملے ہیں۔ تابش الوری صاحب کھڑے ہیں ان کو ملے ہیں۔ چودھری اقبال صاحب ہیں۔ ظفر علی شاہ صاحب ہیں۔ عمران مسعود صاحب کہہ دیں۔ ایس اے حمید صاحب ہیں۔ کن کو فنڈز نہیں ملے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

سید تابش الوری ، مسئلہ ۹۳-۹۴ء سے متعلق ہے جس کے متعلق یقین دہانی کرائی گئی تھی۔ جس کے متعلق وزیر اعلیٰ نے اپنی بجٹ تقریر میں اعلان کیا تھا۔ جس کے متعلق آپ کی صدارت میں ایک کمیٹی بنائی گئی تھی۔ جس کے متعلق یہاں پر سینئر منسٹر نے اعلان کیا تھا کہ ہر حلقہ انتخاب میں بلا امتیاز 1993-94ء کے دوران پچاس لاکھ روپے کے ڈویلپمنٹ فنڈز دیے جائیں گے۔ اس میں سے ایک پیسے کا فنڈ بھی نہیں دیا گیا۔۔۔

جناب سپیکر ، اس سال مل رہے ہیں۔

سید تابش الوری ، وہ آگر نہیں کی گئی۔ اب یہ ۹۵-۹۴ء میں کیا شکل ہے؟ یہ الگ بحث ہے۔ ۹۵-۹۴ء میں یہ کیا کر رہے ہیں؟ نہ اس کا یہاں وعدہ ہوا ہے۔ نہ یہاں یہ زیر بحث ہے۔

جناب سپیکر ، جو مل رہا ہے اس کا ذکر نہیں ، جو نہیں مل رہا اس کا ذکر ہے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، جناب سپیکر! ۹۳-۹۴ء میں S.A.P کے چھ چھ سکول ، واٹر سپلائی ، ڈرینج سکیم سب ملی ہیں ، shelterless کے پیسے ملے ہیں اور اس دفعہ بھی سب کو مل رہے ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتا۔ ان کو کل پھر advices کی کاپی دے دی جائے گی۔

جناب سپیکر ، آپ ہاؤس میں باقاعدہ فہرست پیش کر دیں۔ جی ، میں وصی ظفر صاحب کا ایک فقرہ سننا چاہتا ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! میرا سوال یہ تھا کہ یہ آرٹیکل 54(3) موجود تو ہے But this is the misuse of that article یہ اس پر بات کریں کہ How it is not misuse میں کہتا ہوں کہ This is misuse of that article.

جناب سپیکر ، آپ کا پوائنٹ یہ ہے کہ یہ آرٹیکل 54 کو misuse کر رہے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جی misuse کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر ، ٹھیک ہے جی۔ جناب ظفر علی شاہ صاحب ۔ (قطع کلامیاں) Please I call the House ------- to order.

جناب سپیکر ۔ سید ظفر علی شاہ صاحب ۔

سید ظفر علی شاہ ۔ جناب سپیکر ۔ جس وقت اس معزز ایوان کے معزز رکن ------(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، .I call the House to order سید ظفر علی شاہ نے requisition کے بارے میں

point اٹھایا--- شاہ نواز صاحب ۔ .I call the House to order

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر ! جس وقت اس معزز ایوان کے معزز رکن نے requisition کے بارے میں point اٹھایا آپ کی سنجیدگی سے میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ آپ اور یہ ہاؤس واقعی بڑے عرصے کے بعد ایک constitutional rule پر بات کرنا چاہتا ہے لیکن افسوس سے کہا جاتا ہے کہ جب میری باری آئی اس کو کس طرح divert کیا گیا لیکن میں اس معزز ایوان کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔

جناب سپیکر میں عرض یہ کر رہا تھا کہ ۹۴-۱۹۹۳ میں ایک مخصوص سازش کے تحت آئین اور آئین کے ان حقوق کو جو لوگوں کو اور جو اسمبلیوں کو اور جو سپیکر صاحبان کو حاصل ہیں وہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ان سے لیے جا رہے ہیں چھینے جا رہے ہیں اور misuse کرائے جا رہے ہیں۔ جناب سپیکر! میں اس طرف بھی نہیں جانا چاہتا اور نہ میں آپ کا وقت ضائع کرنا چاہتا ہوں کہ نیشنل اسمبلی کے سپیکر کی رولنگ جو کہ انہوں نے رول ۹۰ کے تحت دی میں اس کی طرف بھی نہیں جانا چاہتا ڈپٹی سپیکر کی رولنگ کی طرف بھی میں نہیں جانا چاہتا سینٹ کے چیئرمین کی طرف بھی نہیں جانا چاہتا یہ حوالہ میں صرف اس لیے دے رہا ہوں کہ یہ ساری باتیں inter-connected ہیں آپ ان کو الگ نہیں کر سکتے آپ ان کو national affairs اور پولیٹیکل معاملات سے الگ نہیں کر سکتے کہ نیشنل اسمبلی کے سپیکر کی رولنگ سے ہم آنکھیں بند نہیں کر سکتے چیئرمین سینٹ کی رولنگ سے ہم آنکھیں بند نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس سپیکر سے جو کہ سرحد اسمبلی کا پہلا سپیکر تھا قطع نظر اس سے کہ اس پر مختلف لوگوں کے مختلف خیالات ہیں لیکن اس سپیکر کی ایک رولنگ نے بھی --- یہ رولنگ ٹھیک تھی یا غلط تھی میں آپ کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا اس سے بھی یہ crisis پیدا ہوا تھا اور آج پھر یہ سرحد سے چلتے چلتے پنجاب میں پہنچ گئی اور مجھے یہ پتا تھا کہ یہ پہنچے گی اور یہ کس انداز سے پہنچے گی جناب سپیکر! کس طرح سرحد میں پاکستان میں اور پنجاب میں آئین کو اس متبرک اور مقدس کتاب کو------ جس مقدس کتاب کو میں سو دفعہ چوموں میں سمجھتا ہوں پھر بھی کم ہے اور یہ وہ مقدس کتاب اور یہ وہ مقدس سیاسی ضابطہ جس کا سہرا اس وقت کی حکومت کو اور اس وقت کے لیڈر جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کو ہے اور یہ ۱۹۷۳ کی حکومت کا سہرا ہے۔ اور

اس وقت کے politicians حضرات کو یہ سہرا جاتا ہے مگر آج افسوس سے کہا جاتا ہے کہ اس کے کمزور ذہن دوست آج اس آئین کو اس مقدس کتاب کو آکسفورڈ یونیورسٹی اور پکی روٹی سے شکست دینے کی کوشش کر رہے ہیں میں ان کے دماغ پر آفرین جاؤں اور آفرین جاؤں ان کی نیتوں پر اور میں جب تعداد کے حوالے سے بات کر رہا تھا میں اس لیے عرض کر رہا تھا چونکہ جناب سپیکر! اس آئین میں جہاں پر بہت سی باتیں اور جس کے زور پر ساری کی ساری وفاقی پاور اور صوبائی پاور اسی کتاب سے نکلتی ہے وہاں پر چند Chapter چند Articles ایسے ہیں جو کہ حزب اختلاف کو مہیا ہیں چند رعایتیں اور چند پاورز ایسی بھی ہیں جو سپیکر صاحبان کو ہیں مگر وہ آنکھ میں کھٹکتی ہیں اس لیے کہ تعداد بڑھ گئی ہے اور جناب میں تعداد پر اس لیے بات کر رہا تھا آج اگر ہماری یہ تعداد پچاس کے قریب ہوتی ہم سڑک پر اپنا سینہ کوبی کر سکتے تھے مگر شاید آپ کی ان پاورز کا فائدہ نہ اٹھا سکتے شاید ہم اس کتاب کا فائدہ نہ اٹھا سکتے لیکن آج عوام کے mandate سے ---- میں اس لیے بھاری کا لفظ استعمال کر رہا تھا انہوں نے پتہ نہیں کیا سمجھا کہ میں شاید ان کی اپوزیشن کو کوئی condemn کر رہا ہوں آج یہ وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتوں کی آنکھوں میں حزب اختلاف کی یہ تعداد کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے کہ یہ ہر دوسرے دن requisition بلا لیتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں پہلے آپ سے لیگل بات کر لوں کہ ہم law makers ہیں لاء کی interpretation کرنا یہ ہمارا کام نہیں ہے اور اس میں تازہ ترین مثال یہی دی جا سکتی ہے جو کہ نیشنل اسمبلی میں ہو رہا ہے اور اس لیے آئین میں اٹارنی جنرل اور ایڈووکیٹ جنرل کی provision رکھی گئی ہے اسی لیے نہ صرف پرووپژن رکھی گئی ہے ان کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنے اپنے ایوانوں میں بیٹھ سکتے ہیں وہ debates میں حصہ لے سکتے ہیں اور نہ صرف یہ بلکہ آئین میں ایک اور پرووپژن ہے جس کے مطابق صدر جب کبھی سمجھے کہ کسی بات پر ambiguity ہے تو interpretation کے لیے اعلیٰ عدالتوں سے رجوع کر سکتا ہے۔ جناب سپیکر جو میں بات کر رہا تھا اور جو political and constitutional ہے۔ سرحد میں کیا ہوا ہے اور اس کے اثرات اور جراثیم آہستہ آہستہ پورے ملک میں سرایت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ جناب سپیکر۔ وہاں پر کیا ہوا اسمبلی چل رہی تھی اسمبلی prorogue ہوئی اور prorogue ہونے کے پانچ منٹ کے بعد وہاں کے گورنر نے جو سنٹر کا نمائندہ ہے اڑھائی مہینے کی لمبی تاریخ دے کر اجلاس طلب کر لیا کیونکہ اس کو پتہ تھا

اور وفاق کو پتہ تھا اور ان ذہنوں کو پتہ تھا کہ میں اس طرف اشارہ کر رہا ہوں جو اس ملک میں پارلیمانی سسٹم کو نقصان دینے اور نقصان کرنے پر در پے ہیں انہیں پتہ تھا کہ اپوزیشن کی تعداد پھر زیادہ ہے اور یہ پھر requisition دے دیں گے اور وہی ہوا اپوزیشن نے requisition دے دی اور جناب سپیکر! آج اس requisition کا کیا حشر ہے کہ آج سپیکر with due respect to that Speaker کو کس طرح misuse کیا جا رہا ہے اور وہی ہتھیار یہاں پر استعمال کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اس سپیکر نے اجلاس طلب نہیں کیا اس سپیکر نے اس گورنر کی اس طلبی نے اڑھائی مہینے یا تین مہینے بعد اجلاس طلب کر لیا اور بات آڑے کیا آ گئی کہ جی اجلاس طلب ہوا ہوا ہے اس کی تاریخ پڑی ہوئی ہے ۱۹ اکتوبر یا ۱۹ ستمبر یا روزوں کے بعد یا بقر عید کے بعد ۔ مطلب کیا ہوا کہ آئین کو defeat دی گئی جناب والا آئین اس طرح defeat نہیں کھایا کرتے اس طرح ملکوں میں بحران تو پیدا ہو جاتے ہیں ملک میں crisis تو پیدا ہو جاتے ہیں ملک میں constitutional crisis تو پیدا ہو جاتے ہیں جس کا خمیازہ موجودہ generation بھی اٹھاتی ہے اور آنے والی generation بھی اٹھاتی ہے جناب سپیکر! آج سرحد کی اسمبلی کے دروازے پر تالا لگا ہوا ہے سپیکر نے اس requisition پر عمل نہیں کیا اس لیے کہ وہ غلط فہمی سے اس بات کو سبوتاژ کرتی تھی یہ تو جب کبھی interpretation ہو گی جب کبھی یہ بات عدالت عظمیٰ یا عدالت عالیہ میں جائے گی تو یہ بات clear ہو جائے گی ۔

جناب سپیکر! میں حزب اقتدار کے ٹریژری بنچز سے کہتا ہوں کہ اس طرح نہ کریں اسطرح نہ کریں کل کو آپ کی بھی اپوزیشن آ جائے گی۔ آپ کی نہیں آ جائے گی؟ کل آپ کی نسلوں میں اور ہماری نسلوں میں آ جائے گی آپ نے کیوں بیڑہ اٹھایا ہوا ہے کہ ہر دفعہ آئین کو پیر تلے ------ جیسے کہا جاتا ہے قانون کی اپنی کوئی زبان نہیں ہوتی قانون بالادست بھی ہے لیکن مظلوم بھی ہے چونکہ کتاب میں لکھا ہوتا ہے اگر میں اس کا احترام کروں جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ میرے لیے بہت مقدس کتاب ہے جس طرح مذہبی لحاظ سے میرے لیے میری اپنی وہ کتاب جو کہ میرے دین سے تعلق رکھتی ہے اور میرے اللہ سے تعلق رکھتی ہے اس طرح سے یہ کتاب میرے پولیٹیکل معاملات میرے state of affairs میں میرے لیے مقدس ہے اور اگر میں اس کو کچھ نہ سمجھوں کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے اور میں اس کو ٹھوڈا لگا کر باہر پھینک دوں اور جناب والا!

اگر کوئی عقل والی گورنمنٹ ہو گی تو میرا خیال ہے وہ میرے خلاف مقدمہ بھی بنا دے گی اس میں high treason بھی لکھا ہوا ہے جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح Constitution کو divert کرنے کی subvert کرنے کی کوشش قوم کے حق میں نہیں ہے میرے فاضل دوست نے یہ کہا ہے اور اس کا جو حوالہ Preamble کو پڑھ کر دیا ہے اس Preamble سے کس کو اختلاف ہے یہ کوئی اختلاف کی بات ہے جناب والا Preamble میں جو کچھ لکھا ہے اس سے کوئی اختلاف نہیں اور جو کچھ لکھا ہے اس کی انھوں نے interpretation آکسفورڈ یونیورسٹی سے ---

------ جناب والا! یہ ہے ہماری ڈیمانڈ ' اور جناب ہماری ڈیمانڈ اور requisition کا کس نے فیصلہ کرنا ہے؟ جس وقت اپوزیشن requisition کرتی ہے اور اپوزیشن کے ۶۲ اراکین کے ذہن میں ہے کہ وہ ڈیمانڈ کیا ہے اور جناب سپیکر! اس ڈیمانڈ کے بارے میں آپ اپنا سابقہ ریکارڈ اٹھالیں کہ ہر دفعہ ہماری اس ڈیمانڈ کو اور ہماری اس requisition کو کس طرح سبوتاژ کیا گیا کیا ہم لاء اینڈ آرڈر پر بات نہ کریں اور جناب سپیکر اس میں law maker کی یہ منطق ہے یہ اس میں فلسفہ ہے کہ کیوں۔ اور یہ کہیں بھی نہیں لکھا ہوا کہ ۶۲ اراکین صرف حزب اختلاف کے ہو سکتے ہیں کل ان کے بھی ہو سکتے ہیں اور جناب والا! عجیب اتفاق ہے کہ ان کے لیڈر آف دی ہاؤس کا majority party سے تعلق نہیں ہے کل اس کی نیت خراب ہو جاتی ہے اور وزیر قانون سمری نہیں بھیجتا کیونکہ وزیر قانون بھی اس کا اپنا ہے وصی ظفر صاحب ہوتے تو شاید وہ اس سے بغاوت کر کے بھی سمری بھیج دیتے کل سمری نہیں جاتی اجلاس نہیں بلایا جاتا تو جو گورنمنٹ کے ممبران ہیں ان کا بھی حق ہے وہ بھی ۶۲ کے دستخط کر کے اجلاس بلا سکتے ہیں جناب سپیکر اس طرح defeat نہیں دیا کرتے۔ اور اگر بہت شوق ہے اور جس طرح جناب نے کہا ہے کہ سندھ میں یہ مسئلہ پیش ہوا ہوا ہے تو جناب اگر یہاں اس پر debate کرنی ہے---ویسے جناب ہمیں پتہ تھا ہم mentally prepare تھے ہم بڑے عرصے سے سن رہے ہیں جناب سپیکر کیا یہ سوچا جا سکتا ہے کہ پنجاب کا یہ politician پانچ سو یا چار سو یا تین سو روپے کے لیے requisition کرے گا۔ ہم ملکی معاملات پر سنجیدہ ہیں۔ یہاں پر لیڈر آف اپوزیشن کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اپوزیشن ممبران کے ساتھ کیا ہو رہا ہے یہ ترقیاتی فنڈز کی بات کرتے ہیں۔ جب وہ معاملہ زیر بحث ہو گا تو اس پر بھی ہم بات کریں گے۔ میں ایوان کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ فی الحال میں requisition کی بات پر ہی عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: انھوں نے ایک خاص لفظ استعمال کیا ہے misuse of Article 54(iii)

سید ظفر علی شاہ: اب اس کا فیصلہ کس طرح کرنا ہے۔ کیا ایک سو منتخب ممبران کے ریکوزیشن کرنے کے فیصلے کے بارے میں ایک معزز ممبر نے سوچ لیا کہ ہم misuse کر رہے ہیں۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ وہ خزانے کو misuse کر رہے ہیں، وہ misuse کر رہے ہیں اپنی پاورز کو، وہ misuse کر رہے ہیں بیورو کریسی کو ۔ یہ ہم بھی کہہ سکتے ہیں ۔ لیکن جناب سپیکر! ریکوزیشن کرنے والے نے فیصلہ کرنا ہے کہ اس کے ذہن میں کیا ہے اور ہر دفعہ کلیئر کلین ہینڈز کے ساتھ آپ کے پاس آئے ہیں اور یہ چیخ پڑتے ہیں اس لیے کہ ان کی لاء اینڈ آرڈر پر گرفت ڈھیلی ہے۔ ان کی گرفت ڈھیلی ہے ایڈمنسٹریشن پر ۔ ان کی گرپ ڈھیلی ہے قیمتوں پر ۔ باہر خریدار چیخ رہا ہے جس وقت وہ پچاس روپے کلو کے ٹماٹر لیتا ہے۔ یہ برداشت نہیں کر سکتے۔ ان کو پتا نہیں ہے اس لیے یہ بات نہیں سن سکتے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ misuse کر رہے ہیں۔ ہم صحیح use کر رہے ہیں اور آئین نے جو ہمیں حق دیا ہے اور قوم نے جو ہمیں mandate دیا ہے دنیا کی کوئی طاقت اسے ہم سے نہیں چھین سکتی۔ اس لیے جناب سپیکر! اگر ان کو یا جناب کو اس بات پہ debate کرنے کا شوق ہے۔ مجھے تو خطرہ یہ ہے کہ یہ آپ کو بھی misuse کر جائیں گے، آپ کوئی غلط رولنگ دے جائیں گے اور ایک الگ Precedent مرتب ہو جائے گا۔ جناب سپیکر! میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ vigilant رہیں ۔ کوئی بہت خفیہ ذہن سپیکر کے پیچھے لگا ہوا ہے ۔ جناب سپیکر! ان کی باتوں میں نہ آئیں اور اگر ان کو شوق ہے تو ایڈووکیٹ جنرل کو کل بلالیں۔ ان سے پوچھیں۔ بہت شوق سے resolution move کریں۔ ہم اس کو پاس کرتے ہیں کہ اس ریفرنس کو صدر کے پاس بھیجیں اور صدر کو کہیں کہ وہ اس کو higher judiciary کو بھیجیں۔ اس پر اس کا فیصلہ لے لیں۔ ہم اس بات سے نہیں بھاگتے ۔ ان کی طبیعت خوش ہو جائے گی ۔ ان کو پتا چل جائے گا کہ ریکوزیشن کا فلسفہ کیا ہے۔

جناب سپیکر ۔ آپ تشریف رکھیں۔ میاں منظور احمد موہل صاحب میری خصوصی درخواست پر اپنی رائے سے مطلع فرمائیں ۔ میں ارکان اسمبلی سے درخواست کرتا ہوں کہ توجہ سے آپ کی بات سنیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر، آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ لیکن اس سے پہلے میں یہ عرض کر دوں کہ میں اس سیٹ سے بطور ممبر بول رہا ہوں۔ یہاں میں سپیکر یا ڈپٹی

سپیکر کی حیثیت سے نہیں بول رہا۔ میں بطور ممبر اپنے خیالات کا اظہار کر رہا ہوں ۔ میرے خیال میں وہ کسی کے لیے موزوں بھی ہو سکتے ہیں اور کسی کے خلاف بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن میں دیانتدارانہ رائے کا اظہار کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب والا! وصی ظفر صاحب کو بھی میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک سنجیدہ اور ایک آئینی نکتہ اس ایوان میں لا کر بحث کا آغاز کیا ہے۔ میں حزب اختلاف کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ اس نے اس میں سنجیدگی سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ سید تابش الوری اور ظفر علی شاہ صاحب نے آئین اور رولز کے مطابق اپنا نقطۂ نظر بیان کیا ہے۔ جناب والا! میں گزارش یہ کروں گا کہ آئین اور رولز میں یہ provision ضرور موجود ہے بلکہ اتھارٹی ہے جبکہ کئی ممالک میں اس کی provision نہیں ہے ۔ اور نہ ہی وہاں لیجسلیچرز اور آئین ساز اداروں کو یہ اختیار حاصل ہے ۔ یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ ہم اپنے ہی خیالات پر قدغن کیوں لگائیں۔ میں اس بات سے سو فیصد اتفاق کرتا ہوں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آپ نے misuse of powers کی جو بات ابھی کی ہے کہ ریکوزیشن کا مقصد کیا ہے ۔ اور وہ کب استعمال کیا جائے اور کس طرح استعمال کیا جائے' اب ظفر علی شاہ صاحب نے بھی بات بالکل ٹھیک کہی ہے کہ mind کو کیسے read out کیا جائے کہ ان کا مقصد کیا ہے وہ کیوں اجلاس بلانا چاہتے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے ۔ تو جناب والا! یہاں یہ جو بار بار ریکوزیشن آتی رہی ہے ' ہم ایک زندہ انسان ہیں' عقل رکھتے ہیں ' اللہ تعالیٰ نے ہمیں سوچنے سمجھنے کی توفیق دی ہے ۔ ہم یہ دیکھ رہے ہیں یہ کیسے آتی ہے اور کیوں آتی ہے اس کے پیچھے مقاصد کیا ہیں ۔ جناب والا! میں یہ برملا کہوں گا اور بلا خوف و خطر کہوں گا کہ یہ میرے ان فاضل اراکین کی اپنی رائے نہیں ہوتی' اس میں کوئی اور مقاصد بھی کارفرما ہوتے ہیں۔ وہ ایک پارٹی کے سمجھ لیجیے' اپنے قائد کے لے لیجیے ' ملکی حالات کے تابع سمجھ لیجیے ۔ اس تمام صورت حال میں یہ بات اٹھتی ہے جس سے یہ ایک مسئلہ پیدا ہوتا ہے ۔ یہ بھی آپ کو علم ہونا چاہیے-----

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! sorry for interruption ۔ میرے فاضل دوست ہیں تو میرے لیے قابل احترام۔ مجھے ان پر جو اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے جو یہ کہا ہے کہ ان کا یہ اپنا mind نہیں ہوتا۔ اس میں تھوڑی احتیاط کریں۔ ہم ادھار ذہن لے کر بات نہیں کرتے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں نے پہلے گزارش کی تھی کہ میری بات کسی کو ناگوار بھی

گزر سکتی ہے۔ یہ میرا اپنا نقطۂ نظر ہے ۔ ہو سکتا ہے یہ غلط ہو۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ میں جو بات کر رہا ہوں وہ سو فیصد درست ہو۔ یہ میرا اپنا نقطہ نظر ہے ۔ یہ غلط بھی ہو سکتا ہے ۔ یہ کوئی حدیث نہیں ہے یا سورۃ نہیں ہے۔ یہ تو ایک عام انسان کی ایک عام بات ہے۔ میرا یہ اپنا ایک نقطہ نظر ہے۔ اس سے دوستوں کو اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔ تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تو بات legislators کی یا law makers کی ہو کہ ان کو ایسی ضرورت ہے پھر اجلاس ریکوزیشن کیا جانا بالکل جائز ہے۔ اس میں کوئی دو آراء ہو نہیں سکتیں۔ اگر ان حالات کے باہر کوئی اور بات کارفرما ہے تو میرے خیال میں وہ بات misuse of powers میں آتی ہے بلکہ یہ آئین کا آرٹیکل ہے جس میں یہ اختیارات دیے گئے ہیں اس میں 1970ء کی قومی اسمبلی میں ان پر بحث ہوئی ہے ' لمبی چوڑی بحث ہوئی ہے۔ پانچ چھ ماہ تک بحث ہوئی ہے ' ایک ' ایک آرٹیکل پر بحث ہوئی ہے ۔ میری یہ بھی گزارش ہو گی کہ یہ جو آرٹیکل 54 ہے جس کے تابع یہ اختیارات ملے ہوئے ہیں وہ اس وقت کی قومی اسمبلی نے جو اس پر بحث کی تھی اس سے legislator کا mind آپ کے سامنے آئے گا کہ کیا مقاصد تھے اور کیوں یہ provision لائی گئی اور اس میں یہ باتیں ضرور آئی ہوں گی اس کے لیے بھی سیکرٹری اسمبلی کو کہوں گا کہ اس کو یہاں طلب کریں یا اس کی رپورٹ مانگیں تاکہ ہمارے سامنے یہ بات کھلے کہ legislator کو اس وقت اس کی legislate کرنے کی intention کیا تھی ' کیا ضرورت تھی ' کیوں ایسا کیا گیا تو میرے خیال میں ضرورت یہ تھی کہ اگر کوئی گورنر یا صدر اجلاس بلانے میں حالات ایسے ہو جائیں کہ اجلاس کا بلانا ضروری ہو لیکن حکومت وقت خواہ مخواہ بلانا نہ چاہے اس لیے یہ آرٹیکل رکھا گیا تھا تاکہ ممبران کی 1/4 تعداد جبکہ ہماری 62 ہے اگر وہ چاہتی ہے تو اجلاس ریکوزیشن کر سکتی ہے ۔ اگر حکومت اجلاس بلائے کہ اتنے دن پورے کرنے ہیں اگر ان کی violation کرتی ہے تو اپوزیشن کو حق حاصل ہے کہ وہ اجلاس کی ریکوزیشن دے۔ اگر حکومت اجلاس بلا رہی ہے اور اجلاس ہو رہے ہیں تو میرے خیال میں پھر خواہ مخواہ ریکوزیشن دینا جبکہ کوئی ضرورت نہ ہو مناسب نہیں ہے اور یہ بھی یہاں پر بات ہوئی ہے کہ ہمیں اپنے ایجنڈے پہ بولنے نہیں دیا گیا۔ ایسی کوئی بات پیدا کر دی گئی ۔ میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ کم از کم اس اسمبلی میں سپیکر صاحب نے قطعاً اس کو بلا ضرورت یا وہ محسوس کرتے ہوں کہ ہم نے اپوزیشن کو خراب کرنا ہے ہاؤس کو بالکل prorogue نہیں کیا۔ انھوں نے دیانتداری سے ہاؤس کو بلایا اور چلانے کی کوشش کی اگر کورم

پورا نہ ہو ۔ اگر کسی وجہ سے گورنمنٹ پارٹی بھی اسی طرح سے کرے تو وہ بھی میں کہوں گا کہ misuse ہوتا ہے ۔ کورم کی نشان دہی بھی آئینی حق ضرور ہے لیکن اگر ایسا مرحلہ ہو اور ہم نشان دہی نہیں کرتے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ نیک نیتی سے کام جاری رکھنا چاہتے ہیں ۔ جب وہ نشان دہی کی جاتی ہے تو اسی طرح right بن جاتا ہے ۔ لیکن بعض دفعہ کورم کی بھی غیر ضروری طور پر نشان دہی کی جاتی ہے۔ یہاں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک دفعہ کورم کی نشان دہی ہوئی ۔ گنتی کی گئی ۔ کورم پورا نہیں تھا ۔ ہاؤس کو adjourn کر دیا گیا ۔ پھر ہاؤس آیا ' پھر نشان دہی کر دی گئی ۔ کورم پورا تھا لیکن اس کے بعد دوسرے منٹ پھر یہ کہہ دیا گیا کہ کورم پورا نہیں ہے ۔ اس کو بھی میں کہوں گا کہ یہ misuse of power ہے ۔ کورم کی بار بار نشان دہی کرنا جبکہ اس کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ میرا اس میں نقطۂ نظر یہ ہے کہ جو ہماری مخصوص صورت حال ہے ' ملکی صورت حال ' باہر کی صورت حال ' اپوزیشن اور گورنمنٹ کا clash ' اس تمام صورت حال کو جب ہم دیکھتے ہیں تو اس وقت یہ صورت حال یہاں پر پیدا ہوتی ہے۔ اگر وہ نہ ہوتی تو شاید اجلاس کی ریکوزیشن کرنے کی ضرورت نہ پیدا ہوتی ۔ اب ایک اور بات میں کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ چودہ دن پہلے ' چودہ دن بعد گرفتار ارکان کو واپس بلایا جائے ' سپیکر ان کو اجلاس میں لائے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بھی ضرورت ہو ۔ اس لیے بھی اجلاس کی ریکوزیشن دی جاتی ہو ' ہو سکتا ہے کہ گرفتاریوں کا مسئلہ بھی ہو لیکن میرے ذہن میں جو بات کھٹکتی ہے میں اس کو برملا کہنا چاہتا ہوں اور میرے اپوزیشن کے دوست اسے صبر سے سنیں ۔ جناب والا ! اس ملک میں قوم نے تقریباً ایک فیصلہ دیا ہے اور اس طرف قوم جا رہی ہے ۔ وہ ہے two party system ۔ اس ملک میں یہ نظام آ رہا ہے ۔ پیپلز پارٹی کا ایک ووٹ بینک ہے اور ایک اس کے anti پیپلز پارٹی ووٹ بینک ہے ۔ یہ بات ماننی پڑے گی ۔ 1970ء سے یہ بات چلی آ رہی ہے ۔ اب جناب پیپلز پارٹی کا جو ووٹ ہے --- یہ میری اپنی رائے ہے کسی کو پریشان بھی کر سکتی ہے ۔ پیپلز پارٹی کا جو ووٹ ہے وہ ذوالفقار علی بھٹو کی خدمات' اس کا پھانسی پر چلے جانا ' ملک کے لیے اس نے ایک مرد آہن کی طرح پھانسی کا پھندا قبول کر لیا لیکن اس نے کوئی معافی نہ مانگی ' کوئی استعفےٰ نہ دیا ' کوئی ملک سے باہر جانے کا فیصلہ نہیں کیا ۔ اور اس نے پھانسی کے پھندے کو چوم لیا ۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بات بھی لوگوں کو مجبور کرتی ہو کہ اس شخص کو ووٹ دینا چاہیے۔ اس کے بعد بے نظیر یہاں آئی ۔ اس کی کوشش ' اس نوجوان لڑکی نے

جمہوریت کے لیے اس وقت جو کردار ادا کیا' وہ جو غیر ممالک میں پھرتی رہی ' اس نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو آئین اور قانون کے خلاف ہو۔ اس نے جمہوریت کے لیے بڑی کوششیں کیں۔ وہ اس ملک میں آئی ' الیکشن ہوئے اور یہی وجہ ہے کہ دو دفعہ اس قوم نے اسے وزیراعظم منتخب کیا۔ اب ایک بات جو میں نے کہی ہے کہ ایک پیپلز پارٹی کا anti ووٹ ہے ' شروع سے ہے ' 1970ء سے ہے بلکہ یہ کہوں گا کہ پیپلز پارٹی کا زیادہ سے زیادہ ووٹ 33 فیصدی ہے یا 35 فیصد ہو گا اس سے زیادہ نہیں ہے۔ باقی ووٹ زیادہ ہے اگر وہاں اکٹھا ہو جائے جس طرح 1990ء میں ہوا تھا تو آئی جے آئی جیت گئی۔ جب علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے ' split ہوتا ہے تو پیپلز پارٹی جنگ جیت جاتی ہے۔ 1990ء میں جو الیکشن ہوا ہے میں اس کو منصفانہ الیکشن نہیں کہتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو بھی حکومت الیکشن کرائے گی میں اس کو منصفانہ الیکشن تصور نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کے اپنے مقاصد ہوتے ہیں ' انہی کے ممبران اپنے علاقے میں منسٹر ہوتے ہیں ' وہی چیف منسٹر ہوتے ہیں ' وہی الیکشن لڑ رہے ہوتے ہیں ' ان کے پاس مراعات کا ایک بڑا پیکیج ہوتا ہے ' وہ نوکریاں دیتے ہیں ' وہ ڈویلپمنٹ دیتے ہیں اس لیے اس پارٹی کو مراعات حاصل ہو جاتی ہیں۔ اس کو میں دھاندلی نہیں کہتا بلکہ یہ سب سے بڑا دھاندلا ہے۔ اگر اس طرح کے الیکشن ہوں جس میں ایک پارٹی کو اتنی مراعات حاصل ہوں اور دوسری پارٹی اپوزیشن کو کچھ بھی مراعات حاصل نہ ہوں جیسا کہ 1990ء میں ہوا۔ بے نظیر کے خلاف ریفرنسز دائر کیے گئے ' آصف زرداری کو جیل میں ڈال دیا گیا اور پھر الیکشن کروا دیے گئے۔ اس وقت تو پھر آئی جے آئی نے جیتنا ہی تھا اور وہ جیتی۔ ٹھیک ہے ہم مان گئے۔ کام ہوتا رہا لیکن پھر غلام اسحاق خان اور ان کی جنگ کے بارے میں سب لوگ جانتے ہیں۔ میں دہرانا نہیں چاہتا کہ وہ کیا ڈرامہ ہوا ' کس طرح اسمبلیاں غائب ہوئیں یہ آپ سب کے علم میں ہے۔ لیکن جناب 1993ء کے الیکشن کو میں منصفانہ الیکشن قرار دیتا ہوں۔ کیوں؟ وہ اس لیے کہ وہ برابر کی حیثیت سے ہوئے ہیں۔ کسی پارٹی کا کوئی آدمی وزیر نہیں تھا۔ کوئی جھنڈا لہرا کر علاقے میں نہیں پھر رہا تھا۔ سب کو یکساں مراعات حاصل تھیں۔۔۔۔۔۔

بادشاہ میر خان آفریدی، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی فرمائیں۔

بادشاہ میر خان آفریدی، جناب سپیکر ! میں آپ کی وساطت سے منظور موہل صاحب کے جذبات کی

قدر کرتے ہوئے یہ سوال پوچھتا ہوں کہ بقول ان کے کہ جب 1990ء کا الیکشن دھاندلی والا الیکشن تھا تو یہ بھی اس وقت آئی جے آئی کے ٹکٹ پر منتخب ہوئے تھے تو اس وقت انہیں اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق اس سیٹ کو قبول نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ان کا تو یہ ہے کہ پھل کھلتے وقت میٹھا میٹھا کھا لیا اب کڑوا وقت ہے تو تھو تھو کرنے لگے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل، میں اس پر اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میں اس کا جواب دینے کا حق محفوظ رکھتا ہوں۔ پھر کسی وقت میں اس کا جواب دوں گا لیکن اس وقت نہیں۔ کیونکہ اس وقت ایک سنجیدہ بحث ہے۔ اور میں اس طرح کی بات نہیں کرنا چاہتا۔ تو جناب والا ! میں عرض کر رہا تھا کہ 1993ء کا جو الیکشن ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ایک ایسی حکومت تھی جو غیر جانبدار تھی، جو وزیر اعلیٰ یا وزراء صاحبان تھے وہ سیاسی آدمی نہیں تھے۔ انہوں نے جو بھی الیکشن کرایا ہے دیانتداری سے کرایا ہے----

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، ایس اے حمید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر ! میں آپ کی وساطت سے میاں منظور موہل صاحب سے یہ بات پوچھنا چاہوں گا کہ ریکوزیشن کا اور اس political history کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

جناب سپیکر، بہت تعلق ہے۔ اگر تعلق نہ ہوتا تو میں انہیں خود ٹوک دیتا۔ آپ ان کی بات ذرا سنیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ بیٹھیں۔ میں نے رولنگ دے دی ہے اب آپ بیٹھ جائیں۔

بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی فرمائیں۔

بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا ! حقائق اور اعداد و شمار کو درست رکھنے کے لیے میں میاں منظور موہل کی خدمت میں آپ کی وساطت سے گزارش کرتا ہوں کہ 1993ء کے الیکشن میں بھی پاکستان مسلم لیگ نے میاں نواز شریف کی قیادت میں پیپلز پارٹی سے 11 لاکھ 75 ہزار 731 ووٹ زیادہ لیے ہیں۔ اور سب سے بڑی جماعت کی صورت میں مسلم لیگ نواز گروپ سامنے آیا ہے۔ جناب والا! یہاں بے نظیر یا بھٹو کا نام لینے سے عوام کے ذہن نہیں بدلیں گے۔ جب آپ اس فلور پر کھڑے ہوتے

ہیں تو انصاف کی بات کریں۔ اگر بھٹو کا نام لیتے ہیں تو قائد اعظم کا نام بھی لیں۔ اگر بے نظیر کا نام لیتے ہیں تو میاں نواز شریف کا نام بھی یہاں لینا پڑے گا۔ اور ہمیں کہنا پڑے گا کہ وزیراعظم نواز شریف۔

جناب سپیکر: یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ I rule it out ۔ میں ایک مرتبہ پھر ارکان اسمبلی سے کہتا ہوں کہ legal legislative بحث ہو رہی ہے۔ از راہ کرم گزشتہ سیشنوں کی طرح اس سیشن کا بھی وقت برباد نہ کریں۔ بحث کو آگے بڑھنے دیں۔ جی موہل صاحب۔ بادشاہ میر خان آفریدی صاحب آپ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! موہل صاحب نے اپنی تقریر میں پیپلز پارٹی کو ایک منضبط جماعت قرار دیا ہے اور ہماری طاقت کو بکھرا ہوا کہا ہے۔ مجھے اس بات پر اعتراض ہے۔

جناب سپیکر: آپ نہ تو میری بات سن رہے ہیں اور نہ ہی آپ نے موہل صاحب کی بات کو سنا ہے۔ وہ two party system کی بات کر رہے ہیں۔ آپ کی پارٹی کو ایک منصب، مقام دے رہے ہیں لیکن آپ سننا تو چاہتے نہیں ہیں۔ آپ بیٹھیں۔ پہلے ان کی بات سنیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی کھوسہ صاحب فرمائیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! ابھی آپ نے فرمایا ہے کہ موہل صاحب two party system کا ذکر کر رہے ہیں اور ہماری پارٹی کو ایک منصب دے رہے ہیں۔ آپ ٹیپ ریکارڈر چلوا کر سن لیں۔ موہل صاحب نے پیپلز پارٹی کے ووٹ بینک کا خاص طور پر پیپلز پارٹی کہہ کر ذکر کیا ہے لیکن کہیں مسلم لیگ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ جناب والا! یہ ہماری پارٹی کا ذکر نہیں کر رہے۔ ذاتی طور پر ان کے جذبات کبھی کسی پارٹی کے ساتھ تھے اور کبھی کسی پارٹی کے ساتھ لیکن میں اس میں نہیں جاتا-----

جناب سپیکر: آپ ذرا انہیں موقع دیجئے۔ شاید آگے چل کر ذکر کریں۔ انہوں نے بات تو two party system کی کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ انہیں بات کرنے دیں۔

میاں منظور احمد موہل: مجھے بات پوری کرنے دیں آپ کا سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ۔ جناب والا ! پہلے بھی جب یہاں سے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا گیا کہ یہ relevant نہیں ہے تو آپ نے اجازت نہیں دی ۔ جناب وصی ظفر نے اپنے پورے نکتہ اعتراض یا جس پوائنٹ پر وہ کھڑے ہوئے آئین کے سیکشنز کے حوالے سے یہاں پر تقریر کی ہے ۔ اب تک صرف ابتداء میں جناب موہل صاحب نے اپنا کچھ اظہار خیال کیا ہے ۔ باقی اب سیاسی تقریر کر رہے ہیں 90 کے الیکشن کا آج کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اس موضوع سے کوئی تعلق نہیں ۔ 1993 کے الیکشن کا اس موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ ویسے اگر آپ ہماری debate کا وقت ضائع کرانا چاہتے ہیں تو یہ آپ کی مرضی ہے ۔ ورنہ آپ سے میری درخواست ہو گی کہ اب 12.30 بج چکے ہیں تو پھر ہمیں آج کی debate کے لیے کل کا دن دیا جائے اور اسی طرح سے بالترتیب آگے بڑھا دیا جائے ۔

جناب سپیکر ، آپ محسوس کرتے ہیں کہ وقت ضائع ہو رہا ہے ؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جی اس طرح کی تقریر سے بالکل وقت ضائع ہو رہا ہے ورنہ اس طرح سے۔۔۔

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں ۔

میاں منظور احمد موہل (ڈپٹی سپیکر) ، جناب والا ' آپ کی بات ہو گئی ۔۔۔۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر ، جی خاکوانی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ، جناب والا ' میں ایک نہایت ہی سنجیدہ نکتہ آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا ' ابھی میاں منظور موہل صاحب نے فرمایا کہ جو وزیر اعلیٰ عبوری دور میں وزیر اعلیٰ ہو اور الیکشن میں بھی حصہ لے رہا ہو ۔ ظاہر ہے کہ وہ آنے والے الیکشن میں اثر انداز ہوتا ہے ۔ اب میں آپ سے قانونی وضاحت چاہوں گا کہ اگر آج میاں منظور احمد وٹو صاحب اس اسمبلی کو توڑنے کا ایک فرمان جاری کرتے ہیں تو 90 دن تک نئے الیکشن تک کیا عبوری وزیر اعلیٰ وہی ہوں گے ؟ اور اگر عبوری وزیر اعلیٰ وہی ہوں گے اور اسی طرح وفاق میں محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ اگر آج اسمبلی توڑ دیں اور اگلے الیکشن تک وہ وزیر اعظم ہوں تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے آئین کی وہ شق بھی

قابل غور ہے ۔ اور اس پر بھی debate ہونی چاہیے کہ وہ آنے والے الیکشن پر اثر انداز ہوں گی ۔ یا تو پھر ہمیشہ کے لیے یہ کر دیا جائے کہ ہر آنے والے الیکشن سے پہلے جو عبوری وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم ہیں وہ غیر جانبدار ہوں اور وہ الیکشن میں حصہ نہ لے رہے ہوں ۔ جناب والا ' اس قانونی نکتے پر بھی بحث ہونی چاہیے ۔

جناب سپیکر : ہو سکتا ہے کہ وہ اس پر بات کریں لیکن بہتر ہے کہ جو مسئلہ آج اٹھا ہے جس کی خاطر میں نے آپ کو بلایا ہے اس وقت اس پر بات ہو جائے ۔

میاں منظور احمد موہل (ڈپٹی سپیکر) : اگر یہ مداخلت نہ کرتے تو میں نے اب تک تقریر ختم کر دینی تھی ۔ یہ خواہ مخواہ پوائنٹ آف آرڈر شروع کر کے -----

جناب انعام اللہ خان نیازی: پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر : موہل صاحب بات ختم کرنے لگے ہیں بعد میں آپ کو بھی موقع دیا جائے گا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب والا ' میں ایک انتہائی اہم بات کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر : جی۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب والا ' منظور موہل صاحب ہمارے انتہائی قابل احترام ڈپٹی سپیکر بھی ہیں ۔ میں چاہوں گا کہ تھوڑی سی اخلاقی جرأت پیدا کر کے ماحول کو بیلنس بھی رکھ سکتے ہیں ۔ میں مان لیتا ہوں کہ پیپلز پارٹی بقول منظور موہل صاحب کے بہت بڑی پارٹی ہے ۔ لیکن منظور موہل صاحب کو ان حقیقتوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ بڑی پارٹی ہے اور پنجاب میں ان پر حکمرانی کون کر رہا ہے ؟ یہ سامنے رکھ کر بات کریں۔

جناب سپیکر : جناب موہل صاحب آپ مہربانی سے دائرہ بحث کو زیادہ نہ پھیلائیے ۔

میاں منظور احمد موہل (ڈپٹی سپیکر) : جناب والا ' دیکھیں یہ میرے خلاف کتنی باتیں کر رہے ہیں لیکن میں وقت کی خاطر ان کا جواب بھی نہیں دینا چاہتا۔

جناب سپیکر : جی ٹھیک ہے ۔ چلیے

میاں منظور احمد موہل (ڈپٹی سپیکر) : حالانکہ جو نیازی صاحب کہتے ہیں اس سلسلے میں میرے بیانات اخبارات میں آئے ہیں ۔ کہ میری رائے کیا ہے کیسے حکومت ملی ہے کیسے کر رہے ہیں ۔

اخبارات میں میرے یہ بیان آئے ہیں ۔ اب میرے بارے میں کہا گیا ہے کہ میں ایسی بات کر رہا ہوں قطعاً ایسی نہیں ہے ۔ میں اس حقیقت کی طرف آ رہا ہوں کہ یہ کیوں misuse of power کیا جا رہا ہے ۔ تو میرا عین فرض بنتا ہے کہ میں وہ صورت حال بیان کروں ۔ اب میں 1993 کی بات کر رہا تھا ۔ یہ ایک الیکشن ہونے ٹھیک ہے کہ مسلم لیگ کو وافر مقدار میں ووٹ ملے لیکن میں یہ حقیقت بھی بیان کرتا ہوں کہ وہ صرف مسلم لیگ کے ووٹ نہیں تھے وہ anti پیپلز پارٹی ووٹ تھے یہ ایک حقیقت ہے ۔ تو جناب والا ! اب میں یہ بات بیان کرنا چاہتا ہوں -----

میاں عمران مسعود ، پوائنٹ آف آرڈر !

میاں منظور احمد موہل (ڈپٹی سپیکر) ، اب مجھے بات کرنے دیں ورنہ میں تقریر نہیں کروں گا ۔ اگر ہر آدمی اسی طرح intervention کرنا چاہتا ہے تو پھر تقریر کیسے ہو سکتی ہے ؟

جناب سپیکر ، I call the House to order عمران مسعود صاحب آپ تشریف رکھیں ۔ یہ مناسب نہیں ہے

میاں منظور احمد موہل (ڈپٹی سپیکر) ، تو میں بھی ظفر علی شاہ کی طرح جذباتی ہوں میں بھی نکل جاؤں گا ----

جناب سپیکر ، نہیں نہیں آپ بھی نکل جائیں گے تو باقی کیا رہے گا ۔ جی موہل صاحب آپ جذبات میں نہ آئیے ۔ آپ اپنی بات کو wind up کیجیے ۔

میاں منظور احمد موہل (ڈپٹی سپیکر)،بات کرنے ہی نہیں دیتے ۔ دیکھیں میں ایک نکتہ پر کھڑا ہوں ۔ میں شروع کرتا ہوں تو ایک آدمی کھڑا ہو جاتا ہے ۔ اس کا مطلب ہے کہ اس موضوع پر میں اپنا حق استعمال نہیں کرنا چاہتا----

جناب سپیکر ، I call the House to order نہیں نہیں آپ کریں

میاں منظور احمد موہل (ڈپٹی سپیکر) ، اگر انہوں نے بار بار یہ بات کرنی ہے ۔ کوئی مجھ پر الزام لگاتا ہے کہ میں اس طرف نکل جاؤں۔

جناب سپیکر ، آپ جذبات میں نہ آئیے آپ اپنی بات کیجیے ۔ I call the House to order .

میاں منظور احمد موہل (ڈپٹی سپیکر) ، میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ یہ کیوں استعمال کیا جاتا ہے

اس کے پیچھے کیا حقیقت کار فرما ہے ؟ جناب والا! اخبارات میں یہ بیان بھی آیا اعجاز الحق صاحب نے دیا کہ اگر دسمبر تک حکومت نہ گئی تو میں سیٹ سے استعفیٰ دے دوں گا دسمبر تو چلا گیا۔ یہ لوگوں کو ساتھ رکھنے کے لیے کیونکہ اگر یہ کہہ دیں کہ یہ نہیں ہے تو نواز شریف کے ساتھ جو ووٹ بینک ہے۔ وہ محبت کا ووٹ نہیں ہے ۔ وہ بغض معاویہ کا ووٹ ہے ۔ وہ کسی وقت بھی ان سے چلا جا سکتا ہے ۔ تو اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ ان دوستوں کے ذہن میں یہ بات ہے کہ نواز شریف اور اس کی پارٹی کے یہ لوگ کہیں تتر بتر نہ ہو جائیں ۔ اس لیے اسمبلی کا requisition اجلاس بلایا جا رہا ہے۔ تا کہ ہماری یہ بات قائم رہے اور ہمارا بینک ووٹ جو anti پیپلز پارٹی ہے وہ قائم رہے ۔ اس لیے بار بار requisition کی جاتی ہے ۔ میری دیانتدارانہ یہ رائے ہے کہ جو requisition power استعمال کرتے ہیں یہ اس frame-work کے اندر نہیں ہے جس کے لیے یہ آرٹیکل introduce کیا گیا ہے ۔ جو یہ requisition کی جاتی ہے ان کے مقاصد اور ہیں ورنہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ پنجاب میں کوئی لاقانونیت پھیل گئی ہے یا کوئی ایسی ضرورت آ گئی ہے کہ جونہی اجلاس prorogue ہوتا ہے اس سے اگلے دن requisition دے دی جاتی ہے ۔ کیونکہ سپیکر قانونی طور پر چودہ دن کے اندر اندر اجلاس بلانے کے لیے پابند ہے ۔ جس کے تابع آپ بلا رہے ہیں ۔

جناب سپیکر ، میں آج کے لیے اس بحث کو ختم کرتا ہوں ۔ لیکن یہ -----

وزیر صنعت (چودھری محمد افضل سندھو) ، جناب والا! آپ نے مجھے بولنے کی اجازت فرمائی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر ، آپ نے تو بات کر لی تھی ۔

وزیر صنعت ، وہ اپوزیشن کی بھاری اکثریت کی بات تھی ۔لیکن اس issue پر بات نہیں ہوئی میں آپ سے صرف تین یا چار منٹ لوں گا ۔

جناب سپیکر ، ٹھیک ہے اس کے بعد راجہ بشارت صاحب دو منٹ آپ کو ملیں گے ۔

سردار حسن اختر موکل ، جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جیسے محترم سندھو صاحب فرما رہے تھے اور موہل صاحب نے بھی باتیں کیں ۔ یا تو یہ بحث ختم ہو جانی چاہیے تھی جب وصی ظفر صاحب نے یا پھر ہمارے دوست نے یہ بات کر لی تھی ۔ اب جب موہل صاحب نے اتنی باتیں کر لی ہیں ان کی باتوں سے تو ہمیں یہی لگا ہے کہ بچی تو امام بیوی ہے پر کوزا امام دین وی نہیں ۔ کبھی ادھر جاتے ہیں کبھی ادھر جاتے ہیں یہ بات نہیں ہے ۔ اگر یہ بحث چل نکلی ہے تو ہمیں اس کا

جواب دینے کا حق ہے ۔ آپ سے یہ گزارش ہے کہ یا تو اس کو چھیڑتے نہ اگر چھیڑا ہے تو پھر ہمیں جواب بھی دینے دیں نمبر ایک اور نمبر دو میں یہ سمجھوں گا کہ ہمارے اجلاس بلانے کا جو مقصد ہے بات پھر وہیں پر آجاتی ہے کہ یہ misuse of power کو determine کون کرے گا۔ جب ہم بات کرتے ہیں تو اس میں یہ نکتے آجاتے ہیں یہ کیوں نہیں سننا چاہتے ۔ آپ کو یاد ہو گا کہ دوران میٹنگ میں نے آپ کے چیمبر میں بھی عرض کیا تھا کہ آپ ہمیں ایک بار بات کرنے کا موقع دے دیں ۔ یہ ممبرز کتنی دیر تک بولیں گے مہنگائی پر بولیں گے ایک مہینے کے لیے نہیں بولیں گے ۔ یہ کیوں نہیں سننا چاہتے ۔

جناب سپیکر ، میں تو آج بھی موقع دے رہا ہوں ۔ پہلے میری ایک بات سنیے ــــ موہل صاحب ایک منٹ ۔ میں نے جو فقرہ کہا تھا وہ یہ تھا کہ آج کے لیے اس بحث کو ختم کرتا ہوں ۔ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں بحث کو ختم کر رہا ہوں ۔ میں نے اس بحث کے بارے میں یہ سوچا ہے کہ یہ بحث اچھی ہے لیکن آج ہمارے قائد حزب اختلاف یہ محسوس کر رہے ہیں کہ اس پر کافی وقت خرچ ہو گیا ہے ۔ یہ ایک اہم آئینی نکتے پر بحث ہے ۔ یہاں پر ذکر آیا ہے کہ اس حوالے سے اور اسمبلیوں میں بھی کچھ غلط باتیں ہوئی ہیں کچھ صحیح باتیں ہوئی ہیں ۔ تو بہتر یہ ہے کہ اس کو فیصلہ کن نکات تک لے جایا جائے ۔میرا خیال تھا کہ آج کے لیے اس بحث کو یہاں ختم کرتے ہیں کل یا جب بھی آئندہ اجلاس ہو پھر اس پر بحث کے لیے تھوڑا وقت دے دیں گے ۔ بلکہ میرا یہ بھی خیال تھا کہ جیسے ظفر علی شاہ صاحب نے کہا ہے ایڈووکیٹ جنرل کو بھی بلا لیتے ہیں ان کو بھی سن لیتے ہیں ۔ اس لیے میں نے اس بحث کو ختم نہیں کیا۔ لیکن میرے محترم افضل سندھو صاحب آج ہی چار منٹ میں اپنی بات مکمل کر لیں اور راجہ بشارت صاحب دو منٹ میں بات مکمل کر لیں تو آج کے لیے اس بحث کو یہاں روک دیں گے اور پھر باقی بحث آگے لے جائیں گے ۔

میاں عبدالستار ، جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ میاں منظور احمد موہل صاحب نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ سارے کے سارے one sided ہیں تا وقتیکہ آپ دوسری سائیڈ کی بھی باتیں نہیں سن لیتے.........

جناب سپیکر ، میں تو آپ سے کہہ رہا ہوں ....

میاں عبدالستار ، جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ۱۹۹۰ء کے انتخابات کے متعلق

جناب منظور احمد موہل صاحب نے دھاندلی کی جو بات کہی ہے اور ۱۹۹۳ء کے الیکشن کے متعلق انہوں نے کہا کہ یہ شفاف تھے ۔ میں یہ بات کہنا چاہوں گا کہ اگر ایسی ہی بات ہے کہ حکومت کی موجودگی میں ہونے والے الیکشن دھاندلی کی پیداوار ہو سکتے ہیں تو پھر یہ فیصلہ کیا جانا چاہیے کہ آئندہ کوئی بھی کیئر ٹیکر گورنمنٹ انتخابات میں حصہ نہ لے ......

جناب سپیکر : یہ پوائنٹ پہلے ہی خاکوانی صاحب اٹھا چکے ہیں اور آپ اسے دھرا رہے ہیں آپ تشریف رکھیں۔ یہ مسئلہ زیر بحث آ چکا ہے ۔

وزیر صنعت : جناب سپیکر! میں گزارش صرف یہ کروں گا کہ آپ اس بحث کو آگے جاری رکھنا چاہتے ہیں تو قائد حزب اختلاف جیسا کہ فرما چکے ہیں کہ وقت کی کمی ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں اور میری یہ تجویز ہے کہ اس بحث کو آج یہیں پر ختم کر دیا جائے ۔

جناب سپیکر : میرا بھی یہی خیال ہے ۔

وزیر صنعت : میں بھی کل یا پرسوں جب آپ دوبارہ بحث شروع کریں گے تو وقت لوں گا اور اس بحث کو بے شک آگے بڑھایا جائے اور یہ جو نکتہ ہے ریکوزیشن کا نکتہ ہے اس کے اوپر جتنے دوست بھی خیالات کا اظہار کرنا چاہیں سب کو موقع دیا جائے ۔ کیونکہ یہ معاملہ بڑی اہمیت کا حامل ہے ۔

جناب سپیکر : یہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کھوسہ صاحب! آپ اس پر متفق ہیں ؟

میاں منظور احمد موہل : جناب سپیکر! میں صرف ایک جملہ کہنا چاہوں گا

جناب سپیکر : میں نے کھوسہ صاحب کو فلور دیا ہے۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! میں نے ابھی بات ختم نہیں کی تھی

جناب سپیکر : کھوسہ صاحب آپ کی اجازت سے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : ٹھیک ہے۔

میاں منظور احمد موہل : مسئلہ یہ ہے کہ سید ظفر علی شاہ نے آخر میں جو بات کی ہے میں اس کے حق میں ہوں کہ یہاں سے آپ ریفرنس صدر کو بھجوائیں اور وہ اس کو کورٹ میں بھیجیں کیونکہ ہم اس کا یہاں پر فیصلہ نہیں کر سکتے تاکہ کورٹ کا verdict آ جائے ۔ دوسری بات میرے بارے میں جو بار بار کہی گئی ہے کہ منظور موہل نے یہ کہا ہے۔ اس سلسلے میں میرے انٹرویو شاہد ہیں اور یہ انٹرویو ۱۹۹۳ء کے

الیکشن سے پہلے کے ہیں ۔ میں نے وہاں پر بھی بار بار اس کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ آئین میں ترمیم ہونی چاہیے کہ جو بھی حکومت آئے وہ غیر جانبدار آئے اور کیر ٹیکر گورنمنٹ کو الیکشن کروانے کا کوئی حق حاصل نہیں ہونا چاہیے اور میرے یہ انٹرویو اخبارات میں موجود ہیں اور میں ان پر اب بھی قائم ہوں اور دوسری بات میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے الیکشن ایک ہی دن ہونے چاہییں ۔اور میں اس پر بھی قائم ہوں ۔

آوازیں ، ہمیں قبول ہے ۔

جناب سپیکر ، جناب کھوسہ صاحب!

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! میری بات کا پہلا حصہ ذاتی نکتہ وضاحت کا ہے جب آپ نے یہ کہا اور میرے ساتھ منسوب کیا کہ ہاؤس کا وقت ضائع ہو رہا ہے تو میں عرض کروں گا اس بحث میں ہاؤس کا وقت ضائع نہیں ہو رہاجس سمت میاں منظور احمد موہل کی تقریر چل چکی تھی وہ بحث غلط طرف چل چکی تھی ....

MR SPEAKER: I call the House to order.

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جس طرح آج آپ نے اس بحث میں وقت ختم کر دیا ہے اس کے لیے اتوار کے دن براہ مہربانی ایک گھنٹہ رکھ دیں ۔ چار سپیکر ان کے بلالیں چار سپیکر اپوزیشن کی طرف سے بلالیں اس پر سیر حاصل بحث ہو جائے گی آج باقی کارروائی کو چلنے دیجیے ۔

جناب سپیکر ، اس مسئلے پر بھی کل جب اپوزیشن اور حکومت آپس میں مل بیٹھے گی تو اس کی modalities طے کرے گی ......

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، اور جناب والا! میری آپ سے آخری گزارش یہ ہے کہ جو وقت اس بحث پر آج صرف ہوا ہے اتنا ہمیں مہنگائی پر بات کرنے کے لیے اور دے دیا جائے ۔

جناب سپیکر ، آپ فکر نہ کریں جتنا مرضی وقت لیں۔ سارا رمضان بولتے رہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

بادشاہ میر خان آفریدی ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں آپ کی اجازت سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ میرے محترم بھائی اور ڈپٹی سپیکر جناب منظور احمد موہل صاحب نے اپنی تقریر میں جہاں بہت

سی اچھی باتیں کی ہیں وہاں پر چند اختلافی باتیں بھی ہیں اور ان کے نوٹس بھی ہم لیتے رہے ہیں۔ انہوں نے یہاں پر ایک بات کی کہ ہماری جو پارلیمانی پارٹی ہے اس کی ریکوزیشن دیتی ہے تاکہ ہم اپنے ممبران کو تتر بتر ہونے سے بچا سکیں۔ اس ضمن میں میری یہ گزارش ہے کہ ....

جناب سپیکر ، یہ بحث اب ختم ہو گئی ہے۔ اب تحریک استحقاق کا وقت ہے۔

بادشاہ میر خان آفریدی ، جناب والا! سب سے پہلے انہوں نے پیپلز پارٹی کا فارورڈ بلاک بنایا تھا...

جناب سپیکر ، نہیں I rule it out. آپ بیٹھ جائیں۔ جناب غلام عباس!

جناب غلام عباس ، جناب سپیکر آپ کا بہت شکریہ۔ میں آج یہ استحقاق اس لیے لے رہا ہوں کہ آج ایوان کا ماحول بہت سنجیدہ ہے اور یہاں پر اہم قومی امور پر بحث ہوئی اور اپوزیشن اور حکومتی اراکین نے انتہائی سنجیدگی سے اس قانونی نکتے پر بحث کی۔ ایک اور قومی مسئلہ جو میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں وہ جامعہ پنجاب کا مسئلہ ہے۔ جامعہ پنجاب جو کہ ایک سو سالہ تعلیم و تدریس کی درخشاں تاریخ رکھتی ہے اور جامعہ پنجاب کی سو سالہ تاریخ میں کسی آمر مطلق کو بھی یہ جرأت نہیں ہوئی تھی کہ وہ جامعہ پنجاب کی ایک انچ زمین بھی اپنے کسی رشتہ دار کے نام کرے۔ مگر آج میں انتہائی افسوس کے ساتھ یہ بات کروں گا آج اس اہم قومی مسئلے پر آج ہمارے اساتذہ ہمارے استاد گزشتہ بیس روز سے مال روڈ پر سراپا احتجاج ہیں کہ جامعہ پنجاب کی زمین قبضہ گروپ کے حوالے کس نے کی ہے؟ یہ بات آپ بتائیں گے کہ کس نے کی ہے؟ (نعرہ ہائے تحسین)۔ وہ زمین جامعہ پنجاب کو واپس ہونی چاہیے ....

جناب سپیکر ، جناب غلام عباس صاحب! میری بات سنیے مسئلہ جتنا بھی اہم ہے اس پر کیوں نہیں کوئی رکن تحریک التوائے کار لے آتا اور اگر یہ تحریک آئی ہوئی ہے تو اس پر بحث بھی ہو جائے گی۔ آپ نے ایک اہم مسئلہ اٹھایا ہے اور سیکرٹری صاحب بتا رہے ہیں کہ اس پر تحریک التوائے کار بھی آئی ہوئی ہے اس موقع پر پھر اس پر بحث کر لیں گے۔

جناب غلام عباس ، جناب والا! میں اپنی بات ختم کرنے والا ہوں اگر جناب اجازت دیں تو میں اپنی بات مکمل کر لوں۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے اور نہ ہی میری ذات کا مسئلہ ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ اس لوٹ مار کے نظام کو کہیں پر ختم ہونا چاہیے اور اگر یہ ختم نہیں ہوگا تو خدانخواستہ یہ ملک ختم ہو جائے گا۔ جناب سپیکر گزارش یہ ہے کہ ۱۹۷۳ء میں ......

جناب سپیکر ، اس کو اس کے موقع پر آ جانے دیجیے آپ نے پوائنٹ اٹھا لیا ہے اور اس کا نوٹس بھی لیا جا چکا ہے اس پر تحریک التوائے کار بھی آ رہی ہے ......

جناب عبدالرشید بھٹی ، جناب والا! یہ بہت اہم بات ہے - جناب والا! ہمارا یہ سب سے بڑا استحقاق مجروح ہوا ہے ....

جناب سپیکر ، آپ دونوں میں سے کوئی ایک بات کرے وہ پنجاب یونیورسٹی کے سنڈیکیٹ کے ممبر ہیں ان کو بات کرنے دیں -

جناب غلام عباس ، جناب والا! میں چونکہ سنڈیکیٹ کا ممبر ہوں اور سنڈیکیٹ کی میٹنگ میں بھی جاتا ہوں اساتذہ ہمیں گریبان سے پکڑتے ہیں میں اس لیے آپ کے ہاں یہ گوش گزار کرنا چاہتا ہوں اور یہ مسئلہ میں پچھلے چھ ماہ سے مختلف کارنر پر اٹھا رہا ہوں اور آج ہاؤس میں بھی یہ اس لیے لا رہا ہوں کہ اس پر پہلے کبھی کوئی بات نہیں ہوئی- جناب والا! گزارش یہ ہے کہ ۱۹۷۲ء میں evacuee trust کی یہ پراپرٹی جو تین سو کنال کے قریب ہے جامعہ پنجاب کے اساتذہ کو ہاؤسنگ سکیم کے لیے شہید ذوالفقار علی بھٹو نے دی اور اس کے بعد ۱۹۸۸ء میں آمریت کے دور میں اس کو ہائی کورٹ میں چیلنج کیا گیا کہ یہ زمین اسے نہ دی جائے - ۱۹۸۸ء میں جامعہ پنجاب نے ہائی کورٹ سے مقدمہ جیتا اور پھر یہ مقدمہ سپریم کورٹ میں گیا وہاں سے بھی جامعہ پنجاب نے یہ مقدمہ جیتا - میرا یہ مطالبہ ہے کہ ایل ڈی اے کے متعلقہ افسران کو خواہ وہ کتنا بھی بڑا افسر ہو کتنا بھی بڑا مرتبہ ہو جس کسی نے بھی سپریم کورٹ کے تقدس کو پامال کیا ہے جس نے بھی جامعہ پنجاب کے تقدس کو پامال کیا ہے اس کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ میرے ملک کی رہنمائی کرے یا کسی بھی آفس میں بیٹھ کر افسری کا رول ادا کرے اس کو فوری طور پر نوکری سے نکالا جائے اور ان کے خلاف مقدمات درج کیے جائیں اور جامعہ پنجاب کی زمین فوری طور پر اساتذہ کو واپس کی جائے - بہت مہربانی-

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں - دیکھیں یہ مسئلہ تحریک التوائے کار کے تحت ٹیک اپ کیا جا رہا ہے اس وقت اس پر بات ہو سکتی ہے - ہر بات آؤٹ آف ٹرن ٹیک اپ کرنے سے ایوان کا طریق کار غلط ہو جائے گا -

جناب ارشد عمران سلہری ، جناب والا! اس سلسلے میں میری تحریک التوائے کار بھی موجود ہے -

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔ جناب والا! میں صرف سمجھنے کے لیے جناب کی توجہ چاہتا ہوں اور جناب کی وساطت سے حکومتی بنچز کی توجہ چاہتا ہوں۔ میرے فاضل دوست نے جو بات کی ہے ہم ۱۰۰ فیصدی ان کے ساتھ ہیں۔ مجھے تھوڑی سی حیرانی ہے کہ میرے فاضل دوست ہیں اور He is a member of the Cabinet ۔ کیا انہوں نے یہ مسئلہ جامعہ پنجاب کا اپنی کیبنٹ میں اٹھایا ہے یا نہیں اٹھایا؟ اگر یہ مسئلہ وہاں پر اٹھایا ہے تو کیا وزیر اعلیٰ صاحب نے ان کی یہ بات نہیں سنی۔ اگر نہیں سنی تو پھر ہم اس کو اس stage پر لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: ابھی تحاریک التوائے کار کا وقت آتا ہے۔ جب یہ بات آئے گی اس وقت اس پر بات کرلیں گے۔ اب آپ اس کو out of turn اس طرح مت discuss کیجئے۔ اب تحریک استحقاق چودھری محمد وصی ظفر!

چودھری محمد وصی ظفر: جناب! میں نے اپنی تحریک استحقاق withdraw کرلی ہے۔

جناب سپیکر: آپ نے اپنی تحریک استحقاق withdraw کرلی ہے؟

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! I am on a point of order

جناب سپیکر: جی فرمائیے۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! میں آج کی اس بات سے فائدہ اٹھاتا ہوں کہ آج کے اجلاس میں جناب کی توجہ اور دلچسپی ۵۰ فیصد آئینی اور قانونی معاملات کی طرف ہے۔ (قطع کلامیاں)

MR SPEAKER: I call the House to order

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! ایک نہایت ہی اہم مسئلے کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جس کا براہ راست تعلق پنجاب اور پنجاب کی حکومت اور آئین سے ہے۔ اور پھر اس حوالے سے آج آپ سے اور اس معزز ایوان سے بات ہے۔ جناب والا! پچھلے تین چار پانچ دنوں سے قومی پریس کے ذریعے 'پنجاب کے شہریوں اور پنجاب کے ممبران کے علم میں یہ بات آرہی ہے کہ پنجاب کا خزانہ' اور پنجاب کی حکومت مالی بحران کا شکار ہے۔ اور وہ مالی بحران اس طرح پیدا ہوا کہ وفاق نے بجنبش قلم ۶۴ کروڑ روپے کے محصولات اور کچھ واپڈا کے واجبات پنجاب حکومت سے منہا کر لیے۔

جناب سپیکر: آپ اس پر کوئی motion لے آئیے۔

سید ظفر علی شاہ، سر نہیں ۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پہ ہوں ۔ موشن نہیں۔
جناب سپیکر، دیکھیے اس طرح کیسے اس پر بحث ہوسکتی ہے۔
سید ظفر علی شاہ، جناب میں عرض کرتا ہوں۔
جناب سپیکر، جی ۔
سید ظفر علی شاہ، سر میں پوائنٹ آف آرڈر پہ اس پر بات کرسکتا ہوں ۔ اس پر کسی موشن کی ضرورت نہیں ہے۔
جناب سپیکر، نہیں یہ پوائنٹ آف آرڈر کسی ایسی بات پر ہوسکتا ہے۔ جس کا آج کی کارروائی سے کوئی تعلق ہو۔
سید ظفر علی شاہ، جس کا تعلق Constitution سے ہو۔ جس کا تعلق رول سے ہو۔ اس پر میں بات کرسکتا ہوں ۔ اور اس کا تعلق Constitution سے ہے۔ اس لیے میں عرض کر رہا ہوں ۔ جناب والا ! رول ۱۵۴ لے لیں۔ ۱۵۲ لے لیں۔ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے میں کوئی ضد کی وجہ سے بات نہیں کر رہا ہوں۔
جناب سپیکر ، نہیں آپ اس پر کوئی موشن لے آئیے۔
سید ظفر علی شاہ، سر یہ موشن ہے ۔ When I am speaking on the point of order This is a motion. جب میں بات کر رہا ہوں تو یہ موشن ہے۔ اس کو آپ موشن سمجھیں۔ اگر آپ بالکل strict اس بات پر جانا چاہتے ہیں تو آپ اس کو موشن سمجھیں۔ کہ میں اس verbal motion کو جناب کے سامنے اور اس معزز ایوان کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اور میں پنجاب گورنمنٹ کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ لیڈر آف دی ہاؤس کے منہ سے بات کر رہا ہوں۔ اور آفیشل بات کر رہا ہوں۔ کہ پنجاب کی حکومت اور پنجاب کا خزانہ مالی بحران کا شکار ہے ۔
جناب سپیکر، جب امن عامہ پر بحث ہوگی اور ایڈمنسٹریشن پر بحث ہوگی۔ آپ اس وقت یہ چیزیں لاسکتے ہیں۔ اس وقت اس کو کیوں لا رہے ہیں۔
سید ظفر علی شاہ، سر نہیں۔ سر وہ اور بات ہے۔
جناب سپیکر، ایک منٹ آپ تشریف رکھیں۔ میں اس وقت قائد حزب اختلاف سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ اب کیا ان معاملات پر جو ایجنڈے میں نہیں ہیں اس طرح بحث جاری رکھی جائے۔ کیا آپ مناسب

سمجھتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)، جناب والا! وہ تو پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہے تھے۔ ویسے تو میں نے عرض کردی ہے کہ اس کے لیے آپ Sunday کا دن مقرر کردیں۔

جناب سپیکر، یقیناً جب یہ اجلاس بلایا ہے اس میں جنرل ایڈمنسٹریشن لاء اینڈ آرڈر ان چیزوں پر بحث آنے والی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب باتیں زیر بحث آجائیں گی۔

قائد حزب اختلاف، ٹھیک ہے جی۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر، تحریک استحقاق کا وقت ہے آپ نے اس میں خود ضروری چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔ آپ سوچ لیجئے۔ میں تو آپ ہی کے لیے سوچ رہا ہوں۔

قائد حزب اختلاف، صحیح ہے۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب اس کے لیے موقع دے دیں گے۔ جی بالکل تسلی رکھیں۔ جی۔

سید تابش الوری، تحاریک استحقاق شروع ہیں۔ اور میں آپ سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ چودھری پرویز الٰہی صاحب کی گرفتاری سے متعلق ۸ اور ۹ نمبر کی تحاریک استحقاق آپ پہلے take up کرلیں۔ کیونکہ وہ بے حد اہم نوعیت کی ہیں۔ اور ہماری درخواست ہے کہ قائد حزب اختلاف سے متعلق اس مسئلے کو ترجیحی بنیاد پر زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر، جناب لاء منسٹر صاحب یہ درخواست کی گئی ہے کہ آٹھویں نمبر کی تحریک استحقاق رولز کو suspend کرکے پہلے لے لی جائے۔ آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق)، جناب والا! میں یہی عرض کرنے لگا تھا کہ کوئی اتنی زیادہ تحاریک استحقاق نہیں ہیں۔ تحاریک استحقاق کی تعداد بہت کم ہے۔ اور کچھ اراکین جو محرک ہیں وہ یہاں پر موجود بھی نہیں ہیں۔ اگر turn by turn بھی چلیں تو شاید یہ تحریک آجائے۔ اور اگر ایک دو تحاریک لینے کے بعد یہ محسوس ہو کہ وقت زیادہ ہو گیا ہے اور یہ تحریک نہیں آسکتی۔ اور قائد حزب اختلاف اگر چاہیں گے کہ اس کو out of turn لے لیا جائے ۔ تو پھر بیشک آپ فیصلہ کر لیجئے گا۔

جناب سپیکر، میرا خیال ہے کہ آپ کو کوئی زیادہ اعتراض نہیں لگتا۔ اگر ہاؤس اجازت دے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب والا! تحریک چونکہ قائد حزب اختلاف کے بارے میں ہے۔ اس لیے میں نہ تو اس کو تکنیکی طور پر out of turn لینے کے لیے آپوز کروں گا۔ اور نہ ہی میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ قائد حزب اختلاف کے بارے میں تحریک استحقاق کو out of turn لانے کے بارے میں اختلاف کروں گا۔

جناب سپیکر، میرا خیال ہے کہ اس پر تقریباً ایگریمنٹ ہے۔ آپ کو زیادہ اعتراض نہیں لگتا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، اس کو لے آئیے جناب والا!

جناب سپیکر، ہاؤس کی intention کو محسوس کرتے ہوئے میں اس کو out of turn لینے کی اجازت دیتا ہوں۔ کوئی clapping آپ نہیں دیں گے۔

(نعرہ ہائے تحسین-----)

سید تابش الوری، جناب والا یہ ۸ اور ۹ نمبر ہیں۔

جناب سپیکر، یہ ۸ نمبر پہلے آئے گی اور اس کو جناب ایس اے حمید صاحب لیں گے۔

جناب ایس اے حمید، شکریہ جناب والا!

جناب سپیکر، میں اس میں آپ کو ایک شعر سناؤں۔

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں۔

قائم مقام قائد حزب اختلاف کی جھوٹے مقدمے میں گرفتاری کے باعث اجلاس میں شرکت میں رکاوٹ

جناب ایس اے حمید، جناب والا! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ:

> حکومت نے پنجاب اسمبلی کے قائم مقام قائد حزب اختلاف چودھری پرویز الٰہی صاحب کو ایک جھوٹے اور بے بنیاد مقدمے میں گرفتار کر لیا ہے۔ کیونکہ اسمبلی کا اجلاس چند روز تک متوقع ہے۔ اور محترم چودھری صاحب کا اسمبلی میں

عوام کی نمائندگی کرنا آئینی' قانونی اور اخلاقی فرض ہے۔ مگر ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ان کو ان کے فرض کی ادائیگی سے روکا جارہا ہے۔ان کی عدم موجودگی میں یہ معزز ایوان نامکمل ہوگا۔ ان کی اسمبلی میں حاضری کی رکاوٹ کی وجہ سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

Mr Speaker: Short statement?

جناب ایس اے حمید: جناب والا! یہ بات آج عوام میں عام ہے کہ حکومت ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت حزب اختلاف کے کارکنوں ' ممبران کو ہراساں کر رہی ہے ' ان کی بلاجواز گرفتاریاں ہو رہی ہیں ' ان کے اوپر جھوٹے مقدمے بنوائے جارہے ہیں۔ جناب والا! چودھری پرویز الٰہی کی گرفتاری بھی اور ان کے اوپر مقدمہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ جناب والا! کسی انڈسٹری کو چلانے کے لیے قرض لینا کوئی جرم نہیں۔ چودھری پرویز الٰہی اور ان کے بھائی کے خلاف جو مقدمہ قائم کیا گیا ہے وہ سراسر بے بنیاد ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ اس لیے اگر اسی بنیاد پر مقدمات بنائے جائیں تو پھر کسی بھی فیکٹری مالک اور کسی بھی قرض خواہ جس نے قرضہ لیا ہے اس کے اوپر مقدمہ بنایا جاسکتا ہے۔ اس بات کے پیش نظر کہ انہوں نے BEL سے قرضے کی درخواست کی اور جب BEL نے ان کے قرضے کو approve کیا تو حکومت بدل گئی اور BEL نے ان کو refuse کر دیا اور پھر بعد میں انھوں نے کوآپریٹو سوسائٹی سے قرض لے کر اپنی مل کو چلایا ۔ بعد ازاں BEL نے دوبارہ ان کو کہا کہ ہم آپ کا قرض ادا کر کے آپ کو اپنی طرف سے قرض دینا چاہتے ہیں تو یہ جرم نہیں بنتا۔ لیکن حکومت چونکہ قائد حزب اختلاف کو اور ان کے بھائی کو قومی اسمبلی میں اور یہاں پر پنجاب اسمبلی میں ہر صورت روکنا چاہتی ہے' ان کی آواز کو دبانا چاہتی ہے ' چنانچہ اس جھوٹے مقدمے کی بنیاد پہ انہیں ایف آئی اے نے گرفتار کیا ہے۔ جناب سپیکر! ۱۹۷۲ء کے پروونشل اسمبلی ایکٹ کے تحت پندرہ دن پہلے اور پندرہ دن بعد اسمبلی کی کارروائی کے دوران کسی بھی معزز ممبر کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس کے بعد پھر یہ جواز نہیں بنتا کہ کوئی بھی منتخب نمائندہ ہو اور اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہو تو اسے اسمبلی میں آنے سے روکا جائے۔

چودھری محمود اختر گھمن: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ایک منٹ۔ پوائنٹ آف آرڈر سن لیں۔ جی گھمن صاحب!

چودھری محمود اختر گھمن: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ میرے بھائی جس کیس کا حوالہ دے رہے ہیں وہ چونکہ کورٹ میں زیرسماعت ہے۔ کیا ایسے معاملات جو کورٹ میں زیرسماعت ہوں اس پر ایوان کوئی رائے دے سکتا ہے یا تحریک استحقاق کے سپرد وہ معاملہ کیا جا سکتا ہے؟

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب! اس پوائنٹ کو نوٹ کریں گے اور پھر دیکھیں گے کہ وہ کیسے اس پر جواب دیتے ہیں۔ جی، آپ فرمائیے۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ عوام کے ایک نمائندے کا حق ہے کہ جب بھی اسمبلی کا اجلاس بلایا جائے اسے موقع فراہم کرنا چاہیے کہ اس کی حاضری کو اسمبلی میں یقینی بنایا جائے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ ان کے اوپر مقدمات ختم کر دیے جائیں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ کورٹ میں ان کا معاملہ sub judice ہے تو اس بارے میں آپ کوئی رولنگ دیں۔ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ اسمبلی میں ان کی حاضری کو یقینی بنانے کے لیے آپ اپنی حیثیت کا استعمال کریں۔ جناب سپیکر! پاکستان کی تاریخ میں یہ بات ہم نے محسوس کی ہے کہ سپیکر یوسف رضا گیلانی نے پہلی دفعہ ایک بہت ہی منجھے ہوئے طریقے سے اسمبلی کے ان ممبران کو جن کے وہ کسٹوڈین تھے ان کے حقوق کا پورے طور پر تحفظ کیا ہے۔ اور دو ٹوک الفاظ میں یہ رولنگ دی تھی کہ اسمبلی میں ان کی حاضری کو یقینی بنایا جائے۔ جناب سپیکر! یہ علیحدہ بات ہے کہ حکومت نے ان کی اس رولنگ کی پروا نہیں کی۔ اور پھر جناب سپیکر! حال ہی میں جب دس ممبران کو گرفتار کرنے کا مسئلہ سامنے آیا تو اس وقت بھی گیلانی صاحب نے دوٹوک الفاظ میں یہ آرڈر کیا' یہ رولنگ دی کہ ان کو کسی طور پر گرفتار نہ کیا جائے۔ اور باوجود اس بات کہ حکومت اپوزیشن کے ممبران کو گرفتار کرنا چاہتی تھی' انھیں ہراساں کرنا چاہتی تھی ان کی گرفتاری کو صرف اس وجہ سے پس پشت ڈال دیا گیا کہ قومی اسمبلی میں حزب اختلاف کے باقی پارٹیوں کے جتنے بھی ممبران تھے انھوں نے اس بات کی مخالفت کی۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج سرحد اسمبلی کے ممبران ہمیں اس بات کا طعنہ دیتے ہیں اور انھوں نے سرحد اسمبلی کے سپیکر کو یہ بات کہی کہ جناب سپیکر آپ رامے نہ بنیں' آپ گیلانی بنیں۔ جناب سپیکر! پنجاب کے نام کے اوپر میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک دھبے والی بات ہو گی کہ اگر آج پنجاب اسمبلی

کا سپیکر اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس بات کے بارے میں اپنے ممبران کے کسٹوڈین ہونے کے باوجود اس بات پر کسی قسم کی رولنگ نہ دیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر مرکزی حکومت ممبران قومی اسمبلی کو باوجود اس بات کے کہ سپیکر گیلانی صاحب نے ان کے بارے میں یہ رولنگ دی تھی کہ اسمبلی میں ان کی حاضری کو یقینی بنایا جائے اور اس بات پر عمل درآمد نہیں ہوتا تو ہو سکتا ہے کہ آپ کی کسی رولنگ پر بھی کسی قسم کا عمل نہ ہو۔ لیکن بطور کسٹوڈین آف دی ہاؤس میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کا اخلاقی فرض بنتا ہے۔ اور محافظ ہونے کے ناتے یہ آپ کی ڈیوٹی بنتی ہے کہ آپ قائد حزب اختلاف' جو اس صوبے کے عوام کی نمائندگی کرتے ہیں ان کی حاضری کو یقینی بنانے کے لیے کسی قسم کی رولنگ دیں تاکہ وہ اس اسمبلی میں آ کر عوام کے حقوق کی صحیح معنوں میں ترجمانی کر سکیں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب لاء منسٹر! (مداخلت) نہیں' میں معافی چاہتا ہوں۔ پہلے آٹھویں کی بات۔ آپ کی تجویز پہ عمل ہو رہا ہے۔

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق): جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف کی ایوان سے عدم موجودگی کو ہم محسوس کرتے ہیں اور مجھے افسوس ہے کہ آج وہ ایوان میں موجود نہیں ہیں۔ جہاں تک ان کے ایوان میں آنے' عوام کی نمائندگی کرنے' آئین اور قانون کے مطابق اجلاس میں حصہ لینے کا تعلق ہے تو پنجاب حکومت نے اس لمحے تک ان کے ایوان میں آنے کے بارے میں نہ کوئی رکاوٹ ڈالی ہے جس کا تحریک استحقاق میں ذکر کیا گیا ہے اور اس کا نفس مضمون آپ اگر ملاحظہ فرمائیں اور جیسا کہ فاضل محرک نے خود بھی بیان کیا ہے' اس میں خاصا مبہم نفس مضمون ہے اور وضاحت میں کہیں پنجاب حکومت کے کسی ادارے کو انھوں نے تنقید یا اعتراض کا specific نشانہ نہیں بنایا کہ کہاں کیسے اور کیوں انھیں ایوان میں آنے سے روکا گیا ہے۔ جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف کے خلاف وفاقی حکومت کے انتظامی ذیلی اداروں نے مقدمات درج کیے ہیں اور مذکورہ مقدمہ جات کے بارے میں وفاقی حکومت کے ہی دائرۂ اختیار میں آنے والی ایجنسیوں نے ان کے خلاف یہ کارروائی کی ہے اور آپ کے بھی علم میں ہے کہ گزشتہ سیشن کے دوران حالانکہ قائد حزب اختلاف کو گرفتار نہیں کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ ایوان میں تشریف نہیں لائے تھے۔ اس لیے آج گرفتاری کی وجہ سے ان کا تشریف نہ لا سکنا بے شک ایک الگ معاملہ ہے اور غور طلب معاملہ ہے لیکن گرفتار نہ ہونے کی صورت میں بھی اکثر

اوقات قائد حزب اختلاف ایوان میں تشریف نہیں لایا کرتے۔ لیکن جس صورت حال کو اب وہ base کر رہے ہیں اس صورت حال میں ایوان سے ان کی غیرحاضری اراکین اپوزیشن شدت سے محسوس کرتے ہیں۔ اس کا مجھے احساس ہے۔ لیکن فاضل محرک نے خود بیان فرمایا ہے کہ قائد حزب اختلاف کو ایف آئی اے نے گرفتار کیا ہے۔ ابھی وضاحت کرتے ہوئے اپنے بیان میں خود یہ فقرہ بولا ہے کہ ایف آئی اے نے قائد حزب اختلاف کو گرفتار کیا ہے۔ تو جناب سپیکر! ایسے مقدمہ جات جو وفاقی حکومت سے متعلق ہیں اور کاروباری نقطہ نگاہ سے بے شک یہ اسے ریفر کرتے ہیں۔ لیکن انتظامی اور مالی بے ضابطگیوں کے معاملات میں جہاں وفاقی حکومت کے مختلف ادارے involve ہوتے ہیں' کسی کاروبار یا بزنس میں کوئی embezzlement ہو یا کوئی ایسی صورت حال وہ محسوس کریں کہ جس میں حکومت کی طرف سے کوئی اس کا نوٹس لینا ضروری ہو جناب سپیکر! اگر وفاقی حکومت کا کوئی ادارہ نوٹس لیتا ہے تو اسے صوبائی حکومت اپنے تئیں نہیں روک سکتی اور یہ معاملہ صوبائی اسمبلی کی مداخلت کا اس لیے بھی نہیں بنتا کہ پنجاب کی صوبائی حکومت نے قطعی طور پر نہ ہی مذکورہ مقدمہ جات میں قائد حزب اختلاف کو گرفتار کیا ہے نہ ان کی گرفتاری کے لیے ہم نے کوئی ایسا سلسلہ اختیار کیا' جو منصوبہ بندی کا انھوں نے ذکر کیا ہے کہ ایک منصوبے کے تحت انھیں روکا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! فاضل رکن اسمبلی جو قائد حزب اختلاف بھی ہیں' انھوں نے خود گرفتاری پیش کی ہے۔ یعنی قانون کے تحت جو سلسلہ ایک بنتا تھا اس کو دیکھتے ہوئے محسوس کرتے ہوئے انھوں نے اس ملک کے ایک شہری ہوتے ہوئے خود گرفتاری پیش کی ہے۔ حکومت نے انھیں گرفتار نہیں کیا۔ جب وہ گرفتاری دینے کے لیے آئے ہیں تو تب انھیں ایجنسیوں نے گرفتار کیا ہے۔ اور یہ ایک قانونی ضابطے کے تحت ان کی گرفتاری کرنا بنتی تھی۔ لیکن جناب سپیکر! یہاں جو یہ بات کہی گئی ہے کہ یہ اسمبلی اس میں مداخلت کرے تو پنجاب اسمبلی کی مداخلت اس معاملے میں نہیں بنتی۔ قانون کے تحت' آئین کے تحت فاضل رکن اسمبلی جنھیں گرفتار کیا گیا ہے ان کے پاس remedy موجود ہے۔ وہ عدالتوں میں پہلے بھی اپنے کیس کے سلسلے میں جا چکے ہیں۔ اور ان کے بڑے بھائی کا جو فاضل محرک نے ذکر کیا ہے ان کا کیس بھی سپریم کورٹ کے پاس bail matter کے لیے موجود ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب قانون کے لحاظ سے ان کے پاس remedy موجود ہے تو یہ ہماری اسمبلی کی دخل اندازی کا معاملہ نہیں ہے۔ اور جو آپ کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ رائے نہ بنیں۔ آپ گیلانی بنیں۔ جناب سپیکر! آپ محمد حنیف رامے ہیں۔ لیکن اس Chair کے اوپر جو شخص

بھی بیٹھتا ہے اس کا نام نہیں ہوتا ۔ اس کا نام اپنے لیے ہوتا ہے۔ لیکن ایوان کے لیے وہ سپیکر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس Chair پر بیٹھنے والا ایوان کا کسٹوڈین ہوتا ہے ۔اور جناب سپیکر! آپ سپیکر ہیں۔ آپ سپیکر بنے ہیں اور سپیکر کے طور پر صوبے کے اندر' ایوان کے اندر انتہائی کشیدہ ماحول میں بھی آپ حکومت اوراپوزیشن کواس انداز میں لے کر چلے ہیں کہ آپ نے صوبے کے اندر اور اس ایوان کے لحاظ سے واضح اور زندہ پارلیمانی روایات رقم کی ہیں اور میں اس پر آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین) آپ نے اب تک زبردست طریقے سے پارلیمانی رول ادا کیا ہے ۔ اپوزیشن اور حکومت کے درمیان اگر دوسری اسمبلیوں میں کہیں کوئی زیادہ کشیدگی نظر آئی ہے تو آپ نے اس صوبے کے اندر ایسے ماحول کو ٹھنڈا کیا ہے ۔ جناب سپیکر! آپ نے اپنے متوازن کردار کی وجہ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ صوبے کے پارلیمانی نظام کو بہتر طریقے سے چلانے کے لیے ہمیشہ اپنا کردار ادا کیا ہے ۔ لیکن آگے بڑھتے ہوئے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ رول ۵۵ کے تحت یہ تحریک استحقاق قابل پذیرائی نہیں ہے ۔ یہ معاملہ صوبائی حکومت کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا ۔ ہٰذا یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس تحریک استحقاق کو rule out کیا جانا چاہیے۔ شکریہ!

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر، دیکھیے ۔ لاء منسٹر صاحب نے بات کی ہے ۔ اب میں خود اس پر بات کرنا چاہتا ہوں ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں ایک شعر عرض کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر، نہیں۔ ابھی اس کی اجازت نہیں ہے۔ (قطع کلامیاں) میں ابھی اس کی اجازت نہیں دے رہا۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر! ایک شعر سنانا چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر، جی نہیں ۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی تابش الوری صاحب!

سید تابش الوری، جناب سپیکر! میں یہ عرض کررہا تھا کہ جناب وزیر قانون نے یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ چودھری پرویز الٰہی کی گرفتاری کا ایف آئی اے سے تعلق ہے ، صوبائی حکومت سے تعلق نہیں ہے ۔ یہ یقیناً ایک حقیقت ہے لیکن ہمارا مؤقف یہ ہے کہ چودھری پرویز الٰہی کی گرفتاری ایک مذموم سیاسی سازش ہے اور انتقامی کارروائی کی حیثیت رکھتی ہے ۔ وہ چاہے وفاقی حکومت کی طرف سے ہو چاہے صوبائی حکومت کی طرف سے ہو۔ ہمارا یہ حق ہے کہ اپنے استحقاق کی بنیاد پر اس مسئلے کو زیر بحث

لائیں۔ جناب والا! چودھری پرویز الٰہی کو جس طرح سے غیر قانونی طور پر proclaimed offended declare کر کے اہانت آمیز سلوک کیا گیا' جو شرمناک رویہ قائد حزب اختلاف کے ساتھ روا رکھا گیا وہ ہم سب کے لیے ایک ایسی مثال کی حیثیت رکھتا ہے جس پر جتنی مذمت کی جائے ' جتنا بھی احتجاج کیاجائے وہ کم ہے ۔ جناب والا! اس ہاؤس میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف دو گاڑی کے پہیے ہیں جن کے بغیر یہ جمہوری نظام بہتر طور پر نہیں چلایا جا سکتا ۔ قائد حزب اختلاف کی گرفتاری سے یہ ہاؤس نا مکمل ہے اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت ملی بھگت کے ساتھ ہمارے سیاسی راہنماؤں کو سیاسی انتقام کا نشانہ بنا رہی ہے ۔ اس نے ایک انتقام کی بھٹی سلگا دی ہے جس میں اعلیٰ سیاستدانوں سے لے کر ادنیٰ کار کنوں تک تمام کوایک آگ میں جھلس دیا گیا ہے ۔ اس لیے جناب والا ! ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ بحیثیت سپیکر اس معاملے میں مداخلت کریں اور چودھری پرویز الٰہی کو اس اجلاس میں شریک کرنے کے لیے مر کزی حکومت ہو یا صوبائی حکومت ہو آپ اپنے اثرات استعمال میں لائیں اور اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں۔ کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ ان کی گرفتاری آئین اور قانون کی صریحاً خلاف ورزی ہے اور اس کا مقصد حزب اختلاف کو اپنے آئینی اور پارلیمانی کردار ادا کرنے سے جبر آرو کنا ہے۔ جناب والا! اگر آپ نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ جمہوری نظام کی بساط کو لپیٹنا ہے اور حزب اختلاف کو جمہوری روایات کے مطابق اپنے حقوق ادا کرنے کی اجازت نہیں دینی ہے تو آئیے ہم سب اپنے آپ کو گرفتاری کےلیے پیش کرتے ہیں۔ اس قصے کو ہی نپٹاتے ہیں۔ہمیں گرفتار کر لیجیے تاکہ آپ اپنے اس نظام کو یک طرفہ طور پر فسطائیت کے طور پر چلا سکیں ۔ اور دنیا کو بتا سکیں کہ حزب اختلاف کو کسی صورت میں بھی نہ پیپلز پارٹی نے پہلے برداشت کیا ہے اور نہ وہ آج برداشت کرنے کو تیار ہے۔ آئیے اگر یہی آپ نے اصول بنا لیا ہے تو پھر ساری حزب اختلاف اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کرتی ہے۔ وزیر قانون بلائیں اپنی ایجنسیوں کو کہ وہ ہمیں گرفتار کرکے لے جائیں۔

جناب سپیکر ، خاکوانی صاحب !

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر ! میں صرف ایک گزارش کروں گا کہ اس معاملے میں آپ کےدو ایک پہلو ہیں ۔ ایک ہے آپ کا وفاقی حکومت کو یا کسی بھی ایجنسی کو حکم کرنا اور ایک ہے اخلاقی طور پر request کرنا یا ایک اپنی رائے دینا۔ میں ذاتی طور پر یہ گزارش کروں گا پتا نہیں

قانونی پیچیدگیاں کیا ہوں کہ آپ وفاقی حکومت کو یا ان ذیلی انتظامی اداروں کو حکم کر سکتے ہیں یا نہیں۔ کم از کم آپ اعلیٰ روایات کی پاسداری کرتے ہوئے request تو کر سکتے ہیں۔ آپ انہیں اپنی ایک رائے کا اظہار تو کر سکتے ہیں کہ میری خواہش ہے کہ آپ حزب اختلاف کے قائد کو اجلاس کے اندر لے آئیں۔ اور پھر اجلاس کے بعد لے جائیں۔اس سلسلے میں میں صرف یہی گزارش کروں گا کہ آپ انہیں یہ کہیں کہ ---

گو بادشاہوں سے عدل کی توقع تو نہیں
تم کہتے ہو تو زنجیر ہلا دیتے ہیں

جناب سپیکر ۔ مہربانی ۔ غلام عباس صاحب!

جناب غلام عباس، جناب سپیکر! میری گزارش یہ تھی کہ یہ تابش الوری صاحب اور معزز اراکین اسمبلی بہت اچھے پوائنٹ پر بات کر رہے ہیں کہ جی پرویز الہیٰ صاحب کو یہاں لایا جائے ۔ میری گزارش یہ ہے کہ جو کواپریٹو کا لوٹا ہوا روپیہ یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کا ہے وہ واپس کردیں۔ اس کی واپسی کے لیے بھی کوشش کی جائے توانہیں ضرور یہاں آنا چاہیے ۔ بہت مہربانی ۔

جناب سپیکر ۔ تشریف رکھیں ۔(قطع کلامیاں) جی بسم اللہ!

چودھری اختر رسول، جناب والا! یہ کواپریٹو کے روپے کی بات کا اس تحریک استحقاق کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

جناب سپیکر ۔ ٹھیک ہے ۔ اسی لیے اس کو آگے نہیں چلنے دیا۔ اب آپ بھی اس کو نہ بڑھایے ۔

چودھری اختر رسول ، جناب والا! یہ جو ایجنسی کرپشن کے روپ میں کرپشن کررہے ہیں اس کا حال کیا ہوگا؟

جناب سپیکر، اچھا چلیے ۔ یہ نہیں کررہے ۔ دیکھیے میری بات سنیے ۔ بات ہو گئی ہے ۔اس کو کیوں بڑھا رہے ہیں؟ عمران مسعود صاحب!

جناب غلام عباس، جناب سپیکر! میں Point of personal explanation پر بولنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں ۔سب جانتے ہیں کہ آپ کچھ نہیں کررہے ۔ جی عمران مسعود صاحب!

میاں عمران مسعود۔ شکریہ جناب سپیکر! میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔جناب والا! میں آپ کی توجہ آج سے کچھ سال پہلے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ۱۹۷۶ء میں جب ایک زمانہ آپ پر آیا تھا۔آپ اس وقت جیل میں تھے ۔ یہ وہی وقت ہے جب چودھری ظہور الٰہی کراچی میں جیل میں تھے ۔انہوں نے کراچی جیل میں سے اپنے دونوں برخوردار چودھری پرویز الٰہی صاحب اور چودھری شجاعت حسین صاحب کو کہا کہ جا کر رائے صاحب سے ملاقات کر کے آئیں ۔ جناب والا ! تاریخ گواہ ہے اور آپ بھی اس چیز کی گواہی دیں گے کہ وہ دونوں برخوردار آپ سے ملاقات کے لیے آئے ۔ میں یہ چاہوں گا کہ ہمیشہ ڈپٹی سپیکر نیشنل اسمبلی اور کبھی سپیکر نیشنل اسمبلی ہماری اس صوبائی اسمبلی سے سبقت لے جاتے ہیں اور کبھی وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اڈیالہ جیل کا visit کریں گے تو جناب والا ! یہ جیل کا محکمہ تو provincial matter ہے ۔ میں بھی یہ چاہوں گا کہ آپ بھی وہاں جا کر اپنی visit کریں۔ اور دیکھیں کہ آپ کے اس ہاؤس کے جو معزز ممبر وہاں ہیں' اس ہاؤس کے قائد حزب اختلاف ہیں انہیں وہاں کسی چیز کی فراہمی ہوئی ہے یا نہیں ہوئی ۔جناب والا ! ایک gesture کی بات ہے ۔ ایک وقت وہ بھی تھا جب آپ نے ایک ایک نظم لکھی تھی کہ "بھٹو جی بن پھٹو جی"۔ اس وقت آپ کو house arrest کیا گیا تھا۔

جناب سپیکر: میں نے وہ نظم نہیں لکھی تھی ۔

میاں عمران مسعود۔ جناب والا! میری بات سنیں ۔ میں تاریخ کی بات کر رہا ہوں ۔ اس وقت چودھری ظہور الٰہی صاحب کو آپ نے وہاں سے ٹیلیفون کیا کہ جی میری ملاقات کے لیے آئیں۔ بالکل وہ آپ کے گھر کے پاس ہی رہتے تھے۔ وہ آپ کی ملاقات کے لیے آئے ۔ آگے پولیس والے کھڑے تھے ۔ انہیں روکا گیا ۔ انہوں نے اپنی ہمت دکھا کر آپ کے گھر میں گھس کر آپ سے ملاقات کی ۔ جناب والا ! یہ تاریخی باتیں ہیں ۔ یہ اپنی طرف سے gestures ہوتے ہیں ۔

میاں عمران مسعود : جناب والا ! یہ تاریخی باتیں ہیں۔ میں یہ چاہوں گا کہ آپ بھی اس کو reciprocate کریں۔ کیونکہ یہ اس ہاؤس کے ایک معزز ممبر کا مسئلہ ہے۔ بہت شکریہ

وزیر اوقاف (چودھری محمد شاہنواز چیمہ) : پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب سپیکر : جی شاہنواز چیمہ صاحب کوئی خوشگوار بات کریں گے۔

وزیر اوقاف، جناب سپیکر ! یہ بڑی اچھی بات کی گئی ہے۔ آپ کو جانا چاہیے اور پرویز الٰہی صاحب کو ملنا چاہیے۔ وہ ہمارے قائم مقام لیڈر آف اپوزیشن ہیں۔ میری ایک اور تجویز بھی ہے۔ میرا ایک بہت عزیز پیارا دوست شہباز شریف لندن میں ہے۔ وہاں بھی آپ کو جانا ہو گا اور وہاں بھی آپ جا کر مہربانی کر کے ان کی خیریت بھی دریافت کریں۔ یہ بھی آپ کا فرض ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب ! اگر انھوں نے ملنا ہو تو پتا میں بتا دوں گا۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ شوکت داؤد صاحب! یہ آخری بات ہے ۔ اس کے بعد میں خود بات کرنا چاہتا ہوں۔

چودھری شوکت داؤد ، شکریہ! جناب سپیکر! میں شکریہ ادا کروں گا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک نہایت اہم تحریک استحقاق ہے کیونکہ یہ قائد حزب اختلاف کی طرف سے ہے ۔ سیاسی نقطہ نظر کو بیان کرنے کے علاوہ میں کہوں گا کہ چونکہ استحقاق کمیٹی اور استحقاقات صرف اس لیے ہوتے ہیں کہ اس ایوان کے تقدس کو بحال رکھا جائے۔ آپ ہمارے اس ہاؤس کے custodian ہیں اور آپ کی نظر میں چاہے وہ حزب اختلاف ہو یا حزب اقتدار ہو ' اس کے لیے جہاں قانون کی بات آتی ہے وہاں ایک ہی ہوتے ہیں اور قانون کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک کی ان اسمبلیوں کی روایات ہوتی ہیں جن روایات کو ہمیشہ برقرار رکھا جاتا ہے۔ میں آج کی بات نہیں کرتا۔ آپ پچھلے چند سالوں کو دیکھ لیں سینٹ کی بات ہو ' قومی اسمبلی کی بات ہو یا صوبائی اسمبلی کی بات ہو۔ اگر ایسی روایات نہ ہوں تو ہم آپ کو کبھی نہیں کہیں گے کہ آپ اپنی رولنگ دیں۔ اگر انھیں ایوانوں میں چاہے وہ سینٹ ہو ' سینٹ میں اشتیاق صاحب کی بات ہو ' قومی اسمبلی میں زرداری صاحب کی بات ہو ' اگر ان کو ان ایوانوں میں سپیکر کی رولنگ پر لایا جا سکتا ہے تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ چودھری پرویز الٰہی کو بھی آپ کی رولنگ پر لایا جا سکتا ہے۔ جہاں تک وزیر موصوف نے یہ کہا کہ یہ فیڈرل گورنمنٹ کا معاملہ ہے۔ کیا ہمارے رولز ' کیا ہمارے استحقاقات ' اگر کوئی وفاقی ادارہ یا وفاقی ادارے کا کوئی افسر ہمارے استحقاقات کو مجروح کرتا ہے تو کیا ہم اس کے خلاف تحریک استحقاق پیش نہیں کر سکتے؟ اگر وہاں ہم کر سکتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے اپنی رولنگ پر عمل کروانا ہے۔ آپ نے اپنی رولنگ دینی ہے۔ یہ دوغلی پالیسی نہیں چلنی چاہیے کہ ایک طرف وزیر صاحب یہ فرما رہے ہیں کہ جناب یہ پنجاب کی حکومت کا معاملہ نہیں ہے۔ کبھی وزیر اعلیٰ صاحب کے بیانات آتے ہیں کہ پنجاب کی

حکومت ان افراد کو اسمبلیوں میں آنے سے روکنے میں پارٹی نہیں بننا چاہتی۔ جناب والا! عملدرآمد تو بعد کی بات ہے۔ ہم صرف یہی کہتے ہیں کہ اگر ان میں اتنی اخلاقی جرأت ہے تو کم از کم رولنگ دے سکتے ہیں اور یہاں وزیر قانون وزیر اعلیٰ کے ایک نمائندہ کی حیثیت سے بیٹھے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ وہ یہ رولنگ دیں کہ ہم حائل نہیں ہماری خواہش ہے اور ہم جناب سپیکر سے یہ کہیں گے کہ قائد ایوان کو اس ایوان میں لایا جائے۔

معزز ممبران اپوزیشن، قائد حزب اختلاف۔

چودھری شوکت داؤد، sorry وہ بن جائیں انشاء اللہ کبھی۔ (قہقہے) دراصل سچی بات منہ سے نکل جاتی ہے۔ جناب والا! میں یہی عرض کروں گا کہ اگر آپ اس تحریک استحقاق کو deeply دیکھیں تو ہم نے یہ نہیں کہا کہ ان کو گرفتار کیا گیا ہے۔ عدالتوں کی بات ہے۔ ٹھیک ہے ہم fight کریں گے۔ چاہے کسی بھی پارٹی کے جج وہاں بیٹھے ہوں۔ کوئی بھی محاذ ہو گا اس پر ہم fight کریں گے۔ لیکن ہمارا پوائنٹ یہ ہے کہ کیس چلتے ہیں چلتے رہیں۔ لیکن یہ assurance دیں کہ ہاؤس میں ان کی حاضری کو یقینی بنایا جائے۔ ہماری یہ استدعا ہے۔ ہم آپ سے یہی درخواست کریں گے کہ آپ اپنے قانونی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے، اس ملک کی روایات کو پورا کرتے ہوئے، مہربانی فرما کر اپنی رولنگ دیں اور جرأت کا مظاہرہ کریں۔ شکریہ

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق)، جناب سپیکر!.....

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر!.....

جناب سپیکر، ایک منٹ لاء منسٹر کو سنتے ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میں دسویں دفع اٹھا ہوں۔

جناب سپیکر، نہیں، آپ فکر نہ کریں۔ مجھے پتا ہے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میں دس دفع اٹھ چکا ہوں۔

جناب سپیکر، آپ کیوں فکر کرتے ہیں؟ آپ کو موقع دوں گا۔ بیٹھیں۔

سید ظفر علی شاہ، جب لاء منسٹر بول لیں گے پھر موقع دیں گے؟

جناب سپیکر، آپ فکر نہ کریں۔ آپ کو بہت موقع دیا اور بھی دوں گا۔ جی لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون : جناب سپیکر ! فاضل رکن نے یہ فرمایا ہے کہ میں حکومت کی طرف سے یہ بات کروں کہ پنجاب حکومت نے انھیں ایوان سے روکنے کا کوئی منصوبہ نہیں بنایا یا مزاحمت نہیں کرنا چاہتی۔

جناب سپیکر! پہلے بھی وضاحت کی ہے اور اب بھی کہنا چاہتا ہوں کہ قائد حزب اختلاف کو ایوان میں آنے سے روکنے کے لیے پنجاب حکومت نے نہ ہی کوئی منصوبہ بندی کی ہے 'نہ ہی کوئی سازش کی ہے اور نہ ہی پنجاب حکومت قائد حزب اختلاف کے ایوان میں آنے کے عمل میں کوئی رکاوٹ ڈالنا چاہتی ہے یا کوئی رکاوٹ پیدا کرنا چاہتی ہے۔ پنجاب حکومت کوئی ایسا عمل نہ کر رہی ہے 'نہ کرنا چاہتی ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔

جناب سپیکر : جی۔ آپ سے میں نے وعدہ کیا تھا۔

جناب میجر سیف اللہ چیمہ : جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے پورے ہاؤس کے سامنے ایک پوائنٹ گزارش کرنا چاہوں گا کہ ہم یہاں پر privileges کی بات کرتے رہتے ہیں۔ جب privileges کی بات ہوتی ہے کہ یہ ہمارے privileges ہیں تو جناب! ہماری کچھ obligations بھی ہیں۔ کیا ہم privileges کے ساتھ obligations کو بھی دیکھتے ہیں۔ ہماری obligations یہ ہیں۔ جہاں ہم privileges کی ڈیمانڈ کر رہے ہیں وہاں ہماری obligations ہیں کہ اگر کوئی غلط کام ہے۔ کسی نے اگر غلط کام کیا ہے تو ہم میں یہ اخلاقی جرأت ہونی چاہیے کہ ہم کہیں یہ غلط کام ہے۔ جناب ! محترم اپوزیشن لیڈر یہاں موجود نہیں ہیں۔ ہمیں اس چیز کا افسوس ہے۔ ان کے بغیر یہ ہاؤس سجتا نہیں ہے۔ لیکن جو problem اس وقت ہے۔ فیڈرل گورنمنٹ نے جو کیسز ان کے خلاف بنائے ہیں وہ embezzlements کے متعلق ہیں۔ ان کو قانون کے مطابق face کرنا چاہیے اور وہاں سے بری ہو کر وہ باعزت طور پر ہاؤس میں آئیں۔ ہم خوشی سے ان کو یہاں پر welcome کریں گے۔

جناب سپیکر : جی آپ تشریف رکھیں۔ جناب ظفر علی شاہ صاحب!

چودھری محمد اقبال : پوائنٹ آف آرڈر ـــ

جناب سپیکر : جی چودھری صاحب! مختصر بات کیا کرتے ہیں۔ انھیں کر لینے دیں۔ پھر آپ کی بات ہو گی۔ جی۔

چودھری محمد اقبال : جناب والا! ایک بات دوسری دفع دہرائی گئی ہے۔ جناب اس ہاؤس کے

custodian ہیں اس لیے میں استدعا کرتا ہوں کہ یہ دوسری طرف جو بیٹھے ہوئے ہیں یہ سارے فرشتے ہیں اور سارا احتساب ہماری طرف ہو رہا ہے۔ جو بات فاضل ممبر نے کی ہے ۔ یہ شروع کریں اور بڑی خوشی سے شروع کریں۔ ہمارے پانچ ممبر پکڑیں۔ اپنے دو پکڑیں۔ پتا چلے کہ احتساب ہو رہا ہے۔ حکومت احتساب کر رہی ہے۔ یکطرفہ کارروائی کیوں ہو رہی ہے؟

جناب سپیکر : جی ٹھیک ہے۔ آگے چلیے۔ ظفر علی شاہ صاحب!

سید ظفر علی شاہ : جناب سپیکر! اس تحریک استحقاق کے حوالے سے 'اس کے حق میں' کچھ ایک دو باتیں معزز لاء منسٹر صاحب کے حوالے سے اور ایک دو factual باتیں جو ہیں' میں ان کے حوالے سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے تو یہ بات ٹریژری بنچز نے misunderstand کی ہے کہ خدانخواستہ ہم چودھری پرویز الٰہی صاحب لیڈر آف دی اپوزیشن کی طرف سے نہ تو ہم کوئی معافی مانگ رہے ہیں' نہ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارا مقدمہ ختم کیا جائے ' نہ یہاں پر ختم کیا جا سکتا ہے۔ اس کا فورم الگ ہے۔ اس کی لڑائی الگ ہے۔ اس معزز رکن کے rights الگ ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں پر تحریک استحقاق یہ ہے کہ چودھری پرویز الٰہی صاحب کو نہ صرف یہ کہ اپنے ایک مخصوص حلقے نے ان کو اپنی نمائندگی کے لیے چنا ہے اور اس اسمبلی میں بھیجا ہے۔ یہ ان کا استحقاق ہے۔ آئینی استحقاق ہے اور جمہوری استحقاق ہے۔ اس کے آگے یہ ہے کہ پھر وہ سو ممبروں کے قائم مقام قائد حزب اختلاف ہیں۔ اب جو ہم آپ سے استدعا کر رہے ہیں وہ اپنے جو consequences ہیں کہ بار بار یہ آتا ہے کہ ایسے بات کی جاتی ہے جیسے فیصلہ کر دیا گیا ہے۔ مثلاً اشتہاری مجرم کے حوالے سے معزز رکن کو بڑی پبلسٹی دی گئی ہے کہ وہ اشتہاری ہیں۔ اس آرڈر کے خلاف revision دائر کی گئی تھی۔ میں نے خود argue کیا ہے اور کل اس کا فیصلہ ہوا ہے۔ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج اسلام آباد نے فیصلہ کیا ہے کہ جو وہ آرڈر تھا' جو اے سی کی پروسیڈنگ تھی اس کے مطابق ان کو سرے سے اشتہاری مجرم قرار دیا ہی نہیں گیا۔ یہ learned session judge کی finding ہے۔ جس پر اخبارات میں جناب اشتہاری لکھا گیا اور character assassination کی گئی۔

جناب سپیکر! ہم آپ کی خدمت میں جو استدعا کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے اور اس بات کا بھی ہمیں احساس ہے کہ سپیکر نیشنل اسمبلی کو رول ۹۰ کے تحت power ہے۔ مبادا کہ آپ کے ذہن میں یہ بات آئے کہ جناب میرے پاس تو رولز نہیں ہیں۔ یا وزیر قانون کے حوالے سے کہ جی ہم ان کو کس

طریقے سے بلائیں جناب والا! ہمارے حزب اختلاف کی طرف سے جو استدعا ہے وہ صرف اتنی ہے کہ قائد حزب اختلاف کے لیے اسمبلی کے دنوں میں اسمبلی کی proceedings میں حصہ لینے کے لیے سہولت مہیا کی جائے۔

اب جناب والا! دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سہولت کیسے مہیا کی جائے یہ natural question ہے اس بارے میں میں نے جواب پہلے دیا ہے کہ نیشنل اسمبلی والے تو کہہ سکتے ہیں کہ جناب اس پر تو عملدرآمد نہیں ہو رہا اور اس پر بھی وفاقی حکومت plus صوبائی حکومتیں نہیں کر رہیں اب اس کا حوالہ پاکستان کی پارلیمانی پریکٹس کے precedents سے بھی دیا جائے گا جس میں بہت سارے ایسے لوگوں کو بھی بلایا گیا کیونکہ ان کا وہ حق ہے جب تک کوئی ممبر disqualify نہیں ہو جاتا اس سے اس کا وہ right کسی قانون کے ذریعے سے snap نہیں کر لیا جاتا کہ بھئی تمہارا حق نمائندگی ہم نے لے لیا ہے اور اب تم حق نمائندگی نہیں ادا کر سکتے وہ اس وقت تک اپنا حق نمائندگی ادا کرتا رہے گا اور اس کا وہ حق ہو گا اور حق نمائندگی تب ہی ادا ہو سکتی ہے جب وہ ہاؤس میں بیٹھا ہو اسی لیے بہت سارے ایسے اراکین National Assembly and Provincial Assemblies کو جن پر اس سے بھی زیادہ سنگین قسم کے criminal کیسز تھے جناب! یہ تو civil nature کا کیس ہے یہ تو حساب کتاب کی بات ہے چار آنے ادھر زیادہ ہیں یا چار آنے ادھر زیادہ ہیں بہت سارے criminal and dangerous terrorist activities کے under-trial prisoners اور bomb والے ڈکیتی والوں کو بھی لایا گیا اور میں سمجھتا ہوں کہ صحیح لایا گیا کیونکہ ان کا داخلہ حق نمائندگی کے لیے تھا

اب جناب سپیکر! آخری بات میں عرض کرنی چاہتا ہوں کہ آپ ان کو کیسے لائیں گے۔ جناب والا! وفاقی حکومت کی طرف سے اور صوبائی حکومت کی طرف سے اور حکومتی ممبران کی طرف سے اس بات پر بہت زور دیا گیا کہ جی عدالتوں کے پاس جائیں۔ جناب والا! عدالتوں کا جتنا احترام ہے وہ ایک الگ بات ہے۔ جناب سپیکر! میری آپ سے استدعا ہے اور یہ بھی ایک نیا precedent ہو گا اور یہ کوئی illegal بات نہیں ہے جناب بطور سپیکر درخواست عدالت کو دیں اور یہ Banking Tribunal یہاں لاہور ہی میں ہے یہ کہیں دور نہیں ہے آپ درخواست مجھے لکھ دیں میں چلا جاؤں گا درخواست میں جا کر دے دوں گا لیکن وہ درخواست سپیکر اسمبلی کی طرف سے ہو کہ

میرا ایک ممبر Banking Court کی jurisdictions میں ہے وہ under-trial ہے اور حوالاتی کی حیثیت سے پنجاب کی کسی جیل میں ہے چونکہ میرا سیشن چل رہا ہے اور وہ مجھے assist کرتا ہے اور صوبائی معاملات میں وہ میری معاونت کرتا ہے اس کو فلاں فلاں تاریخ پر یہاں لانے کا بندوبست کیا جائے ۔ اس سے دونوں باتوں کا پتا چل جائے گا ایک تو آپ کے gesture جس کے بارے میں بار بار کہا گیا ہے ایک تو یہ ہو جائے گا دوسرے Federal Government and Provincial Governments کی bona-fides سامنے آ جائے گی اگر کورٹ اجازت دیدے بسم اللہ وہ آ جائیں گے اگر کورٹ اجازت نہیں دے گی تو مسئلہ کورٹ تک چلا جائے گا لیکن آپ بھی بری الذمہ ہو جائیں گے اور ہمیں فیڈرل گورنمنٹ کا بھی پتا چل جائے گا کہ وہ کتنی نیک نیت ہے لیکن یہ ایک وہ راستہ ہے جو کہ میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا اور اس سے اس معزز ہاؤس کا وقار بلند ہو گا ۔ باقی جو criminal cases ہیں وہ تو اپنے طور پر ان کو face کرتے رہیں گے ۔

جناب سپیکر! چیمہ صاحب شاید چلے گئے ہیں ۔ چیمہ صاحب کہہ رہے تھے کہ جی آپ کو جانا پڑے گا ۔۔

(اس دوران چودھری محمد شاہنواز چیمہ وزیر اوقاف ایوان میں تشریف لے آئے)

چیمہ صاحب! آپ جناب رائے صاحب کو مشورہ دے رہے تھے کہ وہ شہباز شریف صاحب کو ملنے کے لیے لندن میں جائیں ہم شہباز شریف کو ملنے کے لیے اتنے دور کیوں جائیں گے شہباز شریف کے معصوم نابالغ لڑکے کو جس نے کوئی criminal act نہیں کیا اسے پنڈی میں جا کر مل آئیں کرایہ میں دوں گا شہباز شریف سے ملاقات کرآئیں اگر آپ اتنی ہی good faith کرنا چاہتے ہیں۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر، یہ تحریک استحقاق پیش ہوئی ہے ۔ اس میں وزیر قانون صاحب اور دونوں اطراف کے ارکان نے حصہ لیا ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ دیکھنی چاہیے کہ یہ تحریک استحقاق admit کی گئی ہے اس پر بحث کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ بہت زیادہ بحث کی اجازت دی گئی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہاں بیٹھے ہوئے سپیکر کے لیے جسے بار بار ہاؤس کا امین یا custodian کہا جاتا ہے اس سے توقعات بھی ہوتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی بعض اوقات اس بات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ وہ بھی اپنے رولز اور اپنے قواعد کا پابند ہے اس کے باوجود جس حد تک وہ جا سکتا ہے وہ کوشش کرتا ہے

اور یہاں سے کم از کم ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ جہاں تک میری حدود ہیں ان حدود کو تجاوز کرنے کا نام ظلم ہے اور جو ظلم کرتا ہے اسے ظالم کہتے ہیں میں اس حد تک تو نہیں جا سکتا لیکن میں آخری حد تک جانے کا قائل ہوں ۔ میں آخری حد تک جاتے ہوئے پچھلی مرتبہ بھی کہ یہی رویہ اپناتے ہوئے میں نے وہ حضرات جو گرفتار تھے ان کے سلسلے میں غور وفکر کیا جو detained تھے وہ تو خیر اپنے طور پر تشریف لے آئے ان کو رہا کیا گیا لیکن جو گرفتار تھے ان کے بارے میں بھی باوجود اس کے کہ اس وقت بھی میرے پاس وہ اختیارات نہیں تھے جنہوں نے سپیکر یوسف رضا گیلانی صاحب کو یوسف رضا گیلانی صاحب بنایا ہے آپ جو بھی کہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ یوسف رضا گیلانی ہیں وہ قومی اسمبلی کے سپیکر ہیں وہ اپنے قواعد اور اپنے قاعدوں کے پابند ہیں میں ان ہی رولز کے مطابق چل سکتا ہوں جن کے تحت یہ اسمبلی بنی ہے اور چل رہی ہے اس کے باوجود چونکہ وہ اس ہاؤس کے ارکان تھے اور میرے پاس رول نمبر ۹۰ نہیں تھا لیکن اس وقت وہ حضرات پنجاب کی حکومت کی custody میں تھے اور آخری حد تک جاتے ہوئے میں نے باقاعدہ پنجاب کی حکومت کو اپنی طرف سے خط لکھا اور یہ عجیب بات ہے کہ میں آخری حد تک گیا لیکن آپ نے مجھے condemn کرنے میں اور میری مذمت کرنے میں آخری حد تک جانے کی قسم کھا رکھی تھی اور آپ بھی گئے مجھے بڑے بڑے اچھے لفظوں سے یاد کیا گیا میں اس بات کا قائل ہوں جس کا میں نے آج بھی اظہار کیا کہ گالی دی کسی نے غلط کیا اس کو repeat کرنا بھی گالی دینا ہی ہوتا ہے میں نے اس کی اجازت نہیں دی میں آج ان الفاظ کو بھی نہیں دہراتا جو آپ نے میرے لیے استعمال کیے لیکن ایک بات ہے میں آپ کی باتیں برداشت کرنے کے لیے اس حد تک میں جاتا ہوں کہ اگر آپ نے میرے متعلق کچھ بھی کہا ہے میں نے اسے کارروائی سے حذف نہیں کیا کم از کم میں نے اپنے آپ نہیں کیا یہ آپ پر ہے کہ آپ کہاں تک جاتے ہیں تو میں نے اپنی حد تک جاتے ہوئے میں نے حکومت کو لکھا اور ہمارے سیکرٹری صاحب نے یہ خط لکھا تھا کہ

Mr Speaker has desired that the Government of the Punjab may take necessary measures to ensure the attendance of the members of the Provincial Assembly of the Punjab mentioned in the letter under reference in the session of the Assembly commencing 29th October, 1994 at 3 00 p m.

میں نے حکومت کو لکھا ۔ اس کا ایک جواب بھی حکومت کی طرف سے موصول ہوا جو یہ ہے ۔

The Provincial Assembly Secretariat has approached this Department conveying the desire of the Speaker, Provincial Assembly of the Punjab that the Government may ensure attendance of the above mentioned M.P.As in the current session of the Provincial Assembly.

چنانچہ یہ ہوم ڈیپارٹمنٹ نے ایڈووکیٹ جنرل کو خط لکھا ہے کہ وہ عدالت کو move کرے ۔

You are requested to move the concerned court accordingly seeking their attendance in the current session of the Punjab Assembly

میں نے بھی اپنی طرف سے وہ سب کچھ کیا جو میں کر سکتا تھا یہ آپ کی مرضی ہے چاہے اس کا کوئی اعتراف نہ کرے اور اس بات کا بہت اعتراف کریں جس کے نتیجے میں ہرگز کوئی عمل تو نہیں ہوا لیکن یہ آپ کی مرضی ہے اب سوال یہ ہے کہ میں اس وقت جس situation میں ہوں اس میں جب یہ petition آئی تو میرے لیے جو arguments تھیں میں نے انہیں دیکھا جو میرے پاس رپورٹ آئی اور جو اسمبلی سیکرٹریٹ کی طرف سے اس پر recommendations تھیں اس میں clear تھا کہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی لیکن میں نے اس پر سیکرٹری صاحب سے کہا کہ آپ میرے ساتھ discuss کیجیے ۔ میں نے discuss کیا اور discussion کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ باوجود اس سے کہ یہ مرکز سے تعلق رکھتا ہے ایف۔آئی۔اے سے تعلق رکھتا ہے وہ ہماری custody میں نہیں ہے لیکن وہ ہماری اسمبلی کے قائم مقام حزب اختلاف کے لیڈر ہیں اس لیے اس کو ہاؤس میں آنا چاہیے اسے ہاؤس میں discuss ہونا چاہیے اب جہاں تک اس discussion کا تعلق ہے اور جو یہاں arguments ہوئی اور جو دلائل یہاں دیے گئے ہیں اس کے تحت میں واضح ہوں کہ یہ تکنیکی طور پر تحریک استحقاق نہیں بنتی اور میں اسے خلاف ضابطہ قرار دیتا ہوں۔ لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ میں اپنے قاعدے قوانین کے مطابق کس حد تک جا سکتا ہوں۔ میرے خیال کے مطابق نہ وہ پنجاب حکومت کی تحویل میں ہیں نہ پنجاب حکومت نے انہیں گرفتار کیا ہے اس لیے میں کس کو کہوں ۔ آپ کہتے ہیں کہ میں مرکزی حکومت کو کہوں۔ میں اس پہ آپ کے ساتھ بات کرنے کے لیے تیار ہوں۔ سید ظفر علی شاہ صاحب نے کچھ دلائل دیے ہیں لیکن اس کا کوئی جواب

مجھے دوسری طرف سے بھی چاہیے۔ میں اس کے لیے تجویز کرتا ہوں کہ کل یا پرسوں آپ موقع پیدا کر لیں، کل بھی اپوزیشن اور حکومتی پارٹی نے آپس میں ملنا ہے ۔۔۔۔۔

سید ظفر علی شاہ ۔ بات یہ ہے کہ لیڈر آف اپوزیشن کے بغیر اسمبلی چل رہی ہے ۔ اسمبلی دو دن چلتی ہے، تین دن چلتی ہے، آدھا گھنٹہ چلتی ہے ۔ اس کا کوئی پتا نہیں ۔

جناب سپیکر ۔ ٹھیک ہے، کل صبح نو بجے اس پہ بات کریں گے ۔ سیشن دس بجے شروع کریں گے۔ اس پہ تھوڑی سی ادھر سے بھی تیاری کر لیں۔ آپ بھی تیار ہو جائیں ۔ میں بھی تھوڑا سا تیار ہو جاتا ہوں۔ میرا سیکرٹریٹ بھی اس پہ تھوڑا سا تیار ہو جاتا ہے ۔ میں اس پہ بات کرنے کو تیار ہوں کہ میں اس میں کہاں تک جا سکتا ہوں۔ اس کے بعد میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس معاملہ کو آج یہاں یہ ہم نمٹاتے ہیں۔ آج تحریک استحقاق پر بہت بحث ہو چکی ہے ۔ اب ہم تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔

مجلس خصوصی برائے سوالات بابت حبیب الرحمٰن کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب نذر عباس بھٹی ۔ جناب سپیکر، میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ۔

"مجلس خصوصی برائے سوالات بابت حبیب الرحمن وغیرہ
کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں تیس یوم
کی توسیع کر دی جائے ۔"

جناب سپیکر ۔ یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ۔

"مجلس خصوصی برائے سوالات بابت حبیب الرحمن وغیرہ کی
رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں تیس یوم کی
توسیع کر دی جائے ۔"

(تحریک منظور ہوئی)

مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

جناب محمود اختر گھمن ۔ جناب سپیکر! میں مسودہ قانون (نظرثانی) مشاہرات عوامی نمائندگان پنجاب

مصدرہ 1995ء مسودہ قانون نمبر 1 بابت 1995ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر ۔ سب سے پہلے تو میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ کوئی رپورٹ مکمل ہو کے ایوان میں آئی ہے ۔ میرے خیال میں وزیر قانون بھی بہت خوش ہوں گے ۔ انہیں کوئی ایجنڈا مقرر کرنے میں آسانی ہو گی ۔ یہ رپورٹ پیش کر دی گئی ہے ۔

مجلس قائمہ برائے زراعت کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

پیر عارف زماں چشتی ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ۔

"مسودہ قانون بارانی زرعی یونیورسٹی راولپنڈی 1994ء مسودہ قانون بابت 1994ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے زراعت کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں تیس یوم کی توسیع کر دی جائے ۔"

جناب سپیکر ۔ یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ۔

"مسودہ قانون بارانی زرعی یونیورسٹی راولپنڈی 1994ء مسودہ قانون بابت 1994ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے زراعت کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں تیس یوم کی توسیع کر دی جائے ۔"

(تحریک منظور ہوئی)

مجلس استحقاقات کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا۔

میاں مناظر علی رانجھا ۔ میں تحریک استحقاق نمبر 6 پیش کردہ سید ظفر علی شاہ ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر ۔ رپورٹ پیش کر دی گئی ہے ۔

مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد توسیع

میاں مناظر علی رانجھا ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ۔

"تحریک استحقاق نمبر 3 پیش کردہ حاجی محمد اقبال گھر کی
ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاق کی رپورٹ ایوان
میں پیش کرنے کی میعاد میں تیس یوم کی توسیع کر دی
جائے"۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:۔

"تحریک استحقاق نمبر 3 پیش کردہ حاجی محمد اقبال گھر کی
ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاق کی رپورٹ ایوان
میں پیش کرنے کی میعاد میں تیس یوم کی توسیع کر دی
جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

میاں مناظر علی رانجھا ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:۔

"تحریک استحقاق نمبر 7 پیش کردہ رانا محمد فاروق سعید خاں
ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاق کی رپورٹ ایوان
میں پیش کرنے کی میعاد میں تیس یوم کی توسیع کر دی
جائے"۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:۔

"تحریک استحقاق نمبر 7 پیش کردہ رانا محمد فاروق سعید خاں
ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاق کی رپورٹ ایوان
میں پیش کرنے کی میعاد میں تیس یوم کی توسیع کر دی
جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

میاں مناظر علی رانجھا ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:۔

"تحریک استحقاق نمبر 10 پیش کردہ سید تابش الوری ایم پی

اسے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں
پیش کرنے کی میعاد میں تیس یوم کی توسیع کر دی
جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر۔ تحریک پیش کی گئی ہے کہ۔

"تحریک استحقاق نمبر 10 پیش کردہ سید تابش الوری ایم پی
اسے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں
پیش کرنے کی میعاد میں تیس یوم کی توسیع کر دی
جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

مجلس خصوصی کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

میاں محمد افضل حیات۔ میں تحریک استحقاق نمبر 1 پیش کردہ رانا محمد فاروق سعید ایم پی اسے کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ رپورٹ پیش کر دی گئی۔

میاں محمد افضل حیات۔ میں تحریک استحقاق نمبر 5 پیش کردہ رانا محمد اقبال خان ایم پی اسے کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ رپورٹ ایوان میں پیش کر دی گئی ہے۔

میاں محمد افضل حیات۔ میں تحریک استحقاق نمبر 12 پیش کردہ چودھری نذر عباس بھٹی ایم پی اسے کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ رپورٹ پیش کر دی گئی ہے۔

میاں محمد افضل حیات۔ میں تحریک استحقاق نمبر 13 پیش کردہ چودھری شفقت عباس ربیرہ ایم پی اسے کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ رپورٹ پیش کر دی گئی ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم تحریک التوائے کار شروع کرتے ہیں۔ جناب ارشد عمران سلہری پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ارشد عمران سلہری: پنجاب یونیورسٹی جو کہ ہماری قدیم مادر علمی ہے اس کے اساتذہ جو کہ تقریباً چار سو کے قریب ہیں ایک ماہ سے احتجاج کر رہے ہیں ' اس حوالے سے میری تحریک التوائے کار نمبر ۱ ہے جس کے بارے میں اجازت چاہوں گا کہ اسے بغیر باری کے لے لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ارشد عمران سلہری صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر ۱ ہے۔ ان کی استدعا یہ ہے کہ اس کو بغیر باری کے لے لیا جائے۔ میں آپ کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق): جناب سپیکر! ارشد عمران سلہری صاحب کی ہی تحریک التوائے کار نمبر 1 بھی ہے۔ جو رکن اسمبلی کسی تحریک التوائے کار کو زیادہ فوری نوعیت کی محسوس کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ پہلے نمبر والی تحریک التوائے کار واپس لے لیں۔ جو کہ یہ خود اپنے عمل سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ تحریک التوائے کار نمبر 1 فوری نوعیت کی نہیں ہے۔ تحریک التوائے کار urgent nature کی ہوتی ہے اور اسے لینا پڑتا ہے۔ اسی لیے آپ ایوان کی باقی کی کارروائی معطل کرواتے ہیں۔ اور اس تحریک التوائے کار پر بحث کا مطالبہ کرتے ہیں۔ لہذا اگر تحریک التوائے کار نمبر 1 dispose of نہیں ہوتی تو اگلی لی ہی نہیں جا سکتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحاریک التوائے کار کچھ زیادہ تو نہیں ہیں۔ میرا خیال ہے کہ سیشن کافی دن رہے گا۔ چار پانچ دن رہے گا۔ آپ کی یہ تحریک التوائے کار آجائے گی۔ تحریک التوائے کار نمبر 1 کو لیتے ہیں۔ یہ میاں عبدالستار ' ارشد عمران سلہری اور حاجی مقصود احمد بٹ تینوں کی طرف سے ہے۔

اندرون اکبری محلہ لاہور میں مسلم لیگ کے دفتر پر نامعلوم افراد کی فائرنگ

میاں عبدالستار: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روز نامہ "پاکستان" لاہور مورخہ 11-1-1995 کی اشاعت میں یہ خبر چھپی ہے کہ اندرون اکبری گیٹ محلہ پیر گیلانی لاہور میں پرائمری مسلم لیگ (ن) گروپ کے دفتر پر دو نامعلوم موٹر سائیکل

سوار نوجوانوں کی کلاشنکوف سے اندھا دھند فائرنگ کے نتیجہ میں مسلم لیگ کے کارکن دو نوجوان عزدار حسین عرف صاحب اور ذوالفقار موقع پر ہلاک ہو گئے جبکہ مسلم لیگ یوتھ کے صدر شعیب محمود بٹ سمیت دو افراد زخمی ہو گئے۔ اس خوفناک واردات کے بعد اندرون شہر ہر طرف بھگدڑ مچ گئی اور وقوعے پر لوگوں کی چیخیں نکل گئیں اور وہ اپنی جانیں بچانے کے لیے زمین پر لیٹ گئے۔ ملزمان کلاشنکوف کے برسٹ مارتے ہوئے فرار ہو گئے۔ صوبے میں امن و امان کی جو صورت حال پیدا ہو چکی ہے اس پر ہر طبقہ فکر میں سراسیمگی اور خوف و ہراس پھیل گیا ہے ہر طرف دہشت گردی کی حکمرانی ہے اور حکمران طبقہ چین کی بانسری بجا رہا ہے۔ اس خبر سے صوبے بھر کے عوام میں بے چینی اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی وزیر قانون صاحب۔

جناب وزیر قانون (چودھری محمد فاروق): جناب سپیکر! فاضل رکن اسمبلی نے جو تحریک التوائے کار پیش کی ہے اس بارے میں یہ بات درست ہے کہ 10 - جنوری 1995ء کو یہ واقعہ پیش آیا۔ اور اکبری گیٹ کے علاقے میں نامعلوم ملزمان کی فائرنگ سے دو افراد جاں بحق ہو گئے۔ بہرحال دوران تفتیش جو صورت حال سامنے آئی اس کے مطابق ملزم علی اکبر وغیرہ کی مقتول ذوالفقار وغیرہ سے ذاتی رنجش چلی آ رہی تھی۔ اور یہ بھی حالات سامنے آئے ہیں کہ ان کے کوئی غیر اخلاقی تعلقات کی بنیاد پر یہ رنجش بڑھ گئی۔ جس کا نتیجہ اس وقوعے کی صورت میں نکلا اور دو افراد جاں بحق ہو گئے۔ اس واقعے کے رونما ہونے کے بارے میں حکومت کی طرف سے کسی کوتاہی کا کوئی دخل نہ ہے۔ نہ ہی اس واقعے کے رونما ہونے کے بارے میں انتظامیہ کا کوئی ایسا قصور یا دخل ہے جس کی وجہ سے یہ واقعہ رونما ہوا۔ جناب سپیکر! ایک نامزد ملزم کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ مقدمہ زیر تفتیش ہے اور اس صورت حال کے پیش نظر میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ معاملہ اہم یا فوری نوعیت کا نہیں ہے۔ اور رول 67 کے تحت یہ قابل پذیرائی نہیں ہے۔ اور جب جنرل ایڈمنسٹریشن کا موضوع بھی بحث کے لیے 'ایجنڈے کے لیے 'بزنس کے لیے مختص کر دیا گیا ہے تو اس صورت حال میں بھی جناب سپیکر! یہ تحریک قابل پذیرائی نہیں ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسے rule out کیا جائے اور اس کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کرنے کا کوئی جواز نہ ہے۔ شکریہ۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر ! میری یہ گزارش ہے کہ 10 ۔ جنوری کو یہ واقعہ ہوا ۔ آج یکم فروری ہے ۔ ابھی تک پولیس یہ نہیں بتا سکی کہ اس قتل کے محرکات کیا تھے ؛ اور وہ ملزمان کون ہیں جنہوں نے یہ کارروائی کی ہے ؟ جناب سپیکر ! مسلم لیگ کے پرائمری یونٹ کا صدر زخمی ہے ۔ اسے 17 گولیاں لگی ہیں ۔ وہ آج تک ہسپتال میں زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے ۔ لیکن ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مارنے والے کون ہیں ؟ ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے سب کا سب political victimization کے تحت ہو رہا ہے ۔ فاضل وزیر موصوف نے جو یہ بات کی ہے کہ کوئی غیر اخلاقی حرکات کی بناء پر ایسا ہوا ہے ۔ یہ بات بالکل غلط ہے ۔ ان کی سیاسی کشمکش اور political victimization کے تحت سب کچھ کیا گیا ہے ۔ میری یہ گزارش ہے کہ وزیر قانون کا یہ موقف درست نہیں ہے ۔ ملزمان کو آج تک پکڑا نہیں گیا ۔ مسلم لیگ کے پرائمری یونٹ پر جا کر فائرنگ کی گئی ہے ۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر اس طرح کے واقعات ہوتے رہے تو جو political atmosphere ہم یہاں پر برقرار رکھنا چاہتے ہیں ، جس جمہوریت کے پودے کو ہم پروان چڑھانا چاہتے ہیں اس میں رکاوٹ آئے گی ۔ اور پھر کوئی بھی شخص سیاسی دفتروں میں اپنے آپ کو محفوظ نہیں پائے گا ۔ میری یہ گزارش ہے کہ حکومت کا یہ مؤقف درست نہیں ہے لہذا اس تحریک التوائے کار کو ایوان میں زیر بحث لایا جانا ضروری ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں اس تحریک التوائے کار کے ذریعے آپ جو بات واضح کرنا چاہتے تھے وہ ہو چکی ہے ۔ آپ نے تحریک التوائے کار دی ، پھر آپ نے اس کو پڑھا ۔ اس کے بعد وزیر موصوف نے اپنا بیان دیا اور اب پھر آپ نے چند باتیں کر دی ہیں ۔ تو میرا خیال ہے کہ اس کو پریس نہ کریں ۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے جنرل سیکرٹری کے بیٹے کو دن دیہاڑے لاہور میں قتل کیا گیا ۔ مسلم لیگ پرائمری یونٹ کے دفتر پر فائرنگ واقعی افسوس ناک ہے ۔ لیکن اس کو ایک سیاسی کشمکش کا نتیجہ بنا دینے سے کوئی مقصد پورا نہیں ہو گا ۔ آپ کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا ہے ۔ بات ہو گئی ہے اب پریس میں بھی آ جائے گا ۔ اب آپ صرف یہ بتائیں کہ آپ اسے پریس کرتے ہیں یا نہیں ؛ تاکہ میں اس پر اپنی رولنگ دے سکوں ۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر ! میں یہ چاہتا ہوں کہ کم از کم commitment تو آئے کہ ہم ملزمان کو

جناب ڈپٹی سپیکر، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جب کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے تو حکومت وقت کا سب سے اہم فریضہ اور ان کا اپنا مفاد اسی میں ہوتا ہے کہ وہ فوری کارروائی کرے اور ملزمان کو پکڑے۔ کوئی بھی حکومت ہو چاہے وہ آپ کی ہو یا کسی اور کی حکومت ہو وہ ایمانداری سے اس پر فوری کارروائی کرے گی۔ تو I rule it out. ۔ تحریک التوائے کار نمبر 2 شوکت داؤد صاحب کی ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب سپیکر! ہاؤس میں کورم نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کیا آپ serious ہیں؟

چودھری محمد وصی ظفر، جی میں serious ہوں لیکن میرے خیال میں اب دوست آگئے ہیں اور کورم پورا ہو گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ تحریک التوائے کار نمبر 2 جناب شوکت داؤد کی ہے۔

ٹیوب ویلز پر بجلی کے فلیٹ ریٹ میں اضافہ

چودھری شوکت داؤد، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ گزشتہ سالوں میں حکومت نے کاشتکاروں کی سہولت کے لیے ٹیوب ویلز کے بجلی کے بلز پر فلیٹ ریٹ مقرر کر دیا تھا۔ جو تقریباً 15 ہارس پاور کی موٹر پر 8 سو روپے اور 20 ہارس پاور کی موٹر 12 سو روپے مقرر کیا تھا۔ لیکن اب یہ ریٹ بڑھا کر تقریباً چار ہزار روپے کر دیا گیا ہے۔ اور اوپر سے ظلم یہ کہ بجلی کی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے ٹیوب ویلز بھی اکثر بند رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے پنجاب کا کاشتکار متاثر ہو رہا ہے اور عوام میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ لہذا درخواست ہے کہ میری اس تحریک التواء کو منظور کرتے ہوئے اسمبلی میں بحث کے لیے منظور فرمایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق)، جناب سپیکر! میں فاضل رکن اسمبلی کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ایک انتہائی اہم اور حساس معاملے کے حوالے سے تحریک التوائے کار پیش کی ہے لیکن ان کے پڑھنے کے انداز سے مجھے ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے کسی نے ان کو لکھ کر دی اور ان کے نام سے یہ تحریک التوائے کار آ گئی۔ اور اس کے بعد ابھی تک انہوں نے دوبارہ اس کو پڑھا نہیں، سنجیدگی سے

لیا نہیں لیکن جناب سپیکر ! اس کے باوجود اس تحریک التوائے کار کی اہمیت کا میں احساس کرتا ہوں۔ حالانکہ یہ معاملہ وفاقی حکومت سے متعلق ہے۔ واپڈا نے ریٹس بڑھائے ہیں۔ واپڈا کے اوپر صوبائی حکومت کا یا صوبائی محکمہ ایریگیشن اینڈ پاور کا کوئی کنٹرول نہیں ہے لیکن جس نکتہ کو اٹھایا گیا ہے کہ حکومت نے کاشتکاروں کی سہولت کے لیے بجلی کے جو بل ہیں ان کے بارے میں فلیٹ ریٹ مقرر کیا۔ 15 ہارس پاور کی موٹر پر 8 سو روپے اور 20 ہارس پاور کی موٹر پر 12 سو روپے ریٹ مقرر کیا گیا۔ لیکن اس وقت جناب سپیکر یہ تقریباً چار ہزار روپے کر دیا گیا ہے۔ بجلی کی قیمت اس اضافے کی وجہ سے پنجاب کے اندر کاشتکار یقیناً انتہائی پریشان ہے اور انھیں کافی مشکلات پیش آ رہی ہیں اور میں اس سلسلے میں محسوس کرتا ہوں کہ پنجاب کے کاشتکاروں' زمینداروں کے جو معاملات ہیں اور واپڈا کے ریٹ بڑھانے کی وجہ سے انھیں جو مشکلات پیش آ رہی ہیں اس بارے میں اراکین اسمبلی کا آواز اٹھانا اور اس سلسلے میں مثبت تجاویز دینا محض تنقیدی بات کرنے کی بجائے مثبت تجاویز دینا ان کا حق ہے اور اس حق کے لیے اگر ایوان کی کارروائی ملتوی کر کے ضابطے کے مطابق تحریک کے نتیجے میں کوئی وقت معین کر لیا جائے کہ جس وقت اس issue پر بحث ہو جائے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ پنجاب کے کاشتکاروں کی آواز اس ایوان کے ذریعے سے پنجاب حکومت کی طرف سے وفاق تک جانی چاہیے۔ اس لیے مجھے اس معاملے پر اعتراض نہیں ہے بے شک اپنی جگہ پر پنجاب حکومت اپنے صوبے کے عوام کی نمائندگی کے لیے اور کاشتکاروں کے ان معاملات کو وفاقی حکومت سے take-up کیے ہوئے ہے۔ اور یہ معاملہ حکومتی سطح پر وفاقی حکومت کے ساتھ جاری ہے لیکن اس کے باوجود بھی میں چاہتا ہوں کہ ایوان کی آواز بھی اس میں شامل ہو جائے۔ شکریہ

چودھری شوکت داود : جناب والا ! میں نکتہ ذاتی وضاحت پہ بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شوکت داؤد صاحب! نکتہ ذاتی وضاحت پہ ہیں۔

چودھری شوکت داود : جناب والا! میں آپ کا اور اپنے بھائی وزیر موصوف کا بھی شکریہ ادا کروں گا کہ انھوں نے اس کی اہمیت کو مد نظر رکھا ہے اور آپ بھی آگے اس پر رولنگ دیں گے۔ یقین جانیے کہ میں اس تحریک کی اہمیت کی وجہ سے نیچے سے بھاگ کر آیا ہوں اور ابھی تک سانس پھولا ہوا ہے۔ و گرنہ لکھی بھی میں نے ہے اور میں اس کی اہمیت کے پیش نظر بھاگ کر آیا ہوں۔ اس لیے ایسی پڑھی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔ تابش صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے تھے ؟

سید تابش الوری ، جناب والا ! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کسی بھی تحریک التوائے کو زیر بحث لانے کے لیے ایک طریقہ موجود ہے ۔ لیکن لاءمنسٹر نے جس sprit میں بات کی ہے اس کے لیے مناسب ہو گا کہ ایک قرار داد کا ڈرافٹ تیار کر لیا جائے ۔ اور وہ مرکزی حکومت کو بھجوا دیں وہ زیادہ مؤثر ہو گا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، لاء منسٹر صاحب اور شوکت داود صاحب جو تابش صاحب نے بات کی ہے وہی بات میرے ذہن میں بھی آ رہی تھی ۔ کیونکہ اگر ہم اس کو admit کرتے ہیں تو صرف اس پر تین دن کے اندر اندر دو گھنٹے بحث ہو گی ۔ تو بحث کا نتیجہ صرف بحث ہو گا اس پر ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکیں گے اور قرار داد ایک ایسی شکل ہو گی کہ اسمبلی متفقہ طور پر یہ قرار داد پاس کر دے اور مرکزی حکومت نے فیصلہ کرنا ہے اس کو سفارش کر دے ۔ تو کیا بات رہے گی ؟ لاءمنسٹر صاحب اس بارے میں فرمائیں ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق) ، جناب والا ! میرے خیال میں ------

رانا محمد اقبال خان ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کا پوائنٹ آف آرڈر اسی کے متعلق ہے ؟

رانا محمد اقبال خان ، جی

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی رانا اقبال صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں

رانا محمد اقبال خان ، جناب سپیکر ! یہ بہت اچھی بات ہے جو آپ نے فرمائی لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں ایک اور گزارش کروں گا کہ ان دنوں میں لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے کاشتکاران کا بے حد نقصان ہو رہا ہے اور ان کو وہ فکس ریٹ ادا کرنا پڑ رہا ہے ۔ آٹھ آٹھ گھنٹے کی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے ان کی جتنی کٹوتی بنتی ہے براہ مہربانی اس کے لیے بھی قرار داد پاس کر لی جائے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ! جی لاء منسٹر صاحب! اب رانا صاحب نے مزید ایک اور بات شامل کی ہے کہ جو لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے اس کا جتنا ٹائم بنتا ہے کم از کم فلیٹ ریٹ میں اسی نسبت سے کمی کی جائے ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق) ، جناب والا ! میں اسی لیے عرض کر رہا تھا کہ اگر

یہ معاملہ قرار داد کی صورت میں سامنے آئے گا تو محض ایک متفقہ قرار داد پاس ہو کر مرکز تک چلی جائے گی۔ اس وقت چونکہ ایک تحریک التوائے کے حوالے سے معاملہ زیر بحث ہے۔ اس صورت میں رانا اقبال صاحب نے ایک تجویز دی ہے ہو سکتا ہے کہ دوسرے اراکین مختلف تجاویز دیں۔ اگر اس تحریک التوائے کار پر بحث ہو جائے تو یہ تجاویز زیادہ قابل عمل ہو سکتی ہیں اور ان میں سے زیادہ سے زیادہ تجاویز کو take - up کیا جا سکتا ہے۔اس لیے میرے خیال میں فی الحال نکتہ بھی تحریک التوائے کار کے حوالے سے ہے اس لیے اس پر بحث کی جائے۔ اگر بحث کا فائدہ کوئی نہ ہو توپھر تو یہ تحاریک التوائے کار لانا اور اس سارے پروسیجر کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بحث کا فائدہ ہے۔ ایوان کے اندر جس معاملے پر بھی بحث ہوتی ہے اس کے مثبت نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ تابش صاحب کا نکتہ اپنی جگہ پر ہے۔ اگر الگ قرار داد کی ضرورت ہو تو وہ بعد ازاں لائی جا سکتی ہے۔ لیکن فاضل محرک شوکت داود صاحب نے جو معاملہ اٹھایا ہے میرے خیال میں اس پر بحث کا وقت مقرر کر لیا جائے تو مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اس میں یہ مسئلہ بھی تو آئے گا نا کہ یہ مسئلہ فیڈرل گورنمنٹ کا ہے۔ اگر ہم ایک دفعہ ایسی مثال پیش کریں گے تو جب اس پر اور تحاریک التوائے کار آئیں گی تو پھر آپ کہیں گے کہ یہ مسئلہ فیڈرل گورنمنٹ کا ہے۔ وہ مثال دیں گے کہ پہلے فیڈرل گورنمنٹ کا ایک مسئلہ تھا تو آپ نے یہ رولنگ دی تھی اس پر بحث ہوئی ہے۔ تو یہ آپ کے لیے پریشان کن صورت حال بنے گی۔ تو شوکت داود صاحب آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں چونکہ محرک تو آپ ہیں؟

چودھری شوکت داؤد ، شکریہ جناب والا ! میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم صرف قرار داد پاس کر کے بھیجیں تو اس میں ابہام رہ جائے گا اور تشنگی بھی رہ جائے گی۔ اس پر بحث کر لیں یا اس پر ایک کمیٹی بنا لی جائے جو پانچ سات یا دس ممبروں پر مشتمل ہو وہ اپنی اچھی اچھی تجاویز دیں اس کے بعد اگر قرارداد کی شکل دی جائے تو میرے خیال میں بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر ! پھر اس معاملے میں میری یہ رائے ہے کہ فاضل رکن اپنی تحریک التوائے کار کو پریس نہ کریں۔ بعد ازاں ہم مل کر اس معاملے کے اوپر اپنی تجاویز مرتب کر کے وفاقی حکومت کو بھجوادیں گے۔ آپ بے شک حزب اختلاف کی طرف سے بھی دو تین دوستوں کو نامزد کر دیں وہ اس سلسلے میں ہمیں تجاویز دیں۔ ہم اپنی طرف سے بھی ایک دو منسٹرز کو خصوصاً وزیر آبپاشی

کو شامل کر لیتے ہیں اور ان کی طرف سے جو تجاویز ہوں گی ہم ان کو وفاقی حکومت کو بھجوا دیں گے - یہ تحریک التوائے کار پر زور نہ دیں - شکریہ -

جناب ڈپٹی سپیکر ، تو اس کا یہ فیصلہ ہوا کہ لاء منسٹر صاحب وزیر برائے آبپاشی اور افضل سندھو صاحب تین ادھر سے اور تین حزب اختلاف کی طرف سے تابش الوری صاحب، شوکت داؤد صاحب اور رانا اقبال صاحب میں یہ کمیٹی بناتا ہوں - یہ بیٹھ کر ایک قرار داد با اتفاق رائے تیار کریں اور اس کو اسمبلی میں لائیں تو ہم اسے متفقہ طور پر پاس کریں گے - تحریک التوائے کار نمبر تین جناب انعام اللہ خان نیازی صاحب کی طرف سے ہے ــــــــ مجھے بتایا گیا ہے کہ نیازی صاحب اسمبلی سیکرٹری کو کہہ گئے ہیں کہ میں اس کو پریس نہیں کرنا چاہتا

جناب امان اللہ خان بابر ، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی امان اللہ بابر صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں -

جناب امان اللہ خان بابر ، جناب والا! میں آپ کے اور اس ہاؤس کے علم میں ایک اہم واقعہ لانا چاہتا ہوں ----

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ انعام اللہ خان کے بارے میں تو نہیں ہے ؟

جناب امان اللہ خان بابر ، جناب والا! ان کے بارے میں نہیں ہے -

جناب ڈپٹی سپیکر ، تو پھر ہم اس کو rule out کرتے ہیں - اب آپ بات کریں -

جناب امان اللہ خان بابر ، جناب والا! آپ کی ذات پر بھی ایک attack ہوا ہے شاید آپ نے خبر نہیں پڑھی - یہ صاف لکھا گیا ہے کہ ڈی سی نارووال آپ کے چھوٹے بھائی ہیں - انھوں نے دکانداروں کو کہا کہ ----

جناب ڈپٹی سپیکر ، آرڈر پلیز - آرڈر پلیز -

جناب امان اللہ خان بابر ، محمد خان موہل صاحب ڈی سی نارووال جو آپ کے چھوٹے بھائی ہیں - ان کے متعلق پارلیمنٹ ہاؤس اسلام آباد کے سامنے ایک زبردست مظاہرہ ہوا ہے - وہاں پر انھوں نے اخبار نویسوں کو بتایا ہے اور یہ واضح لکھا ہوا ہے کہ ڈی سی صاحب نے ہم تمام دکانداروں کو اکٹھا کر کے کہا کہ آپ مجھے بیس ہزار روپیہ فی کس دکاندار دیں تو میں اپنے بھائی جو پنجاب اسمبلی میں ڈپٹی

سپیکر ہیں ان سے کہہ کر آپ کو مالکانہ حقوق دلا دوں گا۔ لیکن جب دکانداروں نے انکار کیا تو ان کی دکانوں پر بلڈوزر چلا دیا جو کہ ڈی سی صاحب کے اختیارات میں نہیں تھا۔ کیونکہ انھوں نے ناجائز تجاوزات نہیں کی تھیں۔ وہ ضلع کونسل نارووال کے کرایہ دار تھے اور انھوں نے جون 1995ء تک ایڈوانس کرایہ ادا کر کے رسیدیں حاصل کی ہوئی ہیں (اس مرحلے پر رسیدیں دکھائی گئیں)۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ میری بات سنیں۔ مجھے نہایت افسوس سے عرض کرنا پڑتا ہے کہ ایک ایسی بات جس کا میرے خیال میں جو میں سمجھتا ہوں حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ کیونکہ مجھے تو پتا نہیں ہے اور پھر جب اس کا بھائی بیٹھا ہو۔ آپ کو یہ بات راے صاحب کی موجودگی میں کہنی چاہیے تھی ---- پہلے آپ میری بات سنیں آپ بیٹھ جائیں۔ میں آپ کی بات بھی سنتا ہوں میں نے آپ کو پہلے بھی ٹائم دیا ہے۔ چونکہ آپ وہاں نارووال کے ایم پی اے ہیں اور وہ وہاں پر ڈپٹی کمشنر ہیں جیسی صورت حال ملک میں ہے وہ سب لوگ جانتے ہیں کہ کیا حالات ہیں' کیا واقعات ہیں ڈپٹی کمشنرز اور ایس پی صاحبان پر کیا صورت حال بن جاتی ہے۔ اس لیے بہتر بات یہ تھی کہ جب راے صاحب یہاں تشریف رکھتے تو آپ یہ بات کرتے۔ چونکہ میں اب جو بھی بات کروں گا وہ prejudice تصور کی جائے گی اور کوئی اس کو تسلیم بھی نہیں کرے گا۔ آپ تشریف رکھیں مجھے آپ کی ذہنیت کا نقشہ نظر آ رہا ہے۔ میں یہ بات ہاؤس میں کہہ رہا ہوں کہ ڈی سی ایک ذمہ دار آفیسر ہے اور پھر وہ میرا بھائی ہے میں اس کو جانتا ہوں اور اچھی طرح سے جانتا ہوں ایسی بات وہ نہیں کر سکتا کہ وہ دکانداروں کی موجودگی میں یہ بات کہے کہ اتنے اتنے پیسے دو اور میں آپ کا یہ کام اپنے بھائی سے کروا دیتا ہوں۔ میں اس کو اچھا نہیں سمجھتا لیکن اس کے باوجود چونکہ مسئلہ میرے سامنے پیش کیا گیا ہے اس لیے میں آپ کی طرف سے دو آدمی چودھری اقبال اور حافظ محمد اقبال خان خاکوانی صاحب اور دو اس طرف سے ایک خلیل الرحمن چشتی صاحب اور محمد عارف چٹھہ صاحب چار آدمیوں کی کمیٹی بناتا ہوں اور یہ آدمی موقع پر جائیں اور اس بات کی تحقیق کریں اگر میرے بھائی کی غلطی ہوگی تو میں اس کو استعفیٰ دلوا دوں گا اور ڈی سی شپ چھڑوا دوں گا لیکن اگر میرے دوست کی بات غلط ہو تو یہ اپنا فیصلہ پھر خود کریں کہ ان کو کیا کرنا چاہیے۔ میں نے اب فیصلہ کر دیا ہے آپ تشریف رکھیں

جناب امان اللہ خان، جناب والا! یہ باتیں اخبارات میں چھپی ہیں ......

جناب ڈپٹی سپیکر ، اس نے بلڈوزر ضرور چلائے ہوں گے گورنمنٹ کی پالیسی ہے لوگوں نے احتجاج بھی کیا ہو گا یہ جو بیس ہزار روپے کی بات آپ کر رہے ہیں ......

چودھری محمد اقبال ، جناب سپیکر! میری آپ سے استدعا ہے کہ اس تحریک کو آپ مؤخر کر دیں جب حنیف رامے صاحب کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوں تو پھر اس کو ٹیک اپ کیا جائے

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں نے اب تو یہ فیصلہ دے دیا ہے میں نے دو ادھر کے اور دو ادھر کے معزز اراکین کی کمیٹی بھی بنا دی ہے یہ خدا کو حاضر ناظر جان کر فیصلہ کریں کہ کیا بات ہے ؟ اگر وہ قصور دار ہو اور اس نے یہ پیسے لیے ہوں تو میں یہاں پر اعلان کرتا ہوں کہ میرا بھائی مستعفی ہو جائے گا۔ ایسے بات کہہ دینا کہ دکاندار اسلام آباد گئے وہ ضرور گئے ہوں گے جب ان کی ناجائز تجاوزات کو ختم کیا ہو گا ان کو تکلیف پہنچی ہو گی تو انہوں نے یہ واویلا اور شور ضرور ڈالا ہو گا - یہ بات ہے رشوت کی اور آپ نے بار بار میرا نام بھی quote کیا ہے کہ وہ آپ کا بھائی ہے - کسی کو یہ بھی پتا نہ چلتا کہ ڈی سی نارووال کون ہے ؟ آپ نے بطور خاص یہ کہا کہ میرا بھائی ہے اور آپ نے میرا نام بھی لیا ہے کہ میرے نام پر پیسے لیے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ نے پارلیمنٹ کی بھی اور اس ایوان کی بھی توہین کی ہے اور ڈپٹی سپیکر کی کرسی کی بھی توہین کی ہے اور میرے نقطہ نظر سے سپیکر کی شان پر بھی آپ نے ایک گند اچھالا ہے۔

جناب امان اللہ خان ، جناب والا! میں تو اخبارات کی بات کر رہا ہوں یہ اخبارات میرے پاس موجود ہیں ...

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ چھوڑیں اس بات کا یہ کون سا وقت تھا آپ نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا آپ کو تحریک التواء دینی چاہیے تھی کوئی اور بات کرنی چاہیے تھی ایسے یک دم آپ نے بات کر دی اور میں نے بات clear کر دی ہے - میں اس ہاؤس کی کمیٹی سے فیصلہ لینا چاہتا ہوں پھر اس مسئلے پر یہاں بات ہو گی اب ہم آگے چلتے ہیں - مہربانی آپ کا شکریہ۔ آگے ہے نمبر ۴ میاں عبدالستار ۔

میاں عبدالستار ، جناب والا! اسے کل پر نہ رکھ لیں - کل مہنگائی پر بحث بھی ہے - کیونکہ اب تحریک التوائے کار کا وقت بھی ختم ہو چکا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہو تا ہے - اس تحریک التوائے کار کو ہم بعد

میں لیں گے۔ مہربانی شکریہ۔

مجالس قائمہ کی رپورٹیں (جو ایوان میں پیش کی گئیں)

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، جناب والا! میں مسودہ قانون ترمیم ہیلتھ فاؤنڈیشن پنجاب مصدرہ ۱۹۹۴ء مسودہ قانون نمبر ۱۵ بابت ۱۹۹۴ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، رپورٹ ایوان میں پیش کردی گئی ہے۔

رانا محمد فاروق سعید خان، جناب والا! میں مجلس قائمہ برائے مال مسودہ قانون عطائے حقوق مالکانہ بحق غیر مالکان آبادی دیہہ پنجاب مصدرہ ۱۹۹۴ء مسودہ قانون نمبر ۱۶ بابت ۱۹۹۴ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مال کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مسودہ قانون کی رپورٹ ایوان میں پیش کر دی گئی۔

میاں عمران مسعود، جناب سپیکر! آپ نے فرمایا کہ تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوا۔ میں صرف یہ وضاحت چاہتا تھا کہ جو تحریک استحقاق آج نہیں آسکیں کیا وہ کل ضرور آجائیں گی؟

مہنگائی پر بحث

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں وہ موخر ہیں۔ تحریک التوائے کار کا وقفہ ختم ہو چکا ہے۔

اب ہم آج کا ایجنڈا لیتے ہیں۔ آج مہنگائی پر تقاریر ہیں۔

چودھری محمد اقبال، جناب سپیکر! اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو مہنگائی پر بحث کل پر رکھ لیں

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر قانون و پارلیمانی امور اس پر کچھ فرمائیں گے اپوزیشن کی طرف سے چودھری اقبال صاحب فرماتے ہیں کہ مہنگائی کی بحث کو اگر کل تک لے جائیں۔

وزیر قانون وپارلیمانی امور، جناب سپیکر! کل رمضان المبارک بھی ہے اور ان سے آج مہنگائی پر بحث کے لیے طے ہوا تھا اور ابھی پونا گھنٹہ باقی ہے۔ اس لیے اس وقت ایوان کی کارروائی ملتوی کرنے کی بجائے اگر آج کے روز یہ پونا گھنٹہ کارروائی کرلی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ....

جناب ڈپٹی سپیکر، پونے گھنٹے کے علاوہ ہم کچھ اور بھی وقت بڑھا سکتے ہیں ....

وزیر قانون وپارلیمانی امور، جناب والا! یہ جس طرح بھی چاہیں گے میں حکومت کی طرف سے

تعاون کے لیے تیار ہوں ....

جناب ڈپٹی سپیکر ، کھوسہ صاحب! مقرر حضرات کی جو لسٹ ہے وہ مجھے دے دیں ۔ کھوسہ صاحب نے مجھے لسٹ فراہم کر دی ہے تا کہ بولنے والوں کے ذہن میں رہے انہوں نے اس ترتیب سے دی ہے۔

سید تابش الوری ' رانا محمد اقبال خان' احسان الدین قریشی' صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری' حاجی عبدالرزاق' پروفیسر نور محمد غفاری اور ایس اے حمید کے نام آئے ہیں ۔ میں سب سے پہلے سید تابش الوری کو فلور دیتا ہوں کہ وہ آج کی بحث کا آغاز کریں ۔

سید تابش الوری ،

امیر جمع ہیں احباب درد دل کہہ دے
پھر اس کے بعد دل دوستاں رہے نہ رہے

جناب سپیکر! اشیاء ضرورت کی ہوش ربا' صبر آزما اور جان لیوا گرانی اس وقت پنجاب کا انتہائی حساس ' انتہائی سنجیدہ اور انتہائی سنگین مسئلہ ہے جس نے ہماری معیشت اور معاشرت کے تانے بانے بکھیر دیے ہیں ۔ غریب محنت کش سفید پوش اور تنخواہ دار طبقے کا جینا حرام کر دیا ہے ......

MR DEPUTY SPEAKER: I call the House to order.

سید تابش الوری ، جناب سپیکر! میں یہ بھی عرض کر رہا تھا کہ بحث کے لیے جو سنجیدہ ماحول اور توجہ ہونی چاہیے وہ اس وقت ہاؤس میں موجود نہیں ہے اور مہنگائی ایسا سنگین مسئلہ ہے جس سے عام آدمی بہت زیادہ متاثر ہے ۔ (قطع کلامیاں) جناب سپیکر! میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ اگر یہ بحث ہونی ہے تو اسے نہایت سنجیدگی کے ساتھ' نہایت توجہ کے ساتھ سنا جائے۔ جناب والا! میں کہہ رہا تھا کہ مہنگائی نے ہماری معیشت اور معاشرت کے تانے بانے بکھیر کر رکھ دئیے ہیں۔ اور غریب سفید پوش ' محنت کش اور تنخواہ دار طبقوں کی زندگی حرام ہو کر رہ گئی ہے۔ ناجائز منافع خوروں کی سنگ دلی اور حکومت کی نا اہلی کے دو پاٹوں کے درمیان ایک عام آدمی بری طرح پستا اور کچلتا چلا جارہا ہے۔ اس کی چیخیں نکل رہی ہیں لیکن کوئی سننے والا نہیں۔ اس کی گھریلو معیشت تباہ ہو کر رہ گئی ہے لیکن کوئی دیکھنے والا نہیں۔ سیاسی جماعتوں کی سر گرمیاں اور مشاغل اور ہیں' حکومت کی ترجیحات اور ہیں ' انتظامی اداروں کے اہداف اور ہیں ' سماجی تنظیموں کے مفادات اور ہیں۔ ایسے عالم میں بے چارہ

عام آدمی کس سے فریاد کرے۔ کسے اپنے دل کے زخم دکھائے۔ کسے اپنی بپتا سنائے؟

کہاں پناہ ملے کس سے منصفی چاہیں

جسے بھی دیکھیے قاتل دکھائی دیتا ہے

جناب والا! مہنگائی بڑے لوگوں، سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کا مسئلہ نہیں کیونکہ وہ اپنے منافع اور استحصال میں اضافہ کر لیتے ہیں۔ بنیادی طور پر مہنگائی سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کے استحصال ہی کا نتیجہ ہے۔ مہنگائی ہنرمندوں کا بھی مسئلہ نہیں کیونکہ ہنر مند مہنگائی کے تناسب سے اپنی اجرتوں میں اضافہ کرکے گزارہ کر لیا کرتے ہیں۔ مہنگائی تو متوسط، تنخواہ دار اور کم آمدنی والے طبقوں کا مسئلہ ہے جن کی آمدنی ایک جگہ ٹھہری ہوئی ہے۔ اور اخراجات بے حد و حساب بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ جناب والا! یہ طبقے جلسے نہیں کر سکتے، جلوس نہیں نکال سکتے، توڑ پھوڑ نہیں کرسکتے، کوئی احتجاجی تحریک نہیں چلا سکتے اور کسی کو شرم کے مارے اپنی اندرونی حالت بھی نہیں بتا سکتے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ طبقے اندر ہی اندر دیمک زدہ ہوگئے ہیں۔ ان کے اندر دیمک لگ گئی ہے ان کا سماجی اور مالی نظام دم توڑ رہا ہے اور مہنگائی کے زہر سے آہستہ آہستہ یہ طبقے مر رہے ہیں۔ جناب والا! دیکھنے والی آنکھوں، سننے والے کانوں اور سمجھنے والے ذہنوں کے لیے یہ ایک بڑا لمحہ فکریہ ہے۔ جناب والا! یہی طبقے ہیں جو قومی زندگی میں تمام شعبوں کو افرادی قوت فراہم کرتے ہیں۔ یہی طبقے ہیں جو اپنا پیٹ کاٹ کر اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلواتے ہیں یہی طبقے ہیں جو فوج، انتظامیہ، انجینئرنگ، طب، غیر سرکاری ادارے اور نجی صنعتوں کو افرادی قوت اور تربیت یافتہ ذہن فراہم کرتے ہیں۔ جناب والا! میں خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ طبقے ختم اور مفلوج ہوگئے تو پوری قومی زندگی بلکہ پورا ملکی نظام مفلوج ہو کر رہ جائے گا۔ اور ایک ایسا خوف ناک brain drain ذہنی قحط برپا ہو گا کہ آپ کو آئندہ اپنی ضروریات کے لیے، اپنے نظم و نسق کے لیے باہر سے ذہن درآمد کرنے پڑیں گے۔ جناب والا! اس لیے خدارا ان مظلوم طبقوں کو بچائیے، انہیں زندگی کی سہولتیں فراہم کیجئے۔ انہیں مہنگائی کے اژدہے سے محفوظ کیجئے، انہیں روز گار دیجئے، ان کی تنخواہیں بڑھائیے، ان کی آمدنیوں میں اضافے کے لیے اقدامات کیجئے تاکہ وہ ایک موثر متحرک اور فعال طبقے کی حیثیت سے قومی زندگی میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔ جناب والا! ان طبقوں میں ایک مظلوم طبقہ پینشنرز، ریٹائرڈ ملازمین کا ہے۔ حکومت نے ماضی میں اپنے ملازمین کی تنخواہوں میں کچھ اضافہ کیا ہے۔ اگرچہ یہ اضافہ بھی غیر منطقی ہے لیکن اشک

شوئی تو ہوئی ہے۔ صدر، مرکزی وزراء، وزرائے اعلیٰ، سول اور فوجی حکام کے مشاہروں میں گراں قدر اضافے کیے گئے ہیں۔ مگر ریٹائرڈ ملازمین کی پینشنوں میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔ مرکزی حکومت نے بھی وعدے کیے، صوبائی حکومت نے بھی دلاسے دیئے۔ لیکن ابھی تک ان وعدوں کو وعدہ فردا بنا دیا گیا ہے۔ اور ان پر عمل درآمد کرنے کی کوئی سبیل ہمارے سامنے نہیں آئی۔ جناب والا! صوبائی حکومت نے بھی اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی، مرکزی حکومت نے بھی اپنا آئینی فریضہ ادا نہیں کیا۔ اور پینشنرز اور ریٹائرڈ ملازمین اپنی ساری صلاحیتیں، اپنی ساری توانائیاں حکومت کی نظر کرنے کے بعد اس وقت ایک ناقابل بیان اذیت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور حکمرانوں کی طرف امید سے دیکھ رہے ہیں کہ شاید ان کی حالت زار پر انہیں ترس آجائے لیکن محسوس یہ ہوتا ہے کہ یہ اندھا اور بہرا عہد ان سے انصاف کرنے کو تیار نہیں۔ جناب والا! مہنگائی کا مسئلہ اٹھے تو حکمران آسانی سے گرانی کے عالمی رجحان اور آزاد معیشت کے تقاضوں کا سہارا لیتے ہیں۔ لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ عالمی سطح پر بتدریج ایک خاص تناسب سے مہنگائی بڑھتی ہے مگر ہمارے ہاں بے لگام اور بے جواز ہوتی ہے۔ عالمی سطح پر گرانی کے تناسب سے لوگوں کی آمدنیاں اور ملازمین کی تنخواہیں بڑھا دی جاتی ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں یہ آمدنیں اور تنخواہیں مسلسل غیر متوازن اور غیر حقیقی رہتی ہیں۔ عالمی سطح پر اشیاء ضرورت کی پیداوار، قیمت اور اس کے معیار میں توازن برقرار رکھنے کے لیے بڑے بڑے ادارے موجود ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں قیمتوں کے معیار کی نگرانی کرنے کے لیے کوئی ادارہ موجود نہیں۔ ایک سروے کے مطابق ہمارے ملک میں گزشتہ آٹھ برسوں کے دوران اشیاء ضرورت کی قیمتوں میں دو سو فیصد اضافہ ہوچکا ہے۔ اور گزشتہ ایک سال کے دوران موجودہ عوامی جمہوری اور غریب دوست حکومت کے اقتدار میں افراط زر میں سو فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اور اشیائے ضرورت کی قیمتوں میں ۲۰ سے لے کر ۱۰۰ فیصد تک اضافہ ہوچکا ہے۔ جناب والا! ۱۹۹۳ء میں ایک سو کلو گرام گندم کی قیمت ۲ سو ۲۵ روپے تھی۔ اب ۳ سو ۲۷ روپے ہے۔ 20 کلو آٹے کا تھیلا 81 روپے کا تھا جبکہ اب 20 کلو کا تھیلا 112 روپے میں مل رہا ہے۔ گھی ۲۲۰ روپے فی ۱۶ کلو تھا اب ۵۶۰ روپے ہے۔ ڈالڈا ۱۴۲ روپے تھا اب ۲۲۳ روپے ہے۔ چینی ۱۰ روپے کلو تھی اب ۱۴ روپے کلو ہے چاول ۹۵۰ روپے میں ملتا تھا، اب ۱۴۰۰ روپے میں ملتا ہے۔ بکری کا گوشت ۶۴ روپے کلو تھا، اب ۸۵ اور ۹۰ روپے کلو ہو گیا۔ بڑا گوشت ۳۰ روپے تھا، اب ۵۰ اور ۶۰ روپے کلو ہے۔ مرغی کا انڈہ ۱۲ روپے درجن تھا، اب ۲۸ روپے درجن تک پہنچ گیا ہے۔ چنے کی

دال ۳۶۰ روپے من تھی، اب ۶۹۰ روپے من ہو گئی ہے۔ کالی مرچ ۴۸ روپے کلو تھی، اب ۱۲۰ روپے کلو ہے۔ سرخ مرچ ۲۵ روپے کلو تھی، اب ۹۰ روپے کلو ہے۔ روٹی ۸ آنے سے دو روپے اور ڈبل روٹی ۵ روپے سے ۹ روپے تک پہنچ گئی۔ جناب والا! اشیائے ضرورت کے ساتھ روزمرہ استعمال کی ادویات اتنی مہنگی ہو گئی ہیں کہ عام آدمی ان کو خریدنے کی استطاعت ہی نہیں رکھتا۔ وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا ہے ۔ لیکن دواؤں سے محروم ہونے کی وجہ سے اپنا علاج نہیں کروا سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تابش صاحب! کوئی time limit رکھنی ہے؟

سید تابش الوری، سر! میں کوشش کروں گا کہ اختصار کے ساتھ بات کروں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، آپ کتنا وقت لیں گے؟ کیونکہ دس منٹ آپ کو ہو گئے ہیں۔

سید تابش الوری، تین چار منٹ اور۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ تو اس کا مطلب ہے کہ ہم دس منٹ time limit رکھ دیتے ہیں۔ ٹھیک ہے۔

سید تابش الوری، جناب والا! مہنگائی اتنی کمر توڑ اور ناقابل برداشت ہو گئی ہے کہ عوام کی قوت خرید جواب دیتی جا رہی ہے۔ جس سے عام انسانی صحت کا معیار ہی نہیں گر رہا خود تجارت بھی مندے کا شکار ہوتی جا رہی ہے۔ دکان داروں کی بکری غیرمعمولی طور پر کم ہو گئی ہے۔ اور وہ مندے کا رونا رو رہے ہیں اور جس شعبے کے دکان دار سے بھی پوچھا جائے وہ اسے ایک نحوست قرار دیتا ہے اور اس کی وجہ جاننے سے قاصر ہے۔ جناب والا! صوبائی حکومت نے پچھلے دنوں ایک پرائس سٹڈی گروپ بنا کر بعض اقدامات کا اعلان کیا۔ ہمیں توقع تھی کہ وہ صوبے میں کچھ ایسے اقدامات تجویز کریں گے جس سے عام لوگوں کی مشکلات میں کسی حد تک کمی واقع ہو جائے گی۔ لیکن انھوں وہی روایتی اور فرسودہ اقدام یعنی جمعہ بازار کا revival اور پرائس کنٹرول کمیٹیوں کو متحرک بنانے کا اعلان کیا۔ آپ جانتے ہیں کہ پرائس کنٹرول کمیٹیاں غیر موثر اور بےاختیار ہیں۔ اور وہ صوبے میں کسی سطح پر بھی عام آدمی کو سستی اشیاء فراہم کرنے میں ناکام ہو چکی ہیں۔ وہ جو نرخ مقرر کرتی ہیں بازار میں اسی وقت ان کے خلاف خرید و فروخت جاری رہتی ہے۔ اسی طرح سے جناب والا! پرائس کمیٹیوں کو موثر بنانے کے علاوہ جمعہ بازار بھی اب لوٹ بازار بنتے جا رہے ہیں۔ کیونکہ وہاں کوئی انتظام و نگرانی موجود نہیں کہ جو چیز بیچی جائے وہ کم قیمت پر ہو اور اس کو تھوک کے نرخوں پر فروخت کرنے کی کوئی سبیل پیدا

کی جائے۔ جناب والا! کوئی آدمی حکم رانوں سے معجزوں کی توقع نہیں رکھتا۔ لیکن وہ یہ توقع تو رکھتا ہے کہ صوبے میں اشیائے ضرورت کی رسد اور طلب ' سپلائی اور ڈیمانڈ کو متوازن رکھا جائے۔ کارخانے سے منڈی تک اور منڈی سے پرچون فروش تک ایک liaison اور قیمتوں پر نگرانی کا عمل قائم کیا جائے۔ اور صوبائی سطح پر ایک ایسا مؤثر ادارہ قائم کیا جائے جو اشیاء کی لاگت اور قیمت کے درمیان توازن برقرار رکھ سکے۔ حکومت کی غیر ترقیاتی اور غیر ضروری انتظامی اخراجات کو آہنی ہاتھوں سے روکا جائے۔ سرکاری اداروں میں بدعنوانی اور فضول خرچی کو سختی سے لگام دی جائے۔ جناب والا! عوام کو حکومت کی مالی مجبوریوں اور قرضے کے بوجھ کا ادراک ہے' لیکن ان کی مایوسی اس وقت ناقابل بیان ہو جاتی ہے جب وہ دیکھتے ہیں کہ خزانہ تو خالی ہے لیکن حکم رانوں کے چہیتے الّے تلّے اور شاہ خرچیوں میں اسی طرح سے مصروف ہیں۔ مالی بحران ہے لیکن جہازوں کے جہاز بھر کر بیرونی تفریحی دوروں پر لوگوں کو بھجوایا جا رہا ہے۔ عام آدمی کو سر چھپانے کی جگہ میسر نہیں اور وزیر اعلیٰ کے سیکرٹریٹ میں نوے لاکھ روپے کا شیشہ جڑا جا رہا ہے۔ غریب آدمی سائیکل نہیں لے سکتا اور وزیر اعلیٰ کے لیے کروڑوں کے جہاز اور ہیلی کاپٹر خریدے جا رہے ہیں۔ عام آدمی کو چارپائی نصیب نہیں ہے لیکن سیکرٹریٹ کے لیے جاپان سے لاکھوں روپے کی قیمتی کرسیاں درآمد کی جا رہی ہیں۔ طبقات کا یہ نمایاں فرق' زندگی کا یہ دہرا معیار اور فکر و عمل کا یہ خوف ناک تضاد ہمیں ایک طبقاتی جنگ اور سماجی انتشار کی طرف دھکیل رہا ہے۔ ہم محسوس کر رہے ہیں کہ پورا معاشرہ ایک خونی انقلاب کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کیونکہ ہم اندھے اور بہرے عہد میں کوئی بھی موثر سماجی اور اصلاحی حکمت عملی اختیار کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ یاد رکھیے' وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ وہ اپنا فیصلہ صادر کرتا ہے اور آگے بڑھ جاتا ہے۔ اس سے پہلے کہ وقت آپ کے خلاف کوئی فیصلہ صادر کرے ہمیں وقت کے ہاتھوں میں اپنی تقدیر کا فیصلہ خود لکھنا ہو گا۔ اور ایسی حکمت عملی بنانی ہو گی جس سے غریب' سفید پوش اور متوسط طبقوں کو زیادہ سے زیادہ زندگی کی سہولتیں فراہم کی جا سکیں۔ اور مہنگائی کے عفریت سے نجات دلائی جا سکے۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ملت کے رکھوالو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ رانا محمد اقبال خان!

رانا محمد اقبال: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر!

وزیر صنعت: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: افضل سندھو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

MINISTER FOR INDUSTRIES: I want to draw the attention of the House that there are only four persons sitting on the Opposition benches . It should come on record that this is their interest in their requisitioned Session This I want to bring on record.

(نعرہ ہائے تحسین)

سید تابش الوری: میں افضل سندھو صاحب کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک ضروری اور اہم میٹنگ کھوسہ صاحب نے فوری طور پر کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا اجلاس سے بھی ضروری ہے؟

سید تابش الوری: وہ ابھی پہنچنے والے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا اس اجلاس سے بھی کوئی ضروری میٹنگ ہے؟

سید تابش الوری: وہ اس اجلاس سے ہی متعلق ہے۔

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق): جناب سپیکر! اجازت ہو تو ــــــ

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاں جی۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! تابش الوری صاحب نے فرمایا ہے کہ ایک انتہائی اہم میٹنگ کی وجہ سے ایوان میں یہ صورت حال ہے۔ وصی ظفر صاحب نے کورم کی نشان دہی کی تھی۔ اپوزیشن نے یہ اجلاس requisition کیا۔ ہم نے تعاون کے جذبات کے تحت اور پارلیمانی روایات کو بہتر بنانے کے لیے کورم کا پوائنٹ واپس کروایا۔ اب جو صورت حال ہے' جناب افضل سندھو صاحب نے بڑی اہم بات کی ہے کہ اپوزیشن نے ہمیں مہنگائی کے لیے نوٹس دیا ہے کہ وہ مہنگائی پر discussion کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے انھیں موقع فراہم کیا ہے۔ اگر ان کے اراکین موجود نہیں ہیں کوئی دوسری میٹنگ اہم

ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مہنگائی کا issue ان کے لیے اتنا اہم نہیں ہے۔ اگر میرے الفاظ کا برا نہ منائیں تو یہ بات درست ہے۔ ایوان کی کارروائی سے زیادہ اہم کوئی دوسری میٹنگ نہیں ہوتی۔ اگر کوئی اہم ہے تو جس issue کے لیے انھوں نے اجلاس requisition کیا ہے وہ بات اب on record رہنی چاہیے کہ مہنگائی پر discussion کے لیے انھوں نے اجلاس requisition کیا لیکن ان کے اراکین کی اس وقت جو تعداد ہے وہ بھی count ہونی چاہیے' ریکارڈ پر رہنی چاہیے۔

سید تابش الوری: ایوان کی کارروائی سے ہی متعلق ایک اہم فیصلہ کرنے کے لیے وہ میٹنگ میں ہیں اور ابھی واپس آ رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے کسی کو مجبور نہیں کر سکتے۔(قطع کلامی) ان کا بھی یہی مقصد ہے۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ کیوں گئے ہیں۔ انہوں نے تو ایک نشاندہی کی ہے کہ بات یہ ہے۔

جناب ایس اے حمید: جناب والا! وہ ابھی آ جاتے ہیں۔ وہ ہمارا ساتھ دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے شکریہ۔

راجہ جاوید اخلاص: جناب والا! سارے ممبران اس وقت اسمبلی کی عمارت یا حدود میں موجود ہیں اگر حکومتی بنچز کورم پوائنٹ آؤٹ کرتے ہیں تو ہم کورم پورا کرنے کے لیے تیار ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں نہیں۔ ہم اخلاقی روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔ جی رانا صاحب!

رانا محمد اقبال: شکریہ جناب سپیکر! جناب وزیر قانون صاحب بڑی اچھی باتیں فرما رہے تھے اور ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ حکومت نے اپوزیشن کی requisition پر اجلاس طلب کیا اور مہنگائی کے اس مسئلے کو کچھ نہ کچھ اہمیت دینے کے لیے انہوں نے اجلاس طلب کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ جناب سپیکر! مہنگائی اس وقت ہمارے اس ملک کے تمام طبقات کو چاہے وہ مزدور ہو چاہے وہ صنعتکار ہو' چاہے کسان ہو' چاہے سفید پوش ہو تمام ہی طبقے اس وقت مہنگائی سے تنگ آئے ہوئے ہیں لیکن موجودہ حکومت جوکہ الیکشن میں روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ لے کر آئی تھی۔ اپوزیشن کی طرف سے تو مہنگائی کے مسئلے کو زیر بحث لانے کےلیے دو اجلاس اس سے قبل بھی طلب کیے گئے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ حکومت نے اپنے طریقوں سے ان اجلاسوں کو sabotage (سبوتاژ) کیا اور ملتوی کروایا۔ لیکن الحمدللہ کہ پنجاب کی اپوزیشن نے اپنے اس کردار کو ادا کرنے میں قطعی طور پر کوئی

کوتاہی نہیں کی بلکہ ان کو احساس ہے کہ پنجاب کے عوام پاکستان کے عوام مہنگائی کے اس دور میں کس قدر پس رہے ہیں ۔ جناب سپیکر! مہنگائی دراصل موجودہ حکومت کا ایک انمول تحفہ ہے جو کہ موجودہ حکومت نے اپنے اس ملک کے عوام کو دیا ہے ۔ اور اس کے پیچھے کوئی سازش ہے' کوئی ہاتھ ہے جو کہ اس ملک کی معیشت کو تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے ۔ اگر میں یہ کہوں کہ ہمارا یہ ملک پاکستان کچھ عرصہ پہلے گندم کے معاملے میں خود کفیل ہو چکا تھا لیکن کچھ قوتیں ایسی سامنے آئیں کہ جنہوں نے پنجاب اور پاکستان کی معیشت کو اور گندم کے معاملے میں پنجاب کے عوام کو' کسانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے ایک سازش کی ۔ اکثر و بیشتر چار عوامل ہوتے ہیں کاشتکار کی خوشحالی کے لیے اور ملک میں گنے کے معاملے میں خود کفیل کرنے کے لیے لیکن اسی سازش کے تحت ان چار چیزوں میں سے ایک نہ ایک چیز بروقت ناپید کردی جاتی ہے یا اس کو مہنگا کردیا جاتا ہے یا وہ اس قدر کسان کی قوت خرید سے باہر ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے وہ پوری طرح اس فصل کو تیار بھی نہیں کر پاتا ۔ جناب سپیکر! سب سے اہم معاملہ پانی کا ہے ۔ اس کے بعد بیج اور کھاد ہے اور اس کے بعد کیڑے مار ادویات ہیں۔ حکومت میں کچھ افراد ایسے ہوتے ہیں جو پالیسیاں بناتے ہیں ۔ ہمارے ہاں پالیسیاں اوپر سے بن کر آتی ہیں ۔ اور ان پالیسیوں میں کچھ ایسے عناصر ہوتے ہیں جو کہ ہمارے ملک کی معیشت کو تباہی کی طرف لے جانے کے لیے ان عوامل میں سے کسی چیز کو شارٹ کروا دیتے ہیں ۔اور اس سال جو کچھ ہوا اصل میں ہمارے پاکستان کی موجودہ حکومت نے جو قوم کو بجٹ دیا اسی بجٹ کی وجہ سے یہ تمام مہنگائی ہوئی ۔ جناب سپیکر! تمام اشیاء پر اس قدر سیلز ٹیکس کا اضافہ بغیر سوچے سمجھے صرف ایک آئی ایم ایف کے کہنے پر کردیا ہے ۔ آئی ایم ایف تو کہے گا کہ آپ اپنے ملک کے عوام کو خوشحال نہ بنائیں ۔ یقینی طور پر یہ ان کی سازش تھی ۔ اور اسی وجہ سے اس پر عملدرآمد کیا جا رہا ہے ۔ جس کی وجہ سے سیلز ٹیکس لگایا گیا ۔ سیلز ٹیکس کی وجہ سے تمام آئٹمز کو مہنگا کیا گیا۔ اور اب حالت یہ ہے کہ ایک عام آدمی یا ایک عام شہری جب بھی اپنی ضروری اشیاء خریدنے کے لیے مارکیٹ میں جاتا ہے تو ایک دفعہ قیمت سن کر اس کا حوصلہ نہیں پڑتا کہ وہ اس چیز کو خرید سکے ۔ جناب سپیکر! مہنگائی اور معیشت میں سمجھتا ہوں کہ کسی ملک کی معیشت کو کمزور کرنا سب سے بڑا دشمن کا ہتھیار ہوتا ہے ۔ اب ہمیں محسوس یہ ہو رہا ہے کہ ہمارے اس ملک کو ایٹم بم' کسی فوج یا کسی اور لڑائی سے کم کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ جو طریق کار کسی غیر ملکی نے اختیار کیا ہے

سپیکر! ہم نے دیکھا ہے کہ ہمارے نزدیک ہی روس جو کہ اتنی بڑی طاقت تھی جس کی معیشت کو تباہ کیا گیا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوا ۔ جناب سپیکر! مجھے یوں لگتا ہے کہ ہمارے ساتھ بھی کوئی ایسی سازش ہورہی ہے ۔ اس سازش کو کنٹرول کرنا ہو گا ۔ ان پالیسی میکرز پر نظر رکھنا ہو گی جو کہ پاکستان کی پالیسی بناتے ہیں۔ اور عوام کو مدنظر نہیں رکھتے بلکہ اپنے ہی اعلے تللوں کو جس طرح کی تلاش الوری صاحب نے نشاندہی کی کہ کوئی جہازوں کی خرید میں لگا ہوا ہے۔ کوئی کرسیوں کی خرید میں لگا ہوا ہے ۔ جبکہ نعرہ یہ دے کر تشریف لائے تھے کہ روٹی، کپڑا اور مکان پنجاب اور پاکستان کے عوام کو دیں گے ۔ لیکن آج وہ نعرہ میرے خیال میں جھوٹا ثابت ہو رہا ہے ۔ اور جو مہنگائی کا عالم ہے اگر اس کا موازنہ سابقہ حکومت سے یہ کرتے ہیں ' الزام تراشی کرتے ہیں کہ سابقہ حکومت نے یہ کردیا۔ سابقہ حکومت نے وہ کردیا جس کی وجہ سے یہ سارا بحران پیدا ہورہا ہے ۔ جناب سپیکر! سابقہ حکومت نے اپنے دور میں جو قیمتیں رکھی تھیں وہ میرے خیال میں جب سے پاکستان بنا ہے اس وقت سے لے کر ان کے اس دور تک یعنی سابقہ حکومت کے دور تک وہ قیمتیں رہی ہیں ۔ جبکہ ایک ڈیڑھ سال میں ہی انہوں نے اس کو دوگنا کردیا ہے ۔ جناب سپیکر! یہ کوئی معمولی معاملہ نہیں ہے ۔ میری گزارش ہے کہ اس معاملے میں بڑی مضبوط قسم کی کمیٹی بنائی جائے اور اس میں اپوزیشن کو بھی شامل کیا جائے تاکہ قیمتوں کو کنٹرول کرنے کے لیے اور اس کے پیچھے جو ہاتھ ہے اس کو کنٹرول کرنے کے لیے کوئی اقدامات کیے جاسکیں ۔

جناب سپیکر! اس وقت پنجاب میں کسانوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی بیان نہ کروں تو میں سمجھتا ہوں کہ زیادتی ہو گی۔ اس وقت پنجاب کے کاشتکار اس قدر بدحال ہو چکے ہیں کہ انھوں نے پہلے تو اپنی فصل کو پالا ہے ۔ پھر فصل کو پالنے کے بعد جب وہ شوگر ملز پر اپنا گنا لے کر جاتے ہیں تو خدا کی قسم ان کی حالت کو دیکھ کر رونا آتا ہے۔ دس دس دن تک ان کا گنا وہاں دھلتا نہیں ہے۔ کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہے۔ نہ کوئی کسی معاملے میں ان کی پذیرائی ہے کہ ان کو کسی قسم کی کوئی سہولت وہاں دی جائے ۔ دس دس دن کے لیے ان کا گنا جو ہے وہ آدھا رہ جاتا ہے۔ تو اس سے بڑی پریشانی ہے۔ مہربانی سے اس پر بھی حکومت کو ذرا توجہ دینی چاہیے اور کاشتکاران کے اس معاملے پر خاص طور پر غور کیا جائے۔

باقی جو معاملہ flat rates کے بارے میں آپ سے کہا ہے کہ پنجاب کے کاشتکار اس وقت

پریشان ہیں کہ ایک طرف تو لوڈ شیڈنگ ہے اور دوسری طرف ان کو fix charges کیے جا رہے ہیں۔ تو میری گزارش ہے کہ میری ان چند باتوں کو حکومت کے نوٹس میں لایا جائے اور اس پر عمل در آمد کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ۔ میجر سیف اللہ چیمہ صاحب!

جناب سیف اللہ چیمہ : شکریہ جناب سپیکر! اچانک مجھے مہنگائی پر بات کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! مہنگائی جو ہے یہ اس وقت نہیں بلکہ پچھلے ایک عرصہ سے پاکستان کا مقدر بن چکی ہے۔ پاکستان کے عوام کا مقدر بن چکی ہے۔ ہم بات تو کرتے ہیں کہ مہنگائی ہے لیکن یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ مہنگائی کے کون سے وہ عوامل ہیں جن سے مہنگائی آتی ہے۔ جس ملک میں un-productive development ہو گی وہاں مہنگائی ضرور ہو گی۔ جب چیزیں بازار میں نہیں ہوں گی۔ جب پیدا نہیں ہو گی تو مہنگائی ہو گی۔ جب خریدنے والے زیادہ ہوں گے تو مہنگائی ہو گی۔

جناب والا! یہاں ہمارے ملک کے اندر پچھلے ایک decade سے جس طریقے سے اس ملک کو چلایا جا رہا ہے۔ چلایا جاتا رہا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ آج حالات کچھ اس سے بہت زیادہ بہتر ہیں لیکن مہنگائی یکا یک نہیں ہوئی ہے۔ یہ آج کی پیداوار نہیں ہے۔ یہ ایک process ہے جو کہ continuously اس ملک کے اندر چل رہا ہے۔ جو بھی پالیسیز یہاں پر بنی ہیں وہ ایڈہاک ازم کی شکار رہی ہیں۔ ڈے تو ڈے یہاں پر ورکنگ ہوتی رہی ہے۔ کبھی بھی یہاں پر پالیسیز مستقبل کو سامنے رکھ کر نہیں بنائی گئیں۔

جناب سپیکر! یہ ضروری تھا کہ دیہی آبادی کو اور ان areas کو جو کہ پاکستان کے بالکل under developed یا ان کو کہیں کہ وہ بالکل neglected areas تھے، خاص طور پر 75 فیصدی آبادی جو دیہاتوں میں رہتی ہے، ان کو سہولیات دینا ضروری تھا۔ لیکن پچھلے سولہ سترہ سالوں میں جو طریقہ اختیار کیا گیا وہ بھی مہنگائی لانے میں سب سے بڑا factor بنا۔ میں آج کی بات نہیں بلکہ پورے دور کی بات کرنا چاہتا ہوں کہ جو ڈویلپمنٹ فنڈز لگتے ہیں وہ ایک easy money ہوتی ہے جو کہ ہاتھوں میں ٹرانسفر ہوتی ہے اور پھر جو سسٹم اس پیسے کو استعمال کرنے کا ہمارے ملک کے اندر ہے، کنٹریکٹ سسٹم اور جو executing agencies ہیں، جس قسم کی وہ کمشنیں لیتی ہیں، اگر سو روپیہ ایک جگہ پر لگتا ہے تو وہاں صرف تیس روپے لگتے ہیں اور باقی ستر جو ہے وہ مختلف ہاتھوں میں

بنتے ہیں۔ وہ جو easy money ہے وہ جب لوگوں کے پاس ہوتی ہے تو وہ بازاروں میں چیزیں خریدنے کے لیے جاتے ہیں تو دکانوں پر ان کو وہ چیزیں میسر نہیں ہیں کیونکہ پروڈکشن نہیں ہو رہی۔ اگر پالیسز پروڈکشن کی سمت کو سامنے رکھ کر بنائی جاتیں تو مہنگائی کو شروع ہونے سے پہلے ختم کیا جا سکتا تھا۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ملک محمد عباس خان کھوکھر صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب سپیکر! میں میجر صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ حکومت ان کی ہے۔ پالیسیاں انھوں نے بنائی ہیں۔ یہ کس کی طرف اشارے کر رہے ہیں کہ پالیسیاں ایسی بنائی جائیں۔ ایسی بنائی جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تشریف رکھیں۔ This is no point of order جی۔

جناب سیف اللہ چیمہ، جناب سپیکر! میں اپنے دوست سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ بس آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔ میں نے ان کا پوائنٹ آف آرڈر رول آؤٹ کیا ہے۔

جناب سیف اللہ چیمہ، میں جو بات کر رہا ہوں۔ میں آج کے دور کو اس سے بری الذمہ قرار نہیں دے رہا۔ میں پچھلے ان کے دور سے اپنے دور کا موازنہ نہیں کر رہا ہوں۔ میں بات کر رہا ہوں کہ ہمارے ملک کے اندر جو پالیسز پچھلے ایک decade سے جو بن رہی ہیں یہ ایڈہاک ازم کا شکار ہیں اور ایڈہاک ازم ہی یہاں پر آج تک رائج ہے۔ جب تک مستقل بنیادوں پر اس کا حل تلاش نہیں کیا جائے گا تب تک یہاں مہنگائی ختم نہیں ہو سکتی۔

جناب سپیکر! اس مہنگائی میں اور بھی عوامل ہیں۔ یہاں پر ہیروئن کلچر بھی ہے۔ یہاں پر جو پیسہ باہر سے آیا ہے اس کا کسی جگہ بھی کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ لوگوں کے پاس بے شمار پیسہ ہے اور وہ اس پیسے کو بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔ وہ اپنی ضروریات سے زیادہ چیزیں بازار سے خریدتے ہیں' dub کرتے ہیں۔ ایک یہ وجہ بھی مہنگائی بڑھانے کی ہے اور یہ بہت بڑی وجہ ہے۔

مہنگائی کے لیے ایک اور وجہ جو میری سمجھ میں آئی ہے وہ تاجر برادری ہے۔ اللہ کے فضل سے

یہاں پاکستان میں جائز منافع کمانے کا رواج نہیں ہے۔ یہاں جب تک 200 % منافع نہ ہو اس کو منافع نہیں سمجھا جاتا۔ اگر تھوڑا منافع ہو تو ہمارے تاجر بھائی یہ کہتے ہیں کہ آج کل تو بہت مندا ہے۔ کام نہیں چل رہا۔ یعنی اگر دو، چار، دس فیصد تک منافع ہو تو اس کو منافع نہیں سمجھتے ہیں۔ ہر آدمی جو یہاں پر economy کو کنٹرول کرتا ہے وہ over-night millionaire بننا چاہتا ہے۔ یہ بھی پاکستان کے اندر مہنگائی کی بڑی وجہ ہے۔

ہمارے ملک کے اندر آبادی جس ratio سے بڑھی ہے۔ جب پاکستان معرض وجود میں آیا تھا تو یہاں آبادی تقریباً ساڑھے چار کروڑ تھی۔ آج جب census ہو گی تو پتا چلے گا۔ میرے خیال میں آج پندرہ سولہ کروڑ سے بڑھ چکی ہے۔ جب اتنی آبادی ہو گی تو مہنگائی ہونا ضروری ہے۔ مہنگائی لازماً ہو گی۔ آبادی کو کنٹرول کرنا پڑے گا۔ میں اپنی حکومت سے بھی یہ گزارش کروں گا کہ یہ آبادی کا جو بڑھنا ہے یہ ہمارے ملک کے لیے ایک تباہ کن factor ہے۔ اس کو کنٹرول کرنا چاہیے اور اس کو کنٹرول ہونا چاہیے۔ صرف الزام دیتے رہنا کہ اس سے مہنگائی ہوئی یا اس نے مہنگائی کی۔ مہنگائی کی جو وجہ ہے اس پر کنٹرول ہونا ضروری ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس سال پنجاب کا جو ترقیاتی بجٹ ہے یہ کوئی تقریباً 1028 کروڑ اور کچھ ہے۔ اگر یہ 1028 کروڑ جو ترقیاتی بجٹ ہے اور سوشل ایکشن اس کے علاوہ ہے۔ باقی فیڈرل گورنمنٹ کا جو ترقیاتی بجٹ ہے وہ بھی اس کے علاوہ ہو گا۔ پنجاب کے جتنے بھی حلقے ہیں میں سمجھتا ہوں اور میں ایک مثال دینا چاہتا ہوں کہ اگر اس بجٹ کو ان حلقوں میں تقسیم کیا جائے تو پنجاب کا roughly پانچ کروڑ روپیہ فی حلقہ بنتا ہے اور اگر سوشل ایکشن اور فیڈرل گورنمنٹ کی گرانٹ کو بھی ساتھ ملایا جائے تو دس پندرہ کروڑ روپیہ فی حلقہ بنتا ہے بجائے اس کو گلیوں نالیوں میں پھینکنے کے اگر اس پیسے سے ان حلقوں میں کوئی صنعتیں لگائی جائیں جو اس ایریا کو suit کرتی ہوں جناب والا! ایک حلقے کے اندر کوئی چودہ پندرہ یونین کونسل ہوتی ہیں اگر دو یونین کونسل میں بھی ایک فیکٹری یا ایک انڈسٹری لگ جائے تو اس سے لوگوں کو روزگار بھی ملے گا اور production بھی ہو گی اور یہ مہنگائی کو کنٹرول کرنے میں مدد و معاون ہو گا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ہاؤس کا وقت کتنا اور بڑھا دیا جائے؟

آوازیں : ہمارا خیال ہے اب اسے adjourn کر دیا جائے۔

چودھری سیف اللہ چیمہ : جناب سپیکر! میں اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے ......

جناب ڈپٹی سپیکر : چونکہ وقت ختم ہو گیا کل آپ سے آغاز کروائیں گے۔ کل صبح دس بجے تک کے لیے ہاؤس adjourn کیا جاتا ہے۔

(ایوان کی کارروائی تین بج کر ایک منٹ پر کل صبح دس بجے تک کے لیے ملتوی کی گئی)

2-فروری
1995

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا سترھواں اجلاس)

جمعرات '2- فروری 1995ء

(پنج شنبہ' یکم۔ رمضان المبارک 1415ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 10:00 بجے منعقد ہوا۔ جناب ڈپٹی سپیکر میاں منظور احمد موہل کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا
بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ
الْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ
بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ﴿۳۶﴾

سورۃ النساء آیت 36

اور اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور رفقائے پہلو یعنی پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

وما علینا الا البلاغO

جناب ڈپٹی سپیکر: Call Attention Notice - جناب عرفان احمد ڈاہا- نہیں ہیں- چیف منسٹر صاحب بھی نہیں ہیں- اگلا سوال جناب انعام اللہ خان نیازی کی طرف سے ہے- وہ بھی نہیں ہیں- اس کو بھی pend کرتے ہیں- چیف منسٹر صاحب آ رہے ہیں-

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! انہیں pend کر دیا جائے کیونکہ دونوں ارکان نہیں ہیں-

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے-

مسئلہ استحقاق

جناب ڈپٹی سپیکر، اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں- یہ تحریک استحقاق نمبر 2 - سید محمد عارف حسین بخاری کی طرف سے ہے- سید صاحب تشریف رکھتے ہیں- وہ آ رہے ہیں تو پھر اس کو pending کر دیتے ہیں- اس کو pend کیا جاتا ہے- اگلی تحریک استحقاق نمبر 3 جناب بادشاہ میر خان آفریدی صاحب کی ہے-

راولپنڈی میں رکن اسمبلی کے گھر پر پولیس کا چھاپہ

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں- جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے- معاملہ یہ ہے کہ روزنامہ "جنگ" لاہور مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۹۵ء کی اشاعت میں ڈی ایس پی راولپنڈی سٹی چودھری محمد اشرف نے یہ خبر شائع کرائی ہے کہ انہوں نے صوبائی حکومت کے ایماء پر میرے گھر پر چھاپہ مارا اور دعویٰ کیا کہ انہوں نے ۵۵ افراد کو جواء کھیلتے ہوئے گرفتار کر لیا اور قریباً ایک لاکھ روپے نقد اور گھڑیاں برآمد کرلیں- اس چھاپہ میں ڈی ایس پی سٹی کے علاوہ تھانہ پیر ودھائی کے انچارج مجاہد حسین اور تھانہ سٹی کے ایس ایچ او صابر میر کے علاوہ متعدد پولیس اہلکاروں کو ظاہر کیا گیا ہے کہ انہوں نے کامیاب چھاپہ مارا ہے ڈی ایس پی نے یہ بیان بھی شائع کرایا ہے کہ اگر موقع پر بادشاہ میر خان آفریدی موجود ہوتے تو انہیں بھی میں گرفتار کر لیتا- یہ چھاپہ مار ٹیم وہی ہے جس نے رکن قومی اسمبلی شیخ رشید احمد کی گرفتاری میں نمایاں کردار ادا کیا ہے-

حقیقت یہ ہے کہ میرے گھر پر کوئی چھاپہ نہیں پڑا - اور نہ ہی میرا اس مقام سے تعلق ہے- جہاں چھاپہ مارا گیا وہ جگہ میرے گھر سے قریباً چار فرلانگ کے فاصلے پر ہے یہ جگہ میری ملکیت نہیں-

متذکرہ پولیس افسران نے مجھے صرف اپنی سیاسی وفاداری تبدیل کرنے کے لیے اور دباؤ ڈالنے کے لیے دانستہ طور پر یہ ڈرامہ رچا کر مجھے ملوث کیا ہے۔ تاکہ میری شہرت اور سیاسی ساکھ کو نقصان پہنچایا جائے۔ اس سے پہلے بھی مقامی پولیس میرے خلاف انتقامی کارروائیاں کرچکی ہے۔ متذکرہ پولیس اہل کاروں کے اس رویہ اور دروغ گوئی سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔لہذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب والا! میں اس ضمن میں گزارش کروں گا کہ جب سے تحریک نجات شروع ہوئی ہے۔ ہمارے ضلع راولپنڈی میں پولیس افسروں کے ایک مخصوص گروہ کو اس بات پر متعین کیا گیا ہے کہ وہ اراکین قومی اسمبلی کو خوف و ہراس میں مبتلا کریں۔ ان کے خلاف جھوٹے مقدمات دائر کریں' ان کی گرفتاریاں کریں تاکہ ان کو خوف زدہ کر کے' بلیک میل کرکے اپنی سیاسی وفاداری تبدیل کرنے پر مجبور کیا جا سکے۔ اس کی تازہ مثال آپ کے سامنے ہے کہ رکن قومی اسمبلی حاجی نواز کھوکھر جو کل تک ایک فراڈیہ تھا اس نے حکومت پاکستان کا دو اڑھائی کروڑ روپیہ غبن کیا تھا۔ آج جبکہ وہ پیپلز پارٹی کی حمایت کا اعلان کر چکا ہے۔ تو اس کی یک دم ضمانت بھی ہو گئی اور اس کو تمام سہولتیں مہیا کردی گئیں۔ کل تک اس کے گھر پر پولیس پہرا دے رہی تھی کہ وہ ایک قیدی ہے۔ اس کو جیل میں دھکیلا جارہا تھا اور آج اس کے گھر پر پولیس کا پہرا ہے تاکہ اس کو عوام کے غیض وغضب سے محفوظ کیا جاسکے۔ یہی وہ پولیس پارٹی ہے جس نے شیخ رشید احمد کی لال حویلی سے کلاشنکوف برآمد کی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بادشاہ میر خان آفریدی صاحب آپ کی statement بڑی مختصر اور تحریک سے متعلقہ ہونی چاہیے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: تو میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ یہ وہ پولیس افسروں کا مخصوص سیل ہے جس پر حکومت نے یہ ذمہ داری لگائی ہے کہ آپ نے صوبائی اور قومی اسمبلی کے ممبران میں خوف و ہراس پیدا کرنا ہے۔ میرے پاس اس وقت جیب میں اس واقعہ کی جو پولیس نے من گھڑت واقعہ بنایا ہے کی FIR کی کاپی موجود ہے۔ میں نے اخبار کی cutting اپنی تحریک استحقاق کے ساتھ منسلک کی ہے۔ پورے پنجاب میں ' پورے پاکستان میں یہ خبر نشر کروائی گئی کہ بادشاہ میر خان آفریدی کی رہائش گاہ سے ۵۵ افراد کو گرفتار کیا گیا۔ لیکن اس FIR کی کاپی میں کہیں میرا ذکر موجود نہیں ہے۔ اخبارات میں کہا گیا کہ بادشاہ میر خان آفریدی موقع پر موجود نہیں تھے اگر وہ موقع پر موجود

ہوتے تو ان کو بھی گرفتار کیا جاتا۔ اگر میں کسی جرم میں ملوث ہوں تو انہوں نے اس FIR میں میرا ذکر کیوں نہیں کیا؟ آج میرا روزہ ہے میں اس ایوان کے سامنے کلمہ گو ہو کر کہتا ہوں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہِ مجھے اس واقعے میں بے گناہ ملوث کیا جا رہا ہے۔ اور یہ جو ڈرامہ رچایا گیا وہ جمعہ کا دن تھا۔ پورے پنڈی شہر اور لاہور کے جتنے شوقین لوگ ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہمارے پاس کبوتروں کی اعلیٰ ترین نسلیں ہیں۔ ہمارا یہ خاندانی شغل ہے یہاں پنجاب میں اداکار یوسف خان اور بہت سے کبوتر باز ایسے لوگ ہیں جو ہمیں جانتے ہیں۔ اسی وجہ سے جانتے ہیں کہ یہ ہمارا خاندانی شغل ہے اور جہاں چھاپہ مارا گیا وہاں سے بے گناہ کبوتر بازوں کو گرفتار کیا گیا۔ لیکن اخبار میں یہ بات ظاہر کی گئی کہ جیسے انہوں نے کوئی بہت بڑا کارنامہ کر دیا ہے۔ پیرودھائی میں جعلی پولیس مقابلہ ہوا ۴۲ لاکھ کی بنک ڈکیتی ہوئی۔ یہی ڈی ایس پی وہاں ناکام رہتا ہے لیکن ایک ممبر صوبائی اسمبلی کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے اس کو اسنا فری ہینڈ دیا جاتا ہے کہ یہ پورے کے پورے محلے کو روند کر گھروں میں سوئے ہوئے لوگوں کو اٹھا کر ان کے خلاف جوئے کا پرچہ دے دیتا ہے۔ جناب والا! اس قسم کی دروغ بیانی نے نہ صرف یہ کہ پورے پنجاب میں میری حیثیت کو متاثر کیا ہے بلکہ میری پارٹی اور اس اسمبلی کی بدنامی کا بھی باعث بنا ہے۔ اس کو فوری طور پر استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جانا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ لاء منسٹر۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق)۔ جناب سپیکر! فاضل رکن اسمبلی نے جس واقعے کے حوالے سے تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ اس میں یہ بات واضح ہے کہ اخبارات میں واقعی یہ خبریں شائع ہوئی ہیں کہ بادشاہ میر خان آفریدی کی رہائش گاہ سے جو کہ صوبائی اسمبلی کے ممبر ہیں ۵۵ افراد کو جوا کھیلتے ہوئے پکڑا گیا۔ اور اس سلسلے میں متعلقہ افسر پولیس کے ملازمین ' ان کے بیان بھی اخبارات میں موجود ہیں لیکن ایف آئی آر میں بادشاہ میر خان آفریدی کا کوئی ذکر موجود نہ ہے۔ اور اگر ان کی رہائش گاہ سے یہ افراد جوا کھیلتے ہوئے گرفتار کیے گئے اور وہاں سے لاکھوں روپے پولیس کے بیان کے مطابق برآمد بھی ہوئے تو پھر ایف آئی آر میں ان کا ذکر ہونا چاہیے تھا۔ اور ایف آئی آر میں ذکر نہ ہونے کی صورت میں ان کے بارے میں جو بیانات متعلقہ پولیس آفیسر کے حوالے سے شائع ہوئے ہیں' میں خود یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ ایک غیر ذمہ داری کی نشانی ہے۔ البتہ اس سلسلے میں حکومت نے قطعی طور پر کوئی ڈرامہ نہیں رچایا نہ حکومت کو جناب بادشاہ میر آفریدی سے کوئی ایسی رنجش ہے کہ جس کی

بناء پر حکومت پنجاب انھیں بدنام کرانا چاہے۔ ایک رکن اسمبلی کی حیثیت سے ہم ان کی عزت کرتے ہیں حکومت ان کی عزت کرتی ہے اور عزت چاہتی ہے۔ ہم ان کا احترام چاہتے ہیں۔ اراکین اسمبلی کو بدنام کروانا ہماری حکومت کا شیوہ نہیں۔ جہاں تک کسی پولیس ملازم کے ذاتی رویے کی وجہ سے' یا اس کی غیرذمہ داری کی وجہ سے ان کے بارے میں جو بیان شائع ہوا ہے اس کی مزید تحقیق کے لیے کہ کیوں بادشاہ میر آفریدی سے اس واقعے کو منسوب کیا گیا جب کہ ان کی رہائش گاہ پر چھاپہ نہیں پڑا۔ اس تحقیق کے لیے اس تحریک استحقاق کو اگر استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں' کوئی اختلاف نہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر، تو لاء منسٹر صاحب کی اس بات سے مجھے بھی اتفاق ہے۔ لہٰذا اس کو متعلقہ مجلس استحقاق کے سپرد کیا جاتا ہے۔ وہ اس کی رپورٹ دو ماہ کے اندر پیش کرے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، میں جناب وزیر قانون اور آپ کا شکر گزار ہوں اور اس ایوان کا بھی جنھوں نے میرے استحقاق کی نگہبانی کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نمبر ۴ بھی وہی ہے۔ آپ پھر اس کو پریس نہیں کرتے؟

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، نمبر ۴ مختلف ہے۔ یہ ایک ایڈیٹوریل کے خلاف ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو پھر آپ کی ایک آ گئی ہے ناں۔ دوسری آج آ نہیں سکتی۔ فاضل رکن کی اگر ایک تحریک استحقاق منظور ہو جائے تو اسی روز دوسری نہیں آ سکتی۔ نمبر ۵ میاں عمران مسعود صاحب کی ہے۔ وہ میٹنگ میں ہیں۔ تو اس کو pend کر دیتے ہیں۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر ۶ ہے جناب ارشد عمران سلہری۔

نشان زدہ سوال نمبر 820 کا غلط جواب

جناب ارشد عمران سلہری، شکریہ جناب سپیکر!

میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ ۸۔ جنوری ۱۹۹۵ء کو وزیر مال نے محکمہ مال کے سوالات کے جوابات دیے جس میں میرا نشان زدہ سوال نمبر ۸۲۰ بھی شامل تھا۔ وزیر مال نے میرے سوال نمبر ۸۲۰ کے جز (الف) و (ج) کا جواب غلط اور حقائق کے

برعکس دیا۔

وزیر مال نے جواب غلط دے کر نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے۔ لہذا میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! سابقہ اجلاس میں نواب مظفر علی خان قزلباش رکھ کھمبہ تحصیل (سٹی) ضلع لاہور کے بارے میں میرے سوالات تھے جن میں جز (الف) میں سوال کے جواب میں جناب وزیر موصوف نے خصوصی طور پر ڈیکلریشن تھا۔ اس کے بارے میں میں نے ان سے جواب دینے سے پہلے بھی ان سے یہ وضاحت پوچھی تھی کہ آیا آپ یہ جواب محکمے کے اہل کاران کے لکھے ہوئے دے رہے ہیں یا کہ آپ نے اس کی تصدیق کی ہے؛ تو انھوں نے کہا تھا کہ میں یہ جواب صحیح اور درست دے رہا ہوں۔ اس کے باوجود کہ میں نے پھر یہ بھی کہا کہ میرے پاس اس کے ثبوت موجود ہیں' ڈیکلریشن کی کاپی میرے پاس موجود ہے کہ جن دیہہ کا میں ذکر کر رہا ہوں' گیارہ دیہاتوں کا' ڈیکلریشن میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ لیکن وزیر موصوف نے پھر بھی کہا کہ نہیں جی' یہ ڈیکلریشن میں موجود ہیں۔ میں ڈیکلریشن کی کاپی مہیا کرتا ہوں کہ اس میں مجھے کہیں بھی دکھا دیں کہ ان گیارہ مواضعات کے خسرہ نمبر کہاں پر موجود ہیں۔ یہ ڈیکلریشن کی محکمے کی طرف سے مصدقہ نقل ہے جو میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! اس طرح سے ایوان کے اندر جان بوجھ کر حقائق کو غلط بیان کر کے وزیر موصوف نے میرا ہی نہیں بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے۔ میں اس بات کو حقیقت پر مبنی اور حلفاً کہتا ہوں کہ جان بوجھ کر ان گیارہ یا چھتیس دیہات جو کہ حکومت اس میں ذکر کر رہی ہے میں نے گیارہ کا ذکر کیا تھا۔ کہ صرف اس لیے کہ نواب زادہ قزلباش کو کہ جو ان کا سیاسی status ہے کہ وہ چھتیس دیہات کو ظاہر کر کے اپنا سیاسی اثر و رسوخ قائم رکھ سکیں۔ جناب سپیکر! پھر اس میں جز (الف) میں جو جواب دیا گیا ہے،

> یہ درست ہے کہ نواب مظفر علی خان قزلباش بروئے ریونیو ریکارڈ موضع رکھ کھمبہ تحصیل (سٹی) ضلع لاہور میں منجملہ چھتیس (۳۶) آباد دیہاتوں کا مالک اراضی تھا۔ بوقت زرعی اصلاحات نواب صاحب نے مذکورہ رقبہ زیر آباد دیہاتوں کو اپنے ڈیکلریشن میں ظاہر کیا تھا۔۔۔۔

یہ جواب یہاں پر غلط دیا گیا ہے۔ آگے جناب سپیکر! غور فرمائیں،

> مگر جناب ڈپٹی لینڈ کمشنر (ڈی۔سی) صاحب نے بوقت منظوری رقبہ زیر بحث کو

بوجہ ہونے زیر آبادی ملکیت سے مستثنیٰ قرار دے دیا تھا۔۔۔۔

جناب سپیکر! ایک طرف تو ڈیکلریشن میں اس کو شامل نہیں کیا گیا۔ اگر یہ بھی ایک منٹ کے لیے تصور کر لیں کہ ڈیکلریشن میں شامل ہے۔ لیکن جب زرعی اصلاحات آتی ہیں تو جناب ڈپٹی لینڈ کمشنر نے اس رقبے کو رقبہ آبادی دیہہ ہونے کی وجہ سے ان کی ملکیت سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ لیکن اس کے باوجود جناب مظفر علی خان قزلباش اس زمین کو ہبہ کی شکل میں چھ یا سات سال بعد مختلف پارٹیوں کے ہاتھوں میں فروخت کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح جناب سپیکر! جز (ج) میں بھی جواب غلط دیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ اس سے میرا اور ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس کو باضابطہ منظور کر کے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جی، وزیر مال یا لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! وزیر مال تو موجود نہیں ۔ البتہ اگر مجھے اجازت ہو تو۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ ان کو represent کریں گے؟

وزیر قانون، جی جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر، یا یہ کہیں گے کہ وہ جواب دیں گے؟

وزیر قانون، جس طرح آپ مناسب سمجھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرا خیال ہے کہ آپ ہی جواب دے دیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! ایوان کے اندر کسی وزیر کا سوال کے جواب میں سوال کی نوعیت کے مطابق جواب دینا اور جن واقعات اور حقائق کے بارے میں سوال کیا جائے محکمے کی طرف سے دی گئی information کو ایوان میں پہنچانا یقیناً وزیر کی ذمہ داری ہے۔ اور بعض اوقات کوئی غلطی ہو بھی سکتی ہے۔ لیکن جیسا کہ گزشتہ سیشن میں ایک تحریک استحقاق کے جواب میں بھی میں نے یہ عرض کیا تھا کہ تحریک استحقاق ایسے غلط جواب پر آتی ہے جہاں کہیں کوئی وزیر deliberately جھوٹ بولے۔ کسی شخص کے زمین کی ملکیت کے بارے میں کوائف اور اس کے زمین فروخت کرنے کے بارے میں اپنے حق کے استعمال کے بارے میں ہے۔ اور جہاں تک میں نے اب بھی جواب پڑھا ہے اور ایوان میں جو جواب دیا گیا اس سے یہ واضح ہے کہ جناب وزیر مال نے مذکورہ سوال کا جواب دیتے ہوئے کسی عل

کو مخفی نہیں رکھا۔ اور جتنے واقعات اور حقائق ان کے محکمے کے پاس موجود تھے وہ انہوں نے بیان کیے۔ اور جہاں کہیں مذکورہ شخص جس کی زمین کی ملکیت کے حوالے سے اس کے حقوق منتقل کرنے کے بارے میں اعتراض کا تعلق تھا وہ بھی انہوں نے وضاحت کے ساتھ بیان فرمائے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر مال نے قطعی طور پر مذکورہ سوال کے جواب میں کوئی جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولا تھا۔ انہوں نے محکمے کی طرف سے دی گئی معلومات کو سوال کے جواب میں ایوان میں وضاحت فرمائی' اس لیے ایسی سٹیٹمنٹ پر جو کہ ایوان کی وضاحت کے لیے ایوان کی آگاہی کے لیے وزیر مال نے نیک نیتی سے وضاحت کی' اس پر پریویلج موشن نہیں بنتی۔ اور اس میں May's کے جو Rules of Procedure اور Parliamentary Practice ہے اس کے حوالے سے جناب سپیکر ! ایسے بیان پر قطعی طور پر پریویلج موشن قابل پذیرائی نہیں اور رول ۵۵ کے تحت بھی میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ پریویلج موشن نہیں بنتی۔ البتہ انہیں مذکورہ شخص کے حقوق ملکیت اور اس کے حقوق منتقل کرنے کے بارے میں کوئی اعتراض ہے تو اس کے لیے ان کے پاس forum موجود ہے۔ یہ کورٹ سے رجوع کر سکتے ہیں۔ اگر کہیں محکمے کی طرف سے کوئی ایسی غلطی اب بھی ان کے نوٹس میں ہے کہ جس کی یہ مزید اصلاح چاہتے ہیں تو ان کے پاس محکمے کے forum موجود ہیں یہ وہاں جا سکتے ہیں۔ البتہ وزیر مال نے قطعی کوئی امر مخفی نہ رکھا اس لیے یہ پریویلج موشن نہیں بنتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، وزیر قانون کے اس بیان کے بعد آپ مطمئن ہیں؟

جناب ارشد عمران سلہری ، جناب سپیکر! میں اس میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جیسے میں نے پہلے کہا ہے کہ جب وزیر موصوف جواب دینے لگے تھے تو اس سے پہلے میں نے وزیر موصوف کو یہ کہا تھا کہ یہ جوابات جو محکمے نے دیے ہیں یہ غلط دیے ہیں حقائق کے خلاف دیے ہیں۔ اور آپ نے آیا اس کی تحقیق کی ہے؟ تو اس کے بعد انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اس کی تحقیق کی ہے اور میں ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں۔ یہ جان بوجھ انہوں نے کہا کہ نہیں' یہ جواب درست ہے۔ جناب سپیکر اور وزیر قانون کی خدمت میں میری گزارش ہے کہ محکموں کے ان افسران کو اس طرح آپ کھلی چھٹی نہ دیں کہ جن کے بل بوتے پر پاکستان تباہی کی طرف جا رہا ہے۔ جناب سپیکر ! میری یہ گزارش ہے کہ میں نے declaration کی کاپی آپ کو بھی دے دی ہے۔ میرے پاس بھی موجود ہے۔ لیکن اس وقت اگر اسمبلی کے ایوان میں یہ بات آ چکی ہے تو صرف اس وجہ سے کہ یہ technicality کے لحاظ سے

تحریک استحقاق نہیں بنتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے میں اس کو pend کرتا ہوں۔ وزیر موصوف کل آجائیں گے تو ان کی بات سننے کے بعد اس پر فیصلہ کیا جائے گا۔

جناب ارشد عمران سلہری، شکریہ جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر، مہربانی !

میاں عمران مسعود، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی عمران مسعود صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

میاں عمران مسعود، شکریہ' جناب والا! میں سپیکر صاحب کے ساتھ ایک میٹنگ میں مصروف تھا۔ مہربانی سے میری تحریک take up کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں۔ میں نے وہ تحریک pending کی ہے۔ آپ اپنی تحریک پیش کریں۔

اخبار میں رکن اسمبلی کے خلاف جھوٹی خبر کی اشاعت

میاں عمران مسعود، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے حامل مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ روز نامہ "جنگ" لاہور نے مورخہ 20- جنوری 1995ء کی اشاعت میں اپنے گجرات کے نمائندہ کے حوالے سے یہ خبر شائع کی ہے کہ کوٹلہ ارب علی خان اور گرد و نواح کے سینکڑوں افراد نے ایک قتل کے سلسلے میں ڈی ایس پی کھاریاں کے مبینہ جانبدارانہ رویہ کے خلاف ڈی سی آفس گجرات کے باہر مظاہرہ کیا اور الزام لگایا کہ ملزمان کو تھانہ میں وی آئی پی کی سہولتیں مہیا کی جارہی ہیں۔ ان کا یہ مظاہرہ اور الزام اپنی جگہ درست ہے یا نہیں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ مگر اخبار مذکور کے نمائندہ نے اس خبر میں یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اس علاقے کے لیے ایک مقامی مسلم لیگی ایم پی اے کے گھر سے ایک گاڑی نکلی جس میں مسلح افراد سوار تھے اور انھوں نے جلوس میں شریک افراد کو ہراساں کرنا شروع کر دیا۔

اس علاقے کا مسلم لیگی ایم پی اے صرف میں ہی ہوں اور نمائندہ مذکور نے جان بوجھ کر پیپلز پارٹی کے کارکنوں کے ایماء پر میرے خلاف یہ خبر شائع کرائی ہے۔ جس دن متذکرہ مظاہرہ ہوا اس

دن نہ تو میرے گھر میں کوئی گاڑی موجود تھی اور نہ ہی کوئی ایسا واقعہ ہوا۔ نمائندہ "جنگ" نے میرے سیاسی مخالفین کے ایماء پر جان بوجھ کر میرے حلقہ کے معزز ووٹروں میں میری ساکھ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے اور بہتان تراشی کر کے اس نے اپنے جیالا پن کا ثبوت دیا ہے۔ نمائندہ مذکور کے اس رویے سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے پریویلج موشن میں سارے حقائق پڑھے ہیں۔ اس سے آپ کو یہ ساری بات ظاہر ہو گئی ہو گی اور آپ لوگ بھی سب اخبارات پڑھتے رہے ہیں۔ جناب والا! آج کل گجرات کے جو پولیٹیکل حالات ہیں وہ کوئی اچھے نہیں۔ آئے دن اخبارات میں آتا رہتا ہے کہ کبھی مسلم لیگ کے دو بندے قتل کر دیے گئے۔ کبھی پیپلز پارٹی کا ایک بندہ قتل ہو گیا۔ پیپلز پارٹی کے لیڈروں کی ان قاتلوں کو حوصلہ افزائی ہے۔ کبھی ڈی سی involved ہے۔ کبھی ایس پی involved ہے۔ اس طرح کی جناب والا! بے شمار خبریں آ رہی ہیں۔ میری اس میں صرف یہی گزارش ہے کہ گجرات کے حالات کوئی اتنے normal نہیں۔ اس کی میں سب سے بڑی مثال آپ کو یہاں یہ پیش کروں گا کہ گجرات کے علاقے سے این اے 80 سے جو ایم این اے نوابزادہ غضنفر گل ہیں وہ سب لوگ -----

جناب ڈپٹی سپیکر، عمران مسعود صاحب! میں سارے فاضل اراکین کی خدمت میں یہ relevant رول نمبر ۵۶ پڑھنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ہم نے باقی تحاریک استحقاق بھی لینی ہوتی ہیں تو تابش الوری صاحب بھی اسے غور سے سنیں۔

> The Speaker shall, after the disposal of question and before the List of Business is entered upon, call upon the member who gave notice and there upon the member shall raise the question of privilege and may make a short statement relevant thereto:

اس میں لفظ "May" ہے۔ یہ mandatory بھی نہیں ہے کہ لازماً پڑھی جائے گی۔ "May" ہے اور اس میں بھی ہے کہ make a short statement relevant thereto اسی کے متعلق ہی وہ بات ہو گی۔ آپ اس میں سیاسیات کی، گجرات کے مخصوص حالات کی یا کوئی اور اس طرح کی بات اس پر نہیں کر

سکتے۔ تو یہ تمام فاضل اراکین کی خدمت میں عرض ہے جو تحریک استحقاق پیش کرتے ہیں۔ وہ اپنا تو ایک پریولیج move کر چکے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے اسی پر ہی صرف touch دینا ہے۔ اگر کوئی بات اس میں نہیں لکھی جا سکتی اور آپ اس میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں تو کرلیں۔ مہربانی۔

میاں عمران مسعود۔ جناب والا! میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس چیز سے آگاہ فرمایا۔ لیکن میں اس بات کا اس لیے ذکر کر رہا ہوں کہ میں گجرات کے مخصوص حالات بتانا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ میں وہ نہیں سننا چاہتا۔ مسئلہ یہ ہے کہ آپ اپنے اس matter تک relevant رہیں۔

میاں عمران مسعود۔ جناب والا! میں exactly relevant ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ آپ میری بات تو سنیں۔ مقصد یہی ہے کہ جو اخبار نے ایک خبر دے دی ہے' جو کہتے ہیں آپ غلط ہیں آپ غلط ہیں تو آپ اسی کی حد تک رہیں۔ That is all۔

میاں عمران مسعود۔ جناب والا! میں بالکل یہی کوشش کروں گا۔ میں اسی کے parameters میں رہوں گا۔ میں مختصر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ایم این اے صاحب نے پولیس کے چار سکواڈ لیے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد ہمارے اسی اسمبلی کے ایڈوائزر گل نواز وڑائچ صاحب نے دو پولیس کے سکواڈ رکھے ہوئے ہیں۔ ہمارے وزیر قانون صاحب اگر اپنے حلقے میں جاتے ہیں تو پولیس کی custody میں جاتے ہیں۔ جناب والا! ان سب چیزوں کا تعلق گجرات ضلع سے ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ نہیں نہیں۔ آپ دیکھیں کہ ــــــ

سید ظفر علی شاہ۔ جناب سپیکر! میری یہ تجویز ہے کہ معزز رکن گجرات کا نام لیے بغیر تقریر کریں۔

میاں عمران مسعود۔ ٹھیک ہے' جناب۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ یہ دیکھیں کہ اگر ہم سارے جہاں کو سارے صوبے کو اور سارے گجرات کو زیر بحث لائیں۔ جبکہ اس وقت آپ کی تحریک استحقاق زیر بحث ہے۔

میاں عمران مسعود۔ جناب والا! یہ خبر نمائندہ گجرات نے دی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ آپ اسی تک اپنے آپ کو رکھیں۔ بعد میں یہ تحریک استحقاق' استحقاق کمیٹی میں جائے گی وہاں آپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ مہربانی۔

میاں عمران مسعود، جناب سپیکر! میری آپ سے یہی درخواست ہے اور اب میں آپ کو وہ خبر پڑھ کر سناتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اصل میں آپ کی یہ تحریک اتنی واضح ہے کہ اس کے بعد شارٹ سٹیٹمنٹ کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ یہ self explanatory ہے۔اس میں سارا کچھ موجود ہے۔

میاں عمران مسعود، ٹھیک ہے۔ تو میں صرف ایک منٹ میں اپنی بات مکمل کرتا ہوں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اس خبر کے حوالے سے روزنامہ "جنگ" کے نمائندے نے جان بوجھ کر اس سارے سلسلے میں مجھے شامل کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو میں نے یہ سارا سلسلہ بتایا ہے اور لاء منسٹر صاحب اس کو بخوبی جانتے ہیں کہ وہاں کے حالات کوئی اتنے اچھے نہیں ہیں۔ بہت ہی سنجیدہ قسم کے وہاں مسئلے مسائل ہیں۔ اب اس جھوٹی خبر سے وہاں پر جو قتل و غارت ہو رہا ہے اگر ان کے دماغ میں یہ بات پڑ جائے کہ واقعی یہ گاڑی جو تھی وہ مسلم لیگی ایم پی اے کے گھر سے نکلی تھی۔ تو جناب والا! میری زندگی کے تحفظ کی کون ضمانت دے گا؟ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ یہ خبر لکھوائی گئی ہے اس میں مجھے جان بوجھ کر شامل کیا گیا ہے۔ لہٰذا میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کی طرف سے یہاں اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ اس نمائندہ خصوصی سے پوچھا جائے کہ کیا وجہ تھی' کس کے ایماء پر اس نے یہ خبر دی۔ حالانکہ نہ تو کوئی گاڑی کا نمبر دیا گیا ہے اور نہ ہی اس میں کسی آدمی کا نام دیا گیا ہے جس نے وہاں یہ خبر اڑائی تھی۔ لہٰذا میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ اس بارے میں ذرا سختی سے نوٹس لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ جناب لاء منسٹر۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ، جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ personal explanation پر ہیں؟

چودھری گل نواز خان وڑائچ، جی میں personal explanation پر ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی گل نواز وڑائچ صاحب personal explanation پر ہیں۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ، جناب سپیکر! مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ میرے عزیز نے میرا بھی نام لیا کہ میں بھی پولیس کی حفاظت میں زندگی بسر کر رہا ہوں۔ لِلّٰہ یہ تو بتائیں کہ اس سے پہلے گجرات

کے کیا حالات تھے؟ کوئی آدمی محفوظ تھا؟

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ explanatory statement بھی بڑی مخصوص ہوتی ہے۔ آپ اسی کے بارے میں بات کر سکتے ہیں۔ آپ ان سے کچھ نہ پوچھیں۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ، میں بڑی مختصر عرض کر رہا ہوں۔ میں نے ان آدمیوں کے مقابلے میں الیکشن لڑا ہے جنھوں نے قتل کو ایک شغل بنایا ہوا تھا۔ یہاں مدعی ملزم ہوتا تھا اور ملزم مدعی۔ میں نے ان کے مقابلے میں الیکشن لڑا ہے۔ تو میرے عزیز' آپ نے تو وہ پرانے زخم تازہ کرنے شروع کر دیے ہیں۔ جو کچھ اس وقت تھا اس وقت ہے میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس وقت امن ہے۔ اس وقت اگر کوئی قتل نہیں تو وہ اپنی پارٹی بازی سے دیرینہ اور بڑے پرانے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔

میاں عمران مسعود، جناب سپیکر! میں چاہوں گا کہ تھوڑا سا وقت مجھے بھی دیا جائے تاکہ میں ایڈوائزر صاحب کی بات کا جواب دے سکوں۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ، جناب سپیکر! میری بھی عرض سن لیں۔ انھوں نے سات قتل کیے ہیں اور چار بے چارے ابھی زندگی اور موت کی کش مکش میں ہیں۔ دیکھیے وہ بچتے ہیں یا مرتے ہیں۔ انہی لوگوں نے قتل کیے ہیں۔ انہی مسلم لیگیوں نے قتل کئے ہیں اور وہی ملزم ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! فاضل رکن اسمبلی نے دراصل "جنگ" اخبار میں خبر شائع ہونے کے حوالے سے جو عوام میں تاثرات گئے ہیں اس بناء پر یہ تحریک استحقاق پیش کی ہے اور فاضل رکن اسمبلی کا یہ موقف ہے کہ چونکہ اس روز نہ یہ گجرات میں موجود تھے' نہ ہی ان کے گھر سے کوئی گاڑی مسلح افراد کو لے کر باہر نکلی اور نہ ہی انھوں نے مذکورہ جلوس میں شامل لوگوں کو ہراساں کیا ہے۔ ان کی اس وضاحت سے یہ صورت حال تو واضح ہو گئی کہ انھوں نے گجرات میں مظاہرہ کرنے والے افراد کو ہراساں کرنے کی قطعی طور پر کوئی کوشش نہ کی اور نہ ہی یہ انھیں ہراساں کرنا چاہتے تھے۔ نہ ہی ان کا اس واقعے سے کوئی دخل ہے نہ ہی ان کا اس واقعہ میں کوئی تعلق ہے۔ اس تحریک استحقاق سے یہ بات بھی واضح ہے کہ حکومت کا اس معاملے میں کہیں کوئی قصور نہیں اور نہ ہی انتظامیہ کے کسی آفیسر کا

اس معاملے میں فاضل رکن اسمبلی کے بارے میں خبر شائع ہونے یا کرنے کے بارے میں کوئی قصور ہے، کوئی غلطی ہے اور نہ ہی انتظامیہ کا کوئی فرد اس معاملے میں ملوث ہے۔ جہاں تک اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی ہے اس سے یقیناً فاضل رکن اسمبلی کی شہرت حلقے میں متاثر ہوتی ہے اور اس سے حلقے میں ان کے سیاسی معاملات میں مداخلت محسوس کی جاسکتی ہے۔ لیکن جناب سپیکر! اخبارات اور پریس کو آزادی ہے۔ اخبارات اور پریس پر یہ پابندی نہیں لگائی جاسکتی کہ وہ خبر کس لحاظ سے شائع کریں اور اس بارے میں حکومت کا کوئی کنٹرول نہیں۔ میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ اس واقعے پر جبکہ فاضل رکن اسمبلی کی وضاحت عیاں ہوگئی ہے اور اخبارات تک ان کا موقف پہنچ جائے گا، آج ان کے اس موقف کو کہ ان کا اس مذکورہ جلوس کو ہراساں کرنے یا اس میں شامل افراد کو ہراساں کرنے میں کوئی دخل نہیں تھا۔ جب یہ خبر شائع ہو جائے گی تو ان کے بارے میں وضاحت آ جائے گی لیکن مذکورہ اخبار یا اس کے نمائندے کے بارے میں تحریک استحقاق، استحقاق کمیٹی کو بھیجنے کی بجائے میری آپ سے رائے یہ ہے کہ مذکورہ اخبار کے ایڈیٹر سے یہ کہا جائے کہ وہ اپنے نمائندے سے اس خبر کے بارے میں ضرور پوچھیں کہ انھوں نے تحقیق کے بغیر یہ خبر کیوں شائع کروائی؟ اور "جنگ" اخبار میں اس خبر کی تردید آ جائے کہ مذکورہ رکن اسمبلی کا اس معاملے میں کوئی دخل نہیں تھا۔ جبکہ یہ حقائق ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فاضل رکن اسمبلی نے وہاں کوئی ایسی کارروائی نہیں کی۔ اس لیے اس کی وضاحت اخبار میں آ جانے میں کوئی حرج نہیں اور رکن اسمبلی سے میری گزارش ہے کہ یہ تحریک استحقاق پر زور نہ دیں اور آپ اپنے آفس کو use کرتے ہوئے مذکورہ اخبار میں اس کی تردید بھی شائع کروا دیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی عمران مسعود صاحب! میرے خیال میں بڑی ٹھیک statement ہے۔

میاں عمران مسعود: جی، میں بس دو منٹ لوں گا۔ جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے میں عرض کروں گا کہ لاء منسٹر صاحب نے جو میری تحریک استحقاق کا جواب دیا ہے میں اس سے بالکل مطمئن ہوں۔ میری صرف یہی گزارش ہے کہ ٹھیک ہے پریس کو بالکل آزادی ہونی چاہیے۔ پریس والے ہمارے خلاف لکھتے بھی ہیں۔ بے شک وہ لکھیں لیکن اس میں ایک ایسا معاملہ تھا جس میں میری لائف کا تعلق تھا۔ جس طریقے سے انھوں نے فرمایا کہ اگر ایڈیٹر صاحب کو یہ کہا جائے کہ وہ نمائندہ خصوصی کو بلا کر اس سے پوچھیں اور اسے یہ حکم دیا جائے کہ وہ اس خبر کی تردید کر دیں۔ تو میں اس چیز کو accept کرتا ہوں۔

اگر آپ حکم فرما دیں اور مجھے دن بتا دیں کہ اتنے دنوں میں اس خبر کی تردید آ جائے گی تو میں آپ کا بہت مشکور ہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ چونکہ فاضل رکن نے ایک تحریک استحقاق پیش کی۔ وزیر قانون نے اس پر ایک بیان دیا۔ تو اس لیے میں اخبار مذکور کے ایڈیٹر کو بطور خاص یہ کہتا ہوں کہ وہ اپنے اس نامہ نگار سے ضرور جواب طلبی کریں اور کل اس کی لازماً نمایاں طور پر اچھی طرح سے تردید شائع ہو۔ جس میں اس بات کا مفصل ذکر ہو کہ یہ جو متعلقہ فاضل رکن پر خبر چھپی تھی یہ غلط تھی اور وزیر موصوف نے اس پر کافی وضاحت سے بیان دیا ہے۔ میں ان کی اس تردید تک اس کو پینڈنگ کرتا ہوں۔ تاکہ وہ تردید آ جائے تو پھر اس کو واپس کیا جائے۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر، سردار حسن اختر موکل صاحب کی ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! وہ ابھی حاضر نہیں ہوئے۔ اس کو پینڈنگ فرمالیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ آج تشریف نہیں لائے۔ میرے خیال میں یہ روایت پھر اچھی نہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! آج ماہ رمضان کا پہلا دن ہے۔ تھوڑا سا ایڈجسٹمنٹ میں اس طرح ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ دیکھیں کہ جو اراکین میٹنگ میں تھے ان کی تحاریک تو ہم pending کرتے گئے۔ اگر ایک فاضل رکن تشریف نہیں لاتے تو یہ تو پھر ایک روایت پڑ جائے گی۔ کیونکہ اس بارے میں یہی ہوتا ہے کہ اگر محرک موجود نہیں۔۔۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! ہم روایت نہیں بنانا چاہتے۔ لیکن چونکہ ماہ رمضان کا آج پہلا دن ہے اس لیے آج کی خصوصی رعایت کر دی جائے۔ وہ آنے والے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو اس کو ہم پھر روایت نہیں بنائیں گے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جی نہیں روایت نہیں بنائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو اس پر اس کو pend کر دیتے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، شکریہ۔

وزیر اوقاف، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! یہ روایت ضرور بنے گی۔ پہلا روزہ جب بھی ہو گا، اگر کوئی موور نہیں ہو گا تو تحریک پھر پینڈنگ ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی ، آپ کی بات درست ہے۔ لیکن میں نے یہ ریکارڈ کا حصہ بنوایا ہے کہ یہ روایت نہیں بنے گی۔ انھوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ روایت نہیں بنے گی۔ یہ ریکارڈ میں بات آ گئی ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر، اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر ۴ میاں عبدالستار صاحب کی ہے ------ جی میاں عبدالستار صاحب۔(فاضل ممبر ایوان میں موجود نہ تھے) محرک نہیں ہیں اس لیے یہ disposed of تصور ہو گی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر ۵ ہے اور یہ جناب ارشد عمران سلہری میاں عبدالستار اور حاجی عبدالرزاق صاحبان کی طرف ہے۔ آپ میں سے کون صاحب اسے move کریں گے ؟

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! میں پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی پیش کریں۔

ٹھوکر نیاز بیگ کے نواح میں فیکٹریوں سے مضر صحت پانی کا اخراج

جناب ارشد عمران سلہری، ہم یہ تحریک پیش کرنا چاہیں گے کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روز نامہ "خبریں" لاہور مورخہ 12-1-95 کی اشاعت میں یہ خبر چھپی ہے کہ ٹھوکر نیاز بیگ سے لے کر بنگہ ریسٹ ہاؤس تک فیکٹریوں کے گندے پانی نے جوہڑ کی صورت اختیار کر لی ہے جس سے مقامی آبادیوں کو سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ انسان تو انسان جانور تک مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ فصلیں تباہ ہو چکی ہیں۔ فیکٹریوں کے مالکان نے گندہ پانی نہر میں بھی ملانا شروع کر دیا ہے جس سے علاقے کے زمیندار پریشان ہو گئے ہیں ۔ حکام کی توجہ بارہا اس طرف دلائی گئی مگر کسی نے بھی اس اہم مسئلے کی طرف توجہ نہیں دی۔ ماحول کی آلودگی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے مگر اس طرف کوئی دھیان نہیں دے رہا۔ اس خبر سے صوبے بھر کے عوام میں بے چینی' اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ مذ کرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! جناب ارشد عمران سلہری صاحب نے ایک اخباری خبر کے حوالے سے یہ

تحریک التوائے کار پیش کی ہے اور محض اخباری خبر تحریک التوائے کار کی بنیاد نہیں بن سکتی اور ایک اخباری خبر کو تحریک التوائے کار کی پذیرائی کے لیے کافی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جہاں تک مقامی آبادیوں کو فیکٹریوں کے گندے پانی کے حوالے سے تکالیف کا سامنا ہے اس بارے میں بھی فاضل رکن اسمبلی نہ تو کوئی specific واقعہ بیان کر سکے ہیں' نہ ہی انہوں نے کسی specific صورت حال کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے حتیٰ کہ ان کا اپنا concern اس حد تک ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ متعلقہ حکام کی بار بار توجہ اس طرف دلائی گئی ہے۔ انہوں نے متعلقہ حکام کے بارے میں یہ بھی ذکر نہیں کیا کہ کون سے محکمے کے متعلقہ حکام کے بارے میں آیا ایل ۔ ڈی ۔ اے والوں سے' آیا ہاؤسنگ والوں سے کون سے محکمے سے انہوں نے رابطہ کیا' کون سے افسران سے انہوں نے رابطہ کیا جنہوں نے ان کی بات پر توجہ نہیں دی؟ اس لیے جناب سپیکر! یہ محض اخباری خبر پر تحریک التوائے کار دی گئی ہے۔ رول ۶۷ کے تحت یہ ناقابل پذیرائی ہے اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس تحریک التوائے کار کو rule out کیا جائے

جناب ڈپٹی سپیکر، جی ۔ آپ اس statement کے بعد مطمئن ہیں؟

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! وزیر قانون نے جو جواب دیا ہے میں اس میں دو منٹ کے لئے وضاحت کرنی چاہتا ہوں۔ یہ بالکل درست بات ہے کہ بعض اوقات اخبارات کے حوالے سے یہاں تحریکیں پیش ہوتی ہیں۔ لیکن یہ درست نہیں کہ اخبارات ہمیشہ اور ہر وقت جھوٹ بولتے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ واقعات حقیقت پر مبنی ہیں کہ وہاں پر فیکٹریوں کے گندے پانی کی وجہ سے یہی صورت حال ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے اور جہاں تک اس بات کا ذکر ہے کہ کس محکمے سے رابطہ کیا گیا' تو جناب سپیکر! وہ ضلع کونسل لاہور ہے کہ جن سے رابطہ کیا گیا کہ وہاں پر یہ صورت حال ہے۔ وہ اس کی منتظم ہے۔ لیکن انہوں نے ابھی تک اس کے لیے کچھ نہیں کیا تو یہ حقیقت ہے اور یہ واقعہ ہے اور میں چاہوں گا کہ وزیر قانون مزید کوئی اچھا موقف پیش کریں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! اس معاملے کے حل کے لیے اور فورم موجود ہیں۔ محکمے کے فورم موجود ہیں۔ یہ صوبے بھر کے عوام کا معاملہ نہیں۔ اس معاملے کی وجہ سے صوبے بھر کے عوام میں کوئی تشویش نہیں پائی جاتی۔ صوبے کے عوام کے معاملات پر سکون طریقے سے چل رہے ہیں' اس لیے یہ تحریک التوائے کار نہیں بنتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب ارشد عمران سلہری صاحب! مسئلہ یہ ہے کہ آپ نے بھی اپنا فرض ادا کر دیا۔ یہاں statement دی' وزیر موصوف نے جواب دیا' پریس والے موجود ہیں وہ اس کو coverage دیں گے۔ جو آپ کا مقصد تھا وہ پورا ہو گیا۔ تو میرے خیال میں یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کے لیے ہم ہاؤس کو adjourn کریں اور اس پر بحث کے لیے پھر دو گھنٹے رکھیں میرے خیال میں یہ اتنا matter نہیں ہے بہرحال جو آپ کا مقصد تھا وہ پورا ہو گیا اس لیے میں اس کو rule out کرتا ہوں۔ اب ہم اگلی تحریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔ یہ تحریک التوائے کار نمبر ۶ ہے اور یہ میاں فضل حق جناب ارشد عمران سلہری اور میاں عبدالستار صاحب کی طرف سے ہے ۔ تو میاں فضل حق صاحب موجود ہیں ۔ (فاضل ممبر ایوان میں موجود نہیں تھے) جی ارشد عمران سلہری صاحب اس کو پیش کریں گے۔

جناب ارشد عمران سلہری: جناب سپیکر! ہم یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہیں گے کہ

(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: تشریف رکھیں I call the House to order. ۔ میرے خیال میں آج اپوزیشن والے گفتگو میں محو ہیں' وہ کوئی خاص توجہ نہیں دے رہے پتا نہیں وہ بیٹھے ہوئے کوئی حکمت عملی طے کر رہے ہیں۔ فاضل رکن اپنا ایک مسئلہ پیش کر رہے ہیں' ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اسے غور سے سنیں ---- جی ارشد عمران سلہری صاحب ۔

جوہر ٹاؤن ہاؤسنگ سکیم کی خستہ حالی

جناب ارشد عمران سلہری: جناب سپیکر! ہم یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے ۔ مسئلہ یہ ہے کہ روز نامہ " خبریں" لاہور مورخہ 12-1-95 کی اشاعت میں یہ خبر چھپی ہے کہ ایل ڈی اے کا یہ دعویٰ ہے کہ جوہر ٹاؤن ہاؤسنگ سکیم لاہور کی جدید ترین رہائشی کالونی ہے' صرف کاغذی اعلان ثابت ہوا۔ 32 ایکڑ پر مشتمل اس سکیم کے رہائشی تمام بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں۔ تمام سڑکیں ٹوٹی پھوٹی ہوئی ہیں۔ سیوریج کا کوئی پرسان حال نہیں۔ پلاٹوں کے الاٹی تمام مصارف ادا کرنے کے باوجود ایل ڈی اے میں پلاٹوں کا قبضہ لینے کے لیے دھکے کھا رہے ہیں۔ اس سکیم میں ہر قسم کے چارجز وصول کرنے کے باوجود وہاں پر سوئی گیس تک فراہم نہیں کی گئی۔ ایل ڈی اے نے وہاں پر تعلیمی اداروں کے لیے جو پلاٹ مختص کیے تھے وہ یا تو ویران پڑے ہیں یا ان پر قبضہ گروپ والوں نے

قبضہ کر رکھا ہے۔ اس خبر سے صوبے بھر کے عوام میں بے چینی اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، فاروق صاحب! یہ محکمہ کن کے پاس ہے؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! بے شک میں اس تحریک التوائے کار کو technically knock out کروا سکتا ہوں۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ فاضل رکن اسمبلی نے جن معاملات کا ذکر کیا ہے اس بارے میں مزید تفصیلی جواب محکمے سے بھی چاہیے اور ---(قطع کلامیاں) تشریف رکھیں۔ I call the House to order. مجھے آپ کی باتیں سمجھ نہیں آ رہیں میرے تک صاف آواز نہیں آ رہی۔ براہمہربانی ذرا خاموشی اختیار کریں۔جی، وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون، جناب سپیکر! اس تحریک التوائے کار کے جواب کے لیے کل تک کی مہلت دی جائے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ محکمے سے مزید وضاحتیں لی جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس کو کل تک pending کرتے ہیں۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! کل سے مراد کل ہے یا next working day ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جو next working day ہو گا۔ ابھی اجلاس نے رہنا ہے اور کافی دیر رہنا ہے جب تک آپ کہیں گے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر ۷ ہے اور یہ حاجی مقصود احمد بٹ، شیخ انور سعید اور میاں فضل حق صاحبان کی طرف سے ہے۔ آپ تینوں میں سے کون صاحب اس کو move کریں گے؟

حاجی مقصود احمد بٹ، جی میں اسے پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی حاجی مقصود احمد بٹ صاحب۔

جناب خالد رندھاوا ایم پی اے کے بھائی کے انتقال پر دعائے مغفرت

وزیرصنعت و معدنی ترقی، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! ہمارے ایک معزز رکن جناب خالد رندھاوا صاحب کے بھائی کا انتقال ہو گیا تھا اور یہ ہم سے سہو ہوئی، ہمیں پہلے ہی دعائے مغفرت مانگنی چاہیے تھی لہذا میں یہ گزارش کروں گا کہ دعائے مغفرت مانگی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، دعائے مغفرت مانگ لی جائے۔

(اس مرحلہ پر دعائے مغفرت مانگی گئی)۔

تحاریک التوائے کار (۔۔۔جاری)

شادی پورہ لاہور کے شہریوں پر پولیس کا تشدد

حاجی مقصود احمد بٹ، ہم یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہیں گے کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روز نامہ "پاکستان" لاہور مورخہ 15-1-95 کی اشاعت میں یہ خبر چھپی ہے کہ شادی پورہ بند روڈ لاہور کے ریاض احمد اور چودھری صادق علی نے الزام لگایا ہے کہ پولیس جو عزتوں کی محافظ ہوتی ہے ہماری دشمن بن گئی ہے' انھیں 31 افراد کو قتل اور اقدام قتل کے مقدمات میں ملوث کر دیا گیا ہے۔ پولیس بغیر کسی وارنٹ کے ہمارے گھروں میں داخل ہوئی ' عورتوں کو تشدد کا نشانہ بنایا' گھر کا سامان لوٹ کر ہمراہ لے گئے اور ہماری فصلوں کو اجاڑ کر رکھ دیا۔ انھوں نے اس تمام کارروائی کا ذمہ دار محمد افضل ایس ایچ او تھانہ گجر پورہ کو قرار دیا۔ پولیس کے ایسے کارنامے آئے دن اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں ' اور غریب شہری ان کی زیادتیوں کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ حکومت کے کارندے اور انتظامیہ کے اہلکار خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں: اس خبر سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی ' اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا۔ متذ کرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ،جی وزیر قانون!

وزیر قانون ، جناب سپیکر ! یہ تحریک التوائے کار بھی محض اخباری خبر کے حوالے سے ہے اور اس تحریک التوائے کار کے مواد کو'نفس مضمون کو مزید مضبوط بنانے کے لیے بھی انہوں نے حوالہ دیگر اخباری خبروں کا ہی دیا ہے۔ جناب سپیکر! حکومت اور انتظامیہ کے اہلکار قطعی طور پر خاموش تماشائی نہیں ہیں۔ حکومت اپنی ذمہ داری پوری سنجیدگی کے ساتھ ادا کر رہی ہے اور انتظامیہ کو بھی عوام کے جان و مال کے تحفظ کے لیے واضح ہدایات حکومت نے دے رکھی ہیں اور انتظامیہ بھی اپنی ذمہ داریاں بطریق احسن ادا کر رہی ہے ۔ جہاں تک مذکورہ شخص ریاض احمد اور ان کے دیگر ساتھیوں کے مختلف دیگر مقدمات میں ملوث ہونے کا تعلق ہے' یہ پولیس نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔ کوئی وقوعہ رونما ہونے پر مدعی جسے تکلیف پہنچتی ہے جب وہ پولیس کے پاس آتا ہے تو پولیس پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ سائل کی درخواست کے مطابق اس میں درج کی گئی زیادتی اور نا انصافی کے مطابق وہ مقدمے کا اندراج

کرے اور ملزموں کے بارے میں قانون کے ضابطوں کے مطابق کارروائی عمل میں لائے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی ایسی خلاف ضابطہ کارروائی نہیں ہوئی اور جناب سپیکر! اس تحریک التوائے کار میں ذکر تو یہ کرتے ہیں کہ پولیس بغیر وارنٹ کے گھر میں داخل ہو گئی اور اس نے سامان لوٹ لیا اور فصلوں کو اجاڑ دیا جبکہ سامان لوٹنے کے بارے میں قطعی طور پر بے بنیاد ذکر اس تحریک التوائے کار میں اخباری خبر کے حوالے سے کیا گیا ہے اور کوئی انتظامیہ نے فصلیں نہیں اجاڑیں۔ جناب سپیکر! یہ صوبائی معاملہ بھی نہیں ہے اور کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے کہ جو فوری نوعیت کا ہو اور جس میں اسمبلی کی دخل اندازی ضروری تصور کی جائے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ رول 67 کے تحت تحریک التوائے کار نہیں بنتی اور جناب سپیکر! جنرل ایڈمنسٹریشن پر بھی بحث آئندہ اسمبلی سیشن میں ہونے والی ہے اس لحاظ سے بھی یہ تحریک التوائے کار قابل پذیرائی نہیں ہے۔ اسے خلاف ضابطہ قرار دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، وزیر موصوف کی اس رائے کے بعد آپ کا کیا ارادہ ہے؟

حاجی مقصود احمد بٹ ،جناب سپیکر! وزیر موصوف تو وہی کچھ کہیں گے جو انہیں رپورٹ ملتی ہے۔ لیکن میں آپ کو ایک حقیقت بیان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ وہ ایس ایچ او صاحب ہیں جن کے بارے میں پچھلے دنوں اخبار میں یہ خبر چھپی تھی کہ ان کی سجارو چھین لی گئی ہے۔ اور اس سجارو کی قیمت پوری کرنے کے لیے وہ ایسی وارداتیں کر رہے ہیں اور پورا علاقہ ان سے پریشان ہے۔ جہاں تک ان کا سامان اٹھایا گیا ہے ، انہیں پریشان کیا گیا اور بغیر وارنٹ کے ان کے گھر میں داخل ہوئے۔ اس تمام زیادتی کے بارے میں وہ کہاں جا کر روئیں اور کہاں جا کر فریاد کریں؟ ان کے بارے میں تو ایک شعر ہے ،

وہی قاتل، وہی شاہد، وہی منصف ٹھہرے
میرے اقرباء خون کا دعویٰ کریں کس پر

یہ پولیس کا حال ہو چکا ہے اور وزیر موصوف صاحب نے بڑے اچھے طریقے سے کہہ دیا کہ یہ تو کوئی ایسی بات نہیں۔ آپ اس کا خود اندازہ لگا لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، بٹ صاحب! مسئلہ یہ ہے کہ یہ معاملہ تحریک التوائے کار کے زمرے میں نہیں آتا لیکن چونکہ آپ خواہش کرتے ہیں کہ وہ ایس ایچ او ٹھیک نہیں ہے ۔ وہ غلط انسان ہے ۔ اس بارے میں میں وزیر قانون کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ اگلے ہفتے آپ اس کو اسمبلی میں بلائیں اور تینوں محرکین کے درمیان بیٹھ کر اس کو سمجھا دیں۔

وزیر قانون، ٹھیک ہے جناب والا!

حاجی مقصود احمد بٹ، شکریہ!

جناب ڈپٹی سپیکر، اگلی تحریک التوائے کار جناب ایس اے حمید' میاں عمران مسعود اور محمد منشاء اللہ بٹ کی طرف سے ہے۔ نمبر 1 پہ مسعود صاحب کا نام ہے۔ اس کو کون صاحب پیش کریں گے؟ میاں عمران مسعود اس کو پیش کریں گے۔

گوجرانوالہ میں ڈکیتی کی وارداتیں

میاں عمران مسعود، ہم یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہیں گے کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روز نامہ "جنگ" لاہور مورخہ 95-1-2 کی اشاعت میں یہ خبر چھپی ہے کہ گوجرانوالہ میں ڈاکوؤں نے ایک ہی روز پانچ وارداتوں میں لاکھوں روپے کا مال معزز شہریوں سے چھین لیا۔ مسلم روڈ پر چار مسلح افراد نے حاجی اکرم کے گھر دن دہاڑے داخل ہو کر گھر میں آئی ہوئی مہمان خواتین کے طلائی زیورات اور نقدی چھین لی۔ اسی طرح تھلہ سیٹلائٹ ٹاؤن کے علاقے میں بھی ڈاکوؤں نعمان الحق کے گھر داخل ہو کر بچوں کو یرغمال بنا کر 16 ہزار روپے کے ڈالر' ٹریول چیک اور نقدی اور دوسرا قیمتی سامان اٹھا کر لے گئے مگر پولیس نے ابھی تک کسی بھی ملزم کو گرفتار کرنے کی نہ تو کوشش کی ہے اور غالباً نہ ہی ان میں جرأت ہے کیونکہ اس وقت صوبہ میں امن و امان نام کی کوئی چیز موجود نہیں۔ ہر طرف ڈاکوؤں' لٹیروں' دہشت گردوں کا راج ہے۔ اس خبر سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی' اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کیا جنرل ایڈمنسٹریشن کے لیے کوئی دن مقرر ہوا ہے؟

وزیر قانون، جی ہاں' ہفتے کو مقرر کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اگر ہوا ہے تو پھر اس کی ضرورت نہیں رہتی۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں یہی عرض کرنے لگا ہوں۔ تحریک التوائے کار ایک نہیں بلکہ پانچ واقعات کے بارے میں ہے۔ جبکہ specific طور پر ایک ہی واقعے کے بارے میں ہونی چاہیے۔ جہاں تک لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال اور انتظامیہ کے معاملات کا تعلق ہے وہ جنرل ایڈمنسٹریشن کی صورت میں فاضل

اراکین زیر بحث لا سکتے ہیں۔ اس لیے رول 67 کے تحت بھی اور چونکہ جنرل ایڈمنسٹریشن کے لیے بھی وقت مقرر کیا جا چکا ہے' اس لیے یہ تحریک التوائے کار خلاف ضابطہ قرار دی جائے ۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! گوجرانوالہ اس وقت جرائم کی زد میں ہے۔ پچھلی جو رات گزری ہے' چھ ڈاکے پڑے ہیں۔ اور روز چار پانچ وارداتیں ہوتی ہیں' ڈکیتیاں ہوتی ہیں' لیکن پولیس ٹس سے مس نہیں ہوئی اور گوجرانوالہ کا کوئی شہری آرام سے سو نہیں سکتا۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں اس کو جنرل ایڈمنسٹریشن یا لاء اینڈ آرڈر پر بحث میں لوں۔ میرے نزدیک یہ بہت ہی اہم مسئلہ ہے۔ شہریوں کی جان و مال کے تحفظ کا مسئلہ ہے' امن و امان کا مسئلہ ہے۔ چونکہ یہ ایک ہی دن کا واقعہ ہے' ایک ہی دن میں چھ وارداتیں ہوئی ہیں' چھ ڈکیتیاں ہوئی ہیں' اس لیے خصوصی طور پر وزیر قانون سے میں درخواست کروں گا کہ وہ اس کے بارے میں اپنا مؤقف یا ان کے پاس جو حکومت کی طرف سے رپورٹ ہے وہ پیش کریں اور بتائیں کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ جناب سپیکر! یہ تو پندرہ روز پہلے کا واقعہ ہے ۔ وہاں تو روز ڈکیتیاں ہو رہی ہیں ۔ رات بھی چھ ڈکیتیاں ہوئی ہیں۔ گوجرانوالہ اس وقت جرائم کی زد میں ہے' وہاں پر پولیس کے جو افسران ہیں وہ سوئے ہوئے ہیں' وہ خواب غفلت میں ہیں۔ لہذا میری درخواست ہے کہ آپ وزیر قانون سے فرمائیں کہ وہ اس بارے میں کوئی طریق کار وضع کریں تاکہ گوجرانوالہ کے شہریوں کو کم از کم امن دیا جا سکے ' وہ آرام کی نیند سو سکیں اور ان کے مال و جان کی حفاظت کا کوئی نہ کوئی طریق کار بنایا جا سکے ۔ اگر یہ انتظامیہ نااہل ہے' یہ کام نہیں کر سکتے تو اس کی جگہ دوسرے افسران بھجوانے جائیں لیکن یہ تو کوئی حل نہیں کہ ڈکیتیاں تو روز پڑتی رہیں لیکن اس پر بحث کے لیے ہم جنرل ایڈمنسٹریشن پر بحث کے دن کا انتظار کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ایس اے حمید صاحب! آپ کو علم ہے کہ جب لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال پر بحث ہوتی ہو تو اس طرح کی تمام تحاریک kill کر دی جاتی ہیں اور ان کو یہاں پر پڑھا بھی نہیں جاتا۔ لیکن چونکہ پہلے جنرل ایڈمنسٹریشن پر بحث کے لیے کوئی دن مقرر نہیں ہوا تھا اس لیے ان کو لے لیا گیا اور آج چونکہ جنرل ایڈمنسٹریشن کے لیے دن مقرر ہو گیا ہے جس پر آپ پورا ایک دن بحث کریں گے لہذا میرے خیال میں وہاں آپ اس پر زیادہ بہتر بات کر سکتے ہیں ۔ یہاں پر بھی آپ کا مقصد یہی ہے کہ ہاؤس میں دو گھنٹے کے لیے اس پر بحث کی اجازت دی جائے ۔ اور جس دن جنرل ایڈمنسٹریشن پر بحث ہوتی ہے اس دن آپ سارا دن اس پر بات کر سکتے ہیں۔ اس دن اسی صورت حال پر بحث ہو گی۔

یعنی صوبے کی انتظامیہ میں کیا کیا خامیاں ہیں؟ لہٰذا میرے خیال میں آپ اس کو پریس نہ کریں۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میں اس کو پریس نہیں کرتا۔ لیکن میری درخواست یہ ہے کہ اس بارے میں وزیر قانون صاحب فوری طور پر کوئی نہ کوئی ایکشن ضرور لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ وزیر قانون صاحب! آپ بھی اس بات کا خیال رکھیں گے۔ تو اس تحریک التوائے کار کو پریس نہیں کیا جاتا۔ اب ہم آگے چلتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 9 جناب ارشد عمران سلہری، جناب ایس اے حمید اور میاں فضل حق کی طرف سے ہے۔ کون صاحب اس کو پڑھیں گے؟

پنجاب یونیورسٹی کے اساتذہ کی رہائشی سکیم کی اراضی پر بااثر افراد کا قبضہ

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! ہم یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہیں گے کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روز نامہ "جنگ" لاہور مورخہ 20-1-95 کی اشاعت میں یہ خبر چھپی ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کے اساتذہ اپنی رہائشی اراضی پر مسلم لیگ (ج) لاہور کے صدر میاں آصف کے مبینہ قبضہ کے خلاف مال روڈ پر اپنے تدریسی سیاہ گاؤن پہنے سراپا احتجاج بنے کھڑے رہے۔ وہ اس ناجائز قبضہ کے خلاف گزشتہ کئی روز سے مظاہرے کر رہے ہیں۔ حالانکہ سپریم کورٹ اس اراضی کا فیصلہ اساتذہ کے حق میں دے چکی ہے مگر ایل ڈی اے کی اس سلسلے میں مزاحمت ایک قومی جرم بن کر رہ گئی ہے۔ حکومت ہڑتالی اساتذہ سے مسلسل بے اعتنائی کر کے خود کو معصوم ثابت کر رہی ہے قوم کے معماروں کے ساتھ اس قسم کا رویہ ناقابل فہم ہے۔ اس خبر سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی' اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب وزیر قانون!

وزیر قانون، جناب سپیکر! مذکورہ تحریک التوائے کار کے بارے میں گزارش ہے کہ۔۔۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر محمد حنیف رامے کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر، جی وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! ارشد عمران سلہری صاحب نے یونیورسٹی کی اراضی کے بارے میں تحریک التوائے کار پیش کی ہے ۔ اس تحریک التوائے کار میں سپریم کورٹ اور اراضی کے مختلف معاملات کا ذکر کیا گیا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں محکمے سے مزید وضاحت مانگی ہے۔ اور جامع جواب دینے کے لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ اس تحریک التوائے کار کو اجلاس کی آئندہ sitting تک ملتوی کیا جائے۔

جناب سپیکر: آپ کتنی مدت چاہتے ہیں؟ کل جمعہ ہے اور ہفتہ کو ہمارا ارادہ ہو رہا ہے کہ اجلاس کر لیں۔

جناب وزیر قانون: جناب والا! ہفتے کے بعد جس روز sitting ہو گی اس روز اس کا جواب دے دوں گا۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ آپ مہربانی سے اس کے بارے میں مکمل تحقیق کر لیجیے اور ہفتے کے بعد جو اجلاس ہو گا اس میں آپ اس کا جواب دے دیجیے گا۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار جو ہے۔ بادی النظر اس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔ سپریم کورٹ نے ایک فیصد دے دیا ہے اور اس فیصلے پر عمل در آمد کروانا ہے۔

جناب سپیکر: ایس اے حمید صاحب آپ تشریف رکھیں۔ اس پر وزیر قانون کا جواب مکمل ہونے پر آپ کو بات کرنے کا موقع دیں گے ۔

جناب ایس اے حمید: میری درخواست جناب سپیکر! یہ تھی کہ ---

جناب سپیکر: نہیں' میں آپ کی درخواست قبول نہیں کر رہا۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب ایس اے حمید: جناب' ابھی تو میں نے درخواست کی ہی نہیں ۔

جناب سپیکر: نہیں' اس پر بحث ختم ہو گئی۔ آپ بیٹھ جائیں۔ اگلی تحریک التوائے کار میاں معراج دین' ارشد عمران سلہری اور میاں فضل حق صاحب کی طرف سے ہے ۔

میاں معراج دین: جناب سپیکر! پیشتر اس کے کہ میں اپنی تحریک التوائے کار پیش کروں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج بڑا خوش قسمت دن ہے کہ آپ نے مجھے پہلی دفعہ تحریک پیش کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اس وقت یہاں پر وزیر اعلیٰ صاحب بھی تشریف فرما ہیں۔ اور اسی بہانے ذرا ان سے بھی بات ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: جی بسم اللہ کیجیے۔

لاہور میں بسنت کے تہوار پر ہلاکتیں

میاں معراج دین: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور مورخہ 21-195 کی اشاعت میں یہ خبر چھپی ہے کہ اس سال بھی بسنت کی دیوی نے 2 لاشوں اور قریباً 250 زخمیوں کا ملک کو تحفہ دیا ہے۔ حکومت کی طرف سے اسلحے کی نمائش کی پابندی کا منہ چڑایا ہے۔ دفعہ 144 کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی گئی ہیں۔ اس فضول رسم میں بڑے بڑے جگاداری سیاستدان' انتظامیہ کے اہل کار او دیگر بااثر افراد نے شریک ہو کر پتنگ بازی میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ اپنی آنکھوں سے اسلحے کی نمائش کے نظارے بھی لیتے رہے۔ سماج دشمن عناصر نے کلاشنکوفوں کا بھرپور استعمال کیا اور ان کی فائرنگ سے بے گناہ شہری شہید ہو گئے۔ قومی اخبارات میں ان تمام سیاستدانوں کی تصاویر بھی شائع ہوئی ہیں۔ جنہوں نے بسنت کے تہوار میں شرکت کی۔ جب قوم کے معمار ہی اس فضول رسم میں شریک ہو جائیں تو عوام کا تو خدا ہی حافظ۔

چوں کفر از کعبہ می خیزد کجا ماند مسلمانی

اس خبر سے صوبے بھر کے عوام میں بے چینی' اضطراب اورغم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر: جی وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون: جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار بھی اخباری خبر پر مبنی ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اس کے پیچھے کچھ حقائق بھی موجود ہیں۔ اور بسنت کی دیوی نے لاہور شہر کو جو بھی تحفہ دیا اس حوالے سے میں یہ تو عرض نہیں کروں گا کہ بسنت کی دیوی نے تحفہ دیا بلکہ بسنت کے اس تہوار نے مختلف گھرانے اجاڑ کر رکھ دیے۔ جن گھرانوں کے معصوم بچوں یا بڑوں کے ساتھ حادثے پیش آئے یقیناً وہ گھر ماتم کدے بن گئے ۔ یہ کوئی ہمارا مذہبی تہوارنہیں ہے ۔ اس تہوار کے منائے جانے کے لیے حکومتی سطح پر نہ کوئی instructions جاری کی گئیں اور نہ ہی انتظامیہ نے اس تہوار کے انعقاد کے لیے کسی عمل میں حصہ لیا۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس تحریک التوائے کار سے منسوب واقعات کے بارے میں حکومت اور انتظامیہ کہیں بھی کسی لحاظ سے بھی ملوث نہیں ہے اور انتظامیہ نے کوتاہی بھی

نہیں کی۔ کیونکہ لوگوں کو اپنے گھروں میں اس قسم کی خوشی کے جذبات کے اظہار کے لیے آزادی ہے۔ کہ وہ اپنے گھروں میں جس طریقے سے چاہیں اپنے جذبات کا اظہار کریں۔ لوگوں پر یہ پابندی نہیں لگائی جا سکتی کہ وہ اپنے شوق اور پسند کے معاملات کو اپنے گھروں میں بھی جاری نہیں رکھ سکتے۔ البتہ حکومت نے اور انتظامیہ نے دفعہ 144 کی خلاف ورزی اور جہاں کہیں لوگ غیر قانونی معاملات کے مرتکب ہوئے ان کے بارے میں سخت نوٹس لیا ہے ۔ اور حکومت نے انتظامیہ کو یہ ہدایات بھی کی ہیں کہ جس طرح حکومت نے 11B کا نفاذ کیا ہے اور اسلحے کی نمائش پر پابندی کا ایک زبردست عوامی اور جرأت مندانہ فیصلہ کیا ہے۔

MR SPEAKER: I call the House to order.

وزیر قانون، ہم نے اس بارے میں عوام کو باخبر کرنے کی کوشش کی ہے کہ آئندہ ایسے کسی تہوار پر اس قسم کی فائرنگ اور اس قسم کی وارداتیں نہ کی جائیں اور آئندہ کے لیے ایسے واقعات کا سدباب کرنے کے لیے جامع ہدایات دی گئی ہیں ۔ جہاں تک جگاداری سیاستدانوں یا انتظامیہ کے کچھ افراد کا اس تہوار میں حصہ لینے کا تعلق ہے وہ بھی ان کا اپنا اپنا فعل ہے اور ایک انسان کی حیثیت سے ایک فرد کی حیثیت سے سیاستدان ہو یا کوئی شخص کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو اس پر یہ پابندی نہیں لگائی جا سکتی۔ میں فاضل رکن اسمبلی سے گزارش کروں گا کہ ان کی تحریک التوائے کار پیش کرنے سے ان کا جو منشور ہے ان کا جو ذہن ہے ان کی جو سوچ ہے وہ یقیناً عوام تک بھی پہنچ گئی ہے مجھے امید ہے کہ جو لوگ ان کی اس آواز کو پسند کرتے ہیں وہ تہوار میں حصہ نہیں لیں گے' اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک التوائے کار خلاف ضابطہ ہے اور قاعدہ 67 کے زمرے میں نہیں آتی۔ اس لیے اسے خلاف ضابطہ قرار دیا جائے۔

جناب سپیکر، یہ تحریک التوائے کار اس نوعیت کی تھی کہ اسے چیمبر میں بھی روکا جا سکتا تھا لیکن چونکہ اس میں انسانی جانوں اور زخمیوں کا حوالہ ہے اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ لاءمنسٹر صاحب نے جو بات کہی ہے کہ دنیا کے بہت سے ملکوں کے اندر لوگ خوشی کے تہوار مناتے ہیں اور یہاں تک کہ کرسمس کے موقع پر نئے سال کے موقع پر دنیا میں بڑے بڑے ملکوں کے اندر کتنی جانیں تلف ہو جاتی ہیں۔ لیکن حکومت کا یہ فرض ہے کہ پبلسٹی کے ذریعے' ریڈیو کے ذریعے' ٹیلی ویژن کے ذریعے' اخبارات کے ذریعے عوام میں یہ شعور پیدا کیا جائے کہ تہوار اس طریقے سے منایا جائے کہ اس میں انسانی

جان تلف نہ ہو اور اس میں خوشی کا اظہار ہو ۔ لیکن بسنت کے موقع پر جو فائرنگ کی جاتی ہے اور تاروں کے ذریعے سے پتنگیں اڑائی جاتی ہیں جس سے بجلی کا نقصان ہوتا ہے اور بھی کئی سماجی غل غپاڑے کی شکل میں یا دنگا فساد کی شکل میں جو مظاہرے کیے جاتے ہیں ان کے خلاف پبلسٹی مہم ضرور ہونی چاہیے اور اسی خیال کے پیش نظر اسے موقع دیا گیا تھا کہ ایوان میں یہ زیر بحث آئے۔ لیکن ٹیکنیکلی یہ تحریک التوائے کار نہیں بنتی' اس لیے میں اسے rule out کرتا ہوں ۔ اب تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! آج تو آپ بہت جلدی میں ہیں ۔

جناب سپیکر: جی میں جلدی میں ہوں ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر: فرمایئے جناب۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! جیسے آپ فرما رہے تھے بڑی خوبصورت suggestion ہے ۔ میں تو صرف اتنی گزارش کروں گا کہ گورنمنٹ کیا کرے ـــــ

جناب سپیکر، پبلسٹی کے ذریعے ان کو شعور دے ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جب ہمارے ایوان کے سربراہ جناب سپیکر خود بسنت میں شامل ہوں تو اس وقت گورنمنٹ تو مجبور ہو جاتی ہے ۔

جناب سپیکر ، میں شامل ہوں اور میں یہ اچھا سمجھتا ہوں۔ اس قوم کے پاس کوئی خوشی نہیں۔ کچھ غریب اور امیر مل کر یہ رسم مناتے ہیں ۔ اس دن اگر امیر کا بیٹا پلے سے ڈور اور پتنگ خریدتا ہے تو غریب کا بیٹا بھی بے چارہ کوئی دو گدے گڈیاں لوٹ کر بسنت منا لیتا ہے۔ یہ واحد تہوار ہے جس میں پورے شہر کے امیر غریب اور درمیانے طبقے کے سب لوگ شامل ہوتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں ۔ اس لیے میں خود اس میں شامل ہوتا ہوں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! جب ہر جگہ پر لوٹ مار ہو تو اس غریب کو بھی حق پہنچتا ہے کہ دو پتنگیں لوٹ لے۔

جناب سپیکر: جی ہاں بالکل ٹھیک ہے ۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب سپیکر! اب ہم بسنت اور اور پتنگوں سے نکلیں۔ میں ایک نہایت ہی اہم مسئلے پر پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے آپ کی وساطت سے اس خوش قسمتی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہ قائد ایوان محترم وزیر اعلیٰ صاحب تشریف رکھتے ہیں اور وزیر خزانہ بھی تشریف رکھتے ہیں ۔ پچھلے ایک ہفتے سے یہ دیکھا جا رہا ہے یہ پڑھا جا رہا ہے کہ صوبہ پنجاب ایک مالی بحران کا شکار ہے اور اس میں فیڈرل گورنمنٹ نے بہت سارے محصولات جن کے اعداد و شمار مختلف آئے ہیں' 64 کروڑ روپے کی تگر بھی آئی ہے' اس کے علاوہ واپڈا کے واجبات میں 38 کروڑ کا ذکر ہے۔ اس کا پریشر بھی ہے جس سے پنجاب کے روز مرہ کے معاملات اور بالخصوص ترقیاتی معاملات کی رفتار کو ایک بہت بڑا دھچکا لگا ہے---

جناب سپیکر، شاہ صاحب' ایک منٹ ـــــــ اس موضوع پر ایک تحریک آئی ہوئی ہے۔ میں نے ابھی admit کی ہے اور وقت آنے پر اس بحث بھی ہو گی۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! وہ آتی رہے گی ---

جناب سپیکر، نہیں اس طرح نہیں ۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر ! آپ میری بات سنیں ۔

جناب سپیکر، میں نے آپ کی بات سنی ہے ۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب والا! قائد ایوان بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے ان تک اپنی بات پہنچانا چاہتا ہوں ۔ میری بات زبان میں ہے اور آپ نے کاٹ لی ۔

جناب سپیکر، جی میں نے کاٹی نہیں ہے' میں نے سنی ہے ۔لیکن اس موضوع پر تحریک کے وقت بات ہو گی ۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب سپیکر! اگر وزیر اعلیٰ صاحب اس بات کا جواب نہیں دینا چاہتے اور پنجاب کی حکومت یا پنجاب کا سپیکر پنجاب کے ان معاملات کا جن کا directly پنجاب کے ایک ایک آدمی سے تعلق ہے۔ تو مجھے بہت افسوس سے یہ کہنا پڑے گا کہ پتا نہیں آپ جان بوجھ کر ایسا کیوں کر رہے ہیں ---

جناب سپیکر، مجھے افسوس ہے کہ آپ کو افسوس ہو رہا ہے ۔ لیکن جب میں نے اس پر باقاعدہ ایک تحریک admit کی ہے ------

سید ظفر علی شاہ، مجھے تحریک کا نہیں پتا۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پہ ہوں ---

جناب سپیکر، مجھے تو پتا ہے۔

سید ظفر علی شاہ، آپ کو پتا ہے تو پتا ہوتا رہے ----

جناب سپیکر، آپ کو سب کچھ پتا نہیں ہوتا۔

سید ظفر علی شاہ، میں پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کر رہا ہوں---

جناب سپیکر، تو میں نے پوائنٹ آف آرڈر سن کر اس کا جواب دیا ہے۔

سید ظفر علی شاہ، آپ نے میرا پوائنٹ آف آرڈر نہیں سنا۔ میں نے بات ہی نہیں کی آپ نے سنا کہاں سے؟

جناب سپیکر، میں نے سن لیا ہے۔

سید ظفر علی شاہ، آپ نے کیا سنا ہے؟ میں نے کیا کہا ہے؟

جناب سپیکر، آپ میری بات سنیں۔

سید ظفر علی شاہ، میرے پوائنٹ آف آرڈر کا آدھے سے زیادہ حصہ رہتا ہے۔

جناب سپیکر، نہیں رہتا۔

سید ظفر علی شاہ، میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ CCI کی میٹنگ میں جس میں یہ فیصلہ ہوا ہے۔ کیا یہ Council of Common Interrests کا فیصلہ ہے؟ اگر اس کا فیصلہ ہے تو کیا وزیر اعلیٰ صاحب وہاں پر موجود تھے؟ اور اگر وہاں پر موجود نہیں تھے تو کیا اس فیصلے کے خلاف پارلیمنٹ کی جائنٹ سٹنگ میں لایا جا رہا ہے؟

جناب سپیکر، جب وہ تحریک آئے گی تو آپ اس وقت بات کریں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آپ یہاں پتنگوں پر تو تقریر کر سکتے ہیں اور جو پنجاب کے directly مسائل ہیں آپ ان کو kill کر دیتے ہیں۔ مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے اور جبکہ وزیر اعلیٰ صاحب تشریف رکھتے ہیں۔

جناب سپیکر، آپ براہ راست وزیر اعلیٰ صاحب سے بات نہیں کر سکتے۔

سید ظفر علی شاہ، میں آپ سے بات کر رہا ہوں۔ میں آپ کی وساطت سے بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر، میں نے آپ سے بات کی ہے۔

سید ظفر علی شاہ، آپ ہمارا ڈاک خانہ ہیں۔ اگر ہمارا ڈاکخانہ اس طرح کام کرے گا تو بات نہیں چل سکتی۔ حکومت اور حزب اختلاف کے مسائل نہیں چل سکتے۔

جناب سپیکر، لفافہ دیکھ کر بھی پتا چل جاتا ہے کہ لفافے میں کس طرح کا محبت نامہ آیا ہے۔۔۔

جناب سپیکر، جنھوں نے صرف رنگین پتنگیں دیکھی ہوں وہ لفافہ نہیں پہچان سکتے۔ آپ صرف رنگین پتنگیں دیکھ سکتے ہیں۔ یہ لفافے نہیں دیکھ سکتے جن کا پنجاب سے directly واسطہ ہے۔

جناب سپیکر، میں نے تحریک admit کی ہے۔ میں تحریک کو بحث کے لیے admit کر کے آیا ہوں۔ میرے علم میں ہے۔ جب اس تحریک کو admit کیا ہے تو اس پر بحث ہو جائے گی۔

وزیر صنعت، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، آپ بتائیے کہ آپ کا کیا پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

وزیر صنعت، جناب سپیکر! میں بڑی عاجزی سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اسمبلی میں جو معاملہ چل رہا ہو اگر اس کے متعلق کوئی بات ہو تو پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا جا سکتا ہے۔ جناب سید ظفر علی شاہ صاحب ہمارے بڑے محترم اور لائق فائق ممبر ہیں۔ مجھے نہایت افسوس ہوتا ہے کہ وہ کون سا پوائنٹ ہے جس پر انھوں نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے۔ پوائنٹ آف آرڈر کے متعلق جو رولز ہیں یہ ان کا مطالعہ کریں۔(قطع کلامیاں)

سید ظفر علی شاہ، جناب والا میں ان کی بات کا جواب دینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، جی جواب دیجیے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! میں اپنے فاضل دوست کا بہت ہی مشکور ہوں کہ انھوں نے کہا ہے کہ پوائنٹ آف آرڈر صرف اس مسئلے پر اٹھایا جا سکتا ہے جو چل رہا ہو۔ یہ بات بار بار یہاں ہوتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ پوائنٹ آف آرڈر کا جتنا قتل عام پاکستان کی اسمبلیوں میں ہوتا ہے اتنا میرے خیال میں دنیا کی کسی اسمبلی میں نہیں ہوتا ـــــ میری بات سنیں۔ میں ان میں سے نہیں ہوں۔ آپ منسٹر حضرات ہیں۔ آپ کی کیبنٹ کے ممبران یہاں پر اٹھ کر کیا کیا کہتے ہیں۔ اگر ریکارڈ دیکھا جائے تو شرم

سے گردنیں جھک جاتی ہیں۔ آپ مجھے کہہ رہے ہیں کہ مجھے پوائنٹ آف آرڈر کا نہیں پتا۔ جناب سپیکر! پوائنٹ ہمیشہ آئین سے متعلق اور رولز سے متعلقہ ہوتا ہے۔ اگر قائد ایوان جو کہ پورے پنجاب کے کسٹوڈین ہیں اور آج ایوان میں موجود ہیں۔ میں براہ راست آئین سے متعلق بات کر رہا تھا۔ آپ آئین کا آرٹیکل ۱۵۳ اور ۱۵۴ پڑھیں اور پھر میری بات سنیں پھر سمجھیں اور پھر اس پر بات کریں ایسے نہ کہیں کہ مجھے پوائنٹ آف آرڈر کا نہیں پتا کہ کیسے اٹھایا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: سردار امجد حمید خان دستی

سردار امجد حمید خان دستی: جناب والا! میں وزیر اعلیٰ کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے گزارش کرتا ہوں کہ اس ہاؤس میں کچھ خوش قسمت لوگ ایسے ہیں کہ جنہیں علاج کے لیے انگلینڈ یا امریکہ بھیجا جاتا ہے۔ مجھے کچھ عرصے سے بلکہ کئی سال سے پراسٹیٹ گلینڈ میں تکلیف ہے اور اس کے لیے ڈاکٹر نے مجھے پراسکار کی دوائی تجویز کی ہے اور اگر میرا پیشاب بند ہوگیا تو حکومت اس کی ذمہ دار ہوگی۔ اس کے pains ڈلیوری کے دردوں سے کم نہیں ہوتے (قہقہے)۔ جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ براہ کرم ایم پی ایز کی دوائیوں کے لیے جو فنڈز مختص کیے گئے ہیں وہ ختم ہو گئے ہیں۔ دوائیاں آج کل بند ہیں ٹھیکے دار دوائیاں نہیں دے رہا اور بہت سے ایم پی ایز دوائیوں سے محروم ہیں۔ مہربانی کرکے اس کا علاج کیا جائے اور دوائیوں کا بندوبست کیا جائے ورنہ باڈی کے ایک vital part کے زیادہ خراب ہونے کا خدشہ ہے۔

جناب سپیکر: محترم امجد حمید دستی صاحب نے ایک وائیٹل پارٹ کے حوالے سے جو بڑی وائیٹل موشن پیش کی ہے۔ جناب والا! میں بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ بہت سے اراکین اسمبلی کو یہ شکایت ہے کہ اسمبلی کے ممبران کے لیے جو میڈیکل فنڈ تھا' سروسز ہسپتال میں جہاں سے اسمبلی کے ممبران کو دوائیاں ملتی ہیں فنڈز میں کمی ہو گئی ہے اور دوائیوں کے سلسلے میں پریشانی ہو رہی ہے۔ اس لیے ہم خاص طور پر قائد ایوان کی خدمت میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس کا اہتمام کیا جائے اور فنڈز مہیا کیے جائیں تاکہ یہ دقت دور ہو سکے۔ جناب قائد ایوان!

وزیر اعلیٰ (میاں منظور احمد خان وٹو): شکریہ۔ جناب سپیکر! جس بات کا آپ نے ارشاد فرمایا ہے میں وزیر صحت سے کہوں گا کہ وہ اس کا جائزہ لیں اور اسمبلی کے معزز اراکین کے علاج کے لیے جن بھی سہولتوں کی ضرورت ہے گورنمنٹ کی طرف سے مہیا کی جائیں گی اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی کا

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن جہاں تک ہمارے بزرگ رکن اسمبلی جناب سردار امجد حمید خان دستی صاحب کے مسئلے کا سوال ہے تو اس بارے میں جس کی تشریح انہوں نے فرمائی ہے اور بڑی تفصیل کے ساتھ انہوں نے اس کا ذکر کیا ہے میں آپ کے توسط سے ان کو یقین دلاتا ہوں اور پورے ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ سردار امجد حمید خان دستی صاحب کی یہ تکلیف شروع ہونے سے پہلے ان کے علاج کا بندوبست کر دیا جائے گا۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب کا پراسٹیٹ گلینڈ پر پالیسی سٹیٹمنٹ آ گیا ہے تو میرے پوائنٹ آف آرڈر پر بھی اگر پالیسی سٹیٹمنٹ آ جاتا تو بہتر ہوتا۔

جناب سپیکر، جب ایک چیز میں نے بحث کے لیے منظور کر لی ہے تو اس کی اس کے وقت پر بحث ہو جائے گی آپ کیوں اتنے بے چین ہو رہے ہیں؟ آپ فکر نہ کریں۔

سید ظفر علی شاہ ، اس وقت وزیر اعلیٰ نہیں ہوں گے۔

جناب سپیکر ، ہوں گے ضرور ہوں گے۔ نہیں تو ان کا کوئی نمائندہ ہوگا۔ آپ فکر نہ کریں۔ جناب ایس اے حمید۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میں قائد ایوان کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے۔

جناب سپیکر ، فائدہ اٹھائیے۔ ناجائز فائدہ نہ اٹھائیے۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! میں نے ناجائز کا لفظ استعمال نہیں کیا ۔ میں ان کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ اسمبلی کے پچھلے اجلاس میں گجرات کے تھانہ کڑیوانہ کے بارے میں میں نے اپنا نوٹس برائے طلبی توجہ پڑھا تھا اور وزیر اعلیٰ صاحب اس کا جواب دینے والے تھے کہ اچانک سیاسی بحث شروع ہو گئی اور انہوں نے اپنا سیاسی بیان دیا۔ لیکن میرے نوٹس کا جواب نہ دے سکے آج اگر یہ باضابطہ طور پر جواب نہیں دے سکتے تو کم ازکم جو ظلم ہوا ہے کہ ایک شخص یونس کی لاش کے ٹکڑے کر کے کڑیوانہ تھانہ میں دریائے چناب میں بہا دی گئی اور وہاں پر انسپکٹر نذیر گنڈا نے یہ ظلم کیا تھا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پنجاب کے ماتھے پر ایک بدنما دھبہ ہے کہ پولیس کے محافظ اپنے جرائم کو چھپانے کے لیے اتنا ظلم کریں کہ لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دریا میں بہا دیں۔ میں جناب وزیر اعلیٰ صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ آج اس ایوان کو بتائیں پنجاب کے اس مقدس ایوان کو بتائیں

کہ انہوں نے اس پولیس افسر کے خلاف کیا کارروائی کی ہے اور کیا اسے کوئی عبرت ناک سزا دی گئی ہے؟ تاکہ آئندہ پولیس جو عوام کی محافظ ہے اسے ایسا کام کرنے کی جرأت پیدا نہ ہو۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ اب نوٹس برائے طلبی توجہ۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میری بات کا جواب نہیں آیا۔

جناب سپیکر، آپ میری بات سنیں۔ میں اس کا جواب دے رہا ہوں۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے چونکہ نوٹس برائے طلبی توجہ کے جواب دینے ہیں اس دوران اگر وہ مناسب سمجھے تو جو بات ایس اے حمید صاحب نے کی ہے اس کا بھی جواب دے سکتے ہیں۔ اب ہم نوٹس برائے طلبی توجہ لیتے ہیں۔ حاجی عرفان احمد ڈاہا صاحب کا نوٹس۔

میاں معراج دین، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! بسنت کے متعلق یہاں بات ہوئی میں اس وقت سے بار بار کھڑا ہو رہا ہوں۔

جناب سپیکر، وہ بسنت اب ختم ہو گئی، اگلی بسنت پر بات کریں۔

میاں معراج دین، جناب والا! صرف ایک بات میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ وزیر اعلیٰ صاحب تشریف فرما ہیں میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کروں گا کہ مجھے پتنگ بازی پر یا اس تہوار پر خوشی منانے پر کوئی اعتراض تھا نہ ہے۔ میں صرف اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ اس روز لاء اینڈ آرڈر کی جو دھجیاں بکھیری گئی ہیں اور کلاشنکوف سے فائرنگ کی گئی ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ خوشی کا اظہار تھا۔ جن خاندانوں کے چشم وچراغ گل ہوئے اور جو لوگ زخمی ہوئے میں ان کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ جناب وزیر اعلیٰ صاحب اس بات پر توجہ فرمائیں کہ یہ جو کلاشنکوف کا عام استعمال ہوتا ہے یہ نہ کیا جائے۔ ایک طرف تو اس بات کی پابندی ہے کہ اسلحے کی نمائش نہ کی جائے لیکن وزیر قانون صاحب فرماتے ہیں کہ گھروں میں کوئی حرج نہیں۔ پھر عام آدمی کو بھی گھروں پر اجازت ہونی چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ اس روز کی تصویریں دیکھیں اور فائرنگ کے نتائج بھی میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ جتنے پیپلز پارٹی کے جیالے تھے ان کی طرف سے فائرنگ ہوئی۔ جتنی مسلم لیگی نواز گروپ کے تھے ان کی طرف سے اگر کوئی فائرنگ ہوئی ہے تو ان کے خلاف پرچہ بھی ہو گیا ہے۔ یہ جو pick and choose کیا جاتا ہے اس سلسلے میں، میں آپ کی وساطت سے وزیر اعلیٰ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ خدا را، یہ امن وامان قائم رکھیں اور کلاشنکوف کے مظاہرے پر جو

پابندی لگائی ہے میں اس بات پر خوش ہوں اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن پولیس کو یہ خاص طور پر ہدایت فرمائیں کہ اس قسم کے جو تہوار ہوتے ہیں اس میں امتیازی سلوک نہ کیا جائے اور اس قسم کے واقعات بھی نہ ہوں۔

نوٹس برائے طلبی توجہ

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں آپ کی بات انہوں نے سن لی ہے۔ جناب حاجی عرفان احمد ڈاہا صاحب! اپنا نوٹس برائے طلبی توجہ پیش کریں۔

خانیوال میں ڈاکٹر پر فائرنگ اور اس کی ٹانگ کاٹ کر لے جانا

حاجی عرفان احمد ڈاہا، جناب سپیکر! شکریہ۔ کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ خانیوال کے ڈاکٹر عابد کو رات کے ۹ بجے فائرنگ کر کے شدید زخمی کر دیا گیا اور ملزمان ان کی ٹانگ کاٹ کر اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔

(ب) اگر یہ درست ہے تو میں وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کسی ملزم کو یا ملزمان کے خلاف کوئی پرچہ درج کیا گیا ہے؟ اور آیا کسی ملزم کی گرفتاری عمل میں لائی گئی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟ نیز ملزمان کا کس پارٹی سے تعلق ہے؟

جناب سپیکر، جناب قائد ایوان!

وزیر اعلیٰ، شکریہ جناب سپیکر! میرے معزز دوست حاجی عرفان خان ڈاہا صاحب کے نوٹس کے جواب میں مجھے ہوم ڈیپارٹمنٹ نے جو معلومات مہیا کی ہیں وہ ایوان کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

یہ درست ہے جس واقعے کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ واقعات کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ مورخہ ۲ نومبر بوقت ۹ بجکر ۴۵ منٹ پر رات پانچ ملزمان عبدالرشید، فاروق چیمہ، احسان قدیر عرف چھلنہ گل اور دیگر دو نامعلوم اشخاص آئے۔ ڈاکٹر عابد حسین کو ایوب چوک میں واقعہ قمرالزمان کی پرائز بانڈ کی دکان سے باہر نکالا اور شارع عام پر شدید مضروب کرنے کے بعد اس کی بائیں ٹانگ کاٹ دی۔ اور کٹی ہوئی ٹانگ ہمراہ لے گئے۔ مدعی ڈاکٹر عابد حسین کے بیان پر مقدمہ نمبر ۳۴۹ بجرم ۳۲۴، ۳۳۷، ۱۴۸، ۱۴۹ ت پ تھانہ سٹی خانیوال میں درج کیا گیا پولیس نے انتہائی کوشش کے بعد ملزمان کے سرغنہ احسان قدیر عرف چھلنہ گل کو مورخہ 2/1/1995 کو گرفتار کر لیا۔ ملزم مذکورہ سے رائفل ۲۲۲ بور مع پانچ گولیاں برآمد

ہوئی۔ جس پر اس کے خلاف ایک اور مقدمہ آرمز آرڈیننس کے تحت درج کیا گیا۔ مورخہ 23/1/1995 کو ایک اور ملزم وکیل احمد ولد مہدی خان کو بھی گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ملزم احسان قدیر کا تعلق PSF سے تھا۔ جبکہ ملزم وکیل احمد کا کسی پارٹی سے تعلق نہ ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

حاجی عرفان احمد ڈاہا: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر اعلیٰ صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو PSF کا نمائندہ تھا جس نے یہ واردات کی۔ آیا اس سے وہ آلہ واردات کی برآمدگی اور دیگر معلومات کی گئی ہیں کہ کس کی پشت پناہی پر اس نے یہ واردات کی ۔ اور جو ٹانگ وہ ساتھ لے گئے تھے اس سے وہ ٹانگ برآمد کی گئی ہے؟

جناب سپیکر: جناب قائد ایوان!

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! جو بات اب تک اس وقوعے کی وجوہات کی سامنے آئی ہیں۔ اس کے مطابق ڈاکٹر عابد مضروب سے براہ راست احسان قدیر کی کوئی مخالفت نہیں تھی۔ ڈاکٹر عابد کی مخالفت عبدالرشید ملزم کے ساتھ تھی کہ عبدالرشید ملزم کے خلاف ڈاکٹر عابد نے کیس رجسٹر کروایا تھا۔ اور ڈاکٹر عابد اس کا خود ذاتی طور پر گواہ تھا۔ اور جس کی گواہی کے نتیجے میں ملزم عبدالرشید کو سزا ہوئی۔ اور وہ ابھی تازہ تازہ جیل سے رہا ہوکر آیا تھا کہ اس نے ڈاکٹر عابد کے خلاف یہ انتقامی کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور ملزم عبدالرشید نے اپنے ایک ساتھی ملزم فاروق چیمہ کے ساتھ رابطہ کیا۔ اور فاروق چیمہ نے احسان قدیر سے جو کہ فاروق چیمہ کا دوست ہے رابطہ کیا اور پھر احسان قدیر کی سربراہی میں ان سب لوگوں نے ڈاکٹر عابد کے خلاف یہ کارروائی کی۔ ابھی تک یہ بات ثابت نہیں ہوسکی کہ احسان قدیر نے کسی اور سے یا کسی با اثر آدمی کے کہنے پر یہ کارروائی کی ہے۔ بلکہ یہ چیز ثابت شدہ ہے کہ یہ واردات عبدالرشید کے ایماء پر ہوئی جس کی ڈاکٹر عابد مضروب کے ساتھ ذاتی دشمنی اور مخالفت تھی۔

جناب سپیکر: جی۔

حاجی عرفان احمد ڈاہا: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جو پیپلز سٹوڈنٹس فیڈریشن کا عہدیدار تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج ان کی حکومت ہے۔ اور اس سے بڑی پشت پناہی اور کیا ہوسکتی ہے کہ اتنا بڑا ظلم کرکے پیپلز سٹوڈنٹس فیڈریشن کا جو عہدیدار ہے اس کو ساتھ لے کر یہ واردات کی۔ اور ابھی تک صرف دو ملزم گرفتار ہوئے ہیں ۔ باقی ملزم گرفتار

بھی نہیں ہونے ۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر، جناب قائد ایوان!

وزیر اعلٰی، جناب والا! مجھے ذاتی طور پر اس کا افسوس ہے کہ ڈاکٹر عابد حسین کے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی اور اس کی ٹانگ کاٹ دی گئی۔ اور اس میں یہ جو لوگ شامل ہیں۔ شان عرف پھلنہ جو PSF کا کسی وقت پریذیڈنٹ تھا وہ بھی اس میں شامل ہے۔ لیکن جناب سپیکر! آپ کے توسط سے میں پہلے اس معزز ایوان کو بتا چکا ہوں۔ احسان جو کہ PSF کا صدر تھا۔ وہ اس وقوعے میں ملوث ہے اور وہ گرفتار ہو چکا ہے۔ اور موجودہ حکومت جو PDF کی حکومت ہے اور PSF جس کا تعلق پاکستان پیپلز پارٹی کی ایک سٹوڈنٹس تنظیم سے ہے، موجودہ حکومت کی neutrality موجودہ حکومت کی غیر جانبداری اور انصاف پسندی کی اس سے بڑی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ PSF کا پریذیڈنٹ بھی وقوعہ کرے تو اس کو سب سے پہلے گرفتار کیا گیا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، شاہ صاحب! آپ کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے آپ کو فلور دیا ہے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! میرا ضمنی سوال تھا جو کہ عرفان احمد خان ڈاہا صاحب نے کر دیا۔ اور اس طرف سے چیف منسٹر صاحب کا جواب بھی آ گیا ہے۔ تھوڑا سا حصہ رہ گیا ہے وہ یہ کہ PSF جو کہ ایک سیمی political orgnisation اور جس کی سرپرست ظاہر ہے کہ پیپلز پارٹی ہے۔ جس طرح کہ ابھی چیف منسٹر صاحب نے فرمایا۔ ٹھیک ہے جو غیر جانبداری ہے وہ تو سامنے آئی ہے کہ ایگزیکٹو نے یہ کام کیا ہے۔ کیا اپنے طور پر انہوں نے اس پولیٹکل پارٹی یا اس کی سرپرست تنظیم یا اس کے سرپرست سے انہوں نے کوئی احتجاج کیا ہے کہ بھئی، آپ کی یہ جو سیمی آرگنائزیشنز ہیں یہ صوبے میں اس قسم کے جرائم میں ملوث ہیں؟

جناب سپیکر، جناب قائد ایوان جواب دیں گے۔

وزیر اعلٰی، جناب سپیکر! دراصل یہ جو وقوعہ ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر عابد کے خلاف بڑی زیادتی ہوئی ہے کہ اس بے چارے کی ٹانگ کاٹ دی گئی ہے۔ لیکن میں اس کی زیادہ تفصیل میں جانا نہیں چاہتا تھا۔ جبکہ اب شاہ صاحب نے فرمایا ہے۔ میں اس کی تفصیل معزز ایوان کو عرض کرتا ہوں کہ جہاں تک احسان کے اس فعل کا تعلق ہے۔ وہ اپنے کیے کی سزا بھگت رہا ہے اور اس کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ اس کے خلاف یہ کیس ہے اور کیس عدالت میں چلے گا۔ اور یقیناً ہم توقع کرتے ہیں کہ عدالت انصاف

کرے گی۔ اور جو صحیح ملزم ہیں ان کو سزا ملے گی۔ لیکن جہاں تک ڈاکٹر عابد کا تعلق ہے جس کے بارے میں ہمارے معزز بھائی حاجی عرفان خان ڈاہا نے بتایا ہے تو ڈاکٹر عابد کا ان لوگوں کے ساتھ جو منشیات کا کاروبار کرتے ہیں ان کا کسی نہ کسی انداز میں رابطہ رہا ہے۔ اور ان کی آپس میں مخالفت ہے اور آپس میں ناچاقی ہے۔ اور یہ ایک دوسرے کے خلاف کیسز بناتے ہیں۔ اب ڈاکٹر عابد کے خلاف دس کیسز وہاں خانیوال میں رجسٹر ہو چکے ہیں۔ اور ان کی تفصیل میرے پاس موجود ہے۔ اگر یہ چاہیں تو میں ان کو بتا سکتا ہوں۔ اسی طریقے سے احسان قدیر کے خلاف بھی گیارہ کیسز وہاں رجسٹر ہو چکے ہیں۔ تو احسان قدیر بھی کوئی اچھی شہرت کا حامل شخص نہیں ہے اور ڈاکٹر عابد جو مضروب ہوا ہے جس کی ٹانگ کاٹی گئی ہے وہ بھی کوئی اچھی شہرت کا مالک وہاں نہیں ہے کہ اس کے خلاف دس کیسز رجسٹر ہو چکے ہیں۔ اور مختلف کیسز ہیں جس میں منشیات کے کیسز بھی شامل ہیں۔

حاجی عرفان احمد خان ڈاہا، جناب سپیکر! جناب وزیر اعلیٰ صاحب یہ بتائیں گے کہ ڈاکٹر عابد کی جو ٹانگ کاٹ دی گئی ہے آیا انسانی ہمدردی کے تحت مصنوعی ٹانگ کے لیے حکومت پنجاب کی طرف سے وہ اس کو کوئی امداد دے سکتے ہیں؟

جناب سپیکر، جناب قائد ایوان!

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے' ڈاکٹر عابد خانیوال میں کوئی اچھی شہرت کا مالک شخص نہیں ہے۔ اس کے خلاف کیسز رجسٹر ہوتے رہے ہیں۔ لیکن ہمارے بھائی حاجی عرفان خان ڈاہا صاحب اگر اس بارے میں باضابطہ طور پر حکومت سے رجوع کریں گے اور وہ apply کریں گے تو ہم اس معاملے پر انسانی ہمدردی کی بنیادوں پر ہمدردی سے غور کریں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، میرا خیال ہے اس مسئلے پر کافی بات ہو گئی ہے۔ ورنہ اگلا سوال رہ جائے گا۔ وقت ختم ہو رہا ہے۔

حاجی عرفان احمد خان ڈاہا، چونکہ وزیر اعلیٰ صاحب نے ایک چیز کو بار بار دہرایا ہے میں بھی اس چیز میں نہیں جانا چاہتا تھا۔ لیکن دوبارہ ان کے کہنے پر عرض کرتا ہوں کہ ڈاکٹر عابد منشیات فروش نہیں ہے۔ وہ انسداد منشیات کے خلاف ایک مہم میں اس کا حصہ تھا۔ اور منشیات فروشوں نے یہ واردات کی ہے جس میں پی ایس ایف کا نمائندہ شامل ہے۔ اس پر اگر وزیر اعلیٰ صاحب چاہیں تو یہ غیر جانب دارانہ ٹیم بنا دیں جو صحیح حقیقت معلوم کر کے ان کے علم میں لائے۔ مہربانی۔

جناب سپیکر، جناب قائد ایوان! ایس اے حمید صاحب نے ایک سوال کیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کا کوئی آپ جواب دینا چاہتے ہیں یا نہیں۔ وہ جو کال اٹینشن نوٹس انھوں نے دراصل دیا تھا آپ اس کا جواب کافی حد تک دے بھی چکے تھے۔ لیکن conclusion نہیں ہوا تھا۔ ان کا خیال یہ ہے کہ اگر اس کے بارے میں آپ کچھ کہنا چاہیں تو۔

وزیراعلیٰ، جناب سپیکر! آپ خود ہی ملاحظہ فرمائیں کہ میں اپنے محترم بھائی ایس اے حمید صاحب کے سوال کا جواب دے رہا تھا کہ ہمارے بھائیوں نے اس جواب کو نہ سننا مناسب سمجھا۔ اب اس کے بعد وہ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت اس کے بارے میں جواب دوں۔ تو مجھے تو اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے کہ آپ ان کے سوال کو دوبارہ ٹیک اپ کرلیں اور دوبارہ ٹیک اپ کر کے اس کو ہاؤس میں لائیں اور میں اس کا مکمل جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔

جناب سپیکر، حمید صاحب! آپ ایسا کیجیے کہ اس سوال کو ذرا اپ ٹو ڈیٹ کر لیجیے۔ تاکہ ہمارا محکمہ اس پر یہ نہ کہے کہ پرانا occurrence ہے۔ اس کو latest position کے مطابق دہرا دیجیے۔

جناب ایس اے حمید، اس کی تو ایک ہی پوزیشن ہے۔

جناب سپیکر، چلیے' جو بھی پوزیشن ہے اس کے مطابق سوال دے دیجیے۔ ہم اس کو entertain کر لیں گے۔ کال اٹینشن نوٹس کا وقت ختم ہوتا ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، اب دوسرا دن ہے۔ ہم کال اٹینشن نوٹس کے لیے انتظار کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر، میں کیا کر سکتا ہوں؟ گھڑی میرے کہنے پر تو نہیں چلتی! اگلی دفعہ آ جائے گا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، اگلی دفعہ نہیں۔ پھر اس کو پینڈنگ کر دیں۔ یہ تو عجیب طریقہ ہے۔ جب بھی کوئی اہم نوعیت کا مسئلہ ہوتا ہے تو وہ آپ کے ٹائم کی نذر ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر، نیازی صاحب! میری بات سنیے۔ ایسے الزامات آپ نہ لگایا کریں۔ میرے پاس پتا نہیں کتنے ہی کال اٹینشن نوٹس آتے ہیں۔ میں چنتا ہوں کہ ان میں سے کون سے دو کو لیا جائے۔ میں نے آپ کے سوال کو چنا ہے۔ اور میں نے کتنے ہی سوالوں کے مقابلے میں آپ کے سوال کو رکھا ہے۔ لیکن اگر آپ ایک ہی سوال پر وقت ختم کر دیں تو اس میں میرا کیا قصور؟ اب اگلی دفعہ لے لیں گے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، پینڈنگ کر دیں۔

جناب سپیکر، چلیے' پینڈنگ کر دیتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب امان اللہ خان بابر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، بابر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ جی۔

جناب امان اللہ خان بابر، جناب سپیکر! بہت شکریہ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، یہ کوئی بات نہیں کہ جب بھی ہمارا مسئلہ ہوتا ہے' کہہ دیا جاتا ہے کہ وقت ختم ہو گیا ہے۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ---

جناب سپیکر، یہ جو آپ طریقہ استعمال کر رہے ہیں' یہ صحیح طریقہ ہے؟

جناب انعام اللہ خان نیازی، اصل میں جب تک بات شرافت کی رہے گی ہمارے ساتھ زیادتی ہوتی رہے گی۔ اگر ہم زیادتیوں کا جواب زیادتیوں سے دیں گے تو حالات ٹھیک رہیں گے۔ کوئی احساس ہی نہیں ہے۔ ظفر علی شاہ صاحب اہم نوعیت کے معاملے پر بولنا چاہتے تھے' آپ نے بولنے نہیں دیا۔ اور فضولیات پر کوئی پوائنٹ آف آرڈر پر ہے تو آپ اس کو بولنے دیتے ہیں! آپ ہمیں بتائیں کہ ہم کس کے پاس جائیں؟ جناب والا! اس اسمبلی کو جو کام کرنا ہے' تھوڑا سا وقت تو اس کام کے لیے بھی بانٹ دیں۔ یہ جو کال اٹینشن نوٹس ہے' میں ان لوگوں کو نہیں جانتا۔ یہ کون تین لوگ تھے جو رات میں تخریب کاری کی نذر ہو گئے۔ میں ان کو نہیں جانتا۔ لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ اس شخص کو میں نے دفتروں میں دھکے کھاتے اور روتے ہوئے دیکھا ہے کہ میری شنوائی نہیں ہو رہی۔ پولیس بیان دینے سے منع کر رہی ہے۔ کیونکہ اس تھانے میں اس لیے رعب نہیں چل سکتا کہ جناب والا! کہ ایک وزیر کا بھائی وہاں پہ ایس پی موجود ہے۔

جناب سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

وزیر اطلاعات (مہر سعید احمد ظفر)، جناب والا! میں آپ کی وساطت سے اپنے بھائی انعام اللہ خان نیازی صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جب ایک معاملہ پینڈنگ ہو گیا ہے اور جناب والا نے رولنگ دے دی ہے تو میں یہ نہیں سمجھتا کہ پھر اس کے بعد اس معاملے کو ٹیک اپ کیا جائے۔ اور جذباتی انداز میں باتیں کر کے ایک کیے ہوئے فیصلے کو پھر بدلنے کی کوشش کی جائے اور اسمبلی کے بزنس کو اور ماحول کو interrupt کیا جائے۔ تو اس بارے میں جناب والا سے میں چاہوں گا کہ آپ اس

بارے میں kindly یہ فیصلہ فرمائیے کہ جب ایک معاملہ پینڈنگ ہو جاتا ہے تو پھر اسمبلی کے وقت اور ماحول کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیے۔ I call the House to order میں بات کر رہا ہوں' آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ کو موقع دوں گا۔ میں نے محترم انعام اللہ نیازی صاحب کی گفتار دل پذیر نہایت توجہ سے سنی ہے۔ مجھے امید ہے تمام اراکین اسمبلی نے بھی ان کا رویہ دیکھا ہو گا۔ آپ نے میری وضاحت سنی ہے کہ میرے پاس بیسیوں سوال آتے ہیں۔ ان میں سے دو سوال چنے جاتے ہیں جس پر میری صوابدید ہے کہ میں ان میں سے کون سے دو سوال رکھوں۔ میں نے بہت سے سوالات ترک کر کے ان کا سوال رکھا ہے۔ اگر پہلے سوال پر جو پہلے آیا ہوتا ہے اور اس وجہ سے وہ گزشتہ بہت عرصے سے چلا آتا ہے۔ میرا ان سے وعدہ تھا کہ وہ سوال میں لوں گا۔ وہ سوال لیا ہے ۔ اگر میں اس کو روک دوں تو تب ناراض۔ اگر اس بحث میں آپ پورا وقت لے جائیں تو تب ناراض (قطع کلامی)آپ میری بات سنیں اور سننے کی عادت ڈالیں ۔آپ آرام سے بیٹھیں ۔

جناب انعام اللہ خاں نیازی: جناب والا! آپ ہیڈ ماسٹر نہیں ہیں ' آپ سپیکر ہیں۔

جناب سپیکر : میں ہوں۔ میں سپیکر ہوں۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ کے یہ طور طریقے مجھے مجبور کرتے ہیں کہ میں انتہا تک جاؤں ۔ لیکن میں عادی ہوں کہ میں اپنے اوپر جبر میں تو انتہا پر جاتا ہوں' اپنے اوپر صبر پر تو انتہا پر جاتا ہوں ۔میں دوسروں پر مہربانی میں انتہا پر جا سکتا ہوں' ان پر زیادتی پر نہیں جا سکتا۔ یہ میری زندگی کا چلن ہے ۔اس لیے میں نے آپ کو موقع دیا کہ آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں آج کھڑے ہو کر کہیں۔ لیکن میں اس ایوان کے در و دیوار کو اور معزز اراکین اپوزیشن کو بھی گواہ بنا کر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کیا میرے اس رویے میں انہوں نے کوئی غیر جانب داری دیکھی ہے یا جانب داری دیکھی ہے کہ میں نے ان کا سوال entertain کیا ہے؟ اس کے بعد ان کو کہا ہے کہ اچھا' اسے pend کر لیتے ہیں ۔ کیا اس کے بعد جو کچھ انہوں نے فرمایا اس کا کوئی جواز تھا جس لب و لہجے سے انہوں نے بات کی ؟ کیا کل کی گفتگو میں ظفر علی شاہ صاحب کو موقع نہیں دیا گیا؟ کیا کل کی تقریروں میں جناب تابش الوری صاحب کو تقریر کرنے کا موقع نہیں دیا گیا؟ یہ کس طرح کی بات ہے ؟ اس ایوان میں جس کا ایک ایک حرف ریکارڈ پر آتا ہے۔ کیا اس کے ریکارڈ کو ہم صرف اس بات پر کالعدم قرار دے دیں کہ ایک صاحب اٹھ کر یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک سازش کے تحت ہمیں بولنے نہیں دیا

جارہا؟ کیا واقعی اراکین حزب اختلاف یہ محسوس کرتے ہیں کہ کل اور آج ان کو بات کرنے کا موقع نہیں دیا گیا؟ اور اگر ایسا ہے تو از راہ کرم اپنے ان مہربان دوستوں کو کسی سطح پر تو روکیں۔ ان کی کچھ تو تربیت کریں۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر۔ جناب والا!

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ۔ جناب سپیکر! آپ نے ابھی اشارۃً کل کی کارروائی کی طرف ایوان کی توجہ دلوائی ہے۔ جناب انعام اللہ خان نیازی ممبر صوبائی اسمبلی کی اس نشان دہی پر کہ آپ نے سید ظفر علی شاہ صاحب کو اور سید تابش الوری صاحب کو بات نہیں کرنے دی تھی۔ جناب والا! آپ سے مراد آپ بھی ہو سکتے ہیں اور منظور موہل صاحب بھی ہو سکتے ہیں، جو سپیکر اس وقت کرسی پر بیٹھے ہوں۔

جناب سپیکر۔ ٹھیک ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ۔ جناب والا! یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ ہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے اور ریکارڈ کل کی کارروائی اور آج کی کارروائی کی گواہی دے گا کہ سید ظفر علی شاہ صاحب بار ہا اس topic پر بولنا چاہتے تھے جو کل زیر بحث رہا ہے۔ اورانہیں روکا گیا۔ اسی طرح سید تابش الوری صاحب بھی اسی موضوع پر بات کرنا چاہتے تھے اور انہیں روکا گیا۔ آپ سے مراد صرف Chair ہے آپ کی ذات نہیں، Chair ہے۔ بار بار حکومتی بنچز سے وزراء کو دعوت دے دے کر بلا رہے ہیں کہ آپ بول لیں۔ آپ بول لیں۔ آپ بول لیں۔ یہاں سے بولنا چاہ رہے تھے۔ اور قانونی نکتے پر بولنا چاہ رہے تھے، انہیں روکا گیا۔ اس طرف اگر انعام اللہ خان نیازی صاحب نے اشارہ کیا ہے یا آپ کی توجہ مبذول کرائی ہے تو میرے خیال میں اس میں کوئی غلط بات نہیں۔

جناب سپیکر۔ امان اللہ بابر صاحب۔

جناب امان اللہ خان بابر۔ جناب سپیکر! بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ جناب والا! میں نے کل محترم ڈپٹی سپیکر جناب منظور احمد موہل صاحب کا ایک طرف دھیان کروایا تھا لیکن وہ فوری طور پر جذبات میں آ گئے، غصے میں آ گئے۔ وہ ہم سے بڑے ہیں۔ اس ایوان کے معزز رکن ہیں۔ ڈپٹی سپیکر ہیں۔ بہرحال یہ ان کا اپنا طریقہ کار ہے۔ اور انہوں نے ڈائریکٹ مجھ پر یہ الزام لگایا کہ میں آپ کی نیت سمجھتا ہوں۔ آپ کو اس سلسلے میں تحریک التوائے کار جمع کروانی چاہیے تھی۔ تو جناب سپیکر! یہ تحریک

التوائے کار کی کاپی میرے پاس موجود ہے۔ میں نے یہ دو دن پہلے جمع کروا دی تھی لیکن شاید آپ اس اہم واقعے کو ہاؤس میں زیر بحث نہیں لانا چاہتے تھے اور آپ نے اپنے چیمبر میں اسے kill کر دیا۔ یہ پریس کے لیے اور معزز ایوان کے لیے ہے۔ جناب موہل صاحب نے بہت جذبات میں آ کر فوری طور پر ایک کمیٹی بنا دی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ غصے کی حالت میں بھی بہت کام کی بات کر جاتے ہیں اور انہوں نے پیپلز پارٹی کا کوئی بھی رکن اس کمیٹی میں نہیں ڈالا اور ادھر دو اراکین مسلم لیگ نواز گروپ کے اور دو اراکین جونیجوگروپ کے ڈال دیے۔چلو ٹھیک ہے۔ اب جناب' میری تجویز یہ ہے کہ دو ممبر اپوزیشن کے ہیں اور دو حزب اقتدار کے ہیں اس کمیٹی کا سربراہ جناب منظور احمد موہل صاحب کو بنایا جائے تا کہ یہ فیصلہ ہو جائے۔ انہوں نے ایک اور کمال دکھایا کہ کمیٹی تو مقررکر دی لیکن ان کو وقت نہیں دیا کہ آپ نے یہ رپورٹ کتنے دنوں میں پیش کرنی ہے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ اور دوسری بات جناب' یہ کہ جب تک کمیٹی اپنی رپورٹ پیش نہیں کرتی اس وقت تک ڈپٹی کمشنر صاحب کو بھی نہیں روکا۔ کمیٹی تو پتا نہیں کب جائے گی۔ کب جا کر حالات کا جائزہ لے گی لیکن اس وقت تک یہ آج کا اخبار پڑھنے کے بعد ڈپٹی سپیکر صاحب نے جو ریمارکس میرے متعلق دیے اور اپنے بھائی کے متعلق تو ان کے بھائی صاحب میرے وہاں پہنچنے سے پہلے اپنا کام کر دکھائیں گے۔ لہذا میری یہ گزارش ہے کہ جو کمیٹی بنائی ہے اس کا سربراہ ان کو بنا دیا جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا اور جناب ڈی سی صاحب کو اس کارروائی سے روکا جائے کہ جب تک اس معزز ایوان کی کمیٹی اپنی رپورٹ پیش نہیں کرتی اس وقت تک غریبوں کی روزی پر بلڈوزر نہ چلایا جائے۔ شکریہ جناب۔

مسودہ قانون

مسودہ قانون آبادی دیہہ میں غیر مالکان کو حقوق ملکیت کی عطائیگی پنجاب مصدرہ 1994ء

MR SPEAKER: Now, we take up government business. Minister for Law and Parliamentary Affairs.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr Speaker Sir, I move -

"That the requirements of Rule 78 (2) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab be dispensed with in so far as the

Punjab Conferment of Proprietary Rights on Non-Proprietors in Abadi Deh Bill, 1994 is concerned."

MR SPEAKER: The motion moved is:-

"That the requirements of Rule 78 (2) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab be dispensed with in so far as the Punjab Conferment of Proprietary Rights on Non-Proprietors in Abadi Deh Bill, 1994 is concerned."

(The motion was not opposed)

Now, the motion moved and the question is:-

"That the requirements of Rule 78 (2) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab be dispensed with in so far as the Punjab Conferment of Proprietary Rights on Non-Proprietors in Abadi Deh Bill, 1994 is concerned."

(The motion was carried)

MR SPEAKER: Now, we take up the Punjab Conferment of Proprietary Rights on Non-Proprietors in Abadi Deh Bill, 1994. Minister for Law and Parliamentary Affairs.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr Speaker Sir, I move:-

"That the Punjab Conferment of Proprietary Rigths on Non-Proprietors in Abadi Deh Bill, 1994, as recommended by the Standing Committee on Revenue, be taken into consideration at once."

MR SPEAKER: The motion moved is -

"That the Punjab Conferment of Proprietary Rigths on Non-Proprietors in Abadi Deh Bill, 1994, as recommended by the Standing Committee on Revenue, be taken into consideration at once."

OPPOSITION MEMBERS: Opposed.

جناب سپیکر، کس نے اپوز کیا ہے؟

سید تابش الوری، میں نے اپوز کیا ہے۔

جناب سپیکر، آپ نے اپوز کیا ہے۔ تابش الوری صاحب! آپ پرنسپلز پر بحث کا آغاز کریں۔ وہ بعد میں جواب دے لیں گے۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! وزیر قانون کی طرف سے پنجاب کی دیہی آبادی میں غیر مالکان قابضین کو ان کے زیر قبضہ مکان کے حقوق ملکیت دینے کے لیے یہ بل پیش کیا جا رہا ہے۔ جہاں تک دیہات میں دیہاتیوں کو غیر مالکان کی حیثیت سے مالکانہ حقوق دینے کے مقصد کا تعلق ہے اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ (نعرہ ہائے تحسین) لیکن اس مرحلے پر دیکھنا یہ ہے کہ یہ قانون سازی کس لیے ضروری ہے ؟ اس کی ضرورت کیا ہے؟ اس کا جواز کیا ہے؟ میرے نزدیک اس مرحلے پر یہ قانون غیر ضروری 'بلاجواز' بعد از وقت اور اضافی ہے۔جہاں تک حقائق کا تعلق ہے میں یہ جتانا چاہتا ہوں کہ دیہات میں یہ کام ایک انتظامی حکم کے تحت 1985ء سے جاری ہے۔

جناب غلام عباس، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر، جی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

جناب غلام عباس، جناب سپیکر! ۸۵ء سے نہیں ۷۴ء میں بھی یہ ہوا تھا۔

سید تابش الوری، مجھے ۷۴ء کا تو علم نہیں۔ اگر ان کے پاس 1974ء کا کوئی ایسا انتظامی آرڈر موجود ہے تو وہ یقیناً اپنی تقریر میں اس کا حوالہ دے سکتے ہیں اور اسے پیش بھی کر سکتے ہیں۔ اس کا انھیں حق حاصل ہے۔ میرے علم میں جو بات ہے وہ میں آپ تک اور اس ایوان تک پہنچانا چاہتا ہوں۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ نواز شریف کے دور حکومت میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ دیہات میں ایسی آبادیاں جو کسی اختیار کے بغیر ' کسی جائز الاٹمنٹ کے بغیر ایک عرصے سے قائم ہیں ــــ

لالہ مہر لعل بھیل ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، جی 'مہر لعل بھیل صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

لالہ مہر لعل بھیل ، جناب سپیکر! سید تابش الوری صاحب نے میاں نواز شریف صاحب کے دور

حکومت کا ذکر کیا ہے۔ لیکن جب یہ پالیسی تھی تو حکومت جونیجو کی تھی تو جونیجو کا نام ہی لینا چاہیے تھا۔ میاں نواز شریف پنجاب کی حکومت کے وزیر اعلیٰ تھے اور پورے پاکستان میں حکومت جونیجو کی تھی۔ تو اس کا ذکر ہونا ضروری تھا۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ آپ کی بات واضح ہو گئی ہے۔ تشریف رکھیے۔ جناب تابش الوری صاحب۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! میں عرض یہ کر رہا تھا کہ یہ مسئلہ اس وقت حکومت نے بہت سنجیدگی کے ساتھ، بڑی ہمدردی کے ساتھ، بڑی وسعت نظر کے ساتھ طے کیا اور اس کی بنیاد پر پورے پنجاب کا سروے کیا گیا۔ تمام آبادیوں کے نقشے مرتب کئے گئے اور نہ صرف یہ کہ ان دیہی آبادیوں کو regulate کرنے کے لیے انتظامی حکم دیا گیا۔ (شور و غل) جناب سپیکر! میں چاہوں گا کہ آپ ہاؤس کو in-order کریں۔

جناب سپیکر، نظم و ضبط قائم رکھیں۔ I call the House to order. I call the House to order

جی تابش صاحب۔

سید ظفر علی شاہ، پوائنٹ آف آرڈر ---

جناب سپیکر، جی۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے میں عرض کروں گا۔ چونکہ اس سے پہلے بھی ہاؤس کے decorum کی باتیں ہوئی ہیں۔ اگر لیڈر آف دی ہاؤس کی موجودگی میں بھی decorum نہیں رکھا جا سکتا یا maintain نہیں کیا جا سکتا تو بڑی قابل افسوس بات ہے۔ اس طرح اسمبلی کی پروسیڈنگ خراب ہوتی ہے۔ اس میں زیادہ تر ان حضرات کا دخل ہے جن کے چھوٹے موٹے کام ہیں اور اگر ان کے ایسے کام ہیں تو وہ سی۔ ایم صاحب کو چیمبر میں مل لیں جس کی وجہ سے یہ ساری disturbance ہوتی ہے۔

جناب سپیکر، The point is wel taken چلیے جی۔

سید تابش الوری، جناب والا! جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے۔ سابقہ دور حکومت میں خود موجودہ حکمرانوں نے بھی اسی سابقہ انتظامی آرڈر کے تحت مختلف مقامات پر پٹوں کی تقسیم کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ اب ایسی شکل میں جبکہ دیہی آبادی کے نقشے بھی مرتب ہو چکے ہیں۔ ان کو حقوق ملکیت بھی پہلے

ہی منتقل کیے جا چکے ہیں۔ ان کا سروے بھی ہو چکا ہے۔ تو میں نہیں سمجھتا کہ اس بعد از وقت قانون سازی کی ضرورت کیا ہے اور محض کریڈٹ لینے کے لیے، محض تشہیر کی خاطر، محض اپنا نام بنانے کے لیے، ایک تو بار بار وہ حقوق ملکیت تقسیم کئے جا رہے ہیں اور اب اس کے نام پر قانون سازی کر کے دیہی عوام کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ یہ کام موجودہ حکومت کر رہی ہے۔ پہلے کسی حکومت نے یہ کام نہیں کیا۔

جناب والا! آخر ہم لوگوں کو کتنا احمق یا کتنا بے وقوف سمجھتے ہیں کہ جن کے پاس پہلے سے موجود ہیں۔ جن کو پہلے مالکانہ حقوق مل چکے ہیں۔ اب ان پر دوبارہ اور سہ بارہ مالکانہ حقوق دینے کی یہ جو عنایت ہے اس کی تشہیر کے سوا اور کوئی حیثیت نہیں۔ پھر میں یہ بھی عرض کروں گا کہ پہلے جو انتظامی آرڈر تھا وہ زیادہ وسیع تھا۔ وہ زیادہ حقوق پر محیط تھا چونکہ اس میں یہ لکھا گیا تھا کہ جو لوگ پہلے سے موجود ہیں قابض ہیں ان کو وہ قبضہ دے دیا جائے اور جو ایسے لوگ ہیں جو بے گھر ہیں جن کے پاس پہلے سے کوئی قطعہ اراضی کوئی سر چھپانے کی جگہ موجود نہیں ان کو اسی خالی دیہی آبادی میں سرکاری زمین پر سات سات مرلے کے پلاٹس بنا کر اپنے اپنے گھر بنانے کی اجازت دے دی جائے اور یہ اجازت بھی بیشتر مقامات پر دے دی گئی یا دی جا رہی ہے۔ اس قانون سازی میں اس بل کے تحت ایسی کوئی پروویژن موجود نہیں ایسی کوئی گنجائش موجود نہیں کہ بے گھر لوگوں کو سات سات مرلے کی جگہ دے کر آباد کیا جائے۔ یہ قانون سازی مختصر ہے محدود ہے اور اس سے نیا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ جو مالکان ہیں جو قابضین ہیں وہ پہلے سے قابض ہیں، پہلے سے انہیں پٹے ملے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی اضافی چیز ہوتی، اگر کوئی ایسا مسئلہ ہوتا کہ وہ لوگ عدالتوں میں گئے ہوتے اور وہ معاملہ عدالتوں میں اور سپریم کورٹ میں ہوتا اور کوئی قانونی پیچیدگی پیدا ہو گئی ہوتی تب اس قانون سازی کا جواز تھا میرے نزدیک یہ محض superfluous ہے، اضافی ہے غیر ضروری ہے اور اس کی بنیاد محض شہرت ہے۔ پھر جناب! میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ اس میں ہاؤس کو مالکانہ اختیار دینے کا حق حاصل ہے لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ دیہی آبادی میں گھر کا رقبہ زیادہ سے زیادہ یا کم سے کم کیا ہو گا۔ اس قانون کی بنیاد پر میں یہ خطرہ محسوس کر رہا ہوں کہ لوگ اب اس قانون کے تحت پانچ پانچ ایکڑ چار چار ایکڑ سرکاری زمین پر قبضہ کریں گے چونکہ اس میں کوئی پابندی نہیں کہ وہ دو کنال کا ہو، وہ دس کنال کا ہو، وہ ایک ایکڑ کا ہو، وہ پانچ ایکڑ کا ہو، وہ گھر جس پر اس کا قبضہ ہے اس بل کے تحت اس پر قبضہ رکھنے اور مالکانہ حقوق بلاقیمت حاصل کرنے کا اختیار حاصل ہو جائے گا۔ جناب والا! اس لیے ضرورت

ہے کہ ان پہلوؤں پر جناب وزیر قانون غور فرمائیں ہمیں بنیادی طور پر اس کے مقاصد سے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب والا! اس کی ایک کلاز میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی تنازع پیدا ہو جائے تو اپیل ڈپٹی کمشنر اورکمشنر کو کی جا سکتی ہے اور اس کی میعاد صرف تیس دن رکھی گئی ہے جو میرے نزدیک بہت کم ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ دیہاتی آبادی کے لیے اپیل کی میعاد تھوڑی زیادہ ہونی چاہیے' اس لیے کہ ان کا علم ان کی رسائی بہت محدود ہوتی ہے اور ایک مہینے کی اپیل کی جو میعاد ہے وہ اتنی مختصر ہے اتنی کم ہے کہ اس میں کوئی عام آدمی بے حد کوشش کے باوجود بھی اپنے ضروری لوازمات کو پورا نہیں کر سکتا' اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کلاز میں بھی ترمیم کر کے کم از کم اسے تین مہینے یا دو مہینے کیا جائے کیونکہ اپیل کی میعاد اگر اس سے کم رکھی گئی تو پھر اپیل کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ اس بل کو پاس کرنے سے کوئی حقیقی قانونی ضرورت کی تکمیل نہیں ہوتی محض تشہیری ضرورت کی تکمیل ہوتی ہے اور اگر اسے پاس ہی کرنا ہے تو کم از کم اس طرح سے پاس کیجیے کہ اس کے ذریعے سے ناجائز قابضین پیدا نہ ہوں۔ اس کے ذریعے سے سرکاری زمین پر جو قبضہ گروپس ہیں وہ مکان بنا کر اور احاطے بنا کر حکومت ہی کے لیے نئے مسائل پیدا نہ کریں اور اگر اپیل کا مرحلہ پیدا ہو تو کم از کم تین مہینے یا دو مہینے کی میعاد دی جائے تاکہ دیہاتی عوام اپنی محدودات کی بنیاد پر اس عرصے میں اپیل کی کارروائی مکمل کر سکیں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: کوئی اور صاحب اس پر بات کرنا چاہتے ہیں؟ جناب وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مسودہ قانون عطائے حقوق مالکانہ بحق غیر مالکان آبادی دیہہ مصدرہ ۱۹۹۵ء کے بارے میں اور اس کے principles کے بارے میں مجھے اظہار خیال کا موقع دیا ہے۔

جناب سپیکر! صوبہ پنجاب کے مواضعات میں دیہہ کے اندر لوگ عرصہ دراز سے آباد ہیں۔ آزادی کے وقت اور آزادی سے پہلے سے لے کر پرانے وقتوں میں لوگ دریا کنوئیں یا آبپاشی کے وسائل کو دیکھتے ہوئے بعض غیر آباد جگہوں پر بھی اپنے گھر بسا لیتے تھے اور پھر تحفظ کے معاملات کو مدنظر رکھتے ہوئے جہاں ایک گھر بنا اس کے ساتھ دوسرا گھر بنا پھر کچھ اور گھر بنتے گئے اور تحفظ کا احساس لیتے لیتے ایسی آبادیاں دیہات کی شکل اختیار کر گئیں۔ (قطع کلامیاں) جناب سپیکر! ہاؤس m

order کرنے کے لیے میں بھی آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا۔

جناب سپیکر، ایوان میں نظم و ضبط قائم رکھا جائے اور میں اراکین اسمبلی سے درخواست کرتا ہوں کہ مہربانی سے وزراء صاحبان کا جو انہوں نے گھیراؤ کر رکھا ہے اس گھیراؤ کو توڑیں۔ میں وزراء صاحبان سے بھی عرض کرتا ہوں کہ وہ اقرار کے علاوہ جرأت انکار بھی سیکھیں۔ اگر وہ یہ جرأت کریں گے تو وہ ہاؤس میں بھی اور ان کی اپنی زندگی بھی ذرا بہتر ہو جائے گی۔

میاں معراج دین، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر بھی یہی تھا جو آپ نے خود فرما دیا۔

سید تابش الوری، جناب والا! وزیر اعلیٰ غالباً اتنے کمیاب ہیں کہ خود وزراء بھی ان سے ملنے میں سبقت لینا چاہتے ہیں، اس لیے میں درخواست کرتا ہوں کہ ہاؤس کو maintain کرنے کے سلسلے میں۔۔۔

جناب سپیکر، میرا خیال ہے کہ وزراء نے بھی اور دوستوں نے بھی اپنا اپنا سلام محبت پیش کر لیا ہے، اب ذرا توجہ فرمائیں قانون سازی ہو رہی ہے۔ وہ عجیب و غریب کام ہو رہا ہے جس کے لئے در اصل یہ اسمبلی بنی ہے وہ نایاب کام ہو رہا ہے وہ نادر کام ہو رہا ہے جس کے لیے یہ اسمبلی بنی ہے مجھے امید ہے کہ ارکان اسمبلی از راہ خدا اور از راہ عوام اور ازراہ اپنے فرائض منصبی اس کام میں بھی تھوڑی سی دلچسپی کا اظہار فرمائیں۔۔۔جناب وزیر قانون۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! شکریہ۔ جناب والا! جن اراکین اسمبلی کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے میں ان سے معذرت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، نہیں۔ نہیں۔ وہ خوش ہوئے ہیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد لوگوں نے اپنے تحفظ اور اپنی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے بعض غیر آباد جگہوں پر کسی نے ایک گھر بنایا اور دوسرے نے اس کے ساتھ آ کر گھر بنا لیا۔ آہستہ آہستہ ایسی آبادیاں دیہات کی شکل اختیار کر گئیں اور جب لوگوں نے اپنی سکونت کے لیے ایسی جگہوں کو چنا تو اس میں ان کی اپنی ضروریات ان کے سامنے تھیں، مثلاً" کہیں کنواں ہے۔ اور آج جیسے جدید وسائل انہیں اس وقت حاصل نہیں تھے۔ جہاں کنوئیں کے لیے پانی مل سکتا تھا ایسی جگہوں پر یہ دیہات بنتے گئے کسی جگہ دریا تھا اور جناب سپیکر! جہاں کہیں آبپاشی کے دوسرے وسائل موجود تھے وہاں پر ایسے دیہات بنتے گئے اور پھر ان معاملات

کے علاوہ اگر آپ اس بات کو مدنظر رکھیں تو پنجاب کے اندر ۱۸۷۰ اور ۱۹۰۲ میں بندوبست اراضی ہوا اور بندوبست کے دوران محکمہ ریونیو نے ریکارڈ مرتب کرتے ہوئے آبادی دیہہ کو سرخ لکیر کے احاطے کے اندر ظاہر کیا اور اس کو باقی اراضی کی نسبت ایک الگ خسرے میں ظاہر کیا گیا اور ملکیت کے خانے رجسٹر حقداران زمین میں عام طور پر مقبوضہ مالکان تاحال لکھا جاتا ہے اور یہ سلسلہ اس وقت سے چلا آرہا ہے۔ جناب سپیکر! ایسی اراضی کسی خاص آدمی کی ملکیت نہیں ہوتی اور نہ ہی بوقت منتقلی اس کا انتقال اراضی درج کیا جاتا ہے لیکن یہ صورت حال موجود تھی کہ عدالت کے حکم سے یا رجسٹری کے ذریعے رقبہ فروخت ہونے کی صورت میں یہ زمین کہیں کہیں منتقل ہوتی تھی اور آبادی دیہہ کے کچھ حصہ پر غیر مالک قابضین موجود ہیں جو ایسے احاطوں اور اس سرخ لکیر کے اندر مالک ہیں۔ اور کچھ غیر مالک ہیں جنہوں نے اس اراضی پر مکان بنا لیے اور ان میں آباد ہو گئے۔ جناب سپیکر! قانوناً ان کو بے دخل نہیں کیا جا سکتا اور اگر یہ اپنے گھر یا مکان یعنی ایسے مکان جو انہوں نے غیر مالک ہونے کے باوجود بنائے انہیں فروخت کرنے اور اس کا ملبہ فروخت کرنے کا حق حاصل ہے لیکن صورت حال ایسی ہے کہ ایسی سرخ لکیر کے اندر رہنے والے شخص کو تاحال تحفظ کا احساس نہیں تھا۔ اگر وہ کسی دوسرے شہر میں روزی کی تلاش میں چلا گیا کسی دوسری ضروریات زندگی کے تحت وہ اپنے گاؤں سے اپنا مکان چھوڑ کر کسی اور جگہ چلا گیا اور اس کی عدم موجودگی میں گاؤں کے اندر کوئی بڑا امیر شخص اگر اس کے مکان پر قبضہ کرے تو اس کے پاس کوئی ایسا قانونی تحفظ موجود نہیں تھا کہ جس کے نتیجے میں وہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا کر اپنا گھر اور مکان واپس لے سکتا۔ جناب سپیکر! سابقہ حکومتوں نے اس بارے میں اگر کوئی سوچ سوچی کوئی منصوبہ بنایا تو وہ اپنی جگہ پر نیکی کا کام سوچنا بھی اچھی بات ہے لیکن میں یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ موجودہ حکومت نے آزادی کی نصف صدی گزرنے کے بعد ایسے مالک اور غیر مالک سرخ لکیر کے اندر مکانوں میں موجود لوگوں کو مالکانہ حقوق دینے کا فیصلہ کیا ہے ورنہ نصف صدی گزرنے تک ایسے لوگوں کو یہ قانونی تحفظ فراہم کرنے کا کسی حکومت نے فیصلہ نہ کیا۔ میں اس حکومت کو بھی داد دیتا ہوں۔ اور اس ایوان کو بھی داد دیتا ہوں کہ ان اراکین اسمبلی نے اپنے صوبے کے اندر موجود ان غریب لوگوں کے حقوق کا خیال کیا، انہیں تحفظ دینے کا فیصلہ کیا، انہیں سکون فراہم کرنے کا فیصلہ کیا۔ فاضل اراکین اسمبلی نے اپنے اعتراضات کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ محض شہرت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ نہیں جناب سپیکر! یہ ایک تاریخی قانون سازی ہے یہ شہرت حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں ہے۔ اور محض لوگوں کو مالکانہ حقوق دینے کی رسم پوری نہیں کی جا رہی اور جو اعتراض کیا

گیا ہے کہ سندیں تو پہلے تقسیم ہو رہی ہیں اور اب یہاں قانون سازی کے لیے یہ کیا کیا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! پنجاب حکومت اور گورنر کی طرف سے جاری کردہ ایک آرڈیننس کے ذریعے لوگوں کو مالکانہ حقوق دینے کی سندیں تقسیم کی جا رہی تھیں۔ اور اسی آرڈیننس کو سامنے رکھتے ہوئے سٹینڈنگ کمیٹی سے اس قانونی مسودے کی منظوری حاصل کیے جانے کے بعد آج اسمبلی میں باقاعدہ قانون سازی کے لیے پیش کیا گیا ہے اور یہ محض رسمی کارروائی نہیں ہے۔ جو بات کی جا رہی ہے کہ لوگوں کو بے وقوف بنایا جا رہا ہے یا احمق بنایا جا رہا ہے۔ نہیں' ہمارے ملک کے عوام' اس صوبے کے عوام انتہائی محترم ہیں۔ یہ حکومت انہیں بے وقوف نہیں بنا رہی' یہ حکومت انہیں احمق نہیں رہی بلکہ نصف صدی تک انہیں احمق بنانے کی جو کوششیں موجود تھیں اس کو جس کسی نے رفع نہیں کیا ہم آج سارے مل کر ایسی صورت حال کا صفایا کر کے ان لوگوں کو تحفظ فراہم کر رہے ہیں۔ ان کو ان مکانوں کا مالک بنا رہے ہیں۔ ان کو ان چھتوں کے نیچے رہنے کا قانونی تحفظ فراہم کر رہے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب سپیکر! اس قانونی تحفظ کے ذریعے' اس قانون سازی کے ذریعے آئندہ ایسے لوگوں کو قانونی حقوق ملیں گے۔ وہ عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹا سکیں گے۔ کوئی امیر' کوئی جاگیردار' کوئی قبضہ گروپ ان کے مکانوں پر قبضہ کر کے انہیں ان کے مکانوں سے بے دخل نہیں کر سکے گا۔ اور جناب سپیکر! اس سلسلے میں' میں یہ بھی عرض کروں کہ ایسے دیہات کے اندر کچھ لوگ پہلے ہی مالک تھے' کچھ غیر مالک تھے۔ لیکن قابض ہونے کی بنیاد پر وہ ان مکانوں میں رہ رہے تھے۔ جناب سپیکر! اب اس قانون سازی کے ذریعے سے ان غیر مالک لوگوں کو بھی اس سرخ لکیر کے اندر موجود مکان جس کے اندر وہ رہ رہے ہیں' اس کے حقوق ملکیت مل جائیں گے اور اس طریقے سے انہیں قانونی تحفظ ملے گا۔ البتہ ایک عرض کروں کہ کالونی چکوک پر اس قانون کا اطلاق نہیں ہو گا۔ اور جناب سپیکر! کالونی چکوک میں غیر مالکان کو سرکاری اراضی پر حقوق ملکیت دیے جا رہے ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج کی یہ قانون سازی ہمارے صوبے کے عوام۔۔۔

میجر (ریٹائرڈ) سیف اللہ چیمہ ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ میں معذرت چاہتا ہوں کہ میں وزیر قانون کو interrupt کر رہا ہوں۔ سب سے بڑی بات جو سب سے پہلے کہنی چاہیے تھی وہ لاء منسٹر صاحب بھول گئے یا شاید کہنا چاہتے ہوں گے ۔ یہ صرف مالکانہ حقوق نہیں دیے جا رہے ۔ اس صوبے کی وافر آبادی آج تک ضمانت دینے سے محروم تھی۔ وہ کچہری میں جا کر کسی کی ضمانت نہیں دے سکتے

تھے۔ جن کو آج گھروں کے مالکانہ حقوق دے رہے ہیں ان کے پاس یہ اختیار نہیں تھا۔ دیہاتوں میں رہنے والے جو مالکان ہیں وہ عدالت میں جا کر کسی کی ضمانت دے سکتے ہیں۔ بے مالک ضمانت نہیں دے سکتا تھا۔ آج اس قانون سازی کے بعد وہ بھی equal rights کے مالک ہوں گے۔ جناب سپیکر، یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، آپ نے جو پوائنٹ اٹھایا ہے وہ بجا ہے۔ جب میرے زمانے میں 1975ء میں یہ سکیم بنی تھی کہ پانچ مرلے کا پلاٹ غریب اور بے گھر لوگوں کو دیا جائے تو اس وقت بھی یہ بات پیش نظر تھی کہ جب انہیں مالک بنایا جائے گا تو اس کا ایک فائدہ تو یہ ہو گا کہ ان کے پاس اپنا گھر ہو جائے گا اور دوسرا فائدہ یہ ہو گا کہ گھر کے مالک ہونے کے ناتے وہ ضلع کچہری میں اور اپنے بال بچوں کے حق میں پولیس یا کچہری میں پیش ہو کر ضمانت دے کر انہیں رہا کروا سکیں گے۔ یہ بات بہت بڑی بات ہے اور وزیر قانون یقیناً اس کا ذکر بھی کریں گے۔ بہرحال آپ نے اچھا کیا کہ اس کو پوائنٹ آؤٹ کیا۔

ایک معزز ممبر، میں عرض کرتا ہوں کہ چند لوگوں تک محدود تھا کہ جن کے پاس آبادی دیہہ کے اندر کوئی رہنے کے لیے جگہ نہیں تھی لیکن یہ تو بڑا وسیع قانون ہے۔ اس میں سب لوگ آ رہے ہیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں عرض کروں گا کہ وہ سرکاری زمین کے اوپر حکومت کی طرف سے منصوبہ بندیاں تھیں اور فیصلے تھے جن کے تحت ایسے حقوق دیے گئے۔ لیکن ایسی اراضی جس میں وہ لوگ صدیوں سے آباد تھے اور آباد ہونے کے باوجود ان کے پاس ایسے گھروں کے مالکانہ حقوق نہیں تھے۔ جناب سپیکر! ایک چیز کسی شخص کے پاس موجود ہے اور اس نے اسے خون پسینے کی کمائی سے حاصل کیا ہے یا بنایا ہے اور اس کے بعد بھی وہ اس کی نہیں ہے، اس سے بڑا افسوس کا مقام کیا ہو گا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ قائد ایوان جناب وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس حکومت کے ذریعے سے ایسے لوگوں کو مالکانہ حقوق دینے کا ایک تاریخی فیصلہ کیا ہے جو تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ اور جناب سپیکر! اٹھارہ ہزار آبادی دیہہ ہے۔ سرخ لکیروں کے اندر اٹھارہ ہزار دیہات ہیں جن کے اندر بسنے والے لوگوں میں سے کسی کے پاس مالکانہ حقوق نہیں تھے اور اٹھارہ ہزار دیہات کے اندر کتنے لوگ ہیں جو اس فیصلے کے نتیجے میں، اس قانون سازی کے نتیجے میں، حکومتی فیصلے کے نتیجے میں، اس ایوان کے فیصلے کے نتیجے میں اپنے گھروں کے مالک ہو جائیں گے۔ میں اس پر جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کو خراج

تحسین پیش کرتا ہوں اور اراکین اسمبلی کو بھی اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسی قانون سازی ہے اور یہ ایک ایسا مسودہ قانون ہے کہ جس کے بارے میں فاضل رکن اسمبلی نے اپنی بات کہتے ہوئے ابھی کہا کہ ایسے لوگوں کو مالکانہ حقوق دینے سے کوئی اختلاف نہیں کر سکتا۔ یہ ایسی قانون سازی ہے کہ جس کے بارے میں یقین سے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس اسمبلی میں بیٹھے ہوئے یہ نمائندہ حیثیت کے لوگ، یہ اراکین اسمبلی یقیناً غریب لوگوں کو ان کے گھروں کے مالکانہ حقوق دیے جانے سے کوئی اختلاف نہیں رکھتے، کوئی اختلاف نہیں کرے گا، بلکہ میں یہ توقع کرتا ہوں کہ اس ایوان کا ہر رکن عوام کی نمائندگی کرنے کے لیے اس اہم قانونی مسودے کی support کرے گا۔ اور ان شاء اللہ یہ قانون آج پاس ہو گا۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ، جناب والا! میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب نواز شریف صاحب نے پلاٹ دیے تو میں بھی اس وقت اسمبلی کا ممبر تھا۔ وہ ہم نے صرف مسلم لیگ والوں کو نہیں دیے۔ یہ ہماری خوش نصیبی ہے اور میں قائد ایوان کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ جس کو ہم پلاٹ دے رہے ہیں آیا وہ پیپلز پارٹی کا آدمی ہے، مسلم لیگ کا ہے یا جونیجو لیگ کا ہے۔ یہ پلاٹ بلا تفریق دیے گئے ہیں اور یہ قابل صد مبارک ہیں۔

جناب سپیکر، شکریہ۔ تشریف رکھیں۔

MR SPEAKER: Now, the motion moved and the question is:-

"That the Punjab Conferment of Proprietary Rights on Non-Proprietors in Abadi Deh Bill, 1994 (Bill No 16 of 1994) be taken into consideration at once."

(The motion was carried).

Clause 3

MR SPEAKER: Now, we take up the Bill clause by clause. Clause 3 of the bill is under consideration. Since there is no amendment in it

The question is:-

That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

میاں معراج دین: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی فرمائیں۔

میاں معراج دین: جناب سپیکر! ہمارے فاضل دوست نے یہ پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا کہ اس وقت جونیجو کی حکومت تھی۔ جونیجو کا نام لیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ پرانی بات ہے۔

میاں معراج دین: جناب میرا پوائنٹ آف آرڈر اس کے ساتھ مربوط ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو ابھی بل پاس ہو رہا ہے یہ میاں نواز شریف کی حکومت کے دوران بھی تھا۔ میں موجودہ وزیراعلیٰ اور حکومت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں لیکن یہاں محترمہ بے نظیر کا نام نہیں لیا جا رہا۔ کیا وجہ ہے؟ یہ منصوبے تو آپ کے منشور میں تھے لیکن یہاں خالی منظور احمد وٹو کا نام لیا جا رہا ہے۔ لہٰذا ان کا نام بھی لیا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔

Clause 4

MR SPEAKER: Now, Clause 4 of the Bill is under consideration

(Interruption)

MR SPEAKER: I call the House to order.

Now, Clause 4 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it,

The question is.-

That Clause 4 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Clause 5

MR SPEAKER: Now, Clause 5 of the Bill is under consideration Since there is

no amendment in it.

The question is:-

That Clause 5 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 6

MR SPEAKER: Would you please look to me Makhdoom Jehanian Sahib!

Now, Clause 6 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it.

The question is:-

That Clause 6 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Clause 7

MR SPEAKER: Now, Clause 7 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it.

The question is:-

That Clause 7 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 8

MR SPEAKER: Sarwar Sahib! would you please look to me

Now, Clause 8 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it.

The question is:-

That Clause 8 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 9

MR SPEAKE: Now, Clause 9 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it.

The question is:-

That clause 9 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 2

MR SPEAKER: Now, clause 2 of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it.

The question is:-

That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

میاں معراج دین، جناب سپیکر! میں اپنی صحت' درستی کے لیے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا لفظ "Ayes" ہے یا "Eyes" - چونکہ مجھے اس بات کا علم نہیں - میرے خیال میں "Eyes" ہے -

جناب سپیکر، "Ayes" ہے-

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! اگر آپ ملاحظہ فرمائیں تو لفظ لکھا ہوا ہے "aye" انگریزی میں "Eyes" بنتا ہے - پرانی انگریزی میں "yes"

جناب سپیکر، انگریزی بھی بدلتی رہتی ہے-

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جی نہیں- یہ نہیں بدلی-

جناب سپیکر، نہیں نہیں بدلتی رہتی ہے بھائی- امریکنز کچھ کہتے ہیں انگریز کچھ کہتے ہیں- انگریزوں کے اپنے علاقے میں دس طرح کی انگریزی چلتی ہے - ایک علاقے کی انگریزی دوسرا نہیں سمجھتا-

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! اس ہاؤس میں ہمیشہ "Eyes" کہا گیا ہے "Ayes" نہیں کہا گیا-

جناب سپیکر: چلیے جناب! جس طرح آپ خوش ہیں اسی طرح کر لیتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب والا! سابق سپیکر اور موجودہ قائد ایوان سے پوچھ لیا جائے۔

Clause1

MR SPEAKER: Now, Clause 1 of the Bill is under consideration. One amendment has been received in it from the Minister for Law and parliamentary Affairs. He may move it.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr Speaker! I move:-

> That in sub-clause (1) of Clause 1 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Revenue, for the figures "1994" occurring in line 2, the figures "1995" be substituted.

MR SPEAKER: The amendment moved is -

> That in sub-clause (1) of Clause 1 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Revenue, for the figures "1994" occurring in line 2, the figures "1995" be substituted.

(The amendment was not opposed)

The amendment moved and the question is.-

> "That in sub-clause (1) of Clause 1 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Revenue, for the figures "1994" occurring in line 2, the figures "1995" be substituted."

(The motion was carried)

MR SPEAKER: Now, the question is:-

That Clause 1 as amended do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Preamble

MR SPEAKER: Now, the Preamble of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it

The question is:-

That Preamble of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Long title

MR SPEAKER: Now, the Long Title of the Bill is under consideration, since there is no amendment in it, it becomes part of the Bill.

MINISTER FOR LAW & PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr Speaker Sir, I move:-

"That the Punjab Conferment of Proprietary Rights on Non-Proprietors in Abadi Deh Bill, 1995, be passed."

MR SPEAKER: The motion moved is:-

"That the Punjab Conferment of Proprietary Rights on Non-Proprietors in Abadi Deh Bill. 1995, be passed "

Now, the motion moved and the question is:-

That the Punjab Conferment of Proprietary Rights on Non-Proprietors in Abadi Deh Bill, 1995, be passed.

(The motion was carried)

The Bill was Passed.

وزیر قانون: جناب والا! آج ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ ----

میاں فضل حق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی میاں صاحب فرمایئے۔

میاں فضل حق: جناب والا! وزیر صحت یہاں تشریف فرما ہیں۔یہاں جب پہلے read out ہو رہا تھا

تو یہ مسکرا کر ہمیں دیکھ رہے تھے ۔ اور جب زور سے "ہاں" کہا گیا اور ہمارے طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تو منظور ہو گیا۔ تو انھوں نے یہاں سے بڑے زور سے clapping کی ۔ تو یہ تاثر یہ دینا چاہ رہے تھے کہ ....

جناب سپیکر، لیکن آپ لوگوں نے مخالفت تو نہیں کی ۔

میاں فضل حق، مخالفت تو نہیں کی، لیکن ---

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! میاں صاحب کے کہنے کا مطلب یہ کہ جس طرح سے تقریر اپنی سیٹ سے کی جاتی ہے اسی طرح داد بھی اپنی سیٹ سے دینی چاہیے۔

جناب سپیکر، نہیں وہ داد نہیں دے رہے تھے ۔ وہ بے داد دے رہے تھے۔

جناب محمد ظہیر الدین خان، جب تک وزیر صاحب وہاں تشریف رکھتے ہیں یہ اشارہ دے رہے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ ہیں ۔

جناب سپیکر، چلیے ۔ جی لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون، جناب والا! قائد ایوان بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر، میں قائد ایوان کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس قانون سازی پر کچھ اپنے comments دینا چاہیں تو؛

وزیر اعلیٰ، شکریہ جناب سپیکر! آپ نے مجھے آج اس قانون سازی کے موقع پر بات کرنے کی اجازت دی۔ جناب و الا ! میں سب سے پہلے اس نہایت اہمیت کے حامل بل' جو ایک تاریخی حیثیت کا حامل ہے۔ اس کو پاس کرنے پر پورے اس معزز ایوان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ تمام تکلفات سے ہٹ کر آج اس انتہائی اہمیت کے حامل مسئلے کو' ایک انسانی مسئلے کو' انسانوں کے حقوق کے مسئلے کو اور غریب اور نادار لوگوں کو ایک با وقار مقام دلانے کے مسئلے پر آج اس ایوان کے اتحاد کو اتفاق کو ان کی یکجہتی کو اور اس غریبوں کی cause پہ اس سارے معزز ایوان کے اکٹھ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین) آج جو یہ قانون سازی کی گئی ہے ۔ اس پر جناب سپیکر! میں آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ آپ کی صدارت میں آپ کی رہ نمائی میں آج یہ عظیم قانون سازی کی گئی ہے ۔ پنجاب صوبے کے کل 25 ہزار چکوک میں سے 7 ہزار چکوک کالونی کے چکوک ہیں اور

کالونی کے چکوک گورنمنٹ کی ملکیت میں ہیں۔ ایک ایگزیکٹو آرڈر کے تحت حکومت پنجاب ان کالونی کے چکوک میں بسنے والے غیر مالکوں' بے زمین لوگوں اور کھیت مزدوروں کو ان کے گھروں کے حقوق ملکیت دے رہی ہے اور اس کی اسناد تقسیم ہو رہی ہیں۔ لیکن وزیر قانون نے جس لال لکیر کا ذکر کیا اور آبادی دیہہ کے چکوک کا ذکر کیا ان کی تعداد 18 ہزار ہے اور ان 18 ہزار چکوک میں پہلے حکومت پنجاب نے اس کا آرڈیننس کیا اور اس آرڈیننس کے تحت ہم یہ اسناد تقسیم کرنا چاہتے تھے اور ان کو حقوق ملکیت دینا چاہتے تھے۔ لیکن قانون سازی نہ ہوسکی اور یہ آرڈیننسlapse کر گیا۔ حکومت آج جو یہ قانون سازی لائی ہے یہ ان 18 ہزار چکوک کے بارے میں ہے کہ جس میں لال لکیر کے اندر بسنے والے انسانوں کو کہ جو بے زمین ہیں ۔ جو زمین کے مالک نہیں ہیں وہ اپنے گھروں کے مالک بھی نہیں ہیں۔ اور جو ان چکوک میں بے زمین لوگ بستے ہیں ان کے گھروں کے مالک بھی ان چکوک کے بڑے زمیندار ہیں ۔ جناب سپیکر ! قیام پاکستان سے لے کر یہ تلوار ان غریب لوگوں کے سر پر لٹک رہی تھی کہ اگر وہ ووٹ نہیں دیتے تھے تو ان کو جگہ سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ اگر وہ بڑے زمیندار کا کسی وجہ سے کہا نہیں مانتے تھے تو ان کو اپنے گھروں سے نکال دیا جاتا تھا۔ جن گھروں میں وہ بیٹھے تھے ان کے وہ مالک نہیں تھے۔ اور یہ ایک آرزو تھی' یہ ان کی ایک سوچ تھی کہ قائد اعظم کے بنائے ہوئے اس پاکستان میں کہ جس میں وعدہ کیا گیا تھا کہ سب لوگوں کو عزت اور وقار ملے گا اور سب انسانوں کو برابری کی زندگی اور برابری کے حقوق ملیں گے۔ اس پاکستان میں کچھ لوگ ایسے بس رہے ہیں کہ جو دیہاتی زندگی میں بھی وہ دوسرے درجے کے شہریوں کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اور اس لیے وہ لوگ اٹھتے تھے اور جا کر سڑکوں پر آباد ہو جاتے تھے ۔وہ اپنے چکوک کو چھوڑ تے تھے اور سڑکوں پر جا کر جگہ خرید کر اس آرزو میں وہاں جا کر آباد ہو جاتے تھے کہ ہمارا گھر تو وہ ہو گا جس کو ہم اپنا گھر کہہ سکیں۔ اس چھت کو ہم اپنی چھت کہہ سکیں گے اور اس میں ہم اپنی زندگی گزار سکیں گے اور اس گھر کو ہم اپنی اولاد کا گھر کہہ سکیں گے کہ ہم وہ گھر اپنی اولاد کو منتقل کر سکیں گے اور ہماری اولاد ہماری اگلی اولاد کو منتقل کر سکے گی ۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ دیہات کی رونقیں کم ہو رہی تھیں اور شہروں پر دباؤ بڑھ رہا تھا۔ لوگ نقل مکانی کرکے شہروں کی طرف رخ کر رہے تھے اور شہروں کی زندگی میں pollution آ رہی تھی شہروں کی زندگی میں ناجائز تجاوزات بڑھ رہی تھیں اور شہروں کی زندگی پر اتنا دباؤ بڑھ رہا تھا کہ ان کی مینجمنٹ ہونا مشکل ہو گئی تھی اور دوسرا یہ کہ دیہاتوں میں وہ اعتماد کی فضا نہیں تھی جو گھر میں ہونی چاہیے۔ وہ بھائی چارا نہیں تھا جو ایک عزت دار معاشرے میں ہونا چاہیے وہ انسانی حقوق نہیں تھے

جس کا قائد اعظم نے اپنی قوم سے وعدہ کیا تھا کہ پاکستان میں تمام لوگوں کو برابری کے حقوق ملیں گے۔ آج جناب سپیکر! پنجاب کی پی ڈی ایف کی حکومت کو خداوند تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا ہے اور یہ موقع عطا کیا ہے کہ ہم نے ان دکھیارے لوگوں کی زندگیوں سے محرومیوں کو دور کرنے کے لیے ہم نے اس قانون سازی کو initiate کیا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین) ہم نے ان لوگوں کو برابری اور عزت کا مقام دینے کے لیے اور پنجاب میں چونکہ پنجاب حکومت نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے اس لیے پنجاب کی بات ہم کر رہے ہیں' پاکستان کے دیگر صوبوں میں بھی ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ اب وہاں پر ان شاء اللہ تعالیٰ' جہاں پر پی ڈی ایف کی حکومتیں ہیں' وہ پنجاب کی حکومت کی تقلید کرتے ہوئے وہاں پر بھی لوگوں کو حقوق ملکیت دینے کا فیصلہ کریں گے اور مجھے امید ہے کہ وزیر اعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو جنہوں نے اس فیصلے کو بڑا سراہا ہے' جنہوں نے اس فیصلے کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور جنہوں نے اس فیصلے کی توثیق کی ہے اور ہمارا ہر طریقے سے ساتھ دیا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)۔ وہ دوسرے صوبوں میں بھی اس کو لاگو کروائیں گی اور وہاں پر بھی انسانوں کو وہ حقوق میسر آجائیں گے جو نصف صدی گزرنے کے باوجود لوگوں کو میسر نہیں آئے۔ میں آج یہاں یہ بھی جتانا چاہتا ہوں کہ یہ محض حقوق کی اسناد نہیں ہیں۔ جناب سپیکر! ان اسناد میں وہ جذبے سموئے گئے ہیں اور وہ سوچ موجود ہے ان اسناد میں انسانوں کے لیے وہ احترام اور عزت کے جذبے موجود ہیں جن کا اس سے پہلے کبھی خیال نہیں کیا گیا تھا۔ موجودہ حکومت نے اس کا خیال کرتے ہوئے حقوق ملکیت کی یہ اسناد ان غریب اور محروم لوگوں کو دینے کا فیصلہ کیا ہے جن کا اس سے پہلے کسی نے خیال نہیں کیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ان اسناد میں ان کے جو مکانات ہیں جو ان کی جھونپڑیاں ہیں جو ان کے کچے گوبر کے مکانات ہیں ان کے باقاعدہ انتقالات رجسٹر انتقال میں ان کے نام درج کر کے ان کی کاپیاں ان اسناد میں شامل کی گئی ہیں جو اسناد ان لوگوں کو ملیں گی۔

جناب سپیکر! اس معزز ایوان کی اس قانون سازی کے عمل کے بعد آج پنجاب کے ۱۸ ہزار چکوک کے تقریباً چالیس لاکھ خاندان اپنے گھروں کے مالک ہو گئے ہیں اور وہ لوگ اب اپنے گھروں میں موجود رہیں گے اور ان کو اب شہروں میں نقل مکانی کی ضرورت نہیں رہے گی۔ آج کے اس معزز ایوان کے فیصلے کے بعد اب ان کو سڑکوں پر بھی نقل مکانی کی ضرورت نہیں رہے گی کہ وہ جا کر زمینیں خرید کر سڑکوں پر آباد ہوں اور جناب سپیکر! آج کے اس فیصلے کے بعد وہ غریب لوگ اپنے مکان اپنی اولاد کو بھی منتقل کر سکیں گے۔ اس معزز ایوان کے فیصلے کے بعد یہ اسناد جب ان لوگوں

کو ملیں گی تو وہ اپنی اولاد کو منتقل کریں گے اور ان کی اولاد آگے اپنی اولاد کو منتقل کر سکے گی اور وہ اپنے مکانوں کے مالک ہوں گے۔ جناب سپیکر! ایک اور بات میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے کتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اس وقت تک ان دیہاتوں میں جن کی جھونپڑیاں تھیں وہ جھونپڑیاں تھیں' جن کے کچے مکان تھے وہ کچے مکان تھے' اس لیے کہ وہ ان کے اپنے نہیں تھے' اس لیے وہ اس پر انویسٹمنٹ کیوں کرتے؟ ان کے اپنے نہیں تھے ان کو بھروسہ نہیں تھا کہ کل یہ ہمارے ہوں گے اس لیے وہ انہیں پکا کیوں بناتے؟ ان کی حالت بہتر کیوں کرتے اس لیے ہمارے دیہات کی زندگی اجیرن تھی۔ ہمارے دیہات کی زندگی وہ نقشہ پیش نہیں کرتی تھی جو ایک مہذب قوم کے دیہات نقشہ پیش کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان کے معزز اراکین کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ آج کے اس فیصلے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ نے دیہات کا کلچر تبدیل کر دیا ہے۔ آپ نے دیہات کی زندگی میں سُونا پن ختم کرکے اس میں روشنیاں بھر دی ہیں' اس میں امید کی کرنیں بھر دی ہیں' اس میں عزت اور وقار بھر دیا ہے۔ اور آج کے اس فیصلے کے بعد وہ دیہاتی غریب لوگ محنت مزدوری کریں گے۔ شہروں میں جاکر محنت مزدوری کریں گے۔ دیہاتوں میں محنت مزدوری کریں گے اور اپنی ان جھونپڑیوں کو آباد کریں گے اور ان کو پکا بنائیں گے' اس پر خرچ کریں گے' اس کو بہتر بنائیں گے' اس کو خوبصورت بنائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دیہات کی زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہوگی۔ جناب سپیکر! آج آپ کے توسط سے میں اپنے ان بھائیوں کو اس معزز ایوان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور خاص طور پر میں آپ کے توسط سے اپوزیشن کے معزز اراکین کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس سلسلے میں ٹریژری بنچز کا ساتھ دیا' حکومت کے اس بل کا ساتھ دیا اور ان غریب لوگوں کا ساتھ دیا' پنجاب کے ان محروم لوگوں کا ساتھ دیا اور اس طریقے سے ایک نئی فضا قائم کرنے میں' ایک نیا ماحول ایک اچھا ماحول پیدا کرنے میں اپوزیشن کے معزز اراکین نے' معزز قائم مقام لیڈر آف اپوزیشن سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ نے ہمارا ساتھ دیا۔ میں ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور معزز اراکین کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور میں معزز اراکین سے کہوں گا کہ ہمارے بھائی معزز اراکین اپوزیشن کے اس فیصلے سے اور آپ کا ساتھ دینے پر ان کو خراج تحسین پیش کیا جائے کہ انہوں نے مہربانی کی اور انہوں نے ساتھ دیا۔ (نعرہ ہائے تحسین) شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر : کھوسہ صاحب کچھ فرمائیں گے؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بھی اظہار خیال کا موقع دیا ہے۔

جناب سپیکر : نیازی صاحب! بہہ جاؤ بڑی تہاڈی بہہ جا بہہ جا ہو جائے گی جے تسی بہہ جاؤ گے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب سپیکر! جس بل کو آج اس معزز ایوان نے قانون کی شکل دے دی ہے۔ حزب اختلاف نے اس کی مخالفت اس بناء پر نہیں کی کہ ہم میں سے ہر ایک رکن جو اپوزیشن میں بیٹھا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ ان بے زمین اور بے گھر دیہاتیوں کو تحفظ دیا جائے اور وہ یہ تحفظ محسوس کریں، وہ اپنی ان ملکیتوں کو ضمانت کے طور پر پیش کریں، یا کسی زور آور زمین دار یا ہمسائے کے دباؤ تلے نہ آئیں اور اپنی ساری زندگی خوف زدہ ہو کر بسر نہ کریں اور انہیں یہ بھی تحفظ حاصل ہو کہ کوئی زور آور زمین دار یا ہمسایہ یہ کہے کہ میں تمہیں اس زمین سے اٹھا دوں گا۔ ناجائز طور پر یا بیگار کے طور پر انہیں استعمال نہ کریں۔ جناب سپیکر! یہ سب نکتے ہمارے سامنے ہیں اور اسی لیے اپوزیشن کے کسی ممبر نے اس بل کی مخالفت نہیں کی۔ لیکن جناب سپیکر! جہاں ہم اس قانون کی حمایت میں اس ہاؤس میں بیٹھے رہے وہاں ہم یہ بھی ضمانت چاہیں گے کہ جن کم وبیش چالیس لاکھ افراد کا ذکر قائد ایوان نے کیا ہے انہی کو یہ جائیدادیں، یہ زمینیں آبادی دیہہ میں دی جائیں، حقوق ملکیت دیے جائیں جو حقیقتاً وہاں پر قابض ہیں، حقیقتاً وہاں پر آباد ہیں۔ کہیں پھر ایسا نہ ہو جس طرح سرکاری ملازمتوں کے سلسلے میں یا سرکاری مراعات کے سلسلے میں کیا جا رہا ہے کہ PDF ، PPP یا جونیجو لیگ کے جو تعلق دار ہوں ان کو ملکیتی حقوق مل جائیں۔ اور جو ان کی حمایت یا حق میں بولنے والے نہ ہوں ان کو محروم کر دیا جائے۔ جن قبضہ گروپوں کا ذکر یہاں وزیر قانون نے کیا ہے انہی قبضہ گروپوں سے ہم بھی اس غریب کا تحفظ چاہیں گے جو وہاں بیٹھا ہوا ہے۔ اور جس کے پاس کوئی سفارش نہیں یا کوئی پارٹی عہدیدار ایسا نہیں جو جا کے کسی ڈی سی کو یا وزیر کو کہنے والا ہو۔ جب یہ تحفظ دیا جائے گا تو پھر ہم صحیح معنوں میں مطمئن ہوں گے کہ اس حکومت نے غریب کی خیر خواہی کے لیے قانون بنایا ہے نہ کہ کسی اور مقصد کے لیے کہ کسی کو خاص طور پر نوازا جائے۔ اور باقی جو صحیح معنوں میں حق دار ہے وہ اسی طرح محروم کا محروم رہ جائے اور وہ کسی کے رحم و کرم پر ہو۔ شکریہ جناب۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، شکریہ۔ میں خود بھی اس پر کچھ کہنا چاہوں گا۔ میں بطور سپیکر اس بات پر خوشی اور اطمینان کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اس ایوان میں اگرچہ پہلے بھی قانون سازی ہوئی ہے لیکن حقیقتاً جس طرح آج حزب اقتدار اور حزب اختلاف نے ایک قانون سازی میں دلچسپی لے کر تمام اراکین نے ہاؤس میں موجود رہ کر اس کے اصولوں پر بحث کرنے کے بعد اس حق کو جو انہیں حاصل تھا کہ وہ ترامیم دے سکتے تھے۔ موجودہ رہ کر استعمال کیا ہے یا نہیں کیا۔ لیکن ان کا موجود رہنا اس بات کا غماز ہے کہ انہوں نے اس میں شمولیت اختیار کی ہے۔ اس اعتبار سے کہ یہ بہت مبارک بل ہے جو آج قانون کی شکل اختیار کر گیا ہے جس میں دونوں فریقوں نے حصہ لیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس پر پورا ایوان مبارک باد کا مستحق ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ قانون سازی جو آج ہوئی ہے یہ دراصل اس بنیادی مقصد کا حصہ ہے جس کے لیے قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے پاکستان قائم کیا تھا اور ان کی سر کردگی میں مسلمان قوم نے اس نئے ملک کے لیے قربانیاں دی تھیں۔ قائد اعظم نے واضح طور پر یہ اعلان کیا تھا کہ اگر پاکستان میں غریب کو دو وقت کی عزت کی روٹی نہیں مل سکتی، وہ سر چھپانے کے لیے گھر سے محروم ہے تو میں ایسے پاکستان سے یہ بہتر سمجھوں گا کہ ایسا پاکستان بنانے کی بجائے ایسا پاکستان نہ بنایا جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج جہاں قائد اعظم کے اس بنیادی نظریے کو آگے بڑھایا گیا ہے وہاں تاریخ اس بات کی بھی گواہی دے گی کہ جب پاکستان پیپلز پارٹی وجود میں آئی تھی اور اس نے پہلی مرتبہ غریب کے حق میں اور اقتصادی حقوق کو سیاست کے ساتھ جمع کر کے ایک نئی آواز اٹھائی تھی۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج کا یہ قانون اس سوچ کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر! مجھے بھی بولنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر، بس، اس مسئلے پر اب بحث ختم ہو گئی۔ آگے کچھ کہہ سکتے ہیں۔ جی خاکوانی صاحب! اب نیا بل لیتے ہیں۔ آگے آپ کا بل آرہا ہے۔ موقع دیجیے وقت دیکھیے۔ میں کس طرح سے کوشش کر رہا ہوں کہ اچھی کار کردگی آگے بڑھے۔

مسودہ قانون دیواروں پر اشتہار کی ممانعت پنجاب مصدرہ 1993ء

MR SPEAKER: Now, we take up the Punjab Prohibition of Expressing Matters on Walls Bill, 1993. Mr. S.A. Hameed please.

MR. S.A. HAMEED: Sir, I beg to move -

"That the Punjab Prohibition of Expressing Matters on Walls Bill, 1993, as recommended by the Standing Committee on Local Government and Rural Development, be taken into consideration at once."

MR SPEAKER: The motion is -

"That the Punjab Prohibition of Expressing Matters on Walls Bill, 1993, as recommended by the Standing Committee on Local Government and Rural Development, be taken into consideration at once."

As the motion has not been opposed, I will put the question:-

"That the Punjab Prohibition of Expressing Matters on Walls Bill, 1993, as recommended by the Standing Committee on Local Government and Rural Development, be taken into consideration at once."

(The motion was carried)

Clause 2

MR SPEAKER: Now, we take up clause by clause reading of the Bill Since there is no opposition, I put the question:-

That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 3

MR SPEAKER: Clause 3 has not been opposed, the question is:-

That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 1

MR SPEAKER: An amendment has been received in Clause 1 from Minister for law & Parliamentary Affairs. He may move the motion.

MINISTER FOR LAW & PARLIAMENTARY AFFAIRS. I move -

> "That in sub-clause (1) of Clause 1 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Local Government and Rural Development, for the figures "1993", occurring in line 2, the figures "1995" be substituted."

MR SPEAKER: The motion is:

> "That in sub-clause (1) of Clause 1 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Local Government and Rural Development, for the figures "1993", occurring in line 2, the figures "1995" be substituted."

Since the motion has not been opposed, I put the question:

> "That in sub-clause (1) of Clause 1 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Local Government and Rural Development, for the figures "1993", occurring in line 2, the figures "1995" be substituted."

(The motion was carried)

I will now put the Clause The question is:

That Clause 1, as amended, do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Preamble

MR SPEAKER: Now, Preamble of the Bill is under consideration Since there is no opposition, I put the question

The question is.

That Preamble do stand part of the Bill

(The motion was carried)

Long title

MR SPEAKER: Since long title has not been opposed, it forms part of the Bill. Mr. S.A. Hameed to move the motion.

MR. S.A. HAMEED: Sir, I move:

"That the Punjab Prohibition of Expressing Matters on Walls Bill, 1995 be passed."

MR SPEAKER: The motion is:-

"That the Punjab Prohibition of Expressing Matters on Walls Bill, 1995, be passed."

As the motion has not been opposed, I will put the question.

The question is:

That the Punjab Prohibition of Expressing Matters on Walls Bill, 1995 be passed.

(The motion was carried)

(The Bill was passed)

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر!

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب! پہلے انھیں موقع دیجیے۔

جناب ایس اے حمید: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آج کے اس تاریخی دن پر اپنے معزز اراکین اسمبلی' جناب وزیر اعلیٰ' وزیر قانون اور دیگر ممبران کو دل کی گہرائیوں سے ہدیہ تبریک پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس لیے کہ جب سے یہ اسمبلی بنی ہے' ۱۹۶۲ء سے' اس وقت سے لے کر آج تک صرف تین بل پرائیویٹ بل کے طور پر اس اسمبلی میں پاس ہوئے ہیں۔ اور یہ تیسرا بل جس کو میں نے ۱۹۹۰ء کی اسمبلی کے پہلے سیشن میں پیش کیا تھا اس کے اوپر کام ہوتا رہا اور جب کام mature ہونے کے قریب تھا تو اسمبلی کو dissolve کر دیا گیا۔ جناب سپیکر! اس وقت میں حکومتی پارٹی میں تھا۔ لیکن اس وقت کی اپوزیشن جس کے سربراہ جناب رانا اکرام ربانی صاحب تھے' اور باقی تمام ممبران نے بھی اس بل کی مخالفت نہیں کی۔ اس کے بعد جب دوبارہ ۱۹۹۲ء کی اسمبلی میں میں نے یہ بل پیش کیا تو مجھے اس بات کی انتہائی خوشی ہے کہ موجودہ حکومت کے وزیر اعلیٰ جناب میاں منظور وٹو صاحب اور جناب لاء منسٹر صاحب نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ اس کو مفاد عامہ کا بل سمجھتے ہوئے اس بات کی کوشش کی کہ اس بل کو کسی طور پہ پاس کروایا جا سکے۔ اور یہ اتفاق کی بات ہے کہ جب بھی یہ بل پرائیویٹ ممبرز ڈے پر پیش ہوا تو کسی نہ کسی طور پر یہ ایجنڈے پہ آیا تو ضرور لیکن یہ پاس نہیں ہو سکا۔ اور آج بڑی دیر کے بعد یہ موقع ملا ہے کہ ایک پرائیویٹ بل آج یہ ایوان' یہ معزز اور مقدس ایوان کم از کم صوبے کے عوام کو اس بات کا یقین دلانے میں کامیاب ہو گیا ہے کہ ہم نے ایک بل ایسا بھی پاس کیا ہے جس سے عوام کو فائدہ پہنچے گا۔ جناب سپیکر! موجودہ بل جو ہمارے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے' اس کا بنیادی فیچر یہ ہے کہ اس بل کی عدم موجودگی میں اس وقت صوبے کے در و دیوار پر جس قسم کی wall chalking اور جس قسم کا مواد موجود ہے اس سے نہ صرف ہماری نوجوان نسل' بلکہ ہمارے بچے تک متاثر ہو رہے ہیں۔ جناب سپیکر! آپ فلمی اشتہارات دیکھیں' آپ ہیلتھ کلینکس کے اشتہارات دیکھیں' آپ اس کے علاوہ جنسی قسم کے اشتہارات دیکھیں' آپ سیاسی نعرے بازی دیکھیں' آپ کو وہاں پر طبقاتی نعرے بازی لکھی نظر آئے گی۔ زندگی کے تمام شعبے جناب سپیکر!

جناب سپیکر: اور فرقہ وارانہ۔

جناب ایس اے حمید: جی ہاں۔ اس wall chalking کی بنیاد پر متاثر ہو رہے تھے۔ اور بعض اوقات

ہیلتھ کلینک والے جو الفاظ لکھتے تھے' وہ پڑھ کے شرم آتی تھی۔ بچے یہ پوچھتے تھے کہ ان کا کیا مطلب ہے۔ اور جناب سپیکر! آج یہ قوم فرقوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ ہم نے اپنے اپنے گھر علیحدہ بنا لیے ہیں۔ ہم نے فرقہ بندی اس طور پہ کی ہے کہ آج اس ملک میں لسانی بنیاد پہ' علاقائی بنیاد پہ' قومیت کی بنیاد پہ' زبان کی بنیاد پہ اور گروہی بنیاد پہ اور مہاجر اور مقامی کی بنیاد پہ ہم تقسیم در تقسیم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ جناب سپیکر! دیواریں لکھنا اور دیواریں کھڑی کرنا دونوں معیوب باتیں ہیں۔ آج اگر ہم جمہوری دور سے گزر رہے ہیں تو آج ہم نے ایک دوسرے کے درمیان جمہوری رویے کے خلاف دیواریں کھڑی کی ہیں۔ اور یہ بل ہمیں اس بات کا بھی احساس دلاتا ہے کہ جس طرح دیواروں پر لکھنا منع ہے' اسی طرح کسی کے درمیان دیواریں کھڑی کرنا بھی منع ہے۔ جناب سپیکر! ہم نے یہ دیواریں آپس میں مصنوعی بنیادوں پہ کھڑی کی ہوئی ہیں جن کی وجہ سے ہماری جمہوریت کو دھچکا لگ رہا ہے۔ اگر ہم کھلے دل کے ساتھ ان دیواروں کو گرائیں اور دیواریں لکھنا بھی چھوڑ دیں اور جو دیواریں کھڑی ہیں ان کو بھی گرا دیں تو اس ملک میں جمہوریت کی صحیح معنوں میں خدمت ہو سکتی ہے۔ جناب سپیکر! آج جمہوریت کی گاڑی پٹڑی سے اتر چکی ہے۔ جناب سپیکر! آج اس ملک میں جمہوریت خطرے میں ہے۔ اور ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت جمہوریت کے اوپر کاری ضرب لگائی جا رہی ہے۔ یہ تمام اراکین اسمبلی کا فرض ہے کہ وہ اس بات کا احساس کریں اور جمہوریت کو زندہ رکھنے کے لیے اپنے طور پہ ایک مثبت کردار ادا کریں۔ جناب سپیکر! ہم نے آپس میں بیٹھ کر اس بات کی کوشش کی ہے کہ ان جمہوری اداروں کو چلایا جائے۔ آج جو بل ہمارے سامنے ہے اس کے پیش نظر میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ملک میں جب سیاسی بنیادوں پر الیکشن ہوتے ہیں تو میں نے اس کی ایک calculation کی ہے کہ ایک الیکشن کا تقریباً تین ارب روپیہ دیواروں کی لکھائی پر خرچ آتا ہے۔ اگر یہ wall chalking کا سلسلہ ختم ہو جائے گا تو اس سے ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والا انسان بھی الیکشن میں حصہ لے سکتا ہے۔ اور جناب سپیکر! اس کے بعد دوسری بنیادی بات یہ ہے کہ wall chalking کی بنیاد پر جو ہمارے درمیان فرقہ وارانہ آگ بھڑک چکی ہے اگر یہ بل اپنی اصل روح میں نافذ کر دیا گیا تو اس سے کسی طبقے کو' کسی تنظیم کو' کسی فرقے کو ایک دوسرے کے خلاف بات کرنے کا' اپنے جذبات کے اظہار کا موقع نہیں ملے گا۔ اور جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ بل اس بات کی بھی غمازی کرتا ہے کہ اسمبلی کے ممبران کام کرنا چاہتے ہیں۔ اور اسمبلی کے ممبران قانون سازی کو initiate کرنے میں' اس کو approve کرانے میں' اس کو propose کرنے میں پوری طرح متفق ہیں' پوری طرح sincere

ہیں۔ اور یہ بل ان دوستوں کے لیے بھی' ان ممبران کے لیے بھی ایک قوت ثابت ہو گا جس کی بنیاد پہ یہ بل آج اس اسمبلی کے ذریعے پاس کیا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ کو بھی ہدیۂ تبریک پیش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے بھی کمال مہربانی سے جب بھی یہ بل آپ کے سامنے آیا آپ نے کوشش کی کہ کسی نہ کسی طور پر اس کو پاس کروایا جا سکے۔ آج کا دن ہماری اسمبلی کا اس لحاظ سے تاریخی دن ہے کہ آج ہم نے ایک قانون سازی کی پرائیویٹ لیول پہ ابتداء کی ہے۔ اور یہ جو ذمہ صرف ہم نے لے رکھا تھا کہ ہم جو سیاسی لوگ ہیں ہم نے اپنی ذمہ داریاں تقسیم کی ہیں۔ ان کی تقسیم بڑی غلط ہے۔ اگر جناب سپیکر! آپ ملاحظہ فرمائیں تو جو کام ہمارا ہے وہ انتظامیہ نے لے رکھا ہے۔ تعیناتیاں' ترقیاں' تقرریاں' تبادلے' یہ کام آج منتخب نمائندے کر رہے ہیں۔ اور جو کام ان کا ہے وہ ہم کر رہے ہیں اور جو کام ہمارا ہے' قانون سازی کا' وہ آرڈیننس کی شکل میں ہمیں ایک بنا بنایا قانون دے دیا جاتا ہے اور وہ قانون صوبے کے عوام پر لاگو ہو جاتا ہے۔ جناب سپیکر! صرف اس قدم سے legislators کو ایک نیا موقع ملے گا کہ وہ قانون سازی کے لیے آگے بڑھیں اور صحیح معنوں میں صوبے کے عوام کی نمائندگی کرتے ہوئے مثبت انداز میں مفاد عامہ کے تحت قانون سازی کریں جس سے پورے ملک کا فائدہ ہو گا۔

میں وزیر قانون صاحب کا اور وزیر اعلیٰ صاحب کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے اس بل کو پاس کروانے کے لیے کسی قسم کی انا کا مسئلہ کھڑا نہیں کیا اور صوبے کے عوام کو ایک اچھا موقع دیا ہے کہ وہ اس بل کے ذریعے صوبے میں جو غلط قسم کی دیواریں کھڑی گئی ہیں اس کو ختم کرنے میں ایک اہم کردار ادا کریں۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: جی' آپ فرمائیے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: مہربانی جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: مختصر۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جی مختصر ہو گا اور relevant ہو گا۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں آپ کو اور تمام اپنے بھائیوں کو اللہ تعالیٰ کے اس بابرکت مہینے کی آمد پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ہم اس کو بڑا light لیتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے اور آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب روزے کے اجر کا اعلان کیا جائے گا تو تمام لوگ اور خصوصی طور پر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خواہش کرے گی کہ کاش بارہ مہینے رمضان المبارک ہوتا۔ بہرحال اللہ

تعالیٰ نے ہمیں زندگی میں یہ موقع عطا فرمایا کہ آج ہم نے یہ دن دیکھا۔ اللہ اس کی برکتیں اور فضیلتیں ہمارے شامل حال فرمائے۔ آج نہایت ہی افہام وتفہیم کی فضا میں اتفاق رائے سے یہ جو دو تاریخی بل پاس ہوئے میں سمجھتا ہوں اس میں بھی شاید رمضان المبارک کی مہربانیاں اور اس کی فضیلت کار فرما تھی۔

جناب سپیکر: شاید نہیں، یقیناً۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جی یقیناً ۔ یقیناً رمضان المبارک کی مہربانیاں اور اس کی فضیلت کار فرما تھی۔

جناب سپیکر: اب یہ دعا نہ مانگ لیجیے گا کہ کہیں اللہ کرے بارہ مہینے روزے رکھنے پڑیں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر! اس بارے میں میں یہ کہوں گا کہ ہمارا دین مکمل ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب والا! ہمارا دین مکمل ہو چکا ۔ اب اس میں ترمیم نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر صرف تیس دن کے روزے فرض کیے ہیں۔

جناب سپیکر: یعنی اللہ میاں نے اپوزیشن کا رول ختم کر دیا ہے۔ بسم اللہ۔ آپ بات مکمل کیجیے۔ بہت قیمتی وقت ہے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: بہرحال جناب سپیکر! میں اس وقت صرف اتنی گزارش کرنا چاہتا تھا کہ جناب قائد ایوان جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی بڑی دل پذیر تقریر کی ہے۔ وزیر قانون نے بھی اپنے بے پناہ محبت بھرے الفاظ سے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ لیکن میں سن رہا تھا اور دیکھ رہا تھا کہ کہیں وہ ان فقیروں کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ جن کا خون بھی اس گلستان کی تزئین میں شامل ہے۔ میری مراد رانا فاروق سعید صاحب سے ہے جو تشریف فرما ہیں اور جو ہماری ریونیو کمیٹی کے چیئرمین ہیں۔ میں بھی اس کمیٹی کا ممبر تھا ۔ انعام اللہ خان نیازی صاحب بھی ممبر تھے۔ جناب سپیکر! آج میں اس ایوان کے ریکارڈ پر یہ بات لانا ضروری سمجھتا ہوں اور حق تو یہ تھا کہ وزیر قانون صاحب اس کا تذکرہ کرتے کہ ex-officio وزیر مال جناب نوابزادہ منصور احمد خاں نے سٹینڈنگ کمیٹی کے اجلاس کے آخری دن جب

ہم نے اس بل کو پاس کیا تو انہوں نے برملا طور پر کہا کہ میں یہ بات ریکارڈ پر لاؤں گا کہ اپوزیشن کے ممبران نے جتنی تیاری کی اور جتنے خلوص دل سے اس بل میں نکات شامل کیے' خدشات ظاہر کیے اور ان کو دور کرنے میں اپنا تعاون پیش کیا ان کا کردار اور ان کو خراج تحسین یہ تمام الفاظ میں ریکارڈ پر لاؤں گا۔ لیکن یہاں کوئی بات نہیں کی گئی۔ چلو کوئی بات نہیں۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے۔ البتہ اس موقع پر میں یہ ضرور کہوں گا کہ وزیر اعلیٰ جناب میاں منظور احمد وٹو صاحب شاید اس بارے میں کوئی سوچ رکھتے ہوں۔ اور یقیناً رکھتے ہوں گے کہ وہ جو سات ہزار چکوک حکومت کی ملکیت والے ہیں اور میں نے سٹینڈنگ کمیٹی کے اجلاسوں میں بھی یہ کہا تھا کہ جناب سپیکر! ان بے چاروں کا کیا قصور ہے کہ ان کو مالکانہ حقوق کیوں نہیں جا رہے یا اس بل میں یہ تخصیص کیوں کی جارہی ہے کہ پرائیویٹ پراپرٹی کو تو آپ شامل کر رہے ہیں لیکن حکومتی زمین کو مستثنیٰ کر رہے ہیں ۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک ایگزیکٹو آرڈر کے ذریعے ہم انہیں مالکانہ حقوق دیں گے ۔ لیکن جناب سپیکر! کیا اس میں یہ خدشہ حقیقت پر مبنی نہیں کہ مالکانہ حقوق جب آپ ایگزیکٹو آرڈر کے ذریعے دیں گے تو پھر اس میں زیادہ تر اپنے منظور نظر افراد شامل ہوں گے؛ لیکن اس قانون کے ذریعے جو بھی جہاں بیٹھا ہے وہ تو آج سے مالک بن گیا۔ لہذا میں یہ خلوص دل سے گزارش کروں گا کہ اس پر اگر آپ کوئی پیش رفت کر سکیں تو مہربانی فرما دیں۔

جناب سپیکر۔ اب آپ تشریف رکھیں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی۔ جناب والا! صرف چند الفاظ وال چاکنگ کے بل کے متعلق عرض کروں گا۔ جناب والا ! میں جناب ایس اے حمید صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ یہ بل دو اسمبلیوں کو کھا گیا۔ آج اللہ نے اس اسمبلی کو اس بل کے ذریعے بچا لیا۔ اور یہ پاس ہو گیا۔ جس میں جہاں فرقہ واریت ' جہاں فحاشی' عریانی اور ساری چیزیں تھیں وہاں جناب والا! بہت ہی مضحکہ خیز قسم کی بھی باتیں شامل تھیں۔ میں اپنی بات کرتا ہوں۔ ملتان میرا انتخابی حلقہ ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے انعام کے طور پر مجھے تین چار حج کرائے تو میں الحاج بن گیا۔ ماں باپ کی دعاؤں سے میں نے قرآن شریف حفظ کیا تو میں حافظ بن گیا۔ اب دیواروں پر لکھا تھا کہ الحاج حافظ محمد اقبال خان خاکوانی' امیدوار صوبائی اسمبلی۔ جناب سپیکر! الیکشن گزرنے کے بعد ایسا ہوا کہ الحاج حافظ محمد اقبال بنگالی بابا' جادو ٹونے کے ماہر الحاج اور حافظ کو کھا گئے۔ آگے لکھا ہوا تھا محمد اقبال خاکوانی (قہقہے) جناب والا! واقعی میں آج الحمد للہ نہایت خلوص کے ساتھ کہوں گا کہ جہاں وزیر اعلیٰ پنجاب جن کے

متعلق ظاہر ہے کہ میں حسن ظن رکھتا ہوں۔ انہوں نے نہایت خلوص سے کہا کہ آج ہمارے ہزاروں دیہاتوں میں جہاں روشنی اور خوشی کی کرنیں بکھریں گی وہاں حقیقت یہ ہے کہ آج ہمارے شہر بھی صاف ستھرے اور جنہیں ہم تہذیب یافتہ کہہ سکیں گے اور الحمد للہ اس موقع پر میں پورے ایوان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری ڈیوٹی ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

آخر میں جناب والا! میں صرف ایک فقرہ کہوں گا کہ اگر آپ مثبت قدم اٹھائیں تو آپ دیکھیں گے کہ یہاں سے اپوز نہیں ہو گا۔ یہ پہل آپ کو کرنی پڑے گی۔ آپ خلوص دل سے مفاہمت کی فضا پیدا کریں تو ہمارے سر میں کوئی درد نہیں ہے۔ یہ وزیر اعلیٰ' قائد ایوان کے بالکل سامنے قائد حزب اختلاف کی کرسی چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے کہ وہ بھی مفاہمت کی فضا مانگتی ہے۔ میں اپنے قائد ایوان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ وہ کہیں کہ جناب قائد حزب اختلاف کو ہم یہاں ہاؤس میں لے آتے ہیں۔ لیکن نہیں۔ اس معاملے میں پتا نہیں ان کی وہ جو مفاہمت کی حس ہے وہ گم کیوں ہوجاتی ہے؟ بہرحال شکریہ۔

جناب سپیکر: مہربانی۔ جناب لاء منسٹر یا قائد ایوان بات کریں گے؟ میں قائد ایوان کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

وزیر اعلیٰ: شکریہ جناب سپیکر! آپ کی مہربانی سے ہمارے معزز دوستوں نے شکوک و شبہات کے سلسلے میں جو اظہار کیا ہے میں اس کے بارے میں بات کروں گا۔ میں وال چاکنگ کے بل کے بارے میں دوچار منٹ لوں گا۔ اور اس سے پہلے جناب والا! آپ کے توسط سے چونکہ وزیر قانون کی بجائے حقوق ملکیت کا بل پاس ہونے پر میں نے اظہار خیال کیا۔ وزیر قانون اس کا اظہار خیال کرتے کیونکہ انہوں نے ایوان میں ساری dealing کی تھی اور سٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین صاحب اور سٹینڈنگ کمیٹی کے معزز اراکین سے بھی ان کا رابطہ رہا۔ اس لیے اگر وہ بات کرتے تو یقیناً وہ اپنے اظہار خیال میں سٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین اور معزز اراکین کا شکریہ ادا کرتے۔ لیکن چونکہ میں نے بات کی اس لیے مجھے ہی اس کی تلافی کرنی ہے۔ تو آپ کے توسط سے جناب والا! میں سٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین جناب رانا فاروق صاحب اور معزز اراکین جن میں ہمارے بھائی حافظ محمد اقبال خان خاکوانی بھی شامل ہیں ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس بل کو پاس کرنے میں process کرنے میں بہت تعاون کیا۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور نہ صرف یہ تعاون کیا بلکہ اس حد تک تعاون کیا کہ معزز اراکین

اپوزیشن جو اس سٹینڈنگ کمیٹی میں رانا فاروق صاحب کے ساتھ موجود تھے وہ میٹنگ کے وقت زیادہ تعداد میں تھے اور زیادہ تعداد میں ہونے کے باوجود انہوں نے اس بل کو اپوز نہیں کیا اور اس کی معاونت کی اور اس کو پاس کیا۔ میں اپوزیشن کے ان اراکین کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جو اس سٹینڈنگ کمیٹی میں موجود تھے۔(نعرہ ہائے تحسین)

میرے محترم بھائی سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب نے اور جناب خاکوانی صاحب نے اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ اس بل کو تو ہم نے پاس کر دیا اب اس پر عمل درآمد جو ہے وہ اگر منصفانہ انداز میں ہو گا' اگر غیر جانبدارانہ انداز میں ہو گا تو ہم سمجھیں گے کہ حکومت نے نیک نیتی کے ساتھ صرف ان محروم طبقوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے ' ان کو عزت نفس دینے کے لیے اور ان کے کھوئے ہوئے حقوق کی بحالی کے لیے یہ بل پاس کیا۔ تو میں اپنے ان بھائیوں کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ یہ بل ان تمام محروم طبقوں کے لیے ہم نے پاس کیا ہے کہ جو دیہات میں بستے ہیں لیکن بے زمین ہیں اور گھروں کے مالک نہیں ہیں۔ اس پر عمل درآمد ہم بغیر کسی discrimination کے کریں گے۔ میں آج اس معزز ایوان میں جناب سپیکر! آپ کے توسط سے یقین دلاتا ہوں کہ ہم اس میں کسی قسم کی کوئی تفریق، کسی جماعت کی تفریق' کسی طبقے کی تفریق' کسی حزب اقتدار کی تفریق' کسی حزب اختلاف کی تفریق روا نہیں رکھیں گے اور پنجاب کے سات کروڑ انسانوں کے حقوق کی بحالی کے لیے یہ مسودہ قانون جو آج آپ نے پاس کیا ہے۔ اس پر بغیر کسی تفریق کے عمل درآمد کیا جائے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین) میں کہوں گا کہ جہاں کہیں اس میں کسی قسم کی کوئی discrimination ہمارے کسی معزز رکن کے نوٹس میں آئے تو وہ ہمارے نوٹس میں لائیں۔ ہم ان کا شکریہ ادا کریں گے اور اس کا ازالہ کریں گے۔

جناب سپیکر! میں وال چاکنگ کے بل پاس کرنے میں بھی معزز ایوان کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ یہ دراصل ایس ۔ اے حمید صاحب کی بہت لازوال کوششوں کا نتیجہ ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں اسمبلی کا سپیکر تھا اور ایس ۔ اے حمید صاحب یہ بل لے کر آئے تھے تو میں نے اس وقت بھی بطور سپیکر اسمبلی ان کے بل کی حمایت کی تھی اور میں اس وقت بھی چاہتا تھا کہ یہ بل پاس ہو جائے۔ کیونکہ ایک تو اس لحاظ سے میں چاہتا تھا کہ ہمارے معزز اراکین میں قانون سازی کو initiate کرنے کا اور قانون سازی کرنے کا شوق پیدا ہو۔ آج بھی ایس ۔ اے حمید صاحب کے بل کو انہی کی طرف سے

موو کرانے کو اس لیے سپورٹ کیا ہے کہ موجودہ حکومت پرائیویٹ ممبرز کی طرف سے قانون سازی کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔(نعرہ ہائے تحسین) اس میں کوئی انا کا مسئلہ ہم نہیں بنانا چاہتے۔ ایس ۔ اے حمید صاحب ٹریژری بنچز پر بیٹھے تھے اور اس وقت اپوزیشن کے لیڈر رانا اکرام ربانی خان تھے۔ انہوں نے اپوزیشن لیڈر کی حیثیت سے بھی اس بل کو سپورٹ کیا تھا۔ لیکن ایس۔ اے حمید صاحب کو یاد ہو گا کہ ان کی اپنی پارٹی نے ان کی طرف سے پیش کئے گئے بل کو سپورٹ نہیں کیا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ بل سابقہ دور میں پاس نہ ہو سکا۔ آج ہمیں یہ توفیق نصیب ہوئی کہ پرائیویٹ ممبر کی طرف سے پیش کئے گئے بل کو سارے ایوان نے پاس کیا ہے اور اس کے سلیے میں ایس۔ اے حمید صاحب کی کوششوں کو ' ان کی اسمبلی کی کارروائی میں دلچسپی کو ' ان کی طرف سے مسودہ ہائے قوانین پرائیویٹ ممبر کے طور پر پیش کرنے کی کوششوں کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین) ساری اسمبلی کے ممبرز کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے آج اس عوامی مفاد کے بل کو پاس کیا اور پنجاب کی دیواروں کی غلاظت دور کی۔ پنجاب کے در و دیوار کو پلوشن سے پاک کرنے میں ' اس کو صاف ستھرا کرنے میں اور پنجاب کو ایک صاف ستھرا صوبہ بنانے میں ہمارے شہروں 'ہمارے دیہاتوں اور ہماری سڑکوں کو صاف ستھری سڑکیں اور صاف ستھرے شہر بنانے میں ایک کردار سرانجام دیا۔ یہ ایک تاریخی کام ہے کہ جو آپ نے کیا ہے۔ دنیا کی اسمبلیاں چھوٹے چھوٹے کاموں میں لیجسلیشن کرتی ہیں۔

جناب سپیکر! اس موقعے پر میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس ایک مسئلہ شارع قائد اعظم پر جلوس نکالنے کا ہے۔ حکومت کی طرف سے بھی ہم آپ کو ہر طریقے سے اس کا تعاون دینے کے لیے تیار ہیں اور تعاون دے رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اپوزیشن بھی آپ کو اس سلسلے میں تعاون دے گی کہ جو طریق کار آئے دن شارع قائد اعظم پر کاروبار کا ہوتا ہے' جو معمول کی زندگی کا ہوتا ہے' جس طریقے سے شیشے ٹوٹتے ہیں اور جس طریقے سے ہمارے قومی وقار کو دھچکا لگتا ہے' اس کے نتیجے میں لاٹھی چارج بھی ہوتا ہے' اس کو بھی میں کوئی اچھا نہیں سمجھتا۔ لیکن شارع قائد اعظم پر یہ جو جلسے جلوس کا سلسلہ ہے۔ یہ معاملہ آپ کے پاس ہے۔ اس کو آپ اگر لیجسلیشن کی صورت میں لانا چاہیں تو بھی حکومت آپ کے ساتھ تعاون کرے گی۔ میں اپوزیشن سے امید کرتا ہوں کہ موجودہ ماحول میں یہ ایک بہت عمدہ کارنامہ ہو گا اور آپ ٹھنڈے دل سے سوچیں گے' اپنے طور پر جس وقت بیٹھ کر سوچیں گے تو مجھے یقین ہے کہ آپ بھی اس کی حمایت کریں گے۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا

کرتا ہوں۔ بہت مہربانی۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب سپیکر! مینوں ایس گل دی حیرانی ہوئی اے کہ قائد حزب اقتدار نے میرا ناں نہیں لئیا۔ میں کہیا اے کہ شاید میرے ناں دے نال کرنٹ اے۔

جناب سپیکر ، نہیں - نہیں۔ بڑی کشش ہے آپ کے نام میں۔ لاء منسٹر صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون ، جناب سپیکر! میں اب مختصر ہی عرض کروں گا۔

جناب سپیکر ، قائد ایوان کے بعد تو ذرا مختصر ہی کرنا چاہیے اور بہت ضروری ہو تو۔

وزیر قانون ، جی' جناب سپیکر! آج کا دن قانون سازی اور اعلیٰ پارلیمانی روایات قائم کرنے کا دن ثابت ہوا ہے اور ملک و صوبے کے اندر سیاسی کشمکش اور گھٹن کے ماحول میں جس افہام و تفہیم کا مظاہرہ کیا گیا ہے اس کے لیے میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے اراکین اور قائدین کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! پارلیمانی نظام کی بقاء اور اس کی مضبوطی کے لیے ' اس کے استحکام کے لیے آج ایک مثالی رویے کا مظاہرہ کیا گیا ہے اور میں محسوس کرتا ہوں---

جناب انعام اللہ خان نیازی ، پوائنٹ آف آرڈر ---

جناب سپیکر ، جی' پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے وزیر قانون صاحب کو بھی ایک گزارش کرنا چاہوں گا کہ میرا خیال ہے کہ یہ تعریفوں کے قصیدے ختم کئے جائیں اور اب کام کی بات کی جائے۔ آگے چلا جائے۔ ایک تقریر ختم ہوتی ہے تو قصیدوں کی دوسری تقریر شروع ہو جاتی ہے۔ تو براہ مہربانی آپ سے گزارش ہے کہ اس کو آگے چلایا جائے

جناب سپیکر ، کلمۂ خیر اچھا ہوتا ہے۔ بیٹھیے ذرا۔ آپ ہی کی تعریف ہو رہی ہے۔

وزیر قانون ، جناب سپیکر! افہام و تفہیم کی فضاء پیدا کرنا پارلیمانی روایات کو قائم کرنا اور ان کا ذکر کرنا ' انہیں آگے لے کر چلنے کی بات کرنا اور اس کے لیے کاوشیں کرنے والوں کو خراج تحسین پیش کرنا ہی جمہوریت ہے اور یہ جمہوری عمل ہے اور اس جمہوری عمل سے دور رہنا یقیناً" قانون سازی کے

عمل میں رخنے پیدا کرنے کے مترادف ہوتا ہے جناب سپیکر! میں walls chalking کے بل کے حوالے سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ حکومت نے اپنی طرف سے walls chalking کے لئے مسودہ قانون تیار کیا پنجاب کابینہ نے اس کی منظور دی لیکن جناب ایس۔ اے حمید صاحب کی جو خواہش تھی کہ walls chalking کے لئے مسودہ قانون پرائیویٹ ممبرز کی طرف سے آنا چاہیے ہم نے اسے support کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے تیار کردہ مسودہ قانون پیچھے کر لیا اور ان کا بل اسمبلی میں لانے کے لئے حکومت کی طرف سے خیر سگالی کے جذبات کا مظاہرہ کیا جناب سپیکر! میں یہاں رانا اکرام ربانی صاحب اور ایس۔ اے حمید صاحب کی دیرینہ کاوشوں کے ساتھ ساتھ چودھری صداقت علی اور وصی ظفر صاحب کا بھی ضرور ذکر کرنا چاہوں گا کہ ان دوستوں نے بھی walls chalking کے لیے مسودہ قانون اسمبلی میں دیا تھا اور انہوں نے ہمارے کہنے پر اور اسمبلی کے اندر ماحول کو بہتر بنانے کے لئے ایس۔ اے حمید کے ساتھ تعاون کیا اور اس طریقے سے مشترکہ اور متفقہ بل ایوان میں آیا۔ جناب سپیکر! اس بل کے نتیجے میں صوبوں کے اندر جہاں دیواروں کی غلاظت ختم ہو جائے گی وہاں میں یہ سمجھتا ہوں کہ ماحول کی آلودگی بھی ختم ہو گی اور اس کے لیے آج اسمبلی کے اراکین نے جس انداز میں قانون سازی کے عمل میں حصہ لیا ہے اس کے لیے میں انہیں ضرور خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں اس لیے کہ پرائیویٹ اراکین اسمبلی دیگر امور میں تو دلچسپی لیتے ہیں دیگر معاملات میں دلچسپی لیتے ہیں لیکن اکثر یہ مختلف طبقوں کی طرف سے شکایت آتی ہے کہ قانون سازی کے عمل میں اراکین اسمبلی شاید زیادہ سنجیدہ نہیں ہوتے۔ لیکن آج کی قانون سازی نے ثابت کیا ہے کہ اراکین اسمبلی محض حکومت کی طرف تیار کردہ مسودات ہی پاس نہیں کرتے یا ان میں حصہ نہیں لیتے بلکہ ان میں اپنی صلاحیتیں موجود ہیں اور وہ اپنی صلاحیتوں کے نتیجے میں مفاد عامہ کے بل تیار کرتے ہیں پیش کرتے ہیں اور انہیں پاس کرنے کے لیے ایوان کی کارروائی میں حصہ لیتے ہیں۔ جناب والا! آج کی اس قانون سازی کے نتیجے میں میں توقع کرتا ہوں کہ دوسرے اراکین اسمبلی کے ذہنوں میں بھی صوبے کے عوام کی بہتری کے لیے ان کے مفاد کے لیے جو سوچ موجود ہے اسے وہ قانونی شکل دے کر قانونی مسودے کی شکل میں ایوان میں لائیں گے انشاء اللہ اسے بھی ہم قانونی شکل دینے کے لیے ان کے ساتھ تعاون کریں گے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، آپ کا بہت شکریہ۔

میاں معراج دین، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں صرف آپ سے یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ فاضل ممبر کو ذرا بتا دیں کہ ایوان کا decorum کیا ہوتا ہے' کیونکہ فاضل وزیر قانون تقریر کر رہے تھے اور کچھ فاضل اراکین ان کے سامنے سے گزر رہے تھے۔

جناب سپیکر، جی ٹھیک ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

میاں عمران مسعود، جناب سپیکر! ابھی وزیر قانون صاحب نے جس انداز میں اپنی بات اس ایوان میں بتائی ہے میں اپنے معزز ساتھی جناب ایس۔ اے حمید صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ وزیر قانون صاحب کی ایک suggestion تھی کہ دوسرے ممبران کے ذہن میں اگر کوئی ایسی بات ہو جس کو وہ legislation کے ذریعے سے لانا چاہتے ہیں وہ اسے welcome کریں گے میں ان کی اس proposal کو accept کرتا ہوں اور میں یہ چاہوں گا کہ ہماری طرف سے آئندہ جتنے بھی بل آئیں گے جو مفاد عامہ کی خاطر لائے جائیں گے وہ سیاست کی بھینٹ نہیں چڑھیں گے میں ان سے صرف یہی commitment چاہتا ہوں۔ بہت بہت شکریہ۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! افہام وتفہیم کے حوالے سے آج تقریباً سارا دن بات ہوتی رہی ہے اسی حوالے سے اور کل کے حوالے سے اور صبح حزب اختلاف کی ایک کمیٹی کی طرف سے آپ کے چیمبر میں ہونے والی بات چیت کے سلسلے میں جو کہ کل point of privilege پر بات ہو رہی تھی کہ Leader of the Opposition کو اسمبلی کے اجلاس میں لانے کے لئے جناب کچھ اپنی پیش رفت کریں گے اس سلسلے میں میں جناب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ جناب نے فرمایا تھا کہ کل تک سوچ کر میں اسمبلی میں بتاؤں گا تو اس سلسلے میں کیا کوئی پیش رفت ہو رہی ہے کہ لیڈر آف دی اپوزیشن چودھری پرویز الہی کو اجلاس میں لایا جائے؟

جناب سپیکر، میں بھی صبح سے اجلاس میں بیٹھا ہوں البتہ میں نے پتا کیا تھا آج ہی شاید ضمانتیں move ہو رہی ہیں آج دیکھتے ہیں کہ کورٹ میں کیا ہوتا ہے اس کے بعد جو میری آپ سے بات ہوئی ہے اس کے مطابق میں سوچ کر ان شاء اللہ ضرور عمل کروں گا۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید، جناب سپیکر! میں سیکرٹری اسمبلی جناب ڈاکٹر ابوالحسن نجمی صاحب کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں اور میں یہ miss کر گیا تھا۔ انہوں نے اس بل میں میری بہت زیادہ معاونت کی ہے میں دل کی گہرائیوں سے بھی ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ یہ حقیقت ہے کہ ان دونوں بلوں کے سلسلے میں جہاں اراکین اسمبلی اور ہمارا یہ سارا ہاؤس مبارک باد کا مستحق ہے اس کے پیش کرنے والے مبارک باد کے مستحق ہیں وہاں یقیناً اسمبلی کا عملہ بھی مبارک باد کا مستحق ہے جو ہر طرح سے اراکین اسمبلی کی مثبت کوششوں میں اپنی طرف سے contribute کرتا ہے آج کے دن جو دو قانون آپ نے منظور کئے ہیں مجھے بھی یقین ہے کہ اس سے ہمارے دیہات اور ہمارے شہروں کا نقشہ مثبت طور پر بہتر طور پر بدلنا شروع ہو گا اور میں یہ امید کرتا ہوں کہ جس طرح دونوں فریقوں نے باہم تعاون سے ایک دوسرے کے بلوں میں دلچسپی سے کر تعاون کیا ہے یہ تعاون آئندہ بھی جاری رہے گا۔ اس موقع پر میں اللہ تعالیٰ کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جس نے آج بطور سپیکر مجھے یہ شرف دیا ہے کہ اس ماحول میں دونوں فریقوں کے باہمی تعاون سے پنجاب کے عوام کے حق کے لیے ان کی بہتری کے لئے آج یہ دو قوانین پاس ہوئے ہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس ایوان میں جہاں ناخوش گوار واقعات کی بہت بہتات ہے وہاں آج جیسے خوبصورت اور اچھے دن کو مثال بنا کر آگے بڑھنے کی روش اپنائی جائے گی اور ان شاء اللہ میں یقین رکھتا ہوں کہ نہ صرف پورے پاکستان میں اس اسمبلی کی کارکردگی سب سے بہتر ہو گی' بلکہ دنیا میں جہاں جہاں جمہوری ایوان ہیں ان میں اس ایوان کی کار کردگی ایک مثال کے طور پر پیش کی جایا کرے گی۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر! اس خوشی کے موقع پر میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جہاں نجمی صاحب نے اپنی قابلیت ظاہر کر ہی دی ہے تو پھر قائم مقام کی بجائے انہیں مستقل سیکرٹری بنا دیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ کس نے کہا ہے یہ کس طرح کی بات ہے یہ اخباروں میں آتی ہے یہ باقاعدہ پورے سیکرٹری ہیں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: آپ خود دیکھ لیں۔ یہ اخباروں میں پھر کیوں آ رہا ہے؟

جناب سپیکر: نہیں۔ اس کو ہم خارج کرتے ہیں۔ نہ انہوں نے کہا ہے نہ اس کی ضرورت ہے۔ یہ پوری طرح سے یہاں سیکرٹری ہیں۔

صوبے میں مہنگائی پر بحث (۔۔۔جاری)

جناب سپیکر: اب مہنگائی پر بحث جاری رہے گی۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: میجر سیف اللہ صاحب کل اپنی تقریر فرما رہے تھے اور اس وقت ہاؤس adjourn ہو گیا تھا۔ اب میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنی تقریر جاری کریں۔

میجر (ریٹائرڈ) سیف اللہ چیمہ: شکریہ جناب سپیکر! میں آج اپنی بات وہیں سے شروع کرتا ہوں جہاں تک کل بات پہنچی تھی۔

جناب سپیکر! اس قسم کے دور میں جہاں پر لوگوں کی نظریں دوسروں کی جیبوں پر ہوتی ہیں آج اس قسم کا دور ہے جب دوسرے کا حق مارنے والے کے چہرے پر ندامت کا پسینہ تک نہیں آتا جناب والا! صبح آنکھ کھلنے سے لے کر رات کو سونے تک ہمارے معاشرے کے اندر دولت کمانے کے گر ایجاد ہوتے ہیں جہاں پر اس طرح کی دولت کی چاہت ہو وہاں پر مہنگائی نہیں ہو گی تو پھر اور کیا ہو گا؟ جناب سپیکر! کل بھی میں نے اپنی تقریر میں گزارش کی تھی کہ جب تک مہنگائی کے محرکات کا جائزہ نہیں لیا جائے گا اس کا ازالہ بھی نہیں ہو سکے گا۔ ہم ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہراتے رہتے ہیں۔ اپوزیشن حکومت وقت کو مورد الزام ٹھہراتی ہے۔ حکومت موجودہ اپوزیشن کو یا پچھلی حکومت کو مورد الزام ٹھہراتی ہے کہ یہ ان کی وجہ سے ہوا ہے۔ جناب سپیکر! پاکستان کے اندر خاص طور پر پنجاب کے اندر، چونکہ پنجاب کی بات ہو رہی ہے۔ لیکن مہنگائی چونکہ پورے ملک کے اندر ہے تو میں اس لحاظ سے بات کروں گا کہ جب تک ان محرکات اور ان وجوہات کا ازالہ نہیں ہو گا پاکستان کے اندر مہنگائی کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ یہ پاکستان کے باسیوں کا مقدر رہے گی۔ کیوں ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ پاکستان بنا تو ساڑھے چار کروڑ آبادی والے ملک میں جس کو ویسٹ پاکستان کہا جاتا تھا آج وہاں سولہ کروڑ کی آبادی رہتی ہے۔ کیا ہم نے وسائل میں ترقی کی۔ کتنے فیصد ترقی ہوئی؟ جب وسائل میں ترقی نہیں ہو گی تو مہنگائی ہو گی۔ کوئی بھی حکومت ہو وہ اس کا ازالہ نہیں کر پائے گی، اس پر کبھی بھی کنٹرول نہیں کر پائے گی۔

جناب سپیکر، یہ نمود و نمائش لاہور کی سڑکوں پر دیکھیے۔ ہر ماڈل کی گاڑیاں، چار چار دس دس کنال کے بنگلے، یہ کیا ہیں؟ یہ کس طرح بنتے ہیں؟ یہ دولت سے بنتے ہیں۔ تو جن کے پاس یہ چیزیں

نہیں ہیں وہ ان کو حاصل کرنے کے لیے دولت کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں۔ اور گلا کٹتا ہے غریب آدمی کا جو کہ یہ سب کچھ حاصل نہیں کر سکتا ۔ اس کو اور دبایا جاتا ہے ' اور دبایا جاتا ہے ۔ لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ بدقسمتی سے ہمارے ہاں چونکہ ایک رواج ہے کہ اگر غریب آدمی کو بھی کبھی موقع ملے گا تو وہ بھی) دولت کمانے کے پیچھے چلا جائے گا۔ وہ بھی ایسا ہی کرے گا۔ یہاں پہ آپ کو کوئی بنیادی قدم اٹھانا چاہیے ۔ قدم اٹھانا پڑے گا ۔ میں اپنی تقریر کے آخر میں اس کے بارے میں بھی کچھ عرض کروں گا۔ میں گزارش کرنا چاہوں گا کہ دولت کے بل بوتے پر یہاں حکومتیں بدلتی رہی ہیں۔ دولت کے بل بوتے پر یہاں اقتدار ملا ہے ۔ دولت کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ میں کسی طرف خصوصی طور پر اشارہ نہیں کرنا چاہتا لیکن آپ سب جانتے ہیں ' پورا ایوان جانتا ہے بلکہ پورا پاکستان جانتا ہے کہ دولت کے بل بوتے پر لوگ اسمبلیوں میں پہنچتے ہیں اور دولت کے بل بوتے پر لوگ اقتدار کی highest مسند پر پہنچے ہیں۔ دولت جب اتنی ضروری ہو گئی ہے تو دولت کمانے کے لیے اس ملک کے اندر ہر کام جائز سمجھا جاتا ہے۔ مہنگائی ہو گی۔ کل بھی میں نے بات کی تھی کہ یہاں کوئی بھی اپنا منافع دو یا چار یا دس فیصد تک نہیں رکھتا بلکہ دو سو سے چار سو فیصد تک منافع ہمارے تاجر اور صنعتکار کمانا چاہتے ہیں۔ کیا وہ اس ملک کے شہری نہیں ہیں؟ وہ پاکستانی نہیں ہیں؟ کیا ان کی کوئی obligation نہیں ہے؟ میں ان سے بھی گزارش کرنی چاہوں گا کہ اپنا چہرہ بھی دیکھیے۔ اپنے گریبان میں بھی جھانکیے ۔ صرف حکومت کو کہہ دینا کہ ہماری انڈسٹری نہیں چل رہی ۔ یہ نہیں ہو رہا وہ نہیں ہو رہا۔ ان سارے کاموں کے لیے ہم ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہراتے رہتے ہیں۔ یہاں کی بیوروکریسی دیکھیے ۔ اس ملک کی بیوروکریسی نے اس ملک کو اپنی جاگیر سمجھ لیا ہے ۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا دماغ باقی چودہ یا پندرہ سو کروڑ لوگوں سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ اور وہی اس ملک کو چلا سکتے ہیں۔ وہ ایسے اس لیے ہوا ہے کہ سیاست کے اندر جو لوگ آئے ہیں وہ پیسے کے بل بوتے کے اوپر آ رہے ہیں۔ صحیح لوگ کہ جن کو اسمبلیوں میں پہنچنا چاہیے وہ نہیں پہنچ پا رہے ۔ آج جو بھی کچھ ہوتا ہے۔ آپ دیکھیں حکومتوں میں ہوتا کیا ہے؟ جس کی جتنی nuisance value ہے اسی لحاظ سے عہدے ملتے ہیں۔ credibility یا قابلیت کوئی criteria نہیں ہوتا۔ جب پالیسیاں بیورو کریسی بنائے گی ' جب قانون سازی بیورو کریسی بنائے گی تو پھر وہ قانون جتنے بھی ہوں گے انہی کے بنائے ہوئے ہوں گے اور اسی کے تابع چلیں گے ۔ ہمیں کیا بنیادی تبدیلیاں کرنی چاہییں۔ اسمبلی میں بیٹھنے والے لوگ

بنیادی تبدیلیاں کرتے ہیں تب جا کے یہ باتیں بنتی ہیں۔ جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ جتنی بھی ہم لمبی باتیں کرتے رہیں مہنگائی اس ملک سے ختم ہونے والی نہیں۔ جب تک ہم آبادی میں شرح اضافہ کو کنٹرول نہیں کریں گے اور جب تک ہم اپنے وسائل کو بڑھائیں گے نہیں اس وقت تک مہنگائی پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔ اس ملک کو زراعت میں بھی آگے جانا چاہیے اور انڈسٹری میں بھی بہت آگے جانا چاہیے ۔ لیکن اس کے لیے دیرپا پالیسیاں نہیں بن رہیں۔ پاکستان کوریا سے آگے جا سکتا ہے ۔ اگر میں چاہوں تو اس پر بہت لمبی بات ہو سکتی ہے۔ لیکن میں یہاں پر اپنی بات ختم کرنا چاہوں گا ۔ کل بھی میں نے بات کی تھی کہ اس سال کا ایک مہینہ گزر چکا ہے اور ابھی گیارہ مہینے رہتے ہیں۔ ہم سب مل کر اپنا اپنا فرض ادا کریں ۔ جناب سپیکر! آپ اپنا فرض ادا کریں اور میں اپنا فرض ادا کروں۔ بیوروکریسی کو کہیے کہ خدا کے واسطے، تم اپنا کام کرو اور سیاستدانوں کو اپنا کام کرنے دو ۔ اپوزیشن اپنا کام کرے اور حکومت کو اپنا کام کرنے دے ۔ میں تاجر طبقے سے درخواست کرتا ہوں کہ ایک سال کے لیے اپنا جائز منافع لیجیے ، کمشن لینے والوں سے کہتا ہوں کہ ایک سال کے لیے اپنا کمشن چھوڑ دو ۔ جناب والا! اگر یہ سب کچھ ہو جائے تو پاکستان میں مہنگائی نہیں رہے گی ۔ سب سے پہلے یہ ہمیں کرنا ہو گا۔ ہم سب کو کرنا ہو گا ۔ دونوں طرف بیٹھے ہوئے میں اپنے معزز اراکین ساتھیوں سے کہوں گا کہ آئیے! اس کا کوئی ازالہ کریں۔ ورنہ یہ سولہ کروڑ آبادی بتیس کروڑ ہو جائے گی اور کھڑے ہونے کے لیے بھی جگہ نہیں ملے گی ۔ آپ مہنگائی کی بات کرتے ہیں یہاں تو ایک دوسرے کو کھا جائیں گے ۔ میں اپنے علمائے کرام سے بھی کہوں گا کہ للہ، ابھی وقت ہے آبادی کو کنٹرول کرنے کے جو بھی منصوبہ جات بنائے جاتے ہیں اس کی مخالفت نہ کریں ۔ یہ پاکستان کے حق میں ہے ۔ اس ملک کے شہریوں کے حق میں ہے ۔ اس ملک کی آنے والی نسلوں کے حق میں ہے ۔ شکریہ!

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ، کل دس منٹ کا فیصلہ ہوا تھا ۔ میرے پاس اس وقت لسٹ پر پہلا نام احسان الدین قریشی صاحب کا ہے ۔ وہ تشریف نہیں رکھتے ۔ اس کے بعد سردار سکندر حیات صاحب کا نام ہے ۔ وہ بھی تشریف نہیں رکھتے ۔ اس کے بعد صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری ۔ وہ بھی تشریف نہیں رکھتے۔ حاجی عبدالرزاق صاحب!

حاجی عبدالرزاق، نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ جناب سپیکر! میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آیا میں بات کسی کو سنانے کے لیے کروں یا صرف ریکارڈ کروانے کے لیے؟ یہاں پر باتیں ہو

رہی ہیں۔ لیکن یہاں حکومتی بنچز کی طرف صرف دو تین ممبران تشریف رکھتے ہیں باقی سب غائب ہیں۔ جناب والا! اس وقت جو صوبے کے حالات ہیں، جو عوام کے حالات ہیں وہ کسی کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔ لوگ معمولی ضروریات زندگی کے لیے اتنی اتنی لمبی لائنوں میں کھڑے ہیں، وہاں دھینگا مشتی ہو رہی ہے اور جیالوں کے وارے نیارے ہو رہے ہیں۔ جیالوں کی چٹیں چل رہی ہیں۔ جیالوں نے ڈپو کھول لیے ہیں۔ وہاں ڈائریکٹ مال آ رہا ہے، بک رہا ہے اور جیالے اس کی کمیشن لے رہے ہیں۔ کیا اس حکومت کی یہ کارکردگی ہے جس کا یہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں؟ اس حکومت کو ایک سال تین مہینے ہو گئے ہیں لیکن اس نے ابھی تک کیا پالیسی بنائی ہے؟ عوام کے لیے کون سی پالیسی بنائی ہے؟ صرف یہ پالیسی بنائی ہے کہ اپنے جیالوں کو نوازنے کے لیے پھر دوبارہ وہی ڈپو کا سسٹم چالو کر رہے ہیں کہ ڈپوؤں پر لائنیں لگ جائیں اور بے چاری عورتیں وہاں دھکے کھائیں۔ ہمیں شرم آتی ہے کہ ہم اپنی تنخواہوں کے بل تو بڑھا رہے ہیں، اپنی مراعات تو بڑھا رہے ہیں لیکن عوام کی سہولت کے لیے کچھ نہیں سوچ رہے کہ عوام کے لیے کیا ہونا چاہیے۔ ٹیکس پر ٹیکس لگانے جا رہے ہیں۔ اینٹوں پر ٹیکس لگا دیا گیا ہے۔ اور وہاں پر کتنا عرصہ ہوا لوگوں کے کام بند پڑے ہیں۔ صرف اس لیے کہ ان کو کہا جا رہا ہے کہ آپ ہمیں کمیشن دو تو ہم آپ کا یہ ٹیکس چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ اخبارات میں آ چکا ہے۔ اور اگر کمیشن نہیں دیا گیا تو یہ بھٹے بند رہیں گے۔ اس سلسلے میں روزانہ غریب مزدور جلوس نکال رہے ہیں۔ بھئی ایک غریب آدمی دو چار مرلے میں اپنے مکان کی چاردیواریں کھڑی کر کے، چھت پر کچھ ڈال کر اگر گزارہ کر سکتا تھا تو آج وہ بھی اینٹوں پر ٹیکس لگا کر بند کر دیا گیا ہے کہ جہاں آپ کی مرضی آئے ننگے پڑے رہو۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے حکومت کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ خدا کے لیے ایسے اقدامات کریں کہ یہاں غریبوں کا جینا اتنا محال نہ ہو جائے کہ جو لوگوں کے اندر لاوا پک رہا ہے وہ پھٹ جائے۔ اور اگر یہ لاوا پھٹ گیا تو اس کے سامنے جو کچھ آئے گا وہ بہہ جائے گا۔ ان کی وزارتیں، ان کی عمارتیں سب ختم ہو جائیں گی۔ اگر اس سسٹم کو قائم رکھنا ہے تو عوام کے لیے سوچنا پڑے گا جنہوں نے ہمیں یہاں منتخب کر کے بھجوایا ہے، ان کی فلاح و بہبود کے لیے سوچنا پڑے گا۔ آپ دیکھیں کہ اب ایک سائیکل پر بھی ٹیکس لگا دیا گیا ہے۔ کیا سائیکل کوئی امیر آدمی استعمال کرتا ہے؟ اسے صرف غریب لوگ استعمال کرتے ہیں۔ یہ غریبوں کی حکومت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ میں کس کس چیز کا ذکر کروں؟ گھی ہے، چنے کی دال ہے، پیاز ہے۔ ایک سال

پہلے 4 روپے کلو پیاز تھا جبکہ آج 9 روپے کلو پیاز مل رہا ہے۔ چنے کی دال 10 روپے کلو بک رہی تھی جبکہ آج 19 ' 20 روپے کلو مل رہی ہے۔ سفید چنا 10 روپے کلو بکتا تھا آج 30 روپے کلو مل رہا ہے۔ یہاں کوئی پوچھنے والا ہی نہیں۔ حکومت کے پاس کوئی انتظام ہی نہیں' کوئی سسٹم ہی نہیں ہے۔ اس کی روک تھام کے لیے محترمہ فرماتی ہیں کہ ہمارے بس کی بات نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر حکومت کے بس کی بات نہیں تو پھر کس کے بس کی بات ہے؟ اگر حکومت کے بس کی بات نہیں ہے تو پھر حکومت کو مستعفی ہو جانا چاہیے - جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے حکومت کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ خدا کے لیے غریبوں پر اتنا زیادہ بوجھ نہ ڈالیں کہ ان کے لیے روح اور جسم کا رشتہ قائم رکھنا محال ہو جائے - کم از کم انہیں زندہ تو رہنے دیں - ہر چیز کے تیزی سے دام بڑھ رہے ہیں ' اس کی روک تھام کا کوئی سلسلہ ' سسٹم ' کوئی طریقہ ہی نہیں۔ حکومت کی کوئی پالیسی ہی نہیں۔ آپ زراعت میں دیکھ لیں کہ کیا ہو رہا ہے - کل تک ہم جن چیزوں کو ایکسپورٹ کرتے تھے آج ہمیں وہی چیزیں کھانے کو نہیں مل رہیں۔ کیا اب ہمارے کسان کام نہیں کرتے؟ کسانوں کی بھی مجبوری ہے - وہ کہتے ہیں کہ کھاد بہت مہنگی ہو گئی ہے ' بیج مہنگا ہو گیا ہے ' پانی نہیں ملتا ' بجلی کے ریٹ بڑھ گئے ہیں ' سوئی گیس کے ریٹ بڑھ گئے ہیں - آپ اس ملک کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک کی معیشت کو تباہ و برباد کرنے کے لیے یہ اس حکومت کی ایک سوچی سمجھی پالیسی ہے۔ آج آپ دیکھیں کہ کراچی میں کیا کچھ ہو رہا ہے - یہ کہتے ہیں کہ ہمارا کراچی سے کیا تعلق ہے - تعلق کیوں نہیں ہے؟ کراچی ہماری شہ رگ ہے - یہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت کراچی کو پاکستان سے الگ کرنے کی سازش کی جا رہی ہے - یہاں گوادر کا سودا ہو گیا ہے۔ گوادر کو بیچ رہے ہیں تاکہ ہمارے پاس کوئی متبادل پورٹ نہ رہے اور ہمارا گھیراؤ ہو جائے۔ یہ ہمارے ملک کے مسائل ہیں۔ ان کے بارے میں سوچیں۔ ہمیں ان کے بارے میں سوچنا چاہیے اور ایسے اقدامات کرنے چاہئیں کہ یہ ملک سلامت رہے - آج یہ اسمبلیاں ' سپیکر ' ممبران سب اس ملک کی بدولت ہیں - خدا نخواستہ ' خدا نہ کرے یہ ملک دوبارہ کسی ڈھاکہ فال کا متحمل نہیں ہے۔ اس ملک میں جو ایک سوچی سمجھی سکیم بن رہی ہے وہ آپ کو بھی نظر آ رہی ہے' مجھے بھی نظر آ رہی ہے لہذا اس کے لیے آپ کوئی انتظام کریں۔ یہ ملک اس لیے نہیں بنا تھا کہ آپ امیروں' وزیروں کے لیے کوٹھیاں اور کاریں لے لیں جبکہ غریب بے چارے روٹی کو بھی ترستے رہیں۔ ان بے چاروں کو تو دال' سبزی بھی کھانے کو نہ ملے۔ اس کے لیے حکومت کی ایک

باقاعدہ پالیسی ہونی چاہیے۔ اس حکومت کی کیا پالیسی ہے؟ حکومت نے کیا کار کردگی دکھائی ہے؟ حکومت نے پندرہ مہینے میں یہ کام کیا ہے کہ مہنگائی در مہنگائی در مہنگائی ہو رہی ہے۔ لوگ بے چارے پریشان حال ہیں۔ تنخواہوں میں کتنا اضافہ کیا ہے؟ اگر آپ مہنگائی ہی کرنا چاہتے ہیں تو پھر لوگوں کی تنخواہوں میں بھی اضافہ کر دیجیے تاکہ لوگوں کو کم از کم ضروریات زندگی تو میسر ہوں۔ اب جن ملازمین کی تنخواہیں مقرر ہیں ان کے لیے جینا مشکل ہو گیا ہے۔ جب تنخواہ آتی ہے تو وہ بے چارے پریشان ہو جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اب کیا کریں۔ آیا ان پیسوں سے آٹا لائیں' چاول لائیں' گھی لائیں' چینی لائیں۔ کیا چیز لائیں؟ اور کیا نہ لائیں؟ بچوں کے کپڑے لائیں' بچوں کی فیسیں دیں' کیا کریں؟ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے حکومت کی' ممبران اسمبلی کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ خدا را' غریبوں کے لیے کوئی پالیسی بنائیں۔ اس ملک کے عوام کے لیے کوئی پالیسی بنائیں تاکہ اس ملک کی عوام یہاں جی سکیں۔ اگر یہ ایسا نہیں کر سکتے تو ایک جمہوری ملک ہونے کے ناتے' جمہوریت کے لیے انہیں مستعفی ہو جانا چاہیے۔ کہیں کہ ہم اس نظام کو نہیں چلا سکتے' لہٰذا یہ پڑا ہے۔ کوئی اور جو یہ نظام چلا سکتا ہے وہ آ جائے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق بہت ہے۔ کوئی اور لوگ آ جائیں گے جو اس سسٹم کو چلا لیں گے۔ ان سے بہتر چلا سکیں گے۔ آپ لوگوں کو اس حال میں نہ چھوڑیں کہ یہ لوگ بغاوت کرنے پر مجبور ہو جائیں' لوگ ایک دوسرے کو لوٹنا شروع کر دیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر یہ سارے سسٹم' امیروں کی کاریں' بنگلے سب ختم ہو جائیں گے۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ اس سسٹم کو تبدیل کریں۔ آپ اس طرف حکومت کی توجہ دلائیں۔ ان غریبوں کے لیے سوچیں۔ یہ معاملہ بہت آگے بڑھ گیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ اپنی انتہا کو پہنچ جائے۔ اس کے بعد پھر نہ آپ کے بس کی بات رہے گی اور نہ کسی اور کے بس کی بات رہے گی۔ جناب سپیکر! میں آخر میں یہ عرض کروں گا کہ لوگوں کی جو ضروریات زندگی ہیں ان کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور سوچیں' ان کے ریٹس کم کریں یا پھر لوگوں کی تنخواہیں بڑھائیں تاکہ ان کا رہنا سہنا آسان ہو سکے۔ وما علینا الا البلاغ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ' اب وزیر قانون ایک دو تحاریک پیش کریں گے۔ کھوسہ صاحب! میرے خیال میں آپ نے اتفاق رائے سے ممبران کے کوئی نام دیے ہیں جو کہ سٹینڈنگ کمیٹیوں میں جانے ہیں؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! میں نے وہ کاغذ دستخط کر کے وزیر قانون صاحب کو دے

دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کیا وہ ٹھیک ہیں؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جی ہاں وہ ٹھیک ہیں۔

مجلس قائمہ برائے امور حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ میں اتفاقی اسامیوں پر اراکین کا انتخاب

جناب ڈپٹی سپیکر، جی وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مجریہ 1973ء کے قاعدہ(121 - A) کے تحت قائد ایوان اور قائدحزب اختلاف کے درمیان اتفاق رائے سے " کیپٹن (ریٹائرڈ) ڈاکٹر محمد رفیق 'ایم پی اے " کو مجلس قائمہ برائے امور حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ کا ممبر متذ کرہ قاعدہ کے تحت منتخب تصور کیا جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر، جی وزیر قانون صاحب! اگلی تحریک پیش کریں۔

وزیر قانون، شکریہ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ قواعد کار صوبائی اسمبلی پنجاب مجریہ 1973 کے قاعدہ 121(1) کے تحت قائد ایوان اور قائدحزب اختلاف کے درمیان اتفاق رائے سے سردار محمد نواز خان ایم پی اے کو مجلس قائمہ برائے امور حیوانات اور ڈیری ڈویلپمنٹ کا ممبر متذکرہ قاعدہ کے تحت منتخب تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار محمد نواز خان ایم پی اے کو مجلس قائمہ برائے امور حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ کا ممبرمنتخب تصور کیا جائے۔۔۔۔؟ لہذا کسی کو اعتراض نہیں اب یہ اس کے ممبرمنتخب متصور ہوں گے۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر، لاء منسٹر صاحب! کوئی اور بھی ہے؟

وزیر قانون، نہیں جناب سپیکر! آج کے لیے اتنا کافی ہے۔

صوبے میں مہنگائی پر بحث (۔۔۔جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے مہربانی۔ سپیکرز لسٹ میں اگلا نام پروفیسر نور محمد غفاری صاحب کا ہے۔

جی پروفیسر صاحب۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، شکریہ جناب سپیکر ! اخبار والوں کو تقریر سنانے کا مقصد تو پورا ہو جائے گا۔ مہنگائی کے بارے میں ہمارے بہت سے دوست اظہار خیال کر چکے ہیں اب میں ساری باتیں نہیں دہراؤں گا صرف دو تین پوائنٹ جن کا حقائق سے تعلق ہے ان کا عرض کرنا میرے لیے ضروری ہے۔ نمبر ایک مہنگائی کے اثرات پورے طبقے پر ہیں۔ خاص طور پر وہ لوگ جن کو آپ سفید پوش کہتے ہیں جو Government employees ہیں انہوں نے جلوس بھی نکالا اور دھرنا بھی دیا۔ پاکستان میں مہنگائی کی سپیڈ اس وقت دو سو فی صد ہو چکی ہے۔ اگر یہ مہنگائی اسی طرح بڑھتی رہی تو بے چارے غریبوں کا کیا حال ہو گا ؟ اس کو کنٹرول کرنا لازمی ہے۔ اگر آپ اقتصادی تاریخ کا مطالعہ کریں تو دنیا میں جتنے انقلابات آئے ان میں معاشی بحران لوگوں کی غربت اور پریشانی اور تقسیم زر کا جو فرق ہے' اس پر زیادہ انقلابات آئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان کے اندر وہ صورت حال پیدا نہ ہو کہ پاکستان میں ایک نیا انقلاب آئے اور وہ بھی مہنگائی پر آئے۔ مہنگائی کیوں ہوتی ہے ؟ میں اس کے محرکات دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ نمبر ایک انٹرنیشنل جن کو آپ قدرتی کہہ سکتے ہیں۔ یہ پوری دنیا کے crisis ہیں جن میں سب سے پہلے آبادی ہے جس کا میرے بھائی نے پہلے ذکر کیا ہے کہ جس سپیڈ سے آبادی بڑھ رہی ہے اس حساب سے آپ کے پیداواری عوامل کام نہیں کر رہے' مثلاً آبادی بڑھنے کے ساتھ ساتھ مشین بنی ہے۔ مشین پر کام کرنے والے لوگ کم ہوتے جا رہے ہیں۔ بے روز گاری بڑھتی چلی جا رہی ہے لوگوں کے پاس پیسہ خرچ کرنے کے لیے کم ہے۔ لوگوں کے لیے اس وقت ایک factor یہ بھی ہے کہ پیسہ نہیں ہے اور ضرورت ہے۔ چونکہ وہ ملازمت نہیں کر سکتے کما نہیں سکتے اور چیزیں بھی نہیں خرید سکتے۔ اگلا inflation کا factor ہے۔ میں Economic point of view سے بات کروں گا کسی پر تنقید نہیں کرنا چاہتا۔ دوسرا inflation کا factor ہے۔ inflation کی سپیڈ اتنی بڑھ رہی ہے کہ ساری حکومتیں زور لگا کر بھی اس پر کنٹرول نہیں کر سکتیں۔ حتیٰ کہ IMF بھی inflation کو کنٹرول نہیں کر سکا۔ روپیہ بڑھتا چلا جا رہا ہے اس کے مقابلے میں production کی ratio کم ہے۔ اتنی چیزیں پیدا نہیں ہو سکتیں کہ جن چیزوں کے لیے آپ کے پاس پیسہ ہو اور آپ وہ چیزیں خرید سکیں۔ اس لیے قیمتیں بڑھتی چلی جا رہی ہیں ان کو آپ نہیں روک سکتے۔ یہ مظاہر فطرت ہیں ہے۔ نمبر تین پر IMF کی پالیسی ہے۔ اس کی sovereignty پوری دنیا

پر ہے کہ پوری دنیا کے لوگوں کے مالیات کو اس کے finance structure کو اس کی price policy کو کنٹرول کرتا ہے۔ کیونکہ ہم لوگ تو IMF کی پالیسی پر چلنے والے ہیں۔ جب اس سے قرضہ لے کر کھائیں گے تو اس کے کہنے پر ہمارے بلوں کا ریٹ طے ہو گا۔ انھی کے کہنے پر ہمارے بجلی کے بل طے ہوں گے پانی کے بل طے ہوں گے۔ اور ساری چیزیں اور آپ کا پورا ٹیکس کا نظامIMF کے کہنے پر بنتا ہے۔ اب جب تک ہم IMF کے چنگل سے نہیں چھوٹ سکتے اور ہم میں غیرت خود داری پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک یہ سوچنا کہ ہم اس مہنگائی کو کنٹرول کر لیں گے۔ تو یہ ایک دیوانے کا خواب ہے۔ میں state کو صرف تین باتیں دیتا ہوں جو state کے لیے ہیں جن کے اندر ہماری غلطیاں ہیں۔ نمبر ایک پر state کی یہ پالیسی ہی غلط ہے کہ اس کے اخراجات اس کی income سے زیادہ ہیں۔ جو state ہے اور خاص طور پر پاکستانی حکومت کی میں یہ غلطی کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے پاس وسائل کم ہیں اور اخراجات زیادہ ہیں۔ وزیروں کی فوج ظفر موج' یہ سیکرٹری' یہ پارلیمانی سیکرٹری یہ سارے کے سارے لوگ جو حکومت سے کچھ لیتے ہیں۔ وہ بجٹ کا اتنا زیادہ حصہ ہے کہ نہ کچھ بچ سکتا ہے اور نہ ہی آپ غریبوں کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ نہ ان کی کوئی تقدیر بدل سکتی ہے اور نہ ہی قیمتیں کم ہو سکتی ہیں۔ اب ان اخراجات کو meet کرنے کے لیے حکومت کیا کرتی ہے؟ حکومت taxes لگاتی ہے۔ حکومت نے سیلز ٹیکس لگایا ہے۔ دوسرے taxes لگائے ہیں۔ حکومت جتنے taxes لگائے گی ان لوگوں کی اتنی قوت خرید کم ہو گی۔ اور اتنی قیمتیں بڑھیں گی۔ ان پر کنٹرول نہیں کر سکتے۔ تیسرا factor میں گورنمنٹ کے ذمہ یہ لگاتا ہوں کہ حکومت کی پالیسی غلط ہے۔ خاص طور پر میں اپنے حلقے کی بات کرتا ہوں۔ میرا اور آپ کا ایک ہی حلقہ ہے کہ وہاں پر فلور ملوں کو گندم کیوں نہیں مل رہی؟ اس لیے کہ وہاں پر جو لوگ جیتے ہیں وہ مسلم لیگ نواز گروپ کے تھے۔ میں صرف مثال دے رہا ہوں تنقید نہیں کرتا۔ اس طرح کی بہت سی باتیں کہ state لوگوں کو victimize کرنے کے لیے جب گندم نہیں دے گی آٹا نہیں ہو گا تو قیمتیں بڑھیں گی۔ اس کے علاوہ حکومت کی جتنی غلط پالیسیاں ہیں اس میں قیمت بڑھنے کی صرف تین باتوں کا دخل تھا جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ باقی natural چیزیں ہیں۔ ان کو نہ آپ کنٹرول کر سکتے ہیں نہ میں کنٹرول کر سکتا ہوں۔ اس کے لیے international level پر پالیسی بنے گی اور جب آپ پالیسی پر عمل کریں گے تو اس سے مہنگائی کم ہو گی۔ لیکن میرے پاس اس کا کچھ حل بھی ہے۔ سب سے پہلی بات کہ Islamic law of simplicity۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کو ایک سادگی کا اصول دیا ہے۔ حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کی بڑی outstanding statement ہے کہ اپنے آپ کو سخت جان بناؤ، نعمتیں ہمیشہ رہنے والی نہیں ہیں ۔ اس طرح اپنے اندر سادگی پیدا کریں گے تو قیمتوں کو کم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ سادگی صرف ایک فرد کے لیے نہیں ہو گی یہ state craft کے لیے بھی ہو گی ۔ state کے دفاتر کے لیے بھی ہو گی۔ سیکرٹری صاحب بھی سادگی کریں گے ۔ ہم بھی سادگی کریں گے ۔ عام آدمی بھی سادگی کرے گا۔ اس سے آپ قیمتیں واپس لا سکتے ہیں ۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا اور طریقہ نہیں۔ اس کے علاوہ ایک یہ بھی ہے کہ state والے جو اللے تللے کراتے ہیں اس پر جو ٹیکس لگاتے ہیں جب state والے سادگی کریں گے لوگوں پر کم ٹیکس لگے گا ۔ جب ٹیکس کم ہو گا تو ان کی قوت خرید بڑھے گی اور ان چیزوں کی مہنگائی بھی کم ہو گی۔ جناب والا! تیسری اور آخری بات یہ کہ جو لوگ production action میں لگے ہوئے ہیں ان کی حوصلہ افزائی کی جائے ۔ ان کو موقع دیں کہ وہ ٹھیک طرح سے کما سکیں اور ٹھیک طور پر کھا سکیں ۔صنعت کاروں کو موقع دیں کہ وہ آگے بڑھیں اور جو عام employees ہیں جب آپ ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کریں گے تو وہ زیادہ کمائیں گے ان کی قوت خرید بڑھے گی اور قوت خرید بڑھنے سے قیمتیں کم ہوں گی ۔ اور قیمتیں کم ہونے سے ان شاء اللہ سکون بھی ہو جائے گا امن بھی آ جائے گا اور پاکستان ترقی کرے گا۔ شکریہ جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ ڈاکٹر صاحب! اب اگلا نام ایس اے حمید صاحب کا ہے، اس کے بعد میں صاحبزادہ صاحب کو ٹائم دوں گا۔

جناب ایس اے حمید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ جناب سپیکر! سب سے پہلے میں آپ کو مبارک باد دینا چاہتا ہوں اور آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ آپ یہاں موجود نہیں تھے۔ آپ نے بھی Wall Chalking Bill کے سلسلے میں بہت زیادہ حوصلہ افزائی کی ہے اور میرے یہ دلی جذبات ہیں کہ آپ نے ایک positive کام کیا، میں اس لیے آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے پرائیویٹ بل کو ہمیشہ uplift کرنے کے لیے promote کرنے کے لیے اپنی پوری مساعی کی ہے ۔ جناب والا! آج میں مہنگائی کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کسی بھی state کی بنیادی ڈیوٹی امن و امان کا قیام اور بنیادی ضرورتوں کی فراہمی ہے اور اگر کوئی حکومت اپنا یہ بنیادی فرض ادا نہ کر سکے تو اسے حکومت کہلانے کا حق نہیں ہوتا۔ جناب سپیکر! پاکستان کی صورت حال کچھ ایسی ہے کہ ہمیں نہ تو یہاں امن و امان ملتا ہے اور نہ ہی بنیادی ضرورتیں۔ آج عوام بنیادی ضرورتوں کے لیے لمبی لمبی قطاروں میں

کھڑے نظر آتے ہیں۔ خواتین کی اس طور پر بے حرمتی ہو رہی ہے اور جس طرح سے پولیس ان پر تشدد کرتے خود بلیک مارکیٹنگ میں خورد و نوش کا سامان فروخت کر رہی ہے جناب سپیکر! اس کے مناظر آپ اور سارا ایوان روزانہ دیکھتا ہے۔ جناب سپیکر! پاکستان کی حکومت جو بجٹ قومی اسمبلی میں پیش کرتی ہے اس میں پچاس ارب روپے سیلز ٹیکس اور ایکسائز ڈیوٹی کی شکل میں وصول کیے جاتے ہیں۔ ٹوٹل ٹیکسوں کا حجم ایک سو ساٹھ ارب روپے ہے لیکن ان پچاس ارب روپے کے ٹیکسوں نے ہمارے پورے ملک کا اقتصادی ڈھانچہ تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ اس سے قبل ہر سال تقریباً سات آٹھ ارب روپے کے ٹیکس لگتے تھے لیکن پانچ سو فیصد ٹیکسوں میں اضافہ کر کے حکومت نے تجارت اور صنعت کے ڈھانچے کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اب اس کے اثرات کیا ہوئے؟ جناب سپیکر! اس کے اثرات یہ ہوئے کہ اس ملک میں پہلے سے قائم صنعتیں اور تجارتی ڈھانچہ ان ٹیکسوں کا بوجھ چونکہ برداشت نہیں کر سکا اس لیے آہستہ آہستہ فیکٹریاں بند ہونا شروع ہو گئی ہیں اور آج چار ہزار ملیں اور تقریباً ایک لاکھ کے قریب پاور لومز بند ہیں جن سے لاکھوں مزدور بے روزگار ہو چکے ہیں۔ یہ بے روزگاری تو ایک طرف جو پیداواری صلاحیت ہمارے ملک کی تھی جو اشیاء ہم نے پیدا کرنی تھیں ان اشیاء کے پیدا نہ ہونے کی وجہ سے مہنگائی نے جنم لیا ہے۔ حکومت اس بات کا دعویٰ کرتی رہی ہے کہ ہم ایگرو بیسڈ انڈسٹری کو پروان چڑھائیں گے لیکن ریکارڈ سے یہ بات واضح ہے کہ زرعی شعبے میں کسی قسم کا کوئی کام نہیں کیا گیا۔ حتیٰ کہ ہمارے کسانوں کو کھاد تک بروقت نہیں ملتی اور انہیں پانی تک مہیا نہیں کیا جاتا۔ دیہاتوں میں لوڈ شیڈنگ زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے زرعی پیداوار بھی متاثر ہوتی ہے۔ پاکستان میں میاں نواز شریف کے دور میں ۹۲۔۱۹۹۲ء میں کپاس کی ایک کروڑ ۴۰ لاکھ گانٹھیں پیدا ہوتی تھیں اور آج جناب سپیکر! یہ ۷۰ لاکھ گانٹھیں پیدا ہو رہی ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری پچاس فیصد پیداوار کم ہو چکی ہے اور اس کا بحران آپ روز دیکھتے ہیں کہ پچھلے ڈیڑھ سال سے ہماری ملیں بند ہیں ہماری جننگ فیکٹریاں بند ہیں ہماری ٹیکسٹائل انڈسٹری بند ہے ہماری پاور لومز بند ہیں ہماری ملکی ضروریات پوری نہیں ہو رہیں اور ہماری برآمدات نہیں ہو رہیں۔ جناب سپیکر! صرف ایک ٹیکسٹائل انڈسٹری ہمارے ملک کی کل برآمدات کا ۶۰ فیصد حصہ ہے اور وہ انڈسٹری اس وقت جس حالت میں ہے اس کا اندازہ آپ لگا سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ایک طرف تو ہم نے اپنی ملکی صنعت کو جو قائم تھی اس کو تباہ و برباد کیا دوسری طرف نئی صنعتوں کے لیے بھی کسی قسم کی کوئی پیش رفت نہیں کی گئی۔ چنانچہ ہماری اشیائے پیداوار کا گراف بہت نیچے آ چکا ہے۔ جناب سپیکر! آج مہنگائی کی بنیادی وجہ

صرف ایک ہی ہے کہ معاشیات کا بڑا سادہ اصول سپلائی اور ڈیمانڈ کے اوپر ہے ۔ اگر کسی چیز کی سپلائی بڑھ جائے تو اس کی قیمتیں کم ہو جاتی ہیں اور اگر اس کی ڈیمانڈ بڑھ جائے تو اس کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں ۔ جناب سپیکر! ہم نے اپنی پیداوار کو تو کم کر لیا ہے' اس سے ان کی قیمتوں میں اضافہ ناگزیر تھا اور آج مہنگائی صرف اسی بنیاد پر ہے کہ ہمارے ملک کی پیداوار تعطل کا شکار ہے۔ جناب سپیکر! ایک طرف لوڈ شیڈنگ کا مسئلہ' دوسری طرف گیس اور بجلی کے نرخوں میں تقریباً دو سو فیصد تک اضافہ اور اس کے علاوہ سیلز ٹیکس' ایکسائز ڈیوٹی اور انکم ٹیکس کا تعلق ہے۔ ان سے ہمارا انڈسٹریل اور کاٹیج سیکٹر چل ہی نہیں پا رہا کیونکہ' ایک اور مرض بھی اس ملک اور قوم کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہا ہے اور وہ جناب سپیکر! سمگلنگ ہے ۔ حکومت سمگلنگ پر کنٹرول نہیں کر سکی۔ جو سامان پاکستان سے افغانستان کے لیے جاتا ہوتا ہے وہ پاکستان کے تمام شہروں میں اتر جاتا ہے اور وہ کھلے عام بک رہا ہے ۔ اس کے علاوہ دوسرا کام جو حکومت نے کیا ہے وہ درآمدی اشیاء پر سیلز ٹیکس اور ڈیوٹیوں کو کم کر کے اس ملک کی قائم صنعت کو بھی برباد کر دیا گیا ہے۔ آج اپنے ملک کی بنی ہوئی مصنوعات مہنگی ہیں۔ آج آپ کو باہر کا ٹیلی ویژن باہر کا ریڈیو باہر کا ٹرانسسٹر اور باہر کی واشنگ مشین پاکستان سے سستی ملیں گی۔ اسی طرح باہر کا بنا ہوا ائر کنڈیشنر بھی آپ کو سستا ملے گا اور یہ جتنی بھی ملکی مصنوعات ہیں آپ کو مہنگی ملیں گی' اس لیے کہ ڈیوٹیوں کے ڈھانچے کو مکمل طور پر تبدیل کر دیا گیا ہے۔ آج ہمارا پورا ملک ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کی گرفت میں ہے ۔ آج جناب سپیکر! اللہ تعالیٰ نے اس کرہ ارض کو اور دوسری کائنات کو روزی دینے کا فریضہ حضرت میکائیل علیہ السلام کے سپرد کیا ہے۔ لیکن جناب سپیکر! پاکستان میں یہ ذمہ داری میکائیل عزیز کے ذمے لگائی گئی ہے جو ورلڈ بینک کا ایک ایگزیکٹیو ڈائریکٹر ہے۔ جناب سپیکر! یہ ہماری روزی کو manage کریں گے' ہمیں روزی پہنچائیں گے' وہ قیمتیں کم کریں گے یا بڑھائیں گے یہ ہمارے ساتھ ایک بہت بڑا المیہ ہے اور وہ میکائیل عزیز اس وقت سیکرٹری خزانہ کی سیٹ پر بیٹھا ہے اور اس نے پاکستان میں مستقل ڈیرہ لگایا ہوا ہے اور وہ کسی طور پر بھی پاکستان سے باہر جانے کا نام ہی نہیں لیتا اور ہمارے ڈی اے جعفری جو خزانہ کے مشیر ہیں ان کو ورلڈ بینک آئی ایم ایف نے طلب کیا ہے تاکہ ان کی ڈانٹ ڈپٹ کی جا سکے ۔ جناب سپیکر! اگر ہمارا یہ سٹرکچر کسی طور پر بھی ٹھیک نہیں ہوتا تو پھر ہم کسی طرح بھی مہنگائی کو کنٹرول کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے ۔ جناب سپیکر! میں یہ بات یہاں پر یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جب ہم نے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا نعرہ بلند کیا تو میاں نواز شریف کے دور میں ہم نے کسی ورلڈ بینک یا آئی ایم ایف یا کسی اور سے امداد

نہیں مانگی اور اس وقت جناب سپیکر! اس ملک میں چیزیں سستی تھیں، اس وقت ہر چیز عام دستیاب تھی ۔ آج کیا ہو گیا ہے کہ بہت سی امداد ملنے کے باوجود آج ہماری قیمتیں بڑھ رہی ہیں؟ اس لئے کہ ناقص منصوبہ بندی ہے۔ جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری وزیر اعظم محترمہ بے نظیر صاحبہ فرماتی ہیں کہ ہمیں تجارت اور صنعت سے کوئی غرض نہیں ہم نے سیاست کرنی ہے۔ جناب سپیکر! آج دنیا کے وہ ملک جو ترقی یافتہ ہیں جنہوں نے پوری دنیا کی معیشت کو اپنے کنٹرول میں کر رکھا ہے اور جو معاشی طاقت کے زور پر دنیا کے دیگر ممالک پر بھی قبضہ کر رہے ہیں ان کی ترقی کا راز صرف اور صرف معیشت کی مضبوطی ہے اور اگر ہماری وزیر اعظم یہ فرمائیں کہ مجھے صنعت و تجارت کی ضرورت نہیں تو جناب سپیکر! کسی طور پر بھی یہ ملک ترقی نہیں کر سکتا ۔ میں یہاں پر یہ بھی quote کرنا چاہوں گا کہ ہمارے وزیر صنعت یہ فرماتے ہیں کہ ہم مہنگائی کو کنٹرول کرنے میں ناکام ہو گئے ہیں اور جناب سپیکر! ہمارے وزیر تجارت یہ فرماتے ہیں کہ مہنگائی ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ جناب والا! جب اس ملک کے وزیر اعظم یہ کہیں کہ ہمیں صنعت وتجارت کی ضرورت نہیں ہے جب اس ملک کا وزیر تجارت یہ کہے کہ ہم مہنگائی پر کنٹرول نہیں کر سکتے جب اس ملک کا وزیرصنعت یہ کہے کہ یہ باتیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں تو پھر جناب سپیکر! کون آئے گا اس ملک کو بچانے کے لیے؟ اس صوبے اور ملک کے عوام کو بچانے کے لیے کون آئے گا؛ مہنگائی کی اس لپیٹ سے بچانے کے لیے کون آئے گا؟ جس نے اس ملک اور صوبے کے عوام کو ایک عجیب الجھن میں گرفتار کر رکھا ہے؟ جناب سپیکر! میں صرف دو منٹ میں اپنی بات ختم کرنا چاہتا ہوں کہ مہنگائی کو روکنے کے لیے ہمارے پاس کسی قسم کا کوئی پروگرام نہیں ہم نے صوبے کی سطح پر کوئی پروگرام ترتیب نہیں دیا آج لوگ لائنوں میں کھڑے ہو کر گھی آٹا اور دال جیسی بنیادی ضرورتیں حاصل کر رہے ہیں اور لوگ صبح سے لے کر شام تک پریشان ہوتے ہیں۔ جناب سپیکر! حکومتی سطح پر کسی قسم کی کوئی منصوبہ بندی نہیں۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اگر یہ حکومت عوام کی حکومت ہے اور اس حکومت کا یہ نعرہ ہے کہ عوام کو اور غریب عوام کو تمام بنیادی چیزیں مہیا کرے گی۔ جناب سپیکر! ان کا یہ نعرہ آج کہاں گیا ہے ؟ کسی طور پر یہ عوام کو بنیادی ضرورتیں فراہم نہیں کر رہے ۔ اور جناب والا! اگر انہوں نے IMF کے تحت کام کرنا ہے تو پھر کوئی بھی طاقت انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا کر کے ایک خود مختار اور ایک معزز قوم کے طور پر کسی طور پر بھی روشناس نہیں کرواسکتی۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ آج چاول، گندم، کپاس، گوشت، سبزیاں اور دیگر تمام چیزیں جو اس وقت بہت ہی اونچے نرخوں پر دستیاب

ہیں ان کو کنٹرول کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی پالیسی طے کرنی چاہیے۔ اور افراط زر ہے۔ نوٹ چھاپنے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ اس وقت غیر پیداواری اخراجات میں کتنا خرچ ہو رہا ہے؟ آج ہمارے وزیراعلیٰ کے لیے ۳۰ کروڑ روپے کی لاگت سے ایک جہاز آرہا ہے اور اس صوبے کے عوام پر ۳۰ کروڑ روپے کا بجٹ لاگو کیا گیا' صرف ایک جہاز خریدنے کی وجہ سے۔ اگر وہ جہاز نہ خریدتے تو اس صوبے کے عوام پر کسی قسم کا کوئی بوجھ نہ پڑتا۔ آج ۹۰ شاہراہ قائد اعظم پر ۹۰ لاکھ روپیہ خرچ کیا جارہا ہے۔ آج ۷ کلب پر ۸۵ لاکھ روپے خرچ کرکے اس کی renovation کی جا رہی ہے۔ حالانکہ وہ تمام عمارتیں اس قابل ہیں کہ وہاں پر بیٹھ کر ممبران اسمبلی اور چیف منسٹر کام کر سکتے ہیں۔ آج جناب والا! سیکرٹریٹ پر لاکھوں روپے خرچ کیے جارہے ہیں' آج غیر پیداواری اخراجات کی بنیاد پر پاجیرو گاڑیاں اور ان کا ایک بیڑہ دے دیا گیا ہے۔ یہ تمام عیاشیاں ہیں۔ ہم ان عیاشیوں کو afford نہیں کرسکتے۔ ہمارا صوبہ غریب ہے۔ آج وفاق نے ہم سے وہ تمام امداد روک لی ہے جس کی بنیاد پر ہمارے صوبے کا نظام چل رہا تھا۔ ۶۴ کروڑ روپیہ وفاق اس وقت ہمیں نہیں دے رہا۔ جناب والا! میری آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ گزارش ہے کہ ان تمام امور کو مد نظر رکھتے ہوئے مہنگائی کے جن پر قابو پانے کے لیے مثبت اقدام کیے جائیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ جناب سپیکر! مہنگائی کے موضوع پر تقاریر ہو رہی ہیں۔ اس موقع پر چاہیے تو یہ تھا کہ کابینہ اور دیگر ارکان موجود ہوتے۔ لیکن رمضان شریف کے آغاز پرمیں یہ تقریر درد دل سے کرنا چاہتا ہوں۔ مہنگائی سے غریب لوگ پس رہے ہیں۔ امراء کے دلوں میں غرباء کی ہمدردی جب تک پیدا نہیں ہوتی پورا معاشرہ غریبوں سے ہمدردی کا جذبہ اپنے اندر جب تک نہ رکھے یہ مسئلہ غریبوں کا حل نہیں ہوسکتا۔ سیدنا علی(رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہُ)' آپ کے زمانے میں ایک سائل نے دروازے پر دستک دی۔ حضرت علی (رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے خادم سے دریافت کیا کہ دروازے پر کون ہے؟ خادم نے عرض کیا کہ حضرت' دروازے پر ایک سائل ہے اور وہ روٹی طلب کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے روٹی دے دیں۔ خادم نے عرض کیا کہ حضرت' روٹی توشہ دان میں ہے۔ فرمایا کہ توشہ دان سمیت دے دیں۔ خادم نے عرض کیا کہ توشہ دان اونٹ کے کجاوے میں ہے ۔ فرمایا کہ کجاوے سمیت دے دو۔ عرض کی حضرت' کجاوہ اونٹ پر ہے ۔ فرمایا کہ اونٹ سمیت دے دو ۔ خادم

نے عرض کیا کہ حضرت' اونٹ قطار میں ہے۔ فرمایا قطارسمیت دے دو۔ تو جذبہ ہمدردی جب تک پیدا نہیں ہوتا تب تک یہ معاشی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ ہر امیر آدمی اپنے محلے میں غریبوں اور یتیموں کو دیکھے' ہرسرمایہ دار اپنی گلی میں غربا کو دیکھے اور اسلام بھی یہی کہتا ہے۔ تو میرا عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رمضان شریف کے آغاز پر جیسے غریبوں کی زمینوں کے بارے میں آج متفقہ فیصلہ ہوا۔ اور میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ غریبوں کے بارے میں فیصلہ ہوا۔ اور یہ فیصلہ ایسا فیصلہ ہے کہ ہر دل کی آواز ہے۔ امراء غریبوں کا خیال کریں بلکہ تمام MPAs اپنے اپنے حلقہ میں دورہ کریں۔ میٹنگز کریں اورمحلوں میں جاکر غریب لوگوں کو دیکھیں اور وہاں کے معززین جو دیہات میں ہیں ان سے رابطہ کرکے میٹنگیں کریں اور غریبوں کو ڈھونڈیں کہ کہاں کہاں غریب ہیں۔ محلوں میں کتنے غریب ہیں پھر ان معززین کے ساتھ مل بیٹھ کر ان غریبوں کے لیے فنڈ اکٹھا کرنے کا کوئی انتظام کیا جائے۔ کوئی لائحہ عمل مرتب کیا جائے۔ ایم پی ایز ہر گلی محلے میں جائیں۔ یہ جس طرح ووٹ مانگتے ہیں اسی طرح غریبوں کی ہمدردی کا جذبہ لے کر اسی رمضان شریف میں گلی گلی کوچہ کوچہ door to door دورہ کریں۔ اور امراء سے رابطہ کریں انہیں ترغیب دیں کہ وہ اپنے اپنے محلوں میں غریبوں کی امداد کریں۔ حضور علیہ السلام نے تو فرمایا ہے کہ غرباء کی امداد بیت المال سے کی جائے۔ اگر بیت المال سے خزانہ ختم ہوجائے تو پھر حکمرانوں کو حق ہے کہ وہ امراء سے چھین کر غریبوں کی امداد کریں۔ غریبوں سے ہمدردی کا جذبہ اگر پیدا ہوجائے سارے معاشی مسئلے حل ہوجائیں گے۔ امیر اپنے ملازمین کو مل مالکان اپنے مزدوروں کو تنخواہیں برابر دیں ' مناسب تنخواہ دیں اور ان سے اچھا سلوک کریں۔ امیر اپنی ہوس چھوڑ دیں ' امیر ہوس زر چھوڑ دیں 'لالچ چھوڑ دیں 'طمع چھوڑ دیں 'امیر غریبوں پر ظلم نہ کریں تو یہ سارا معاشرہ درست ہوسکتا ہے۔ امیروں کی ہوس نے ہی غریبوں کے لیے مسائل پیدا کردیے ہیں۔ امیر غریبوں سے ہمدردی کریں تو یہ سارے معاشی مسئلے حل ہوسکتے ہیں۔ حکومت کو' تمام لوگوں کو یہ چاہیے کہ وہ غریبوں کے مسائل کی طرف توجہ دیں۔ اسی میں اللہ ورسول کی رضا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ ارشد عمران سلہری صاحب! جی - راجہ جاوید اخلاص کو وہ پہلے فلور دے رہے ہیں۔ اس کے بعد پھر آپ - جی راجہ صاحب!

راجہ جاوید اخلاص: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ شکریہ جناب والا! آج اس ایوان میں مہنگائی سے متعلق بحث ہورہی ہے۔ جناب والا! اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس وقت پورے پاکستان کے عوام جس

طریقے سے مہنگائی کی لپیٹ میں آچکے ہیں اور جس طرح ملک میں ایک انتشار کی کی سی کیفیت ' بدامنی ' بے چینی پھیل رہی ہے میں تو یہ کہوں گا کہ اگر اس کا کوئی بروقت علاج نہ کیا گیا تو یہ کینسر کے مرض کی طرح ہمارے پورے معاشرے کو چاٹ کر کھا جائے گی اور اس کے حل کے لیے بے شمار تجاویز بھی آ رہی ہیں۔ اس سے پہلے بھی تجاویز دی جاتی رہی ہیں۔ لیکن اس پر عملی طور پر بہت کم عمل ہوا ہے۔ سب سے پہلی بات کہ ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے اور زراعت کو ہم ریڑھ کی ہڈی کی شکل دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں۔ لیکن آج زرعی شعبے میں ہمارا ملک اتنا پس ماندہ ہوتا چلا جا رہا ہے کہ آج ہمیں گندم کی ضرورت پوری کرنے کے لیے امریکہ اور دوسرے ممالک کی طرف رجوع کرنا پڑ رہا ہے۔ اس سے بڑھ کر ہماری زرعی پالیسی کی ناکامی کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ جناب والا! اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ ہمیں اصلاح کی ضرورت ہے اور اصلاح کون کر سکتا ہے؟ اس وقت موجودہ حکومت کے پاس اختیارات ہیں۔ وہ اس سلسلے میں اپنی تجاویز یا اپنے احکامات جاری کر سکتے ہیں اور جب تک ہم زرعی شعبے میں کوئی انقلابی اقدامات نہیں کریں گے اس وقت تک ہماری معیشت یا مہنگائی کسی صورت میں بھی کنٹرول نہیں ہو سکتی۔ یہاں بہت سارے دوستوں کی طرف سے اعتراض ہوتے ہیں کہ فلاں منسٹر کو گاڑی مل گئی' چیف منسٹر سیکرٹریٹ میں خرچ ہو رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی جو بلاجواز خرچ ہیں جن سے بچا جا سکتا ہے' ان سے ضرور avoid کرنا چاہیے۔ لیکن ہمیں دیکھنا یہ چاہیے کہ کرپشن کا جو اصل منبع ہے' کرپشن کہاں ہو رہی ہے' اس کو روکنے کے لیے حکومت اور اپوزیشن کو مل کر ٹھوس اقدامات کرنے چاہئیں۔ میں زراعت کے محکمے کی مثال دیتا ہوں کہ زرعی ترقی کے لیے' ہمارے بارانی علاقوں کی ترقی کے لیے "آباد" کا ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ اگر آپ راولپنڈی میں دیکھیں تو اتنی بڑی بڑی عمارتیں' huge buildings ' اتنے بڑے بڑے افسران' اتنی بڑی بڑی گاڑیاں' کروڑوں روپے کا بجٹ بارانی علاقوں کی تعمیر اور ترقی کے لیے رکھا گیا ہے۔ لیکن یہ بات میں پورے وثوق اور دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ایک زمین دار کو ایک بلڈوزر اگر کرایے پر لینا پڑ جائے اگر وہ مہینوں چکر لگاتا رہے تو اس کو بلڈوزر نہیں ملتا۔ یعنی زرعی پالیسی کی ناکامی اور زراعت میں اتنے جو اخراجات ہیں کروڑوں روپے کے یہ میں سمجھتا ہوں کہ white elephant ہیں ۔ ان سے بچا جائے۔ اتنے اتنے قیمتی ریسٹ ہاؤس جہاں افسران جا کر ٹھہرتے ہیں اور اپنی عیاشیاں کرتے ہیں لیکن زمین دار کو کرایے پر بلڈوزر نہیں مل سکتا۔ اسی طرح اریگیشن ڈیپارٹمنٹ دیکھ لیں۔ کروڑوں روپے کا بجٹ غبن ہو جاتا ہے۔ نہ نہروں

کے کناروں پر مٹی ڈالی جاتی ہے۔ نہ نئے نالے کھدوائے جاتے ہیں۔ سب فرضی کارروائیاں کر کے کاغذوں اور فائلوں کا پیٹ پورا کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج زرعی شعبے میں ہمارا ملک اتنی بدحالی کا شکار ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کو چاہیے کہ اپوزیشن کو اعتماد میں لے کر ایک ایسی کمیٹی بنائی جائے جس کو full اختیارات ہوں اور جو اپنی تجاویز دے ان محکموں کی اصلاح کے لیے۔ یا کم از کم آپ کی جو ہاؤس کمیٹیاں ہیں ان کو آپ اختیارات دیں اور ایک ایسی کمیٹی تشکیل دیں جو بیٹھ کر بوسیدہ قوانین میں ترامیم کی جائیں تاکہ نچلی سطح پر عام زمیندار کو عام آدمی کو اس سے فائدہ پہنچے۔ جناب سپیکر! باہر جا کر دیکھیں۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ وزراء سے ملنے کے لیے' پارلیمانی سیکرٹریوں اور ایم پی اے صاحبان کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ لوگ تین تین چار چار دن سے یہاں درخواستوں پر دستخط کروانے کے لیے کھڑے ہیں۔ یعنی ہمارے سسٹم کی یہ خرابی ہے کہ آج ہم اس نوبت تک پہنچ چکے ہیں کہ ملک میں ایک افراتفری کا سماں ہے۔ کوئی بھی آدمی چاہے وہ امیر ہے چاہے غریب۔ چاہے وہ کرسی پہ ہے چاہے کرسی پہ نہیں ہے۔ہر آدمی غیر مطمئن نظر آ رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں سب سے پہلی وجہ اس بحران کی یہ ہے کہ ہم جیسا کہ پروفیسر صاحب نے کہا ہم اپنے دین اور اپنے اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے راستے سے بھی ہٹ چکے ہیں۔ میرا تو یہ ایمان ہے کہ جب تک ہم مکمل طور پر حضور پاک نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پناہ گاہ میں نہیں آ جاتے اس وقت تک ہمارے مسائل کا حل موجود ہی نہیں ہے۔ اس سلسلے میں بھی اقدامات کرنے چاہئیں اور مل جل کر۔ بجائے اس کے کہ ہم ایک دوسرے پر تنقید کریں اور ایک دوسرے کو انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنائیں۔ محاسبہ ہونا چاہیے۔ ہم اپوزیشن والے محاسبے کے لیے بالکل تیار ہیں۔ قطعی طور پر ہم گھبرانے والے نہیں ہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہاں ہمارے اکثریت میں لوگ ہیں ذوالفقار علی کھوسہ بیٹھے ہیں' ہمارے دوسرے لیڈر ہم چار چار دفعہ اسمبلیوں میں ممبر رہ چکے ہیں۔ پارلیمانی سیکرٹری' ایڈوائزرز اور منسٹرز رہ چکے ہیں۔ ہم قطعی طور پر محاسبے سے بھاگنے والے نہیں۔ لیکن جناب سپیکر! آپ کو بھی اس بات کا بخوبی علم ہے کہ جس انداز میں محاسبہ کیا جا رہا ہے' جس انداز میں اپوزیشن کو کرش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اس دباؤ میں آ کر اپوزیشن کو loyalties تبدیل کرنے کے لیے جو اقدامات کیے جا رہے ہیں' میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کسی طور پر بھی جمہوریت کی خدمت نہیں۔ بلکہ یہ تو ان اداروں کی بساط لپیٹنے کے لیے کام کیا جا رہا ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ان حالات میں تو کوئی بھی

کام، کوئی بھی بہتری کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس سلسلے میں حکومت کو سوچنا ہے۔ حکومت کے پاس اختیارات ہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ اصولوں کی بنیاد پر سیاست کریں۔ اصولوں کی بنیاد پر حکومت کریں۔ اگر کسی کے ساتھ جائز کیس ہے۔ تو ہم بھی ان کا ساتھ دیں گے۔ جائز کیس میں وہ پکڑیں لیکن انتقامی کارروائی نہ کریں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ کیا سارے ہی اُس طرف بیٹھنے والے فرشتے ہیں اور سارے ہی اِس طرف بیٹھنے والے قومی مجرم ہیں۔ جناب سپیکر! یہ بات کس طرح ممکن ہے؟ یہ آپ دیکھ لیں۔ یہ اس جمہوریت کا اور اس معاشرے کا حصہ ہیں۔ اسی لیے آج معاشرے میں بےچینی اور پارٹی بازی اور فرقہ بندی پائی جا رہی ہے۔ اس چیز کا جب تک خاتمہ نہیں ہو گا عوام کو چین نصیب نہیں ہو گا۔ جناب سپیکر! میں یہ بات دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آج سے چند سال پہلے جو پالیسیاں دی گئی تھیں۔ مثال کے طور پر موٹر وے کا منصوبہ تھا، گوادر کا منصوبہ تھا، ییلو کیب کا منصوبہ تھا، عشر زراعت کا پروگرام تھا۔ یہ ایک ایسا پروگرام تھا جس سے نچلی سطح کے ہر آدمی کو فائدہ پہنچ رہا تھا۔ لیکن ان منصوبوں کو خراب کر کے حکومت نے اس ملک کا بجٹ دیوالیہ کر دیا ہے۔ اور جو لوگ سمجھنے والے ہیں، جن لوگوں کی مستقبل پر نظر ہے وہ تو دیکھ رہے ہیں کہ آئندہ کا بجٹ حکومت بنا ہی نہیں سکتی۔ نہ ہی اس حکومت سے یہ بجٹ پاس ہو سکتا ہے جس انداز میں مہنگائی جا رہی ہے۔ کیونکہ موجودہ حکومت نے منصوبے روک کر اربوں روپیہ جو برباد کیا ہے اور آئندہ کے لیے جو اپنا پروگرام دیا ہے وہ اس ملک کے لیے قابل عمل ہی نہیں۔ جو بجلی کے پروگرام دیے جا رہے ہیں، ان کے اپنے ماہرین کے بیانات آ چکے ہیں کہ جناب والا! یہ قابل عمل نہیں۔ پانچ یا چھ روپے یونٹ کون بجلی جلائے گا؟ کس طرح وہ اس ملک میں قابل عمل ہیں؟ جب ہمارے ملک میں کوئلہ موجود نہیں، وافر مقدار میں گیس موجود نہیں ہے، ٹرینوں کے لیے پٹڑیاں موجود نہیں، سڑکیں موجود نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، راجہ صاحب! آپ ٹائم زیادہ لے رہے ہیں۔ میرے خیال میں وقت گزرنے والا ہے۔

راجہ جاوید اخلاص، صرف دو منٹ مزید۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، دو منٹ تو زیادہ ہیں۔ ایک منٹ۔

راجہ جاوید اخلاص، ایک منٹ میں ختم کروں گا۔ اور یہ ایسے ایسے قوانین بنا رہے ہیں کہ جس سے غریب سے غریب طبقہ پس رہا ہے۔ جناب سپیکر! میں ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ ابھی انہوں نے

بھٹہ مالکان پر ٹیکس لگایا ہے۔ کوئلے پر ٹیکس لگایا ہے۔ ان کے اس ٹیکس لگانے سے زیادہ سے زیادہ دس بیس تیس کروڑ روپے آمدن ہو گی۔ لیکن یہ ٹیکس لگانے سے معاشرے میں اتنی بے چینی پائی جاتی ہے کہ کروڑوں کی تعداد میں لوگ بے روزگار ہو گئے ہیں۔ اینٹوں کا کام بند ہو گیا ہے۔ آپ کی mines بند ہو چکی ہیں۔ مستری اور راج گھر بیٹھے متاثر ہو رہے ہیں۔ اسی طرح ٹرانسپورٹ کا نظام بھی اس زمرے میں آتا ہے کہ لوگوں کی گاڑیاں بے کار گھر میں کھڑی ہیں۔ دو مہینے کے بعد آپ دیکھیں گے کہ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں لوگ احتجاج کرتے سامنے آئیں گے۔ جب لوگوں کے پاس گھر میں کھانے کے لیے نہیں ہو گا تو لوگوں نے سڑکوں پر آنا ہے۔ لوگوں نے مرنا ہے۔ تو پیشتر اس کے کہ یہ حالات پیدا ہوں' براہ مہربانی آپ اس حکومت کو ہدایت کریں کہ وہ اس سلسلے میں کوئی انقلابی اقدامات کرے تاکہ معاشرہ اس ظلم وستم سے بچ جائے اور معاشرے میں جو خرابیاں ہیں وہ دور ہو جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی' شکریہ۔ جی' ارشد عمران سلہری صاحب! جی' پوائنٹ آف آرڈر' غلام عباس صاحب!

جناب غلام عباس: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔ نماز ظہر بھی چلی گئی ہے۔ اب عصر کی نماز بھی آپ اِدھر ہی وائنڈ اپ کر رہے ہیں۔ کم از کم ماہ رمضان میں آپ ظہر کی نماز سے پہلے اجلاس ختم کرنے کی کوشش کیا کریں۔ بے شک صبح جلدی شروع کر لیں۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ان شاء اللہ آئندہ اس پر عمل کریں گے۔ جی۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی (چودھری محمد افضل سندھو): جناب سپیکر! میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں منتظر تھا کہ میں اس کو وائنڈ اپ کروں گا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ہمارے اپوزیشن کے ساتھی تقریر کر رہے ہیں اور جس تعداد میں ہم اس وقت موجود ہیں' میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بڑا اہم معاملہ ہے۔ ہم دس بارہ آدمی ایک دوسرے کو سنا رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر آپ وائنڈ اپ کرنا چاہتے ہیں تو میں ٹائم extend کر دوں گا۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی: میں ٹائم extend کرنے کی بات نہیں کر رہا۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اتنی کم تعداد ہے کہ اگر اس کو کل پر رکھا جائے تو دوسرے ساتھی اور اراکین اس کو سنیں تاکہ اس

کے سلسلے میں پیش رفت ہو سکے اور جو حکومتی اقدامات ہیں' یا جو ہمارے دوستوں کی تجاویز ہیں' اس سلسلے میں بہتر رہے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ شکریہ!

میاں عمران مسعود: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا مقصد ہے کہ اگر اس طرح پوائنٹ آف آرڈر ہوتے رہے تو پھر وہ معزز اراکین رہ جائیں گے۔ تو ان کو تقریر کرنے دیں۔ جی ارشد عمران سلہری صاحب!

میاں عمران مسعود: جناب سپیکر! میں تو ایک بات کا جواب دینا چاہتا تھا۔ بہرحال ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی ارشد عمران سلہری صاحب!

جناب ارشد عمران سلہری: شکریہ جناب سپیکر! کہ آج ہمیں ایک اہم مسئلے پر اظہار خیال کرنے کا موقع ملا ہے۔ پاکستان اور خصوصی طور پر صوبہ پنجاب کے اندر اس وقت عوام کو درپیش جو سب سے بڑا مسئلہ ہے وہ مہنگائی کا ہے۔ جناب والا! ہم یہ جانتے ہیں کہ اشیائے خورد و نوش کی قیمتوں کا تعلق' اجناس کی قیمتوں کا تعلق کئی فیکٹرز پر منحصر ہوتا ہے کہ جس میں پروڈکشن بھی ہے اس کے علاوہ اور بھی میجر فیکٹر ہے۔ لیکن اس میں جو سب سے بڑا فیکٹر ہے وہ پاکستان کی اپنی ملکی کرنسی کی value کا ہے۔ کیونکہ پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے۔ اور ترقی پذیر ممالک کی کرنسیاں انتہائی کمزور ہوتی ہیں۔ ہماری کرنسی کی قوت خرید ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ ۱۹۵۲ء تک پاکستانی روپیہ کی قیمت ایک ڈالر کے بدلے ۲.۳۱ روپے رہی۔ ۱۹۵۴ء میں ۳.۳۰ روپے رہی۔ اور ۱۹۵۵ء میں ۴.۷۶ روپے کا فی ڈالر تھا۔ پھر ۱۲ مئی ۱۹۷۲ء کو کرنسی کی ۱۳۱ فیصد کی کی گئی جو کہ ایک ریکارڈ تخفیف ہے۔ اس طرح ایک ڈالر یک دم گیارہ روپے کا ہو گیا۔ دوسرے الفاظ میں اس وقت اگر ملک کے اوپر ۴.۷۶ ارب روپے کا قرض تھا تو یہ گیارہ ارب روپے قرض ہو گیا۔ اس طرح جو چیز ایک روپے کی ملتی تھی وہ یک دم گیارہ ارب روپے کی ہو گئی۔ اور اسی طرح سے ہوش ربا گرانی کا یہ ریلہ شروع ہوا جو اب تک جاری و ساری ہے۔ پاکستان کے پہلے پچیس برسوں میں روپے کی قدر ڈالر کے مقابلے میں چودہ روپے کم رہی۔ آخری سات سالوں میں ۱۱۰ فیصد کی کمی واقع ہوئی۔ جولائی ۱۹۹۳ء میں نگران حکومت نے پاکستانی کرنسی کو مجموعی طور پر دو مرتبہ ۹.۰۱ فیصد کم کرکے اپنے غریب عوام کو یہ تحفہ دیا۔ جناب سپیکر! یہ کرنسی کی

قیمت گھٹتی ہے تو درآمدات مہنگی اور برآمدات سستی ہو جاتی ہیں۔ روپے کی کمی کا براہ راست اثر عوام پر پڑتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ کرنسی کی بین الاقوامی قیمت کا بہت حد تک برآمدات کی سطح سے تعلق ہوتا ہے۔ اگر برآمدات زیادہ ہوں گی تو متعلقہ سکہ کی طلب پھیلے گی۔ مگر کم نہ ہو گی۔ اس کا تعلق مجموعی پیداوار سے ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں کرنسی کی اہمیت کا دارومدار اس ملک کی اشیاء اور مصنوعات کے حجم پر ہوتا ہے۔ ہماری برآمدات اتنی زیادہ نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمیں بیشتر ضروری اشیاء باہر سے منگوانی پڑتی ہیں۔ پاکستان میں روزانہ ایک ارب روپے کی غیر ملکی اشیاء فروخت ہو رہی ہیں۔ ایک سال میں غیر ملکی اشیاء کی سمگلنگ میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ مقامی مارکیٹ میں غیر ملکی سامان کی بھر مار ہو چکی ہے۔ خاص طور پر الیکٹرانکس سامان نوے فیصد سمگل ہو کر صوبہ پنجاب میں آرہا ہے۔ کاسمٹکس' کراکری اور بعض سوپ وغیرہ کی بڑی تعداد بھارت' ملائشیا' تائیوان' کوریا' جاپان' فرانس اور چین کی بنی ہوئی پاکستانی مارکیٹوں پر قبضہ جما چکی ہیں۔ اس طرح ملک کے اندر بننے والی اشیاء کی فروخت میں نمایاں طور پر کمی واقع ہوئی ہے۔ حکومت کی طرف سے مختلف ٹیکس نافذ کیے جانے کی وجہ سے مقامی مصنوعات ' غیر ملکی سمگل شدہ مصنوعات سے مہنگی ہیں۔ جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے ۱۹۹۳ء اور ۱۹۹۴ء کی قیمتوں کا تقابلی جائزہ اس وقت پیش کرنا چاہوں گا کہ ۱۹۹۳ء میں دال چنا ۱۷ روپے کلو تھی۔ جو آج کل ہی میں نے اخبار میں پڑھا ہے کہ ڈی سی صاحب نے یوٹیلیٹی سٹورز کا اور بازار کا جو ریٹ مقرر کیا ہے کہ ۱۹۹۳ء میں ۱۷ روپے کلو تھی اور اس وقت یوٹیلیٹی سٹورز پر ۲۰ روپے ۷۵ پیسے اور عام بازار میں وہ ۲۶ روپے کلو مل رہی ہے کہ یہ ایک سال کے اندر کتنا اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح چنے ۱۹ روپے کلو تھے اور اس وقت ۲۸ روپے کلو مل رہے ہیں۔ بیسن ۱۸ روپے کلو تھا جو اس وقت ۲۸ روپے کلو مل رہا ہے۔ جناب سپیکر! اسی طرح اور بھی اشیاء ہیں۔ سرخ مرچ ۱۹۹۳ء میں ۲۲ روپے اور ۲۳ روپے کلو تھی جو تقریباً ۱۲۰ روپے کلو مل رہی ہے۔ تقریباً اس میں دو سو فیصد ہوا ہے۔ آٹے کا تھیلا جو کہ غریب کی ضرورت ہے ہر انسان کی ضرورت ہے۔ ۱۹۹۳ء میں ۲۰ کلو کا تھیلا ۸۷ روپے کا ملتا تھا۔ اور اس وقت ۱۱۰ روپے اور ۱۰۸ روپے کا مل رہا ہے۔ جو کہ ڈی سی صاحب نے مقرر کیا ہے۔ یعنی گندم کی قیمت میں ۶۰ روپے من ایک سال کے عرصے میں اضافہ ہوا ہے۔ جبکہ حکومت نے مزید فیصلہ کیا ہے کہ ماہ مارچ میں گندم کی امدادی قیمت میں مزید دس فیصد اضافہ کرے گی۔ جناب سپیکر! اس وقت ایک کلو گھی کی قیمت ۱۸ روپے اور ۲۰ روپے تھی اور اس وقت ۳۶ اور ۴۰ روپے فی کلو ہے۔ جبکہ حکومت سالانہ ۱۲ کروڑ روپے کی سبسڈی دے

کر یوٹیلیٹی سٹوروں پر ۳۱ کلو گھی فروخت کر رہی ہے۔ میرے بھائی نے ابھی ذکر کیا تھا۔ جناب سپیکر! وزیر تجارت احمد مختار صاحب نے کہا کہ پچھلے دو ماہ میں گھی ملوں نے ۲ ارب روپے کا ناجائز منافع کمایا۔ انہوں نے مزید کہا کہ ۴۶ اشیائے صرف کی قیمتوں میں ۱۸ فیصد اضافہ ہوا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب گھی مل مالکان نے اتنا ناجائز منافع کمایا اور حکومت کے نوٹس میں بھی آیا تو حکومت نے ان کے خلاف کیا کارروائی کی ہے؟ اور ان کو اعتدال پر لانے کے لیے، قیمتوں کو کنٹرول کرنے کے لیے، وزیر تجارت اور حکومت نے کیا اقدامات کیے ہیں؟ جناب سپیکر! اسی طرح چینی کے ریٹ بڑھے ہیں، گوشت کے ریٹ بڑھے ہیں ۔ سیمنٹ ۱۴۰ روپے کی بوری تھی اب ۱۹۰ روپے کی بوری مل رہی ہے۔ اینٹ ۹ سو روپے کی اور ایک ہزار روپے کی فی ہزار ملتی تھی ۔ اب دو ہزار سے اڑھائی ہزار روپے فی ہزار مل رہی ہے۔ اس وقت چائے کا ایک کپ ایک روپے سے ڈیڑھ روپے میں ملتا تھا۔ آج وہی چائے کا ایک سادہ کپ دو روپے سے اڑھائی روپے میں مل رہا ہے ۔ ایک عام سائیکل جو پاکستان کی بنی ہوئی ہے ۱۹۹۳ء میں سولہ سو روپے میں ملتی تھی۔ اور اس وقت اس کی قیمت دو ہزار روپے ہوگئی ہے۔ اور ایک ٹائر ٹیوب جو غریب کی ضرورت ہے وہ ۳۵ روپے سے ۸۵ روپے تک ملتی تھی۔ اب ۸۰ روپے سے ڈیڑھ سو روپے تک مل رہی ہے۔ جناب سپیکر! میں اجازت چاہوں گا کہ مجھے دو منٹ زیادہ دے دیے جائیں تاکہ میں اپنی بات کو مکمل کرسکوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، دو منٹ میں مکمل کیجیے۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! زائد وقت دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، ٹائم ختم ہو رہا ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! اسی طرح میں ادویات کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ میڈیسن کی طرف کبھی کسی نے کوئی توجہ نہیں دی۔ آج وزیر صحت صاحب بھی تشریف فرما نہیں ہیں، ادویات کی قیمتوں میں سو فیصد اضافہ ہوا ہے۔ بخار کی دس گولیوں کا پتا جو ۱۹۹۳ء میں ڈیڑھ روپے کا ملتا تھا آج وہ چار روپے کا مل رہا ہے۔ شوگر کی ۱۰ گولیاں جو مریض کو چھ روپے میں ملتی تھیں آج وہ ۹ روپے میں مل رہی ہیں۔ میں آپ کی توجہ ایک موذی مرض کینسر کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ کہ اس سے پہلے ۱۹۹۳ء میں اس مرض کی ایک گولی ناول ڈیکس ۱۲ روپے میں ملتی تھی اب ۱۸ روپے میں ملتی ہے اور مریض اس کو دن میں تین مرتبہ کھاتا ہے۔ یعنی ایک آدمی دن میں تین مرتبہ گولی کھانے گا تو اس کے

۵۴ روپے خرچ ہوجائیں گے۔ اور اس وقت کینسر کا مرض اگر بڑھ جاتا تھا تو اس کا انجیکشن کورس کروانا پڑتا تھا۔ وہ ۲۵ ہزار روپے میں ہوتا تھا' آج وہ ۴۰ ہزار روپے میں بھی نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر! اسی طرح بچوں کے دودھ جو کہ ہم باہر سے امپورٹ کرتے ہیں ان کی قیمتوں پر تو بالکل ہی کوئی توجہ نہیں دیتا۔ آج اگر ایک دفعہ آپ نے وہ دس روپے میں ڈبہ خریدا ہے تو جب دوسری دفع لینے جائیں گے تو وہ آپ کو گیارہ یا بارہ روپے کا ملے گا۔ جناب سپیکر! ہر کوئی مہنگائی کے ہاتھوں پریشان ہے۔ بنیادی ضروریات زندگی کو پورا کرنا تو درکنار ضروری اشیائے خورد و نوش بھی قوت خرید سے باہر ہوتی جا رہی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، لاء منسٹر صاحب! تین بج رہے ہیں۔ تو کیا خیال ہے؟ جی کھوسہ صاحب!

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! معزز رکن کو وائنڈ اپ کرنے کی اجازت دے دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب ان کا وقت تو ختم ہو گیا ہے۔ یہ تو بارہ تیرہ منٹ لے چکے ہیں جبکہ دس منٹ وقت تھا۔ آپ کی جو پہلی لسٹ تھی وہ exhaust ہو گئی ہے۔ یہ آخری سپیکر تھے۔ آخر میں انعام اللہ نیازی صاحب مجھے لکھا گئے تھے۔ لیکن اب ٹائم نہیں بچا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! مہربانی فرما کر ان کو وائنڈ اپ کرنے کی اجازت دے دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرا خیال ہے کہ وائنڈ اپ بھی اب نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے زیادہ وقت لے لیا ہے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! ارشد عمران سلہری صاحب چونکہ تقریر کر رہے ہیں' اس لیے ان کی تقریر ختم ہو لینے دیں۔ اس کے لیے پانچ منٹ اور دے دیجیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، انعام اللہ نیازی صاحب نے بھی پھر نام لکھوایا ہوا ہے۔

وزیر قانون، تو ایسے ہے کہ اگلے دن پر ان کو رکھ لیں۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی، جناب سپیکر! ہفتے کے دن نیازی صاحب کی تقریر سے یہی بحث شروع کر لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پھر اگلے دن رکھ لیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، لیکن آج ہمیں بولنے کا موقع دیا جائے۔ ان کو تکلیف کیا ہے؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! پانچ منٹ وقت بڑھا کر افضل سندھو صاحب کی بات سن لی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو میں پانچ منٹ کے لیے ٹائم کو بڑھاتا ہوں۔

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب سپیکر! اس میں میرا نام بھی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے پاس نہیں ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! ہمارے کچھ اور ممبران کے نام بھی بتایا ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں پانچ منٹ کے لیے ٹائم بڑھاتا ہوں۔ یہ آخری تقریر ہے۔ اس کے بعد پھر فیصلہ کر لیں گے۔ جی۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! اس سابقہ سال میں ساٹھ فیصد سے ستر فیصد تک قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ ناجائز منافع خوری ' ذخیرہ اندوزی اور دھونس دھاندلی سے مہنگائی میں اضافہ کرنے والوں کا محاسبہ کیوں نہیں ہوتا؟ زرعی ملک میں پیدا ہونے والی اجناس کی قیمتوں میں راتوں رات اضافہ کیوں ہو جاتا ہے؟ عام قسم کی سبزیاں مہنگے داموں کیوں فروخت ہوتی ہیں؟ کھیت سے پرچون فروش تک سبزی کی قیمت میں چار سو فیصد اضافہ کیوں ہو جاتا ہے؟ دالیں' چاول' گندم' گھی جیسی اشیائے خورد و نوش خریدنا بھی سب سے بڑا مسئلہ کیوں بن گیا ہے؟ معاشی عدم استحکام نے عام شخص کو زندگی سے بیزار کر رکھا ہے۔ لوگوں نے ایک دوسرے پر اعتماد کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ہر شخص دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ سیدھی اور صاف بات بھی دھوکا نظر آتی ہے۔ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالنا' مجبوری کے تحت جائز و ناجائز کی تمیز بہت کم رہ گئی ہے۔ اخلاقی اقدار بھی زوال پذیر ہیں۔ یہ سب وہ باتیں ہیں جو زبان زد عام ہیں۔ یہ وہ گلے شکوے ہیں جو عام آدمی اپنی حکومت' معاشرے اور ملکی نظام سے کرتا دکھائی دیتا ہے مگر ارباب بست و کشاد سب اچھا کی رٹ لگا رہے ہیں۔ ان کے نزدیک مہنگائی دوسرے ممالک کی نسبت بہت کم ہے۔ ملک میں سیاسی بحران بھی نہیں اور اکیسویں صدی میں پاکستان کا شہری ایسے داخل ہوگا جیسے بہشت بریں میں داخل ہو رہا ہے۔ عوام کو سہانے خواب دکھانے ' اپنے اقتدار کو طول دینے اور حقائق سے منہ موڑنے کا یہ وتیرہ بہت پرانا ہے۔ جہاں لوگ روٹی کپڑا

حاصل کرنے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں خرچ کریں گے' ضروریات زندگی پورا کرنے کے لیے طرح طرح کے پاپڑ بیلیں گے' وہاں کرپشن اور بدعنوانی کی جڑیں مضبوط تر ہوں گی اور "سب سے اچھا ہے" کے اس نظام میں تبدیلی لائی ہو گی تو پھر انسانی زندگی بہت بہتر طور پر بسر ہو سکے گی۔ لوگ جان چکے ہیں کہ مہنگائی صرف غریب آدمی کے لیے ہے اور غریب اس ملک میں ۸۰ فیصد ہیں۔ پندرہ فیصد وہ لوگ ہیں جو خود کو غریب کی بجائے سفید پوش اور متوسط تصور کرتے ہیں اور اس بھرم کو قائم رکھنے کے لیے رشوت اور بدعنوانی کا سہارا لیتے ہیں۔ صرف پانچ فیصد مراعات یافتہ امیر طبقہ ہے جن کی مراعات میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور یہی طبقہ ہمیشہ سے باقی ۹۵ فیصد پر حکمران رہا ہے۔ چھوٹا تنخواہ دار طبقہ' مزدور' محنت کش اور چھوٹے کاروباری لوگ تمام مسائل کی جڑ مہنگائی کو قرار دیتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ غربت سب سے بڑی لعنت ہے۔ شکریہ جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر، جی کیا صورت حال ہے؟ لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں عرض کروں گا کہ آج وائنڈ اپ کرنا تو یقیناً مناسب نہیں ہو گا' کیونکہ زیادہ اراکین موجود نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ ہفتہ کو جنرل ایڈمنسٹریشن پر بحث ہونی ہے تو اس روز بھی کئی اراکین نے تقازیر کرنی ہوں گی جو آج مہنگائی پر کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے مزید وقت بڑھا لیا جائے۔ جن دو تین دوست اراکین نے تقاریر کرنی ہیں وہ آج کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، انعام اللہ صاحب ہیں۔ دوسرے عمران مسعود صاحب ہیں۔ مقصود بٹ صاحب ہیں۔ تو میں ساڑھے تین بجے تک کے لیے ٹائم کو بڑھاتا ہوں۔جی انعام اللہ نیازی صاحب!

جناب غلام عباس، جناب سپیکر! کورم ہی نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کوئی بات نہیں۔ آج بڑا اچھا دن گزرا ہے۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی، جناب سپیکر! میں صبح سے بیٹھا ہوا ہوں۔ میں آج وائنڈ اپ نہیں کر سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بات تو سنیں۔ آج بڑا اچھا دن گزرا ہے۔ بڑے افہام و تفہیم سے دو بل پاس ہوئے ہیں۔ تو میرا خیال ہے کہ اس میں آپ ذرا در گزر کریں۔

جناب غلام عباس، جی ٹھیک ہے۔ میں کورم پوائنٹ آؤٹ نہیں کرتا۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی، جناب سپیکر! میں صبح سے بیٹھا ہوا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو آپ آرام کر لیں۔

وزیر قانون، آج آپ وائنڈ اپ نہیں کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ وائنڈ اپ کل کر لیں گے۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی، جناب سپیکر! میں نے ان کے نوٹس لینے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ کوئی اور ساتھی لے کر آپ کو بتا دے گا۔

وزیر صنعت ، جناب سپیکر! یہ کوئی بات ہے؟ یہ آتے ہیں اور سیر کر کے چلے جاتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی انعام اللہ نیازی صاحب۔ اب سب کو دس منٹ ٹائم دیا ہے۔ آپ کوشش کریں کہ اس میں ہی ختم ہو تا کہ زیادہ ٹائم نہ ہو۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ شکریہ جناب سپیکر! آج اس ایوان میں جتنی ضرورت ہمیں اپنے اس ایوان کے ارکان سے تھی کہ اس اتنے اہم ایشو پر لوگ یہاں پر بیٹھتے اور ایوان اقتدار کے لوگ ان حقیقتوں کو سنتے جو اس وقت غریب عوام پر ایک مہنگائی کا وہ دور جو اس ختم نہ ہونے والی کالی رات کی مانند نازل ہو چکا ہے۔ لیکن میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ وہ لوگ جنہوں نے کانٹے کی چبھن محسوس نہ کی ہو ان کو تلوار کے زخم کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ وہ لوگ جو راتوں رات اپنی امارت میں اضافہ کرنے کے لیے کروڑوں روپے کے کمشن بنا رہے ہیں ان کو غریب کی اس گرتی ہوئی حالت کا کیسے اندازہ ہو سکتا ہے؟ وہ لوگ جنہوں نے کبھی غربت کو قریب سے نہ دیکھا ہو، اسے غریب کی بدحالی کا اندازہ کیسے ہو سکتا ہے؟ لیکن میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ ایک دور ہمارے اوپر ۱۹۷۱ء میں نازل ہوا تھا اور اس دور کی کمی بیشی جو اس دور میں پوری نہ ہو سکی وہ آج ۱۹۹۳ء کے دور میں اپنے ان مشنز کو مکمل کیا جا رہا ہے۔

جناب والا! وہ لوگ جن کی راتوں کے لوازمات کا اور برآمد شدہ بند بوتلوں کا بل پندرہ بیس ہزار روپے ایک رات کا ہو ان لوگوں کو غریب کی حالت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ جن کے کتے اور بلیوں کی فرانس سے درآمد شدہ بسکٹوں سے تواضع کی جاتی ہو ان لوگوں کو کیا احساس ہو گا؟ جس ملک کے سربراہان ایک تیتر کھانے کے لیے لاکھوں روپے خرچ کر دیں ان کے منہ سے غریبوں کے لیے کوئی

بات نکلتی اچھی نہیں لگتی۔ جناب والا! وہ لوگ جو معمولی عیاشیوں کے لیے اپنے آپ کو وی ۔ آئی ۔ پی بنانے کے لیے یہاں پر جشنوں کی محفلیں سجاتے ہوں ان لوگوں کو زیب نہیں دیتا کہ غریب کی بات کریں۔ ایوانوں میں آ کر وہ لوگ جس وقت غریب پرستی کی بات کرتے ہیں تو افسوس ہوتا ہے کہ یہ غریب پرستی کی بات کرنے والے ایک طرف تو عوام کے سامنے اپنے آپ کو سرخرو دیکھنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف اپنی عیاشیوں پر بے بہا ملکی خزانے اس ملک میں لٹا رہے ہیں۔ جناب والا! میں اس ایوان اقتدار سے پوچھتا ہوں کہ کون سا شعبہ ہے جس میں مہنگائی نہیں ہے؟ تعلیم دیکھیں تو وہ مہنگی' انصاف کے پیچھے جائیں تو وہ مہنگا' علاج مہنگا۔ جس ملک میں لوگوں کو بنیادی سہولتیں میسر نہ ہوں' روٹی کپڑا مکان کا نام لینے سے غریب کو ایک خواب سا لگتا ہے۔ اب تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ پی ۔ ڈی ۔ ایف کی حکومت ہمارے لیے peoples dying force بنتی جا رہی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک پر پیپلز پارٹی کی حکمرانی نہیں کسی مہنگائی کی حکمرانی آ چکی ہے جناب والا!

اتنی ارزاں تو نہ تھی درد کی دولت پہلے
جس طرف جائیے زخموں کے لگے بازار ہیں

جناب والا! غریب سارا دن دفتروں میں فائلوں کا پیٹ تو بھر لیتا ہے لیکن شام کو جس وقت وہ اپنے گھر جاتا ہے تو اپنا پیٹ بھرنے کے لیے اسے دس بار سوچنا پڑتا ہے۔ ایوان اقتدار کے لوگوں کو میں یہ جتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ خالی پیٹ تمہارے لیے خطرے کا alarm ہے۔ یہ خطرے کی گھنٹی بج رہی ہے۔ یہ حکومت کے لیے روانگی کا بگل بج رہا ہے میں آپ کو یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ یہ حالات جو اس وقت ہمارے عوام پر اس حکومت کی وجہ سے نازل ہیں ان پر خدارا' کوئی توجہ دینے والا یہاں پر آئے اور اس چیز کا اندازہ کر سکے جو عوام کے ماتھوں پر در و دیواروں پر الفاظ کندہ ہیں،

تا حد نظر شعلے ہی شعلے ہیں
چمن میں نگہباں سے کوئی بھول ہوئی ہے
جس دور میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی
اس دور کے سلطان سے کوئی بھول ہوئی ہے

جناب والا! آج کا غریب جب چینی مانگتا ہے تو اس کو کہا جاتا ہے کہ ہمارے پاس چینی نہیں ہے۔ لیکن حزب اختلاف اور قائد حزب اختلاف پر نکتہ چینی کرنے کے لیے بہت کچھ موجود ہے۔ اگر چاہیے

تو جائیں جا کر پی۔ ٹی۔ وی کے جنرل سٹور سے لوٹ سیل میں آپ کو فراہم کی جا سکتی ہے۔ جناب والا! جب غریب آٹا مانگتا ہے تو صبر کی اور امید کی تلقین کی جاتی ہے۔ جب گھی مانگا جاتا ہے تو لپڑی چوپڑی ہوئی باتیں عوام کا مقدر بنتی جا رہی ہیں۔ میں آج ایوان کے ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ غریب نے اس ملک میں کیا قصور کیا؟ لیکن اس کا جواب ذی شعور کے لیے کافی ہے جن کی مائیں ایرانی ہوں جن کی خادمائیں فلپائنی ہوں جن کے ڈاکٹر جرمنی سے آئیں ---

جناب ڈپٹی سپیکر، نیازی صاحب! آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! ابھی تو صرف پانچ منٹ ہوئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ دس منٹ ہو گئے ہیں۔ ابھی دو مقرر باقی ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! تین بج کر پانچ منٹ پر تو انہوں نے اپنی تقریر ختم کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس وقت تین بج کر پانچ منٹ کا وقت تھا۔ میں نے پانچ منٹ وقت extend کیا تھا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! آپ نے مجھے دس منٹ دیے تھے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! انہیں اب wind up کر لینے دیجیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب آپ wind up کیجیے' کیونکہ ابھی دو سپیکرز ہیں اور وقت بھی ساڑھے تین بجے تک ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! جس کے ڈاکٹر جرمنی سے آئیں فرانس سے آئیں۔ جن کا نظام ہضم پاکستانی مصالحوں سے بنی ہوئی خوراکیں ہضم نہ کر سکتا ہو۔ جن لوگوں نے اپنی عیاشیوں سے ان حکومتوں نے در و دیوار لوگوں کے لیے اونچے کر رکھے ہیں وزیروں کی فوج ظفر موج کے اللے تللے اور لوٹوں کے گل چھرے' جیالوں کی لوٹ کھسوٹ۔ میں ذاتی طور پر اس کے بارے میں یہی کہوں گا کہ،

اگلے دن کچھ ایسے ہوں گے
چھلکے پھلوں سے مہنگے ہوں گے
پھول کھلیں گے تنہا تنہا
جھرمٹ جھرمٹ کانٹے ہوں گے

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جناب عمران مسعود صاحب! آپ ذرا کوشش کریں کہ پانچ چھ منٹ میں اپنی بات مکمل کر لیں۔

میاں عمران مسعود، جناب سپیکر! میں اپنی بات صرف دو منٹ میں ختم کروں گا۔ جناب والا! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے وقت عنایت فرمایا۔

جناب والا! آج کل جو حالات ہیں یا جو prevailing circumstances ہیں اگر ان کے بارے میں تھوڑا سا غور و خوض کیا جائے' کچھ ایسی پالیسیاں بنا لی جائیں جن سے اس مہنگائی کے جن کو قابو کر لیا جائے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی غلطی ہو گی۔ میری مراد یہ ہے کہ اس قسم کی انڈسٹریل پالیسیز آئندہ دی جائیں کیونکہ اب تو financial year ختم ہونے کو آرہا ہے۔ امپورٹ اینڈ ایکسپورٹ کے بارےمیں' ٹیکسز کے بارے میں اور ایکسائز کے بارے میں کم از کم کچھ ایسی پالیسیاں بنائی جائیں جن سے عوام الناس کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔ جناب والا! پچھلے دور میں ہیلتھ فاؤنڈیشن' ایجوکیشن فاؤنڈیشن اور ان کے ساتھ ساتھ جو بیت المال کا قیام تھا' یہ اسی سلسلے میں کئے گئے تھے کہ common man کو اس کی روز مرہ کی زندگی میں فائدہ پہنچے۔ جناب والا! آپ ریٹس اٹھا کر دیکھ لیں' یہ کتنے بڑھ گئے ہیں۔ بلکہ جناب سپیکر! جوں جوں دور گزرتا جا رہا ہے قیمتیں بڑھتی ہی چلی جا رہی ہیں اور ہم نے یہ کبھی نہیں دیکھا کہ قیمتیں کبھی نیچے گئی ہوں بے شک وہ پٹرول ہو یا بجلی ہو۔ واپڈا نے بجلی پر ایکسائز ڈیوٹی بھی بڑھا دی' سوئی گیس والوں نے اپنے نرخ بھی بڑھا دیے اسی طرح کوئلہ کیروسین آئل اور فوم گیس وغیرہ یہ سب چیزیں بڑی مہنگی مل رہی ہیں۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے یہی درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ کچھ ایسا نظام اور کچھ ایسی پالیسیز آئندہ کے لیے بنائی جائیں جن سے عام آدمی کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔ جناب والا! جب عام آدمی کورٹ میں انصاف لینے جاتا ہے' اس کو نہ تو کوئی انصاف ملتا ہے اور نہ ہی اس کو اس کا اپنا آئینی حق ملتا ہے آج کل کا انسان تو basic human rights سے بھی محروم ہے لہذا میری یہی درخواست ہے اور میں یہی چاہوں گا کہ ہم یہاں جو باتیں کر رہے ہیں ان کو ریکارڈ کر کے right authority کو پہنچایا جائے اور آئندہ بجٹ میں ایسی پالیسیاں بنائی جائیں جن سے آج کل کے حالات کو بہتر کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ حاجی مقصود بٹ صاحب!

حاجی مقصود احمد بٹ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع فراہم کیا کہ میں بھی موجودہ حالات میں مہنگائی کے سلسلے میں جو بات ہو رہی ہے اس میں اپنا بھی کچھ کردار ادا کروں۔ جناب سپیکر! میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ اس وقت جو کچھ بھی کہا جائے گا وہ صرف ریکارڈ کے لیے ہی ہے۔ باقی ایوان میں جو صورت حال ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ جناب سپیکر! مجھ سے پہلے میرے فاضل ممبران نے بڑے اچھے انداز میں مہنگائی کے سلسلے میں بڑی اچھی تجاویز پیش کی ہیں۔ جناب والا! اس ایوان میں ممبر ہونے کے ناتے میری وابستگی کچھ تاجر برادری سے بھی ہے۔ اس ایوان میں چند معزز ممبران نے صنعت کاروں اور تاجروں کے بارے میں بھی یہ بات کہی کہ مہنگائی ان صنعت کاروں اور تاجروں کی وجہ سے بھی ہوتی ہے۔ جناب والا! میں یہ بات سمجھتا ہوں کہ موجودہ مہنگائی کے حالات سے تو آپ واقف نہیں ہوں گے نہ آپ بازار چیزیں خریدنے کے لیے جاتے ہوں گے اور نہ ہی آپ کو ضرورت پڑتی ہے--- گھر بیٹھے ہر چیز آپ کو مل جاتی ہے۔ لیکن مہنگائی کے اس سلسلہ میں ان غریبوں کی آواز آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں جو سارا سارا دن قطاروں میں لگے رہتے ہیں۔ ان ماؤں بہنوں کی عزت نفس جو مجروح ہو رہی ہے۔ ان کی آواز آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ وہ غریب عوام جو ایک گھی کا ڈبہ خریدنے کے لیے چار چار گھنٹے لائنوں میں لگے رہتے ہیں اور بعد میں انہیں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ سٹاک ختم ہو گیا ہے۔ جناب سپیکر! صرف اور صرف گھی کے بارے میں جو اس وقت حالات ہیں' جو اس وقت مہنگائی ہے وہ آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ اس وقت یوٹیلٹی سٹوروں پر انتظامیہ کی طرف سے پاکستان پیپلز پارٹی لاہور کی طرف سے یہ لسٹیں فراہم کی گئی ہیں۔ جناب سپیکر! ان لسٹوں میں حلقہ وار ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے ہیں جن کو یہ اختیارات دیے گئے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے پرچیاں جاری کریں۔ اپنی مرضی سے وہ گھی تقسیم کریں۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جن کے بہانے یہ اعلان کیا جاتا ہے' ان غریبوں کے بارے میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ ان غریبوں کے لیے ہم نے یوٹیلٹی سٹور کھولے ہوئے ہیں۔ ان کو حقیقت میں وہاں کوئی فائدہ نہیں ملتا۔ یہ میرے پاس لسٹ موجود ہے۔ اس میں کچھ لیڈر صاحبان کی طرف سے کچھ چٹھیاں بھی ہیں کہ حامل رقعہ ہذا کو بھیج رہے ہیں' ان کو اتنے ڈبے گھی دے دیا جائے۔ جناب سپیکر! یہ تو صرف گھی کی بات ہے۔ لیکن میں آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ اس وقت ضروریات زندگی کی ہر وہ چیز مہنگی ہو چکی ہے۔ جناب سپیکر! قیام پاکستان سے لے کر گزشتہ سال تک جو قیمتیں بڑھی ہیں ان قیمتوں کے مقابلے میں صرف

ایک سال میں اتنی قیمتیں بڑھی ہیں۔

جناب سپیکر! آج یہاں دالوں کی بات ہو رہی تھی' چاولوں کی بات ہو رہی تھی۔ تجارت پیشہ سے وابستگی ہونے کے ناتے سے میرے پاس بھی وہ تمام لسٹیں موجود ہیں کہ پچھلے سالوں میں کیا دام تھے اور آج کیا ہیں۔ لیکن وقت کی کمی کے پیش نظر میں آپ کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا لیکن ایک بات آپ کو ضرور بتانا چاہتا ہوں کہ ایک سال میں قیمتیں اتنی بڑھ چکی ہیں کہ لوگوں کی قوت خرید ختم ہو چکی ہے۔ لوگ پریشان حال ہیں اور یقین جانیں' یہ قطاروں میں لگی ہوئی بوڑھی عورتیں جھولیاں اٹھا اٹھا کر بددعائیں دے رہی ہیں۔ موجودہ حکومت کو کوس رہی ہیں کہ اس حکومت کی وجہ سے آج ہمیں ان قطاروں میں لگنا پڑ رہا ہے۔ جناب سپیکر! چند دنوں کی بات ہے کہ ایک عورت اسی طرح ایک قطار میں گھی لینے کے لیے کھڑی تھی تو ایک پولیس والے نے اسے مذاق کیا۔ تو اس عورت نے اسے کہا کہ تمہارے گھر ماں بہن نہیں ہے۔ تو اس پولیس والے نے جواب دیا' ماں بہن تو ہے لیکن تمہاری ضرورت ہے۔ جناب سپیکر! ماؤں بہنوں کی عزتوں کو اس طرح گھی دینے کے بہانے وہاں پر برباد کیا جا رہا ہے۔ یہ تو گھی کی بات ہے۔ آج آٹا' چینی' چاول' دالیں لے لیں۔ ان کا یہ حال ہو چکا ہے جس کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ تمام تر ذمہ داری موجودہ حکومت کی ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اس میں کوئی سابقہ حکومت کی بات آتی ہے تو آج اس کو سامنے رکھ دیا جائے کہ سابقہ حکومت کے دور میں کیا پوزیشن تھی اور آج کیا حالات ہیں۔ جناب سپیکر! یہ مہنگائی کس طرح ہو رہی ہے یہ مہنگائی کیوں ہو رہی ہے۔ میں یہ آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ موجودہ مہنگائی حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے ہے حکومت کے ٹیکسیشن کے غلط نظام کی وجہ سے یہ مہنگائی ہو رہی ہے۔ جناب سپیکر! جب سابقہ بجٹ پیش کیا گیا تو تاجر برادری اس وقت بھی سڑکوں پر نکلی تھی۔ احتجاج کیا تھا اور کہا تھا کہ یہ جو آپ جنرل سیلز ٹیکس لگا رہے ہیں یہ تمام کا تمام بوجھ غریب عوام پر پڑے گا۔ لیکن کسی نے کوئی بات نہ سنی۔ آج جب دام بڑھتے ہیں تو کمپنی والوں سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے یہ دام کیوں بڑھائے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ جنرل سیلز ٹیکس لگ چکا ہے۔ اس وجہ سے ہم مجبور ہیں۔ جب پھر ایک مہینے کے بعد دوبارہ دام بڑھتے ہیں تو انہیں پوچھا جاتا ہے کہ اب کیا ہوا۔ اب پھر آپ نے دام بڑھا دیے تو وہ کہتے ہیں کہ سوئی گیس کے ریٹ بڑھ گئے ہیں۔ اس لیے ہماری مجبوری ہے۔ چند دن کے بعد جب پھر نئی لسٹ آتی ہے تو پھر ان سے پوچھتے ہیں کہ بھئی' اب کیا ہوا؟ اب آپ نے نئے دام لگانے شروع کر دیے

ہیں تو وہ کہتے ہیں فیکٹریوں پر جیالوں کو بٹھا دیا گیا ہے۔ ان کی خدمت کرنے کے لیے جو رقم کی ضرورت ہے اسی لیے دام بڑھائے ہیں۔ جب پھر پوچھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ برآمدی ٹیکس کا نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔ جناب سپیکر! جو مہنگائی ہو رہی ہے وہ صرف اور صرف اس موجودہ حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ اور جناب سپیکر! آج وہ پرائس کنٹرول کمیٹیاں، امن کمیٹیاں کہاں ہیں؟ ان کمیٹیوں کے اراکین صرف اپنی گاڑیوں پر نمبر پلیٹیں لگا کر پھر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے حکومت تک یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں کہ اگر مہنگائی پر قابو پانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے جب بھی بجٹ تیار ہو تو تاجر برادری کو اعتماد میں لیا جائے۔ تاجر برادری سے مشورہ لیا جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ٹیکس بھی اکٹھے ہو سکتے ہیں اور موجودہ حالات پر قابو بھی پایا جا سکتا ہے۔ جناب سپیکر! جب پرائس کنٹرول کمیٹیوں کی میٹنگز ہوتی ہیں تو اس وقت بھی تاجروں کو اعتماد میں لینا چاہیے۔ لیکن وہاں صرف جیالوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ وہاں پر وہ لوگ نہیں ہوتے جو ان حالات کو سمجھتے ہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں ان پرائس کنٹرول کمیٹیوں میں تاجروں کو نمائندگی دی جائے۔ تاجروں کو بلایا جائے اور ان سے پوچھا جائے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ مہنگائی پر کافی حد تک کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ جناب سپیکر! آج کے اس اجلاس کے حوالے سے میں آپ سے یہ اپیل کروں گا کہ صوبائی حکومت کی طرف سے ایک قرارداد پاس کر کے یا ان تمام بحث کو سمیٹتے ہوئے وفاقی حکومت کو لکھا جائے کہ جو ٹیکسوں کی بھرمار کی جا رہی ہے اس میں کمی کی جائے اور جب اس میں کمی ہو گی تو کافی حد تک مہنگائی پر قابو پایا جا سکے گا۔ جناب سپیکر! پورے پاکستان کی تاجر برادری آج ان حالات سے سخت پریشان ہے۔ میں آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ جہاں ایک تاجر، ایک تاجر ہونے کے ناتے کسی چیز کو بیچتا ہے تو اس کی خریداری کے لیے جہاں اس کا شمار خریدار میں ہوتا ہے وہاں اس کا شمار صارفین میں بھی ہوتا ہے۔ ایک چیز بیچنے کے بعد باقی تمام چیزوں کو وہ خود بھی خریدنے جاتا ہے اور وہ خود بھی اس مہنگائی کی زد میں آتا ہے۔ یہ نہیں کہ صرف تاجر ہونے کے ناتے وہ بچ جاتا ہے۔ لیکن ان وزیروں مشیروں کو تو مہنگائی کا کوئی علم نہیں جن کا نہ بازاروں میں جانا ہوتا ہے اور نہ انہیں ضرورت پڑتی ہے۔ آج اگر مہنگائی سے کوئی پریشان حال ہے تو وہ غریب ہیں جو دو وقت کی روٹی کے لیے صبح دفتر جاتے ہیں اور دو بجے کے بعد وہ قطاروں میں لگ کر اس انتظار میں ہوتے ہیں کہ ہمیں سستی چیز مل جائے گی۔ جناب سپیکر! آج سے کچھ عرصہ پہلے بیت المال سے ان غریبوں کو راشن کے کارڈ ملا کرتے تھے اور

وہ کچھ وقت تک نبھانے کے لیے یوٹیلٹی سٹوروں سے راشن لیا کرتے تھے۔ لیکن موجودہ حکومت نے وہ بھی بند کر دیے ہوئے ہیں' زکوٰۃ بند کر دی ہوئی ہے ۔ اس سے بھی ان غریبوں پر کافی اثر پڑا ہوا ہے۔ اور جو اس وقت مہنگائی کا حال ہے تنخواہیں آپ کے سامنے ہیں۔ آج کلرک پورے پاکستان کی سطح پر سڑکوں پر نکلے ہوئے ہیں' صرف اسی وجہ سے کہ وہ مہنگائی کا مقابلہ نہیں کر سکتے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان غریبوں کے لیے کچھ بہتر انتظام کرے تاکہ آنے والے وقت میں یہ غریب دو وقت کی روٹی کھا سکیں۔ جناب سپیکر! اس وقت ملک میں اڑھائی سو فیصد تک قیمتیں بڑھ چکی ہیں۔ اور جناب سپیکر! پچاس فیصد تک وہ تمام صنعتیں بند ہو چکی ہیں۔ آج کے اس ایوان کے حوالے سے وفاقی حکومت تک یہ بات پہنچائی جائے کہ موجودہ ٹیکسوں کے نظام کو بہتر کیا جائے تاکہ آئندہ مہنگائی سے یہ غریب عوام بچ سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ۔ اب اجلاس بروز ہفتہ مورخہ 4-2-95 گیارہ بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

4-Feb
1995

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا سترھواں اجلاس)

ہفتہ ' 4- فروری' 1995ء

(شنبہ 3- رمضان المبارک 1415ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 11 بج کر 1 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب ڈپٹی سپیکر میاں منظور احمد موہل کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ
زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ
مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ
لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَ
یَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

سورۃ النور آیت 35

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے کہ گویا ایک طاق ہے جس میں چراغ ہے اور چراغ ایک قندیل میں ہے۔ اور قندیل ایسی صاف شفاف ہے کہ گویا موتی جیسا چمکتا ہوا تارہ ہے اس میں ایک مبارک درخت کا تیل جلایا جاتا ہے یعنی زیتون! کہ نہ مشرق کی طرف ہے نہ مغرب کی طرف! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تیل جلنے کو تیار ہے خواہ آگ اسے نہ بھی چھوئے۔ روشنی پر روشنی ہو رہی ہے۔ اللہ اپنے نور سے جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ اور اللہ جو مثالیں بیان فرماتا ہے تو لوگوں کے سمجھانے کے لیے اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

وما علینا الا البلاغo

مسئلہ استحقاق

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم تحریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 2 سید عارف حسین بخاری کی طرف سے ہے۔

وزیر مال کی جانب سے اسمبلی سوال کا غلط جواب

سید محمد عارف حسین بخاری: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 8 جنوری 1995ء کو میرے نشان زدہ سوال نمبر 1378 کا جواب جناح آبادی ایکٹ مجریہ 1986ء کی کلاز 2 کی سب کلاز (جی) کی رو سے وزیر مال نے غلط دیا ہے۔ متذکرہ ایکٹ میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ جس شخص کے پاس ذاتی مکان یا قطعہ اراضی ہو اسے جناح آبادیوں میں کوئی الاٹمنٹ نہیں کی جائے گی۔ مگر وزیر موصوف نے میرے سوال کے جز (الف) میں یہ کہا ہے کہ محمد عنایت ولد محمد رمضان کو پلاٹ نمبر 28 محمد بشیر ولد محمد رمضان کو پلاٹ نمبر 29 اور مسماۃ صالح بی بی بیوہ محمد رمضان کو پلاٹ نمبر 30 الاٹ کیے گئے ہیں۔ جب کہ سوال کے جز (ب) میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ پلاٹ چیئرمین الاٹمنٹ کمیٹی ملک اعجاز احمد ممبر قومی اسمبلی کی سفارش پر الاٹ کیے گئے ہیں۔ حالانکہ ملک اعجاز احمد کبھی ممبر قومی اسمبلی نہیں رہے۔ اسی طرح سوال کے جز (ج) میں کہا گیا ہے کہ جن افراد کو پلاٹ الاٹ کیے گئے ہیں ان کے پاس کوئی رہائشی مکان یا قطعہ اراضی نہیں تھا۔ حالانکہ رجسٹر حق داران زمین موضع چلز تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا بابت 91-1990ء کے مطابق متذکرہ افراد کے نام برائے خسرہ نمبر 16/3_24 رقبہ موجود ہے۔

وزیر موصوف نے جان بوجھ کر غلط بیانی سے کام لیا ہے اور غلط اعداد و شمار پیش کیے ہیں۔ جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب والا! سوالات صرف معلومات ہی کے لیے نہیں بسا اوقات بدعنوانیوں اور بے ضابطگیوں کے متعلق توجہ دلانا بھی مقصود ہوتا ہے اور یہی روح اس سوال میں بھی کار

فرما تھی - محترم اپنے سیاسی مقاصد کے لیے' بے جا نوازی کی حد ہے کہ ایک ایسے خاندان کو جو ۸ مرلے کے ذاتی مکان کا مالک ہے اس کے ہر فرد کو حتیٰ کہ ان کی بوڑھی بیوہ ماں کو بھی جناح آبادی میں پلاٹ الاٹ کر دیا گیا کئی غریب مستحق جو بے مکان تھے وہ اس سے محروم رہے - اسی طرح اس گاؤں کی الاٹمنٹ کرتے ہوئے اور بھی کئی ایسے لوگ ہیں جو مالکان اراضی ہیں لیکن ان کو پلاٹ دے دیے گئے ہیں - جب اس سوال کے ذریعے اس بدعنوانی کی طرف توجہ مبذول کروائی گئی تو محترم وزیر مال نے بجائے اس کے کہ وہ اس غلط کاری کا نوٹس لیتے اور اپنے اہل کاروں کو تنبیہ فرماتے تو اس سے ان غریب مستحقین کی داد رسی ہوجاتی۔ الٹا محترم وزیر نے یہاں اپنے اہلکاروں کے وکیل صفائی کا کردار ادا کیا۔ جناب والا! اس تحریک استحقاق کو اس لیے حتمی مراحل تک لے جانا ضروری ہے تاکہ آئندہ پھر کسی کو ایوان کو گمراہ کرنے کی ج جرآت نہ ہو۔ براہ کرم اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد فرمائیں۔ تاکہ آئندہ جو وزیر صاحبان بھی جس سوال کا جواب دیں وہ پوری چھان بین کے ساتھ سوال کا جواب اس ایوان میں دیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ لاء منسٹر!

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق): جناب والا! یہ تحریک استحقاق وقفہ سوالات کے دوران وزیر مال کی طرف سے دیے گئے جواب کے بارے میں ہے۔ جناب والا! یہ بات درست ہے کہ جناح آبادی ایکٹ مجریہ ۱۹۸۶ء کی شق ۲ کی ذیلی شق(g) کے تحت جس شخص کے پاس ذاتی مکان یا قطعہ اراضی ہو۔ اسے جناحآبادیوں میں الاٹمنٹ نہیں کی جاسکتی - یہ بات درست ہے - اور فاضل رکن اسمبلی سید محمد عارف حسین بخاری صاحب نے جو ارشاد فرمایا ہے - اس کے حوالے سے میں یہ بھی عرض کروں گا کہ الاٹیوں میں سے محمد عنایت ولد محمد رمضان ' محمد بشیر ولد محمد رمضان اورصالحہ بی بی بیوہ محمد رمضان۔ انہیں الاٹمنٹ کی گئی۔ حالانکہ یہ ایک ایک مرلہ اراضی کے مالک ہیں اور جواب میں' جناب والا! جو اس روز اسمبلی کے اندر جواب دیا گیا - اس میں بھی صفحہ ۲۷ پر وزیر مال نے جواب دیتے ہوئے یہ بات تسلیم کی تھی کہ پلاٹ نمبر۲۰ محمد خان ولد صاحب دین اور پلاٹ نمبر ۲۲ اللہ بخش ولد جلال دین' پلاٹ نمبر ۲۴ منور خان ولد گلزار اور اس کے آگے جناب والا! پلاٹ نمبر ۲۸ محمد عنایت ولد محمد رمضان - پلاٹ نمبر ۲۹ محمد بشیر ولد محمد رمضان۔ جبکہ پلاٹ نمبر ۳۰ مسمات صالحہ بی بی بیوہ محمد رمضان کو الاٹ کیے گئے۔ یعنی بات مخفی نہیں رکھی گئی۔ وزیر مال نے یہ جواب دیا تھا کہ انہوں نے ان حضرات کو پلاٹ الاٹ کیے۔ یعنی سابقہ دور

حکومت میں ان حضرات کو پلاٹ الاٹ کیے گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ حضرات ایک ایک مرلہ اراضی کے مالک ہیں اور آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایک مرلہ اراضی میں مکان تعمیر کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ یا قابل رہائش مکان اس میں تعمیر نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے جناح آبادیوں میں بھی ۷ مرلے اراضی کا پلاٹ مختص کیا جاتا ہے ایسےشخص کے لیے جس کے پاس اپنا گھر بنانے کے لیے کوئی اراضی نہ ہو۔ یعنی حکومت اورمحکمہ یہ محسوس کرتا ہے کہ رہائش کے لیے کم ازکم سات مرلے جگہ دیہات کے اندر ہونی چاہیے جب کہ شہروں کے اندر پالیسی ہے اس کے لیے بھی تین مرلے کی الاٹمنٹ کی جاتی ہے جناح آبادیوں کے اندر۔ اس لیے جناب والا! وزیر مال نے جو جواب دیا تھا اس میں کوئی بات بھی مخفی نہ رکھی گئی تھی۔ اور ایک سپیشل کیس کی حیثیت سے ان تینوں افراد کو ایک مرلہ کم اراضی رکھنے کی بنیاد کو محسوس کرتے ہوئے الاٹمنٹ کی گئی تھی اور یہ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر انسانی ضرورتوں کی بنیاد پر یہ سپیشل الاٹمنٹ ہوئی۔ جہاں تک اعجاز احمد ممبر قومی اسمبلی کا نام یہاں جواب میں لکھا گیا تھا وہ ایک کتابت کی غلطی ہے۔ اعجاز احمد اس وقت سابقہ دور حکومت میں، گزشتہ اسمبلی میں وہ صوبائی اسمبلی کے ممبر تھے۔ یعنی وہ اسمبلی کے ممبر ضرور تھے۔ لیکن صوبائی اسمبلی کی بجائے کتابت کی غلطی کی وجہ سے قومی اسمبلی کا لفظ پرنٹ ہو گیا۔ اور بطور رکن صوبائی اسمبلی وہ اس وقت جب یہ پالیسی بنی تھی الاٹمنٹ کے لیے سفارش کرنے کے مجاز تھے۔ اور انہوں نےصوبائی اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے ان افراد کو الاٹمنٹ کیے جانے کی سفارش کی تھی۔ لہٰذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ فاضل رکن اسمبلی نے جو کوائف یہاں اپنی تحریک استحقاق کے لیے پیش کیے ہیں۔ ان کا اگر وزیر مال کے جواب سے موازنہ کیا جائے تو وزیر مال نے کوئی بات بھی مخفی نہ رکھی ہے اور جو الاٹمنٹ ۱۹۸۶ء ایکٹ کے تحت، جو لوگ اراضی کے مالک ہیں انہیں الاٹمنٹ نہیں کی جاسکتی۔ لیکن ایک سپیشل کیس کی حیثیت سے صرف ایک مرلہ مالک ہونے کی حیثیت میں انہیں الاٹمنٹ کی گئی۔ جناب والا! کوئی deliberately جھوٹ نہیں بولا گیا۔ ایوان کو غلط حقائق اور واقعات سے آگاہ کرنے کے لیے جان بوجھ کر وزیر مال نے کوئی پردہ نہیں ڈالا۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی اور اس کو خلاف ضابطہ قرار دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

سید محمد عارف حسین بخاری: گزارش یہ ہے محترم! کہ میرے پاس رجسٹر حقداران کی نقل موجود ہے۔ جس میں متذکرہ خاندان سترہ مرلہ اراضی کا مالک ہے۔ اس کے اوپر گرداوری غیر ممکن مکان کی

ہے۔ محترم فرما رہے ہیں کہ وہ ایک مرلہ کے مالک ہیں اور انہیں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر مکان دیا گیا ہے۔ جناب ۱۰ مرلے کا مکان تو محل ہوتا ہے۔ ان کے پاس ۱۰ مرلے کا مکان ہے اور ایک ایک فرد کو دیا گیا ہے بوڑھی ماں کو بھی دیا گیا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس میں بے قاعدگی کی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے بڑے واضح طور پر کہا ہے کہ ایک تو وہ جو نام تھا اعجاز احمد صوبائی اسمبلی کے ممبر تھے اور ان کمیٹیوں کی چیئرمین بھی اپنی اپنی constituency میں وہ صوبائی اسمبلی کے ممبران تھے قومی اسمبلی کے ممبران نہیں تھے۔ یہ کتابت کی غلطی ہوسکتی ہے۔ اسی طرح انہوں نے کہا ہے کہ وہ صرف ایک مرلے کے مالک ہیں تو ایک مرلے میں مکان نہیں بن سکتا۔ اگر کسی کو مل گیا ہے تو میرے خیال میں آپ تو بڑے ہی رحم دل انسان ہیں اور نیک ہیں اور اس پر تو میرے خیال میں درگزر کرنا چاہیے اور آپ اس کو پریس نہیں کریں گے۔ کیونکہ ان کی بڑی وضاحت آگئی ہے۔

چودھری غلام احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب غلام احمد صاحب!

چودھری غلام احمد خان: جناب والا! وزیر قانون نے فرمایا ہے کہ اعجاز احمد اس وقت نیشنل اسمبلی کے ممبر نہیں تھے بلکہ وہ صوبائی اسمبلی کے ممبر تھے۔ اعجاز احمد اس حلقے سے آج تک صوبائی اسمبلی کا کوئی رکن نہیں رہا۔ یہ تو ریکارڈ کی بات ہے۔ یہ ریکارڈ سے دیکھ لیں۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ اس آدمی کی ایک مرلہ زمین تھی جس پر گھر نہیں۔ جو ایکٹ ہے اس کی روح سے یہ ہے اور ایکٹ کا منشا بھی یہ تھا کہ جو لوگ بے گھر ہیں ان کو پلاٹ الاٹ کرنے ہیں ۔ مالکان کا یا غیر مالکان کا ذکر نہیں ہے۔ بے گھر افراد کو گھر دیئے جائیں۔ اس سکیم کا مقصد یہ تھا کہ بے گھر افراد کو الاٹمنٹ کی جانی چاہیے۔ تو اس لحاظ سے بھی ان کا جو موقف ہے وہ درست نہیں ہے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر موصوف!

وزیر قانون: جناب والا! میں نے عرض کیا ہے کہ وزیر مال نے بھی یہی جواب دیا تھا کہ ان حضرات کے پاس ایک ایک مرلہ اراضی ہے۔ اور ایک مرلہ اراضی میں گھر نہیں بن سکتے۔ اور صفحہ 27 پر اس روز جو وزیر مال نے جواب دیا اس میں جزو (د) اگر آپ دیکھیں تو اس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ صرف پلاٹ نمبر ۲۰ کا الاٹی محمد خان ولد صاحب دین جو کہ ۱۵ کینال ۴ مرلے کا مالک ہے اس کی الاٹمنٹ کی منسوخی

کی کارروائی ہو رہی ہے۔ یعنی سوال کی روشنی میں یا اس سے قبل محکمے کو کوئی ایسےکیس جن کا پتا چلا کہ غلط الاٹمنٹ ہوئی ہے اس کا جواب میں بھی ذکر کردیا گیا۔ کہ فلاں شخص کو غلط الاٹمنٹ ہوئی ہے۔ لیکن جن تین اشخاص کے بارے میں ذکر ہے وہ ایک ایک مرلہ کے مالک تھے۔ میں نے وضاحت سے کہا ہے کہ سپیشل کیس کی حیثیت سے اس وقت کے رکن صوبائی اسمبلی کی سفارش پر جو کہ سفارش کرنے کے مجاز تھے پالیسی کے مطابق ان کے سفارش پر یہ جائز الاٹمنٹ کی گئی۔ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر کہ ان کے پاس اراضی کم ہے ۔ جس ایک مرلہ اراضی کے وہ مالک ہیں اس میں گھر نہیں بن سکتا۔ لہذا انہیں جناح آبادی میں الاٹمنٹ کی جائے تاکہ یہ اپنے گھر بناسکیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سید عارف حسین بخاری!

سید محمد عارف حسین بخاری: گزارش یہ ہے محترم! کہ پہلی بات تو یہی ہے کہ جس پر وزیر موصوف بار بار اصرار فرما رہے ہیں۔ وہ فرمارہے ہیں کہ وہ ایک مرلہ اراضی کے مالک ہیں۔ میں نے آپ کو رجسٹر حقداران کی نقل دی ہے ان کا مکان ۱۷ مرلے کا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس میں کتنے حصے دار ہیں؟

سید محمد عارف حسین بخاری: وہ آپ دیکھ لیں۔ محترم، میری بات پوری ہو لینے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری بات سنیں۔ اس فرد ملکیت میں کتنے حصے دار ہیں؟ کتنے co-sharer ہیں؟

سید محمد عارف حسین بخاری: یہ تو فرد ملکیت آپ کے پاس ہے اس میں دیکھ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ چھ آدمی وہاں حصے دار ہیں۔

سید محمد عارف حسین بخاری: دوسری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ تھی کہ اس گاؤں کے کچھ لوگ میرے پاس آئے تھے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ ہمارے گاؤں میں مالکان اراضی کو تو پلاٹ دے دیے گئے ہیں۔ اور کئی غریب، بےگھر، محتاج جو حق دار تھے وہ محروم رہ گئے ہیں۔ یعنی اس وقت اس گاؤں میں جناح آبادی کی الاٹمنٹ نہ جانے وہ کون صاحب تھے اور ان کی صوابدید کیا تھی، الاٹمنٹ درست نہیں ہوئی۔ میرا مقصد یہ تھا کہ جو غیرمستحقین کو پلاٹ الاٹ کر دیے گئے ہیں، اگر وزیر موصوف کسی کا منسوخ نہیں کرنا چاہتے تو نہ فرمائیں۔ لیکن کم از کم یہ تو ہو کہ جو غریب، محتاج، بے گھر وہاں ہیں ان کو وہاں پلاٹ دیے جائیں اور براہ کرم اس گاؤں کی جناح آبادی کی الاٹمنٹ ازسرنو کی جائے

تاکہ غریب لوگوں کو پلاٹ ملیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہرحال اس موشن کو تو آپ پریس نہیں فرماتے؟ ورنہ مجھے پھر کوئی فیصلہ دینا پڑے گا۔

سید محمد عارف حسین بخاری: نہیں' اگر غریبوں اور مستحقین کی داد رسی ہو تو میں پریس نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو آپ استحقاق کمیٹی میں تو نہیں جانا چاہتے ناں؟ اس کو پریس نہیں کرتے؟

سید محمد عارف حسین بخاری: ٹھیک ہے جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ مہربانی۔ جی' محمود اختر گھمن صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری محمود اختر گھمن: اسی ایکٹ کے اندر provided ہے کہ اگر کسی شخص کو غیرقانونی طور پر' یا جو مستحق نہیں اس کو الاٹ کیا گیا .He can refer an appeal to the Deputy Controller اور اب بھی یہ اگر کوئی شخص تحریک کرتا ہے تو Now, it can be cancelled, Sir. The law has provided for it.

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ لیکن ان کا جو مسئلہ زیر بحث تھا' وہ تھا تحریک استحقاق کا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وزیر موصوف نے غلط جواب دیا ہے۔ یہ زیر بحث تھا۔ یہ نہ تھا کہ کیا بات ہے۔جی؟

سردار حسن اختر موکل: میری ایک تحریک استحقاق ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی ہے۔ مجھے پتا ہے۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر محمد شفیق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: جناب سپیکر! میں وزیر قانون صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا یہ جناح آبادی ایکٹ ابھی تک valid ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں' آپ تو پرانے پارلیمنٹیرین ہیں۔ سوال جواب پوچھنے کے لیے پوائنٹ آف آرڈر ہو سکتا ہے؟

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: نہیں سر۔ اس چیز پر نہیں ہے۔ شاہ صاحب نے جو بات کی ہے اس کا کوئی منطقی نتیجہ نکلنا چاہیے۔وہ حق رسی کی بات کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ معاملہ تو dispose of ہو گیا ہے۔ اگر کوئی نیا ممبر ہو تو اس کو تو اتنی relaxation دی جا سکتی ہے۔ آپ کو نہیں۔ I rule it out. جناب بادشاہ میر خان آفریدی۔ نمبر ۴۔ وہ حاضر نہیں ہیں' اس لیے یہ dispose of تصور ہو گی۔

میاں عمران مسعود: جناب والا! I am on a point of order

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب عمران مسعود صاحب!

میاں عمران مسعود: جناب والا! اجلاس شروع ہونے سے پہلے جب میں یہاں ایوان میں آیا تو یہاں عجیب قسم کی ایک smell' اگر آپ بھی تھوڑا غور فرمائیں تو عجیب قسم کی بو آ رہی ہے۔ اگر آپ اس کو سونگھیں۔ دریافت کرنے پر پتا چلا کہ ڈیزل کی عجیب قسم کی smell ہے۔اور اس بو کی وجہ سے ہمارے معزز ممبر میاں فضل حق صاحب' اور شاہ نواز چیمہ صاحب متلی کی وجہ سے لابی میں بے ہوش پڑے ہیں۔ اور یہی اقتدار کی بو رانا آفتاب کے سر پر بھی چڑھ گئی ہے۔ اس کا کوئی سدباب کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: عمران مسعود صاحب! میرے خیال میں یہ اب آپ نئے طریقے پر چل پڑے ہیں۔

میاں عمران مسعود: جناب یہ بو واقعی یہاں آ رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مجھے تو نہیں آ رہی۔مہربانی' شکریہ۔

میاں عمران مسعود: اس کا آپ نوٹس ضرور لیجیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ' اگلی تحریک استحقاق میاں عمران مسعود صاحب کی پینڈنگ تھی۔

خواجہ ریاض محمود: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب خواجہ صاحب!

خواجہ ریاض محمود: یہ ماشاء اللہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ یہ بو سے بے ہوش ہوا ہے۔ اگر میرے سمیت سارے ممبران کو زہر دے دیا جائے تو ہم مرنے والے نہیں' اتنے ڈھیٹ ہیں۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ بو سے مر رہے ہیں!

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ مہربانی۔ میاں عمران مسعود صاحب کی تحریک استحقاق نمبر ۵ جو پینڈنگ کی گئی تھی اس پر وزیر قانون صاحب! آپ کا کیا موقف ہے؟ مسئلہ یہ تھا کہ انہوں نے اس کی تردید شائع کرنی تھی' اس لیے میں نے پینڈنگ کی تھی۔ تردید ابھی تک میری نظر سے نہیں گزری ۔ رامے صاحب

نے ابھی مجھے آتے ہوئے بتایا تھا کہ ان کی بات ہوگئی ہے۔ وہ ان کے پریس رپورٹر کو طلب کر رہے تھے۔ اس کے بعد وہ اس کی تردید کردیں گے۔ میرا خیال ہے کل ہو جائے گی۔ جب ہم آئندہ meet کریں گے۔ اگر اس وقت تک نہ ہوئی تو پھر ہم اس کو ٹیک اپ کریں گے۔ اس وقت تک یہ پھر پینڈ نگ ہے۔ اگلی تحریک استحقاق جناب ارشد عمران سلہری صاحب کی طرف سے ہے۔ یہ بھی اگلے ورکنگ ڈے تک پینڈنگ تھی۔ ریونیو منسٹر۔ لاءمنسٹر صاحب! نمبر ۶ ارشد عمران سلہری صاحب کی ہے۔ آپ نے تو اس پر اپنا جواب دیا تھا۔ لیکن میں نے کہا تھا کہ ریونیو منسٹر صاحب کو اس کا جواب خود دینا چاہیے۔ ان کی کیا پوزیشن ہے؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! ریونیو منسٹر آج لاہور میں موجود نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو اس کو بھی ہم پینڈ نگ کر لیں؟

وزیر قانون: جناب والا! next working day تک کر لیں

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ next working day پہ شکریہ جی۔ اگلی تحریک استحقاق سردار حسن اختر موکل صاحب کی ہے۔ یہ بھی ہم نے پینڈ نگ کی تھی۔ کیونکہ حسن اختر صاحب اس روز نہیں تھے' یا اسمبلی کی بلڈنگ میں ہی کسی کام میں مشغول تھے' اس لیے ہم نے یہ پینڈ نگ کر دی تھی۔ جی' حسن اختر موکل صاحب۔

آئی جی پولیس پنجاب کا رکن اسمبلی سے نامناسب رویہ

سردار حسن اختر موکل: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے ۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 24 جنوری 1995ء کو تقریباً 11 بج کر 45 منٹ پر آئی جی پولیس پنجاب کو ایک مسئلے کے سلسلے میں ملنے کے لیے موصوف کے دفتر گیا۔ دفتر کے باہر کھڑے دربان اپنے نام کی چٹ اندر بھجوائی۔ مجھے انتظار کرنے کے لیے کہا گیا ہر چند منٹ کے بعد دربان آواز لگاتا کہ فلاں صاحب آئی جی کے پاس جائیں۔ آئی جی بلا رہا ہے۔ لیکن 1 بجے تک مجھے انتظار کروانے کے باوجود آئی جی ملنے سے گریز کرتا رہا 1 بجے میں واپس آ گیا۔ قانون ساز ادارے کے ایک رکن کے ساتھ آئی جی کا رویہ ہتک آمیز اور ناقابل فہم ہے۔ اس سے نہ صرف میرا' بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہٰذا میری استدعا ہے کہ میری تحریک استحقاق ایوان کی استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔

جناب والا!

جو پیرہن میں کوئی تار محتسب سے بچا
دراز دستیٔ پیرِ مغاں کی نذر ہوا
اگر جراحتِ قاتل سے بخشوا لائے
تو دل سیاستِ چارہ گراں کی نذر ہوا

جناب والا! آپ اس بات کو اچھی طرح سے سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں۔ یہ مسئلہ بہت پرانا ہے۔ قانون ساز ادارے کے معزز اراکین کے ساتھ افسر شاہی کا عام طور پر رویہ ٹھیک نہیں ہوتا۔ سمجھ نہیں آتی کہ اس کے پیچھے کیا محرکات ہیں۔ جس دن سے اس آئی جی پولیس کی پنجاب میں تقرری ہوئی اتفاقاً میں دو دفعہ ان کے پاس گیا۔ ایک دفعہ ملاقات ہوئی تو وہاں پر بیٹھے ہوئے کچھ اور اراکین اسمبلی بھی تھے۔ میں نے ان کا طرز گفتگو نوٹ کیا تو اس دن بھی یہ محسوس ہوا کہ معزز اراکین اسمبلی کے ساتھ ان کا رویہ درست نہیں ہے۔ غالباً اس کے پیچھے یہ محرک ہے۔ سننے میں یہ آیا ہے کہ موصوف یہ کہتے ہیں کہ وہ تو اس صوبے کے رہنے والے نہیں۔ انھوں نے کسی سے کیا ملنا ہے۔ کیا کرنا ہے۔ اپنی مرضی کرتے ہیں۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ حکومت، مجھے یہ کہنے میں بالکل باک نہیں ہے کہ اہل اقتدار بھی ان سے ڈرتے ہیں۔ میں نے تو پروٹوکول کے against حکومت کو ان کو وہ عزت دیتے ہوئے دیکھا ہے کہ جو دیکھ کے حقیقتاً سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔ جس دن میں گیا، غالباً اس دن بھی ان کو یہ علم تھا۔ یہ محکمے کے سربراہ ہیں۔ ان کو ایک ایک رکن، ایک ایک آدمی اور اپنے محکمے کے متعلق بھی پتا ہوتا ہے۔

ان کو اس بات کا علم ہے کہ تحصیل چونیاں اور میرے حلقے میں ان کے جو subordinates ہیں وہ قانون کی دھجیاں کس طرح سے اڑا رہے ہیں۔ ان کو یہ معلوم ہے کہ وہاں پر ان کے ماتحت کارکنان کن سیاہ کاریوں میں مصروف ہیں۔ ان کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہاں پر عوام پر قانون کے نام پر غیر قانونی طور پر کیا ظلم و ستم ہو رہا ہے۔ جناب والا! وقت آنے کا جب میں آپ کو بتاؤں گا۔ میں یہی ان کے نوٹس میں لانے کے لیے گیا تھا۔ کہ وہاں پر یہ ہو رہا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ایک خاوند کے خلاف ۳۵۴ کا پرچہ اس لیے دے دیا گیا کہ اس نے اپنی بیوی کو چھیڑا ہے۔ جناب والا! نوٹ کیجیے کہ ایک خاوند کے خلاف یہ پرچہ درج ہو رہا ہے جو اپنی بیوی کو چھیڑ رہا ہے۔ اور اس طرح کے بے تحاشا چوری کے پرچے ہوئے ان کی ریکوری مجرموں سے کرلی گئی۔ لیکن وہ مالکان کو نہیں دی گئی۔ یہ لاکھوں روپے کی ریکوری تھی۔ یہ باتیں میں ان کے نوٹس میں لانے کے لیے جب وہاں گیا تو -----

وزیر اوقاف(چودھری شاہنواز چیمہ)، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہنواز چیمہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر اوقاف، جناب سپیکر! اگر اس نے اپنی بیوی کو چھیڑا ہے تو پرچہ ہوا ہے۔ لیکن یہ تو روز چھیڑتے ہیں۔ ان کے خلاف کبھی پرچہ ہوا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ میں اس کو رول آؤٹ کرتا ہوں۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! انہوں نے غالباً جو غیر قانونی بیویاں رکھی ہوئی ہیں۔ ان کو چھیڑتے رہتے ہیں تو اس لیے ان کو اس بات کا احساس نہیں ہے۔ اور انعام اللہ خان نیازی صاحب تو روز کہتے ہیں اور وہ آج بتائیں گے۔ جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ ان کو چونکہ یہ علم تھا کہ میں وہاں پر کیوں گیا ہوں۔ میں ان کے نوٹس میں کیا چیزیں لانا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ بات سننے کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ جناب والا! یہاں پر میں ایک اور بات واضح کردوں کہ اکثر ہماری افسر شاہی یہ کہتی ہے کہ اراکین اسمبلی آکر مداخلت کرتے ہیں۔ میں یہ بات یہاں پر ثبوت کے طور پر پیش کرسکتا ہوں کہ یہاں پر نہیں تمام ممالک میں جہاں نا انصافی ہوتی ہے جہاں عوام کے حقوق چھیننے کی کوشش ہوتی ہے تو وہاں کے اراکین اسمبلی ان کے سامنے آتے ہیں۔ ہمیں بھی جو مینڈیٹ دیا گیا ہے ہم پر یہ لازم ہے کہ جہاں بیٹھ کر ہم قانون سازی کریں وہاں کہیں پر نا انصافی ہو رہی ہو، کہیں پر ظلم ہو رہا ہو تو اس کے خلاف ہم سینہ تان لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، حسن اختر موکل صاحب میں یہی گزارش کروں گا کہ آپ تو اس بارے میں سب سے زیادہ باخبر ہیں۔ کہ شارٹ سٹیٹمنٹ کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ کہ کتنی دی جاتی ہے۔ اور relevant thereto ہوتی ہے تو اگر ساری پولیس کے بارے میں ایک فلسفہ بیان کریں تو میرے خیال میں تو وہ ایک دن میں بھی پورا نہیں ہو گا۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! آپ بجا فرماتے ہیں۔میں ساری پولیس کے متعلق نہیں میں تو آئی جی کے متعلق عرض کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ میری بات سنیں۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! میں بات ختم کردیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے مہربانی۔

سردار حسن اختر موکل: جناب والا! میں بات ختم کر دیتا ہوں کیونکہ مجھے پتا ہے کہ یہاں پر انسپکٹرز کے اوپر حکم لاگو نہیں ہوتے۔ آئی جی کے خلاف آیا ہے تو یہاں پر کیا ہونا ہے۔ میرے یہ جذبات ہیں میں یہ بات کرتا رہوں گا اور ضرور کرتا رہوں گا۔ اگر آپ کو اس بات سے خدشہ ہے تو آپ کی عزت نفس کی خاطر میں بات ختم کرتا ہوں۔ اور التجاء کرتا ہوں۔ کہ میری اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی لاء منسٹر صاحب!

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! میں ابھی راولپنڈی سے آ رہا ہوں۔ راستے میں ٹریفک کی وجہ سے میں تھوڑا سا لیٹ ہو گیا۔ میری تحریک استحقاق نمبر ۴ تھی جو کہ آپ نے dispose of کردی ہے اس کی انتہائی اہمیت ہے جو کہ اخبار مساوات کے متعلق ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کا نمبر کیا ہے؟

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب اس کا نمبر ۴ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری بات سنیں۔ میں نے آپ کی تحریک کا نمبر پکارا تھا۔ لیکن آپ موجود نہیں تھے۔ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ تو تحریک استحقاق کے بارے میں بالکل ہی ضروری ہے کہ محرک کو یہاں موجود ہونا چاہیے۔ ہم نے کچھ پہلے lenient view لیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ precedent نہیں بنے گا۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! اس کو پڑھیں اس کی انتہائی اہمیت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ بات تو سنیں۔ آپ کی تحریک استحقاق نمبر ۳ ہم admit کر چکے ہیں۔ وہ پولیس کے متعلق تھی۔ یہ بھی بات وہی ہے۔ لیکن یہ اخبار کے متعلق ہے کہانی وہی ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! اخبار تو خبریں سچی جھوٹی چھاپتے رہتے ہیں۔ یہ اخبار کا اداریہ ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ میں ----

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر اس طرح ہم نے شروع کر دیا کہ فاضل رکن اگر ہاؤس میں موجود نہیں ہیں

تو آپ دیکھیں کہ فاضل رکن کو پتا ہوتا ہے کہ کل میرا یہ business ہے میرا یہ کام آنا ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں راولپنڈی سے آرہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ میری بات تو سنیں۔ یہاں میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وہ اپنی تحریک استحقاق کی کاپی----

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! جب میں وزیر بنوں گا تو یہاں گھر مل جائے گا۔ تو پھر راولپنڈی سے نہیں آؤں گا یہیں رہ کر کام کروں گا۔ ابھی یہاں میرے پاس گھر نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بات یہی ہے کہ یہ ایک ایسی مثال قائم ہو جائے گی تو پھر جو بھی محرک نہیں ہو گا وہ بھی آکر پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرے گا کہ جناب میری تحریک استحقاق کو اب لے لیجیے۔ یہ بات مناسب نہیں ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! یہ میری عزت نفس اور شہرت کا معاملہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ تو آپ کا آ گیا ہے۔ ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ (قطع کلامیاں) خواجہ صاحب! آپ ایک منٹ تشریف رکھیں۔ میں لاءمنسٹر صاحب کو اس بارے میں کہہ دیتا ہوں کہ وہ پریس والوں کو اس کے مطابق کہہ دیں۔ کہ جس سے آپ کی عزت نفس بحال ہو جائے۔ لیکن میں آپ کو ٹائم نہیں دوں گا۔ قطعاً نہیں۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں لاءمنسٹر سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ کو پتا ہے اس لیے آپ متعلقہ اخبار کو ذرا اس بارے میں وضاحت سے کہہ دیجیے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! فاضل رکن اسمبلی کی خواہش اور آپ کی ہدایات کی روشنی میں مذکورہ اخبار کے جو سینئر ایڈیٹر ہیں انہیں ہم سپیکر چیمبر میں بلالیں گے اور فاضل رکن اسمبلی کا جو مدعا ہے جو مقصد ہے انشاء اللہ اس کو حل کرنے کے لیے ان سے زبانی یہاں بات ہو جائے گی۔ ایک تو پہلے یہ تحریک dispose of ہو چکی ہے دوسرے یہ تحریک پریس کے معاملے کے متعلق ہے۔ اور صحافیوں کے بارے میں ہے۔ اس لیے میں رکن اسمبلی سے گزارش کروں گا کہ ان کا مقصد چیمبر میں بیٹھ کر حل ہو سکتا ہے۔ اس لیے اب اس issue کو مزید آگے نہ بڑھایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ بہرحال آپ ان کو بلا کر ان کی عزت نفس کو بحال کیجیے ان کی بات درست ہے۔ مہربانی شکریہ۔

وزیر قانون، جناب والا! آپ کی ہدایت پر عمل ہو گا۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں پھر دست بستہ عرض کرتا ہوں۔ کہ اس میں میری عزت کا معاملہ ہی نہیں بلکہ پورے ایوان کا معاملہ ہے۔ اور جو ریمارکس اس اخبار مساوات نے اپنے اداریے میں میرے متعلق لکھے ہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، دیکھیے میں نے آپ کا مقصد پورا کردیا ہے۔ وہ ایک مثال بنتی ہے۔ یہ ہمارے رولز میں ہے کہ جب محرک ہی موجود نہ ہو ۔۔۔ تو یہ اس لیے ہے کہ کم ازکم جس فاضل رکن نے محنت کرکے کوئی مسئلہ اسمبلی میں رکھا ہے تو جب اس کی ٹرن آئے تو اس وقت اس کو لازماً موجود ہونا چاہیے ۔ حاضر ہونا چاہیے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! آپ مجھے اجازت دیں میں اس کو دوبارہ دائر کر دیتا ہوں۔

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے آپ کا مسئلہ حل کردیا ہے۔ ان کو بلالیتے ہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! اس نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں آپ اس کا تراشہ پڑھیں۔ یہ اس طرح حل نہیں ہو گا۔ اور میں اپنے پریس والے بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ یہ بھی ایسے لوگوں کا محاسبہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' خواجہ صاحب! دوسری بات یہ تھی کہ سردار حسن اختر موکل صاحب کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ ان کو بیان کردینا چاہیے تھا پھر یہاں پر فیصلہ ہوتا۔ اس کے بعد آپ پوائنٹ آف آرڈر اٹھاتے۔ اب میں ان کا مسئلہ چھوڑ دوں اور آپ کا مسئلہ بیچ میں لے آؤں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! اس کے بعد آپ اس کو لے لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں بعد میں نہیں۔ اس کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ جی خواجہ صاحب!

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! فاضل رکن نے یہ فرمارہے ہیں کہ وہ راولپنڈی سے آرہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب! وہ راولپنڈی سے آئیں یا کراچی سے آئیں یہاں ایک اصول ہے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب! وہ ریونیو وزیر صاحب کہاں گئے ہوئے ہیں؛ ان کو تو تمام اسمبلی کی کارروائی

کی پیشگی اطلاع ہوتی ہے۔ ارشد عمران سلہری صاحب نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سب کو اطلاع ہوتی ہے۔ جس فاضل رکن کا یہاں business ہو اس کو یہاں بالکل آنا چاہیے۔ لیکن آپ نے دیکھا ہو گا کہ کاپی بھی اسی وقت مانگی جاتی ہے۔ کہ میری تحریک التواء یا تحریک استحقاق کی کاپی مجھے دو۔ یعنی انہوں نے یہ بھی نہیں رکھا ہوتا کہ کاپی بھی پاس نہیں ہوتی۔ میں آپ کو یہ بتادوں کہ فاضل اراکین کو بڑا باخبر ہونا چاہیے ۔ خاص طور پر اپوزیشن والوں کو۔ کیونکہ یہ کارروائی زیادہ آپ کے متعلق ہوتی ہے۔ آپ نے ہی یہاں کرنی ہوتی ہے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! جو ریونیو منسٹر غیر حاضر ہیں ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ جب کہ یہ تحریک التواء کئی روز پہلے ان کے دفتر میں پہنچ چکی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خواجہ صاحب! چھوڑیں یہ کیسی باتیں ہیں کہ فلاں منسٹر غیر حاضر ہے ۔ ہم نے تو وہ تحریک pending کر دی ہے۔ اس کو dispose of تو نہیں کیا۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! وہ تو چار پانچ منٹ کے بعد آگئے ہیں۔ آپ کو یہ انصاف کرنا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے رولنگ دے دی ہے کہ میں اس کو take up نہیں کروں گا۔ کیونکہ میں اس کو dispose of کر چکا ہوں ۔ لاء منسٹر صاحب' سردار حسن اختر موکل صاحب کی تحریک کے بارے میں ارشاد فرمائیں گے؟ جی۔

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق)، جناب سپیکر! سردارحسن اختر موکل صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آئی جی آفس گئے اور موصوف نے ان کو ملاقات کا موقع فراہم نہ کیا۔ یقیناً ایک رکن اسمبلی جب بھی کسی آفس میں جاتا ہے تو مذکورہ آفیسر کو ملاقات کرنی چاہیے۔ ملاقات کا موقع دینا چاہیے اور ملاقات کا موقع فراہم کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ اراکین اسمبلی عوام کی نمائندگی کے لیے اگر مختلف دفاتر میں جاتے ہیں تو کسی ذاتی مفاد کے تحت نہیں بلکہ عوامی نمائندگی کے جذبات لے کر وہاں پر جاتے ہیں اور انھیں due respect ملنی چاہیے' ہونی چاہیے۔ میں اس بات کے حق میں ہوں۔ لیکن اس تحریک کے نفس مضمون کو اگر دیکھا جائے تو مجھے اس میں کہیں کوئی ایسا قانونی یا آئینی استحقاق ان کا مجروح ہوتا نظر نہیں آتا جس کے تحت یہ base کی گئی ہے۔ فاضل رکن اسمبلی خود فرماتے ہیں کہ یہ جب آئی۔جی پولیس پنجاب کے آفس گئے تو دفتر کے باہر کھڑے دربان کو اپنے نام کی چٹ دی۔ ہر چند منٹ کے بعد وہ آواز لگاتا کہ فلاں صاحب آئی۔ جی کے پاس جائیں۔ آئی۔ جی بلا رہا ہے۔ لیکن ایک بجے تک مجھے

انتظار کرانے کے باوجود آئی جی صاحب نے ملنے سے گریز کیا بلکہ آئی جی ملنے سے گریز کرتا رہا۔ اس بات سے واضح ہوتا ہے کہ آئی۔ جی صاحب کے پاس جن افراد کی slips پہنچیں، انھیں بلاتمیز، بلاتفریق وہ بلا رہے تھے اور ملاقات کر رہے تھے۔ یعنی جب ان کے پاس وقت تھا اور ملاقاتیوں کے ان کے پاس نام تھے وہ ان سے ملتے رہے۔ لیکن جو مجھے information دی گئی ہے اور میں نے information حاصل کی ہے، اس کے مطابق جب رکن اسمبلی وہاں پر پہنچے تو اس وقت اہل تشیع کا ایک وفد جس نے پہلے سے آئی۔ جی صاحب کے ساتھ وقت طے کیا ہوا تھا اس وفد سے آئی۔ جی صاحب ملاقات کر رہے تھے۔ اس وجہ سے فاضل رکن اسمبلی کو انتظار کی زحمت دی گئی۔

جناب سپیکر! آپ خود محسوس کرتے ہیں کہ اس وقت صوبے کے اندر فرقہ واریت جو ہے وہ کس حد تک ہمارے معاشرے کے اندر ایک زہر کی طرح پھیل چکا ہے اور آئی۔ جی صاحب نے انتظامیہ کے ایک بہت بڑے شعبے کے سربراہ کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے سلسلے میں اہل تشیع کے وفد کو ملاقات کا ٹائم دیا تھا اور معاشرے کے اندر خوفناک صورت حال کو قابو کرنے کے لیے اہل تشیع کے اس وفد کو اس وقت مناسب وقت دینا اور ان سے صحیح طریقے سے ملاقات کر کے اس صورت حال کو کنٹرول کرنا آئی۔ جی کی ایک ذمہ داری تھی اور ایک بہت بڑی ذمہ داری ادا کرنے کے لیے اس میٹنگ میں مصروفیت کی وجہ سے وہ فاضل رکن اسمبلی کو فوراً نہ مل سکے۔ اس میں کہیں نیتاً ارادتاً، انھوں نے فاضل رکن اسمبلی کی تضحیک نہیں کی بلکہ جب وہ اہل تشیع کے وفد سے فارغ ہوئے تو فاضل رکن اسمبلی سے ملاقات کے لیے کہا گیا اور یہ وہاں پر یہ کہہ کر چلے آئے کہ چونکہ اب کافی دیر ہو چکی ہے اس لیے اب میں ملاقات نہیں کر سکتا۔ مجھے کہیں دوسرے دفتر میں جانا ہے۔

جناب سپیکر! رکن اسمبلی کا احترام آئی۔ جی صاحب کرتے ہیں اور ان کے بقول وہ کسی رکن اسمبلی کی تضحیک کے بارے میں سوچ نہیں سکتے اور نہ وہ کوئی ایسا ارادہ رکھتے تھے اور نہ رکھتے ہیں۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس تحریک کے نفس مضمون میں بھی کہیں آئی۔جی صاحب نے personally فاضل رکن اسمبلی کی تضحیک نہیں کی۔ ان کی توہین نہیں کی اور انھوں نے کوئی ایسا کلمہ نہیں کہا جس سے رکن اسمبلی کے احترام میں حرف آتا ہو۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس نفس مضمون کے تحت، یہ رول ۵۵ کے زمرے میں نہیں آتی اور یہی تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ شکریہ

سردار حسن اختر موکل: جناب سپیکر! فیصلہ دینے سے پہلے میری ایک چھوٹی سی گزارش سن لیجیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ آپ نے مجھے ہی فیصلے کے لیے کہا ہے۔ آپ خود ہی میرے خیال میں سمجھ جائیں۔ کیونکہ آپ مجھ سے زیادہ سمجھدار ہیں۔

سردار حسن اختر موکل، جناب! میری عرض سن لیجیے۔ یہ لاء منسٹر کوئی اتھارٹی نہیں ہے۔ آپ بہتر جانتے ہیں کہ فیصلہ چیئر نے کرنا ہے۔ یہ تو ایک رسم بنی یا بنا دی گئی کہ چیئر پوچھ لیتی ہے کہ لاء منسٹر صاحب کیا فرماتے ہیں؟ تحریک استحقاق جو ہوتی ہے اس کے سلسلے میں فیصلہ آپ نے کرنا ہوتا ہے۔ میں on the floor of the House حلفاً یہ کہتا ہوں کہ جس وقت میں گیا واقعی ایک وفد اس وقت میرے ساتھ ہی گیا۔ ان سے آئی جی نہیں ملا۔ اس وفد کو بھی انھوں نے کہا کہ آپ فلاں کمرے میں بیٹھیں' ابھی بلاتے ہیں۔ میں یہ بات اس floor پر حلفاً عرض کر رہا ہوں۔ اس کے بعد مختلف لوگ ملتے رہے۔ وفد اس کے بعد کس وقت ملا؟ مجھے علم نہیں۔ پھر یہاں پر میں ایک بات اور عرض کر دوں کہ جب میں وہاں سے اٹھ کر آنے لگا تو اس وقت بھی وفد جو تھا وہ دوسرے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اور آئی۔ جی دوسرے لوگوں سے مل رہا تھا اور کہا تھا کہ وفد کو بعد میں ذرا ٹھہر کے کھلے وقت میں ملیں گے۔ میں یہ چونکہ حلفاً عرض کر رہا ہوں اور اس بات سے ان کی mala fide ظاہر ہوتی ہے کہ یہ ایک بہانہ بنایا گیا۔

جناب والا! نمبر ۲ آپ اتنے پرانے پارلیمنٹیرین ہیں۔ آپ کو علم ہو گا کہ اسی پنجاب اسمبلی کے ایک معزز رکن مرحوم رانا پھول محمد خان صاحب ریلوے کے جی۔ ایم کو ملنے گئے تھے اور اس نے ان کو باہر بٹھایا تھا۔ تو اسی بات پر اس جی۔ ایم کو suspend کر دیا گیا تھا۔ جب اراکین اسمبلی کی عزت نفس یا ان کے وقت کا یہ کیوں سمجھ لیا جاتا ہے کہ اراکین جو ہیں ان کے پاس وافر وقت ہے اور وہ گھومتے پھرتے رہتے ہیں۔ بہرحال میں یہ عرض کرنے لگا تھا کہ جو بات لاءمنسٹر صاحب نے کہی ہے اور ایک سہارا لیا ہے کہ اس وقت اہل تشیع کا وفد آیا ہوا تھا۔ میں دوبارہ حلفاً یہ بات کہتے ہوئے بیٹھتا ہوں کہ اس وقت آئی۔ جی ان سے میٹنگ نہیں کر رہا تھا اور وفد سے اس وقت میٹنگ طے ہو گی تو وفد کوئی اور ہو گا۔ جب میں نکلا تھا تو اس وقت بھی وفد بیٹھا ہوا تھا اور دوسرے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔

چودھری شوکت داؤد، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' شوکت داؤد صاحب! پوائنٹ آف آرڈر۔

چودھری شوکت داؤد، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ عام طور پر ہماری جب بھی کوئی

تحریک استحقاق آتی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ایک ڈیپارٹمنٹ نے جو جواب دیا ہوتا ہے اس کو بہتر اور موثر سمجھا جاتا ہے اور جس ممبر کا استحقاق مجروح ہوتا ہے جیسا کہ آپ کے سامنے اس نے حلفاً ایک بات کہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک ممبر کو حلف سے زیادہ ، اگر وہ اس ایوان میں اپنی بات کرتا ہے تو اس کو زیادہ اہمیت دینی چاہیے اور اس کا طریق کار بھی یہ ہے کہ یا تو آپ ایک طریقہ اپنا لیں کہ یا تو ہمارے استحقاق کو ختم کر دیا جائے۔ اگر ہمارا استحقاق کچھ بنتا ہے تو کم از کم میں سمجھتا ہوں کہ حکومت پنجاب کے جتنے اہل کار ہیں۔ جو اپنے آپ کو سرکاری ملازم کہنا پسند کرتے ہیں۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ سرکاری نہیں بلکہ عوام کے ملازم ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، دیکھیں! پوائنٹ آف آرڈر مختصر ہوتا ہے۔

چودھری شوکت داؤد ، جناب والا! میں اسی پوائنٹ آف آرڈر کی طرف آ رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بات تو سنیں۔ پوائنٹ آف آرڈر بڑا مختصر ہوتا ہے اور relevant ہوتا ہے۔ اب آپ نے تو اس پر تقریر ہی شروع کر دی ہے۔

چودھری شوکت داؤد، جناب والا! میں سمجھتا ہوں---

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں ، آپ سمجھ نہیں رہے۔میں نے تو صبر کیا ہے۔ دو تین منٹ آپ کو دے دیے ہیں۔

چودھری شوکت داؤد ، جناب والا! میں اسی طرف آ رہا ہوں---

جناب ڈپٹی سپیکر، ابھی آ رہے ہیں۔ آپ بیٹھیں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ Have a seat please. I rule it out. یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ وزیر موصوف ، ان کی آپ نے بات سنی ہے۔ انھوں نے حلفاً بھی بات کی ہے۔ لیکن جہاں تک ان کی تحریک استحقاق کے نفس مضمون کا تعلق ہے وہ میں نے بھی دیکھا ہے۔ وہ آپ کا موقف درست معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں آپ کو یہ کہوں گا کہ آئی۔ جی صاحب کو next working day کو سپیکر چیمبر میں بلائیں۔

رانا محمد اقبال خان، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ایک منٹ۔ جب سپیکر بول رہا ہو تو آپ کو تو یہ پتا ہونا چاہیے۔ تو حسن اختر موکل صاحب کو بھی وہاں بلا لیں۔ وہاں ان دونوں صاحبان کی بات چیت کرائیں اور جو ان کو احساس ہوا ہے،

جو ان کا دل دکھا ہے۔ بہرحال آئی۔ جی صاحب کو بلا کر کے یہ ختم کیجیے۔ میں اس کو پینڈنگ کرتا ہوں۔

وزیر قانون، ضرور۔ جناب سپیکر! جہاں کہیں کوئی کوتاہی ہوئی ہے آئی۔ جی صاحب کو اس کا احساس کرا دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ ان کو وہاں چیمبر میں بلالیں ناں۔

وزیر قانون، جی، بلا لیا جائے گا۔

وزیر قانون، ضرور، جناب سپیکر! جہاں کہیں کوتاہی ہوئی ہے آئی۔ جی صاحب کو بلا کر اس کا ازالہ کرا دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی، کیا فرمایا؟

وزیر قانون، جناب والا! جس کوتاہی کو آپ نے یا فاضل رکن اسمبلی نے محسوس کیا ہے آئی۔جی صاحب کو اس کا احساس کرا دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ آپ ان کو چیمبر میں بلالیں۔

وزیر قانون، جی، بلا لیا جائے گا۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! میری عرض سن لیجیے۔ میں آپ کا ممنون ہوں۔ آپ نے جو بات کی میں اس کے لئے آپ کا شکر گزار ہوں لیکن on the floor of the House میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اس کو بے شک rule out کر دیں۔ میں آئی۔ جی کا ماتحت نہیں ہوں میں اس کا غلام اور نوکر نہیں ہوں میں اس معزز ایوان کا رکن ہوں میرا دل دکھانے والی بات نہیں ہے نہ میرا دل دکھا ہے میں نے اپنا حق مانگا ہے اور میں اپنا حق مانگتا رہوں گا میں اس سے کہیں بھی ملاقات کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں میں اس کو آئندہ اس ایوان کے معزز ارکین کے لیے precedent نہیں بننا دینا چاہتا۔ کہ جب کوئی آئی۔ جی ہو اور اس کے خلاف کچھ باتیں ہوں اور وہ استحقاق کمیٹی کو جائیں تو اس سے ڈر ا جائے اور جب ایک معزز ممبر کی توہین کی جائے تو اسے کسی چیمبر میں بلا کر اس سے میٹنگ کروائی جائے۔ جناب والا! میں یہ عرض کرتا ہوں کہ میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے ایک بات کی لیکن میں کبھی کہیں چیمبر میں آئی۔ جی کو ملنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میں آئی۔ جی کا غلام نہیں ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ میری بات سنیئے۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! آئی۔ جی اس صوبے کے عوام کا ملازم ہے آئی۔ جی ہمارے ٹیکسز پر پلتا ہے آئی۔ جی ہمارے ٹیکسز میں سے تنخواہیں لیتا ہے اگر وہ نوکر ہے تو عوام کا نوکر ہے وہ اس صوبے کے عوام کا نوکر ہے ------

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ میری بات سنیں۔ آپ اتنے جذباتی نہ ہوں۔ آپ بیٹھیں۔

دیکھیں میں نے رولنگ یہ دی ہے کہ سپیکر چیمبر میں آئی۔ جی کو بلائیں۔ سپیکر کا چیمبر ہم سب کے لیے ایک تقدس رکھتا ہے ہم میں سے وہ سپیکر ہے اور سپیکر اس ہاؤس کا custodian ہے میں نے وہاں اس کو بلایا ہے آپ کو کہا ہے کہ آپ وہاں تشریف لے جائیں ۔ میں آپ کو آئی۔ جی آفس میں بھیج رہا ہوں۔ نہ کسی اور دفتر میں بھیج رہا۔ میں ان کو اسمبلی بلڈنگ میں بلا رہا ہوں اور جو اس ایوان کے custodian ہیں ان کے دفتر میں بلا رہا ہوں نہ میں نے وزیر قانون کے دفتر میں آپ کو کہا ہے کہ آپ وہاں جائیں' بلکہ سپیکر اس ایوان کا سپیکر ہے وہ custodian ہے۔ آپ وہاں تشریف لے جائیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ نے جو بات کی ہے آپ نے جذبات میں کی ہے تو لہذا میرے خیال میں آپ میری بات سے اتفاق کریں گے آپ بڑے ہی اچھے آدمی ہیں۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! آپ کی بات سے میں اس لیے اتفاق کرتا ہوں کہ مجھے یاد ہے کہ یہاں آپ نے ایک انسپکٹر کو suspend کیا تھا وہ نہیں مانا گیا اب کہیں یہ بات بھی نہ مانی جائے مجھے تو اس بات سے ڈر ہے کہ اس چیئر کی بار بار توہین نہ ہو ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ انشاء اللہ نہیں ہو گی ۔ شکریہ ۔ مہربانی۔ اب تحریک استحقاقات کا وقفہ ختم ہوتا ہے اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں ۔

چودھری محمد وصی ظفر، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اجلاس کا جو پہلا دن تھا میں نے یہاں ایک پوائنٹ آف آرڈر پیش خدمت کیا تھا اس پر سپیکر صاحب نے ایک observation دی تھی کہ دن بھی مقرر کریں گے اور ایڈووکیٹ جنرل صاحب کو بھی بلائیں گے اور اس پر موقع دیں اور اس پر رولنگ دیں گے اور یہ پوائنٹ آف آرڈر تھا کہ یہ بار بار اجلاس طلب کر رہے ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاں۔ وہ میں نے سنا ہے میرے خیال میں جب سپیکر صاحب آئیں تو آپ اس وقت بات کریں انہوں نے ہی یہ سارا کچھ سنا ہوا ہے مجھ سے تو فیصلہ نہ لیں۔

ابھی مجھے بتایا گیا ہے کہ سپیکر صاحب نے ایڈووکیٹ جنرل صاحب سے فون پر بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اسلام آباد گئے ہوئے تھے اور میرا خیال ہے کہ آج بات ہو جائے گی یہ بات ان کے ذہن میں ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! وہ تو ایڈووکیٹ جنرل کو انہوں نے حکماً طلب کرنا ہے ان کو انہوں نے request تو نہیں کرنی ہے وہ کوئی دن مقرر کر دیں کہ وہ آئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ میرے ذہن میں بھی تھا اور ان کے ذہن میں بھی ہے انشاء اللہ تعالیٰ یہ مسئلہ حل ہو گا مہربانی۔

جناب امان اللہ خان بابر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں نے آج تحریک استحقاق جمع کروائی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ انشاء اللہ next working day پر آ جائے گی۔

جناب امان اللہ خان بابر: جناب والا! میری گزارش ہے کہ اسے out of turn لے لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں اب تو وہ وقت ختم ہو گیا ہے اور میں تحاریک التوائے کار پر آ گیا ہوں۔

جناب امان اللہ خان بابر: جناب والا! اسے قاعدہ نمبر ۲۰۲ کے تحت ہاؤس کی کارروائی کو معطل کر کے اسے ٹیک اپ کر لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ بالکل آئے گی آپ خاطر جمع رکھیں ایسی کوئی بات نہیں اب میں آگے چلا گیا ہوں اسے next working day پر دیکھ لیں گے۔

میاں عمران مسعود: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! آپ کا شکریہ۔ جناب والا! کل جب تحاریک استحقاقات کا وقفہ شروع ہوا تھا اور میں نے اپنی تحریک استحقاق نمبر ۵ پر جب short statement دی ' جناب والا! میں صرف ریکارڈ کی درستی چاہتا ہوں' اس پر میں نے ذکر کیا کہ----

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں' وہ تو وقفہ ختم ہو گیا اب میں تحاریک التوائے کار پر پہنچ چکا ہوں۔

میاں عمران مسعود: جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بول رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں ایسی روایتیں غلط پڑ رہی ہیں۔ مسئلہ اب تحاریک التوائے کار کا شروع ہے اب ہم پھر پیچھے چلے جائیں۔ میں نے اسی طرح امان اللہ بابر کو بھی بٹھا دیا ہے۔

میاں عمران مسعود، جناب والا! میں ذرا ریکارڈ کی درستی چاہتا ہوں۔

جناب امان اللہ خان بابر، جناب والا! آپ سے میری پھر التجا ہے کہ میری تحریک استحقاق انتہائی ضروری ہے اور آپ رول معطل کر کے اسے ٹیک۔اپ کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ آپ کو کم از کم سپیکر کے conduct کو بچانا چاہیے کل بھی جب راسے صاحب بیٹھے ہوئے تھے آپ میرے conduct کو بیان کرتے رہے کہ میں نے یہ کیا وہ کیا فلاں کیا غصے میں کیا کم از کم سپیکر کا conduct یہاں زیر بحث نہیں آنا چاہیے۔ میں نے یہاں اس حد تک بھی بات کر دی تھی کہ جب میں اس کرسی پر بیٹھتا ہوں بلکہ جب ہر سپیکر اس کرسی پر بیٹھتا ہے وہ ہمیشہ یہ سمجھتا ہے کہ قرآن شریف میرے سر پر ہے۔ میں آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں۔

چودھری شوکت داؤد، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میری ایک تحریک التوائے کار تھی جس پر آپ نے کمیٹی بنائی تھی اور وہ ٹیوب ویلز کے بارے میں تھی اور آپ نے کہا تھا کہ کوئی joint resolution بنایا جائے گا۔ آپ وزیر قانون سے کہہ دیں کہ کوئی وقت مقرر کریں کہ اسی سیشن کے دوران وہ resolution لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں۔ آپ کی بات درست ہے۔ وہ تحریک التوائے کار تھی۔ جی وزیر قانون صاحب تشریف رکھتے ہیں۔

وزیر قانون، جی جناب والا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شوکت داؤد صاحب کا کاشت کاروں کا ڈیزل اور ٹیوب ویلز وغیرہ کا ایک مسئلہ تھا اور ایک کمیٹی بنائی تھی اور اس کمیٹی نے ایک resolution draft کرنا تھا۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! کمیٹی بنانے کے بارے میں ان سے گزارش کی تھی کہ یہ سپیکر چیمبرز میں آ جائیں وہاں بیٹھ کر طے کر لیتے ہیں اور اس کے بعد متعلقہ محکمے سے رجوع کر لیتے ہیں

جناب ڈپٹی سپیکر، لہٰذا وہ آپ بندوبست کریں تاکہ اسی سیشن میں وہ مسئلہ آ جائے۔

وزیر قانون، جناب والا! فاضل ممبر آج سیشن کے بعد آ جائیں یا اگلے سیشن سے پہلے آ جائیں

جناب ڈپٹی سپیکر: جب یہ سیشن ختم ہو تو آپ ان سے مل لیں ۔ آپ بھی ایک دوسرے سے مل لیا کریں ۔

چودھری شوکت داؤد : جناب والا ! وہ تو ملتے رہتے ہیں ۔

وزیر قانون: آپ آج سیشن کے بعد مل لیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہم نے تحریک التوائے کار نمبر ۶ ملتوی کی ہوئی تھی اور وہ میاں فضل حق جناب ارشد عمران سلہری اور میاں عبدالستار صاحبان کی تھی یہ تحریک التوائے کار ایوان میں پڑھی جا چکی ہے ۔

میاں فضل حق : جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ میری بات تو سن لیں یہ تحریک التوائے کار ایوان میں پڑھی جا چکی ہے لیکن On the request of the Law Minister, it was kept pending اور اس میں یہ ہے کہ ۳۲ ایکڑ پر مشتمل اس سکیم کے رہائشی تمام بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں یہ میرے خیال میں جوہر ٹاؤن کا ذکر ہے

وزیر قانون: جناب سپیکر ! اس کے بارے میں یہی عرض کیا تھا کہ Saturday کے بعد جو session day ہو گا اس میں جناب سپیکر! اس کو لے لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے next working day پر لے لیا جائے گا۔

جناب ارشد عمران سلہری: جناب والا! ٹھیک ہے کہ وزیر قانون صاحب اس کا ابھی تک جواب تیار نہیں کر سکے ---

جناب ڈپٹی سپیکر: چلو next working day پر اس پر بات ہو گی۔

میاں فضل حق : جناب سپیکر! میں یہ تحریکیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا آپ نمبر ۶ کو پیش کرنا چاہتے ہیں ۔

میاں فضل حق: جناب والا! ہماری کمیٹی کی جو رپورٹیں پیش کرنی ہیں تو جناب والا! کیا اجازت ہے جناب والا! اس سے پہلے تو میں یہ مسئلہ پیش کرتا ہوں کہ اس ایوان کے اندر smell ہے اور اس کا بہت ہی برا حال ہے پتا نہیں یہ ڈیزل کی ہے یا پھر کیا چیز ہے یا انہوں نے ٹینکیاں خالی کر دی ہیں یا کیا کیا ہے؟ جناب والا ! ایوان کے اندر smell ہے کہ اندازہ نہیں ہو سکتا کہ آیا یہ ڈیزل کی smell

ہے یا کس چیز کی smell ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: سیکرٹری صاحب! یہ smell کا مسئلہ پہلے عمران مسعود صاحب نے یہاں پیش کیا تھا۔ آپ اس کا نوٹس لیں اور اس پر کوئی کارروائی کریں۔ جی میاں فضل حق صاحب! آپ اسے پڑھیے۔

مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

میاں فضل حق: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ تحریک استحقاق نمبر ۸ پیش کردہ سید ظفر علی شاہ ایم ۔ پی ۔ اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں تیس دن کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

"کہ تحریک استحقاق نمبر ۸ پیش کردہ سید ظفر علی شاہ ایم ۔پی ۔ اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں تیس دن کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

میاں فضل حق: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ تحریک استحقاق نمبر ۱۰ پیش کردہ ڈاکٹر شفیق احمد چودھری ایم ۔ پی ۔ اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں تیس دن کی توسیع کر دی جائے"۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے۔

"کہ تحریک استحقاق نمبر ۱۰ پیش کردہ ڈاکٹر شفیق احمد چودھری ایم ۔ پی ۔ اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں تیس دن کی توسیع کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

میاں فضل حق: جناب سپیکر! میں نے جو ابھی سوال کیا تھا کہ smell آ رہی ہے اس کے متعلق آپ نے کیا کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ میں نے سیکریٹری اسمبلی کو کہہ دیا ہے۔ وہ چیک کرا رہے ہیں۔ ڈیزل کے پنکھے کا کوئی مسئلہ ہے۔ اس کو چیک کر رہے ہیں۔

میاں فضل حق ، کیا ڈیزل ٹیکنیز میں آتا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کی بات نوٹس میں آ گئی ہے۔

تحاریک التوائے کار

پنجاب یونیورسٹی کے اساتذہ کی ہاؤسنگ سکیم کی اراضی پر با اثر افراد کا ناجائز قبضہ ----(جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر: تحریک التوائے کار نمبر ۱ جناب ارشد عمران سلہری صاحب' جناب ایس اے حمید اور میاں فضل حق صاحب کی طرف سے ہے۔ یہ بھی لاء منسٹر صاحب کی استدعا پر موخر کی گئی تھی۔ آپ نے پڑھ تو لی تھی۔ شاید لاء منسٹر صاحب نے وقت مانگا تھا۔

وزیر قانون، جناب والا! منگل کے لیے وقت مانگا تھا۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! اس میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب والا! مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے اس تحریک التوائے کار کے جواب میں یہ عرض کیا تھا کہ اس میں کافی انفرمیشنز چاہییں' ریکارڈ چاہیے اور اس کے لیے ہفتے کے بعد جو ورکنگ ڈے ہو گا اس پر یہ بات رکھی جائے گی۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! میری یہ گزارش ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کا معاملہ انتہائی سنگین ہے۔ اس سے اس وقت پورے ملک کے عوام کے اندر بے چینی پائی جا رہی ہے کہ عرصہ ایک ماہ سے پنجاب یونیورسٹی کے اساتذہ جو تعلیم و تحقیق کے فرائض انجام دے رہے ہیں وہ سڑکوں کے اوپر احتجاج کر رہے ہیں۔ میری وزیر اعلیٰ سے یا وزیر قانون سے یہ گزارش ہے کہ وہ پنجاب کے چیف ایگزیکٹو ہیں۔ سپریم کورٹ کا ایک فیصلہ 1990ء میں ہوا تھا اس کے اوپر عمل نہیں ہو رہا۔ لاءمنسٹر صاحب نے صرف اس کا جواب دینا ہے۔ اس میں ریکارڈ کی یا کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں تو میں یہ بھی کہوں گا کہ وزیر اعلیٰ اپنے حلف کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ یہ ان کے نوٹس میں ہے کہ عرصہ ڈیڑھ سال سے ایک سمری ان کے پاس موجود ہے جس کے اوپر وہ دستخط نہیں کر رہے۔

جناب غلام عباس ، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ گزارش یہ ہے کہ جامعہ پنجاب کا مسئلہ اہم نوعیت کا مسئلہ ہے ۔ پچھلے اجلاس میں بھی وزیر قانون نے فرمایا تھا کہ ریکارڈ آ جائے گا۔ اگر ان کے پاس ریکارڈ نہیں ہے تو مجھ سے لے لیں ۔ میرے پاس ریکارڈ موجود ہے۔ میں ابھی آپ کو پہنچا دیتا ہوں۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ موجود ہے ۔ سپریم .کورٹ نے جامعہ پنجاب کے حق میں فیصلہ دیا ہے کہ یہ جامعہ پنجاب کی زمین ہے اور یہ زمین اس کے پاس رہے ۔ ہائی کورٹ کا فیصلہ ہے' سپریم کورٹ کا فیصلہ ' بورڈ آف ریونیو کا فیصلہ ہے۔ بورڈ آف ریونیو اس کو ان کے نام ٹرانسفر کیا ہے۔ یہ ٹرانسفر Transfer Deed ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کے بعد انہوں نے Evacuee Trust Property کو ادائیگی کی ہے۔ اس کے چالان فارم ہمارے پاس موجود ہیں۔ جس قسم کا ریکارڈ یہ چاہتے ہیں ہم سے لے لیں۔ اگر ایل ڈی اے والے نہیں دے رہے۔ ایل ڈی اے والے ریکارڈ اس لیے نہیں دیں گے کہ وہ مجرم ہیں۔ ایل ڈی اے نے بہت بڑا جرم کیا ہے۔ اور آج کے اس مقدس ایوان میں میں یونیورسٹی کا کسٹوڈین ہوں' سنڈیکیٹ کا ممبر ہوں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ جن لوگوں نے سپریم کورٹ کے فیصلے کو' ہائی کورٹ کے فیصلے کو' بورڈ آف ریونیو کے فیصلے کو اور Transfer Deed پر عمل نہیں کیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بات سنیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ میں نے بھی آپ کی تحریک التوائے کار پڑھی ہے ' اخبارات سے بھی میں باخبر ہوں' اس صورت حال کو بھی میں جانتا ہوں ۔ آپ نے اس مسئلے کو تحریک التوائے کار کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ اس کا متبادل کیا ہو گا؟ اس کا یہ ہو گا کہ اگر یہ ایڈمٹ ہو جاتی ہے تو صرف اور صرف دو گھنٹے بحث کے لیے آپ کو ملیں گے۔ صرف بحث کے بعد پھر بھی اس کا کوئی حل نہیں نکلے گا۔ بحث ہو مسئلہ ختم ہو جائے گا۔ اب آپ یہ بتائیں کہ اب صرف بحث ہی چاہتے ہیں اس مسئلے کا حل نہیں چاہتے ۔ مسئلہ یہ ہے کہ آپ اس کو صرف تحریک التوائے کار کے رنگ میں ہی پیش کرنا چاہتے ہیں یا اسمبلی سے کوئی فیصلہ کروانا چاہتے ہیں۔ آپ کا کیا مقصد ہے؟

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ میری عرض یہ ہے کہ آیا دو گھنٹے اسمبلی میں بحث ہو جانا کوئی معمولی بات ہے۔ کیا یہ بھینس کے آگے بین بجانے والی بات ہو گی کہ پوری حکومت ایک بھینس ہے اور اس کے آگے بین بجائی جا رہی ہے۔ اگر اسمبلی دو گھنٹے اس کے لیے دیتی ہے تو اپنا اتنا اہم وقت قیمتی ایشو پر دیتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ معاملہ ضرور ہے اور کوئی مسئلہ ضرور ہے ۔ اس دو گھنٹے بحث کو اتنا معمولی نہ بنا لیا جائے کہ دو گھنٹے بحث ہو گی۔ اگر یہ دو

گھنٹے بحث برائے بحث ہے تو پھر اس کارروائی کو ختم کر دیا جائے۔ تحریک التوائے کار کو بیچ میں سے نکال دیا جائے۔

جناب غلام عباس، جناب سپیکر! یہ دس ہزار طلبہ کی زندگیوں کا مسئلہ ہے۔ دس ہزار طالبعلم ایک مہینے سے تعلیم و تدریس حاصل نہیں کر رہے۔ پورے ملک کے دانشور تشویش کی صورت حال میں مبتلا ہیں کہ اگر جامعہ پنجاب کا تقدس مجروح ہو رہا ہے۔ اگر تعلیمی ادارے قبضہ گروپوں سے محفوظ نہیں ہیں' اگر ملک کے اہم عہدیدار جو کہ ایل ڈی اے کے عہدیدار ہیں وہ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے فیصلوں کو نہیں مان رہے تو جناب والا! اس پہ ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔ اس سے آگے تو اور کوئی بات نہیں ہو گی۔ ایک مہینے سے ہم ہر روز یہ کہہ رہے ہیں کہ کل بات ہو جائے گی۔ کیوں کل پہ چلی جائے؟ کیوں دس ہزار لوگوں کی زندگیوں کے ساتھ پنجاب اسمبلی کھیل رہی ہے؟ کیوں نہیں اس پر آج ہی بحث کی جاتی؟ یہ سب سے اہم معاملہ ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سے زیادہ اہم معاملہ ہمارے سامنے ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون، جناب سپیکر!

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! میری بھی ایک تحریک التوائے کار نمبر 15 اسی معاملے پر ہے۔ اور میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ پچھلے ایک مہینے سے پروفیسر صاحبان سڑکوں پر ہیں اور وہ کالے گاؤن پہن کر سڑکوں پر کھڑے اشتہارات بانٹ رہے ہیں۔ اساتذہ ہڑتال پر ہیں اور طالبعلم کلاسیں attend نہیں کر رہے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد کسی کو کوئی اختیار نہیں کہ وہ اس کو delay کرے۔ حکومت پنجاب کی malafide intention ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے آپ کو فلور نہیں دیا۔ آپ تشریف رکھیں۔ وہی مسئلہ زیر بحث ہے۔ میں اخبار والوں کو گزارش کروں گا کہ ان کا نام بھی ساتھ شامل کر لیں۔

میاں عبدالستار، مجھے اخبارات میں نام چھپوانے کا شوق نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس کا میں کیا مطلب لوں کہ جب میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ آپ کی تحریک التوائے کار بھی اس میں شامل ہے۔ اخبارات میں نام چھپوانے کے سبھی شوقین ہوتے ہیں۔ میں بھی شوقین ہوں' آپ بھی شوقین ہیں' سب سیاستدان شوقین ہیں۔ ایسے ہی کہتے ہیں کہ آپ شوقین نہیں ہیں۔ جی لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون: اسمبلی کی کارروائی کسی ضابطے کے تحت چلتی ہے اور کسی تحریک کے حوالے سے جب چیئر کوئی فیصلہ کرتی، مہلت دے دیتی ہے یا موقع دے دیتی ہے اس پر عمل کرنا کسی معاملے کو طول دینے کے مترادف نہیں ہوتا۔ میں نے عرض کیا ہے کہ گزشتہ روز جب یہ تحریک التوائے کار پیش کی گئی تو میں نے عرض کیا کہ ہفتہ کے بعد جو اسمبلی کی سٹنگ ہو گی اس میں میں اس کا جواب دوں گا۔ جناب سپیکر! آپ نے مجھے یہ مہلت عطا کی تھی اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگلی سٹنگ پر اس کا جواب دینے کا میں پابند ہوں۔ لیکن آج اس لمحے دونوں فاضل معزز ممبران اسمبلی جو ارشاد فرما رہے ہیں کہ میں ان سے ریکارڈ لے لوں اور ان کے ریکارڈ کے مطابق جواب دوں۔ جناب سپیکر! یہ تو استغاثہ ہیں۔ یہ تو اپنی طرف سے ایک تحریک پیش کر رہے ہیں۔ میں نے حکومت کا جواب دینا ہے۔ ان کے ریکارڈ پر base کر کے میں نے جواب نہیں دینا۔ میں نے حکومت کی طرف سے حقائق معلوم کر کے اصل ریکارڈ حاصل کر کے میں نے اس کے مطابق جواب دینا ہے۔ اور مہلت اسی لیے لی تھی۔

جناب ارشد عمران سلہری: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر، جناب لاءمنسٹر صاحب نے کہا ہے کہ مجھے ریکارڈ درکار ہے۔ جناب سپیکر! ہماری یہ تحریک 24 جنوری کی ان کے پاس ہے۔ آج 4۔ فروری ہو گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری: بارہ دن میں لاءمنسٹر صاحب کو یہ ریکارڈ نہیں مل سکا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ آپ تشریف رکھیں۔

چودھری شوکت داؤد: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شوکت داؤد صاحب! میں آپ کو اجازت نہیں دے رہا۔ میں آپ کو یہ بھی بتاؤں کہ بعض دفعہ پوائنٹ آف آرڈر کو misuse کیا جاتا ہے۔ اگر ایک شخص تین دفعہ میرے سامنے غلط پوائنٹ آف آرڈر اٹھائے تو پھر میں اس سے کیا presume کروں۔ اگر اسی طرح کوئی شخص بار بار پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہو گا تو سپیکر کے پاس بھی ایک اتھارٹی ہے۔ اسی لیے اس سے اجازت لینی پڑتی ہے۔ اور پھر میں یہ بھی بتا دوں کہ پوائنٹ آف آرڈر کہہ دینے سے کوئی قرآن کی آیت یا حدیث نہیں بن جاتی کہ اس کے لیے لازمی وقت دینا ہے۔ یہ کوئی ضروری نہیں۔

چودھری شوکت داؤد، تو پھر آپ رولز سے پوائنٹ آف آرڈر کو نکال دیں۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر relevant ہے۔ اگر relevant نہ ہو تو پھر آپ اس کی اجازت نہ دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی، فرمائیے۔

چودھری شوکت داؤد، میں پہلے بھی خاموش تھا۔ میں اس لیے نہیں بولا کہ آپ نے میاں عبدالستار صاحب کو کہہ دیا کہ اخبار میں آجانے گا اور وزیر قانون کا جواب یہ تھا کہ وقت کم ہے۔ پچھلے اجلاس میں یہی تحریک التوائے کار میں نے دی تھی۔ چونکہ اجلاس جاری نہیں رہ سکا اس لیے وہ ختم ہو گئی۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہی تحریک التوائے کار میں نے پچھلے اجلاس میں دی تھی۔ اگر حکومت اس میں مخلص ہوتی اور اس معاملے کو حل کرنا چاہتی تو اسی وقت اس معاملے کو حل کر سکتی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں بنتا۔

چودھری شوکت داؤد، کیوں نہیں بنتا؟ وزیر قانون نے کہا ہے کہ وقت کم ہے تو میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ یہی تحریک التوائے کار میں نے بھی پچھلے اجلاس میں دی تھی۔ اگر وزیر موصوف چاہتے تو اس کا جواب دیا جا سکتا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب دیکھیں کہ میں فیصلہ کرنے والا تھا۔ لیکن آپ درمیان میں پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہو گئے اور وہ بات اسی طرح رہ گئی۔ لہذا تشریف رکھیں۔ جی وزیر قانون۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں نے یہ مہلت لے کر اپنی ذمہ داری پوری کی ہے۔ اس لیے کہ محض ایک لکھے لکھائے اور محکمے کی طرف سے جو ایک جواب بھیج دیا گیا میں نے اس جواب کو پڑھنے کی بجائے' ایوان میں دینے کی بجائے اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے مزید کوائف محکمے سے مانگے ہیں۔ اور یہ میری حکومتی ذمہ داری ہے۔ میں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ موجودہ حکومت محض بیوروکریسی کی طرف سے دی گئی informations ایوان کے سامنے نہیں رکھتی بلکہ اراکین اسمبلی کی طرف سے اٹھائے گئے نکات کی پوری تسلی کے ساتھ صحیح informations ایوان کو فراہم کرنے کے لیے ہم اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہیں۔ اور پھر میں نے Chair سے next sitting کے لیے اجازت لی ہے اور یہاں ایک رکن اسمبلی نے اس معاملے پر اپنی طرف سے بات کرنا چاہی ہے میں ان کا ممنون ہوں لیکن اسمبلی کا کوئی ممبر جو یونیورسٹی سنڈیکیٹ کا ممبر بنتا ہے وہ یونیورسٹی کا custodian نہیں ہو سکتا۔ سنڈیکیٹ کا ممبر یونیورسٹی کا custodian نہیں ہے۔ اور اس حوالے سے اگر آج یہ کہا جائے

کہ میں فوری جواب دوں تو یہ مناسب نہیں ہے۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ وہ فاضل اراکین جو یہ محسوس کرتے ہیں کہ یونیورسٹی کے اساتذہ سڑکوں پر ہیں اور ہزاروں طالب علموں کی تدریس کا عمل معطل ہے۔ جناب سپیکر! کسی سرکاری ملازم کو، کسی پروفیسر کو کہیں یہ کوئی قانونی حق حاصل نہیں کہ اگر کسی ادارے کی زمین کا dispute ہے تو وہ اساتذہ طلباء کو پڑھانا چھوڑ دیں۔ جو پروفیسر طلباء کو نہیں پڑھا رہے اور تدریس کا عمل انہوں نے معطل کر رکھا ہے تو یہ بھی ایک جرم ہے کہ ہماری قوم کے نونہالوں کو تعلیم دینے کی بجائے وہ زمین حاصل کرنے کے لیے سڑکوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس اراضی کے issue کو انصاف کے تقاضوں کے مطابق حل کرے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ حکومت یہ ذمہ داری پوری کرے گی' انصاف کے تقاضے پورے کرے گی اور جس کسی کی زمین ہے یہ زمین اسے ملے گی۔ کسی کو قبضہ کرنے کا نہ موقع دیا جائے گا' نہ مہلت دی جائے لیکن جناب سپیکر! اساتذہ کو بھی یونیورسٹی کے اندر جا کر اپنی ذمہ داری پوری کرنی ہو گی۔ انہیں طلباء کو تعلیم دینی چاہیے اور جو تعلیم کا وقت ہے انہیں اس وقت میں تعلیم دینی چاہیے۔ اگر انہیں ہڑتال کرنی ہیں تو یونیورسٹی کے وقت کے بعد انہیں ہڑتال کرنی چاہیے۔ یہ غلط جواز ہے' یہ غلط دلیل ہے کہ اساتذہ یا سرکاری ملازم اپنے دفاتر کو چھوڑ کر' اپنی institutions کو چھوڑ کر سڑکوں پر آ جائیں اور اس طریقے سے اپنا حق مانگیں۔ حق مانگنے کا بھی جناب سپیکر کوئی طریقہ ہوتا ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ سے جو میں نے مہلت مانگی ہے اس کی آپ ہی نے اجازت دی ہے لہٰذا next sitting پر اس کے بارے میں' میں مکمل informations کے ساتھ جواب دوں گا۔

جناب غلام عباس: جناب سپیکر! معزز وزیر قانون نے فرمایا ہے کہ جو ایم پی اے ہے وہ یونیورسٹی کا custodian نہیں ہے۔ جب پنجاب یونیورسٹی کے اندر پنجاب حکومت کی طرف سے ایک نمائندہ جاتا ہے جو کہ پنجاب یونیورسٹی کے تمام واقعات کا' وہاں کے حالات کا ذمہ دار ہوتا ہے اور حکومت اور یونیورسٹی کے درمیان ایک liason ہوتا ہے۔ اور اس پورے ہاؤس نے مجھے وہاں یونیورسٹی کے معاملے دیکھنے کے لیے بھیجا ہے۔ جب پورے ہاؤس کی طرف سے میں وہاں گیا ہوں تو کیا پھر یہ میرا جرم ہے کہ میں یہاں آ کر سچ بولوں۔ جناب سپیکر! وزیر قانون نے فرمایا ہے کہ اساتذہ کا طریق کار غلط ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ کیا یہ طریق کار نہیں اپنایا گیا کہ اساتذہ نے Evacuee ٹرسٹ

سے زمین لی۔ انہوں نے ان کو payment کی۔ یہ چالان فارم موجود ہے۔ مجھے اس معاملے پر احتجاج ہے کہ اساتذہ کا طریق کار غلط نہیں ہے۔ اساتذہ نے تمام قانون کے' حکومت کے دروازے کھٹکھٹائے ہیں۔ پچھلے چھ مہینے سے ہم اساتذہ کو ذلیل کر رہے ہیں ۔ جناب والا ! یہ بات ہماری برداشت سے باہر ہے کہ آج اس ایوان کے اندر ان اساتذہ کی توہین کی جائے جن کی وجہ سے سپریم کورٹ کے جج ہیں' ہائی کورٹ کے جج ہیں' یہاں پر معزز ممبران ہیں' یہاں کے وزراء ہیں' یہاں کی بیورو کریسی ہے ۔ یہ سب اساتذہ کے جوتوں کی مرہون منت ہیں اور آج اساتذہ کے خلاف اس معزز ایوان میں اگر بات کی جائے تو میں اس پر احتجاج کرتا ہوں۔ اساتذہ نے کوئی غیر قانونی بات نہیں کی۔ وہ ہائی کورٹ میں گئے' وہ سپریم کورٹ میں گئے' وہ چانسلر کے پاس گئے' انہوں نے وزیر اعلیٰ سے بات کی' انہوں نے دنیا کا ہر مہذب طریقہ اختیار کیا اور یہ شرمناک بات ہے کہ تمام پرامن طریقہ اختیار کرنے کے باوجود ان کو ان کا جائز حق نہیں دیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے بالکل درست کیا ہے کہ وہ سڑکوں پر آئے ہیں۔ اگر نہیں ہو گا تو ہم تمام لوگ' تمام عوام اپنے اساتذہ کے ساتھ ہیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مسئلہ اس وقت یہ ہے کہ وزیر موصوف یا حکومت یہ نہیں کہہ رہی کہ یہ بات غلط ہے یا کوئی ان کی طرف سے زیادتی ہے۔ مسئلہ تو ہے time کا اور time کتنا؟ next working day وزیر موصوف صرف مہلت چاہتے ہیں اور ساتھ ہی میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ اگر سپیکر اس کو admit کر دے گا تو 42 ممبران کی ضرورت ہے جبکہ مجھے ابھی آپ کی طرف 42 ممبر نظر بھی نہیں آ رہے ۔ (قطع کلامیاں)

جناب انعام اللہ خان نیازی: ہم اساتذہ کے مسئلے پر غلام عباس کی حمایت کرتے ہیں ۔ ہم اساتذہ کے ساتھ ہیں ----

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز ۔ آرڈر پلیز ۔ آپ میری بات سنیں ۔ آپ تشریف رکھیں ۔ عمران مسعود صاحب آپ بھی تشریف رکھیں ۔ مسئلہ یہ ہے کہ بات صرف next working day کی ہے ۔ میں یہاں یہ اعلان کرتا ہوں کہ اگر اگلے دن پر وزیر موصوف نے پھر مہلت مانگی یا یہ کہا کہ ابھی جواب نہیں آیا مہلت دیجئے تو میں مہلت نہیں دوں گا بلکہ پھر میں اس کو ہاؤس میں put کروں گا ۔ یہاں ہاؤس میں قائد ایوان کے بعد وزیر قانون کی ایک اہمیت ہوتی ہے ۔ انہوں نے ایک بات کی ہے کہ next working day پر وہ اس کا جواب دیں گے۔ next working day جب آئے گا تو اس دن ہم اس کو

treat کر لیں گے۔ میرے خیال میں اب اس کو مزید پریس نہیں کرنا چاہیے۔

سردار حسن اختر موکل، اگر غلام عباس صاحب اس بات کو مانتے ہیں تو ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، غلام عباس صاحب میرے خیال میں یہ بات درست ہے کہ next working day تک آپ وزیر قانون صاحب کو مہلت دیجیے۔

جناب غلام عباس، جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ معاملہ تو بڑا سیدھا سا تھا کہ سپریم کے فیصلے پر عمل درآمد ہونا چاہیے۔ اس کے باوجود اگر وزیر قانون یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ریکارڈ منگوانا ہے تو منگوا لیں۔ ایل ڈی اے والوں نے جو سانپ نکالنا ہے وہ بھی نکال لیں۔ ایل ڈی اے والوں کو گورنر صاحب نے ایک سال پہلے ریکارڈ لانے کے لیے کہا تھا لیکن ایل ڈی اے والوں نے گورنر صاحب کو ریکارڈ نہیں پہنچایا۔ اور یہاں بھی انشاء اللہ وہ نہیں پہنچائیں گے۔ مجھے اس بات کا علم ہے مگر اس کے باوجود آپ اس بار time دے کر دیکھ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو ٹھیک ہے اب ہم اس کو next working day تک pend کرتے ہیں۔

چودھری اختر رسول، جناب سپیکر! کسی بھی فیصلے پر پہنچنے سے پہلے آپ یہ سوچ لیں کہ جس قوم نے، جس حکومت نے اساتذہ کرام کی عزت نہیں کی وہ دنیا کی ٹھوکریں کھاتی ہے۔ اور کبھی کبھی غلام عباس صاحب ٹھیک بات کرتے ہیں۔ اور آج انہوں نے بہت ٹھیک بات کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی شکریہ۔ تحریک التوائے کار نمبر 11 سید تابش الوری صاحب کی طرف سے ہے یہ مجھے کہہ گئے تھے کہ وہ آج کسی ضروری کام کی غرض سے بہاولپور جا رہے ہیں لہذا میں اس کو pending کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ مجھے ٹیلی فون پر بتا کر گئے تھے۔ تحریک التوائے کار نمبر 12 خواجہ ریاض محمود صاحب اور میاں عبدالستار صاحب کی طرف سے ہے۔ خواجہ صاحب پڑھیں گے؟ خواجہ صاحب میرے خیال میں آپ اپنی سیٹ پر نہیں اس لیے میں ادھر تلاش کرتا رہا۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! میں اپنی رینج میں بیٹھا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو کیا یہ تحریک آپ پڑھیں گے یا میاں عبدالستار صاحب پڑھیں گے۔

خواجہ ریاض محمود، میاں صاحب پڑھیں گے اور میں بحث کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی، میاں صاحب! آپ پڑھیں۔

میٹرو پولیٹن کارپوریشن لاہور کی جانب سے غیر قانونی طریقے سے ٹھیکے داروں کو کام کی تفویض

میاں عبدالستار۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ معاملہ یہ ہے کہ میٹرو پولیٹن کارپوریشن لاہور میں جنوری 1995ء کے پہلے ہفتے کے دوران تقریباً پانچ کروڑ روپے کے ترقیاتی کاموں کے لیے 203 ٹینڈرز خفیہ طور پر جاری کیے گئے۔ اور ملی بھگت سے خلاف قانون چند پسندیدہ ٹھیکے داروں کو کام الاٹ کر دیا گیا جس سے کارپوریشن کو لاکھوں روپے کا نقصان ہو گا۔ کھلے گھپلے اور دھاندلی کی اس صورت حال کے خلاف عوام میں سخت اضطراب پیدا ہو گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ جی لاءمنسٹر صاحب! تحریک التوائے کار نمبر 12 لوکل گورنمنٹ کے منسٹر کے متعلق ہے اگر آپ کے پاس کوئی definite information ہے تو ٹھیک ہے۔ otherwise جواب تو ان کو دینا چاہیے۔

وزیر قانون۔ جناب والا! اس کا جواب لوکل گورنمنٹ کے منسٹر دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ وزیر موصوف تشریف نہیں رکھتے۔ ہم اس کو بھی next working day پر pending کرتے ہیں۔

خواجہ ریاض محمود۔ جناب والا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ آپ اپنی سیٹ سے بولیں۔ لگتا ہے آپ ہاؤس کو ایسے ہی احاطہ بنائے پھرتے ہیں۔

خواجہ ریاض محمود۔ جناب سپیکر! یہ منسٹر صاحبان جن کے پاس ہاؤس کی پیشگی کارروائی پہنچ جاتی ہے۔ ان کو باقاعدہ تیاری کرنی چاہیے اور ہاؤس کے فاضل اراکین کے جوابات دینے کے لیے یہاں تشریف لانا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ بالکل ٹھیک بات ہے۔

خواجہ ریاض محمود۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ عوامی نمائندوں کے سوالات کے جوابات دینا ان کی جتنی

بھی ذمہ داریاں ہیں ان میں سب سے اہم ذمہ داری ہے لیکن یہاں پر وزیر مال تشریف نہیں رکھتے اس کے بعد یہاں لاہور کارپوریشن میں کروڑوں روپے کی دھاندلی ہوئی ہے ۔ من پسند لوگوں کو ٹھیکے دے دیے گئے ہیں۔ اس میں عملہ بھی شامل ہے چیف انجینئر بھی شامل ہے اور زونوں کے تمام کے تمام انجینئر اس میں شامل ہیں اور وزیر موصوف صاحب یہاں پر تشریف نہیں رکھتے کیونکہ ان کو جواب دینا پڑے گا۔ جناب والا! ہمارے پاس اس کے دستاویزی ثبوت موجود ہیں۔ جس طرح سے اداروں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا جا رہا ہے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس کا سخت نوٹس لیا جائے۔ وزیر بلدیات یہاں تشریف نہیں رکھتے اس کی وجہ پوچھی جائے اور یہ نہ کیا جائے کہ وہ حاضر نہیں۔ اس لیے اس کو pending کرتے ہیں

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بات سنیں۔

چودھری اختر رسول، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تشریف رکھیں ایک منٹ میری بات سنیں ۔ خواجہ صاحب نے واقعی درست بات کی ہے ۔ جن فاضل وزراء کرام کا وقفہ سوالات ہو یا جن کی تحاریک التوائے کار یا تحاریک استحاق ہوں ان کو اس بارے میں اہمیت دینی چاہیے۔ کیونکہ یہ ہاؤس ہی اسی لیے بلایا جاتاہے کہ فاضل اراکین صوبے کے جن معاملات کو پوائنٹ آؤٹ کرتے ہیں کہ وہاں پر بد نظمی ہے یا بد عنوانی ہے ۔ اس کا جواب دینے کے لیے ان کو لازمی تشریف لانا چاہیے۔ اس کو عام روٹین میں نہیں سمجھنا چاہیے۔ خواجہ صاحب کی یہ بات بالکل ٹھیک ہے جائز ہے۔ وقفہ سوالات تحاریک التوائے کار' تحاریک استحقاق یا جو بزنس بھی متعلقہ وزیر صاحب کا ہو وہ لازماً پہلے سے دریافت کرے کہ ہاؤس میں کیا کارروائی ہونی ہے؟ اس کے جواب کے لیے ان کو تشریف لانا چاہیے۔ بڑی مہربانی شکریہ ۔ اختر رسول صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

چودھری اختر رسول، جناب والا! جس معاملے پر خواجہ ریاض محمود صاحب اور میاں عبدالستار صاحب اظہار خیال کر رہے تھے ۔ یہ اتنا ضروری معاملہ ہے کہ لاہور شہر کے اندر تین لاکھ کی ایک سکیم کو 23 لاکھ کا بنا دیا گیا ہے اور ملک کی دولت اس طرح لوٹی جا رہی ہے کہ تین لاکھ روپے کی سکیم کو 23 لاکھ enhance کر دیا گیا ہے۔ جناب والا! ملک میں جو کرپشن جاری ہے اس میں آدھے پیسے وزراء صاحبان لے جاتے ہیں اور آدھے پیسے دوسرے اس طرح کھا رہے ہیں جس طرح سندھو صاحب آج ماہ رمضان میں ابھی

تک کچھ کھا رہے ہیں۔ اس طرح ملک کو کھا رہے ہیں ۔ کچھ سوچیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں ایسے بات نہ کیا کریں۔ جی سندھو صاحب! آپ نکتہ ذاتی وضاحت پہ ہیں ؟

وزیر صنعت، جناب والا! میں سمجھ نہیں سکا کہ انھوں نے کیا فرمایا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اختر رسول صاحب! آپ نے سندھو صاحب کے بارے میں کیا کہا ہے ؟

چودھری اختر رسول، جناب والا! میں نے کہا ہے کہ ملک میں اتنی کرپشن ہے اور سب کچھ اس طرح کھایا جا رہا ہے جس طرح ماہ رمضان میں سندھو صاحب ابھی کچھ کھا رہے ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں وہ تو کچھ نہیں کھا رہے ۔وہ روزے سے ہیں

وزیرصنعت، نہیں میرا روزہ نہیں ہے۔ میں اس وقت بھی بخار کی حالت میں ہوں اور ڈاکٹر نے مجھے یہ دوائی دی ہے میں وہ چوس رہا ہوں۔ اگر بیمار کے اوپر روزہ فرض ہے تو پھر میں نے غلطی سے روزہ نہیں رکھا ۔ میں بیمار ہوں اور اس بات کا سب دوستوں کو پتا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ بیمار ہیں۔

چودھری اختر رسول، میں اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ بیمار آدمی کے لیے relaxation ہے لیکن بیمار آدمی کو بھی دوسروں کا احساس کرنا چاہیے۔ اگر دوائی کھانی ہے تو علیحدہ ہو کر کھا لے۔ سارے زمانے کو نہ بتائے۔ بہت مہربانی۔

مہنگائی پر بحث

جناب ڈپٹی سپیکر، تحاریک التوائے کار کا وقفہ ختم ہوتا ہے۔ اب مہنگائی پر تقاریر ہوں گی۔ کھوسہ صاحب! میرا خیال ہے کہ کوئی صاحب بھی متوجہ نہیں۔ تحاریک التوائے کار کا وقفہ ختم ہو گیا ہے۔ مہنگائی پر بولنے کے لیے فاضل اراکین کی جو لسٹ آپ نے دی تھی وہ کل ساری ختم ہوگئی ہے ۔ آج wind up ہونی ہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے مہنگائی پر کون صاحب wind up کریں گے؟

وزیر قانون، چودھری محمد افضل سندھو صاحب کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری محمد افضل سندھو صاحب حکومت کی طرف سے مہنگائی پر تقریر کریں گے۔ جی سندھو صاحب۔

وزیر صنعت، جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں ــــــ

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ۔ آج ہم 1.30 بجے دوپہر وقفہ نماز کریں گے 2 بجے meet کریں گے اور 4 بجے تک ہاؤس چلے گا۔ اس میں جنرل ایڈمنسٹریشن ہو گی۔ 1.30 بجے وقفہ ہو گا۔وزیر قانون صاحب جنرل ایڈمنسٹریشن پر گورنمنٹ کی طرف سے کسی نے بات کرنی ہے تو ان کی لسٹ دے دیں۔

حاجی عبدالرزاق: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اسمبلی میں نماز ظہر کا انتظام 1.15 پر کیا گیا ہے۔ آپ براہ مہربانی ایک بجے سے لے کر ڈیڑھ بجے تک کا وقفہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

حاجی عبدالرزاق: یہاں اسمبلی سے باہر 1.15 پر جماعت کا انتظام کیا گیا ہے۔ آپ ایک بجے سے لے کر 1.30 بجے تک وقفہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ مہربانی۔ ایک بجے سے لے کر 1.30 بجے تک نماز ظہر کا وقفہ ہو گا۔جی چودھری افضل سندھو صاحب۔

وزیرصنعت: جناب والا! میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع دیا ہے۔ مہنگائی کے بارے میں حزب اختلاف اور حزب اقتدار دونوں جانب سے تقاریر کی گئیں ان تقاریر میں یقینی طور پر ایسا مواد بھی تھا جس کو میں نے بڑے غور سے سنا اور جو میں سمجھتا ہوں کہ یقینی طور پر حکومت کی پالیسی مرتب کرنے کے سلسلے میں مدد گار ثابت ہوں گی۔ بہت سی تقاریر ایسی بھی تھیں جو کہ شاید دوستوں نے تقریر کرنے کا شوق ہی پورا کیا ہے۔ لیکن ان تقاریر میں میں عمران مسعود صاحب کا خاص طور پر ذکر کروں گا کہ کل انھوں نے جو بات کی وہ یقینی طور پر ایک ایسی بات تھی جسے میں نے مثبت انداز میں سوچا اور ساری قوم کو اسے مثبت انداز میں لینا چاہیے۔ آج یہ مہنگائی کی جو بات ہے اسے یہ کہنا کہ یہ ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے۔ یہ صرف ایک روایتی سی بات نہیں ہے۔ یہ یقینی طور پر ایک حقیقت ہے لیکن اس مسئلے سے ہم اپنے پاکستان کی حکومت یا پاکستان کی عوام یا حکومت پنجاب صرف یہ بات کہہ دینے سے کہ یہ ایک بین الاقوامی مسئلہ نہیں ہے اس سے ہمارا چھٹکارا نہیں ہو سکتا گو کہ جب ہم بین الاقوامی مسئلہ کہتے ہیں جب ہم یہ کہتے ہیں تو اس میں بڑی سیدھی سی بات ہے کہ جب تیل کی قیمتیں بڑھیں گی جب خوردنی تیل کو امپورٹ کریں گے اور ان کی قیمت اگر بین الاقوامی سطح پر بڑھے گی تو یقینی طور پر خواہ خوردنی تیل ہو جس سے گھی بنتا ہے یا ہمارا دوسرا تیل جو باربرداری ٹیوب ویل یا جنریشن آف پاور کے سلسلے میں استعمال ہوتا ہے جب اس کی امپورٹ پر زیادہ اخراجات اٹھیں گے تو یقینی طور پر اندرون

ملک اس مہنگائی کا اثر مرتب ہو گا۔ لیکن میں اس سلسلے میں چند ایک وہ وجوہات بھی زیر غور لانا چاہتا ہوں جو کہ ہمارے ملک میں ہماری وجہ سے اور ہماری پالیسیوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ چودھری اقبال صاحب نے گندم کی بات کی تھی کہ ملک پہلے خود کفیل تھا ۔ اس بارے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری سابقہ حکومتیں جب وہ اس ملک کو بغیر کسی منصوبہ بندی کے ایڈہاک ازم کی بنیاد پر چلاتی رہیں اور پالیسیاں مرتب کرتے وقت بہت اہم فیلڈ کو نظر انداز کیا جاتا رہا اور گندم کی پیداوار کے لیے کاشت کاروں کو کسی قسم کا کوئی incentive نہ دیا گیا اور گندم کی پیداوار میں اضافے کی بجائے اس میں کمی ہوگئی اور یہ ہونا ضروری تھی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ کاشت کار کو اس کی کاشت کا صلہ اس طریقے سے ملنا چاہیے جس طریقے سے دوسرے لوگوں کو ملتا ہے ۔ موجودہ حکومت نے اسی سلسلے میں گندم کی قیمت ۲۳ فیصد بڑھائی اور یہ اس لیے بڑھانا ضروری تھی کہ حقائق سے آنکھیں بند کر لینے سے حقائق دور نہیں ہٹ جاتے لیکن گندم کی قیمت میں اضافے کے بعد یہ بات یقینی ہے اور حکومت کے ریکارڈ سے آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ گندم کی پیداوار میں یقینی طور پر اضافہ ہوا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد آنے والے وقت میں حکومت گندم کے معاملے میں خود کفیل ہو جائے گی ہمارا ملک گندم میں خود کفیل ہو گا۔ اس کے علاوہ جناب والا! کپاس کی پیداوار یقینی طور پر کم ہوئی۔ ہماری کپاس ایکسپورٹ کا ٹوٹل ۵۵ فیصد ہے۔ اس میں قدرتی آفات کا بھی عمل دخل ہے' وائرس کی وجہ سے پیداوار کم ہوئی۔ اس کے علاوہ سابقہ حکومت نے حکومتوں نے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ دو نمبر کے pesticides امپورٹ کیے گئے اور حکومت نے جس طریقے سے اپنی ان activities کو ignore کیا جس کی وجہ سے دو نمبر ادویات میں دن بدن اضافہ ہوا اور جس کی وجہ سے ہم وائرس کو بھی کنٹرول نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ مون سون بھی پچھلی دفعہ زیادہ ہوا اس سے بھی کپاس کی پیداوار میں یقینی طور پر کمی واقع ہوئی ہے۔ ہماری جہاں پر ۹۰۰ ملین گانٹھیں ہوتی تھیں وہاں پر یہ 700 ملین ہوئی ہیں۔ اس میں قدرتی آفات کے ساتھ ساتھ ہمارے تاجر جو کئی سالوں سے بے لگام پھر رہے ہیں اور اس طریقے سے لوٹ کھسوٹ کر رہے ہیں ان کی بھی اس میں ذمہ داری ہے۔ ان ساری باتوں سے بڑھ کر میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سابقہ حکومتوں نے جس طریقے سے پرائیویٹائزیشن کا عمل کیا جس طریقے سے ان صنعتوں کا جمعہ بازار لگایا گیا اور خاص طور پر میں سیمنٹ ملز اور چینی کے کارخانوں کا ذکر کروں گا۔ ان کو جس طریقے سے بیچا گیا ۔ سورج گھی ملز کو جس طرح سے بیچا گیا اور یہ جی سی پی جو اتفاق سے یا اتفاق والوں سے کسی طریقے سے یہ بچ گئی اور اگر اس طریقے سے بغیر کسی منصوبہ بندی کے یہ پرائیویٹائزیشن نہ کی جاتی تو

آج صرف ایک جی سی پی کارپوریشن جو حکومت کے پاس ہے اس کا جو تیار کردہ گھی ہے سو روپے فی ٹن دوسری ملوں کے مقابلے میں کم ہے اگر یہ کارپوریشن نہ ہوتی تو یہ گھی بھی آپ کو نہ ملتا۔ آج بھی یوٹیلیٹی سٹورز پر آپ جا کر دیکھیں کہ گورنمنٹ کی ملیں جو گھی بیچ رہی ہیں وہ ایک سو روپے فی ٹن کم بیچ رہی ہے۔ یہ کہنا کہ موجودہ دور حکومت میں لائنیں لگی ہوئی ہیں۔ جناب والا! یہ بڑی واضح سی بات ہے کہ سیمنٹ گھی اور چینی کی ملوں کو اس طریقے سے نہ بیچا جاتا اور پھر ان کو جس طریقے سے بیچا گیا ہے اس کی ایک مثال میں جناب کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا۔ جناب والا! پسرور شوگر مل ریکارڈ کی بات ہے اور میں اپنے دوستوں کو دعوت دیتا ہوں کہ میرے ساتھ پی آئی ڈی بی آفس آئیں اس مل کو صرف اور صرف اپنی پسند کے لوگوں کو صرف پچیس لاکھ روپے کے عوض دے دیا گیا۔ قصور شوگر مل کا پراجیکٹ پچاس کروڑ روپے کا تھا۔ جناب والا! اس طریقے سے ان غلط پالیسیوں کے آنے سے افراط زر کا آنا مہنگائی کا آنا بڑی لازمی سی بات تھی۔ اگر گھی کی ملوں کو اس طرح throw-away price پر نہ دیا جاتا اور چینی کی ملوں کو اس طریقے سے نہ بیچا جاتا اور سیمنٹ کی ملوں کو اس طرح سے نہ بیچا جاتا تو مہنگائی کا اس قدر عفریت کبھی نہ آتا۔ میں جناب والا! عرض کرتا ہوں کہ سابقہ دور حکومت میں اتفاق سے دو ملیں بچ گئیں ایک کمالیہ شوگر مل اور ایک پتوکی شوگر مل ان دو ملوں کا بھی میں اپنے دوستوں کی خدمت میں ریکارڈ پیش کرنا چاہتا ہوں 1990-91-92ء کے منافع جات بالترتیب ساٹھ لاکھ، باون لاکھ اور چالیس لاکھ تھے اور ان ملوں کو کس طرح سے لوٹا گیا اور میں جناب سپیکر آپ کی وساطت سے ہاؤس کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں اور یہ ریکارڈ کی بات ہے کہ پچھلے تین سالوں میں اتنا منافع ہوا اور اس دور حکومت میں جب میرے پاس یہ دو ملیں تھیں تو 9 کروڑ اور تیس لاکھ روپے کا منافع ہوا۔ جناب والا! یہ بات بڑی قابل غور ہے اور جناب سپیکر! میں یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میرے دوست سید تابش الوری صاحب آج نہیں ہیں وہ بڑے شعر پڑھا کرتے ہیں میں بھی ایک مختصر سا شعر پڑھتا ہوں۔

رانا محمد اقبال خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! مجھے وزیر موصوف کی گفتگو سے اور اعداد و شمار پر کچھ شبہ سا پڑ گیا ہے میں ان سے یہ کنفرم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ۹ کروڑ جسے کہہ رہے ہیں کہیں ۹۰ لاکھ تو نہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

وزیر صنعت، جناب سپیکر! یہ میرے چھوٹے بھائی ہیں۔ میں نے جو اعداد و شمار پیش کیے ہیں اگر ان میں کوئی فرق ہو میں اپنے بھائی کو اس ہاؤس میں بلاتا ہوں میں بھی استعفیٰ لکھ دیتا ہوں یہ بھی لکھ دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، انہوں نے مذاقاً بات کی تھی انہوں نے کہا ہے کہ شبہ ہے .....

رانا محمد اقبال خان، جناب والا! میں نے تو کنفرم کرنے کے لیے یہ بات کی تھی میں نے تو صرف پوچھنا ہی چاہا ہے اور وہ استعفیٰ کی بات کر رہے ہیں ۔ چور کی داڑھی میں شہتیر والی بات تو نہیں ہو گئی ......

جناب ڈپٹی سپیکر، انہوں نے اسے سنجیدہ لیا ہے .....

وزیر صنعت، جناب سپیکر! رانا صاحب اس بات کے گواہ ہیں کیونکہ یہ پتوکی کے علاقے کے رہنے والے ہیں.........

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں آپ اپنی بات مکمل کریں۔

وزیر صنعت، جناب والا! میں اسی پر بات کر رہا ہوں .....

جناب عبید اللہ شیخ ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! وزیر موصوف ابھی جی سی پی کے جس گھی کے متعلق بات کر رہے تھے وہ اتنا غیر معیاری گھی ہے جس سے عوام کے اندر بیماریاں پھیل رہی ہیں گلے کی خرابی اور چھاتی میں بلغم وغیرہ پیدا ہو رہی ہے۔ شاید یہ بھی وہی گھی کھا رہے ہیں اور ان کی طبیعت خراب ہے اور انہیں گولی کھانے کی بھی ابھی ضرورت پڑی ہے ......

جناب ڈپٹی سپیکر ، مہربانی شکریہ۔

جناب عبید اللہ شیخ ، جناب سپیکر! میں یہ بات کرنا چاہتا تھا کہ سو روپے جس گھی کی قیمت کم ہے وہ غیر معیاری گھی ہے ......

جناب ڈپٹی سپیکر، دیکھیں آپ تشریف رکھیں ۔ ایک منٹ سندھو صاحب کی تقریر سے پہلے میں یہ عرض کروں گا کہ کوئی بھی فاضل رکن کوئی بات کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور کسی کو اس سے اختلاف بھی ہو سکتا ہے لہذا ان اختلافات پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ مہربانی۔

چودھری اختر رسول، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ابھی سندھو صاحب نے استعفیٰ کی بات کی تھی۔

ویسے یہ استعفیٰ دے دیں کیونکہ پوری قوم ان کے استعفیٰ کی منتظر ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! میں بھی ایک بات کروں گا کہ واقعی ان کو استعفیٰ دے دینا چاہیے تاکہ وہ پھر کروڑوں روپے کما سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی چلیں جی۔

وزیر صنعت: جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ یہ چند ایک وجوہات ہیں جن کو جیسے جیسے آگے لے کر چلوں گا میرے دوست اور پوائنٹ آف آرڈرز اٹھاتے رہیں گے۔ یہ ان کا حق ہے۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ،

میں اگر سوختہ ساماں ہوں تو یہ روز سیاہ
خود دکھایا ہے میرے گھر کے چراغاں نے مجھے

جناب والا! اس قوم کو ہم نے خود لوٹا ہے۔ اس قوم کی دولت کو ہم نے خود برباد کیا ہے۔ حضور انور آپ کی وساطت سے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ذرا بینکوں میں جا کر ان قرضہ جات کو ملاحظہ کریں۔ آپ ذرا غور سے دیکھیں۔

خواجہ ریاض محمود: جناب! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، خواجہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

خواجہ ریاض محمود: جناب والا! میں سندھو صاحب کے شعر کے جواب میں شعر پڑھنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اچھا اچھا شعر پڑھ دیں۔ یہ خواجہ صاحب کو ہم نے شعر پڑھنے کی اجازت دی ہوئی ہے۔

خواجہ ریاض محمود: کسی شاعر نے کہا کہ:

حاکموں کے ضمیر مجرم ہیں ہر مسافر یہاں لٹیرا ہے
روشنی کے چراغ گل کر دو قلب انسان میں اندھیرا ہے

سندھو صاحب نے اور ایک دو جو باتیں کی ہیں میں ان کا جواب نہیں دیتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔

خواجہ ریاض محمود: میں صرف اتنی بات پر ان کو کہتا ہوں کہ۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں آپ نے تو صرف ایک شعر پڑھنا تھا۔

خواجہ ریاض محمود، سر میں تو پوائنٹ آف آرڈر پہ بول رہا ہوں۔ میں ان کا یہ سرکاری ریکارڈ درست کرنے کے لیے کہتا ہوں کہ انہوں نے اتفاق والوں کا ذکر کیا کہ وہ لوٹ کر کھا گئے ہیں۔ اتفاق والوں کی وجہ سے ہی پچھلے دس پندرہ سالوں میں چینی کا ریٹ 9 روپے اور دس روپے کلو سے زیادہ نہیں بڑھ سکا۔ اب ڈیڑھ سال کے اندر چار روپے فی کلو چینی کا ریٹ بڑھ گیا ہے۔ یہ ذرا ریکارڈ درست کرلیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

وزیر صنعت، جناب والا! خواجہ صاحب بڑا اچھا شعر پڑھتے ہیں۔ میں ان کو ایک شعر عرض کرتا ہوں۔

بجھ گئی شمع دیر و حرم
دل جلاؤ کہ روشنی کم ہے

جناب ڈپٹی سپیکر، سندھو صاحب اپنی تقریر جاری کریں وقت کم ہے ۔ اور ایک بجے تک ہاؤس نے چلنا ہے۔ (قطع کلامیاں----) (ہاؤس کی آواز شعر پڑھنے کی اجازت دی جائے) اجازت ہے۔ کیونکہ ہاؤس کا رجحان یہی ہے کہ وہ شعر سننا چاہتے ہیں۔

خواجہ ریاض محمود،

کیوں کہیں یہ ستم آسماں نے کیے
دکھ ہمیں جو دیے اس جہاں نے دیے
ان کے اونچے گھروں میں جو ہے روشنی
جل رہے ہیں ہمارے لہو کے دیے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر، سندھو صاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! شاہ نواز چیمہ صاحب بھی شعر سنائیں گے۔

وزیر صنعت، جناب سپیکر! اللہ کا شکر ہے کہ بڑے ہی خوش گوار ماحول میں بات چیت ہو رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

جناب عبید اللہ شیخ، جناب والا! میں بھی شعر پڑھنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ بھی شعر پڑھنا چاہتے ہیں؟

جناب عبید اللہ شیخ، جی آپ اگر اجازت دیں تو عرض کروں۔

گر تھی مے سے صراحی تیری خالی ساقی
تو چراغ در مے خانہ جلایا کیوں تھا
یوں اگر شورش ایام سے دب جانا تھا
تو کوچائے عشق میں کیا کام تھا، آیا کیوں تھا

(نعرہ ہائے تحسین)

وزیر صنعت، میں گزارش کر رہا تھا کہ آپ ذرا اس قوم کے مالیاتی اداروں کو دیکھیں کہ بینکوں سے جس طرح قرضہ لیا گیا۔ اور جس طریقے سے وہ قرضہ دینے کے بعد ان صنعتوں کو بیمار صنعتیں قرار دے کر جس طریقے سے ان قرضوں کو معاف کیا گیا اور آج بھی ۸۰ ارب روپے ان لوگوں کے ذمے ہے جو کہ سابقہ حکومتوں کے ذریعے قرضے لیتے رہے، ملیں لگاتے رہے، ان کی ملیں بچے جنتی رہیں۔ اور بینکوں کا بھٹہ بیٹھتا رہا۔ آج بھی ۸۰ ارب روپیہ ان بینکوں کا بقایا ہے اور وہ سب کے سب سابقہ حکمرانوں کے منظور نظر اور ان کے حواری ہیں۔ اور پھر جناب والا! پچھلے پندرہ بیس سالوں سے جس طریقے سے حکمرانوں نے اپنی زندگیاں پاکستانی ذرائع سے بڑھ کر بسر کرنے کے منصوبے بنائے اس کی میں ایک چھوٹی سی مثال پیش کروں گا۔ میرے دوستوں نے ذکر کیا تھا کہ چیف منسٹر ہاؤس کی تزئین ہو رہی ہے۔ آپ جناب جا کر اسلام آباد میں دیکھیں اور پنجاب ہاؤس کا ملاحظہ کریں جس کے اوپر ۴۳ کروڑ روپے خرچ ہوئے۔ جس کا ایک غسل خانہ جو وزیر اعظم کی annexe میں ہے اس کے اوپر ۹ لاکھ روپے خرچ کیے گئے۔ اور جناب والا! اس ہاؤس میں کسی کو خوش کرنے کے لیے ایک تصویر ایسی بھی خریدی گئی جو کہ وہاں کے کیئر ٹیکر نے اس کی قیمت پانچ یا چھ لاکھ بتائی اور جناب والا! اس پنجاب ہاؤس کو جو کہ اس وقت کی حکومت کا بہت بڑا معرکہ تھا ۴۲ کروڑ روپیہ خرچ کرنے کے بعد ایک سال گزرنے کے بعد جا کر دیکھیں کہ اس کی دیواروں میں شگاف ہے اور اس کے دروازے اور کھڑکیوں کی لکڑیاں ٹوٹ چکی ہیں۔ اور جو اس کی تعمیر ہے وہ اس قدر گھٹیا اور غیر معیاری ہے کہ قوم کے سے ماسوائے اس کہ وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور اس کے علاوہ کوئی بات انسان سوچ نہیں سکتا۔

جناب ارشد عمران سلہری، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ارشد عمران سلہری صاحب پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ارشد عمران سلہری، وزیر موصوف جناب افضل سندھو صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ پاکستان کے لوگ بینکوں سے قرضے لیتے رہے اور فیکٹریاں لگاتے رہے اور فیکٹریاں آگے فیکٹریوں کے بچے جنتی رہیں۔ جناب والا! کیا کسی پاکستانی شہری کو بینکوں سے انڈسٹری کے لیے قرضہ لے کر انڈسٹری لگانا منع ہے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: This is no point of order.

جناب ارشد عمران سلہری، دوسری بات جناب والا! یہ ہے کہ---

جناب ڈپٹی سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر پر صرف ایک نکتہ ہوتا ہے۔ دوسرا نہیں اٹھایا جا سکتا۔ دیکھیں میں نے پہلے ہی تشریح کی ہے کہ کسی کے کچھ خیالات ہیں اور کسی کے کچھ خیالات ہیں ان سے کسی کو اختلاف بھی ہے۔ تو اسی طرح اگر آپ تقریر کریں گے تو وہ کہیں گے کہ یہ تو بات غلط کہہ رہے ہیں یہ بات ایسے نہیں ایسے ہے۔ تو بات پھر ہو نہیں سکتی۔ شکریہ۔ جی سیف اللہ چیمہ۔

جناب سیف اللہ چیمہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! مہربانی۔ سارے پاکستانی قرضہ لے سکتے ہیں۔ قرضہ منع نہیں ہے kick back لینا منع ہے۔ وہ جرم ہے۔ یہاں انڈسٹری لگی ہے۔ لیکن کسی صنعت کار نے اپنی جیب سے پیسہ نہیں لگایا جناب والا۔ یہ تمام فراڈ ہوا ہے۔ اس لیے ہمارے ملک کی انڈسٹری خسارے میں جا رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میجر صاحب! یہ بھی وہی بات ہے۔ This is no point of order

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! kick back کے بارے میں انٹرنیشنل میگزین نے ٹائم، نیوز وغیرہ نے ایک پاکستانی شخصیت کا نام لیا تھا۔ پھر یہ ہمیں اس کا نام بھی سنا دیں۔ وہ Mr. ten percent سے بات مشہور تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چھوڑیں اس بات کو۔ میں نے یہی کہا ہے کہ ایسے بات نہیں چلتی کیونکہ آپ کا اختلاف ہو سکتا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! یہ پالیسیز پر بات کریں۔ جب یہ ذاتیات پر آئیں گے تو ایسے ہو گا ہی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر موصوف کو تقریر کرنے دیں تاکہ وہ اپنا نقطۂ نظر بیان کریں۔ جی۔

وزیر صنعت، جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ مالیاتی اداروں سے جس طریقے سے قرضے لیے گئے اور ان قرضوں کو جس غلط طریقے سے استعمال کیا گیا۔ اور پھر بغیر مل بنائے، بغیر کوئی کارخانہ لگائے اور بغیر کچھ خرچ کیے ان چار دیواریوں کے اندر اس مٹی اور ریت کے تودوں کو بیمار صنعتیں declare کرکے ان قرضوں کو معاف کیا گیا۔ آج بھی حکومت پاکستان کے مالیاتی اداروں نے ان سے ۸۰ ارب روپے لینے ہیں۔ جناب والا! میں ہاؤس کی توجہ ایک اور ضروری بات کی طرف لانا چاہتا ہوں۔(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر، خاموش رہیں۔ I call the House to order.

وزیر صنعت و معدنی ترقی، جناب والا! میں یہ ساری باتیں کرنے کے بعد ایک چھوٹی سی گزارش کرتا ہوں۔ کہ آپ کو یاد ہو گا کہ جناب حنیف رامے صاحب کی زیر صدارت ایک فیصلہ ہوا تھا۔ کہ سیاست دانوں کی کرپشن کے خلاف ایک کمیٹی بنائی جائے اور جناب سپیکر! حنیف رامے صاحب نے بطور سپیکر یہاں پر اس کمیٹی کے انعقاد کا اعلان کیا تھا اور یہ وعدہ بھی فرمایا تھا کہ بہت جلد وہ کمیٹی announce کر دی جائے گی۔ آج میں پھر اسی حوالے سے عرض کرتا ہوں کہ کرپشن خواہ میری جماعت کی ہو خواہ ان کی جماعت کی، in-House committee اور وہ ان سب کو دیکھے۔(نعرہ ہائے تحسین) اور میں آپ کی وساطت سے رامے صاحب کی خدمت میں، سپیکر صاحب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ جو انھوں نے وعدہ کیا تھا، جو کہ ان ہاؤس کمیٹی جو کہ تشکیل دی گئی تھی، جو کہ بنا دی گئی تھی، اس کو لائیں۔ لیکن ایک بات یاد رکھیں۔ آج یہ بڑا غلغلہ اور بڑا واویلہ ہے۔ بڑا شور ہے کہ انتقامی کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ نہیں جناب۔ انتقامی کارروائیاں نہیں۔ یہ اس لوٹ کھسوٹ کے خلاف ایک صحیح حکومت کا صحیح اقدام ہے اور یہ دولت ہم نکالیں گے اور نکالیں گے اور ضرور نکالیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین) ہمارا فیصلہ ہے۔ اور قوم دیکھ رہی ہے۔ قوم کے سامنے ہے۔ یہ صرف نعرہ بازی سے، اخبارات میں بیانات دینے سے یہ بات نہیں ٹل سکتی۔

چودھری محمد اقبال، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری اقبال صاحب کے بعد عبدالرزاق خان۔

چودھری محمد اقبال، جناب سپیکر! بہت اچھی بات فاضل وزیر صاحب نے کی ہے۔ اس ہاؤس کا

ریکارڈ گواہ ہے' میں نے پہلے بھی عرض کی تھی کہ کیا دوسری طرف سارے فرشتے بیٹھے ہوئے ہیں؛ احتساب یک طرفہ کیوں ہو رہا ہے؛ آپ شروع کریں۔ ہم اس کو ویلکم کرتے ہیں۔ دو آدمی اپنے پکڑے ہیں' ہمارے پانچ پکڑے ہیں۔ احتساب کریں۔ یک طرفہ احتساب بھی کبھی احتساب ہوا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' حاجی صاحب۔

حاجی عبدالرزاق، جو کمشنیں لے رہے ہیں' ان کا بھی حساب کرنا چاہیے۔ ہمارے پاس ثبوت ہیں کہ یہ لوگ کمشنیں لے رہے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ آپ کی وساطت سے میں وزیر صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ گرفتاریاں اگر صحیح ہوئی ہیں تو پھر نواز کھوکھر صاحب کی ضمانت کس طرح ہوئی جب کہ نہ چودھری شجاعت صاحب کی' نہ چودھری پرویز صاحب کی اور نہ اور مسلم لیگی ساتھیوں کی۔ ان کی ضمانت اور پھر فوراً ہی جیل سے نکلتے ہی فارورڈ بلاک بنا لینا' اس کی ذرا وضاحت کر دیں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، سندھو صاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

وزیر صنعت، جناب سپیکر! میں اس کمیٹی پر گزارش کر رہا تھا جس کی چودھری اقبال صاحب نے پچھلی دفعہ بھی توثیق کی تھی اور آج پھر کی ہے۔ میرے جو دوست پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہے تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری صاحب! آپ کے پانچ چھ منٹ رہ گئے ہیں۔

وزیر صنعت، میں جلدی ختم کر دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مہربانی۔

وزیر صنعت، میں اپنی اس بات کا پھر اعادہ کرتا ہوں کہ اس کمیٹی میں میں نے لفظ استعمال کیا ہے' سیاست دان۔ میں نے اس میں کسی جماعت کی طرف مخصوص اشارہ نہیں کیا۔ in-House committee تمام سیاست دانوں کی۔ جتنے لوگ آج تک منتخب ہوئے ہیں اور اس وقت جو بات میں نے کی تھی وہ یہ کی تھی کہ سابقہ بات کو چھوڑیں۔ جب سے یہ دوست پسند کریں وہاں سے ہم لائن کھینچ دیتے ہیں اور اس کے آگے سب سیاست دانوں کا محاسبہ ہونا چاہیے' ہونا چاہیے' ہونا چاہیے۔

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب تھوڑا وقت رہ گیا ہے۔ ہم اس کو conclude کریں۔

خواجہ ریاض محمود، قائد حزب اختلاف میاں نواز شریف صاحب نے پرسوں قومی اسمبلی میں یہ بیان دیا ہے کہ سینتالیس سال سے جو اس ملک میں کرپشن ہوئی ہے اس کے لیے ایک اعلیٰ سطحی کمشن تشکیل دیا جائے۔ اور وہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دے گا۔ ابھی تک وفاقی حکومت کی طرف سے ان کی اس بات کا کوئی جواب نہیں آیا۔ میرے فاضل وزیر صاحب بات کر رہے ہیں تو یہ حکومت سے کہیں کہ نواز شریف صاحب نے جس کمشن کا ذکر کیا ہے اعلیٰ سطح پر اس کو بنا دیا جائے اور دودھ کا دودھ وفاقی سطح پر بھی ہو جائے گا اور پنجاب کی سطح پر بھی ہو جائے گا۔ بات ختم ہو جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

وزیر اوقاف (محمد شاہ نواز چیمہ)، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ نواز چیمہ صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر اوقاف، جناب سپیکر! میں مبارک باد دیناں میاں نواز شریف صاحب نوں۔ اور مبارک باد دے مستحق نیں کہ جس طریقے دے نال ایس ملک نوں اوہناں لٹیا اے اوہ تاریخ شاہد رہے گی۔ روز محشر تک ایہہ تاریخ شاہد رہووے گی کہ کتنی جلدی ایس ملک نوں برباد کیتا اے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ This is no point of order.. I rule it out. ۔ جی، میاں عبدالستار۔

میاں عبدالستار، شکریہ۔ جناب سپیکر! آج مہنگائی پر بحث ہو رہی ہے اور پرسوں اپوزیشن کے ارکان نے مہنگائی پر تقاریر کیں۔ اور آج حکومت کی طرف سے محترم افضل سندھو صاحب جواب دے رہے ہیں۔ آج پنجاب کے عوام جو غریب ہیں، جو مہنگائی کے تلے پسے ہوئے ہیں وہ آج یہ سوچ رہے تھے کہ افضل سندھو صاحب لازمی حکومت کا موقف بیان کریں گے۔ لیکن مجھے افسوس سے یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ حکومت کی طرف سے مہنگائی کو ختم کرنے کے لیے کوئی واضح پالیسی نہیں بتائی گئی۔ اور اصل بات یہ ہے کہ موجودہ حکومت نے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اور یہ سارے کے سارے لوگ اپنی جیبیں بھر رہے ہیں اور غریب لوگ ایک وقت کی روٹی کھانے کے لیے ترس رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ This is also no point of order. I rule it out.

چودھری اختر رسول، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ابھی چیمہ صاحب نے میاں نواز شریف صاحب

کے بارے میں ـــــ

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ میں نے rule out کر دیا ہے۔ This is no point of order.

چودھری اختر رسول، لیکن جناب والا! ایک بات میں بھی کہنا چاہتا ہوں۔ ایک ہماری بھی آفر ہے۔ آپ ہم سب کا احتساب کر لیں۔ لیکن ان کی طرف سے صرف آصف زرداری کا احتساب کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تشریف رکھیں۔ This is also no point of order. I rule it out.

چودھری محمد وصی ظفر، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وصی ظفر صاحب۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! یہ ہمیں اختر رسول صاحب کا چیلنج قبول ہے۔ یہ کھڑے ہو کر حلفاً ایک ایک ممبر بیان کرتے جائیں کہ انھوں نے کتنے کتنے خالی پلاٹ لیے ہیں۔ اس فلور پر ایک ایک ممبر کھڑا ہوتا جائے حلفاً بیان کرتا جائے کہ میں نے کتنے کتنے پلاٹ لیے۔ انکوائری تحقیقات جو ہے۔ پھر اس کے بعد دوسرا کھڑا ہوتا جائے۔ وہ قرضے بیان کرتا جائے۔ اس کے بعد پھر تیسری دفعہ کھڑے ہو کر ـــــ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر، I call the House to order. میں سن رہا ہوں۔ بات سب کی ایک ہی ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر، یہ حلفاً کھڑے ہو کر خود ہی کہتے جائیں کہ کتنی لوٹ مار کی۔ کتنے قرضے ہڑپ کر گئے، کتنے پلاٹ لے گئے۔ کتنی رشوت لی۔ کتنی اپنے اپنے محکمے میں embezzlement کی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، دیکھیں۔ This is no point of order. میں نے واضح طور پر کہا ہے کہ اس طرح سے بات نہیں بنتی۔ اگر آپ کو کسی کی بات ناگوار گزرتی ہے تو آپ ایسے ہی کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ یہ بات ہے' وہ بات ہے۔ براہ مہربانی اپنا طریقۂ کار ذرا بدلیں تاکہ کارروائی جاری رہے۔ جی' اقبال خاکوانی صاحب۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، شکریہ جناب سپیکر! میں آپ کی بات ہی کو دہرانا چاہتا تھا کہ ابھی آپ نے فرمایا کہ کوئی فاضل رکن اگر اپنا کوئی نقطۂ نظر رکھتا ہے' اگر آپ کو اختلاف ہے تو اپنی باری پر آپ اپنی تقریر میں اپنا نکتہ واضح کر سکتے ہیں۔ اس طرح کے بار بار پوائنٹ آف آرڈر سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک مزاح کا پہلو بھی ہے۔ اور دوسرے اس سے ہماری غیرسنجیدگی بھی واضح ہو رہی ہے کہ

اتنا اہم مسئلہ مہنگائی کا جس سے پوری قوم دوچار ہے اوراس سے ہٹ کر ہم اپنی ذاتیات اور پھر اپنے لیڈران اور پھر ایک دوسرے پر الزامات در الزامات ـــ میں آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ کم از کم افضل سندھو صاحب کی تقریر کے دوران مزید پوائنٹ آف آرڈر نہ اٹھانے کا آپ حکم فرمائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بالکل ٹھیک ہے۔ خاکوانی صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر بالکل جائز ہے۔ جی سندھو صاحب۔

وزیر صنعت، میں خاکوانی صاحب کا بہت شکر گزار ہوں اور یقینی طور پر یہ اتنا اہم مسئلہ ہے' یہ ایک گھمبیر مسئلہ ہے جس نے ساری قوم کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ جناب والا! میں گزارش کر رہا تھا ـــ

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کتنا ٹائم اور لیں گے۔

وزیر صنعت، دس منٹ اور۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہم نے تو نماز کا وقفہ کرنا ہے۔

وزیر صنعت، میں جلدی کوشش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ دو تین منٹ میں ختم کریں۔

وزیر صنعت، ڈیڑھ بجے تک آپ نے نماز کا ٹائم رکھا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ایک بجنے والا ہے۔ میں نے اسی لیے تو کہا تھا کہ آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔ اب میں ہاؤس کو ڈیڑھ بجے تک نماز کے لیے ملتوی کرتا ہوں۔ مہربانی شکریہ۔

(اس مرحلے پر اجلاس کی کارروائی برائے ادائیگی نماز ظہر ملتوی کر دی گئی)

(نماز ظہر کے وقفے کے بعد جناب سپیکر 1-40 پر کرسی صدارت پر تشریف لائے)

جناب سپیکر ، افضل سندھو صاحب کیا آپ نے wind up کر لیا تھا یا کچھ رہ گیا تھا؟

وزیر صنعت (محمد افضل سندھو)، جی نہیں جناب۔ میں نے جناب سپیکر سے دس منٹ اور مانگے تھے لیکن انہوں نے نماز ظہر کے وقفے کے لیے ہاؤس adjourn کر دیا تھا۔

جناب سپیکر ، تو آپ کتنا وقت لینا چاہتے ہیں؟

وزیر صنعت ، جناب والا! زیادہ سے زیادہ سات آٹھ منٹ۔

جناب سپیکر، تو بسم اللہ کیجئے۔

وزیرصنعت، جناب سپیکر! میں سابقہ حکومتوں کی منصوبہ بندیوں کے بارے میں عرض کر رہا تھا۔ اور ان غلط منصوبہ بندیوں یا بغیر منصوبہ بندیوں کے جس طریقے سے ملک کو نقصان پہنچا اور اس civilized دور میں بھی ہماری حکومتیں جس طریقے سے چلتی رہیں۔ اور جیسا کہ آپ کے سامنے ہے کہ ہماری قوم نے کسی سمت بھی ترقی کی طرف سفر نہیں کیا ہے۔ میں یہاں پر اس وقت یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جناب آپ ہمارے ملک کی آبادی کی حالت کو دیکھیں۔ آپ ایک سادہ سی مثال لے لیں۔ ایک دیہاتی نے جب کوئی چھپر بنانا ہو' جب کوئی کچا کوٹھا بنانا ہو تو وہ بھی سب سے پہلے یہ حساب کرتا ہے کہ اس کے گھر کے کتنے افراد ہیں' اس کے پاس کتنے ڈھور ڈھنگر ہیں۔ اس کے بعد اس کے مطابق وہ بناتا ہے۔ ہمارے سابقہ ادوار میں یہ ہوا کہ پندرہ بیس سال سے اس ملک میں کوئی مردم شماری نہیں ہوئی۔ اس سے بڑی اس قوم کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہو سکتی تھی۔ لوگ حکومتیں صرف وقتی طور پر' adhocism کے اوپر کرتے رہے اور adhocism کی بنیاد پر ہی ایک ایک دو دو دن حکومتیں کرتے رہے۔ کبھی خانہ کعبہ پر جا کر تقریر کر دی کہ 90 دن کے اندر الیکشن کروائیں گے۔ کبھی کچھ کر دیا کبھی کچھ' کبھی غیر جماعتی انتخابات کرائے گئے۔ گزارش کرنے کا میرا مقصد یہ ہے کہ کسی سمت بھی کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ آج تک ہمیں یہ ہی معلوم نہیں ہو سکا کہ ہماری آبادی کتنی ہے؟ ہم بات تو دو ہزار عیسوی میں شامل ہونے کی کرتے ہیں جب کہ ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ دو ہزار عیسوی میں سڑکیں کتنی درکار ہیں؟ ہسپتال کتنے درکار ہیں' سکول کتنے درکار ہیں؟ لیکن ہمیں یہ ضرور علم تھا کہ ہم نے کس سال کتنے کارخانے اور لگانے ہیں۔ سابقہ ادوار اور حکومتوں میں ایسے ہوا۔ ان سب وجوہات نے مہنگائی پر، قیمتوں کے اوپر اثر انداز ہونا تھا۔ ان ساری باتوں کے نتیجے میں جو میں نے پیچھے بیان کی ہیں اس ملک کو اس عفریت نے اپنی لپیٹ میں لینا تھا۔ لیکن جب میں آج کے حوالے سے بات کرتا ہوں موجودہ حکومت نے، حکومت پنجاب نے میاں منظور احمد وٹو صاحب کی زیر قیادت ایک powerful group' price study group کے نام سے تشکیل دیا ہے۔ اس سلسلے میں بھی معزز اراکین کی توجہ اس طرف مبذول کراؤں گا کہ ہم نے اس study group کی طرف سے ---- جناب تابش الوری صاحب یہاں پر اس وقت تشریف نہیں رکھتے۔ انہوں نے اس study group کا اپنی تقریر میں ذکر کیا اور یہ فرمایا کہ شاید ایسے group بنتے رہتے ہیں۔ ہم نے جناب تمام ایم پی ایز کو، تمام ایم این ایز

کو، تمام سینیٹرز کو خطوط لکھے کہ اس بحران کا مقابلہ کرنے کے لیے' اس monster کا مقابلہ کرنے کے لیے' اس عفریت کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں اپنی تجاویز سے نوازیں۔ ہمارے کتنے دوست ہیں جو ہاتھ کھڑا کر کے کہہ سکتے ہیں کہ جنہوں نے اس سلسلے میں ہمیں کسی قسم کی بھی تجویز دی ہو؟ یہ بڑی قابل افسوس بات ہے۔

(اس مرحلے پر وزیر اوقاف چودھری شاہنواز چیمہ صاحب نے اپنا ہاتھ بلند کیا)۔

وزیرِصنعت، یہ میرے ایک دوست نے ہاتھ کھڑا کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے تجاویز بھیجی ہیں لیکن مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ جناب انوری صاحب یا وہ ہمارے دوست جنہوں نے مہنگائی کے اوپر تقاریر کیں ان کے لیے سب سے بہتر یہ تھا کہ جو حکومت کا ایک ادارہ اس طرف توجہ دے رہا ہے' جو حکومتی ادارہ اس معاملے کو حل کرنے کے لیے ایک صحیح پالیسی بنانا چاہتا ہے۔ وہ اراکین اس ادارے کو اپنی آراء سے نوازتے۔ ہمیں حقائق سے روشناس کراتے' ہمیں اچھے اچھے دلائل سے اچھی اچھی تجاویز سے نوازتے۔ اب بھی میں گذارش کروں گا کہ ابھی تک ہمارا وہ سلسلہ چل رہا ہے ۔ ہم نے دوبارہ اس کی میٹنگ رکھی ہوئی ہے۔ میری اراکین سے گذارش ہے خاص طور پر پنجاب اسمبلی کے اراکین سے میری گذارش ہے کہ اس study group کو اپنی رائے سے روشناس کریں۔ اپنی رائے سے ہمیں نوازیں۔ ہمیں مرحمت فرمائیں ایک خط لکھ کر۔ اب تک ہم نے اس study group کے تابع جو کچھ سوچا ہے وہ یہ سوچا ہے کہ اس ملک کا جو ایک رواج تھا کہ کارخانے دار کہتا تھا کہ جناب middle man زیادہ پیسے لے جاتا ہے۔ پرچون فروش یہ کہتا تھا کہ middle man پیسے زیادہ لے جاتا تھا۔ جب کہ middle man کہتا تھا کہ جناب producer ہی مہنگی دیتا ہے۔ ہمارا یہ تہیہ ہے کہ اس study group کے تابع ہم انشاء اللہ ایک ایسی مشینری کو تشکیل دیں گے جو کہ producer سے لے کر پرچون فروش تک ایک جائز منافع کی بات کرے گی۔ یہ ناجائز منافع خوری جو ہے اس کے اوپر سختی سے ایک strong ہاتھ ڈالیں گے۔ اور اس میں کسی قسم کی کوئی رو رعایت نہیں کریں گے۔ جناب والا! میں گذارش کر رہا تھا کہ۔۔۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی' فرمائیے۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! وزیر موصوف افضل سندھو صاحب نے ناجائز منافع خوروں کے اوپر ہاتھ ڈالنے کی بات کی ہے۔ بڑی اچھی بات ہے۔ یہ ہونا چاہیے۔ جہاں تک تجاویز کی بات ہے

فاضل ممبران جتنی بھی اپنی آراء پیش کرتے ہیں' تقاریر کرتے ہیں اس میں تجاویز ہی ہوتی ہیں۔ دوسری بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے کل اپنی تقریر میں خصوصی طور پر گھی ملوں کے حوالے سے بات کی تھی کہ ہمارے وزیر تجارت' احمد مختار صاحب نے خود اس بات کو admit کیا ہے کہ سابقہ دو ماہ کے عرصے میں گھی ملز مالکان نے تین ارب روپے ناجائز منافع کمایا۔ میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ان کے خلاف کوئی ایکشن لیا جا رہا ہے؟ یا لینے کا ارادہ ہے؟

وزیرصنعت، جناب والا! ارشد عمران سلہری صاحب نے جو بات کی ہے اس سلسلے میں' میں اپنی تقریر میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ جس طریقے سے گھی ملوں کا' شوگر ملوں کا اور سیمنٹ ملوں کا جمعہ بازار لگایا گیا اور جس طریقے سے اپنی پسند کے لوگوں کو وہ بیچی گئیں۔ یہ سورج گھی مل کا معاملہ آپ کے سامنے ہے جس کے اوپر پرچہ بھی درج ہوا ہے۔ اگر جی سی پی کی طرح کے دو ایک ادارے اور رہ جاتے تو نہ یہ گھی کہ قیمت بڑھتی' نہ یہ یوٹیلٹی سٹورز کے اوپر لائنیں لگتیں۔ میں آپ کی وساطت سے سلہری صاحب سے عرض کرتا ہوں کہ یہ ساری باتیں کیوں ہوئیں؟ یہ غلط منصوبہ بندی اور اپنے لوگوں کو نوازنے کی وجہ سے ہوا۔ ایسے طریقے سے لوٹ مار کی گئی' اس طریقے سے کارخانے نئے لگانے کہ 80 ارب روپے مالیاتی اداروں کا ابھی تک بقایا ہے۔

بادشاہ میر خان آفریدی، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی' فرمائیں۔

بادشاہ میر خان آفریدی، جناب سپیکر! میرے فاضل وزیر صاحب نے ابھی فرمایا ہے کہ پچھلی حکومتوں کی ناقص منصوبہ بندی کی وجہ سے گھی کی قیمتیں بڑھیں۔ پرسوں رات کو جب ٹی وی پر خبر نامہ چل رہا تھا تو وہاں ٹی وی سے یہ سرکاری بیان نشر کیا گیا کہ گھی کی عالمی منڈیوں میں کچھ پوائنٹس palm oil کی قیمتیں down ہو گئی ہیں جس کی وجہ سے مارکیٹ میں گھی کی قیمتیں بھی دو سے تین روپے گر گئی ہیں۔ تو کیا وزیر صاحب اس بات کی وضاحت فرمائیں گے کہ گھی کی قیمتیں اس لیے بڑھی ہیں کہ عالمی منڈی میں palm oil کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں؟ یا حکومت کی ناقص پالیسیوں کی وجہ سے گھی کی قیمتیں بڑھی ہیں کیونکہ یہ دو متضاد باتیں سامنے آ رہی ہیں۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! میں وزیر موصوف سے یہ عرض کروں گا کہ ابھی انہوں نے فرمایا ہے کہ پچھلی حکومت نے اپنے لوگوں کو نوازنے کے لیے گھی ملیں' شوگر ملیں لگوائی ہیں۔ میں یہ عرض

کروں گا کہ موجودہ حکومت میں، جناب کے اپنے محکمے کی ایک برانچ میں ایک ایم ڈی نے پریس کانفرنس میں یہ کہا کہ میں یہاں پر اپنے پارٹی ورکرز کو نوازنے کے لیے آئی ہوں۔ اور جب وزیر موصوف نے اس کا کچھ احتساب کرنے کی کوشش کی تو ان سے وہ برانچ ہی واپس لے لی گئی۔ اور غالباً وزیر موصوف اس محکمے کے ، سمال انڈسٹریز کے انچارج نہیں ہیں۔

جناب سپیکر، سردار حسن اختر موکل صاحب! یہ مسئلہ پہلے ہی ایک تحریک استحقاق کی صورت میں اسمبلی کے زیر غور ہے۔ اس لیے اس پر یہاں زیادہ بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے - یہ بات کمیٹی میں زیر بحث آجائے گی۔

وزیر صنعت، جناب والا! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ میں نے بھی سردار صاحب کی خدمت میں یہی عرض کرنا تھا لیکن آپ نے مہربانی کی۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے آفریدی صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ قیمتیں اب کم ہوئی ہیں ۔ لیکن یوٹیلٹی سٹورز پر جو گھی سستے داموں بک رہا ہے جی سی پی اور گورنمنٹ کے کنٹرول میں جو ہے وہ اس سے بہت پہلے سے بک رہا ہے۔ میرے خیال میں جب میں نے تقریر کی تھی اس وقت آفریدی صاحب تشریف نہیں رکھتے تھے ۔ میں نے تو شروع میں یہ عرض کیا تھا کہ بین الاقوامی منڈی میں خوردنی تیل کی قیمتیں بڑھ جانے سے بھی قیمتوں پر بڑا اثر پڑا ہے بہت اضافہ ہوا ہے ۔ میں یہ بات پہلے اپنی تقریر میں عرض کر چکا ہوں لیکن اب میں یہ عرض کر رہا تھا کہ موجودہ حکومت کس طریقے سے اس طرف توجہ دیے ہوئے ہے اور میں اپنے دوستوں اور بھائیوں سے یہ عرض کر رہا تھا کہ اس سلسلے میں ان کے پاس جو تجاویز بھی ہوں ہمیں دیں۔ ہم نے جو study group بنایا ہے ۔ اتفاق سے اس کی convenership میرے پاس ہے۔ میں convener کی حیثیت سے ان سے عرض کرتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ رابطہ کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت اس قوم کو جو مہنگائی کا مسئلہ ہے اس پر ان کی تجاویز کو میں ایک مثبت پیش رفت سمجھوں گا۔ تو جناب سپیکر!.....

جناب باد شاہ میر خان آفریدی ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی آفریدی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

جناب باد شاہ میر خان آفریدی ،جناب والا ! معذرت کے ساتھ گزارش کروں گا کہ وزیر موصوف بڑی روانی سے اپنی تقریر کر رہے ہیں اور ان کی تقریر کافی متاثر کن ہے۔ اصل میں انھوں نے جو نشاندہی کی ہے کہ گھی ملیں نیشنلائز کرنے کے بعد جس طرح انھوں نے جی سی پی کو آزاد چھوڑا ہوا

ہے جو ابھی تک نیشنلائز ہے یوٹیلٹی سٹورز پر اس کی قیمتیں کم ہیں لیکن باقی گھی ملیں جو پرائیویٹ سیکٹر میں چلی گئی ہیں انھوں نے قیمتیں بڑھائی ہیں ۔ تو میں یہ گزارش کروں گا کہ اپریل 1993 اور اس کے بعد پھر جب جولائی میں میاں نواز شریف کی حکومت گئی اس کے بعد سے لے کر آج تک اگر آپ قیمتوں کا تناسب دیکھیں تو تقریباً گھی کی قیمتوں میں 80% اضافہ ہوا ہے جو ان کی حکومت کے دور میں ہوا ہے پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں ہوا ہے ۔ جب کہ جو گھی ملیں پرائیویٹ سیکٹر میں دی گئی تھیں یا جن کو ڈی نیشنلائز کیا گیا تھا وہ میاں نواز شریف کے 1991/92ء کے دور میں ہوئی تھیں تو کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ 1992/91ء میں قیمتوں میں اتنا اضافہ کیوں نہیں ہوا؟ جتنا کہ ان کے دور حکومت میں ہوا ہے۔ کیا یہ mismanagement نہیں ہے ؟ جیسا کہ فاضل دوست نے کہا کہ جیالوں کو نوازنے کے لیے اندھا دھند ایجنسیاں تقسیم کی گئیں جس کی وجہ سے آج لوگوں کو گھی لینے کے لیے لائن میں لگنا پڑ رہا ہے۔ انھیں یہ بات تسلیم کرنی چاہیے کہ موجودہ مرکزی حکومت کی نااہلی کا بھی اس میں ہاتھ ہے۔ میرا یہ پوائنٹ ہے ۔

وزیر صنعت: جناب سپیکر! میں گزارش کر رہا تھا کہ جس طریقے سے ہم نے price study group تشکیل دیا ہے۔ جیسے میں نے اس حوالے سے دوستوں کی خدمت میں عرض کیا ہے میں نے یہ ایک بڑی مثبت تجویز پیش کی ہے اور میں گزارش کروں گا کہ مجھے اس کا مثبت رد عمل ملنا چاہیے۔ میں اس کے لیے سب دوستوں کا بہت شکر گزار ہوں گا اس کے علاوہ ----

سردار حسن اختر موکل: جناب والا! ہم تو تیار ہیں لیکن ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں ان کی convenership بھی نہ چھن جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔

وزیر صنعت: بہت مہربانی شکریہ۔ جناب والا! میں دوسری یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت کی طرف سے اس ملک میں جس طرح سے یوٹیلٹی سٹورز کی chain کام کر رہی ہے اور یقینی طور پر اس طریقے سے اس ملک کے غرباء میں اور شہری آبادیوں میں کچھ نہ کچھ relief ہے۔ میں یوٹیلٹی سٹورز کے حوالے سے ہی بات کر رہا ہوں کہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تمام اضلاع میں کوآپریٹو سٹورز بھی کھولے جائیں۔ یوٹیلٹی سٹورز کا ایک اپنا sphere ہو گا اور کوآپریٹو سٹورز کا ایک اپنا sphere ہو گا۔ اگر آپ دنیا میں جائیں تو دیکھیں گے کہ سپلائی کی بہت سے chains ہوتی ہیں ۔ اسی حوالے سے میں یہ سمجھتا

ہوں کہ اگر سابقہ حکومتیں اس طرف توجہ فرماتیں تو پہلے سے اس قسم کی دو دو تین تین chains شروع کر دی جاتیں۔ جیسے کہ امریکہ میں برطانیہ میں حتیٰ کہ ہندوستان میں بھی ایسی chains کام کر رہی ہیں تو میں اس سلسلے میں بھی اپنے دوستوں سے گزارش کروں گا کہ ہمیں اپنی تجاویز سے نوازیں اس کے علاوہ میں ایک اور بات۔۔۔۔

رانا محمد اقبال خان : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : رانا محمد اقبال خان پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

وزیر اوقاف(چودھری محمد شاہ نواز چیمہ) : رانا صاحب! ضمنی سوال پر ہیں۔

رانا محمد اقبال خان : جناب والا ! میں ضمنی سوال نہیں کرنا چاہتا ۔ جناب سپیکر کی توجہ میری طرف تھی تو میں آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے کسی قسم کا کوئی آوازا نہیں کسا ۔ وہ پہلے کی بات ہے جس وقت آپ دیکھ رہے تھے چیمہ صاحب نے کہا کہ یہ تازی مار ہے تو میں نے کہا کہ چیمہ صاحب آج آپ کے پاس طبلہ نہیں ہے؟

جناب سپیکر : شکریہ۔ جی سندھو صاحب۔

وزیر صنعت : جناب والا! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ جو اب ہم مزید کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ محکمہ خوراک کی طرف سے آنے کے لیے تقریباً 4300 فیئر پرائس شاپ شروع کر رہے ہیں جو کہ یقینی طور پر ہمارے ملک اور خاص طور پر ہمارے صوبے میں یہ ایک ایسا عمل ہو گا جس کے نتیجے میں قیمتوں پر ضرور اثر پڑے گا ۔ ہم price control committees کو re-schedule کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں ہمارا یہ فیصلہ ہے ہم کمشنرز اور ڈپٹی کمشنرز کو یہ ہدایات جاری کر چکے ہیں کہ اس سلسلے میں جو defaulters ہیں جو اپنی price لسٹ آویزاں نہیں کریں گے ۔ اور ہماری جو controlled price ہے جو لسٹ آویزاں کی گئی ہے جو طے شدہ قیمت ہے۔ جو بھی اس سے اجتناب کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ ہم ان سے بڑے سخت ہاتھوں سے نپٹیں گے۔ اس کے علاوہ جمعہ بازار کو تحصیل کی سطح تک organise کر دیا گیا ہے۔ جمعہ بازار کے ساتھ ساتھ منگل بازار کو بھی شروع کر رہے ہیں یقینی طور پر یہ ایک مثبت قدم ہو گا۔ آج تک ایک بات بڑی عجیب ہے کہ مارکیٹ کمیٹیاں قیمت طے کرتے وقت ایک percentage ساتھ جمع کر کے قیمت کا ایک تعین کر دیتی ہیں۔ لیکن اس قیمت پر عمل در آمد کے لیے اس ملک میں کوئی قانون نہیں ہے ۔ ہم اس سقم کو بھی عنقریب دور کر رہے ہیں اور یہ ایسی باتیں ہیں جو کہ میں سمجھتا

ہوں کہ یہ ہم سب کے فائدے کی باتیں ہیں اس میں جو دوست بھی contribute کریں گے جو لوگ ہمیں تجاویز دیں گے ہم ان سب کے شکر گزار ہوں گے۔ میں جو آخری بات عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ موسم بے موسم ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو وافر ہوتی ہیں۔ اس سلسلے میں بھی ملک اور قومیں اپنی منصوبہ بندی کرتی ہیں۔ ہم نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ سبزیوں اور پھلوں کے لیے de-hyderation plants لگائے جائیں گے کولڈ سٹوریج کو encourage کیا جائے گا۔ اور ایسی چیزیں جو ایک خاص موسم میں وافر ہوتی ہیں جو کہ ضائع ہو جاتی ہیں ان کو preserve کیا جائے گا۔ آخر میں میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ سب کا مسئلہ ہے قوم کا مسئلہ ہے انشاء اللہ ہم سب اکٹھے ہو کر اس عفریت کا مقابلہ کریں گے اور اس کے لیے صحیح منصوبہ بندی کرتے ہوئے اس مہنگائی کا مقابلہ کریں گے۔ میں جناب سپیکر کا ممبران کا اور خاص طور پر کھوسہ صاحب کا جو اس وقت قائد حزب اختلاف ہیں وہ تمام وقت تقریر کے دوران موجود رہے۔ میں ان کا شکر گزار ہوں اور باقی اراکین کا بھی شکر گزار ہوں۔ Thank you very much

نظم و نسق پر بحث

جناب سپیکر، شکریہ۔ اب ہم جنرل ایڈمنسٹریشن پر بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ میرے پاس حزب اختلاف کی طرف سے ایک فہرست آئی ہے جس میں 12 افراد کے نام ہیں اسی طرح سے میں چاہوں گا کہ حزب اقتدار کی طرف سے بھی ایک فہرست بنائی جائے اور وہ مجھے بھیج دی جائے تاکہ میں دونوں طرف کے افراد کو اس بحث میں حصہ لینے کے لیے پکار سکوں۔ سب سے پہلے سردار امجد حمید دستی صاحب کا نام ہے۔

میاں عمران مسعود، جناب والا! میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے سردار صاحب کے آنے تک آپ بات کر لیں۔

میاں عمران مسعود، شکریہ جناب سپیکر! سندھو صاحب نے جو باتیں یہاں فرمائیں میں آپ کی اجازت سے صرف یہ چاہتا تھا کہ انھوں نے price control committee کی جو بات کی جو کہ ضلع level پر بنی ہوئی ہیں اگر وہ فوری طور پر اس کا جائزہ لیں ـــــ

جناب سپیکر، اب بات آگے نکل گئی ہے۔

میاں عمران مسعود، جناب والا! میں یہی چاہتا تھا کہ آپ میری تجویز ان تک پہنچا دیں۔

جناب سپیکر، آپ فکر نہ کیجیے آپ مجھے بھیج دیں میں انہیں کہہ دوں گا۔

میاں عمران مسعود ، کیونکہ وہ ساری one sided کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں جس کی وجہ سے price کنٹرول نہیں ہو رہی۔

جناب سپیکر ، شکریہ ٹھیک ہے ۔ جی سردار امجد حمید دستی صاحب ــــــ جنرل ایڈمنسٹریشن پر بحث کا آغاز کریں۔

سردار امجد حمید خان دستی: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! ہمارے سامنے جو یہ اصحاب بیٹھے ہیں ان کی پارٹی کے ایک سر کردہ صاحب نے سینما مالکان کی ایک محفل میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ ہم اس ملک میں تہذیبی گھٹن نہیں رہنے دیں گے۔ ہر ایک کو آزادی ہو گی ناچے گائے۔ مزے کرے۔ سینما گھروں میں سوائے blue print کے زندہ ناچ گانے بھی ہوں گے اور پارکوں میں بھی ہوں گے۔ ہم یہ گھٹن ہمیشہ کے لیے بند کر دیں گے۔ میں ان سے گزارش کرتا ہوں' آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ یہاں کوئی تہذیبی گھٹن نہیں ہے۔ یہاں کسی کو یہ گھٹن نہیں ہے یہ پابندی نہیں ہے کہ اپنی بیوی کے پاس جاؤ تو fore play کرو love making کرو اگر وہ ذہنی طور پر تیار ہو جائے تو پھر اس کے پاس جاؤ ۔ ہمارے ہاں کوئی گھٹن نہیں ہے ہمارے ایک معزز رکن ....

جناب سپیکر ، دستی صاحب بحث جنرل ایڈمنسٹریشن پر ہو رہی ہے آپ کسی اور طرف نکل گئے ہیں۔

سردار امجد حمید خان دستی: میں نے کسی کا نام نہیں لیا۔ ہمارے ایک معزز ممبر حاجی عبدالرزاق صاحب ان کے لیے گھر میں بیوی ہی نائٹ کلب ہے بیوی ہی سینما گھر ہے انہوں نے ایک ہی بیوی سے ۱۲ بچے پیدا کیے ہیں۔ اگر میں غلط کہتا ہوں تو ان سے پوچھ لیجیے گا کہ ۱۲ بچے ایک بیوی سے ہیں یا نہیں۔ اگر گھٹن ہوتی' پابندی ہوتی کہ پہلے fore play کرو پہلے بیوی کو تیار کرو اگر وہ رضا مند ہو تو پھر یہ اتنے بچے پیدا نہ ہوتے۔ لیکن جناب والا! یہاں اس ملک میں سیاسی گھٹن موجود ہے' تہذیبی گھٹن نہیں ہے۔ جہاں مغرب میں امریکہ میں گھٹن ہے وہاں پر آئے دن طلاقیں ہوتی ہیں اور وہاں پر ہمارے صدر فاروق لغاری صاحب کے بیان کے مطابق امریکہ کے چالیس فیصد بچے بن باپ کے ہیں' ان کا کوئی پتا نہیں' کوئی ان کا پرسان حال نہیں لیکن یہاں پر ایسی بات نہیں ہے ۔یہاں کون سی گھٹن ہے؛ یہاں پر سیاسی گھٹن ہے کوئی حق کی بات کرے کوئی کشمیر کی آزادی کی بات کرے کوئی گوادر کی بات کرے کوئی نیوکلیئر پروگرام کی بات کرے کوئی لاء اینڈ آرڈر کی بات کرے کوئی مہنگائی کی بات کرے تو اس کا منہ بند کرنے کی کس طرح سے کوشش کی جاتی ہے کہ اس کو پکڑ کر حوالات یا جیل

میں بند کر دیا جاتا ہے اور پھر اگر ایک دفعہ ضمانت ہو جاتی ہے تو پھر دوبارہ اس پر مقدمات تیار ہوتے ہیں۔ جناب والا! میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا اس ملک میں انڈسٹری لگانے کے لیے قرضے لینا کوئی جرم ہے؟ کیا چودھری برادران نے یہی جرم کیا ہے؛ شجاعت حسین اور پرویز الٰہی نے یہی جرم کیا ہے اور ہمارے لیڈر کو پکڑ کر آپ نے جیل میں ڈال رکھا ہے۔ یہ گھٹن ہے تہذیبی گھٹن نہیں ہے اور گھٹن بھی آپ نے پیدا کی ہوئی ہے۔ یہ اگلے دن کی بات ہے نوائے وقت میں بھی اس کا ذکر آیا ہے اور میرے خیال میں یہاں پر ہمارے دوست اور ایم پی اے نوشہرہ ورکاں تشریف رکھتے ہیں تو میری تائید کریں گے۔ وہ اس وقت تشریف نہیں رکھتے۔ اخبار میں یہ آیا تھا کہ ایک تاجر کے عزیز کی شادی میں محفل ناچ اور گانا بھی ہوئی تھی لوگ محظوظ ہو رہے تھے اس میں بیورو کریٹس بھی شامل تھے پولیس والے بھی تھے اور نوشہرہ ورکاں کی جنٹری بھی تھی اور کیا ہوا؛ آپ انصاف کریں اور یہ ہمارے پیارے دوست انصاف کریں کہ کیا یہ گھٹن نہیں ہے کہ شہر کی جنٹری شہر کی پولیس شہر کے افسران ناچ گانے سے محظوظ ہو رہے ہیں اور ایک ایم پی اے کے عزیز آتے ہیں اور خاص طور پر اس محفل میں ہیرا منڈی سے گانے کے لیے پانچ طوائفیں بلائی جاتی ہیں۔ گانا سننے کے لیے ایم پی اے صاحب کے عزیز پانچوں طوائفوں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں اور آج تک ان کا کوئی پتا نہیں کہ وہ کہاں غائب ہو گئیں۔ آپ کہتے ہیں کہ یہاں تہذیبی گھٹن ہے اور جو کوئی شادی کے موقع پر گانا سننا چاہتا ہے کوئی ناچ دیکھنا چاہتا ہے تو آپ اس کی گردن دباتے ہیں کہ کیوں سن رہے ہو۔ یہ تو صرف ہماری پارٹی کا حق ہے کہ ہم طوائفوں کے گانے سنیں ان کا ناچ دیکھیں اور یہ عام آدمیوں کا حق نہیں ہے گھٹن تو آپ نے پیدا کی ہے اسے آپ نے اپنے لیے reserve رکھا ہے۔ جناب والا! یہ جتنی سیاسی گھٹن آپ پیدا کر رہے ہیں یہ آپ اپنے لیے کنویں کھود رہے ہیں۔ اس میں آپ خود گریں گے جو آپ ہمارے ساتھ کر رہے ہیں یہ آپ کے ساتھ ہوگا آپ اس وقت سے ڈریں۔ ہمارے لیڈر میاں نواز شریف صاحب نے کہا تھا کہ ہمارا بازو نہ مروڑیں اس سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور جب ہمارا وقت آیا تو پھر آپ کی چیخیں نکلیں گی۔ میرے چوڑی والی باں دا کلا نا مروڑ۔ (قہقہے)۔ مہربانی کر کے اس وقت سے ڈریں' یہاں کوئی تہذیبی گھٹن نہیں ہے۔ سیاسی گھٹن موجود ہے اس کو دور کریں۔ یہ آپ کا اور ہمارا ملک ہے۔ ہمارے بزرگوں نے ہمارے آباؤ اجداد نے انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف جنگ کر کے اس لیے یہ ملک آزاد نہیں کروایا تھا اس لیے ہمیں پیدا نہیں کیا تھا کہ آئندہ نسلیں اس قدر بے شرم ہوں گی اور وہ یہ برداشت کریں گی کہ حق کی آواز اگر کوئی بلند کرتا ہے تو اس کو بند کر دیا جائے۔ اگلے دن

یہاں یہ ہوا ہے بلکہ میرے خیال میں آج کے اخبار کا واقعہ ہے کہ پیجارو میں اور land rover وغیرہ ان بڑی گاڑیوں کے ہمیں تو نام بھی بھول جاتے ہیں۔ ان بڑی گاڑیوں میں بڑی بڑی امراء اور رئیسوں کے چھوکرے لبرٹی میں آئے جو کاریں پارکوں میں کھڑی تھیں ان کو ٹکریں مارتے رہے اور ان کے شیشے توڑتے رہے اور پھر ایک چوبرجی کے طالبعلم کو پکڑ کر اور اغواء کرکے لے گئے۔ یہ واقعات ہیں ان کی طرف آپ کو توجہ دینی چاہیے اور پھر میں آپ کو بلاتا ہوں کہ آپ کا امپورٹیڈ وزیر اعظم معین قریشی جس کے متعلق کم از کم اس بات پر سب متفق ہیں کہ قرضوں کے بارے میں اس نے جو فہرستیں بنوائی تھیں وہ کسی حد تک ٹھیک تھیں اور وہ ۱۸ بلین روپے کی فہرست تھی ان میں سے صرف ۱۲ فیصد وصول کیا گیا اور جو قرضے واپس کرتے ہیں ان کو آپ جیلوں میں بھیجتے ہیں جو آپ کے رشتے دار ہیں جن کے پاس آپ کی سفارشیں ہیں وہ دندناتے پھرتے ہیں اور ان کو کوئی نہیں پوچھتا یہ ملک کا مال ہے اس کو تم نے کیوں ہضم کر رکھا ہے۔ صرف ۱۲ فیصد وصول ہوئے ہیں ۔ آپ کہاں ہیں ان کو وصول کریں؛ کیوں پکڑتے ہیں ان لوگوں کو جو قرضے واپس کر دیں گے جن کے پاس واپس کرنے کی استطاعت ہے اور جو کھا پی کر ہضم کر کے بیٹھے ہوئے ہیں آپ ان سے قرضے واپس کروائیں۔ میں آپ کا زیادہ وقت ضائع نہیں کروں گا چیمہ صاحب معلوم ہوتا ہے کچھ زیادہ تکلیف میں ہیں اور وہ کھڑے ہوئے ہیں مجھے بھی ان کا خیال ہے اب میں اس معاملے کو بند ہی کروں۔ اگر وہ یہ چاہتے ہیں اور مجھے غالباً روکنے کے لیے آ رہے تھے کہ بس کر۔ چلیے میں بس کرتا ہوں۔ خدا حافظ۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ سردار محمد حسین ڈوگر صاحب۔

سردار محمد حسین ڈوگر صاحب: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

شکریہ جناب سپیکر! آپ نے جنرل ایڈمنسٹریشن کے موضوع پر مجھے اظہار خیال کا موقع دیا ہے۔ جناب سپیکر موجودہ حکومت تقریباً سوا سال کے قریب اپنی مدت پوری کر چکی ہے اور جب ہم جنرل ایڈمنسٹریشن کے موضوع پر بات کریں گے تو ہمیں اس حکومت کے دور کا اور سابقہ ادوار کا موازنہ کرنا پڑے گا تو جناب سپیکر! یہ حقیقت ہے کہ موجودہ حکومت کو کچھ مسائل وراثت میں ملے ہیں اور ان کو سلجھانے کے لیے موجودہ حکومت نے جہاں پر سوا سال میں سیاسی مسائل کا سیاسی انداز میں مقابلہ کیا ہے وہاں اس نے ہر شعبے میں اپنی کارکردگی کو بہتر کرنے کے لیے اور صوبہ پنجاب میں امن عامہ کو بہتر کرنے کے لیے لوگوں کو امن فراہم کرنے کے لیے، لوگوں کی عزت نفس بحال کرنے کے لیے اور لوگوں کو

سکھ اور چین کی نیند دینے کے لیے انتظامی تبدیلیاں بھی کی ہیں۔ جناب والا! صوبہ پنجاب میں ایسا رواج بھی رہا کہ ایک فارمولا بنا دیا گیا تھا کہ ضلع کے دو یا تین ایم پی اے صاحبان اے سی اور ڈی ایس پی کو تبدیل کرواسکتے ہیں۔ اور اگر ضلع کے پانچ یا چھ ایم پی اے ایم این اے صاحبان اکٹھے ہوجائیں تو وہ ڈی سی اور ایس پی کو بھی تبدیل کرواسکتے ہیں۔ موجودہ حکومت نے اداروں کو مستحکم کرنے کے لیے، نظام کو مستحکم کرنے کے لیے ملکی معاملات کو قانون اور آئین کے تابع چلانے کے لیے ایسے فارمولوں کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ جناب والا! آج سوا سال کے دوران کوئی ممبر اپوزیشن یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ کسی ایم پی اے یا ایم این اے کے بیٹے یا بھتیجے کو اے ایس آئی، انسپکٹر یا تحصیل دار بھرتی کیا گیا ہو۔ اور بھرتی کر کے اسے پھر اس کے رہائشی علاقے میں ہی تعینات کردیا گیا ہو۔ اور ایسی بھی کوئی مثال نہیں ملتی کہ جہاں پر ایک افسر کی ضرورت ہے وہاں پر اپنے قریبی عزیزوں کو پانچ پانچ لوگوں کو بٹھا دیا گیا ہو۔ اور اس طرح صوبے میں سیاسی انتقامی کارروائی کی گئی ہو کہ انھوں ہی کے ہاتھوں مخالفین پر ظلم اور تشدد کروایا گیا ہو۔ اپنے ہی انسپکٹروں کے ذریعے سیاسی مخالفین کو گرفتار کرکے تھانوں کے اندر بند کروادیا گیا ہو۔ جناب والا! موجودہ حکومت نے اپنے اس دور میں اس قسم کے پروگرام کی حوصلہ شکنی کی ہے اور آج انتظامی تبدیلیاں میرٹ کی بنیاد پر ہوتی ہیں، کارکردگی کی بنیاد پر ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔

جناب سپیکر: ڈوگر صاحب ہو سکتا ہے کہ آپ کے مائیک میں کچھ خرابی ہو۔ آپ دوسرے مائیک پر تشریف لے جائیں۔ مہربانی۔

سردار محمد حسین ڈوگر: شکریہ جناب والا! موجودہ حکومت نے ایسے فارمولوں کی جس میں اپنے من پسند چہیتوں کے عزیزوں کو اچھی اور چمک دار نوکریاں دے کر پھر ان کی مرضی پر ان کو تعینات کرکے اپنے سیاسی مخالفین کو پریشان کرنے کے ایسے جو واقعات ہیں ان کی واقعی حوصلہ شکنی کی ہے اور میرے اپوزیشن کے دوست یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ہماری حکومت نے اپنے من پسند چہیتوں کو چمک دار پوسٹوں پر لگا کر مخالفین پر کوئی ظلم اور زیادتی کروائی ہو۔ جناب والا! آج بڑا واویلہ ہو رہا ہے کہ پنجاب کا امن خطرے میں ہے، پنجاب میں ڈکیتیاں ہو رہی ہیں، پنجاب میں وارداتیں ہو رہی ہیں، پنجاب میں کسی کا گھر محفوظ نہیں ہے۔ تو یہ بات کرنے والے اپنے دور پر بھی غور و خوض کریں کہ جب لوگوں نے اپنے محلوں کو قلعوں کی شکل میں جنگلے لگا کر اور اپنی سڑکوں کو بند کرکے اپنی حفاظت کا

خود انتظام کیا تھا۔ جناب والا! اور پھر یہ بات بھی ریکارڈ پر ہے کہ ایک رات میں چھ چھ سات سات لوگوں کے گلے کاٹ دیے جاتے تھے، ہتھوڑوں کے ذریعے ان کے سر کچل دیے جاتے تھے۔ جناب سپیکر! اس وقت یہ امن کے داعی کدھر تھے۔ کہ جب ان کا لیڈر اسلام پورہ میں جوتیاں چھوڑ کر بھاگا تھا۔ جناب والا! عوام نے بھگایا تھا۔

جناب سپیکر: ایک منٹ۔

بادشاہ میر خان آفریدی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: باشی خان صاحب یہ عجیب اتفاق ہے کہ آپ موجود نہیں ہوتے اور پھر باہر سے آتے ہیں اور آتے ہی پوائنٹ آف آرڈر اٹھاتے ہیں۔

بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! میں لابی میں بیٹھا ہوں۔ اور وہاں بیٹھا اپنی تقریر تیار کر رہا ہوں۔ ان کی کچھ باتیں سنی ہیں تو میں ان کی پوائنٹ آف آرڈر پر کچھ وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ یہ میرے محترم بھائی اور دوست ہیں اور وہ میرے ہمسائے بھی رہے ہیں۔

جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت بھی لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ یہ ہے کہ یہاں کی مسجدیں محفوظ نہیں ہیں۔ آئے دن اخبارات میں آتا ہے کہ کسی مسجد میں بم کا دھماکہ ہوا اور پانچ نمازی مر گئے۔

جناب سپیکر: یہ کون سا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ ابھی آپ کو موقع ملے گا۔ آپ اس وقت بات کیجیے۔

This is no point of order.

بادشاہ میر خان آفریدی: اور یہ جو ہتھوڑا گروپ کا ذکر کر رہے ہیں۔ جناب والا! انہوں نے ہتھوڑا گروپ کا ذکر کیا ہے میں اس کی بات کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جب موقع آئے گا تو آپ تب کر لیجئے گا۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا! پوری دنیا جانتی ہے کہ ہتھوڑا گروپ "الذوالفقار" نے بنایا تھا۔

جناب سپیکر: اس کا مطلب ہے کہ آپ نے تقریر نہیں کرنی۔ تو جب موقع آئے گا ذکر کیجیے گا۔

بادشاہ میر خان آفریدی: میں تقریر بھی کروں گا۔ لیکن میں یہ ریکارڈ کو درست رکھنے کے لیے بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر، تشریف رکھیں۔ I rule it out.

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی ایک منٹ۔ مولانا صاحب کی بات سنئیے۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر بڑے سکون سے سننا پڑے گا۔اگر آپ چاہیں تو میں بعد میں کھڑا ہو جاؤں۔ اور یہ پوائنٹ آف آرڈر بعد میں پیش کردوں۔ کیونکہ میں ڈسپلن کو خراب نہیں کرنا چاہتا۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر پرسکون ہے اور تھوڑا سا lengthy ہے۔

جناب سپیکر، دیکھیے مولانا پھر آپ کو تقریر کا موقع مل سکتا ہے۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، نہیں تقریر نہیں۔ بلکہ پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب سپیکر، چلیے جی۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، میں آپ سے یہ surety مانگتا ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! وہ خود کہہ رہے ہیں کہ میرے پوائنٹ آف آرڈر میں فتور ہے۔

جناب سپیکر، کوئی بات نہیں۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، رامے صاحب میں ذرا آپ کی کوآپریشن چاہوں گا۔ وہ جیسے آپ نظر شفقت کردیتے ہیں ناں کئی دفعہ illegally تو تھوڑا سا اس طرف بھی۔ کہ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ارکان اسمبلی کو تو ہر وقت ہاؤس میں پوری حاضری دینی چاہئے۔ لیکن پاکستان جس بنیاد پر معرض وجود میں آیا تھا۔ آپ ذرا غور فرمائیں۔ وہ نظام مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنیاد تھی۔ اور نظام مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق میرا resolution کئی مرتبہ ایجنڈے پر آیا ہے۔ بعض وجوہات کی بناء پر میں وہ resolution ہاؤس میں پیش نہیں کرسکا۔ اور آپ کی خدمت اقدس میں بھی، چیمبر میں گیا تھا۔ اور میں نے آپ سے عرض کی تھی کہ resolution کے لیے آپ کچھ تعاون کریں۔ اب رمضان شریف کا مقدس مہینہ ہے۔ آپ بڑے محترم ہیں اور اللہ نے آپ کو عزت دی ہے۔ اس سیٹ پر بٹھایا ہے۔ ویسے بھی آپ ہمارے ارائیں بھائی ہیں۔ میرا عرض کرنے کا مطلب یہ ہے اور آپ میری بات کی طرف توجہ کریں۔ وہ الگ بات ہے کہ آپ پارٹیاں تبدیل کرتے رہتے ہیں(قہقہے۔۔۔) لیکن رامے صاحب قبلہ بات یہ ہے کہ آپ شرقپور شریف میرے غریب خانے پر آتے تھے۔ آپ کی ہماری پرانی پکی

دوستی ہے۔ پلیز میں درد دل سے بات کر رہا ہوں پتہ نہیں کب مرجانا ہے پتا نہیں اسمبلی سے باہر آپ نے جانا ہے یا میں نے جانا ہے کہ نہیں جانا۔ ایک سانس کا بھی پتہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میں جاؤں دونوں نے جانا ہے۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: یہ تو اللہ کو پتہ ہے۔ ایک بزرگ تھے وہ ہر سانس پر اللہ کیا کرتے تھے۔ اور وہ کہتے تھے کہ پتہ نہیں میری زندگی کا آخری سانس ہو۔ رامے صاحب یہ رمضان شریف کی برکت ہے کہ آج تیسرے دن بڑا امن و امان کے ساتھ اجلاس ہوا ہے۔ یہ دلی تسکین، یہ دلی فرحت اور روحانی سکون محسوس ہوا ہے۔ اور اب میں یہ چاہتا ہوں کہ نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جو resolution ہمارا ایمان ہے ہم سب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے غلام ہیں۔ غلامی کا حق یہ ہے کہ منگل کے روز سب سے پہلے نظام مصطفےٰ کا resolution مجھے پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ اور جو جو بھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا غلام ہے جو جو بھی نبی پاک کا غلام ہے وہ منگل کو ٹھیک گیارہ (11-00) بجے اس اجلاس میں ہو اور وہ resolution سارے پاس کرکے جنت کا راستہ بنائیں اور اس میں آپ مجھ سے تعاون کریں۔ ارباب اقتدار والوں کو حزب اقتدار کے ایم پی اے صاحبان کو کہہ دیں اور کھوسہ صاحب کی خدمت اقدس میں بھی میں عرض کرتا ہوں کہ وہ اپوزیشن کے ایم پی ایز کو کہیں۔ سب آئیں اور مل کر وہ resolution میں پیش کروں۔ ٹی وی کیمرہ اور موقعوں پر چلتا رہا ہے ٹی وی کیمرہ چلے اور میاں سعید شرقپوری کی تقریر جو دل کی آواز ہے، ایمانی آواز ہے میں ہوس نہیں ہے۔

جناب سپیکر: صرف ٹی وی کیمرہ چاہیے۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: رامے صاحب! نظام مصطفیٰ۔ ہم اقتدار بھی نہیں چاہتے۔ ہم دولت بھی نہیں چاہتے۔ ہم حضور کے غلاموں کو حضور کا نظام پیش کرنے کا موقع نہیں دیتے تو پھر ہم مر جائیں؛

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! اس میں گزارش یہ ہے کہ Islamic Republic of Pakistan میں ہم رہ رہے ہیں، آئین ہمارا اسلامی ہے، ہمارا سیٹ اپ ڈیموکریٹک ہے جس کی بنیاد پر پاکستان بنا، جو پرنسپلز آف پالیسی میں بھی دیا ہوا ہے۔ اب جناب والا! ہمیں نہیں پتا یہ کس قسم کا نظام مصطفیٰ فرما رہے ہیں۔ ان کے اپنے لیڈر ہیں، اپنی پارٹی ہے۔ لوگوں نے ان کو اس نظام کے تحت پھر ظاہر ہے مینڈیٹ نہیں دیا۔ جس نظام کی یہ بات کر رہے ہیں اس کا تو کوئی مینڈیٹ لوگوں نے ان کو نہیں دیا۔

جناب سپیکر: وصی ظفر صاحب! اس کا فیصلہ منگل کو کریں گے۔
چودھری محمد وصی ظفر: اس میں میری گزارش یہ ہے۔
جناب سپیکر: نہیں، آپ کیوں اس پر بحث کرتے ہیں؟
چودھری محمد وصی ظفر: آج انھوں نے کیوں کی ہے؟ جناب نے ان کو کیوں بلاوجہ موقع دیا جب کہ یہ منگل کو آنی تھی۔ یہاں پھر discrimination آتی ہے۔ جناب مجھے منع فرما رہے ہیں کہ میں کیوں بات کر رہا ہوں اور وہ کوئی آسمانی مخلوق نہیں ہیں کہ انھوں نے بات کر لی اور جناب نے ان کو کچھ نہیں کہا۔ جناب کے بھی علم میں ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں تھا۔
جناب سپیکر: ابھی آپ نے موقع نہیں دیا کہ آپ نے پہلے ہی کہنا شروع کر دیا۔
چودھری محمد وصی ظفر: گزارش یہ ہے کہ جس مینڈیٹ کے تحت لوگوں نے یہ اسمبلی بنائی ہے اس مینڈیٹ کے تحت چل رہی ہے۔ جس کا یہ کہہ رہے ہیں، ادھر ایک سو کتنے فرقے بن چکے ہیں۔ ہر مذہبی فرقہ کہہ رہا ہے کہ میرا نظام لے آئیں، میرا نظام لے آئیں۔ پھر آپ کس کا نظام کریں گے۔
جناب سپیکر: وصی صاحب! جانے دیجیے۔ آپ تشریف رکھیں۔
چودھری محمد وصی ظفر: وہ نہ جانے دیں ہم جانے دیں۔
جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔
چودھری محمد وصی ظفر: جناب سپیکر! کورم نہیں ہے۔
جناب سپیکر: کورم کی نشان دہی ہو گئی ہے۔ اب میں کچھ نہیں کر سکتا۔ گنتی کی جائے۔۔۔۔۔ گنتی کی گئی۔۔۔۔ کورم نہیں ہے، گھنٹیاں بجائیں جائیں۔۔۔پانچ منٹ ہو گئے ہیں، دوبارہ گنتی کی جائے ۔۔۔ گنتی کی گئی ۔۔۔پندرہ منٹ کے لیے ہاؤس adjourn کیا جاتا ہے، کیونکہ کورم پورا نہیں ہے۔

(اس مرحلے پر کورم پورا نہ ہونے کے باعث پندرہ منٹ کے لیے اجلاس کی کارروائی ملتوی کر دی گئی)

(کورم کی نشان دہی کے وقفہ کے بعد جناب سپیکر 2:47 پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: گنتی کی جائے۔

(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

جناب سپیکر: کورم پورا نہیں ہے۔ اجلاس کو منگل صبح 11.00 بجے 7 تاریخ کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا سترہواں اجلاس)

منگل' 7 فروری 1995ء

(سہ شنبہ' 6 رمضان المبارک 1415ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر' لاہور میں 11:00 بجے صبح منعقد ہوا۔ جناب ڈپٹی سپیکر میاں منظور احمد موہل کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ
تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾
وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

سورۃ الصف' آیات 10 تا 13

مومنو! میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب عظیم سے مخلصی دے۔ (وہ یہ کہ) خدا پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو باغہائے جنت میں جن میں نہریں بہہ رہی ہیں اور پاکیزہ مکانات ہیں جو بہشت ہائے جاودانی میں تیار ہیں۔ داخل کرے گا یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک چیز جس کو تم بہت چاہتے ہو (یعنی تمہیں) خدا کی طرف سے مدد نصیب ہو گی اور فتح عن قریب ہو گی اور مومنوں کو اس کی خوشخبری سنا دو۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ آب پاشی وقوت برقی)

جناب ڈپٹی سپیکر : اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے ۔ آج وقفہ سوالات آبپاشی و قوت برقی کا ہے جی

چودھری احمد یار گوندل صاحب ۔

چودھری احمد یار گوندل : سوال نمبر 208

نہر اپر جہلم سسٹم کی نئی پلیوں کی تعمیر

*208۔ **چودھری احمد یار گوندل**، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

آیا حکومت نہر اپر جہلم سسٹم کی جو پرانی پلیاں ہیں انہیں دوبارہ بنانے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے کیونکہ ان کی میعاد ختم ہو چکی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری) :

نہر اپر جہلم سسٹم کی پرانی پلیوں کو دوبارہ تعمیر کرنے کا کوئی منصوبہ حکومت پنجاب کے زیر غور نہ ہے پلیوں کی کوئی میعاد مقرر نہ ہے۔ تاہم پلیوں کو قابل استعمال رکھنے کے لیے ضروری مرمت وقتاً فوقتاً (فنڈز کی دستیابی پر) کر دی جاتی ہے ۔

چودھری احمد یار گوندل : جناب والا! کیا وزیر موصوف وضاحت فرمائیں گے کہ جب یہ پلیاں بنائی گئی تھیں تو ان میں کافی چھوٹے foot bridge تھے ۔ اب ہر پلی کی چوڑائی کی ضرورت ہے کیا ان کو چوڑا کرنے کا بھی کوئی پروگرام ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی : جناب والا! اگر کسی کی طرف سے کوئی درخواست آئے گی یا وہاں کے لوگ محسوس کریں تو محکمہ انشاء اللہ اس پر ضرور غور کرے گا۔

چودھری احمد یار گوندل : کیا وزیر موصوف یہ وضاحت کریں گے کہ اس وقت جو پلیاں تیار کی گئی تھیں ان کی حفاظت کے لیے سائیڈ پر دیواریں بنائی گئی تھیں ۔ وہ دیواریں تقریباً ختم ہو چکی ہیں ۔ کیا ان کو از سر نو تعمیر کرانے کا کوئی پروگرام ہے ؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی : جناب والا! یہ اس کی نشاندہی کریں تو پھر انشاء اللہ ان کو تعمیر کر دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ان کا مقصد یہ ہے کہ ان کے علم میں یہ بات نہیں ہے۔ اگر آپ کے پاس کوئی ایسی بات ہے تو آپ نشاندہی کیجیے وہ عمل کریں گے ۔ اگلا سوال ملک غلام شبیر جوئیہ صاحب کا ہے ۔ معزز رکن موجود نہیں ہیں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی : سوال نمبر 261 (معزز رکن نے ملک غلام شبیر جوئیہ کے ایماء پر دریافت کیا)

تھل کینال سے آبپاشی اضلاع کو مظفر گڑھ کے مطابق پانی دینے کے لیے اقدامات

*261۔ملک غلام شبیر جوئیہ : کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تھل کینال جو کہ ضلع میانوالی بھکر خوشاب اور لیہ کے علاقہ کو سیراب کرتی ہے اور ان اضلاع کا اکثر رقبہ ریتلا ہے۔ جس کو پانی کی کافی ضرورت ہوتی ہے ۔ ان اضلاع کو صرف ۲٫۱۸ کیوسک فی ہزار ایکڑ پانی دیا گیا ہے ۔ جبکہ اس سے ملحقہ ضلع مظفرگڑھ کو 5 کیوسک فی ہزار ایکڑ پانی دیا گیا ہے حالانکہ اس ضلع کا رقبہ تقریباً پکا ہے ۔

(ب) اگر جز "الف" بالا کا جواب اثبات میں ہو تو آیا حکومت تھل کینال سے آبپاشی اضلاع کو مظفرگڑھ کے مطابق پانی دینے کا ارادہ رکھتی ہے حالانکہ مذکورہ اضلاع دریائے سندھ سے آبپاش ہوتے ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری) :

(الف) یہ درست ہے کہ تھل کینال جس رقبہ کو سیراب کرتی ہے وہاں پانی کی شرح (water allowance) ۲٫۱۸ کیوسک فی ہزار ایکڑ ہے جو کہ نہر کے منصوبہ کو تشکیل کرتے وقت پانی کی دستیابی' زمین کی ساخت اور ممکنہ فصلات کو مد نظر رکھتے ہوئے مقرر کی گئی تھی۔ جہاں تک مظفر گڑھ کینال کا تعلق ہے یہ نہر ششماہی ہے اور ششماہی نہروں کی شرح (water allowance) نسبتاً زیادہ ہوتی ہے لہذا اس سے موازنہ درست نہ ہے ۔

(ب) حکومت نے مختلف علاقوں کے لیے جز (الف) میں بیان کردہ کوائف کے پیش نظر مختلف

شرح پانی (water allowance) مقرر کی ہوئی ہے موجودہ شرح سے زائد پانی دینے کی کوئی تجویز محکمہ آبپاشی و قوت برقی کے زیر غور نہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، کوئی ضمنی سوال ہے؟ کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔ اگلا سوال چودھری احمد یار گوندل صاحب کا ہے۔

چودھری احمد یار گوندل ، سوال نمبر 313

پانڈووال ڈرین کی کھدائی اور صفائی

*313- چودھری احمد یار گوندل ، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

ضلع منڈی بہاؤالدین میں پانڈووال ڈرین کی کھدائی کس سال کی گئی تھی۔ اور دوبارہ اس کی صفائی کب ہوئی؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری) ،

مذکورہ ڈرین محکمہ واپڈا نے تعمیر کی تھی جو کہ بعد ازاں ۱۹۷۹ء میں محکمہ ہذا کے حوالے کر دی گئی اس کی صفائی بذریعہ مشین ہونا مطلوب ہے جس پر اندازاً ۱۵ لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ چیف انجینئر سرگودھا کو ہدایات جاری کر دی گئی ہیں کہ رواں سال کے بجٹ کو مدنظر رکھتے ہوئے جس قدر ممکن ہو اس ڈرین کی صفائی کرا دی جائے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی ، جناب والا! مذکورہ ڈرین محکمہ واپڈا نے تعمیر کی تھی جو کہ بعد ازاں 1979ء میں محکمہ ہذا کے حوالے کر دی گئی اس کی صفائی بذریعہ مشین ہونا مطلوب ہے۔ جس پر اندازاً 15 لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ چیف انجینئر سرگودھا کو ہدایات جاری کر دی گئی ہیں کہ رواں سال کے بجٹ کو مد نظر رکھتے ہوئے جس قدر ممکن ہو اس ڈرین کی صفائی کرا دی جائے۔

چودھری احمد یار گوندل ، جناب والا! وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ ۱۵ لاکھ روپے کا تخمینہ ہے۔ اگر تو ممکن ہوا۔ ممکن کی تو بات ہی نہیں یا تو 15 لاکھ روپے مختص کیے جائیں یا پھر یہ کہیں کہ فی الحال ہمارے پاس پیسہ نہیں اور ہم کبھی نہیں کر سکتے۔ چیف انجینئر کی مرضی پر رکھنے سے تو مقصد ہی ختم ہو جاتا ہے۔ آپ مجھے واضح طور پر یہ بتائیں کہ اس سال آپ اس منصوبے پر رقم خرچ کرنے کے لیے تیار

ہیں یا نہیں ؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، ان کا ضمنی سوال یہ ہے کہ 15 لاکھ روپے کی ضرورت ہے آپ واضح طور پر چیف انجینئر کو کہیں کہ اس مد میں 15 لاکھ روپے مختص کریں جس طرح آپ فرما رہے ہیں اس طرح شبہ پیدا ہوتا ہے

وزیر آب پاشی و قوت برقی ، جناب والا! normal maintenance کی yard stick کے مطابق ہر سال ۔بجٹ release ہوتا ہے۔ لیکن وزیر اعلیٰ کی ہدایت کے مطابق ایک کروڑ روپے خصوصی طور پر ابھی فنانس ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے release ہوا ہے مجھے امید ہے کہ اس میں یہ ڈرین بھی آ جائے گی۔

چودھری احمد یار گوندل ، جناب والا! موقع پر یہ پوزیشن ہے کہ پانی کی وجہ سے فصلیں تباہ ہو رہی ہیں آپ اس بات کی گارنٹی دیں کہ اس سال آپ پندرہ لاکھ روپے مختص کر کے اس ڈرین کی صفائی کروا دیں گے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، گوندل صاحب انہوں نے کہہ دیا ہے کہ انشاء اللہ ۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ نے چاہا تو ۔ وہ تو چاہتے ہیں اللہ کی ساتھ مرضی بھی ہونی چاہیے

چودھری احمد یار گوندل ، جناب والا! اس طرح تو پھر بات میں فرق آ جاتا ہے دو حرفوں میں بتائیں کہ کروا سکتے ہیں یا نہیں وہ تو ہر آدمی کہتا ہے کہ انشاء اللہ ......

جناب ڈپٹی سپیکر ، وہ فرما رہے ہیں کہ سرگودھا ڈویژن میں وزیر اعلیٰ نے ایک کروڑ روپے کی خصوصی گرانٹ دی ہے وہ اس میں سے ضرور انشاء اللہ کروا دیں گے ۔اب اس سے واضح بات اور کیا ہو ؟

وزیر آب پاشی و قوت برقی ، جناب والا! ہماری یہ کوشش ہوگی کہ maintenance کے جو فنڈز ہیں اس میں سے یہ ڈرین کی صفائی کروا دی جائے اور اگر کچھ رہ گیا تو اسے اگلے سال پورا کر دیں گے ۔ لیکن مجھے امید ہے کہ اس سال ڈرین کی صفائی ہو جائے گی ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ یقین دہانی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں ۔ اگلا سوال جناب بادشاہ میر خان آفریدی۔

سید سجاد حیدر کرمانی ، سوال نمبر 874 (معزز رکن نے جناب بادشاہ میر خان آفریدی کے ایماء پر دریافت کیا)

عیسن ماننر سکیم کی تکمیل

*874- جناب بادشاہ میر خان آفریدی، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ عیسن ماننر تحصیل فیروز والا ضلع شیخوپورہ کی پختگی محکمہ آبپاشی کی منظور شدہ سکیم ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو متذکرہ سکیم کب منظور ہوئی اور اس کی تکمیل کے لیے کتنی مدت درکار تھی اس ماننر میں کتنے پل اور گھاٹ کس کس مقام پر بنائے گئے۔ نیز مذکورہ سکیم کس حد تک مکمل کی گئی ہے اور کتنا کام باقی ہے اور اس کی کل لاگت کیا تھی اور اب تک کتنی رقم خرچ ہو چکی ہے۔ حکومت اس سکیم کو کب تک مکمل کر سکے گی؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری):

(الف) جی ہاں۔ مگر اس سکیم کو محکمہ آبپاشی نے نہیں بلکہ عالمی بینک نے منظور کیا ہے۔

(ب) (i) اس سکیم کے ٹینڈر ورلڈ بینک نے مارچ ۱۹۹۴ء میں منظور کیے ہیں اور یہ ماہ مئی ۱۹۹۴ء میں مکمل ہونی ہے۔

(ii) اس ماننر میں کوئی گھاٹ نہیں بنایا گیا کیونکہ نہر کی چوڑائی پانچ فٹ سے بھی کم ہے۔ اسی طرح نہر میں کوئی نیا پل نہیں بنایا گیا۔

(iii) اس سکیم کا ساٹھ فی صد کام مکمل ہو چکا ہے چالیس فی صد کام باقی ہے۔

(iv) اس سکیم کی کل لاگت کا تخمینہ 79 لاکھ روپیہ ہے جبکہ اب تک 39 لاکھ روپے خرچ ہو چکے ہیں۔

(v) سکیم پر کام اگست ۱۹۹۴ء میں مکمل ہونے کی توقع ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

سید سجاد حیدر کرمانی: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ محترم وزیر صاحب نے جواب کے حصہ پانچ میں فرماتے ہیں کہ سکیم پر کام ۱۹۹۴ء میں مکمل ہونے کی توقع ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

وزیر آب پاشی و قوت برقی ، جناب سپیکر! اس کے متعلق میں عرض کروں گا کہ یہ پراجیکٹ ورلڈ بینک اور ایشین بینک کے تعاون سے جاری تھا اور جب وقت ختم ہو گیا تو اس کی توسیع کرنے کے لیے حکومت نے ان کے ساتھ رابطہ کیا اور اس میں تاخیر بھی اسی لیے ہوئی ہے اب یہ پراجیکٹ ۱۹۹۴ء کی بجائے ۱۹۹۵ء میں مکمل ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ویسے یہ سوال کب کا ہے؟ ہاؤس میں کب سے آیا تھا؟

وزیر آب پاشی و قوت برقی ، جناب والا! یہ کافی پہلے کا سوال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، یعنی ہمارے سیکرٹریٹ میں کب دیا گیا؟

وزیر آب پاشی و قوت برقی ، جناب والا! یہ بات میرے نوٹس میں نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں ذرا سیکرٹری صاحب سے پوچھ لوں۔ اب آپ یہ فرماتے ہیں کہ اگست ۱۹۹۵ء تک یہ پراجیکٹ مکمل ہو گا۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی ، جناب والا! اس پراجیکٹ کی مدت میں دسمبر ۱۹۹۵ء تک توسیع ہو گئی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کی جتنی سکیمیں ہیں وہ اب مکمل ہو جائیں گی۔ کیونکہ اس کا ورلڈ بینک سے تعلق تھا اس لیے اس پر وقت کافی لگ گیا ہے لیکن اب فنڈز بھی موجود ہیں اس لیے انشاء اللہ تعالیٰ یہ پراجیکٹ اب مکمل ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، درست ہے۔ چودھری شوکت داؤد!

چودھری شوکت داؤد ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! جیسا کہ جواب سے ہی ظاہر ہے اور مجھے کہنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کیا ہمارے سیکرٹریٹ کا یہ فرض نہیں ہے کہ جب کوئی جواب ایوان میں رکھا جائے تو اس کو رکھنے سے پہلے دوبارہ سٹڈی کر لیا جائے اور یہ تو لگتا ہے کہ پرنٹ ہی پچھلے سال ہوا ہے اور ویسے کا ویسے ہی ہاؤس میں بھیج دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ غیر ذمہ داری کا مظاہرہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے لیکن اسمبلی سیکرٹریٹ کی بجائے ڈیپارٹمنٹ کا فرض بنتا ہے چونکہ دو دن پہلے کا ان کو کہا جاتا ہے ' ایسی اگر کوئی صورت حال ہوتی ہے تو متعلقہ محکمہ اس کی تصحیح کر کے ہاؤس کے سامنے پیش کرے۔ یہ بات درست ہے اور آئندہ ایسی غلطی نہیں ہونی چاہیے۔

میاں فضل حق ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! پچھلے اجلاس میں بھی یہ مسئلہ درپیش تھا اور یہ اعداد و شمار کی بات تھی اور پیریڈ کی بات تھی تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ابھی جیسا کہ معزز رکن نے یہ فرمایا ہے کہ یہ معاملہ ٹھیک ہونا چاہیے اور اس سلسلے میں واضح ہدایات بھی ہونی چاہئیں۔ جس محکمے کا بھی سوال ہو اس کو سٹڈی کرکے یا اپ ٹو ڈیٹ کر کے بھیجا کریں۔ اب جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ کام ۱۹۹۵ء میں مکمل ہونا ہے اور یہ پراجیکٹ نیٹ ہو گیا ہے۔ لہٰذا یہاں پر latest جواب آنا چاہیے۔ اس کے لیے آپ کی طرف سے کوئی واضح ہدایات آنی چاہئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں نے پہلے بھی ان کا پوائنٹ آف آرڈر admit کیا ہے اور اب آپ کا بھی admit کیا ہے انشاء اللہ آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔ راجہ ریاض احمد صاحب

راجہ ریاض احمد ، جناب والا! جیسا کہ ابھی فرمایا گیا ہے کہ اس سوال کا جواب ایک سال کے بعد آیا ہے۔ اسی طرح چند روز پہلے میرا بھی ایک سوال تھا اس پر میں نے آپ سے صرف یہ گزارش کی تھی کہ اس سوال کو آپ موخر کر دیں۔ میرا محکمہ تعلیم سے متعلقہ بڑا اہم سوال تھا لیکن آپ نے تھانیدار بن کر، یقین جانیے آپ کسی کی بات نہیں سنتے آپ جذبات میں ہوتے ہیں لہذا آپ نے تھانیدار بن کر میرے اس سوال کو موخر نہ کیا اور میرا وہ قیمتی سوال ضائع چلا گیا۔ آپ جب جذباتی ہو جاتے ہیں تھانیدار بن جاتے ہیں تو آپ کو یہ بھی خیال نہیں رہتا کہ میں ہاؤس کو چلا رہا ہوں آپ ہمارے لیے قابل احترام ہیں لیکن آپ خدا کے لیے صرف اتنا تو خیال رکھا کریں کہ کسی وقت جب ہم بات کر رہے ہوں تو صبر سے سن ضرور لیا کریں۔ تاکہ ہمارے ایک سال پرانے سوالوں کے جب جواب آئیں اور وہ انتہائی اہم ہوں اور صرف یہ کہیں کہ کے موخر کر دیں اور آپ کو وہ بھی گوارا نہیں ہوتا۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ میرے وہ سوالات ۱۲۲۳ اور ۱۲۲۴ جو کہ محکمہ تعلیم سے متعلقہ ہیں ان کو اگلے اجلاس میں رکھیں بڑی مہربانی اور شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ نے کوئی اور سوال کرنا ہے کوئی اور لمبی تقریر کرنی ہے ؟ اب اس کا میں آپ کو جواب دیتا ہوں طریق کار یہ ہے کہ جب ہاؤس میں سوالات ہو رہے ہوں اور وقت گزر جانے تو وزیر موصوف کہتے ہیں کہ میں اپنے بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں اور جب وہ رکھ دیے جائیں اور اس کے بعد کوئی فاضل رکن یہ کہے کہ میرا وہ سوال بڑا اہم ہے اور اس سوال کو موخر کریں تو اس وقت ایک فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے اس کے بعد سپیکر اس سوال کو مؤخر نہیں کر سکتا۔ آپ

میری بات سن لیں اور بتائیں کہ تھانیدار آپ بن رہے ہیں یا میں بن رہا ہوں؟

راجہ ریاض احمد: جناب والا! اس سلسلے میں گزارش کروں گا کہ ....

جناب ڈپٹی سپیکر: پہلے آپ اپنا کنڈکٹ دیکھیں جب سپیکر بول رہا ہو تو کوئی فاضل رکن بات نہیں کر سکتا' اس روز بھی میں تھانیدار نہیں بنا تھا آپ نے تھانیداری کا ثبوت دیا تھا کیونکہ آپ میرے ساتھ الجھ رہے تھے تو میں نے بار بار کہا کہ اب یہ دوبارہ repeat نہیں ہو سکتے اس لیے ہر ممبر کو vigilant ہونا چاہیے۔ اگر اس کے سوال آخر میں ہیں تو وزیر موصوف کے یہ کہنے سے پہلے سپیکر کو متوجہ کرنا چاہیے کہ میری بات سن لیجئے تاکہ وہ سوالات و جوابات میز پر نہ رکھے جائیں۔ پھر سپیکر فیصلہ کر سکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سپیکر کا کنڈکٹ کوئی فاضل رکن ایوان میں زیر بحث نہیں لا سکتا آپ نے جو الفاظ تھانیداری کے کہے ہیں میرے خیال میں اس سارے ہاؤس کی آپ نے توہین کی ہے ایسی بات نہیں کہنی چاہیے۔ جیسا کو تیسا ہوتا ہے۔ اگر ممبر polite ہوتا ہے تو پھر سپیکر بھی polite ہوتا ہے اگر ممبر تین چار دفعہ rash چلتا ہے تو سپیکر کو بھی ایک دفعہ rash ہونا پڑتا ہے۔ یہ بات ہے۔ میری کسی کے ساتھ یہاں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی۔ ہم سب بھائیوں کو عزت اور مقام دینا چاہتے ہیں۔ ہم ان کی بات سننا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کو کوئی ایسی غلط فہمی ہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے ذہن میں کسی کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ مہربانی۔ شکریہ۔

میاں فضل حق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال تھا کہ آگے چلتے کئی دوستوں کے ضمنی سوال ہوں گے۔

میاں فضل حق: میں جناب اسی کے متعلق عرض کرنا چاہتا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ میری بات سن لیں۔ میں روایت بتاتا ہوں۔ وقفہ سوالات میں کم سے کم پوائنٹ آف آرڈر ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ وقت بڑھایا نہیں جاسکتا یہ ایک گھنٹہ ہی ہوتا ہے۔ اس لیے یہ لسٹ ہمیں ختم کرنی چاہئے۔ جی اب بات کریں۔

میاں فضل حق: جناب والا! جب وقفہ سوالات ہو رہا ہو۔ اگر کسی کا اہم سوال ہو اور وہ بعد میں آ رہا ہو تو وہ اس وقت take up ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا۔ مثلاً میرا کوئی سوال ہے اور وہ بہت آخیر میں ہے۔ میں چاہوں کہ اس کو پہلے take up کر لیا جائے۔ تو کیا آپ اس پر رولنگ دیں گے کہ آیا آپ اس کو

take up کریں گے؟
جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں یہ روایت نہیں ہے۔ پہلے نہیں لے سکتے۔ لیکن پینڈنگ رکھا جا سکتا ہے۔
ہاؤس کی میز پر رکھنے سے پہلے اگر اس کی نشاندہی کردی جائے۔ جی شکریہ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اقبال خاکوانی صاحب۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر! جس طرح آپ نے فرمایا کہ راجہ ریاض صاحب کی بات سے ہاؤس کی اور آپ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ تو کیا یہ بہتر ہوگا کہ آپ ان الفاظ کو کارروائی سے حذف کردیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں رہنے دیں۔ وہ ریکارڈ کا حصہ بنے گا۔ میرا خیال ہے کہ کوئی ایسی بات نہیں رہنے دیں۔ اسی طرح ہماری تربیت ہوگی۔ آئندہ آنے والی نسلیں پڑھیں گی۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب والا! میرا مقصد صرف اتنا تھا کہ اس سے تاثر یہ ملتا ہے کہ جس طرح ڈپٹی سپیکر پنجاب اسمبلی کا عہدہ تھانے دار سے کم ہے اور تھانے دار اس سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں اس میں عہدے کی بات نہیں۔ رویہ کی بات ہے۔ ان کا مقصد رویہ تھا۔ یعنی تھانے داروں کے بارے میں عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ ان کا لہجہ یا وہ سخت گیر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ اس بنیاد پر انہوں نے کہا تھا۔ جی اگلا سوال ہے چودھری نذر عباس بھٹی۔

چودھری نذر عباس بھٹی، سوال نمبر ۹۲۶۔

حافظ آباد میں نہروں کی بھل صفائی کے اقدامات

*926۔ **چودھری نذر عباس بھٹی**، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ موجودہ سال کے دوران حکومت نے نہروں کی بھل صفائی کا کام شروع کیا؟ اگر ہاں تو یہ کام کب شروع ہوا اور اس کی تکمیل کب ہوئی۔

(ب) ضلع حافظ آباد میں اپنی مدد آپ کے تحت کس کس نہر کی بھل صفائی کی گئی اور اس پر کُل کتنے اخراجات ہوئے تفصیل نہر وار بتائی جائے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری):

(الف) یہ درست ہے کہ موجودہ سال کے دوران نہروں کی بھل صفائی کا کام شروع کیا گیا۔یہ کام دوران سالانہ بندی جنوری ۱۹۹۴ء کو شروع ہوا۔ اور ماہ فروری کے پہلے ہفتہ میں مکمل ہو گیا۔

(ب) ضلع حافظ آباد میں جن نہروں کی بھل صفائی کی گئی ان کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱۔جلال پور کینال ۲۔دوہنہ کینال ۳۔جنڈو کی کینال ۴۔ کاجرگورہ ۵۔ کوٹ سعید ۶۔دھیر نیکے ۷۔ساگر نمبر ۱۔ ۸۔ساگر نمبر ۲۔ ۹۔ چک چٹھہ ۱۰۔ منچر ۱۱۔ سکھیکی ۱۲۔ موال مائنر ۱۳۔نایریاتوالہ

ان کاموں پر محکمہ انہار کا کوئی خرچ نہ ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال؛ میں اصل میں آپ کو یہ وضاحت کردوں کہ محکمہ آبپاشی کی یہ صورت حال ہوئی کہ سوال آتے گئے۔ سیشن ہوا۔ یا تو اس کی باری نہ آئی یا باری تھی تو کسی وجہ سے کورم ٹوٹ گیا یا کوئی اور حالات پیدا ہوگئے۔ یعنی اس محکمے کی باری نہ آسکی۔اس لیے میرے خیال میں یہ جو سوال تھے وہ لیٹ ہوتے چلے گئے۔جی ضمنی سوال۔

سید محمد عارف حسین بخاری: جن نہروں کی بھل صفائی ہوئی ہے کیا یہ کام معیاری ہوا ہے۔ اور ان نہروں کی tail تک اس وقت پانی جا رہا ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! یہ کام ہوتا ہی ان نہروں پر ہے جہاں پانی کی تکلیف ہو۔ تو کام بالکل معیاری ہے۔ یہ تو ۱۹۹۴ء کا کام ہے۔ اب تو ۱۹۹۵ء کا کا شروع ہوا ہوگا۔ یہ پرانا سوال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

سید محمد عارف حسین بخاری: محترم وزیر موصوف فرما رہے ہیں کہ ان نہروں میں سب کام معیاری ہے۔ وہاں پر میرا گاؤں بھی ان دو نہروں کی tail پر واقع ہے۔ جس کا نام اس میں ہے۔ یقین فرمایئے۔ کہ وہاں پر پانی نہیں پہنچ رہا۔ اگر کام معیاری ہوتا تو پانی یقیناً پہنچتا۔ کیا محترم وزیر فرمائیں گے کہ کیا دوہنہ کینال مائنر کی tail پر پانی پہنچ رہا ہے؟

وزیر آبپاشی: جناب والا! یہ تو پانی اب چلا ہے۔ کل سے چلا ہے پانی۔ ابھی یہ کیسے بتا رہے ہیں کہ پانی پہنچ رہا ہے یا نہیں پہنچ رہا۔

سید محمد عارف حسین بخاری: جناب والا! پچھلے چھ ماہ میں، پچھلی ششماہی میں فصل خریف میں پانی نہیں پہنچا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: یعنی آپ کا ضمنی سوال یہ ہے کہ tail پر پچھلے چھ ماہ سے پانی نہیں پہنچا۔ جن میں آپ کا گاؤں بھی آتا ہے۔ تو وزیر موصوف کے پاس اس بارے میں کوئی بات ہے کہ ان نہروں کی tails پر پانی پہنچا ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: یہ tail کون سی ہے؟

سید محمد عارف حسین بخاری: دو ہشہ کینال نہر۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی: یہ نیا سوال دے دیں۔ پھر مجھے پتا لگ جائے گا۔

سید محمد عارف حسین بخاری: میں یہ کہہ رہا تھا کہ پچھلے سال بھل صفائی کے نتیجے میں دو ہشہ tail پر پانی نہیں پہنچا؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: آپ نے ابھی اس کی نشاندہی فرمائی ہے میں کوشش کروں گا کہ tail تک پانی پہنچ جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نذر عباس بھٹی۔

چودھری نذر عباس بھٹی: میں اپنے سوال کے جواب کے متعلق یہ درستی کرنا چاہوں گا کہ میں نے اخراجات کی تفصیل مانگی تھی تو جواب میں ان کاموں پر محکمہ انہار کا کچھ خرچ نہ ہوا ہے۔ اگر نہیں ہوا تو کون سے ادارے نے وہ خرچہ کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ بھل صفائی کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! یہ لوگ voluntarily کام کرتے ہیں۔ محکمہ کے کچھ ملازمین بھی اس میں شامل ہوتے ہیں۔

جناب سجاد حسین خان جوئیہ: جناب والا! کل ۱۲ نہریں ہیں جن کا وزیر صاحب فرما رہے ہیں کہ بھل صفائی کی گئی۔ جس میں بار بار مسلسل ضمنی سوال کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ دوہشہ مائنر۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ۱۲ میں سے وہ کتنی تعداد میں ہیں جن کی دوسری مرتبہ بھل صفائی ہو رہی ہے۔ آیا وہ اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی ، جناب والا! میرا جواب شاید صحیح طریقے سے سنا نہیں گیا۔ ۱۹۹۵ء کا میں نے عرض کیا تھا کہ اگر وہ نیا سوال دے دیں تو میں ان کو جواب دے دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب وہ پوچھ رہے ہیں کہ حقیقت یہ نہیں ہے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی ، اس سال یہ نیا سوال دے دیں ۔ میں انہیں بتا دوں گا۔

جناب سجاد حسین خان جوئیہ، جناب والا! اگر یہ کہیں گے کہ fresh question تو پھر ہر سوال کا fresh question بن جائے گا۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی، اس دوہٹہ کینال کی دوسری دفعہ ۱۹۹۵ء میں بھی صفائی ہوئی یا نہیں۔ ۱۹۹۴ء کا یہ سوال ہے ۱۹۹۵ء کا میں نے اس بارے میں کہا ہے کہ یہ ہوئی ہے یا نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ اس وقت اس کا جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ، جناب والا! میں معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ جناب وزیر موصوف نے اس بات کا غلط جواب دیا ہے کہ تمام نہروں کی بھل صفائی جو ہے وہ voluntarily ہوتی ہے۔ حقائق یہ ہیں کہ زمینداروں سے ٹریکٹر مانگے جاتے ہیں۔ ان کا ڈیزل حکومت دیتی ہے۔ اب پٹواری ' ڈی سی یا ضلع کونسل' وہاں کا جو محکمہ اریگیشن دے ' جہاں تک مین پاور کا تعلق ہے وہ ہوتی ہے voluntarily اب اگر وہاں ٹریکٹروں کا ڈیزل ضلع کونسل کی جیب سے گیا ہے یا اریگیشن کی جیب سے گیا ہے۔ بہرحال حکومت کی جیب سے گیا ہے۔ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ حکومت کا ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہوا؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں' بلکہ ضمنی سوال ہی بنتا ہے۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی ، اس جواب میں لکھا ہوا ہے۔ ان کاموں پر محکمہ انہار کا کوئی خرچ نہ ہوا ہے۔ میں تو اپنے بارے میں عرض کر رہا ہوں کہ ان کا کوئی خرچ نہیں ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ویسے خاکوانی صاحب کی بات جائز ہے' درست ہے کیونکہ مجھے بھی تجربہ ہے کہ مین پاور تو ملتی ہے لیکن باقی ڈپٹی کمشنر اور ضلع کونسلیں ، اور ادھر ادھر سے ڈیزل ۔ [illegible]

جاتے ہیں۔

چودھری شوکت داؤد: پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر محنت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شوکت داؤد صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر تھے اور میں نے ان کو فلور دیا ہے۔ اس کے بعد آپ۔

چودھری شوکت داؤد: میرا خیال ہے کہ وزیر صاحبان تو خاموشی ہی اختیار کریں' وزارت پر ہی اکتفا کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ اسمبلی میں بولنے کا مزا اور ہوتا ہے۔

چودھری شوکت داؤد: اگر زیادہ بولنے کا شوق ہے تو ادھر آ جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دونوں مزے نہ لیں۔ ایک مزا وزارت کا ہی بہتر رہے گا۔ اقبال صاحب تو اپوزیشن کے لیڈر بھی رہے ہیں ناں۔ اسمبلی میں بولتے رہے ہیں۔

چودھری شوکت داؤد: جناب سپیکر! چودھری نذر عباس بھٹی صاحب نے اس سوال میں ایک ضمنی سوال کیا تھا کہ کیا وزیر موصوف ان فلاحی یا دوسرے کسی ادارے کا نام بتائیں گے کہ جس نے یہ خرچ کیا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے بتا دیا ہے۔

چودھری شوکت داؤد: وزیر صاحب نے اس کا جواب نہیں دیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے بتا دیا ہے۔

چودھری شوکت داؤد: آپ نے بتایا ہے' وزیر صاحب نے جواب نہیں دیا۔ میں ریکارڈ کی درستی کے لیے کہہ رہا ہوں۔

وزیر محنت (جناب محمد اقبال ٹکا): میں ریکارڈ کی درستی کے لیے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خاکوانی صاحب نے جو فرمایا ہے کہ ضلع کونسل یا دوسرے سرکاری ادارے اخراجات کرتے ہیں تو یقیناً یہ بات درست نہیں۔ کیونکہ ڈپٹی کمشنر یا اے سی صاحبان اپنے طور پر فنڈ اکٹھا کرتے ہیں یا جو ان کے پاس اور کوئی مد ہوتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مد ہوتی ہے' جو سرکاری نہیں ہوتی۔

وزیر محنت ، لیکن ضلع کونسلوں' بلدیاتی اداروں یا کسی سرکاری ادارے سے یا نیم سرکاری ادارے سے وہ اخراجات نہیں ہوتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ مہربانی۔ ضمنی سوال۔

چودھری نذر عباس بھٹی، میں جناب وزیر موصوف سے پوچھنا چاہوں گا کہ ان مائنرز کی بحل صفائی کے لیے جتنے پیسے خرچ ہوئے وہ محکمے نے نہیں کیے۔ یہ درست ہے۔ کیا جس ایجنسی نے یہ کام کروایا ہے انھوں نے محکمے سے کوئی اجازت وغیرہ لی ہے؟ اگر اجازت لی ہے تو ظاہر ہے انھوں نے پہلے یہ بتایا ہوگا کہ ہم نے فلاں مائنر پر اتنا خرچ کیا ہوگا۔ اس کی ذرا تفصیل بتائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں' وہ تو آگے کلیر بات ہو گئی ہے۔ اقبال صاحب نے کافی وضاحت سے بات کر دی ہے کہ ڈپٹی کمشنر صاحبان کا ایک ڈویلپمنٹ فنڈ ہوتا ہے ' پبلک سے لیا جاتا ہے' کوئی اور مدات ہوتی ہیں جو گورنمنٹ کا پیسہ نہیں ہوتا۔ اس طرح سے وہ ڈیزل وغیرہ پورا کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ شروع ہوئی تھی جناب غلام حیدر وائیں (خدا ان کو جنت میں جگہ دے) ان کے دور میں یہ بات شروع ہوئی تھی۔ تو اس وقت سے یہ سسٹم چلا آ رہا ہے۔ اور یہ سوال بھی ۹۴ء کا ہے۔ تو میرے خیال میں اب اس سے ہم آگے چلیں۔ بڑی کلیر بات ہو گئی ہے۔

چودھری نذر عباس بھٹی، جناب والا! اس میں میری ایک اور گزارش ہے کہ محکمہ نہر کے ساتھ کسی بھی محکمے نے اگر کوئی کام کرنا ہو تو پہلے اس کا این او سی لیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی ایک مائنر پر چھوٹی سی پلی بنائی جائے۔ تو اس کے لیے وہ ڈیزائن پورا مانگتے ہیں۔ پیسے کی تفصیل مانگتے ہیں تو میری گزارش ہے.....

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ ان ٹیکنیکل باتوں میں نہیں جاتے۔ یہ تو ایک رضاکارانہ طور پر اور جنگی بنیادوں پر ایک مہینے میں وہ کام کیا جاتا ہے۔ اگر وہ technicalities میں جائیں تو یہ کام ہی نہ ہو۔ تو آپ کو بھی پتا ہے' مجھے بھی پتا ہے' سارے ہاؤس کو بھی پتا ہے کہ یہ کام ہوا ہے۔ مہربانی۔ اگلا سوال۔

چودھری نذر عباس بھٹی، اگر آپ کی مرضی ہے تو ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سید محمد عارف حسین بخاری صاحب۔

سید محمد عارف حسین بخاری ، جناب والا! اگلا سوال 977 میرا ہے اس کو لیا جائے۔ سوال نمبر 976

کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو اس سوال کو dispose of تصور کریں؟ آپ اس کو withdraw کرتے ہیں؟

سید محمد عارف حسین بخاری : جی ہاں -

جناب ڈپٹی سپیکر، سوال نمبر 976 withdraw کر لیا گیا ہے اگلا سوال نمبر 977 -

جوہڑ ختم کرنے کے لیے اقدامات

*977۔ **سید محمد عارف حسین بخاری**: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حافظ آباد شہر کے بالمقابل ریلوے اسٹیشن محلہ شیر پورہ میں محکمہ آبپاشی کی ملکیتی اراضی جوہڑ کی صورت اختیار کر چکی ہے اور اہالیان محلہ کے لیے وبال جان اور امراض کا سبب ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب ہاں میں ہے تو کیا کوئی ایسی تجویز حکومت کے زیر غور ہے کہ وہاں سے جوہڑ کو ختم کر کے رہائشی کالونی یا پارک بنا دیا جائے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد لغاری):

(الف) یہ درست ہے کہ مذکورہ قطعہ اراضی جوہڑ کی صورت اختیار کر چکا ہے یہ قطعہ اراضی ملکیتی مرکزی حکومت ہے محکمہ انہار نے چند سرکاری رہائشی کوارٹرز تعمیر کرنے کی حد تک مرکزی حکومت سے جزوی حصہ حاصل کیا۔بقیہ قطعہ اراضی سے محکمہ آبپاشی کا کوئی تعلق نہیں۔

(ب) فی الحال رہائشی کالونی یا پارک بنانے کی کوئی تجویز محکمہ ہذا کے زیر غور نہ ہے ۔ چونکہ یہ جگہ شہر کے اندر واقع ہے اس لیے محلہ کے گندے پانی یا بارش کے پانی کے نکاس کا انتظام کرنا میونسپل کمیٹی حافظ آباد کی ذمہ داری ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ضمنی سوال۔

سید محمد عارف حسین بخاری، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر؟

سید محمد عارف حسین بخاری، گزارش یہ ہے محترم کہ یہ سوال انسانی ہمدردی کے تحت کیا گیا تھا۔ وسط شہر میں ایک قطعہ اراضی ایک مہذب اور متمدن معاشرے کا منہ چڑا رہا ہے۔ ہمیں اس درد کا دارو چاہیے۔ میرے خیال میں یہ مناسب رہے گا کہ حافظ آباد میں ضلعی ہیڈ کوارٹر ہونے کے باوجود کوئی ریسٹ ہاؤس نہیں ہے۔ وہ قطعہ ان کے تصرف میں ہے۔ محکمہ آب پاشی وہاں پر ریسٹ ہاؤس بنا دے یا تعمیر کر دے۔ یا آپ وزیر بلدیات کو حکم فرمائیں کہ حافظ آباد میں پارک بھی نہیں ہے۔وہ وہاں پارک تعمیر کر دیں تاکہ شہریوں کو اس وبال جان سے نجات مل جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر کی شکل میں آپ تجویز کرتے ہیں، حالانکہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ یہ بھی ضمنی سوال کی شکل میں درخواست ہو سکتی ہے۔ آپ کا اس reqnest پر کیا خیال ہے؟

وزیر آب پاشی و قوت برقی، بڑی اچھی تجویز ہے۔ لیکن چونکہ یہ قطعہ اراضی مرکزی حکومت کی ملکیت ہے۔ اس لیے پہلے ان سے درخواست کرنی پڑے گی۔ ان سے اجازت لینی پڑے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ان کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا صوبائی محکمہ وفاقی محکمے سے یہ request کرے۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی، ضرور درخواست کریں گے۔ اچھی تجویز ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سید صاحب! آپ ایک درخواست دیں۔ یہ کہتے ہیں کہ حکومت کی طرف سے ہم اس کی سفارش کریں گے۔ کیونکہ مرکزی حکومت کا یہ قطعہ اراضی ہے۔ مہربانی۔ سید سجاد حیدر صاحب۔

سید سجاد حیدر کرمانی، جناب سپیکر! میں محترم وزیر آب پاشی سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب وہ یہ فرماتے ہیں کہ رہائشی کوارٹرز کی تعمیر کے لیے جزوی حصہ لیا گیا۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو جزوی حصہ انھوں نے لیا وہ رقبہ کس قدر ہے؟ اور دوسرا میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو انھوں نے وفاقی حکومت سے رقبہ کوارٹرز تعمیر کرنے کے لیے لیا وہ کن شرائط پر ان کو ملا؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جی، لغاری صاحب۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی، جناب والا! مجھے اس وقت رقبے کا صحیح علم نہیں ہے کہ کتنا ہے؟ لیکن صرف کوارٹرز کی تعمیر کا کام ان شرائط پر لیا ہے کہ یہاں پر ہمارے محکمہ انہار کے کوارٹرز ہوں۔ باقی رقبہ مرکزی حکومت کا ہے۔ میرے پاس اس کے فگرز نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اصل میں سجاد حیدر صاحب کے عزیز وفاقی وزیر ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ کون کون ہے۔

سید سجاد حیدر کرمانی ، میرے یہ عزیز ہیں۔میرا مقصد یہ ہے کہ جب سوال پوچھے جاتے ہیں تو اس سے' انتہائی ادب سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک وزیر کی اپنے محکمے پر یا اپنے شعبے پر گرفت کا پتا چلتا ہے۔ اب یہ بڑا جائز سوال ہے اور ان کو یہ pre-empt کرنا چاہیے کہ ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ کن شرائط پر لیا گیا۔ اور کل رقبہ کتنا ہے۔ تاکہ سید صاحب کو بھی پتا چلے کہ بقایا کتنا ہے جس پر یہ پارک تعمیر کروانا چاہتے ہیں۔ اور بالآخر یہ بھی پتا چل جائے گا کہ اگر انھوں نے وفاقی حکومت سے معاہدہ کیا ہے تو اس کے لیز کی ٹرمز اینڈ کنڈیشنز کیا ہیں۔ یہ بڑا جائز سوال ہے اور یہ ان کو سمجھنا چاہیے کہ مجھ سے متوقع سوالات کیا ہو سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔

سید سجاد حیدر کرمانی: اور اس کا جواب ہمیں اگر مناسب سمجھیں تو کل دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کل جواب دیں گے؟

وزیر آب پاشی و قوت برقی: ضرور دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی۔

چودھری شوکت داؤد : ضمنی سوال۔ کیا وزیر موصوف بتائیں گے کہ کس وفاقی محکمے کا یہ رقبہ ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر : کہتے ہیں وفاقی حکومت کا کون سا محکمہ اس کو deal کرتا ہے' یا کس کا رقبہ ہے۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی: جناب والا! یہ وفاقی حکومت کا ہے۔

چودھری شوکت داؤد: اس طرح کسی کا بھی نہیں ہوتا۔ اگر انھیں نہیں معلوم تو میں بتا دیتا ہوں۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی: یہاں پہ فیڈرل گورنمنٹ کا رقبہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ کہتے ہیں کہ محکمے کی تخصیص نہیں ہے۔ وفاقی حکومت کا ہے۔

چودھری شوکت داؤد: ویسے میں ان کو assist کر سکتا ہوں۔ یہ سوال میں ہی پتا چل جاتا ہے اگر ذہن پر تھوڑا سا زور ڈالیں۔ یہ ریلوے سٹیشن کے سامنے ہے۔ اور ہمیشہ ریلوے سٹیشن اور ریلوے لائن کے پاس ریلوے کا ہی رقبہ ہوتا ہے۔ اور کسی وفاقی حکومت نے وہاں پر کوئی ہوائی اڈہ نہیں بنانا۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (رانا آفتاب احمد خان) : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ رانا صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ۔ جناب سپیکر ! یہ جو فرد ہوتی ہے اس کے خانہ ملکیت میں لکھا تھا مرکزی حکومت ۔ خانہ مقبوضی ہوتا ہے possession ۔ جو کہ different ہوتا ہے مگر ملکیت وفاقی حکومت کی ہوتی ہے ۔ ان کا ضمنی سوال یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہاں پر قبضہ کس کا ہے ۔ اس لیے کہ قبضہ different ہوتا ہے اور ملکیت different ہوتی ہے ۔ وہاں ملکیت وفاقی حکومت لکھا گیا ہو گا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ ملکیت وفاقی حکومت کی ہے اور قبضہ ریلوے کا ہے ۔

چودھری شوکت داؤد ۔ جناب والا ! ریلوے یا جس محکمے کا ہوتا ہے وہ ملکیت ہوتا ہے ۔ اور یہ آپ کے علم میں ہو گا ۔ یہ سارے پاکستان میں ہے ۔ وہ ریلوے کی پراپرٹی ہے اور چند سال پہلے ریلوے نے یہ declare بھی کیا تھا اور لیز پر بھی دے رہا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ میری بات سنیں ۔ سجاد حیدر بخاری صاحب کی خدمت میں بھی گزارش ہے کہ یہ تو اس طرح سے آپ وزیر موصوف کا ایک قسم کا امتحان لے رہے ہیں ۔ یعنی بجائے امتحان کے آپ کوئی ایسی بات کریں جس سے ہاؤس کے ممبران کو ہمارے صوبے کو فائدہ پہنچے ۔ یہ آپ کی بات بھی ٹھیک ہے میں اسے تسلیم کرتا ہوں ۔ کہ وزیر موصوف کو یہ pre-empt کرنا چاہیے کہ کیا پوچھا جا سکتا ہے؟ یہ بات درست ہے ۔

سید سجاد حیدر کرمانی ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! خدانخواستہ میرا کوئی توہین یا تذلیل مقصد نہیں اگر ان سے یہ جواب مل جاتا تو سید صاحب جو میرے بھائی ہیں یہ سمجھ سکتے کہ ان کو رجوع کدھر کرنا ہے ۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ یہ ختم کر لیجیے اس کے بعد آپ فرمالیں ۔

سید سجاد حیدر کرمانی ۔ جناب والا! اگر محترم وزیر آبپاشی یہ بتا دیتے کہ یہ معاہدہ کون سی وزارت کے ساتھ ہوا ۔ غالباً یہ محکمہ ریلوے کی زمین ہو گی ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ اصل میں یہ ہے کہ وزیر صاحب اتنے شریف ہیں کہ وہ dodge بھی نہیں کرنا جانتے جو ان کو پتا ہے وہ بتا رہے ہیں اور جس کا پتا نہیں ہوتا وہ frankly کہہ دیتے ہیں کہ میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں ۔ بلکہ یہ ایک اچھی روایت ہے ۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی شرقپوری صاحب' پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: جناب سپیکر! آپ فرما رہے ہیں کہ آپ امتحان لینے کے موڈ میں ہیں۔ فرض کیا کہ اگر اپوزیشن والے امتحان لینے کے موڈ میں بھی ہیں تو پھر بھی میں یہ کہتا ہوں کہ یہ فیل ہو چکے ہیں انہیں منسٹری سے ہٹا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نیک بندے ہیں آپ تو ایسی بات نہ کریں۔ اگلا سوال راجہ جاوید اخلاص صاحب کا ہے۔

راجہ جاوید اخلاص: سوال نمبر 1035

تحصیل گوجر خان کے دیہات میں بجلی کی فراہمی

*1035۔ **راجہ جاوید اخلاص**: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حلقہ پی پی- 11 تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں درج ذیل دیہات میں چار پانچ سال قبل بجلی کی فراہمی کا کام شروع ہوا تھا۔

ا۔ موضع کاک (۲) چیچی چوہان (۳) رجوعہ (۴) نوتھیہ کلیال (۵) نوڈیل

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ دیہات میں بقایا کام کب تک مکمل کر کے بجلی کا کنکشن دیا جائے گا؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری):

(الف) واپڈا کی رپورٹ کے مطابق حلقہ پی پی-11 تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی کے دیہات موضع کاک۔ چیچی چوہان' رجوعہ' نوتھیہ کلیال' نوڈیل کی منظوری برائے سپلائی بجلی ۹۲-۱۹۹۱ء کے پرو گرام میں ہوئی جس کا ۱۹۹۲ء میں کام شروع ہوا ڈھوک نو ڈیل ایک اضافی آبادی موضع نوتھیہ کلیال ہے اور یہ علیحدہ نام سے منظور نہ ہوئی ہے۔

(ب) (ا) واپڈا کی رپورٹ کے مطابق موضع چیچی چوہان پر کام مکمل ہو چکا ہے صرف ٹرانسفارمر لگانا باقی ہے جو کہ اہلیان موضع مذکورہ کے جھگڑے کی وجہ سے نہ لگایا جا سکا۔ جھگڑا ختم ہونے پر

جلد ٹرانسفارمر لگایا جائے گا اور بجلی چالو کر دی جائے گی۔

(۲) موضع رجوعہ پر بھی سوائے چند ایل ٹی پولوں پر کنڈکٹر لگانے کا کام مکمل ہے اور یہ کام مئی ۱۹۹۴ء کے درمیان تک مکمل ہو جائے گا۔

(۳) موضع کاک اور نوتھیہ کلیال پر آدھے سے زیادہ کام ہو چکا ہے اور بقایا کام جلد مکمل کرنے کی کوشش جاری ہے۔ نو ذیل موضع نوتھیہ کلیال کی اضافی آبادی ہے

جناب ڈپٹی سپیکر ، کوئی ضمنی سوال ہے؟

سید سجاد حیدر کرمانی ، جناب والا! مالی سال ۹۲-۱۹۹۱ء سے یہ منظور شدہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایک ہی مقام پر ان کو دشواری ہے۔ جہاں مقامی آبادی ٹرانسفارمر سے اختلاف کر رہی ہے کہ کہاں mount کیا جائے۔ میں ان سے یہ یقین دہانی چاہتا ہوں کہ یہ کب تک اس کی تکمیل کروا دیں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی لغاری صاحب!

وزیر آبپاشی و قوت برقی ، جناب والا! یہ وہاں پر مقامی جھگڑا ہے۔ جونہی جھگڑا ختم ہو گا ہم محکمہ سے جتنی جلدی ہو سکا ٹرانسفارمر لگوا دیں گے اور بجلی چالو کر دی جائے گی۔ یہ تو لوگوں کا وہیں کا لوکل مسئلہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، یعنی ان کا جھگڑا جونہی ختم ہو گا ٹرانسفارمر لگوا دیا جائے گا۔؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی ، جی ہاں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی کرمانی صاحب۔

سید سجاد حیدر کرمانی ، جناب والا! محترم وزیر آبپاشی نوجوان آدمی ہیں۔ یہ جھگڑا صرف ایک ہی مقام پر ہے باقی جتنے کام in progress ہیں ان پر جھگڑا نہیں ہے۔ آپ ان کے جواب سے دیکھ سکتے ہیں۔ میں ان سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ کوئی واضح تاریخ بتا دیں کہ آپ اس مالی سال کے ختم ہونے تک اس کی تکمیل کروا دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ چاہتے ہیں کہ جہاں جھگڑا نہیں ہے وہاں یہ کام ہو جانا چاہیے۔

سید سجاد حیدر کرمانی ، جی ہاں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی لغاری صاحب! جس جگہ پر جھگڑا نہیں ہے وہاں تک کب تک ان کا کام مکمل

ہو جائے گا؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی ، جناب والا! ہماری کوشش ہے کہ اس مالی سال میں یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچ جائے ۔ آدھے سے زیادہ کام ہوچکا ہے اور واپڈا والوں سے پھر ہم request کریں گے اس کو اسی مالی سال میں priority basis پر لیا جائے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی اس کو priority basis پر لے لیں تا کہ یہ کام مکمل ہوجائے ۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی ، جناب والا ! اس کی delay کی وجہ ایک تو یہ تھی کہ واپڈا کو فنڈز کی problem تھی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ material کی shortage تھی ۔ تو جونہی وہ material دستیاب ہورہا ہے ہم کوشش کررہے ہیں کہ جتنا back log ہے اس کو ختم کیا جائے ۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ مجھے امید ہے کہ اس مالی سال میں یہ electrify ہو جائے گا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ ۔ اگلا سوال نمبر 1036 بھی راجا جاوید اخلاص کا ہے اس کا ابھی جواب موصول نہیں ہوا۔ یہ کیا بات ہے کتنی دیر سے سوال آیا ہوا ہے۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی جناب والا ! سوال نمبر 1036 کے متعلق عرض کروں گا کہ راجہ جاوید اخلاص صاحب ایم پی اے کے ساتھ واپڈا حکام کی ملاقات ہوئی۔ جناب راجہ جاوید اخلاص صاحب نے ملاقات میں مطمئن ہونے کے بعد اپنا سوال واپس لے لیا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ٹھیک ہے ۔ یہاں پر کسی نے اس کا نمبر نہیں بولا ۔ یہ تو میں نے اپنی تسلی کے لیے کہا تھا ۔

چودھری شوکت داؤد ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی ۔ شوکت داؤد صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

چودھری شوکت داؤد ، جناب سپیکر ! میرا پوائنٹ آف آرڈر اس کے ساتھ related ہے ۔ انہوں نے راجہ صاحب کی تو ملاقات کروا دی ہے باقی اپوزیشن ممبران کی کب ملاقات کروارہے ہیں کیونکہ یہ صرف اپوزیشن میں ہونے کی وجہ سے ہمارے بھی بالکل اسی طرح کے کام ہیں جو رکے ہوئے ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ بھی وزیر موصوف کو ملیں انشاء اللہ آپ کے ساتھ بھی وہ انصاف کریں گے۔

چودھری شوکت داؤد ، جناب والا! آپ ان کو کہہ دیں میں تو ان کے پاس حاضر ہو جاؤں گا ۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! جب ان کا دل چاہے ہم ملاقات کروا دیں گے۔ وہ interested تھے اور انہوں نے مل لیا۔ جب یہ interested ہونگے تو ان کو ملوا دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی اگلا سوال حاجی محمد افضل چن۔

حاجی محمد افضل چن: سوال نمبر 1097

وصول شدہ ڈبل آبیانہ کی واپسی

*1097۔ **حاجی محمد افضل چن:** کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ محکمہ آبپاشی پانی دینے کے بعد زمینداروں سے آبیانہ وصول کرتا ہے۔

(ب) حلقہ پی۔پی 100 ضلع منڈی بہاؤالدین بھلوال سسٹم کی ٹیلوں پر کتنی مدت سے پانی نہیں مل رہا جب کہ زمینداروں سے ڈبل آبیانہ وصول کیا جا رہا ہے کیا حکومت ان زمینداروں سے وصول شدہ ڈبل آبیانہ واپس کرنے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری):

(الف) محکمہ نہر' نہری پانی دینے کے بعد صرف اس رقبہ پر آبیانہ تشخیص کرتا ہے جس پر کوئی کاشتہ فصل پختگی کو پہنچ جائے۔ البتہ فصل خراب ہونے کی صورت میں درخواست موصول ہونے پر آبیانہ معاف کر دیا جاتا ہے۔

(ب) حلقہ پی۔پی 100 ضلع منڈی بہاؤالدین راجباہ بھلوال سسٹم کی ٹیل ہائے ماسوائے گوہڑی مائنر و جنگل مائنر پر ۱۹۹۱ء سے پانی نہیں چل رہا کیونکہ اس سسٹم پر rehabilitation کا کام جاری ہے اور تعمیراتی کام کو ممکن بنانے کے لیے نہر کو بند کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ بھلوال سسٹم سکارپ ایریا ہے اس لیے ڈبل آبیانہ تشخیص کیا جاتا ہے البتہ جن موگہ جات پر ٹیوب ویل نصب نہ ہیں۔ ان کو سنگل آبیانہ چارج ہوتا ہے جو ٹیوب ویل ایک فصل کے دوران 600 گھنٹے سے کم چلتے ہیں یا مکینکل نقص کی وجہ سے بند ہیں۔ ان کو ڈبل آبیانہ چارج نہ ہوتا ہے۔ ٹیوب ویل کی خرابی اور بندش کی وجہ سے خریف 1990ء ربیع 91-1990ء خریف ۱۹۹۱ء اور ربیع ۹۲-۱۹۹۱ء کی معافی آبیانہ مبلغ۔ ۶۹۰۴۳۷۵/ روپے دی گئی۔ جس کا عمل در آمد فصل خریف

۱۹۹۴ء کی کھتونیات میں کر دیا گیا جبکہ فصل خریف ۱۹۹۲ء ربیع ۹۳-۱۹۹۲ء اور خریف ۱۹۹۳ء میں ٹیوب ویلوں کی بندش اور خرابی کے عوض de-notification of remission چیف انجینئر کی جانب سے جاری ہو چکا ہے جس کا عمل درآمد فصل ربیع ۹۳-۱۹۹۲ء میں کر دیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میرے خیال میں کوئی ضمنی سوال نہیں ہیں۔

سید محمد عارف حسین بخاری : جناب والا! میں ضمنی سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی فرمائیں۔

سید محمد عارف حسین بخاری : جناب والا! جن مقامات پر دُہرا آبیانہ لیا جاتا ہے ان میں میرا ضلع حافظ آباد منڈی' بہاؤالدین بھی شامل ہے اور سکارپ ٹیوب ویل عرصہ سے خراب اور ناکارہ ہو چکے ہیں تو کیا حکومت ایسا ارادہ رکھتی ہے کہ جہاں ٹیوب ویل ناکارہ ہیں وہاں معافی دے دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جہاں ٹیوب ویل ناکارہ ہیں اور وہاں جو آبیانے کا دُہرا سسٹم ہے اس کے بارے میں وہ پوچھ رہے ہیں۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی : جناب والا! یہ تو فصل کی پختگی پر ہوتا ہے۔ فصل کے پکنے پر اس کا سروے ہوتا ہے اور واقعی ٹیوب ویل نہ چل رہا ہو تو اس میں ان کو آبیانے میں معافی مل جاتی ہے۔ 1991-92ء میں اور ۹۱-۱۹۹۰ء خریف میں یہ سب انہوں نے معافی کا ذکر کیا ہوا ہے۔ 69 لاکھ ۴ ہزار 375 روپے معافی آبیانہ ان کو دیا جا چکا ہے اور اسی طرح آئندہ بھی دیا جائے گا۔ واقعی اس کے بارے میں مجھے علم ہے کہ پچھلے کئی سالوں سے ان کو ٹیل پر پانی نہیں پہنچ رہا اور ان لوگوں کو واقعی تکلیف ہے۔ یہ آئی۔ایس۔آر کا پراجیکٹ ہے اور ورلڈ بینک کے تحت اس کی تکمیل ہو رہی ہے۔ اب اس کی ٹیل پر لائننگ ہو رہی ہے۔ اس کا کام مکمل نہیں ہوا۔ اب آئی۔ایس۔آر extend ہو گیا ہے۔ ورلڈ بینک نے دسمبر ۱۹۹۵ء تک کر دیا ہے۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ اسی سال میں اس کی تکمیل ہوگی اور ان کی یہ شکایت دور ہو جائے گی۔ یہ بڑی جائز اور genuine شکایت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ! جی اگلا ضمنی سوال۔

سید محمد عارف حسین بخاری : جناب والا! پہلے یہ process ہے کہ ہر فصل پر درخواست دینا ہوتی ہے تب کہیں معافی کے دور دراز مراحل طے ہوتے ہیں۔ میرا مقصد یہ تھا کہ جن علاقوں میں ٹیوب ویل

ناکارہ ہو چکے ہیں یا ٹیل پر پانی نہیں پہنچتا تو یہ مستقل مرض ہے - وہاں اس درخواست کے process سے نجات مل جائے اور ایک ایسا طریق کار یا معمول بنا دیں کہ وہاں اپنے آپ معافی ہوجایا کرے - کیا کوئی ایسی تجویز زیر غور ہے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر : یعنی وہاں سے ان سے دُہرا آبیانہ نہ لیا جائے -

سید محمد عارف حسین بخاری : جناب والا! وہاں سے نہر کا اور ٹیوب ویل کا دُہرا آبیانہ وصول کیا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جہاں ٹیوب ویل خراب ہیں وہاں سے آبیانہ نہ لیا جائے -

سید محمد عارف حسین بخاری : جناب والا! جہاں ٹیوب ویل خراب ہیں وہاں ہر 6 ماہ بعد ایکس ای این کو درخواست دینا ہوتی ہے کہ جناب ہمارے ٹیوب ویل خراب ہیں آپ معافی دیں پھر وہ لمبا process ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جہاں مستقل ٹیوب ویل خراب ہو چکے ہیں یا مستقل نہر کی ٹیل پرپانی نہیں پہنچتا وہاں اپنے آپ معافی ہو جایا کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی میں ان سے سوال کرتا ہوں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ نہر کے پانی کا آبیانہ اور ٹیوب ویل کا آبیانہ دوہرا نہ لیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ جہاں کہیں ٹیوب ویل ناکارہ ہو چکے ہیں وہاں درخواست نہیں آنی چاہیے بلکہ کوئی ایسی پالیسی کیا محکمہ کے زیر غور ہے کہ جہاں متواتر ٹیوب ویل ناکارہ چلا آرہا ہے ان سے ٹیوب ویل کا آبیانہ نہ لیا جائے۔ اس بارے میں آپ کوئی عام پالیسی بنا سکتے ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی : جناب والا! ایسی کوئی blank approval تو دی نہیں جا سکتی۔ لیکن جہاں جہاں ٹیوب ویل خراب ہیں یا پانی نہیں پہنچتا وہاں ان کو ہر سال معافی دی جاتی ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ اگر ٹیوب ویل ناکارہ ہے تو ان کو ایک uniform policy کے تحت معافی دی جائے۔ وہ تو محکمے کی پالیسی نہیں ہے۔ یہ جس طرح سے درخواست دیتے ہیں اور اس کی نشاندہی کرتے ہیں تو اس کے مطابق ان کو معافی مل جاتی ہے۔

چودھری شوکت داؤد : جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔ پورے پنجاب میں ایسے محکمہ انہار کے بھی ٹیوب ویل ہیں جہاں کہ آبیانہ آتا ہے اور سالہا سال سے وہ ٹیوب ویل خراب پڑے ہوئے ہیں۔ تو کیا وزیر موصوف یہ بتانا پسند کریں گے کہ محکمے کے پیش نظر ایسی کوئی پالیسی ہے کہ ان کو بیچ دیا جائے یا مقامی زمینداروں کو وہ ٹیوب ویل دے دیے جائیں جو ناکارہ بھی ہیں۔ اس سے ان کا بھی مسئلہ حل

ہو جائے گا اور اگر کوئی ایسی پالیسی نہیں ہے تو کیا یہ بتانا پسند فرمائیں گے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی : جناب والا! ٹیوب ویل کی پالیسی کے بارے میں پنجاب گورنمنٹ کی پالیسی ہے کہ جہاں سکارپ سکیموں میں ٹیوب ویل لگے ہیں اگر ان کے بور فیل ہو جاتے ہیں تو پھر گورنمنٹ اس کو دوبارہ چالو نہیں کرتی۔ ان کی پندرہ سال تک لائف ہےجو میرے خیال میں اب گزر چکی ہے۔ ویسے بھی ہم یہ ٹیوب ویل سکیم gradually phase- wise ختم کر رہے ہیں۔

سید محمد عارف حسین بخاری : جناب والا! وزیر موصوف ٹیوب ویل کو ختم کرنے کے بارے میں فرما رہے ہیں تو پھر اس کا متبادل کیا ہو گا؟ متبادل ذرائع آبپاشی کیا ان کے زیر غور ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی : جناب والا! یہ ایک فیصلہ ہوا ہے کہ جتنی سکارپ کی سکیمیں اور ٹیوب ویل ہیں اگر ان کے کوئی بور فیل ہو جائیں یا وہ ختم ہو جائیں تو ان کو پھر چلایا نہیں جاتا لیکن ویسی ہی پرائیویٹائزیشن کے لیے بھی ہماری ایک سکیم ہے ۔ وہی ٹیوب ویل پھر ہم کاشتکاروں کو بھی دے دیتے ہیں کہ وہ اس کو خود اپنی تحویل میں لے لیں اور خود اس کو چلائیں۔

سید محمد عارف حسین بخاری : جناب والا! یہ جو فرما رہے ہیں۔ پہلے کوئی ایسی مثال ہے؟ کیا کوئی ٹیوب ویل زمینداروں کو دیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ ایسے کریں۔ میں نے یہ رول ۵۲ دیکھا ہے۔ میں بھی سمجھتا ہوں کہ یہ جو matter ہے یہ public importance کا ہے۔ یہ اس Question Hour میں arise ہو رہا ہے۔ کیونکہ میرے ضلع میں بھی ایسی بات ہے کہ سالہا سال سے ٹیوب ویل خراب ہیں۔ ملازمین تنخواہ لے رہے ہیں۔ عوام تکلیف کا شکار ہیں۔ تو آپ رول ۵۲ پڑھ کر اس پر مجھے سپیکر چیمبر میں لکھ کر دیں۔ ہم اس پر ایک گھنٹا کے لیے specially بحث کرائیں گے۔ پھر یہ مسئلہ ہو گا۔ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے۔

سید محمد عارف حسین بخاری : جی ٹھیک ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میرے خیال میں اس کا بہت لمبا جواب ہے۔ لہذا اس کو ہم taken as read تصور کرتے ہیں۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی : جناب والا! یہ میں اگر پڑھ لوں تو اس پر کچھ ٹیوب ویل کی پالیسی کے بارے میں بھی ان کو علم ہو جائے گا۔ یہ بھی سکارپ کے ٹیوب ویل کے بارے میں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : تو یہ آپ پڑھنا چاہتے ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی : جی جناب۔

جناب ڈپٹی سپیکر : پڑھیں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی : تاکہ وقت ضائع ہو پھر اگلا سوال نہ آ سکے۔ (قہقہے)

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کو پڑھنے سے پھر وہ پالیسی واضح ہو جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اگلا سوال ۔ ملک عبدالرحمان کھر۔

ملک عبدالرحمان کھر : سوال نمبر 1103

سکارپ کے ٹیوب ویلوں کی تعداد

*1103۔ **ملک عبد الرحمٰن کھر :** کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) اس وقت ضلع مظفر گڑھ میں سکارپ کے کتنے ٹیوب ویل ہیں اور ان کی تعمیر پر کتنی رقم خرچ ہوئی تھی۔

(ب) اس وقت مظفر گڑھ سکارپ کے کتنے ٹیوب ویل کن کن وجوہات کی بناء پر کتنے عرصہ سے بند پڑے ہیں نیز حکومت ان ٹیوب ویلوں کو کب تک چلانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ مذکورہ ٹیوب ویل بند ہونے کے باوجود آبیانہ وصول کیا جا رہا ہے اگر ہاں تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری) :

(الف) ضلع مظفر گڑھ میں سکارپ کے کل ۱۷۱۴ ٹیوب ویل نصب ہیں ان میں ۱۳۲۰ ٹیوب ویل سکارپ نمبر III-۹۱ ٹیوب ویل سکارپ نمبر III۔ سیلائن زون اور 80 ٹیوب ویل ٹی پی لنک (ذریخ ٹیوب ویلز) سکیم کے تحت لگائے گئے یہ ٹیوب ویل واپڈا نے ۱۹۶۹ء تا ۱۹۷۸ء کے عرصہ کے دوران نصب کیے تھے اور تنصیب کے بعد بتدریج محکمہ آبپاشی کی تحویل میں دیے گئے تھے۔ واپڈا کے ریکارڈ کے مطابق ان ٹیوب ویلوں کی تنصیب پر کل تقریباً ۳۲۲ ملین روپے کی رقم خرچ

ہوئی تھی جس میں سے ۲۷۱ ملین روپے ٹیوب ویلوں پر اور ۱۵۱ ملین روپے بجلی کی لائنوں وغیرہ پر خرچ ہوئے۔

(ب) ضلع مظفر گڑھ کے کل ۱۴۷۱ سکارپ ٹیوب ویلوں میں سے ۶۱ ٹیوب ویل بوجہ خرابی بور گذشتہ کئی سالوں سے بند ہیں۔ جبکہ باقی ۱۴۱۰ ٹیوب ویل چالو حالت میں ہیں اور ان میں سے ۱۵۶ ٹیوب ویل بجلی میں مختلف نقائص (جیسے ٹرانسفارمر کا خراب ہونا یا جل جانا' ایل ۔ ٹی کیبل کا جلنا) جبکہ ۲۸۲ ٹیوب ویل مشینری میں مختلف نقائص (جیسا کہ موٹر کا جل جانا پمپ میں خرابی وغیرہ) کی وجہ سے چند ہفتوں سے کئی مہینوں کے عرصہ سے بند ہیں۔جو ٹیوب ویل خرابی بور کی وجہ سے بند ہیں۔ انہیں حکومت کی پالیسی کے تحت از سر نو بور نہیں کیا جائے گا۔ تاہم جو ٹیوب ویل مختلف نقائص کی وجہ سے بند ہیں۔ انہیں حکومت جلد از جلد چلانے کا ارادہ رکھتی ہے بجلی میں مختلف نقائص(ٹرانسفارمرز میں خرابی یا ان کا جل جانا) کی درستگی کے لیے واپڈا کے متعلقہ افسران سے مختلف سطحوں پر پیروی کی جارہی ہے تاکہ مرمت کے بعد ان کو چلایا جا سکے۔ یہ ٹیوب ویل گذشتہ ۱۸ سے ۲۲سال کے عرصہ سے کام کر رہے ہیں جبکہ ان کا مفید عرصہ کارکردگی۔اوسطاً ۱۵ سال ہے ٹیوب ویل پرانے ہونے کی وجہ سے ان میں نقائص بھی زیادہ واقع ہوتے رہتے ہیں ان کی مرمت کے لیے کثیر رقوم کی ضرورت ہے جبکہ حکومت کے مالی وسائل محدود ہیں تاہم محکمہ ہرممکن کوشش کر رہا ہے۔ کہ دستیاب مالی وسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے ٹیوب ویلوں کے نقائص کو جلد از جلد درست کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ ٹیوب ویلوں کو چالو رکھا جا سکے۔

(ج) جو ٹیوب ویل مستقل طور پر بند ہیں یا مختلف نقائص کی بناء پرجو ٹیوب ویل دوران فصل بند رہے ہوں۔ ان ٹیوب ویلوں کے رقبہ جات پر ٹیوب ویل آبیانہ معاف کر دیا جاتا ہے ۔ آبیانہ کی معافی کے سلسلہ میں متعلقہ چیف انجینئر باقاعدہ نوٹیفکیشن جاری کرتے ہیں۔ یہ نوٹیفکیشن ٹیوب ویلوں کی دوران فصل ورکنگ کے بارے میں تصدیق کرنے کے بعد جاری کیا جاتا ہے تاہم اگرنوٹیفکیشن کے اجراء میں تاخیر ہو جانے کی وجہ سے ٹیوب ویل کا آبیانہ عاید کر دیا گیا ہو تو نوٹیفکیشن کے اجراء کے بعد اگلی فصلوں کی کٹوتی سے منہا کر دیا جاتا ہے ۔

ملک عبدالرحمٰن کھر: جناب سپیکر! اس کا جواب لمبا ہے۔ میں اس پر ضمنی سوال کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں نے تو پہلے ہی کہا تھا۔ پھر ضمنی سوال ہی ٹھیک ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی ، ٹھیک ہے جناب ۔ جیسے آپ کی مرضی۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، چلو ایک آدھ ضمنی سوال کھر صاحب کریں گے۔ جی ۔

ملک عبد الرحمٰن کھر ، جناب سپیکر! انھوں نے خود اس سوال کے جواب میں فرمایا ہے کہ 156 ٹیوب ویل بجلی کے مختلف ٹرانسفارمرز کی وجہ سے خراب ہیں۔ دوسرا انھوں نے فرمایا ہے کہ ۲۸۲ ٹیوب ویل مشینری کی وجہ سے خراب ہیں۔ پھر اسی سوال کے جواب میں انھوں نے خود فرمایا ہے کہ ۱۸ سے ۲۲ مہینوں کی مدت تک ٹیوب ویل کچھ خراب رہے ہیں اور ان کو ہم بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میرا یہ بھی درمیان میں سوال تھا کہ اس پر آبیانہ لگ رہا ہے لیکن جواب میں یہ کہا گیا کہ آبیانہ نہیں لگ رہا۔

ہمارے علاقے میں ہر جگہ پر جہاں بھی ٹیوب ویل خراب ہیں آبیانہ لگ رہا ہے اور ان ٹیوب ویلوں کے ٹرانسفارمر کی خرابی کا جو بتایا گیا ہے۔ پچھلے ۱۸ سے ۲۲ مہینوں تک یہ ٹیوب ویل بند پڑے ہیں۔ تو میں وزیر صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کو کب تک چلایا جائے گا؟ آیا اس فصل میں یہ چلیں گے یا نہیں چلیں گے؟ مہربانی۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی ، جناب والا! ٹیوب ویل کی مفید عرصہ کار کردگی جو ہے ' جیسے میں نے پچھلے سوال میں عرض کیا کہ پندرہ سال ہے۔ یہ اب ان کے استعمال کی جو لائف ہے وہ تقریباً پوری ہو چکی ہے۔ میرے فاضل دوست کا جو سوال ہے کہ یہ کب تک چالو ہوں گے؟ یہ ایک تو فنڈ کی availability پر ہے کیونکہ اب محکمے کے محدود وسائل کے مطابق یہ تمام ٹیوب ویل تو چل نہیں سکتے لیکن جن کی یہ نشاندہی کریں ' جو یہ سمجھتے ہیں کہ بہت ارجنٹ ہیں ' جن کو چلانا زیادہ ضروری ہے' اگر یہ فرما دیں تو ہم اسی محدود فنڈ میں سے پہلے ان ٹیوب ویلوں کو مرمت کر کے چلا لیتے ہیں۔ پھر دوسروں کو چلا لیں گے اور اسی مالی سال کے اندر محدود وسائل کے اندر رہتے ہوئے چلا لیں گے۔

ملک عبد الرحمٰن کھر ، جناب سپیکر! ایک تو مجھے سمجھ نہیں آئی کہ وزیر صاحب نے کیا فرمایا ہے؟ دوسرا یہ گزارش ہے کہ یہ اگر ٹیوب ویل پچھلے اٹھارہ سے بائیس مہینوں سے بند پڑے ہیں اور ان پر آبیانہ بھی لگ رہا ہے اور پانی کا کوئی دوسرا ذریعہ لوگوں کے پاس نہیں ہے تو کیا ابھی بھی ان کے پاس فنڈ کی کمی ہے ؟ اور ابھی تک وزیر صاحب نے یہ assurance نہیں کرائی کہ یہ فنڈ کب تک available ہوں گے اور کب تک یہ ٹیوب ویل چلیں گے؟

جناب سپیکر! یہ تو ڈیپارٹمنٹ کی ذمہ داری ہے کہ واپڈا والوں نے دینا ہے یا کس نے دینا ہے لیکن ایک کاشتکار کیا کرے؟ اس کے پاس دوسرا راستہ کیا ہے؟ میں وزیر صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کی ٹائمنگ بتائیں کہ یہ ۲۸۲ ٹیوب ویل انھوں نے جو فرمائے ہیں کہ موٹروں کی وجہ سے خراب ہیں اور 156 ٹیوب ویل جو فرما رہے ہیں کہ ٹرانسفارمر کی وجہ سے خراب ہیں۔ یہ ہمارے دو علقوں کے ہیں۔ اگر یہ بند پڑے رہے تو پھر ہمارے جو زمیندار ہیں وہ تو برباد ہو جائیں گے۔ مہربانی۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی ، جناب والا! انشاء اللہ میں پوری کوشش کروں گا کہ اسی مالی سال کے اندر ان ٹیوب ویلوں کی مرمت بھی ہو اور ان کو چالو کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، اسی مالی سال کے اندر؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی ، جی - انشاء اللہ ----

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ assurance آ گئی ہے کہ اسی مالی سال کے اندر وہ کوشش کریں گے۔

ملک عبد الرحمٰن کھر ، جناب سپیکر! پھر گندم کی فصل تو گئی۔ پانی نہر میں ہے نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں۔ اب وہ آپ کو مطمئن کرنے کے لیے یہاں پر ایسی یقین دہانی کرا دیں کہ جس پر وہ عمل ہی نہ کر سکیں۔

ملک عبد الرحمٰن کھر ، جناب والا! کچھ تو عمل اس قسم کا ہونا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، انھوں نے کہہ دیا ہے کہ اسی مالی سال میں۔ تو اب چار ماہ تو باقی رہ گئے ہیں۔

ملک عبد الرحمٰن کھر ، جناب! اب آبیانہ تو معاف کریں۔ گندم کی فصل بھی گئی۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ہاں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ جہاں پر ٹیوب ویل بند ہیں وہاں پر آبیانہ معاف کریں۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی ، بالکل' جناب والا! وہ تو آبیانہ ہمیشہ معاف ہوتا ہے۔ جب یہ اس کی نشاندہی کرتے ہیں تو آبیانہ میں ان کو معافی ملتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، وہ کہتے ہیں کہ آبیانہ تو پہلے بھی جہاں ایسی صورت حال ہو حکومت معاف کرتی ہے۔

ملک عبد الرحمٰن کھر ، جناب والا! کوئی ایسا وہ نہیں ہے۔ میں آپ کو اگلی دفع ریکارڈ لا کر دوں گا اگر آپ مجھے اجازت دیں۔ کہیں آبیانہ معاف نہیں ہوا جہاں ٹیوب ویل بند پڑے ہیں اور آج تک یہ کسی ... نشاندہی فرما دی۔ ۱۸ سے ۲۲ مہینوں تک تو یہ خود فرما رہے

ہیں۔ اس میں ایک کا یہ فرما دیں کہ کہیں معاف ہوا ہو۔
وزیر آبپاشی و قوت برقی ، جناب والا! میں نے تو عرض کیا ہے کہ یہ اس کی نشاندہی کریں تو آبیانے میں معافی محکمہ دے دے گا۔
ملک عبد الرحمٰن کھر ، جی۔ میں اس کی نشاندہی کر دوں گا۔
جناب ڈپٹی سپیکر ، ایک منٹ۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ وہاں پر جو ٹیوب ویل خراب ہوتا ہے' جو وہاں کے پتی دار ہوتے ہیں' وہ درخواست دیتے ہیں کہ یہ خراب ہے ۔ اس پر یہ مہربانی کی جائے۔ یعنی از خود محکمہ نہیں کرتا۔ ان کو بتانا پڑتا ہے۔
ملک عبد الرحمٰن کھر ، جناب والا! میں یہی عرض کر رہا ہوں۔ لوگوں نے درخواستیں تو دی ہوں گی لیکن میں خود آفسز میں گیا ہوں۔ ایکسین سے خود باتیں کی ہیں۔ ان کو خود کہا ہے کہ یہ ٹیوب ویل اتنے عرصے سے بند پڑے ہیں۔ زمینداروں کے ساتھ یہ اتنی بڑی ناانصافی کیوں ہو رہی ہے؟
جناب ڈپٹی سپیکر ، تو آپ لغاری صاحب ایسا کریں۔ ملک عبدالرحمان کھر صاحب کو ساتھ ملا کر اس بارے میں کوئی بات طے کر لیں۔
وزیر آبپاشی و قوت برقی ، جناب والا! جس ایکسین کے بارے میں ان کو شکایت ہے یہ اس کے بارے میں مجھے بتائیں۔ میں اس ایکسین کے بارے میں ایکشن لیتا ہوں۔ یہ خود فرما رہے ہیں کہ میں ایکسین کے پاس جاتا رہا ہوں۔ اگر ان کو یہ شکایت ہے کہ وہ ایکسین کام نہیں کرتے ہیں تو یہ مہربانی سے اس کی نشاندہی کریں۔ ہم اس کے خلاف ایکشن لیں گے۔
چودھری شوکت داؤد ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! وقفہ سوالات میں اکثر یہ ہوتا ہے اور میں یہ صرف لغاری صاحب کو ہی نہیں کہہ رہا بلکہ باقی بھی وزراء صاحبان بھی عموماً یہ کہتے ہیں کہ جی یہ point out کریں میں سمجھتا ہوں کہ جب ایک سوال اس اسمبلی میں آ جاتا ہے تو کیا یہ ذمہ داری اس محکمے کی نہیں ہے کہ وہ اپنے طور پر بھی کام کرے کیونکہ یہ وقفہ سوالات اس صوبے کی بھلائی کے لیے اور عوام کی بھلائی کے لیے ہوتا ہے اور جو محکمہ ہے میں سمجھتا ہوں اس کی یہ اپنی ذمہ داری ہے کہ جب اس کے سامنے یہ چیز آئے تو وہ اس کی clarification کریں بلکہ یہ قطعاً ضرورت نہیں کہ ممبر اس کو specify کر کے آئے کیونکہ عام طور پر یہ بہانہ ڈھونڈ لیا جاتا ہے کہ یہ fresh question بنتا ہے تو کیا آپ محکمہ کو اور وزراء صاحبان کو یہ ہدایت نہیں کریں گے کہ ان کے متعلقہ جتنے بھی مسائل ہیں

انہیں از خود اس کا نوٹس لینا چاہیے اور جس جس علاقے ــــــــــــــ

MR DEPUTY SPEAKER: I call the House to order.

چودھری شوکت داؤد ، اور جس جس علاقے کے ٹیوب ویلز کا ذکر کیا گیا ہے میرا خیال ہے کہ جب ہم اپنے آپ کو عوامی نمائندے کہتے ہیں اور ہم عوام کے خادم ہیں اور سرکاری نہیں بلکہ جو عوامی نمائندے ہیں ــــــــ

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کا پوائنٹ آف آرڈر تو میں سمجھ گیا ہوں ـــــ

چودھری شوکت داؤد ، ٹھیک ہے جی ۔ اگر آپ سمجھ گئے ہیں تو مہربانی ۔

پارلیمانی سیکرٹری (جناب ظہیر الدین خان) ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ــــــــــ

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں اس بارے میں بات کرتا ہوں کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے جب ایک سوال آ جاتا ہے تو صوبہ پنجاب کے تمام عوام کی طرف سے representation ہوتی ہے وہ ایک الارم ہوتا ہے ایک اعلان ہوتا ہے اس کے سارے محکمے کو اس کا نوٹس لینا چاہیے وزیر موصوف کے پاس تو اتنا وقت نہیں ہوتا اور ان کے بعد یہ محکمے کا فرض بنتا ہے کہ اس کی اہمیت کو سمجھیں کوشش کریں اور ایوان میں یہاں بالکل ٹھیک جواب دے کر اپنے وزیر موصوف کو تیار کر کے بھیجیں اور اگر کوئی نشاندہی بھی نہیں دی جاتی تو میرے نقطہ نظر میں یہ سوال خود نشاندہی ہے۔ یہ عوام کی طرف سے نشاندہی ہے۔

سید سجاد حیدر کرمانی ، جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے اور میرا یہ سوال انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور جیسے آپ نے فرمایا کہ اس پر ایک full-fledged debate کی ضرورت ہے کیونکہ ہماری معیشت کا انحصار اس کی کار کردگی پر ہے۔

جناب والا! میرا سوال یہ ہے کہ بقول وزیر آبپاشی کے SCARP کا اجراء ۴۲۲ ملین روپے کی ایک خطیر رقم سے ہوا میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کا اجراء کن اغراض و مقاصد کے تابع کیا گیا اور اس کا جزوی حصہ یہ ہے کہ اگر وہ اغراض و مقاصد پورے ہوئے ہیں تو پھر ان کا دوبارہ اجراء اور ان کو re-commission کرنے کی یہ ضرورت محسوس کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں؟ پہلے تو یہ اغراض و مقاصد بتا دیں کہ اس کا اجراء کیوں کیا گیا؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، ان کا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس کو شروع کرنے کے اغراض و مقاصد کیا تھے اگر آپ مطمئن ہیں تو پھر آپ اس کو دوبارہ شروع کر رہے ہیں اگر مطمئن نہیں ہیں تو پھر شروع کر نے کی ضرورت کیا ہے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی ، جناب والا! میں نے عرض کیا کہ جن ٹیوب ویلز کے ٹرانسفرز خراب ہیں یا جن کی موٹریں جل گئی ہیں ان کو محکمہ پھر سے چالو کرتا ہے اور ان کو چلانے کی کوشش کرتا ہے لیکن جن ٹیوب ویلز کے بور فیل ہو چکے ہیں ان کو پھر سے نہیں چلایا جاتا۔

پارلیمانی سیکرٹری (جناب محمد ظہیر الدین خان) ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ ایک تو وقفہ سوالات ختم ہو چکا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں ابھی دو منٹ باقی ہیں۔ میں نے یہاں وقت لکھا ہوا ہے کہ یہ 11 بج کر 7 منٹ شروع ہوا تھا۔

جناب محمد ظہیر الدین خان ، دوسرے میں نے یہ عرض کرنی تھی کہ شوکت داؤد صاحب کا ایک پوائنٹ آف آرڈر تھا اور میں اس پر کھڑا ہوا تھا مگر جناب نے اشارہ فرمایا میں اس وقت بیٹھ گیا۔ میں اس پر تھوڑی سی وضاحت کرنی چاہتا تھا۔

جناب والا! یہ بجا ہے کہ وزیر صاحبان کو prepare ہونا چاہیے اور in-anticipation کہ کیا ضمنی سوالات آ سکتے ہیں اس پر ان کو تیار ہونا چاہیے لیکن میں ایک مثال دیتا ہوں مثلاً" کہ ابھی ایک ضمنی سوال کیا گیا کہ جہاں ٹیلوں پر پانی نہیں پہنچ سکا وہاں کا ڈبل آبیانہ معاف کیا جائے گا یا نہیں؛ اب اس میں محکمہ تو presume کیے بیٹھا ہے کہ ہم نے ٹیوب ویل چلایا ہوا ہے اور پانی وہاں پہنچا ہو گا اب جب تک اس رقبے کی نشاندہی نہیں کی جائے گی کہ بوجوہ بھل صفائی کے یا نکے کے یا پھر کسی اور وجہ سے یا breach کی وجہ سے نہیں پہنچ سکا جب تک نشاندہی نہیں کی جا سکے گی اس وقت تک یہ کیسے خود بخود ہو گا اس لیے کچھ ضمنی سوالات ایسے ہوتے ہیں جو اعداد و شمار سے متعلق ہوتے ہیں یا پھر نشاندہی کرنے پر ان کا جواب دیا جا سکتا ہے۔ جناب والا! اس بارے میں' میں نے گزارش کرنی تھی۔

رانا محمد اقبال خان ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے ایک ضمنی سوال اسی معاملے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو عملہ عرصہ دراز سے وہاں تنخواہیں وصول کر رہا ہے جبکہ عرصہ دراز سے

سالہا سال سے ایسے بھی ٹیوب ویلز ہیں جو اس وقت بند پڑے ہیں ------

جناب ڈپٹی سپیکر ، میرے خیال میں آپ آج ہیٹ آئے ہیں اس پر آگے کافی بات ہو گئی ہے یہ مسئلہ ایوان میں clear ہو گیا ہے تقریباً آدھ گھنٹا اس ایوان میں اس پر گفتگو ہوئی ہے -

رانا محمد اقبال خان ، جناب والا! کیا اس کا جواب آیا ہے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی- اس بارے میں سب کچھ ہو چکا ہے -

رانا محمد اقبال خان ، ویسے میرے خیال میں اس کا جواب نہیں آیا اور میرے ساتھی کہہ رہے ہیں کہ کسی نے سنا نہیں ہے-

جناب ڈپٹی سپیکر ، مجھے پتا ہے- ملک عبدالرحمٰن کھر صاحب! میں آپ کا یہ سوال kill نہیں کروں گا اگر وقت ختم ہو بھی گیا تو میں اس کو pend کر دوں گا - آپ شاید بڑے بے تاب ہیں-

جناب محمد اقبال خان خاکوانی : پوائنٹ آف آرڈر- جناب سپیکر! رانا ظہیر الدین صاحب نے بڑی خوبصورتی سے اس محکمے کو defend کیا ہے اور اسے protect کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ حقائق یہ ہیں کہ یہ ٹیوب ویل محکمہ نہرعوام اور کاشتکاروں کا جو معاملہ ہے یہ بعینہٖ اسی طرح ہے کہ ایک دکاندار ہے اور ایک گاہک ہے پانی آپ بھیجتے ہیں پیسہ ہم سے لیتے اگر آپ کی ایک جگہ دکان ہی نہیں ہے آپ نے ایک جگہ پر کسی گاہک کو سودا دیا ہی نہیں ہے آپ اس سے کس طرح زبردستی پیسے وصول کریں گے پھر رانا ظہیر صاحب موقف یہ بھی تھا کہ جناب عوام نشاندہی کریں-جناب والا! یہ بڑا اہم اور سنجیدہ معاملہ ہے ہمارا اتنا بڑا ایریگیشن کا محکمہ ہے اور پھر اس کی جب آپ تفصیل دیکھیں کہ چیف انجینئر- ایس-ای ایکسین ایس-ڈی-او' اوورسیئر نیچے ذیلدار پٹواری- جناب یہ سارے کس مرض کا دوا ہیں- جنابوالا! میں آپ کو کہتا ہوں کہ ایک جگہ پر ٹیوب ویل ٹھیک نہیں ہے اس کا کیا مطلب یہ ہے کہ آپ کیا مان جائیں گے کہ اس جگہ پر واقعی آپ کا ٹیوب ویل نہیں ہے اور واقعی آپ ہم سے آبیانہ وصول نہ کریں- کیوں نہیں- جناب والا! حقیقت یہ ہے آپ ضرور اپنے محکمے کی اور اپنے محکمے کے افسران کی protection کریں- یہ اخلاقی طور پر ہوتا ہے لیکن اتنی بھی نہ کریں کہ آئندہ کے لیے آپ ہر کام عوام پر چھوڑ دیں کہ جناب وہ نشاندہی کریں-

پارلیمانی سیکرٹری (جناب ظہیر الدین خان) ، نکتہ وضاحت- جناب سپیکر! میری پہلی گزارش تو یہ ہے کہ یہ میرا محکمہ نہیں ہے-

دوسری گزارش یہ ہے کہ انہوں نے بالکل بجا فرمایا۔ جناب والا! اب ایک سوال کے جواب جہاں پر یہ لکھا ہوا آ چکا ہے کہ اتنے ٹیوب ویلز بند ہیں وہاں پر تو ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اس جگہ کا ذیل آبیانہ معاف کیا جائے لیکن میں نے جو گزارش کی ہے میں شاید سمجھا نہیں پایا کہ کس جگہ پر ٹیوب ویل بھی چل رہا ہے اور نہری پانی بھی چل رہا ہے اور وہاں پر پٹواری نے بھی اپنے مخصوص مفادات کی وجہ سے اس کی گرداوری ٹھیک نہیں کی جناب والا! میں خود ایک چھوٹا سا زمیندار ہوں ہمیں نشاندہی کرنی پڑتی ہے ہمیں تمام ڈینو سارز (dinossors) کے ساتھ لڑنا پڑتا ہے اور اگر یہ Honourable Minister or Secretary کے نوٹس میں لے آئیں تو اس سے ذرا بہتر redress مل جاتا ہے۔ اصل میں میری گزارش کرنے کا یہ مطلب تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔ لیکن یہ جو سوال ملک عبدالرحمٰن کھر صاحب کا ہے اس کو میں pend کرتا ہوں یہ اگلے سوالات میں آئے گا اور میں نے رول ۵۲ کا اشارہ کر دیا ہے۔

وزیر آبپاشی، جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

مسٹر مبارک علی پٹواری کا تبادلہ

*1132- **سردار حسن اختر موکل**، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مبارک علی پٹواری کینال ریکلیمیشن ڈویژن یو۔سی۔سی کی چٹھی نمبر ۵۵۔ای/۱۴۰۰۔۱۳۹۷ مورخہ ۷ مارچ ۱۹۹۴ء کے تحت بحکم ایس۔ای اپر جناب سرکل لاہور کو شیخوپورہ میں تبدیل کیا گیا تھا اور اس نے اپنی نئی جگہ پر ڈیوٹی کی رپورٹ بھی دی تھی اور رپورٹ دینے کے بعد وہ ۱۹۔اپریل ۱۹۹۴ء سے سرکاری کام کر رہا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ بغیر کسی قانونی جواز اور اتھارٹی کے اپرنٹس پٹواری محمد ارشد ولد محمد سعید کو 19 اپریل ۱۹۹۴ء کو ڈی پی سی کی سفارش کے بغیر ہی پروموٹ کر دیا گیا اور اس کو مسٹر مبارک علی مذکور کی جگہ پر تعینات کر دیا گیا۔

(ج)　اگر جزو بالا کا جواب اثبات میں ہے تو مسٹر مبارک علی پٹواری کی جگہ محمد ارشد پٹواری کو تعینات کرنے کی کیا وجوہات ہیں۔ کیا حکومت محمد ارشد پٹواری کے غیر قانونی آرڈر کو کینسل کرنے کو تیار ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری)؛

(الف)　درست ہے۔مبارک علی پٹواری ریکلیمیشن پٹواری یو۔سی۔سی سرکل کا تبادلہ بحکم ایس ای یو سی سی چٹھی نمبری ۹۴-۳-۷، ای ۵۵ /۱۴۰۰-۱۳۹۷ شیخوپورہ ڈویژن یو سی سی میں ہوا تھا۔

(ب)　دفتر ہذا نے حسب دستور مروجہ قانون و اصول کے مطابق محمد ارشد اپرنٹس پٹواری ڈویژن ہذا کو ترقی دے کر محمد افضال پٹواری کی ریٹائرمنٹ سے خالی ہونے والی جگہ پر تعینات کیا تھا لیکن جب دوبارہ مبارک علی پٹواری کے آرڈرز بذریعہ ایس ای یو سی سی کی چٹھی نمبری ۹۴-۵-۱۹، ۵۵ ای /۵-۲۸۰۲ ہوئے تو محمد ارشد کی تنزلی کر دی گئی اور مبارک علی کو دوبارہ اسی جگہ پر تعینات کیا گیا جو کہ بدستور آج تک کام کر رہا ہے۔

(ج)　محمد ارشد پٹواری کو مروجہ قانون و اصول کے مطابق تعینات کیا گیا تھا۔لیکن بعد ازاں ایس ای۔یو۔سی۔سی لاہور کے حکم نمبری مورخہ ۹۴-۵-۱۹، ای۔۵۵ /۵-۲۸۰۲ کے مطابق محمد ارشد پٹواری کے آرڈرز منسوخ کر دیے گئے تھے اور اس کی جگہ مبارک علی پٹواری ہی کام کر رہا ہے۔

پٹواریوں کی تعیناتی

*1133۔ سردار حسن اختر موکل، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف)　کیا یہ درست ہے کہ یو۔سی۔سی ڈویژن سرکل شیخوپورہ میں پٹواریوں کی تعیناتی کے لیے ریکورٹمنٹ کمیٹیاں بنائی گئی تھیں جن کو پٹواریوں کو تعینات کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔

(ب)　کیا یہ درست ہے کہ ۱۹۹۰ء سے آج تک مذکورہ ڈویژن میں ریکروٹمنٹ کمیٹیوں کی سفارش کے بغیر کئی پٹواریوں کو تعینات کیا گیا ہے اگر ہاں تو تعینات کیے جانے والے پٹواریوں کے نام، ان کی تعلیمی قابلیت و پتاجات کی فہرست فراہم کی جائے۔

(ج)　کیا یہ درست ہے کہ جزو(ب) بالا میں تعینات کیے گئے پٹواریوں سے بھاری رشوت لے کر

انہیں تعینات کیا گیا ہے اور یہ تمام رشوت اور دیگر بے ضابطگی مسٹر اکبر علی ریونیو کلرک کے ذریعے ریونیو آفس شیخوپورہ میں عمل میں لائی گئی۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو آیا حکومت اس بے ضابطگی کی تحقیقات کرانے اور ذمہ دار افراد کے خلاف کارروائی کرنے کو تیار ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔ نیز اس غیر قانونی کام کے ذمہ داران افسران اور اہلکاران کے خلاف کب تک کارروائی کی جائے گی؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری):

(الف) شیخوپورہ ڈویژن یو۔سی۔سی میں برائے تعیناتی و ترقی ریکروٹمنٹ کمیٹیاں بنانے جانے کی چٹھی نمبری ایس او/ای(III)I-۴۴۰/۹۳ مورخہ ۵ مارچ ۱۹۹۴ء بذریعہ ایس ای یو پی سی لاہور چٹھی نمبری ۲۳۴۲-۴۶ /(C) ۲۰ مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۹۴ء کو موصول ہوئی تھیں۔

(ب) سال ۱۹۹۰ء سے آج تک شیخوپورہ ڈویژن یو سی سی میں مندرجہ ذیل پٹواریوں کو سابقہ مروجہ اصول و ضوابط کے تحت بھرتی کیا گیا اور اپرنٹس پٹواری سے ترقی دے کر سنیارٹی کی بنیاد پر بطور پٹواری تعینات کیا گیا۔

نمبر شمار	نام ولدیت	تعلیمی قابلیت	پتاجات
1۔	محمد رمضان ولد اللہ دتہ	میٹرک سیکنڈ ڈویژن بمعہ پٹوار پاس	بمقام نو کھر نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ
۲۔	محمد بالا ولد سیتا	" "	چک نمبر ۵۴۰ گ ب تحصیل جڑانوالہ فیصل آباد
۳۔	محمد بشیر احمد ولد محمد حسین	" "	چک نمبر ۲۹ /۵ تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ
۴۔	رشید احمد ولد شہادت علی	" "	کوٹ طاہر طفیل تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ
۵۔	منیر احمد ولد سلطان احمد	" "	موڑ کھنڈہ تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ
۶۔	ارشاد احمد ولد سردار علی	" "	چک نمبر ۹۰ /۸ ڈاکخانہ ننکانہ ضلع شیخوپورہ
۷۔	نصیر احمد ولد محمد عالم	" "	قلعہ ہیر سنگھ تحصیل و ضلع شیخوپورہ
۸۔	محمد ارشاد ولد محمد صدیق	" "	اجنیانوالہ تحصیل و ضلع شیخوپورہ
۹۔	شاہد اقبال ولد محمد اقبال	" "	سٹیڈیم پارک شیخوپورہ شہر
۱۰۔	عبدالقیوم ولد محمد انور	" "	مکان نمبر ۸ /۷۷ گلی میراں والی شیخوپورہ

۱۱۔ عبدالروف ولد امیر علی " " بڑا گھر تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ

۱۲۔ غلام دستگیر ولد سکندر علی " " ہموکے تحصیل نوشہرہ ضلع گوجرانوالہ

(ج) الزام بالا من گھڑت بے بنیاد اور حقیقت پر مبنی نہ ہیں۔

(د) کیونکہ جز ہائے (الف) اور (ج) کاجواب نفی میں ہے اورسال 1990ء سے آج تک تمام تقرریاں مروجہ قانون کے تحت عمل میں لائی گئی تھیں لہذا کسی اہلکار کے خلاف کارروائی کی ضرورت نہ ہے۔

برجی نمبر ۳۶ /۲۵ پر ٹربائین کی تنصیب

*1197۔ رانا محمد اقبال خان ، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) رکھ راجباہ کی برجی نمبر ۳۶ /۲۵ پرٹربائن نصب کرنے کامنصوبہ کب مکمل ہوا۔ اس پر کتنی رقم خرچ ہوئی۔ یہ کام کس ٹھیکیدار نے کس سال مکمل کیا اور اس کو کتنی رقم ادا کی گئی اب اس منصوبہ پر مزید کتنی رقم خرچ کی جائے گی اور کس لیے؟

(ب) اس منصوبہ پر استعمال ہونے والا میٹریل معیاری تھا یا غیر معیاری۔ اگر معیاری نہیں تھا تو اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے اگر ذمہ داری محکمہ پر عائد ہوتی ہے تو ناقص میٹریل استعمال کیے جانے پر محکمہ نے کیانوٹس لیا ہے اگرنوٹس نہیں لیا تو اس کی وجہ کیاہے نیز یہ قومی نقصان کیوں کیا گیا ہے اورکیا اس سے وہ مقاصد حاصل ہوئے ہیں جن کے لیے یہ کثیر رقم خرچ ہوئی؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری) ،

(الف) یہ منصوبہ تاحال زیر تکمیل ہے اب تک اس پر۔ /۴۶۸۶۰۰۰ روپے خرچ ہوئے ہیں یہ کام الطاف اینڈ کو اور انور کارپوریشن نے کیا ہے۔ اس منصوبہ پر اب تک ۔/۴۶۸۶۰۰۰ روپے ادا کیے گئے جس میں پمپ کی قیمت اور سول ورک شامل ہے۔ منصوبہ کی تکمیل کے دوران اس کی بہتر کارکردگی کے لیے چند تکنیکی ترامیم کی ضرورت محسوس کی گئی جن کو مکمل کرنے کے لیے اس منصوبہ پر مزید ۲۱۔ لاکھ روپے کی رقم خرچ ہو گی جو کہ مطلوبہ سٹرکچر کی ترمیم و توسیع / ایزادی کے لیے خرچ ہو گی۔

(ب) اس منصوبہ پر معیاری میٹریل استعمال ہوا۔ تاہم مقامی لوگوں کی شکایت پر اس منصوبہ کے

کام کی انکوائری" چیف منسٹر انسپکشن ٹیم" کر رہی ہے جس کے نتائج موصول ہونے پر مناسب کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔ مجوزہ ترامیم کے مکمل ہونے کے بعد مطلوبہ مقاصد حاصل ہو جائیں گے۔

اے۔ڈی۔پی ۹۵-۱۹۹۴ء کی تیاری کے وقت ایم پی اے سے تجاویز کی طلبی

*1239۔ چودھری محمد اسلم، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

آیا ۹۵-۱۹۹۴ء کے اے ڈی پی کی تیاری کے وقت محکمہ نے صوبہ کے کسی ایم پی اے سے کوئی تجویز طلب کی تھی اگر طلب کی تھی تو اس کی تفصیل حلقہ وار بمعہ نام ایم پی اے بتائی جائے اگر کوئی تجویز طلب نہیں کی گئی تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری)۔

محکمہ کی جانب سے ممبرز صوبائی اسمبلی سے رسمی تحریراً تجاویز طلب نہیں کی جاتیں البتہ محکمہ ہذا کے فیلڈ افسران اور عملے کا ممبرز صوبائی اسمبلی سے مکمل رابطہ پایا جاتا ہے۔ ان کی رائے اور فنی و مالی ترجیحات کو مدنظر رکھتے ہوئے سالانہ ترقیاتی پروگرام تشکیل دینے کی پوری کوشش کی جاتی ہے۔ ممبرز صوبائی اسمبلی کی طرف سے بعض سکیموں کے لیے جناب وزیر اعلیٰ صاحب سے خصوصی احکامات بھی موصول ہوتے رہتے ہیں۔ جن پر ان ہدایات کے مطابق عمل کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ممبرز صوبائی اسمبلی دوران سال اپنے صوابدیدی فنڈز سے مختلف ترقیاتی سکیمیں تجویز کرتے ہیں جن پر عمل درآمد کیا جاتا ہے۔

ضلع گجرات میں ٹیوب ویلوں کی تنصیب

*1240۔ چودھری محمد اسلم، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ وزیر اعظم پاکستان نے اپنے دورہ ضلع گجرات اپریل مئی ۱۹۹۴ء کے دوران حکومت پنجاب کے محکمہ آبپاشی و قوت برقی کے افسران کو حکم دیا تھا کہ ضلع گجرات کے تمام بارانی علاقہ میں ٹیوب ویل برائے آبپاشی نصب کئے جائیں۔

(ب) اگرجز(الف) کاجواب اثبات میں ہےتو ضلع گجرات بشمول تحصیل کھاریاں میں اس سکیم پر کب تک عمل درآمد شروع ہوگا۔ اس پر کتنا خرچہ آئے گا اور کتنا رقبہ سیراب ہوگا؟

وزیر آبپاشی وقوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری) :

(الف) وزیر اعظم پاکستان کے مذکورہ دورہ ضلع گجرات (بمقام ٹانڈہ مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۹۴ء) کے بعد پرائم منسٹر سیکرٹریٹ کی طرف سے حکومت پنجاب کے محکمہ سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن کی وساطت سے جو مراسلہ موصول ہوا' اس میں محکمہ آبپاشی کے متعلق امور کے علاوہ علاقہ کے بارانی رقبہ جات میں سکارپ کے تحت ٹیوب ویلوں کی تنصیب کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ مؤخر الذکر امر کے بارے میں وزارت پانی وبجلی حکومت پاکستان اور چیئرمین واپڈا کو کارروائی کے لیے کہا گیا ہے۔ جہاں تک محکمہ آبپاشی کا تعلق ہے محکمہ کی تحویل میں سکارپ کے تحت ۲۰ سے ۲۵ سال قبل لگائے گئے ٹیوب ویل 'سکارپ ٹرانزیشن سکیم کے تحت بتدریج ختم کیے جارہے ہیں اور حکومت کی مدد سے ان کے متبادل نجی ٹیوب ویلوں کو فروغ دیا جارہا ہے۔ جو متعلقہ زمینداران خود مل جل کر چلائیں گے۔

(ب) جیسا کہ جزو(الف) کے جواب میں وضاحت کی گئی ہے ایسی کوئی سکیم محکمہ آبپاشی حکومت پنجاب کے زیرغور نہ ہے۔

پانی کی وارہ بندی

*1277۔ **ملک مختار احمد** : کیا وزیر آبپاشی وقوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ سب ڈویژنل کینال آفیسر چھانگا مانگا نے پانی کی وارہ بندی کا عمل مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۹۱ء برائے موگہ آبی ۹۸۲۵ / ٹی آر راجباہ موجو کی مائنر نمبر ۲ موضع ہر چو کی تحصیل چونیاں تبدیلی دن رات کا عمل ہر سال ماہ اپریل کے پہلے پیر سےشروع کیا تھالیکن منظور کی جانے والی پانی کی وارہ بندی پر آج تک عمل نہیں کیا گیا۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ ضلع دار چھانگا مانگا اپنے منظور نظر اور پیسے دینے والے کاشتکاران کو اپنی تعیناتی سے آج تک دن کے وقت پانی مہیا کر رہاہے اور جو کاشتکاران ایسا نہیں کرتے وہ مذکورہ عرصہ سے صرف رات کے وقت پانی سے استفادہ کر رہے ہیں۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت منظور شدہ وارہ بندی پر عمل نہ کرنے کی وجوہات معلوم کرنے اور ضلع دار چھانگا مانگا کے خلاف کارروائی کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اسکی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری) :

(الف) درست نہ ہے موگہ برجی ٹی آر/۹۸۲۵موجوکی مائنر نمبر۲موضع ہر چوکی تحصیل چونیاں ضلع قصور کی وارہ بندی تبدیلی دن رات مورخہ ۲۹ جولائی۱۹۸۷ء سے منظور شدہ ہے جس کا عملدرآمد موقع پر حسب ضابطہ ہو چکا ہے۔

(ب) درست نہ ہے ضمن(الف) میں وضاحت کردی گئی ہے تاہم زمینداران منظور شدہ وارہ بندی کے مطابق تبدیلی دن رات ہر سال از خود کر لیتے ہیں ۔

(ج) جواب اثبات میں نہ ہے ضلع دار چھانگا مانگا نے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ہے ۔

ناجائز موگہ کی تنصیب

*1289۔ **ملک کرامت علی کھوکھر** ، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ راجباہ نیاز بیگ موگہ برجی نمبر ایل ۱۱۴۷۲۵/ پر جو ناجائز موگہ حبیب الرحمان' لبیب الرحمان اعلیٰ افسران کے لئے بطور خاص لگایا گیاہے اس کے ذریعے بارہ سال سے چوبیس فصلات کسی قانونی کارروائی کے بغیر سیراب ہو رہی ہیں۔ جبکہ(گرومور فوڈ) صرف فصل خریف کے لیے ہوتا ہے مگر اسی موگہ سے سارا سال سے سیرابی ہوتی ہے۔

(ب) اگر ہر دو فصلوں کے لیے باقاعدہ منظوری دی گئی ہے تو ان احکامات کی فوٹو نقول ہاؤس کی میز پر فراہم کی جائیں ۔نیز کیا محکمہ عارضی موگہ کو چوبیس فصلات کی طویل عرصہ تک مسلسل سیرابی جاری رکھنے کا مجاز ہے ۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ بابت(گرو مور فوڈ) ایک چٹھی مورخہ ۱۱ جولائی۱۹۹۲ء محکمہ انہار بحکم جناب وزیر اعلیٰ جاری ہوئی تھی مگر اس پر عملدآمد نہیں ہو رہا۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ بمطابق تفتیش محکمہ اینٹی کرپشن مقدمہ نمبر۸۸ /۲۵ مذکورہ افسران

نے ۱۹۸۲ء میں خود ہی پائپ نصب کرکے موگہ جاری کر لیا تھا جس کا محکمہ انہار کے ریکارڈ میں کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ کینال ایکٹ کی کارروائی زیر دفعہ ۲۰ کے بغیر یہ موگہ لگایا گیا ہے۔ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر اس کارروائی دفعہ ۲۰ کی فوٹو نقول ہاؤس کی میز پر فراہم کی جائیں۔

(و) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ بمطابق انکوائری بورڈ آف ریونیو، انکوائری اے سی قصور اور پرچہ انٹی کرپشن ۸۸/۲۵ ان افسران کے بذریعہ فراڈ قبضہ میں ۱۱۱ ایکڑ اراضی ہے جبکہ موگہ ۱۷۸ ایکڑ کے لیے آتا ہے۔

(ز) اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر کیوں موگہ نہیں اکھاڑا جارہا۔ نیز آبیانہ وصول اور کارروائی تاوان کیوں ابھی تک عمل میں نہیں لائی گئی؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری):

(الف) درست نہ ہے۔ راجباہ نیاز بیگ کی برجی L/۱۱۳۷۲۵ پر ایک شوٹ فصل خریف کے دوران زیر سکیم گرو مور فوڈ حسب ضابطہ و قواعد افسران مجاز کی منظوری پر لگائی جاتی رہی ہے۔ یہ شوٹ عبد الستار وغیرہ کے نام پر منظور ہوتی رہی ہے۔ اسے ہر سال ۳۰ ستمبر کو اکھاڑ دیا جاتا ہے۔ البتہ خاص حالات میں افسر مجاز کے حکم پر اس کی توسیع پندرہ یوم یا ایک ماہ بھی کی جاتی رہی ہے۔

(ب) گرو مور فوڈ سکیم کی منظوری صرف فصل خریف کے لیے ہوتی ہے۔ جس کا محکمہ مجاز ہے۔

(ج) درست نہ ہے مذکورہ چٹھی کے اجراء کے بعد، مزید منظوری نہ دی گئی ہے بلکہ ناجائز آبپاشی ہونے کی صورت میں کارروائی تاوان عمل میں لائی گئی۔

(د) محکمہ اینٹی کرپشن میں درج ہونے والے پرچہ کے متعلق محکمہ ھذا کو علم نہ ہے۔

(ہ) گرو مور فوڈ سکیم کے تحت دیئے جانے والے عارضی موگہ کے لیے دفعہ ۲۰ کینال ایکٹ کی ضرورت نہ ہے۔

(و) عارضی شوٹ (موگہ) عبدالستار وغیرہ کے نام ۱۱۱ ایکڑ کے لیے ہوتی رہی ہے۔ صرف سال ۱۹۸۳ء میں ۱۷۸ ایکڑ کے لیے منظور ہوئی تھی۔

(ز) ہر سال ۳۰ ستمبر کو موگہ اکھاڑ دیا جاتا رہا ہے البتہ توسیع کی صورت میں میعاد توسیع ختم ہونے پر اکھاڑا جاتا رہا ہے۔ وصولی آبیانہ بذمہ محکمہ مال ہے۔ صرف ناجائز آبپاشی کی صورت

میں کارروائی تاوان کی گئی ہے۔

نالہ کی کھدائی

*1421۔ جناب احمد خان بھرل ، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سیم ڈرین سرگودھا نے دھوری سے نبی شاہ جھمیل تک سیم نالہ کی کھدائی کا کام شروع کیا ہے ۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مشین صرف دو فٹ گہرائی تک کھدائی کر رہی ہے جو کہ بہت ہی ناکافی ہے اور فنڈز کا ضیاع ہے جبکہ مذکورہ نالہ کی کھدائی کم از کم چار فٹ گہرائی تک کروانا بہت ضروری ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت نالہ کی کھدائی چار فٹ تک گہرا کروانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری) ،

(الف) درست ہے ۔

(ب) سیم نالہ کی کھدائی منظور شدہ ڈیزائن کے مطابق ہو رہی ہے جو کہ مختلف برجی میں دو فٹ ' اڑہائی فٹ اور تین فٹ تک ہے ۔ لہذا فنڈز کے ضیاع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(ج) چار فٹ گہرائی تک کھدائی کرانے سے آؤٹ فال پر پانی کا اخراج ناممکن ہو جائے گا۔ اس لیے مطابق ڈیزائن جس برجی پر جتنی کھدائی درکار ہے اتنی ہی کرائی جائے گی بلکہ زیادہ کھدائی فنڈز کا ضیاع ہو گا۔

سرکاری اراضی کی واگزاری

*1442۔ چودھری غلام احمد ، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ رسول قادر آباد لنک اور قادر آباد بلوکی لنک پر کچھ لوگوں نے سرکاری اراضی پر قبضہ کیا ہوا ہے۔

(ب) اگر جز(الف) کاجواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ بالا ناجائز قابضین سے سرکاری اراضی واگزار کرانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری)،

(الف) درست ہے۔

(ب) ناجائز قابضین کو نوٹس برائے اراضی خالی کرنے کے دے دیے ہیں اور اس سلسلہ میں پولیس سے رابطہ قائم کیا گیا ہے۔پولیس امداد ملنے پر اراضی خالی کرائی جائے گی۔

حلقہ پی پی ۔۱۹۵ میں بجلی کی فراہمی

*1487۔ **میاں ثاقب خورشید**، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) تحصیل وہاڑی کے حلقہ پی پی ۔۱۹۵ میں کتنے دیہاتوں کوسال ۱۹۹۴ء میں بجلی فراہم کی گئی۔

(ب) مذکورہ حلقہ کے کتنے چوک میں بجلی فراہم کرنے کا منصوبہ زیر غور ہے۔

(ج) کیا واپڈا دیہاتوں میں صوبائی حکومت کی سفارش پر بجلی مہیا کرتا ہے اگر ہاں تو کس میرٹ کے تحت بجلی فراہم کی جاتی ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری)،

(الف) واپڈا سے حاصل کردہ رپورٹ کے مطابق حلقہ پی پی۱۹۵ میں سات دیہات/ آبادیوں کو فراہمی بجلی کی منظوری ہوئی جن میں سے درج ذیل چھ دیہات پر ۴۰ فی صد کام مکمل ہو چکا ہے۔

۱۔ اضافی آبادی رانا عبدالاحد چک نمبر ۲۱۴ ای بی

۲۔ فاضل کالونی اڈا چھینانوالہ محمد اشرف والی بستی

۳۔ ۵ مرلہ سکیم اور گرلز سکول چک نمبر ۲۲۶ ای بی

۴۔ بستی محمد شریف قاسم پڑھیار ملتان روڈ پیر مراد

۵۔ بستی مہر محمد ہاشم سیال چک نمبر ۲۱۸ ای بی

۶۔ بستی ڈیرہ کھوکھر چک نمبر ۵ ڈبلیو بی

(ب) سات دیہات / آبادیوں میں بجلی فراہم کی جائے گی۔

واپڈا صوبائی حکومت کی سفارش پر بحساب ۲،۰۰۰ ملین روپے فی صوبائی حلقہ بجلی

فراہم کرتا ہے اور دیہی اور نیم شہری صوبائی حلقہ جات میں ممبران صوبائی اسمبلی کے تجویز کردہ دیہات میں بجلی فراہم کرنے کے لیے واپڈا پابند ہے چونکہ یہ فنڈ وفاقی حکومت قرضہ جات سے فراہم کرتی ہے اس لیے آبادیوں کا OECF لون اور IBRD لون کے معیار پر پورا اترنا ضروری ہے۔

پانی چوری کے تاوان کی تفصیل

*1495۔ میاں ثاقب خورشید ، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) ایکسیئن وہاڑی ٹھیکنگ بار نے یکم جنوری ۱۹۹۴ء سے تا حال کتنے نئے موگا جات منظور کیے ہیں۔

(ب) اس عرصہ میں ایکسیئن مذکورہ نے کتنے چکوک کو پانی کی چوری کا تاوان لگایا اور کتنے چکوک کا تاوان معاف کیا۔ کل رقم سے ایوان کو مطلع کیا جائے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری) ،

(الف) ایکسیئن ویسٹرن بار ڈویژن ٹھیکنگی نے یکم جنوری ۱۹۹۴ء تا حال آٹھ جدید موگہ جات کے لیے کارروائی زیر دفعہ ۲۰ کینال ایکٹ بر درخواست سائلان کی اور توثیق کے لیے سپرنٹنڈنگ کینال آفیسر نیلی بار سرکل کو ارسال کیے گئے ۔

(ب) مذکورہ عرصہ کے دوران ۳۹ چکوک کو پانی کی چوری کرنے پر تاوان لگایا گیا جبکہ ایک چک کا تاوان معاف کیا گیا۔ عائد شدہ تاوان کی رقم ۱٬۷۸٬۹۳۲.۵۱ روپے بنتی ہے۔

سیم نالی کی تعمیر

*1513۔ جناب ارشد عمران سلہری ، کیا وزیر آبپاشی وقوت برقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مہتہ سوجا تحصیل فیروز والا ضلع شیخوپورہ میں سیم نالی منظور ہو چکی ہے۔ لیکن اس کی تعمیر تاحال شروع نہیں ہو سکی۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ علاقے میں سیم نالی نہ ہونے کی وجہ سے کسانوں کو بے شمار مشکلات مثلاً فصل کی تباہی' زمین کا ناقابل کاشت ہونا' بے کاری اور بے روزگاری کا

سامنا ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت سیم نالی کی تعمیر کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری) :

(الف) درست نہ ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) اس سلسلہ میں ایک ڈرینج منصوبہ بعنوان مہتہ سوجا ڈرین تیار کیا گیا ہے جس پر لاگت کا تخمینہ 25.70 لاکھ روپے ہے۔ فنڈز کی فراہمی پر منصوبہ پر عملدر آمد شروع کیا جائے گا۔

سیم و تھور کی روک تھام کے لیے اقدامات

*1514۔ **ملک عبدالرحمٰن کھر** : کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) تحصیل کوٹ ادو اور مظفرگڑھ میں سم زدہ کل کتنا رقبہ ہے اس رقبہ میں سیم و تھور کی روک تھام کے لیے کل کتنے نالے تعمیر کیے گئے ہیں اور ان کی دیکھ بھال پر مالی سال ۹۳-۱۹۹۲ء اور ۹۴-۱۹۹۳ء میں کتنی رقم خرچ کی جا چکی ہے۔

(ب) حکومت مذکورہ تحصیلوں میں سیم و تھور کی روک تھام کے لیے کیا عملی اقدام کر رہی ہے۔ تفصیلاً بتایا جائے اور اگر کوئی عملی اقدام نہیں کیے جا رہے تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری) :

(الف) تحصیل کوٹ ادو اور مظفرگڑھ میں ۲۳۲،۸۲۴ ایکڑ رقبہ سیم سے متاثرہ ہے۔ سیم و تھور کی روک تھام کے لئے مذکورہ تحاصیل میں چھوٹے بڑے 27 سیم نالے جن کی کل لمبائی تقریباً 200 میل ہے تعمیر کیے گئے ہیں ان کی دیکھ بھال پر مالی سال ۹۳-۱۹۹۲ء میں ۱۷،۲۵،۰۰۰ روپے کی رقم اور مالی سال ۹۴-۱۹۹۳ء میں ۸،۹۵،۲۰۰ روپے کی رقم خرچ کی گئی۔

(ب) مذکورہ تحاصیل میں سیم و تھور کی روک تھام کے لیے مذکورہ بالا سیم نالوں کے علاوہ ۱۴۷ سکارپ ٹیوب ویل بھی لگائے گئے ہیں جو سال ۷۰-۱۹۶۹ء سے بتدریج کام کر رہے ہیں۔ ان اقدامات کے باوجود ضلع مظفرگڑھ میں سیم اور تھور کے مسئلہ پر پوری طرح قابو نہیں پایا جا سکا

اس مسئلہ سے نمٹنے کے لیے اس کا تفصیلی جائزہ لیا جا رہا ہے ۔ مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کا تفصیلی مطالعہ کرنے اور قابل عمل رپورٹ (Feasibility Report) تیار کرنے کا کام نیسپاک کنسلٹینٹ کو سونپا گیا ہے۔

رپورٹ کی روشنی میں مزید عملی اقدامات کیے جائیں گے تا کہ سیم اور تھور کے مسئلہ پر خاطر خواہ حد تک قابو پایا جا سکے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مظفر گڑھ کینال پر واٹر الاؤنس دوسری نہروں کی نسبت زیادہ ہے کچھ سال پیشتر اسے کم کیا گیا تھا۔ تاہم عوامی اصرار پر اسے دوبارہ ۸۰۔۵ کیوسک فی ہزار ایکڑ کیا گیا۔ اس سے بھی سیم و تھور میں اضافہ ممکنہ امر ہے ۔ تاہم حتمی منصوبہ بندی رپورٹ موصول ہونے پر ہی مزید کارروائی کی جائے گی۔

ٹیوب ویل کو بجلی کی فراہمی

*1528۔ جناب ایس اے حمید : کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ 10' لارنس روڈ بلا شمس مسجد میں ۱۹۹۲ء میں ٹیوب ویل مکمل ہو چکا ہے۔ مگر ابھی تک اس کو چالو کرنے کے لیے بجلی فراہم نہیں کی گئی ہے ۔ حالانکہ علاقہ میں پانی کی بہت قلت ہے اور بجلی کے کنکشن کے لیے سابقہ ایم پی اے نے اپنی گرانٹ سے بجلی کی سپلائی کے لیے رقم بھی محکمہ واپڈا کو ادا کر دی تھی ۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ ٹیوب ویل کو بجلی کا کنکشن کب تک دے دیا جائے گا؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری) :

اس ضمن میں واپڈا سے رپورٹ لی گئی جس سے یہ معلوم ہوا کہ اس سوال میں جس ٹیوب ویل کا ذکر ہے وہ محکمہ لوکل گورنمنٹ و رورل ڈویلپمنٹ کے زیر انتظام لگایا جا رہا ہے۔اس لیے اس بارے میں اسسٹنٹ ڈائرکٹر لوکل گورنمنٹ و رورل ڈویلپمنٹ ضلع لاہور سے رابطہ کر کے رپورٹ لی گئی۔ان رپورٹوں کی رو سے جواب مندرجہ ذیل ہے ۔

(الف) یہ درست نہ ہے کہ مذکورہ ٹیوب ویل کی تنصیب کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ کیونکہ واپڈا نے اپنا،

رپورٹ میں بتایا ہے کہ consumer نے ابھی تک ڈیمانڈ نوٹس کی رقم جمع کرانے کے بعد بجلی کا کام مکمل ہونے کی رپورٹ نہ دی ہے۔ نیز محکمہ لوکل گورنمنٹ و رورل ڈویلپمنٹ نے اطلاع دی ہے کہ یہ ٹیوب ویل سال ۹۲-۱۹۹۱ء میں فرید احمد پراچہ صاحب سابقہ ایم پی اے کے پروگرام کے تحت نصب کیا گیا۔ بنیادی طور پر اس کے لیے ۸ لاکھ روپیہ رکھا گیا تھا۔ جو موقع پر خرچ کر دیا گیا لیکن ٹیوب ویل ہر لحاظ سے مکمل نہ ہو سکا۔ کیونکہ اس کے پوری طرح کام مکمل کرنے کے لیے مزید ۵ لاکھ روپے درکار تھے۔ اس ضمن میں مذکورہ بالا سابق ایم پی اے کے نوٹس میں یہ بات لائی گئی۔ تو انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے آئندہ پروگرام سے یہ رقم فراہم کر دیں گے لیکن ایسا نہ کر سکے۔ اس بناء پر ٹیوب ویل کا کام تا حال نامکمل پڑا ہوا ہے۔ چنانچہ بجلی کا کنکشن کام کی تکمیل کے بعد ہی ممکن ہو سکے گا۔

(ب) جز الف میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ ٹیوب ویل کے تنصیب کے کام کے مکمل ہونے پر ہی بجلی کے کنکشن کی فراہمی ممکن ہو سکے گی۔

غیر نشان زدہ سوال اور اس کا جواب

629۔ **ڈاکٹر محمد شفیق چودھری**: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ آبپاشی میں ایگزیکٹو انجینئر سے سپرنٹنڈنگ انجینئر کی ترقی کے لیے چیف سیکرٹری کی سربراہی میں قائم شدہ صوبائی سلیکشن بورڈ کی منظوری ضروری ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ میں سپرنٹنڈنگ انجینئرز موجود ہیں لیکن ان کی اسامیوں پر ایگزیکٹو انجینئرز کو تعینات کیا گیا ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس حق تلفی کو ختم کرنے کے لیے کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری):

(الف) درست ہے۔

(ب) اس وقت محکمہ میں تین سپرنٹنڈنگ انجینئر تعیناتی کے منتظر ہیں جن کی تعیناتی زیر غور ہے

جہاں تک ایگزیکٹو انجینئرز صاحبان کو بطور سپرنٹنڈنگ انجینئرز تعینات کرنے کا تعلق ہے اس سلسلے میں واضح کیا جاتا ہے کہ مندرجہ بالا ایگزیکٹو انجینئرز کی بطور ایس ای تعیناتی کے وقت محکمہ میں کوئی سپرنٹنڈنگ انجینئر تقرری کا منتظر نہ تھا۔

(ج) تقرری کے منتظر سپرنٹنڈنگ انجینئرز کی نئی تعیناتی محکمہ کے زیر غور ہے۔

مسئلہ استحقاق

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔ وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔ اب ہم تحاریک استحقاقات لیتے ہیں۔

جناب ارشد عمران سلہری ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! جیسا کہ تحاریک استحقاقات کا مرحلہ اب شروع ہو چکا ہے۔ جناب والا! میری ایک تحریک استحقاق نمبر 6 تھی اور یہ اس بارے میں تھی کہ محکمہ مال کے وزیر نے سوالات کے جوابات غلط دیئے تھے۔ مگر اس بارے میں مجھے ابھی تک کوئی جواب نہیں ملا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ تحریک استحقاق نمبر 6 جناب ارشد عمران سلہری صاحب کی طرف سے ہے ۔ اس کو آپ نے اس شرط پر مؤخر کروایا تھا کہ ریونیو منسٹر صاحب آ کر اس کا جواب دیں گے ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب سپیکر! میں تو اس روز بھی جواب دینا چاہتا تھا۔ لیکن آپ کا ارشاد تھا کہ ریونیو منسٹر جواب دیں۔ آج پھر صورت حال یہ ہے کہ ان کی صحت ٹھیک نہیں ہے اور آج بھی وہ تشریف نہیں لا سکے۔ اگر مجھے اجازت ہو تو میں اس تحریک استحقاق کا جواب دے دوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ارشد عمران سلہری صاحب! وزیر قانون نے واقعی اس روز بھی بات کی تھی تو میں نے ہی کہا تھا کہ ریونیو منسٹر اس کا خود جواب دیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کی صحت ٹھیک نہیں ہے۔ پہلے وہ باہر کہیں گئے ہوئے تھے۔ آج وہ یہاں ہیں لیکن وہ گھر پر ہیں۔

جناب ارشد عمران سلہری ، ہم اور آپ مل کے ان کی صحت کے لیے دعا کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ 22 جنوری کا معاملہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، اب آپ یہ فیصلہ کریں کہ انہی سے پوچھ کر فیصلہ کر دیں یا وہی جواب دیں۔

جناب ارشد عمران سلہری ، جناب سپیکر! جیسے کہ ہمارے رولز ہیں کہ جس محکمے کا معاملہ ہے اس کا جواب تو متعلقہ وزیر نے ہی دینا ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : وہ تو آپ کی بات ٹھیک ہے ۔ اب آپ کیا فرماتے ہیں کہ کیا اس کو پھر کل تک مؤخر کر دیں؟

جناب ارشد عمران سلہری : ٹھیک ہے کل تک مؤخر کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اس کو کل تک مؤخر کیا جاتا ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری : جناب والا! میری اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ کل ان کو پابند کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : لاء منسٹر صاحب! ان کو کہیے گا کہ کل وہ ضرور تشریف لائیں۔

میاں عمران مسعود : جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر' آپ کو یاد ہو گا کہ کچھ دن پہلے میری تحریک استحقاق نمبر 5 جو کہ انتہائی اہمیت کی حامل تھی ۔ اس پر آپ نے ایک رولنگ فرمائی تھی ۔ تو میں یہی چاہتا ہوں کہ اگر آپ اخبار والوں کو ایک مخصوص وقت دے دیں کہ اس کی تردید شائع کر دیں۔ آج ساتواں دن ہو گیا ہے لیکن ابھی تک آپ کی رولنگ کے باوجود کسی قسم کی تردید کسی بھی پیپر میں نہیں آئی۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ نے جو رولنگ دی ہے اس اتھارٹی کو آپ exercise تو کروائیں۔ اگر اسی طرح آپ کی رولنگز پر عمل ہوتا رہا تو اس طرح تو کچھ بھی نہیں بننے والا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ کی بات ٹھیک ہے ۔ لاء منسٹر صاحب' میاں عمران مسعود صاحب کی تحریک استحقاق نمبر ۵ اس شرط پر مؤخر کر دی گئی تھی کہ پہلے اخبار اس کی تردید شائع کرے ۔ "جنگ" اخبار ہمارے ملک کا ایک بڑا قابل احترام اخبار ہے ۔ انہوں نے ایسی بات کیوں کی؟ ابھی تک اس کی تردید شائع نہیں کی۔

میاں عمران مسعود : جناب سپیکر! بالکل قابل احترام ہے۔ یہ ہمارے بھائی بھی سارے قابل احترام ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس روز بھی یہی عرض کیا تھا کہ میں مناسب نہیں سمجھتا کہ صحافیوں کے خلاف تحریک استحقاق اس طرح منظور کی جائے بلکہ اگر غلط خبر شائع ہوئی ہے ۔ فاضل محرک کا نقطہ نظر بھی اخبار میں ان کی تحریک کی وجہ سے آ جائے گا اور یہ بات واضح ہو جائے گی کہ مذکورہ جو مظاہرین تھے ان کے ساتھ میاں عمران مسعود صاحب کی طرف سے کوئی مزاحمت نہ ہوئی ہے اور ان کے بارے میں غلط حقائق کے ساتھ خبر شائع کی گئی ہے۔ سپیکر

صاحب کے چیمبر میں یہ طے ہوا تھا کہ سپیکر صاحب مذکورہ اخبار کے کسی سینئر ایڈیٹر کو بلائیں گے اور انھیں پابند کریں گے کہ اخبار میں تردید شائع کریں۔ اگر ابھی تک نہیں ہوئی تو میں سمجھتا ہوں یہ مناسب بات نہیں ہے ۔ آج میں خود ذاتی طور پر اخبار "جنگ" سے رابطہ کر لیتا ہوں۔ اگر کل وہ اس کی تردید شائع کر دیتے ہیں تو اچھی بات ہے اور اگر تین دن گزرنے کے بعد بھی تردید شائع نہیں کرتے تو میں اس تحریک کی مخالفت نہیں کروں گا۔ اخبار کو آج کے روز کی مہلت دے دیجیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میرے خیال میں وزیر قانون نے بالکل ٹھیک فرمایا ہے اور میں بھی یہی کہوں گا کہ "جنگ " اخبار ہمارے ملک میں سب سے بڑی اشاعت رکھتا ہے اور قوم کے دل میں اس کا بڑا احترام ہے۔ میں یہ چاہوں گا کہ جب ایک رولنگ آ چکی ہے تو اسی حساب سے جس طرح یہ قابل تحریم ہے اسی طرح اس کو بھی سپیکر اسمبلی کی رولنگ کا احترام کرنا چاہیے۔ لہذا اس کو کل تک لازمی اس انداز سے شائع کر دینا چاہیے کہ عمران مسعود صاحب نے جو تحریک استحقاق نمبر 5 دی تھی اور یہ کہا تھا کہ اس سے میری شہرت پر داغ لگا ہے تو اس کو انھیں دھونا چاہیے۔ یہ ہمارے ایوان کی خواہش تھی تو میرے خیال میں یہ کل تک شائع ہو جانی چاہیے۔ مہربانی، شکریہ۔ تحریک استحقاق نمبر 10 سید تابش الوری اور جناب محمد منشاء اللہ بٹ صاحب کی طرف سے ہے۔

سید تابش الوری ، تحریک استحقاق نمبر 10

سروسز ہسپتال لاہور کی جانب سے اراکین اسمبلی کو ادویات کی فراہمی سے انکار

سید تابش الوری ، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے ۔ معاملہ یہ ہے کہ اراکین اسمبلی کو جس پریویلج ایکٹ کے تحت یہ استحقاق حاصل ہے کہ سرکاری سطح پر اسے مفت علاج معالجہ کی سہولت فراہم کی جائے۔ اس مقصد کے لیے سروسز ہسپتال سے ملحق ایک ڈسپنسری اسمبلی کی عمارت کے اندر قائم ہے۔ لیکن کچھ عرصے سے سروسز ہسپتال لاہور نے اراکین اسمبلی کو ادویات کی فراہمی سے انکار کر دیا ہے۔ جس کے نتیجے میں علاج کی سہولت سے محروم ہونے کے سبب اراکین اسمبلی کا قانونی استحقاق پامال ہو رہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، سید تابش الوری صاحب اس معاملے پر بڑے touchy ہیں جب وہ بات کر رہے

ہوں اور وزراء صاحبان درخواستوں پر دستخط کر رہے ہوں۔ میں نے اکثر کہا ہے کہ جب آپ ہاؤس میں ہوں تو ہاؤس کی کارروائی میں دلچسپی لیں۔ اگر کسی نے دستخط کرانے ہیں تو فاضل وزراء کرام لابی میں تشریف لے جایا کریں، وہاں پہ یہ کام کر لیا کریں۔ بہر حال اس بارے میں یہ ضرور سوچیں۔ ناظم حسین شاہ صاحب! آپ کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اب دیکھ لیں حال کیا ہے۔ یہ ہمارے لوکل باڈیز کے منسٹر ہیں اور بڑے محترم منسٹر ہیں۔

سردار حسن اختر موکل : جناب والا! وزراء کا عالم یہ ہے کہ یہ بیٹھے ہوتے ہیں -----

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ تشریف رکھیں۔ آپ زیادہ بات نہ کریں۔ میں خود اس بات کا نوٹس لے رہا ہوں۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی (سید ناظم حسین شاہ) : میں بیٹھا ہوں اور پیچھے سے فاضل رکن بات کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میں ممبران سے اس ایوان کو مقدس سمجھتا ہوں۔ سید ناظم شاہ صاحب، میں نے آپ کو تقریباً پانچ دفعہ پکارا ہے۔ آپ محو گفتگو تھے۔ فاضل رکن جو کہ آپ کے پیچھے بیٹھے تھے۔ ان سے آپ باتیں کر رہے تھے۔ اگر میں وزیر ہوتا تو میں اعلانیہ کہتا ہوں کہ میں یہاں کسی درخواست پر دستخط نہ کرتا بلکہ لابی میں جا کر کرتا۔ جب یہ ایک فیصلہ ہے تو آپ بھی اپنے آپ میں ایک ہمت پیدا کریں، جرأت پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا ساتھ دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی) : جناب سپیکر! آپ کی اس observation سے ایوان میں امن و امان کی صورت حال پیدا ہو سکتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میں ایسی observation دیتا رہوں گا۔ اگر کوئی ایسی غلط بات ہو گی تو مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ وزراء کرام کی خدمت میں میں نے اکثر کہا ہے۔ آپ ہمارے بڑے محترم ہیں اچھے انسان ہیں اور آپ کی وجہ سے ہم لوگ یہاں ہیں۔ آپ سے میری یہی درخواست ہے کہ فاضل اراکین اگر بضد ہوں تو آپ لابی میں تشریف لے جائیں وہیں جا کر دستخط کریں۔ یہاں خود ان کو ایسی اجازت نہ دیں، ایوان کی کارروائی میں دلچسپی لیں۔ آپ سے بہتر کون جانتا ہے۔ آپ نے وہاں ان حالات میں جب ننھی منی اپوزیشن تھی بڑے پُروقار طریقہ سے، اچھے انداز سے اپنے فرض کی ادائیگی کی۔ اس وقت آپ بھی یہی نہیں کیا کرتے تھے کہ ہماری باتوں کو وزراء کرام سن نہیں رہے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ، جناب سپیکر! جب سے آپ عمرہ سے واپس آئے ہیں ماشاء اللہ بہت نکھار آ گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔ میں نے وہاں بڑی دعائیں مانگی ہیں۔ اس ہاؤس کے لیے ، حکومت کے لیے اور اپوزیشن کے لیے بھی۔ خدا دونوں اطراف کو ہدایت دے۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی ، جناب والا! اپوزیشن کے لیے بھی دعا کریں کہ یہ بھی راہ راست پر آ جائیں اور جو کالک ان پر چڑھی ہوئی ہے اللہ کرے یہ اتر جائے اور یہ سفید ہو جائیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ بیٹھیں۔ جی تابش الوری صاحب۔

سید تابش الوری ، جناب سپیکر! سب جانتے ہیں کہ انسانی صحت کیا اہمیت رکھتی ہے اور انسانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے Constitution نے بھی ضمانت فراہم کی ہے۔ حکومت کا بھی یہ بنیادی فریضہ ہوتا ہے کہ وہ ہر شہری کو علاج اور معالجے کی ممکنہ سہولیات فراہم کرے۔ اراکین اسمبلی کے لیے constitution اور حکومتی ذمہ داریوں کے پیش نظر Privileges Act کے تحت یہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ جو رکن اسمبلی بھی بیمار ہو اس کا مفت علاج کیا جائے ۔

(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر ، خاموش رہیے۔ I call the House to order. میرے خیال میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اب اپوزیشن والے زیادہ شور مچا رہے ہیں ۔ آپ کے ساتھی سب کے لیے ادویات کی بات کر رہے ہیں اور میرے خیال میں پچاس سال کے بعد تو انسان اور دوائی کا چولی دامن کا ساتھ ہو جاتا ہے۔ تابش الوری اور میں اسی زمرے میں آتے ہیں ۔ اس لیے ادویات کی shortage ہمارے لیے بڑی نقصان دہ ہے ۔

وزیر صحت ، جناب سپیکر! آپ نے وزراء کے بارے میں ایک observation دی۔ ہم نے اس کا احترام کیا اور آپ کا شکریہ ادا کیا ہے ۔ اب آپ کی وساطت سے آپ کی بات کو دہراتے ہوئے اپنے اپوزیشن کے معزز دوستوں کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان کے ایک ساتھی تحریک استحقاق پڑھ رہے ہیں۔ کم از کم انہیں تو آرام سے پڑھنے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ٹھیک ہے۔ میں نے تو اکثر کہا ہے کہ دونوں طرف سے شور ہوتا ہے۔ بلکہ اپوزیشن کی طرف سے تو بالکل شور نہیں ہونا چاہیے کیونکہ آپ نے نہ تو کوئی درخواستوں پر دستخط کرنے ہوتے ہیں اور نہ آپ کے لیے کوئی اور مسئلہ ہے۔ آپ کے ساتھی ایک اچھی بات کر رہے ہیں ' آپ کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ اگر آپ بھی ایسا کریں گے تو پھر میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ جی تابش الوری صاحب۔

سید تابش الوری : جناب سپیکر! اس سلسلے میں حقائق یہ ہیں کہ میری حد تک نہیں لیکن ہمارے بہت سے دوسرے دوستوں نے اسی حوالے سے شکایت کی ۔ امجد حمید دستی صاحب نے اپنے حوالے سے بھی شکایت کی کہ ادویات کی فراہمی سے انکار کر دیا گیا ہے اور اس کی بنیاد یہ بتائی گئی ہے کہ سروسز ہسپتال کے پاس اس مقصد کے لیے مطلوبہ فنڈز نہیں ہیں۔ ہمارا خیال تھا کہ وزیر صحت رانا اکرام ربانی صاحب کی موجودگی میں اراکین اسمبلی کو تو ان کے استحقاق کے مطابق یقینی سہولتیں ہوں گی بلکہ اس سے آگے عام آدمی کو بھی مفت ادویات کی فراہمی کے نظام کو بہتر بنانے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے ۔ انہوں نے اپنے طور پر اس سلسلے میں بعض اقدامات بھی کیے اور مفت ادویات کی فراہمی کے علاوہ یہ بھی اعلان کیا کہ ہر ہسپتال میں یوٹیلٹی سٹور کی طرز پر یوٹیلٹی میڈیکل سٹور قائم کیے جائیں گے۔ اگرچہ ان اقدامات پر ابھی تک کوئی مثبت عمل درآمد نہیں ہو سکا بلکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ جو اراکین اسمبلی کا استحقاق ہے وہ بھی مجروح ہو رہا ہے ۔ جب اراکین اسمبلی کو Privileges Act کے استحقاق کے باوجود ادویات فراہم کرنے سے انکار کیا جا رہا ہے تو پھر آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایک عام آدمی ' غریب آدمی ' مزدور اور محنت کش اپنا علاج کس طرح سے کرا سکتا ہے ؟ اور ویسے بھی جناب والا! اس وقت ادویات اتنی مہنگی ہو گئی ہیں کہ وہ عام آدمی کی دسترس سے باہر ہیں ۔ غریب آدمی اپنے بچوں کا ' اپنے کنبے کا علاج کرانے سے معذور اور محتاج ہو کر رہ گیا ہے ۔ کیونکہ جس ڈاکٹر کے پاس ' جس پروفیسر کے پاس جاتے ہیں وہ ہزار روپے سے کم کا نسخہ نہیں لکھتا ۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ وزیر صحت اپنی ذمہ داریوں کا ادراک اور احساس رکھتے ہوئے ' اس ہاؤس کو اعتماد میں لیتے ہوئے یہ بتانا چاہیے کہ آخر جب تمام دوسرے شعبوں پر اربوں روپے کے اخراجات بلا امتیاز ہو رہے ہیں تو ایک ایسا شعبہ جو انسانی صحت سے متعلق ہے ' جو انسانی زندگی بچانے کے کام آتا ہے اس شعبے کو فنڈز کی عدم فراہمی ایک تشویشناک اور سنگین مسئلہ ہے۔ جس پر میں آپ کے توسط سے یہ چاہوں گا کہ وزیر صحت

فوری طور پر اس سلسلے میں اقدامات کریں۔ اگرچہ امجد حمید دستی صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر پر وزیر اعلیٰ نے بھی یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ اس سلسلے میں کوئی کمی واقع نہیں ہونے دی جائے گی لیکن عملاً ان کی یقین دہانی پر بھی کوئی عمل نہیں ہوا اور ابھی تک سروسز ہسپتال میں ادویات کی فراہمی کا سلسلہ اسی طرح سے بند ہے۔ اور ہمارے ارکین اسمبلی علاج کی سہولت سے بدستور محروم ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔ رانا اکرام ربانی صاحب۔

جناب وزیر صحت: جناب سپیکر! میرے محترم دوست تابش الوری صاحب نے اپنی تحریک استحقاق کے بعد short statement میں کچھ باتیں ایسی کی ہیں جن کی وضاحت کرنا میں یہاں پر ضروری سمجھتا ہوں۔ میں ان کا مشکور بھی ہوں کہ انہوں نے میری اور میرے محکمے کی performance کے بارے میں جن خیالات اور توقعات کا اظہار کیا ہے ہم انشاء اللہ as a team کوشش کریں گے کہ ان کی توقعات پر پورا اتریں۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اسی ایوان میں ہسپتالوں میں ادویات کی دستیابی کے بارے میں پیپلز فارمیسی کی سکیم کا ذکر کیا تھا۔ جو کہ محترمہ بے نظیر بھٹو نے اپنی ذاتی نگرانی میں تجویز کی اور اس کو مکمل کروایا۔ اب اس کا final draft محکمہ قانون کے پاس vetting کے لیے گیا ہوا ہے۔ جونہی وہ ہمیں وہاں سے موصول ہوا ہم انشاء اللہ پنجاب میں بھی پیپلز فارمیسی کی سکیم شروع کر دیں گے اور اس کے ذریعے سے ایک تو چٹیں لے کر بازاروں میں نہیں بھاگنا پڑے گا دوسرا ہم نے یہ ensure کیا ہے کہ ادویات کی کوالٹی نمبر دو نہیں ہو گی۔ کیونکہ یہ direct manufacturing فرمز سے خریدی جائیں گی اور تیسرا یہ ہے کہ ہماری ان کے ساتھ ایک شرط ہے کہ اس وقت جو مارکیٹ میں قیمتیں ہیں ان سے کم از کم 20 فیصد کم قیمت پر مریضوں کو یہ ادویات دی جائیں گی۔ انہوں نے ادویات کی قیمتوں کے بارے میں فرمایا۔ ان کے علم میں بھی یہ یقیناً ہو گا اور مجھے یاد ہے کہ جس وقت میں قائد حزب اختلاف کی ذمہ داری ادا کرتا تھا تو قیمتوں کے بارے میں بہت سی تحاریک التواء میرے دوستوں کے ذریعے سے اس ایوان میں پہنچائی جاتی تھیں۔ اس وقت بھی قیمتوں کے بارے میں یہ بات ہوئی تھی کہ مرکزی حکومت ادویات کی قیمتوں کا تعین کرتی ہے اور last government نے it is on the record اپنے آخری دنوں میں ادویات کی قیمتوں کے بارے میں کھلی چھوٹ دے دی تھی۔ اس کے بعد ادویات کی قیمتیں اتنی زیادہ ہو گئی تھیں کہ اس کو دوبارہ اتنا نیچے لانا ممکن نہیں تھا۔ اسی لیے ہم نے اس کے لیے parraller پیپلز فارمیسی کی سکیم دی تھی۔ الوری صاحب کی خدمت

میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے کچھ ورکنگ گروپس بنائے تھے جس میں ہم نے اپوزیشن کے ساتھیوں مثلاً ڈاکٹر شفیق صاحب جو غالباً اس وقت ایوان میں موجود نہیں ہیں کی رہ نمائی اور ان کے مشوروں سے ان ورکنگ گروپس پر کام مکمل کر لیا ہے۔ اب کل آٹھ تاریخ کو ہماری ایک جنرل میٹنگ ہے جس میں ہم ان سارے ورکنگ گروپس کی recommendation کی روشنی میں ایک health policy بنائیں گے۔ اب میں ان کی تحریک استحقاق کا جواب دوں گا۔ اس میں میرے محترم دوست نے صوبائی اسمبلی پنجاب کے مشاہرہ ' بھتہ جات و استحقاقات اراکین صوبائی اسمبلی پنجاب بابت سال 1974ء کی دفعہ 8 کے تحت مفت علاج معالجے کی سہولت کے بارے میں اپنے استحقاق کا ذکر کیا ہے اور اس بنا پر اسے breach قرار دیا ہے کہ سروسز ہسپتال نے ان اراکین کو ادویات کی فراہمی بند کر دی ہے۔ 2 فروری کو محترم امجد حمید دستی صاحب نے بھی ایک پوائنٹ آف آرڈر پر جناب وزیر اعلیٰ کی موجودگی میں اس جانب ہماری توجہ دلائی تھی۔ میں اس میں تھوڑی سی وضاحت کروں گا جو بعض اوقات صحیح طور پر سمجھی نہیں جاتی۔ ہر ہسپتال کو لوکل پرچیز کی مد میں کچھ رقم سال کے شروع میں فراہم کی جاتی ہے اور ماضی میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے کہ بعض اوقات pressure کی وجہ سے وہ لوکل پرچیز کی رقم سال سے پہلے ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد ہم فنانس ڈیپارٹمنٹ سے اور رقم کے لیے مطالبہ کرتے ہیں۔ اس دفعہ بھی اسی قسم کی صورت حال پیدا ہوئی۔ سروسز ہسپتال ہو یا کوئی بھی ہسپتال ہو وہاں پر معزز اراکین اسمبلی کے لیے کوئی علیحدہ Head نہیں ہوتا بلکہ اسی لوکل پرچیز کے Head میں ہی انھیں accommodate کیا جاتا ہے۔ اس دفعہ بھی یہی صورت حال پیدا ہوئی کہ ہم نے سال کے شروع میں ہسپتال کو ایک کروڑ 48 لاکھ روپے لوکل پرچیز کی مد میں مہیا کیے۔ جب وہ ختم ہوئے تو ہم نے مزید فنڈز کے لیے فنانس ڈیپارٹمنٹ کو لکھا۔ لیکن جناب والا! میں اس میں تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ مفت طبی سہولت سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ حکومت ہر حال میں ممبران کو ادویات ہی خرید کر دے گی۔ جو لوگ دوران سیشن یہاں لاہور میں نہیں ہوتے یا اپنے اپنے حلقہ انتخاب میں رہتے ہیں اور وہاں پر خدا نخواستہ ان کے ساتھ کسی قسم کا کوئی problem ہو جائے تو اس کے لیے بھی ایک provision رکھی گئی ہے کہ اگر سروسز میں یا کسی بھی ہسپتال میں کسی وجہ سے ہسپتال میں ادویات دستیاب نہ ہوں تو وہ ممبران خود ادویات خرید لیتے ہیں یہ پریکٹس میں ہے اور آپ کے علم میں بھی ہو گا کہ بطور ڈپٹی سپیکر آپ کے دستخطوں سے بھی ایسے بہت سے بلوں کی منظوری ہوتی ہو گی کہ

وہ بازار سے خود خرید لیں اور پھر اصل نسخہ جات کیش میمو پھر سروسز ہسپتال یا جس ہسپتال میں بھی ہو وہاں سے non-availability کا سرٹیفکیٹ ہوتا ہے کہ اس وقت یہ دوائی ہسپتال میں موجود نہیں تھی اس لیے یہ فنڈز ارا کین اسمبلی کے فنڈز سے draw کر لیتے ہیں ۔لیکن یہ کہنے کے باوجود بھی میں اپنے آپ کو اس ذمہ داری سے بری الذمہ قرار نہیں دیتا ۔ ہم نے فنانس ڈیپارٹمنٹ کو اضافی فنڈز کے لیے ایک کروڑ 30 لاکھ روپے کی ڈیمانڈ دی ہے ۔ اس میں تھوڑا سا وقت لگ سکتا ہے جونہی وہ فنڈز منظور ہوئے تو انشاء اللہ اسی طرح جیسے پہلے exercise تھی سروسز ہسپتال سے بھی اور جو اسمبلی کی ڈسپنسری ہے اس سے بھی ممبران کو ادویات فراہم کی جائیں گی۔ اس اثناء میں یہ جو تھوڑی سی procedural delay تھی اس کی وجہ سے اگر میرے کسی محترم دوست کو کوئی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ہے تو میں بطور وزیر صحت اس کے لیے معذرت خواہ ہوں اور میں توقع کرتا ہوں کہ میری اس وضاحت کے بعد میرے دوست اپنی اس تحریک پر زور نہیں دیں گے ۔ کیونکہ انشاء اللہ یہ صورت حال دوبارہ بہت جلد normal ہو جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ ۔

میاں فضل حق ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی۔ میاں فضل حق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں ۔

میاں فضل حق ، جناب والا! ابھی وزیر صحت نے جو ساری باتیں فرمائی ہیں اور جو بات آخر میں فرمائی ہے کہ یہ گورنمنٹ سے ایک کروڑ اور کچھ لاکھ لینا چاہتے ہیں ۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ بات یہاں کی اسمبلی ڈسپنسری کی ہے ۔ آیا یہ جتنا فنڈز فنانس ڈیپارٹمنٹ سے لینا چاہتے ہیں آیا وہ صرف اس ڈسپنسری کے لیے ہے یا سروسز ہسپتال کے لیے ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں نہیں، انھوں نے over all مانگا ہے۔

میاں فضل حق ، تو میں یہ عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ اس تحریک استحقاق میں اس ڈسپنسری کی بات ہوئی ہے تو اس کے لیے آپ کو کتنا فنڈز چاہیے۔ آپ جتنی رقم ریلیز کرا رہے ہیں اتنی ضرورت نہیں ہے۔

وزیر صحت ، جناب والا! میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں ----

جناب ڈپٹی سپیکر ، میرے خیال میں وہ سمجھ نہیں سکے اس لیے آپ وضاحت کر دیں ۔

میاں فضل حق ، جناب والا! میں بالکل سمجھا ہوں لیکن میں جو بات جاننا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، تشریف رکھیں میری بات سنیں ۔ جاننے کے لیے پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا کہ آپ وزیر سے کوئی information لینا چاہتے ہیں تو کہیں مجھے اس کا جواب دیں۔ یہ بات پوائنٹ آف آرڈر کے زمرے میں نہیں آتی ۔ لیکن چونکہ وہ جواب دینا چاہتے ہیں وہ دیں ۔ جو تحریک استحقاق ہوتی ہے اس میں محرک کا مسئلہ ہوتا ہے پہلے ان کو satisfy کیا جاتا ہے ۔ جی رانا صاحب آپ ان کو مطمئن کریں ۔

وزیر صحت ، جناب والا! شاید میں وضاحت نہیں کر سکا۔ ہر ہسپتال میں لوکل پرچیز کی ایک مد ہوتی ہے جس میں حکومت اس کو پیسے دیتی ہے۔ پنجاب اسمبلی میں جو ڈسپنسری موجود ہے وہ سروسز ہسپتال کے ساتھ attach ہے ۔ میں نے ان فنڈز کا ذکر کیا ہے جو لوکل پرچیز کے لیے سروسز ہسپتال کو دیے گئے تھے اور ہم نے انہی میں سے معزز اراکین اسمبلی کو ادویات دینا ہوتی ہیں۔ معزز اراکین کے لیے ہسپتال میں لوکل پرچیز کوئی علیحدہ مد نہیں ہوتی۔ میں نے وہ تفصیل بتائی ہے کہ سروسز ہسپتال کے پاس اتنے پیسے تھے وہ ختم ہو گئے ہیں۔ اب ہم نے ایڈیشنل ڈیمانڈ کی ہوئی ہے۔ اگر اس دوران میں بھی اراکین اسمبلی خود دوائی لے لیں تو وہ re-imburse ہو سکتے ہیں۔ اس کے باوجود اس temporary phase میں معزز اراکین کو جو سامنا کرنا پڑا ہے۔ جناب والا! میں نے تو اس کے لیے بھی آپ کی وساطت سے اپنے دوست سے معذرت کی تھی ۔ اور اس وضاحت کے بعد میں نے ان سے یہ توقع کی تھی کہ وہ اپنی اس تحریک پر زور نہیں دیں گے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی۔ تابش الوری صاحب ۔

سید تابش الوری ، جناب والا! مجھے خوشی ہے کہ وزیر صحت نے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ ادویات کی فراہمی رک گئی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ بجا طور پر پرویلج ایکٹ کے تحت استحقاق ہے اور یہ یقین دہانی بھی کرائی ہے کہ اس کے لیے وہ ایک کروڑ اور کچھ لاکھ روپے کی رقم کا فنانس ڈیپارٹمنٹ سے مطالبہ کر رہے ہیں۔ جناب والا! چونکہ استحقاق کی تو breach ہو چکی ہے اور وہ breach مسلسل جاری ہے اور یہ نہیں کہا کہ ہم نے متبادل انتظام کر دیا ہے ۔ حالانکہ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ یہ کہتے کہ اسمبلی ڈسپنسری والے سروسز سے نہیں تو میو ہسپتال سے دوائیاں لینا شروع کر دیں۔ سب کے فنڈز تو ختم

استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں تاکہ ایک طریق کار طے کر لیا جائے کہ سروسز ہسپتال کو ایم پی ایز کے نام پر جو ایک کروڑ اور کتنے لاکھ روپے رقم ملے گی ۔ ان میں سے اس ڈسپنسری کے لیے internally arrangement کیا ہو گا۔ اراکین اسمبلی کے نسخے کس طرح honour ہوں گے۔ مجلس استحقاق ایک طریق کار طے کرے گی اس طرح سے آئندہ اس قسم کی صورت حال پیدا نہیں ہو گی۔ جیسے اب پیدا ہو گئی ہے اور خود وزیر صحت بالکل بے بس نظر آ رہے ہیں۔ اگر اس allocation میں سے ہم اپنی ضروریات کے مطابق میڈیکل آفیسر سے پوچھ کر جو normal requirement ہے وہ پوری کر لی جائے تو میرے خیال میں proper جگہ استحقاق کمیٹی ہو گی جو اس معاملے کو thoroughly discuss کر کے آپ کو رپورٹ پیش کر سکے۔اس لیےمیری درخواست یہ ہے کہ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، رانا صاحب! اس بارے میں تابش صاحب نے جو پوائنٹ اٹھایا ہے وزنی ہے کہ جیسے ہماری ڈسپنسری سروسز ہسپتال کے ساتھ تھی for the time being اگر میو ہسپتال کے پاس فنڈز ہوں تو کیا اس کے ساتھ ہو سکتی ہے کیا یہ possible ہے یا نہیں؟ ایک تو یہ بات تھی۔ دوسری بات یہ کہتے ہیں کہ وہ یقین دہانی پر تو اعتماد کر رہے ہیں لیکن ساتھ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کا کوئی مستقل لائحہ عمل بنانے کے لیے اس کو استحقاق کمیٹی میں بھیج دیا جائے تو وہ اس پر کوئی طریق کار طے کرے۔ تابش صاحب آپ کی یہی بات تھی؟

سید تابش الوری ، جی۔ جناب والا!

وزیرصحت ، جناب والا! میں نے اسی لیے اس بحث کو avoid کرنے کے لیے یہ گزارشات پیش کی تھیں۔ میں اس لحاظ سے سمجھتا ہوں کہ استحقاق مجروح نہیں ہوا کہ already جو پرویلجز ایکٹ ہے اس میں یہ چیز دی گئی ہے کہ اگر کسی وقت آپ کو کسی بھی ہسپتال سے دوائی نہیں ملتی اس میں سروسز ہسپتال کا ذکر نہیں ہے۔ ان کے پاس ایک رعایت ہے کہ یہ اپنے طور پر دوائی خریدنے کے بعد اسمبلی کے بجٹ سے re-imburse کرا سکتے ہیں۔ جناب والا! میری یقین دہانی اپنی جگہ پر برقرار ہے لیکن میں اس چیز کی مخالفت کرتا ہوں کہ اس سے استحقاق مجروح ہوا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کا جو میو ہسپتال ہے اس میں کوئی internally ہو سکتا ہے for the time being یعنی اگر وہاں پر فنڈز ہیں تو پھر تو فائدہ ہو گا اور اگر وہاں بھی فنڈز نہیں ہیں تو پھر تو کوئی فائدہ نہیں۔

وزیر صحت ، جناب والا! میں اس وقت یہاں پر کھڑے ہو کر اس کے حوالے سے کوئی یقین دہانی نہیں دے سکتا ۔ اس بارے میں صورت حال معلوم کرنے کے بعد آپ کو کچھ بتا سکتا ہوں۔ لیکن جناب والا! پرویلجز ایکٹ میں اراکین کو دی گئی پرویلج موجود ہے یا تو وہ breach ہوئی ہو اور وہ پرویلج اس طرح breach ہو سکتی ہے کہ اگر آپ ان کے فنڈز re-imburse نہ کریں تو۔۔۔۔

میاں فضل حق ، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی میاں فضل حق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

میاں فضل حق ، جناب والا! پہلے میں نے وزیر صحت سے جو سوال کیا تھا اسے اب تابش الوری صاحب نے تھوڑا سا modify کر کے پوچھا ہے ۔ جو main point ہے جس سے ممبران کا استحقاق مجروح ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ اس ڈسپنسری میں دوائیاں نہیں مل رہیں اس کا انہوں نے یہ کہا ہے کہ ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں۔ تابش الوری صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ آپ اتنا ہی فرما دیں کہ اس کے لیے کتنا فنڈ چاہیے ہوگا اور کیا آپ کے پاس کچھ ایسے فنڈز موجود ہیں کہ آپ فوری طور پر اس کا بندو بست کرلیں۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر موصوف کو چاہیے کہ وہ اس بات کی یقین دہانی کروا دیں کہ یہ فنڈز مل جائیں گے اور کوئی ایسی بات نہیں ہے یا کم از کم یہ مسئلہ اگر استحقاق کمیٹی میں جائے گا تو اس میں پوری تفصیل کا پتا چل جائے گا کہ پچھلے سالوں میں اس ڈسپنسری کے لیے کتنے فنڈز مختص ہوتے رہے ہیں ۔ آپ کم از کم اتنا تو بتائیں کہ کتنے فنڈز کی ضرورت ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، سید تابش الوری! کچھ کہنا چاہیں گے ؟ آپ بھی ساری بات کو سمجھتے ہیں۔۔۔۔۔

سید تابش الوری ، جناب والا! چونکہ تحریک استحقاق آئین اور قانون کے مطابق ہے وزیر صحت نے اس کا اعتراف کیا ہے اور یہ استحقاق مسلسل مجروح ہو رہا ہے اور میں نے کہا ہے کہ نہ صرف اس مسئلے کے لیے بلکہ آئندہ کے لیے بھی ایک طریق کار طے کرنے کے لیے اس پر آپ کم ازکم وقت دے دیں میں یہ تو نہیں چاہتا کہ آپ اسے کوئی لمبے عرصے کے لیے استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں۔ لیکن جو مسئلہ ہو اسے حل ہونا چاہیے۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہاں پر اس پر یقین دہانی وزیر اعلیٰ نے کروائی ہے اور آج چار روز ہو گئے ہیں اور اس پر کوئی عمل در آمد نہیں ہوا ۔ یہ بھی استحقاق کے پامالی کی ایک ہی شکل ہے ۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ آپ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کردیں وہاں ممکن ہے کہ ... ملا کر ، اگر ... ہے تو اس کے مطابق رپورٹ آپ کے

پاس واپس آجائے گی۔

وزیر صحت ، جناب والا! اس سلسلے میں میں تھوڑی سی گزارش کرنا چاہوں گا جو شاید انوری صاحب کے ذہن میں نہیں ہے ....

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ بڑا اہم مسئلہ ہے سارے فاضل اراکین اس پر ذرا غور کریں ...

وزیرصحت ، جناب والا! میں اس سلسلے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ طریق کار جو استحقاق ایکٹ کے تحت اراکین اسمبلی کے لیے رکھا گیا ہے ۔ اگر تو اس کی کہیں پر breach ہوئی ہے پھر تو ٹھیک ہے ۔ ایک پروویژن ہے کہ آپ بل کے against اپنے پیسے واپس لے سکتے ہیں یہ پروویژن بھی اسی لیے رکھی گئی ہے۔ جناب سپیکر! آپ کی کوئی رولنگ آنے سے پہلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہر ادارے میں چاہے وہ بین الاقوامی ادارہ ہو چاہے وہ قومی ادارے ہوں ' اس میں سال کے شروع میں estimated expenditure کی لسٹ ہوتی ہے اور دنیا کی ہسٹری میں بہت کم ایسا ہوا ہے کہ انہی اخراجات کے اندر ضروریات پوری کر لی گئی ہوں اور یہی وجہ ہے کہ یہ سپلیمنٹری بجٹ اور سپلیمنٹری گرانٹ کی پرویژن رکھی گئی ہے۔ جناب والا! میری آپ سے یہ استدعا ہوگی کہ کوئی بھی حکم فرمانے سے پہلے سوچ لیں۔ سپلیمنٹری بجٹ پر اگر پابندی عائد ہوتی تو شاید۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔ اب میں اس پر رولنگ دینا چاہتا ہوں سارے فاضل اراکین غور سے سنیں۔ چونکہ مسئلہ یہ ہے کہ re-imbursement ہو سکتی ہے لیکن اس کے ساتھ تابش انوری صاحب کا جو نکتہ ہے وہ وزن دار ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر سروسز ہسپتال میں فنڈز ختم ہو گئے ہیں۔ کیونکہ ہماری ڈسپنسری سروسز ہسپتال کے ساتھ attached ہے۔ رانا صاحب کو ابھی اس بارے میں علم نہیں میں یہ کہوں گا کہ اگر میو ہسپتال میں فنڈز موجود ہیں اور جب تک سروسز ہسپتال میں فنڈز نہیں آتے اسمبلی ڈسپنسری میو ہسپتال کے ساتھ ملحق کر دی جائے۔ تا کہ یہ کام جاری رہے ۔ اگر وہاں بھی ایسی صورت حال نہیں ہے تو چونکہ re-imbursement ہو سکتی ہے آپ پیسوں سے دوائی خرید سکتے ہیں اور جس طرح رانا صاحب نے کہا ہے کہ آپ کو اپنے پیسے واپس مل سکتے ہیں اور میری اطلاع کے مطابق ان کے پاس فنڈز بھی موجود ہیں۔ میری اس پر رولنگ یہی ہے کہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ لہذا میں اسے رول آؤٹ کرتا ہوں۔

خواجہ ریاض محمود ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! جب رانا اکرام ربانی صاحب وزیرصحت بنے تھے تو

ہمیں یہی توقع تھی کہ ہسپتالوں میں حالات بہتر ہو جائیں گے ۔ خصوصی طور پر لاہور کے جو بڑے ہسپتال جیسے میو ہسپتال' سروسز ہسپتال' گنگا رام ہے یا گلاب دیوی ہسپتال ہے تو ہم نے سمجھا تھا کہ ان کی صورت حال بدل جائے گی۔ لیکن جناب سپیکر! آپ اس وقت سپیکر کی کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں میں آپ کے سامنے حلفاً اس بات کا اظہار کر رہا ہوں کہ ہسپتالوں میں غریب غرباء اور بے سہارا لوگوں کی حالت انتہائی ابتر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : خواجہ صاحب! آپ جلد ایک issue کو اٹھا دیتے ہیں دیکھنا یہ پڑتا ہے کہ قواعد وضوابط کے مطابق اس مرحلہ پر جب میں نے ایک فیصلہ دیا ہے ۔ ویسے بھی ہمارے تمام محکموں کا سسٹم صرف محکمہ صحت کا نہیں کافی مشکل درپیش ہے ۔ بات یہ ہے ہمارے سب کے خیالات ایک جیسے ہیں کہ عام آدمی کو سہولتیں ملنی چاہئیں۔

خواجہ ریاض محمود : جناب والا! ہماری اس ڈسپنسری کے ۶۵ لاکھ روپے کے بل out standing ہیں یہ پنجاب حکومت کے پیسے آخر کہاں جا رہے ہیں ؟

جناب ڈپٹی سپیکر : مہربانی۔ شکریہ آپ تشریف رکھیں This is no point of order تحریک استحقاق کا وقت ختم ہوتا ہے۔

جناب امان اللہ خان بابر : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں نے 4 فروری کو ایک تحریک استحقاق اسمبلی سیکرٹریٹ میں جمع کروائی تھی میرے دریافت کرنے پر آج سیکرٹری صاحب نے بتایا ہے کہ اس پر ابھی فیصلہ نہیں ہوا کہ اس کو ایوان میں زیر بحث لانا ہے یا نہیں لانا تو جناب سپیکر! میں پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ کیا اس کے لیے بھی کوئی کمیٹی قائم کرنی پڑے گی کہ وہ اس پر فیصلہ دے سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : تحاریک استحقاق جو ہمارے پاس فائل میں pending تھیں وہ ساری آ چکی ہیں۔ میں نے پوچھا ہے انہوں نے کہا کہ انہوں نے لکھ کر سپیکر صاحب کو دے دی ہے۔ میرے خیال میں کل ہم اسے سب سے پہلے treat کریں گے کیونکہ وہ اس وقت میرے سامنے نہیں ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ بابر خان صاحب کے حلقے کا یہ ایک burning issue ہے اس میں بغیر کسی قانونی جواز کے لوگوں کے مکانات اور دکانیں بلڈوز کر دی گئی ہیں اور مقامی انتظامیہ پر الزامات لگائے گئے ہیں۔ براہ مہربانی اسے اولیت دے کر کل ٹیک اپ کیا جائے۔ میں انھیں اس بات کی یقین دہانی کرواتا ہوں کہ اس مسئلے پر ضرور

بات ہو گی۔ اب ہم تحریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔

تحاریک التوائے کار

سردار حسن اختر موکل ، جناب والا! میں معذرت کے ساتھ یہ عرض کروں گا کہ میں نے ایک تحریک التوائے کار پیش کی ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اہم ہے-----

جناب ڈپٹی سپیکر : نمبر کون سا ہے؟

سردار حسن اختر موکل : جناب والا! نمبر اس کا ۱۸ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اب ہم پہنچے کہاں ہیں؟

سردار حسن اختر موکل ، میری ایک گزارش تھی کہ یہ ایک پورے ڈیپارٹمنٹ کا مسئلہ ہے غریب اور چھوٹے ملازمین کا مسئلہ ہے-----

جناب ڈپٹی سپیکر : ہو سکتا ہے کہ ہم ویسے ہی وہاں پر پہنچ جائیں۔

سردار حسن اختر موکل : جناب والا! یہ بہت اہم مسئلہ ہے رمضان کا مہینہ ہے اور ان کی تنخواہیں بند ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ابھی تو ہمارے پاس کل کا دن بھی موجود ہے۔ نمبر ۱۸ تو ہمارے قریب ہی ہے۔

سردار حسن اختر موکل ، جناب والا! بس آپ اتنا دیکھ لیں کہ یہ آ جائے کیونکہ ان بے چاروں کو اس نیک مہینے میں بھی تنخواہیں نہیں مل رہیں۔ اس لیے یہ بڑا اہم مسئلہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اس وقت بھی جو تحریک التوائے کار ٹیک اپ کی جا رہی ہے وہ نہایت اہم ہیں اور یہ مؤخر چلی آ رہی تھی۔ نمبر ۶ اور ایک یونیورسٹی والا مسئلہ ہے اور وہ بھی متواتر مؤخر چلی آ رہی ہے اور وعدہ بھی یہی ہوا تھا کہ اگلے دن اس کو لیا جائے گا۔ میرے خیال میں اس کو ہم پہلے ٹیک اپ کرلیں۔ نمبر ۶ میاں فضل حق ۔ ارشد عمران سلہری ۔ میاں عبدالستار اور یہ جو ہر تاؤن کے متعلق ہے اور یہ بھی میرے خیال میں pending تھی ۔

جناب ارشد عمران سلہری : جناب والا! تحریک التوائے کار نمبر ۶ کے بارے میں عرض کرنا چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ پہلے بھی اس پر بات کر چکے ہیں اب آپ اسے واپس لینا چاہتے ہیں ۔

جناب ارشد عمران سلہری : جناب والا! واپس کیوں لینا چاہتے ہیں عوام مسائل میں گھرے ہوئے ہیں اور حکومت ابھی تک کچھ نہیں کر رہی روز روز ٹال رہے ہیں۔ ہم کیوں تحریک واپس لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : وزیر قانون صاحب اور خواجہ صاحب ذرا توجہ سے بات سنیں۔

جوہر ٹاؤن ہاؤسنگ سکیم کے ترقیاتی منصوبوں کی زبوں حالی

وزیر قانون وپارلیمانی امور : جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار جوہر ٹاؤن ہاؤسنگ سکیم لاہور کے ۲۲ ایکڑ اراضی پر مشتمل رہائشی سکیم میں بنیادی سہولتوں سے محرومی کے بارے میں ہے اور اس میں ذکر کیا گیا تھا کہ جوہر ٹاؤن کی مذکورہ سکیم میں تمام سڑکیں ٹوٹی پھوٹی ہوئی ہیں' سیوریج کی کوئی بہتر صورت حال نہیں ہے اور تمام مصارف ادا کرنے کے باوجود ایل ڈی اے میں پلاٹوں کا قبضہ لینے کے لیے لوگ دھکے کھا رہے ہیں۔ جناب والا! اصل صورت حال یہ ہے کہ (قطع کلامیاں)

MR DEPUTY SPEAKER: I call the House to order

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق) : جوہر ٹاؤن میں فیز ون کی تعمیر ۱۹۸۴ء میں شروع ہوئی' 1987ء میں مکمل ہوئی جب کہ فیز ٹو کی تعمیر ۱۹۸۹ء میں شروع ہوئی اور اب تک سوائے آر ون آر ٹو اور آر تھری بلاک کی ' جن کی سڑکوں کا کام مکمل ہوچکا ہے اور بہتر حالت میں ہے۔ باقی کہیں کہیں سڑکوں کی صورت حال قابل مرمت بھی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ جب اپنے گھر شروع کرتے ہیں بعض اوقات وہ محکمے کی اجازت لیے بغیر سڑکوں کو اپنے گھر کی ضرورت کے مطابق توڑ دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کو دوبارہ مرمت کرنے کے لیے زیادہ وقت درکار ہوتا ہے۔ دو سال تک یہ سکیمیں ایل ڈی اے کے پاس رہتی ہیں اس کے بعد ہاؤسنگ کے پاس رہتی ہیں بعد میں دو سال کے بعد لاہور میٹرو پولیٹن کارپوریشن جو ہے اس کے حوالے ان کی مرمت وغیرہ کردی جاتی ہے۔ میں نے جن سڑکوں کے بارے میں عرض کیا ہے کہ کچھ سڑکیں واقعی مرمت کے قابل ہیں اور انہیں مرمت کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے جناب والا! مذکورہ محکمے کی طرف سے فنڈز وغیرہ مختص کرکے انہیں بہتر بنا دیا جائے گا۔ جہاں تک سیوریج کا تعلق فیز ون میں سیوریج مکمل درست حالت میں ہے۔ البتہ بلاک ای

ون اور ای ٹو میں سیوریج کی صورتحال تسلی بخش نہیں ہے اور وہ چالو حالت میں نہ ہے۔ اور ان بلاکوں کی سیوریج کی نکاسی کی خاطر بعض اوقات عوامی ضرورت کے تحت عارضی بندوبست بھی کرنا پڑتا ہے جو کہ محکمہ کرتا ہے۔ فیز ٹو میں سیوریج کی تکمیل کا کام آخری مراحل میں ہے اور مکمل ہونے کے بعد یہ شکایات نہیں رہیں گی۔ یہ کافی لمبا چوڑا کام ہے اس میں فی الحال تقریباً تین چار مہینے کا عرصہ اس کام کو مکمل ہونے میں لگے گا۔ علاوہ ازیں صورت حال یہ ہے کہ جہاں پر کسی بلاک کے اندر تمام الائیوں نے ڈویلپمنٹ چارجز ادا کر دیے ہیں' اپنے واجبات ادا کر دیے ہیں تو انہیں ان کے پلاٹوں کے قبضے دے دیے گئے ہیں اور یہاں پر قطعی طور پر لوگ ناجائز قبضہ کر کے نہیں بیٹھے ہوئے بلکہ الاٹمنٹ ہی انہیں ایسے پلاٹس کی شکل میں ہوتی ہے جن کا قبضہ clear ہوتا ہے اور جن کی ملکیت اور honour ship متنازعہ نہیں ہوتی وہ پلاٹس الاٹ کیے جاتے ہیں اس لیے پلاٹس کی الاٹمنٹس کی سلسلے میں ناجائز قبضے ہونے کا جہاں تک تعلق ہے یہ الزام سراسر بے بنیاد ہے۔ اگر محکمہ ایک پلاٹ الاٹ کردیتا ہے اور جس شخص کے نام پلاٹ الاٹ ہو وہ قبضہ لے لے۔ اس کے قبضہ لینے کے بعد اگر دوبارہ کوئی شخص اس پلاٹ پر قبضہ کر لیتا ہے تو اس میں متعلقہ محکمہ قطعی قصور وار نہیں ہوتا۔ پھر اس معاملے کے لیے جس پر قبضہ کیا جائے۔ جیسے صوبے میں دوسرے قوانین کے تحت کورٹس موجود ہیں۔ اسی طریقے سے اگر کسی شخص کو خاص کوئی ایسا معاملہ درپیش ہے تو فاضل محرک ایسے شخص کو کورٹس کی طرف رجوع کرنے کے لیے کہہ سکتے ہیں۔ جہاں تک سوئی گیس مہیا کرنے کے معاملے کا تعلق ہے۔ اس میں یقیناً عوام کو اس وقت بھی وہاں پر پریشانی کا کسی حد تک سامنا ہے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں وہ اس لیے کہ جناب سپیکر! تقریباً 20 کروڑ روپے کی ڈیمانڈ محکمہ سوئی گیس نے کی ہے۔ جس کے بدلے میں مذکورہ سکیم کو سوئی گیس فراہم کی جاسکتی ہے۔ اور محکمہ ایل ڈی اے جو ہے اس کے پاس فوری طور پر ۲۰ کروڑ روپے کی گرانٹ فنڈز موجود نہیں ہیں۔ اور بذریعہ اخبار اشتہار ایسے لوگوں کو جنہیں یہ پلاٹ الاٹ کیے جانے ہیں مالکان پلاٹ کو اخبار کے ذریعے اشتہار دے کر راغب کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے کہ وہ ڈویلپمنٹ چارجز سوئی گیس کے سلسلے میں ادا کریں۔ اور ان کی مکمل وصولی کے بعد ایل ڈی اے اس پوزیشن میں ہوگا کہ سوئی گیس متعلقہ محکمے سے وہاں پر لگوا سکے۔ اس وقت ایل ڈی اے نے ۵۰ لاکھ روپیہ سوئی گیس کے محکمے کو جمع کروا دیا ہے بقایا رقم جمع ہونے کے بعد بقایا رقم سوئی گیس کے محکمے کو ملنے کے بعد سوئی گیس کی فراہمی بھی یقینی کردی جائے گی۔ جہاں تک انہوں نے تعلیمی اداروں کے لیے مخصوص پلاٹوں کا ذکر کیا ہے۔ جناب والا! اس سکیم کے اندر مختلف پلاٹ تعلیمی اداروں

کے لیے الاٹ کیے جاچکے ہیں۔ البتہ میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ کسی تعلیم یا درسگاہ کے لیے مختص شدہ پلاٹ پر یا دوسرے پلاٹ پر کوئی ناجائز قابض وہاں پر موجود نہیں ہے۔ اور ترقیاتی معاملات کو بہتر بنانے کے لیے محکمہ اپنی پوری کوششیں صرف کر رہا ہے۔ اور عوام کو بنیادی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے محکمہ سنجیدہ ہے۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ حکومت عوام کی تکالیف کا، پریشانیوں کا احساس رکھتی ہے اور ان پریشانیوں کا ازالہ کرنے کے لیے حکومت سنجیدگی سے عمل کر رہی ہے۔اس لیے اس تحریک التوائے کار کو خلاف ضابطہ قرار دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جی ---

میاں فضل حق، جناب والا! یہ جو تحریک التوائے کار ہے یہ میری طرف سے، ارشد عمران سلہری صاحب کی طرف سے، میاں عبدالستار صاحب کی طرف ہے۔ جو وزیر صاحب نے بیان کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ حقیقت پر مبنی بالکل نہیں ہے۔ جس وقت کوئی سکیم ایل ڈی اے کی طرف سے take up کی جاتی ہے تو اس کے اندر جو ڈویلپمنٹ چارجز، جس کے اندر سیوریج سسٹم----

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ آپ نے پڑھ دی تھی۔ انہوں نے جواب دے دیا۔

میاں فضل حق، جناب والا! میں یہ چاہتا ہوں کہ جو انہوں نے جواب دیا ہے وہ غلط ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں not at all اس کا یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ میں نے آپ کی باتیں بھی سنی ہیں یہ پڑھی گئی۔ ان کی باتیں بھی سن لیں۔ اب پھر وہ جواب دیں۔ تحریک استحقاق میں تو ہم تھوڑا سا lenient view لیتے ہیں لیکن تحریک التوائے کار میں نہیں ہے۔

میاں فضل حق، جناب والا! میں عرض کروں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آگے آپ کی نہایت اہم تحریک التوائے کار آرہی ہے۔ کیونکہ اب نماز کا وقت بھی ہونے والا ہے۔

میاں فضل حق، میری درخواست ہے کہ یہ جواب تسلی بخش نہیں ہے۔ اس پر ہمیں وقت دیا جائے۔ اس تحریک التوائے کار کو ہاؤس میں discuss کیا جائے۔ اس پر ایک یا دو گھنٹے ہمیں دیے جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں اس تحریک التوائے کار کو خلاف ضابطہ قرار دیتا ہوں اور اس کو رول آؤٹ کرتا ہوں۔ نماز کے وقفہ کے لیے آدھے گھنٹے کا وقفہ کرتا ہوں۔ ہم ڈیڑھ بجے پھر یہاں پر حاضر ہوں

گے۔ (اور وقفہ برائے نماز ظہر کردیا گیا۔) تحاریک التوائے کے وقفے کو ۱۴ منٹ گزر گئے ہیں۔ نماز کے وقفے کے بعد ۱۶ منٹ تک پھر تحاریک التوائے کار کو لیں گے۔

(جناب سپیکر وقفہ نماز ظہر کے بعد 1-45 پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

پنجاب یونیورسٹی کے اساتذہ کی رہائشی سکیم کی اراضی پر با اثر افراد کا ناجائز قبضہ

جناب سپیکر : اب تحریک التوائے کار پر بقیہ کارروائی شروع کرتے ہیں۔14 منٹ کی کارروائی ہو چکی ہے۔ مزید 16 منٹ کی کارروائی باقی ہیں تحریک پیش ہو چکی ہے وزیر قانون نے اس کا جواب دینا ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری : جناب والا! میری ایک گزارش ہے۔ اس سے پہلے کہ لاءمنسٹر صاحب اس کا جواب دیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اسمبلی کے گیٹ کے سامنے پنجاب یونیورسٹی کے تقریباً چار سو کے قریب اساتذہ اپنے گاؤن پہنے' احتجاجی بیج لگائے اور بینر لیے کھڑے تھے کہ یونیورسٹی کی اراضی کو قبضہ گروپ سے واگزار کروایا جائے اور سپریم کورٹ کا فیصلہ جو کہ 1990ء میں ہوا تھا اس کے اوپر عملدرآمد کروایا جائے۔ جناب سپیکر! یہ پنجاب یونیورسٹی کا معاملہ نہیں ہے بلکہ صوبہ پنجاب کا معاملہ ہے۔ اس وقت یہاں جتنے بھی اراکین اسمبلی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے ہر حلقے سے طلباء و طالبات یونیورسٹی میں پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت اساتذہ تعلیم و تدریس کے فرائض بھی انجام نہیں دے رہے اور ہمارے بھائی بچے اس وقت ہوسٹلوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے آئے ہوئے ہیں لیکن یہ یونیورسٹی کے اساتذہ کرام نے تعلیم و تدریس کا معاملہ ڈیڑھ ماہ سے بند کیا ہوا ہے۔ اس کے لیے انہوں نے چانسلر جناب گورنر صاحب سے بھی ملاقات کی اور جناب سپیکر! آپ سے بھی ملاقات کی۔ انہوں نے یہ کوشش کی کہ صوبے کے چیف ایگزیکٹو جناب وزیر اعلیٰ پنجاب سے بھی ہماری ملاقات ہو جائے۔ جس کے لیے انہوں نے ٹیلی گرامز بھی دیں۔ وفود کے ذریعے سے انہوں نے ملاقات کی کوشش کی لیکن ان کو ملاقات کا وقت نہ دیا گیا۔

جناب سپیکر : شائد اس وقت ان کی ملاقات ہو رہی ہے۔ بہر حال لاءمنسٹر صاحب سے جواب سننا چاہتے ہیں۔ تشریف رکھیے۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار تین چار روز سے مؤخر چلی آ رہی ہے اور اسے سیاسی رنگ دینے کی کوشش کی گئی ہے

جناب ارشد عمران سلہری : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! یہاں پر اساتذہ کا مسئلہ پیش ہوا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی جو کہ ہماری قدیم مادر علمی ہے اس کا یہ معاملہ ہے کہ انہوں نے اس کو سیاسی مسئلہ نہیں بنایا اور نہ ہی ایوان کے کسی رکن نے اس کو سیاسی مسئلہ بنایا ہے۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں اور وہ بھی یہی چاہتے ہیں بلکہ یہاں کے وہ لوگ جن کو یہ زمین الاٹ ہوئی ہے اور آگے جنہوں نے اس پر قبضہ کیا ہوا ہے وہ بھی میرے حلقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اساتذہ کرام بھی میرے حلقے سے ہیں۔ وزیر قانون یہ بات درست نہیں کہہ رہے ۔ کسی نے بھی اس کو سیاسی مسئلہ نہیں بنایا۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ عدالت عظمیٰ کا فیصلہ بحال ہو ۔ اس میں کون سی سیاست آ گئی ہے ۔

جناب ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ابھی وزیر قانون نے اس کے بارے میں سیاسی مسئلہ بنانے کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ آپ کی اطلاع کے لیے اور آپ کی وساطت سے اس ایوان کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ 1374 ایکڑ اراضی کا ہے۔ اور 1974ء میں جب حکومت کسی اور کی تھی یہ رقبہ پنجاب یونیورسٹی کو الاٹ ہوا تھا۔

جناب سپیکر : اتفاق سے اس وقت میری حکومت تھی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : اس کی تمام اقساط جمع ہو چکی ہیں۔ اگر جناب ملاحظہ فرمانا چاہیں تو میرے پاس اس کی نقول موجود ہیں۔ ان کو جو ٹرانسفر آرڈر جاری ہوا ہے اس میں بڑا واضح طور پر لکھا ہوا ہے۔ اس وقت صفدر محمود ڈپٹی سیٹلمنٹ کمشنر تھے اور اس میں بڑی وضاحت سے لکھا ہوا ہے کہ University of the Punjab Housing Scheme of Academic Staff یہ اس ٹرانسفر آرڈر میں لکھا ہوا ہے۔ اس کی نقل میرے پاس موجود ہے۔ اس کی اقساط مکمل طور پر 1994ء میں یعنی گذشتہ سال ادا ہو چکی ہیں۔ جب یہ رقبہ انہوں نے acquire کرنے کی کوشش کی تو اس وقت یونیورسٹی کے لیگل ایڈوائزر نے اخبار کے ذریعے نوٹس بھی جاری کیا کہ یہ رقبہ پنجاب یونیورسٹی کو الاٹ ہو چکا ہے۔ بہر حال یہ litigation ان کی چلتی رہی اور سپریم کورٹ کا فیصلہ پنجاب یونیورسٹی کے حق میں موجود ہے۔اس کے باوجود اب اگر وزیر قانون on the floor of the House یہ کہیں کہ اس کو سیاسی مسئلہ بنایا جا رہا ہے تو سپریم کورٹ کے فیصلے پر عمل نہ کرنا بڑا تعجب ہوگا۔ ایل ڈی اے کی یہ ضد اور انہوں نے وہاں قابضین کھڑے کر دیے۔ انہوں نے وہاں تعمیریں شروع کر دیں۔ یہ سیاسی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ اساتذہ کا مسئلہ ہے اور صرف مرد نہیں خواتین لیکچرار ' پروفیسرز بھی یہاں اسمبلی کے باہر کھڑے ہونے تھے۔

اسے ہمدردانہ نگاہ سے دیکھا جائے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ وزیر قانون اسے سیاسی مسئلہ نہ بنائیں۔ شکریہ۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں مشکور ہوں کہ میرے فاضل دوست اسے سیاسی مسئلہ نہیں سمجھتے۔ میں بھی اسے نہ سیاسی بنانا چاہتا ہوں اور نہ ہی اسے سیاسی مسئلہ سمجھتا ہوں۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، میاں عبدالستار صاحب! پوائنٹ آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں عبد الستار ، شکریہ' جناب سپیکر! ابھی محترم وزیر قانون صاحب یہ فرما رہے ہیں کہ میں اسے سیاسی مسئلہ نہیں بنانا چاہتا۔ ہم بھی اسے سیاست کی نظر سے نہیں دیکھتے ۔ اگر سیاست کی نظر سے یہ بات ہوتی تو محترم غلام عباس صاحب ' ارشد عمران سلہری ' میاں فضل حق اور میں اس پر کبھی بات نہ کرتے اور یہ ایک unique موقع تھا کہ کسی مسئلے پر اپوزیشن کی طرف سے اور حکومتی بنچوں کی طرف سے بھی یک زبان ہو کر اس ناانصافی کے خلاف آواز بلند کی گئی ہے ۔ میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ اسے سیاسی مسئلہ بنانا چاہتے ہیں تو پھر یہ وزیر قانون صاحب کی طرف سے ہی ہے ۔ اس لیے کہ وہ شخص جس پر قبضہ گروپ کا الزام لگایا جا رہا ہے وہ انہی کی پارٹی کا ' انہی کے گروپ کا ہے۔

جناب سپیکر ، دیکھیں پھر آپ سیاسی باتیں کرنے لگ گئے ۔ آپ وزیر قانون کو ذرا غیر سیاسی بیان دینے دیں۔

سید تابش الوری ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف کے بات کرنے کے بعد حزب اختلاف کے اراکین کے بات کرنے کا مطلب تو یہی ہے کہ قائد حزب اختلاف کا جو مؤقف ہے وہ شاید صحیح واضح نہیں تھا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کا مؤقف کافی ہے' ناکافی نہیں ہے ۔ قائد حزب اختلاف کا مؤقف خاصا واضح ہے۔

جناب سپیکر ، جی ہاں قائد حزب اختلاف کے بعد مناسب تو نہیں ہے۔ آپ کی بات بجا ہے لیکن اگر تابش الوری صاحب ضد کرتے ہیں تو ان کی بات بھی سنتے ہیں ۔ جی سید تابش الوری صاحب!

سید تابش الوری، جناب سپیکر! آپ نے بجا طور پر اس دور کا حوالہ دیا جب آپ وزیر اعلیٰ تھے۔ آپ نے اور حکومت نے یہ سوچتے ہوئے کہ یہ قطعہ اراضی یونیورسٹی کی مستقبل کی ضرورت ہے۔ آپ نے یہ اصولی فیصلہ کیا تھا کہ یہ زمین یونیورسٹی کو ملنی چاہیے تاکہ یہ قبضہ گروپوں سے بچائی جا سکے لیکن آپ

دیکھ رہے ہیں کہ اس حکومت نے بار بار اعلان کیا ہے کہ ہم کسی قبضہ گروپ کی حمایت نہیں کریں گے کوئی ناجائز قبضے نہیں ہونے دیں گے لیکن جو پنجاب کا سب سے بڑا علمی اور تدریسی ادارہ ہے اگر اس کی زمین پر ناجائز قبضے کر لیے جائیں اور بااثر افراد سپریم کورٹ کے حکم کی دھجیاں اڑاتے رہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ کسی حکومت کے لیے بھی یہ نیک نامی کا باعث نہیں ہو سکتا۔ آپ کے دور میں ایک اچھا اقدام کیا گیا تھا تو کم ازکم اتنے طویل عرصے کے بعد اس کی implementation کے لیے تو اس حکومت کو اعزاز حاصل کرنا چاہیے بجائے اس کے کہ یہ اس کو سیاسی مسئلہ کہہ کر اور agitation کہہ کراس کی جو اصل نوعیت ہے اسے برباد کرنے کی کوشش کریں ۔ مسئلہ سیدھا سادھا ہے کہ سپریم کا فیصلہ موجود ہے ۔ یونیورسٹی کی بنیادی ضرورت ہے۔ اس کی expansion ہے اور یہ مسئلہ صرف یونیورسٹی کا نہیں ہے ، صرف لاہور کا نہیں ہے صرف اساتذہ کا نہیں ہے ۔ پورے پنجاب کے طلباء اور طالبات وہاں پڑھتے ہیں ۔ اس لیے یہ پورے پنجاب کا مسئلہ ہے ۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ آپ ترجیحی بنیاد پر اس کا serious نوٹس لیں اور جناب وزیر قانون اس مسئلے کو سیاسی بنانے کی بجائے حقائق کی بنیاد پر طے کرنے کی کوشش کریں۔

جناب سپیکر ، آپ موقع تو دیں۔ جی جناب وزیر قانون!

جناب وزیر قانون، جناب سپیکر! مجھے بات کرنے کی اجازت دی جائے اس کے بعد اگر اس میں کوئی فرق ہو گا تو یہ حضرات پھر بات کر سکتے ہیں ۔ تحریک التوائے کار پیش ہو چکی ہے۔ سارے حضرات نے اس پر پہلے بھی بات کی ہے۔ اس پر مجھے اب حکومت کی طرف سے موقف پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر، میرا خیال ہے کہ وزیر قانون صاحب درست کہہ رہے ہیں۔ ایک دفعہ انہیں بات کر لینے دیجیے ۔ کوئی کمی رہ گئی تو اس کے بعد دیکھ لیں گے ۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! میں نکتہ ذاتی وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر ۔ جی فرمائیں۔

میاں عبدالستار، جناب والا! ابھی محترم وزیر قانون نے یہ بات کہی ہے کہ میں نے شاید قائد حزب اختلاف سے disagree کیا ہے ۔ میں نے قائد حزب اختلاف سے اختلاف نہیں کیا۔میں نے ان کی

جناب سپیکر: میاں صاحب! یہ بات کافی دفعہ ہو چکی ہے ۔ آپ اسے اب نہ دہرائیں۔ جی وزیر قانون!

وزیر قانون: جناب سپیکر! متذ کرہ اراضی مصطفےٰ ٹاؤن سکیم کا ایک حصہ ہے اور اس اراضی کو ایل ڈی اے نے Land Aquisition Act,1973 کے تحت مختلف مالکان سے جن کے نام محکمہ مال کے کاغذات میں درج تھے 1977ء میں acquire کیا اور acquisition کے بعد قانونی طور پر کارروائی عمل میں لائی گئی۔ اس کے بعد ایل۔ڈی۔اے نے مذکورہ سکیم پر کروڑوں روپے کے ترقیاتی کام بھی کروائے۔ جناب سپیکر! ایل ڈی اے کے acquisition ضوابط کے تحت رہائشی سکیموں کے لیے حاصل کی جانے والی اراضی کے بدلے مالکان کو ان کی ملکیتی اراضی کا کچھ حصہ پلاٹوں کی شکل میں واپس کیا جاتاہے۔ یہ ایل ڈی اے کے قواعد و ضوابط کے عین مطابق ہے۔ جہاں تک میاں محمد آصف صاحب کا ذکر کر کے بار بار اس معاملے کو آگے وضاحت کے ساتھ ---------

جناب ارشد عمران سلہری: جناب سپیکر! ہم نے میاں محمد آصف صاحب یا کسی دوسرے کا نام نہیں لیا۔

وزیر قانون: میں معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ آپ کی تحریک التوائے کار میں جو متن ہے اگر اسے میں تحریک التوائے کار کا حصہ نہ سمجھوں تو پھر کیا سمجھوں؟ اور مجھے اس بات کی خوشی ہو گی کہ اگر ان کا ذکر فاضل محرکین نہیں کرنا چاہتے یہ عین قواعد وضوابط کے مطابق ہو گا۔ میاں محمد آصف اور ان کے خاندان کی کچھ اراضی علامہ اقبال ٹاؤن سکیم میں تھی اور وہ مذکورہ سکیم کے لیے حاصل کی گئی۔ 1991ء میں لاہور ہائی کورٹ نے کیس کے نتیجے میں میاں آصف صاحب کے حق میں فیصلہ دیا کہ انہیں ان کی acquire کی گئی زمین کے عوض پلاٹ دیے جائیں۔ یہ لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ تھا۔ لیکن جس وقت ہائی کورٹ سے یہ فیصلہ ہوا اس وقت تک علامہ اقبال ٹاؤن جہاں میاں محمد آصف کی فیملی کی اراضی موجود تھی اور acquire کی گئی تھی وہاں کوئی اراضی باقی نہ بچی جو ہائی کورٹ کے فیصلے کے مطابق اور ایل ڈی اے کے قواعد و ضوابط کے مطابق انہیں percentage کے مطابق حصہ بنتا تھا وہ دیا جاتا۔ ایل۔ڈی۔اے نے ہائی کورٹ کے احکامات پر عمل درآمد کے لیے اس وقت کے وزیراعلیٰ اور مجاز اتھارٹی جناب وزیراعلیٰ پنجاب غلام حیدر وائیں (مرحوم) کے پاس سمری بھجوائی۔ ایل۔ڈی۔اے کی اس سمری پر جناب غلام حیدر وائیں صاحب مرحوم کے فیصلے اورمنظوری کی روشنی میں 11 اکتوبر 1992 کو پلاٹس کی الاٹمنٹ کی گئی۔ یعنی اس وقت جو پلاٹس متنازع ہیں جن کا ذکر ...

پلاٹس اور اراضی ہے۔ اس تحریک التوائے کار میں میاں آصف صدر مسلم لیگ لاہور کا ذکر ہوا ہے ۔ اس وقت کے وزیر اعلیٰ جناب غلام حیدر وائیں صاحب نے انھیں یہ پلاٹس الاٹ کیے تھے۔ موجودہ دور حکومت میں انھیں یونیورسٹی اراضی کا کوئی پلاٹ، کوئی قطعہ، کوئی ایک مرلہ، کوئی ایک انچ اراضی بھی ان کے نام الاٹ نہیں کی گئی۔ میاں محمد آصف صاحب کے پلاٹوں کی جو الاٹمنٹ ہے وہ چونکہ قانون اور پالیسی کے مطابق ہائی کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں کی گئی لہٰذا ان کے قبضے کے بارے میں جو الزامات ہیں یہ درست نہیں ہیں اور شاید معلومات واضح نہ ہونے کی وجہ سے یہ الزامات ہیں جن کی مندرجہ بالا قواعد کی روشنی میں بنیاد نہیں بنتی۔ جہاں تک اساتذہ کرام کا تعلق ہے ہم بھی ان کی عزت کرتے ہیں اور یونیورسٹی کے اساتذہ کیا بلکہ میں ایک پرائمری سکول کے ٹیچر کی بھی عزت کرتا ہوں ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر پرائمری سکول میں پڑھانے والا پی ٹی سی ٹیچر نہ ہوتا تو شاید آج میں اس ایوان میں نہ ہوتا ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم لوگ اساتذہ کرام کی عزت نہ کریں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اساتذہ کرام کی عزت اور ان کے مرتبہ کا احساس نہ کریں؟ گزشتہ دو یا تین روز کے دوران میں نے آپ کی نوازش سے وقت لیا کہ مجھے اس تحریک التوائے کار کا جواب دینے کا موقع فراہم کیا جائے۔ حکومتی سطح پر اساتذہ کرام کو انصاف مہیا کرنے کے لیے اور ان کی بے چینی، ان کے احتجاج اور ان کے مطالبہ جات کے حل کے لیے کچھ کوششیں جاری تھیں۔ میں یہ چاہتا تھا کہ ان کا کوئی نتیجہ بر آمد ہو جائے۔ اس سلسلے میں میری ذاتی طور پر جناب وزیر اعلیٰ صاحب سے بھی بات ہوئی انھوں نے قبل ازیں اس معاملے کو کسی منطقی نتیجے تک پہنچانے کے لیے اور اساتذہ کو ان کا حق دلانے کے لیے چیف سیکرٹری پنجاب کے ذمے بھی یہ معاملہ لگایا تھا ۔ چونکہ ایوان میں جواب دینے کے لیے اس دوران مجھے مزید informations چاہئیں تھیں اس لیے میں خود ایل ڈی اے کے متعلقہ افسران کو بلا چکا تھا ان کے ساتھ میری میٹنگز ہو رہی تھیں اور میں اس لیے چاہتا تھا کہ مزید تفصیلات سامنے آ جائیں۔ جناب والا! مذکورہ اراضی جو متنازع ہے اس میں صرف ایک شخص میاں آصف کو پلاٹ الاٹ نہیں کیے گئے بلکہ دوسرے بے شمار افراد کو بھی الاٹ منٹ کی گئی ہے مثلاً حبیب جالب کی اہلیہ محترمہ کی الاٹ منٹ بھی اس میں شامل ہے اور تین مرلہ اور سات مرلہ کے پلاٹس بھی مختلف لوگوں کو الاٹ کیے گئے ہیں اور نیلامی کے ذریعے بھی مذکورہ اراضی میں بے شمار پلاٹس الاٹ ہوئے ۔ البتہ یہ جو معاملہ مصطفیٰ آباد سکیم کا ہے اس میں ایل ڈی اے میں ایک رضوان سوسائٹی بھی claim کرتی تھی کہ یہ اس کی ملکیت ہے۔ یونیورسٹی والے اپنا claim رکھتے تھے ۔ ان

دونوں کے درمیان تنازع ہونے کی وجہ سے اور کیس عدالت میں ہونے کی وجہ سے ایل ڈی اے نے کسی پارٹی کو، کسی فریق کو award جاری نہیں کیا تھا۔ اس لیے اس صورت حال میں ایل ڈی اے نے قبل ازیں جتنی کارروائی کی وہ با ضابطہ تھی اور قانون اور قواعد و ضوابط کے مطابق تھی۔ اب جب سپریم کورٹ سے یونیورسٹی اکیڈمک سٹاف ایسوسی ایشن کے حق میں فیصلہ ہوا تو اس کے بعد دیگر ضابطے کی کارروائی مکمل کرنے کے لیے انھیں قواعد و ضوابط کی روشنی میں ایل ڈی اے سے رجوع کرنا چاہیے تھا۔ اس سلسلے میں جہاں کہیں بھی اور جیسے بھی کوتاہی ہوئی اس میں بے شمار معاملات سامنے آئے ہیں لیکن ابھی تک یونیورسٹی اکیڈمک سٹاف ایسوسی ایشن کی طرف سے ایل ڈی اے کے ساتھ با ضابطہ طور پر رجوع نہیں کیا گیا تھا اور متذکرہ فارم پر انھوں نے اپنی ownership کے حوالے سے ڈیمانڈ نہیں کی تھی۔ جناب والا! یہ محض ایک احتجاج کا سلسلہ چلا یقیناً جہاں کہیں بھی انتظامی نقطہ نگاہ سے کوئی خرابیاں موجود تھیں جس کی بنیاد پر انھیں احتجاج کرنا پڑا لیکن اساتذہ کا احترام کرتے ہوئے اور ان کا حق دلانے کے لیے ہماری حکومت سنجیدہ ہے۔ ایل ڈی اے میں کسی کی الاٹ منٹ ہو جائے تو اس کے بعد ایل ڈی اے دوبارہ اس کی الاٹ منٹ منسوخ نہیں کر سکتی۔ چونکہ یہ ایل ڈی اے کی ذمہ داری ہے کہ جب وہ کسی کو الاٹ منٹ کرے تو اس سے قبل ایل ڈی اے اپنے قواعد و ضوابط کے مطابق اس زمین کی clearance حاصل کرنے کے بعد ہی الاٹ منٹ کرے۔ یہاں پر جن لوگوں کو بھی جن کا میں نے ذکر کیا ہے یا نہیں کیا انھیں جو کوئی الاٹ منٹ ہوئی وہ بے شک اپنے تئیں کینسل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی اور سپریم کورٹ کی طرف سے جو فیصلہ کیا گیا ہے اس فیصلے کی روشنی میں بھی یونیورسٹی اکیڈمک سٹاف ایسوسی ایشن کو حق ملنا چاہیے اور انھیں وہاں پر مذکورہ اراضی الاٹ کی جانی چاہیے۔

جناب والا! میں اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج سے قبل ایل ڈی اے کی طرف سے اخبارات میں بھی اشتہارات دیے گئے کہ اگر یونیورسٹی اکیڈمک سٹاف ایسوسی ایشن کے حق میں کوئی فیصلہ ہوا ہے اور اب ان کا کوئی دعویٰ پیدا ہو گیا ہے تو وہ ایل ڈی اے سے رجوع کریں تاکہ ایل ڈی اے قواعد و ضوابط کے مطابق کوئی فیصلہ کرے اور انھیں حق دلائے لیکن ایسی صورت حال پیدا نہ ہوئی بلکہ اخباری اور دوسرے احتجاج کی صورت موجود رہی۔ آج قائد ایوان وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور احمد وٹو صاحب کی سربراہی میں 90 شاہراہ قائد اعظم پر ایک میٹنگ ہوئی ہے۔

یونیورسٹی سٹاف کے عہدیداران اور احتجاج میں حصہ لینے والے اساتذہ کرام کے ذمہ دار عہدیداران اس میٹنگ میں گئے ہیں۔ ایل ڈی اے اور ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ کے اعلیٰ افسران بھی وہاں پر موجود تھے۔ وہاں پر جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے انھیں یقین دہانی کرائی ہے اور مسئلہ کے حل کے لیے معاملات طے ہو چکے ہیں۔ لیکن یقیناً جن لوگوں کی allotments ہو چکی ہیں، ان لوگوں کی allotments cancel کرنے کے لیے اگر حکومت کو کہیں out of the way بھی accommodate کرنا پڑے تو حکومت انھیں accommodate کرنے کے لیے تیار ہے۔ البتہ وہاں پر یہ فیصلہ ہوا ہے کہ وہاں مذکورہ اراضی میں 66 فیصد اراضی اساتذہ کو رہائش کے لیے دی جائے گی جبکہ 34 فیصد اراضی ترقیاتی مقاصد کے لیے استعمال ہو گی۔ یہ یونیورسٹی اکیڈمک سٹاف ایسوسی ایشن کے عہدیداران اور جناب وزیر اعلیٰ صاحب کی موجودگی میں جو میٹنگ ہوئی ہے، یہ اس میں فیصلہ ہوا ہے اور جو ترقیاتی اخراجات ہیں وہ یونیورسٹی کے اساتذہ، جو ایل ڈی اے کے حسب ضوابط ہیں اس کے مطابق ادا کریں گے۔ یونیورسٹی اکیڈمک سٹاف ایسوی ایشن اپنے اس دعوٰی کے مطابق قواعد و ضوابط کی اور اس فیصلے کی روشنی میں ایل ڈی اے کے ساتھ جونہی رجوع کریں گے تو ان کی داد رسی کر دی جائے گی۔ اس بات پر انھیں اطمینان ہے۔ شکریہ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! چونکہ وزیر قانون قائد ایوان کی طرف سے نمائندگی کر رہے تھے تو ان کی تقریر میں مداخلت کرنا میں نے مناسب نہیں سمجھا ----

جناب سپیکر۔ آپ نے اچھا کیا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ۔ لیکن انھوں نے یہاں فرمایا کہ یہ زمین متنازع ہے۔ جناب والا! یہ زمین متنازع یا disputed تب تک تھی جب تک سپریم کورٹ کا فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ تب تک تو متنازع کہہ سکتے ہیں۔ 1990ء میں سپریم کورٹ نے یونیورسٹی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ یونیورسٹی کے اساتذہ کی یونین نے ایل ڈی اے سے رابطہ نہیں کیا۔ تو میرے پاس یہ تحریری ثبوت موجود ہے کہ 1994ء تک ایل ڈی اے ان سے اقساط وصول کرتا رہا ہے۔ اس کے علاوہ acquisition آرڈر بھی موجود ہے جس کی کاپی ابھی مجھے سلہری صاحب نے دی ہے۔

جناب سپیکر۔ کھوسہ صاحب! جو بات وزیر قانون صاحب فرما رہے ہیں اس کے مطابق وزیر اعلیٰ صاحب اور اساتذہ کی سٹاف یونین کی میٹنگ میں فیصلے ہو گئے ہیں۔ اگر وہ فیصلے ہو گئے ہیں اور میاں بیوی راضی تو پھر قاضی کو کیا ضرورت پڑی ہے؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! آپ میرا موقف سن لیں ....

جناب غلام عباس : جناب والا! میں نے بھی اس پر کچھ عرض کرنا تھا

جناب سپیکر : اچھی بات ہے آپ کو بھی موقع فراہم کیا جائے گا ۔ ذرا کھوسہ صاحب بات کر لیں۔ اس کے بعد آپ کو بھی موقع فراہم کیا جائے گا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! مجھے اپنی بات مکمل کرنے دیں۔ اگر یہی بات وزیر قانون شروع میں کہہ دیتے اور اس بحث میں نہ پڑتے تو بہتر تھا۔ اساتذہ کو وہ غلط ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں سپریم کورٹ کے فیصلے کو یہ ان کے حق میں تسلیم نہیں کر رہے ۔ اب تک یہ کہتے رہے ہیں کہ یہ متنازعہ ہے۔ وہ اب متنازعہ نہیں ہے سپریم کورٹ کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ ایل ڈی اے ان سے ۱۹۹۴ء تک اقساط وصول کرتا رہا ہے۔ یعنی ایل ڈی اے نے ان کے حقوق کو تسلیم کر لیا ورنہ ان کی اقساط ہی نہ لیتا۔ آج اگر وہ وزیر اعلیٰ سے ملے ہیں تو یہ تو ہر شہری جانتا ہے کہ ڈویلپمنٹ چارجز لگتے ہیں اور کسی بھی سکیم پر لگتے ہیں اور وہ اسے ادا کرنے کے لیے آمادہ ہیں لیکن یہ جھگڑا جس بات کا بتا رہے ہیں وہ dispute ہے ہی نہیں ۔ سپریم کورٹ سے اوپر اور کوئی ادارہ نہیں، کوئی اور عدالت نہیں ۔ چیف منسٹر ہوں یا ایل ڈی اے ہو اور ویسے بھی ایل ڈی اے پنجاب گورنمنٹ کا ایک ادارہ ہے اور وہ اس پر عمل در آمد کے لیے پابند ہے۔

جناب سپیکر ، سردار صاحب! عدالتیں فیصلے کرتی ہیں لیکن ان فیصلوں پر عمل در آمد تو بعد میں ہی ہوتا ہے۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ جب فیصلہ ہوا تو اس فیصلے کے مطابق وہ ایل ڈی اے کے پاس جاتے اور کہتے کہ آپ فیصلے پر عمل درآمد کر دیجئے ان کا خیال یہ ہے کہ وہ نہیں گئے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! میں عرض کر رہا ہوں کہ وہ بارہا جاتے رہے ہیں اور ان سے باقاعدہ اقساط بھی وصول کی جاتی رہی ہیں اور یہ دلیل ہے کہ ایل ڈی اے نے سپریم کورٹ کے فیصلے کو تسلیم کیا ورنہ وہ کہتے کہ نہیں ہم آپ کی باقی اقساط نہیں لیتے ......

جناب سپیکر، بہرحال بات تو انہوں نے یہ کی ہے کہ اب آپس میں کوئی نیا معاہدہ ہو گیا ہے۔ اللہ کرے کہ دونوں راضی ہو گئے ہوں .....

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! ہم صرف یہ گارنٹی چاہتے ہیں کہ سپریم کورٹ کے فیصلے

کے مطابق جو کہ تسلیم کر لیا گیا کہ پنجاب یونیورسٹی کی ملکیت بن چکا ہے اسے بحال رکھا جائے گا اور اگر کوئی اور اللاٹی ایل ڈے اے کے ذریعے وہاں پر رقبہ لے چکا ہے تو حکومت انہیں کہیں اور متبادل جگہ دے......

جناب سپیکر ، latest پوزیشن معلوم کر لیتے ہیں۔ آپ چاہیں گے کہ غلام عباس صاحب کی بات بھی سن لی جائے؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! سپریم کورٹ کے فیصلے پر حکومت اس فیصلے کا احترام کرتی ہے اور سپریم کورٹ کے فیصلے ہی کی روشنی میں انشاء اللہ عمل درآمد ہوگا اور یہ فیصلہ آج جناب وزیر اعلیٰ نے کیا ہے اور پنجاب یونیورسٹی اکیڈمک ایسوسی ایشن کے عہدیداروں کے ساتھ کیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایسا معاملہ جس میں خود قائد ایوان موجود ہیں اور انہوں نے اپنی ذاتی توجہ کے ساتھ اس پر فیصلہ کرنا چاہا ہے۔ اس پر اب کوئی ابہام نہیں رہ جانا چاہیے ۔ ہم سپریم کورٹ کے فیصلے سے قطعی روگردانی نہیں کر سکتے بلکہ سپریم کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں ایل ڈی اے اس پر عمل درآمد کرے گی۔

جناب سپیکر ، غلام عباس صاحب جو کچھ وزیر قانون صاحب نے کہا ہے اس کے بعد بھی آپ بات کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟

جناب غلام عباس ، جناب والا! ضرورت ہے۔

جناب سپیکر ، فرمایئے۔

جناب غلام عباس، جناب سپیکر! پچھلے اجلاس میں جناب وزیر قانون نے یہ چیلنج کیا تھا کہ میری بطور ممبر سنڈیکیٹ کے یہ prerogative نہیں ہے کہ میں یونیورسٹی کے حوالے سے یہاں بات کروں۔

جناب سپیکر، نہیں، نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ وزیر قانون وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون ، جناب والا! میں نے بات کرنے سے نہیں روکا تھا۔ ہر ممبر کو بات کرنے کا حق حاصل ہے وہ یونیورسٹی کے علاوہ دیگر عوامی معاملات پر بھی یہاں بات کر سکتا ہے۔ ہر ممبر کو حق ہے اور میں کسی کو اس حق سے نہیں روک سکتا۔ میں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ یونیورسٹی سنڈیکیٹ کا ممبر یونیورسٹی کا کسٹوڈین نہیں ہوتا-----

جناب سپیکر ، درست ہے۔

جناب غلام عباس : جناب سپیکر! میں یہ پڑھ کر سنا دوں۔

The Syndicate shall be the executive body of the University and shall be subject to the provisions of this Act, and the statutes, take effective measures to raise the standards of teaching, research and publication and after academic pursuits and exercise general supervision over the affairs and management of the property of the University.

جناب سپیکر، جناب غلام عباس! یہ کس کی عینک لگا کر آپ پڑھ رہے ہیں؛ مانگے تانگے کی عینکوں کا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔

جناب غلام عباس، جناب والا! جہاں تک یہ مسئلہ ہے کہ جناب قائد ایوان نے اس اہم مسئلے کی طرف ایک ڈیڑھ مہینے کے بعد اس پر توجہ فرمائی۔ میں جناب قائد ایوان اور جناب وزیر قانون کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے بہت مہربانی کی کہ یونیورسٹی کے مسئلے کو کم از کم محسوس کیا۔ مگر جہاں تک وزیر قانون کے بیان کا تعلق ہے جو یہاں ایوان میں دیا گیا ہے۔ یہ حقائق کو مسخ کر کے بیان کیا گیا ہے میں معذرت سے یہ کہوں گا کہ جب سپریم کورٹ کا فیصلہ موجود ہے تو سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد ایل ڈی اے کا وہاں پر کوئی حق نہیں رہتا کہ ایل ڈی اے اس کو acqure کرے اور ایل ڈی اے اس کے پاس جائے۔ اس میں جو سب سے اہم مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے جیسا کہ خود فرمایا کہ آپ ہی کے دور حکومت میں۔۔۔۔۔

Land measuring 406 kanals and 1 marla (situated in village Bhekhewal, Tehsil and District Lahore) was purchased by the Punjab University for Academic Staff Housing Scheme from the Department of Settlement & Rehabilitation, Government of Punjab, on 29-3-74.

29-03-74 کو پنجاب یونیورسٹی نے یہ زمین purchase کی ہے اور اس کے بعد 29-03-74 کو جب یہ زمین خریدی گئی .....

The possession of the land was handed over to the Punjab University on 29-6-74.

یہ 29-9-74 کو پنجاب یونیورسٹی کو اس کا قبضہ دے دیا گیا تو پھر ۱۹۷۷ء میں وہاں پر ایل ڈی اے کہاں سے آ گیا؟ اور پھر اس کے بعد ----

The Punjab University and Academic Staff Association moved the Lahore High Court and a stay order was granted Some other parties also filed writs concerning the same land.

کچھ لوگوں نے اس میں مداخلت کرنے کی کوشش کی مگر یونیورسٹی نے وہاں پر فوری طور پر stay لیا اور 29-6-74 کو وہ stay یونیورسٹی کو دے دیا گیا۔ اب جب یہ sray order ہو گیا تو اس کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ -----

Writ Petition No. 402-R-76 filed by the Punjab University was finally accepted and all other writs were rejected vide Lahore High Court Judgement dated 06.04.88 and the sale order dated 29-3-74 was declared valid.

اس کی پوری ادائیگی 1974ء میں ہو گئی اس کے کاغذات میرے پاس موجود ہیں .....

جناب سپیکر ، غلام عباس صاحب! یہ تمام کوائف دیکھ کر ہی سپریم کورٹ نے فیصلہ کیا ہے ۔ جب حکومت نے سپریم کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں متعلقہ فریق سے بات چیت کے نتیجے میں ایک سمجھوتہ کر لیا ہے اور اس پر فریقین خود راضی ہیں ......

جناب غلام عباس ، جناب والا! وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارا ابھی کوئی سمجھوتہ نہیں ہوا۔ پہلے تو یہ declare کیا جائے کہ قبضہ غیر قانونی تھا ، پہلے تو یہ جتایا جائے اور مانا جائے اور ایل ڈی اے کے جن افسران نے غیر قانونی حرکت کی ہے ، ان کے خلاف اس ہاؤس میں آج کارروائی منظور ہونی چاہیے۔ میں آپ سے یہ استدعا کروں گا کہ آپ ہاؤس کی ایک کمیٹی بنائیں۔ یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے جس میں حکومت مکمل طور پر اور میں سمجھتا ہوں کہ I myself feel ashamed کہ جب ہم اس حکومت میں بیٹھے [illegible] کوئی شخص بھی اگر قبضہ کرتا

ہے اور حالت یہ ہے کہ stay آرڈر ہوا اور ابھی موجودہ کنسٹرکشن کے اوپر ہوا ہے اور یہ stay آرڈر کی کاپی میرے پاس موجود ہے اور وہ پارٹی جب stay آرڈر وہاں پر لے کر گئی کہ یہاں پر کنسٹرکشن نہیں ہونی چاہیے تو stay آرڈر کی کاپی کو سامنے رکھ کر کلاشنکوف سے اڑایا گیا کہ یہ ہے تمہارے اس عدالتی حکم کی پوزیشن۔۔۔۔۔۔

آوازیں ، شیم شیم ۔۔۔

جناب سپیکر ، غلام عباس صاحب! میری رائے یہ ہے اور میں اس پر اس وقت فیصلہ کر رہا ہوں .....

جناب غلام عباس ، جناب والا! آپ اس سلسلے میں ایک کمیٹی form کر دیں .....

جناب سپیکر ، آپ میری بات سنیں اور مجھے بات کرنے دیجیے۔ ایک فیصلہ یہاں ہوا ہے اور جناب قائد ایوان کی طرف سے وزیر قانون نے بات کی ہے اور ہاؤس میں بتایا ہے۔ قائد ایوان کی طرف سے جناب لاءمنسٹر نے بات کی ہے ہاؤس کو بتایا ہے دونوں فریقوں کی میٹنگ ہوئی ہے۔ اگر کل ہمیں پتا چل جاتا ہے' اخبارات کے ذریعے ہمیں پتا چل جائے گا کہ اگر فیصلہ ہوگیا ہے۔ دونوں کو قبول ہو گیا ہے اور انہوں نے قبول کر لیا ہے تو بحث کو ہم یہاں ختم سمجھیں گے۔

(قطع کلامیاں)

میری بات سنیں میں بات کر رہا ہوں۔ اگر فریق خود جو ایجی ٹیٹ کر رہا ہے' اسے اس فیصلے سے اتفاق ہے اور وہ اس پر مطمئن ہے تو پھر ہم یہاں اس پر بحث کرتے ہوئے اپنا وقت ضائع کریں گے۔ اب اگر اس میں وہ کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ ہمیں منظور نہیں ہے اور کوئی نئی بات لاتے ہیں تو اکثر یہاں ہاؤس میں' عوام کی بہبود اور اس کی فلاح کے لیے جو بھی مسئلہ ہے۔زیر بحث آسکتا ہے تو پھر اس کے بعد سوچیں گے کہ اس فیصلے کو جس کو وہ قبول نہیں کر رہے کن بنیادوں پر قبول نہیں کر رہے اور اس کو دوبارہ کھولنے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ اس لیے آج کے دن یہی بہتر ہے کہ جو فیصلہ چیف منسٹر صاحب کی میٹنگ میں ہوا ہے ہم اس کو دیکھ لیں کہ کیا فیصلہ ہوا ہے۔ اگر فریق کو قبول ہے تو پھر اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں۔ اب میں اس بحث کو یہاں ختم کرتا ہوں اور تحریک التوائے کار کا وقت بھی ختم ہوتا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر ، پوائنٹ آف آرڈر ...

جناب غلام عباس، جناب والا! اس فلور پر جو facts بتائے گئے ہیں وہ درست نہیں ہیں۔

جناب سپیکر، آج facts سامنے آجائیں گے۔

جناب غلام عباس، جو آج اور ابھی یہاں facts بتائے گئے ہیں۔ جو وزیر قانون صاحب نے فرمایا ہے وہ حقائق پر مبنی نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) میں تو یہ کہہ رہا ہوں۔

جناب ارشد عمران سلہری، یہ لاء منسٹر صاحب کی پالیسی سٹیٹمنٹ ہے۔

جناب سپیکر، میں نے اس پر اپنا فیصلہ دیا ہے۔ اب اس پر بحث نہیں ہو گی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ حکومتی بنچز سے تجویز آئی ہے کہ اس مسئلے پر ہاؤس کی ایک کمیٹی بنا دی جائے۔

جناب سپیکر، میں نے وہ تجویز قبول نہیں کی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، آپ ہاؤس سے رائے لے لیں۔

جناب سپیکر، میں نے فیصلہ دے دیا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، کمیٹی بھی کہہ رہی ہے اپوزیشن اس کو support کرتی ہے۔

جناب سپیکر، میں نے فیصلہ دیا ہے کہ آج آپس میں ایک معاہدہ ہوا ہے۔ اگر وہ معاہدہ ناکافی ہونے کے طور پر سامنے آیا تو اس پر ہم دوبارہ بات کرلیں گے۔ ورنہ اگر معاہدہ ہوگیا اور فریق جو مدعی ہیں وہ راضی ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، مدعی مظلوم ہے اورظلم کرنے والے اس میں کروڑوں روپے کا گھپلا کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر، اس کو دیکھیں گے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، آپ پھر اس کو پینڈنگ کر دیجیے۔ اس کو آپ dispose of نہ کریں۔

جناب سپیکر، یہ پینڈنگ نہیں ہوگی۔ یہ dispose of ہوگی۔ کل اس کے بارے میں اگر ضرورت ہوئی

تو دوبارہ آپ اس issue کو لے آئیے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! یہ ان کے ساتھ بے حد بے انصافی ہو گی۔ آپ اس کو pending کر دیں۔ کل اگر کوئی تحریری شکل میں کوئی معاہدہ آجاتا ہے تو ہم مطمئن ہیں۔

جناب سپیکر، میں نے ہاؤس میں assurance دی ہے ۔

چودھری بشیر احمد گجر ، جناب والا! "ایڈا اہم مسئلہ اے چھوٹے چھوٹے مسئلیاں تے کمیٹیاں بن جاندیاں نیں اے کہڑا ایڈا مسئلہ اے جیدے تے کمیٹی نیں بن سکدی۔" (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، مجھے کل پتا چلے گا۔ میں نے ہاؤس میں یہ کہا ہے ۔ اگر مجھے کل پتا چلتا ہے کہ جو فریق ہے' مدعی ہے وہ اس معاہدے سے مطمئن نہیں ہے ۔ آپ دوبارہ یہ پوائنٹ آف آرڈر لے آئیے گا۔ میں اس وقت اس بات پر فیصلہ کردوں گا کہ کمیٹی بنی چاہیے یا نہیں۔

چودھری بشیر احمد گجر ، چلو جی ٹھیک اے ۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، آگے چلیے۔

جناب ارشد عمران سلہری؛ جناب والا! یہ ایل ڈی اے کا بہت بڑا فراڈ ہے ۔ اس کو بھی سامنے آنا چاہیے۔ (قطع کلامیاں)

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! اگر آپ نے تحریک التوائے کار کو rule out کر دیا تو پھر اس پر دوبارہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں اٹھایا جاسکتا۔

جناب سپیکر ، میں نے rule out نہیں کیا۔ اس کو dispose of کیا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، sorry اس کو اگر آپ نے dispose of کردیا تو پھر اس پر دوبارہ پوائنٹ آف آرڈر کیسے آسکتا ہے۔ وہ تو آپ اس کو dispose of کر چکے ہیں۔

جناب سپیکر، نہیں دیکھیں اگر ایک نئی situation آجاتی ہے تو بس پھر آجائے گی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! اگر آپ اس تحریک التوائے کار کو dispose of کر چکے ہیں تو جیسے آپ فاضل رکن کو کہہ رہے تھے کہ آپ دوبارہ اس پر پوائنٹ آف آرڈر لے آئیں۔ تو وہ نہیں لا سکتے۔

جناب سپیکر ، نئی situation پر لا سکتے ہیں۔ نئی situation یہ ہو گی کہ یہ dispose of اس وجہ سے

ہوئی ہے کہ معاہدہ ہوگیا ہے۔ اگر نئی situation یہ سامنے آتی ہے کہ ان کو قبول نہیں ہے تو یہ ایک نئی situation پر بات ہو گی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: میں جناب سے ایک بات پوچھوں گا کہ اس وقت جو statement لاء منسٹر نے یہاں ہاؤس کے floor پر دی ہے۔ کیا یہ on behalf of Chief Minister دے رہے ہیں؟

جناب سپیکر: جی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: تو پھر ہم مان لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: جناب لاء منسٹر بتایئے۔

وزیر قانون: جناب والا! یہاں میں جو statement دیتا ہوں۔ وہ یقیناً قائد ایوان کا نقطہ نظر ہوتا ہے اور حکومت کا نقطہ نظر ہوتا ہے اور یہ فیصلہ جناب چیف منسٹر کی موجودگی میں ہوا ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ آگے چلتے ہیں۔ پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے۔ اب بل آئیں گے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! گزشتہ ایام اجلاس کے دوران ہم نے آپ سے استدعا کی تھی اور آپ کے چیمبر میں اپوزیشن کے ممبران بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے کہ قائد حزب اختلاف کی حاضری کے لیے آپ حکومت سے درخواست کریں اور اگر بینکنگ کونسل کی عدالت ہے تو ان سے درخواست کریں۔ اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ میں اس کا قانونی پہلو دیکھوں گا۔ ہم نے قطعاً آپ سے یہ استدعا نہیں کی تھی کہ آپ حکم دیں۔ گو ہم جانتے ہیں کہ آپ کا حکم وہاں نہیں مانا جائے گا۔ کیونکہ اس کی شاید قانونی پوزیشن نہ ہو۔ آپ ان کی موجودگی کے لیے یہاں request کریں۔ اس پر آپ ہر روز اگلے دن پر ڈال دیتے ہیں۔ برائے مہربانی ہمیں آگاہ کریں۔ آج میں آپ کو ایک تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کرتا ہوں کہ آپ ہی کی طرف سے یہ بات قابل نوٹ ہے۔ (قطع کلامیاں)

MR SPEAKER: I call the House to order.

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: آپ کا سیکرٹری جب آپ کی طرف سے کوئی لیٹر جاری کرتا ہے تو وہ آپ کے حکم کے تابع ہوتا ہے۔ تحاریک استحقاق کمیٹی کی میٹنگ کے لیے چودھری پرویز الٰہی صاحب

کو طلب کیا گیا۔ وہ ایوان میں قائد حزب اختلاف کا رول ادا کرتے ہیں۔ وہ ایک معزز منتخب شدہ ممبر ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، راجہ ریاض صاحب، ذرا میری طرف بھی دیکھیے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، اسمبلی کا ممبر ہونے کے بعد وہ پھر اسمبلی کے اندر تحریک استحقاق کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے پھر منتخب ہوئے ہیں اور یہ آپ ہی کی طرف سے ان کی طلبی کی گئی ہے کہ فلاں تاریخ کو تحریک استحقاق کمیٹی کی میٹنگ ہے اور آپ آئیں۔ تو برائے مہربانی میں تمام اپوزیشن بنچز کی طرف سے آپ سے پھر درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنی طرف سے move کریں کہ یہاں ان کی حاضری صرف ایام سیشن کے دوران لازمی ہو۔ ہم مقدمے کی بات نہیں کرتے، کیسوں کی بات نہیں کرتے، عدالتی کارروائی کی بات نہیں کرتے۔ ایام سیشن کے دوران انہیں یہاں لایا جائے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ آپ نے چیمبر میں بھی میرے ساتھ بات کی تھی۔ میں نے ذکر کیا تھا کہ میں اس پر مشورہ کروں گا۔ میں نے کوشش کی کہ ایڈووکیٹ جنرل صاحب سے میری بات ہو، وہ گزشتہ دنوں اسلام آباد میں رہے۔ آج صبح میری ان سے بات ہوئی ہے۔ انہوں نے مجھے یہ کہا ہے کہ وہ جمعرات کو مجھے بتا سکیں گے۔ میں کوشش کرتا رہا۔ لیکن ان کی جو previous engagements ہیں اس کے تحت وہ آج اور کل یہاں تشریف نہیں لا سکتے تھے۔ اس لیے انہوں نے معذرت کی ہے تو میں ان کو بلا رہا ہوں میں ان سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جو ایجنڈا دیا گیا ہے۔ اس کے مطابق غالباً کل اجلاس کا آخری دن ہوگا۔ تو پھر ہم یہی سمجھیں کہ آپ یہ اجلاس کے ایام گزارنا چاہ رہے ہیں۔

جناب سپیکر، نہیں میں تو جو چاہ رہا ہوں وہ تو آپ کو پتا ہی ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! اس پر آپ ہم سے commit کر چکے تھے۔ آپ نے کہا تھا کہ ایک دو دن۔ لیکن آج تو چھٹا دن ہے۔

جناب سپیکر، میں نے کوشش کی ہے اور آج بھی ان سے بڑی مشکل سے رابطہ کیا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! میں معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ آپ کو یاد ہے ساری قوم نے دیکھا، پڑھا کہ نیشنل اسمبلی کے ممبران کی جب یہ شکایت تھی کہ ان کو جیل میں تنگی

دی جا رہی ہے۔ ان کے درجے کے مطابق جو ان کو سہولیات دی جانی چاہییں وہ نہیں دی جا رہیں۔ تو سپیکر قومی اسمبلی خود جیل میں گئے۔ ہم آپ سے صرف یہ درخواست کر رہے ہیں کہ وہاں ان کو کچھ سہولت نہیں دی جا رہی ' ان کے ساتھ ان کے عہدے کے مطابق سلوک نہیں کیا جا رہا۔ چہ جائیکہ آپ بھی یہ مظاہرہ کرتے کہ آپ ان کے visit کے لیے وہاں تشریف لے جاتے ' آپ ان کو ہاؤس میں لانے کے لیے بھی ہم سے اتفاق نہیں کر رہے تو احتجاجاً ہم علامتی واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(معزز ممبران حزب اختلاف علامتی واک آؤٹ کر گئے)

SYED ZAFAR ALI SHAH: Point of information

جناب سپیکر: جی فرمایئے۔

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! اب تو تازہ ترین روایت جناب کے سامنے آ گئی ہے۔ آپ اس کو follow کریں یا نہ کریں۔ ایک تو قومی اسمبلی کا مسئلہ تھا۔ باوجود یہ کہ ٹھیک ہے وہ رولز میں لکھا ہوا تھا۔ بلوچستان کی اسمبلی کے سپیکر نے اپنے ایک ممبر کے بارے میں جو کہ detainee ہے' اس کے بارے میں رولنگ دی ہے کہ اس کو اسمبلی میں لایا جائے۔ یہ precedent ہے۔ آپ اس کو follow کریں یا نہ کریں یہ آپ کی مرضی ہے۔ یہ بلوچستان اسمبلی کے سپیکر کی رولنگ ہے۔

مجلس خصوصی کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

چودھری محمود اختر گھمن: جناب سپیکر! میں مجلس خصوصی کی رپورٹ پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: فرمایئے۔

چودھری محمود اختر گھمن: میں تحریک استحقاق نمبر ۸ پیش کردہ چودھری محمد وصی ظفر ایم پی اے کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: رپورٹ ایوان میں پیش کر دی گئی۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب سپیکر!

پوائنٹ آف آرڈر

اراکین کی درخواست پر اسمبلی کا اجلاس طلب کرنے کے بارے میں آئینی شق کا غلط استعمال

جناب سپیکر: فرمایئے۔ پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

چودھری محمد وصی ظفر: جناب! میری گزارش ہے۔ پوائنٹ آف آرڈر پر ہی سمجھ لیں۔ گزارش ویسے بھی سپیکر کی اجازت سے ہی کی جا سکتی ہے۔ میں جناب کی اجازت سے عرض کرتا ہوں کہ میرا بھی ایک پوائنٹ آف آرڈر پینڈنگ پڑا ہے۔

جناب سپیکر: اس کے بارے میں بھی میں نے ان سے بات کی ہے کہ کیا یہ misuse of Constitutional provision ہے یا نہیں؟

چودھری محمد وصی ظفر: میں وہی عرض کر رہا ہوں کہ جناب نے ایڈووکیٹ جنرل صاحب کی previous engagement نہیں پوچھنی ہے۔ ان کی Constitutional duty ہے کہ جب آپ انہیں طلب کریں تو وہ اسمبلی میں آئیں۔ اگر آپ ان کی previous engagement پوچھیں گے تو وہ تو بڑے مصروف آدمی ہوتے ہیں اور وہ اس طرح تو نہیں آسکتے۔ جناب کو جس دن اس پوائنٹ آف آرڈر کے لیے وہ اسمبلی میں چاہییں تو جناب انہیں کہیں کہ آپ فلاں دن اسمبلی میں آئیں گے۔

And he has to attend the Session. He is a part of this Assembly

جناب سپیکر: میرا آج ان سے رابطہ ہوا ہے۔ اور ان کی سپریم کورٹ اور اسلام آباد میں ----

چودھری محمد وصی ظفر: وہ postpone ہو گئی ہے، اسمبلی postpone نہیں ہو گی۔ یہ ان کی Constitutional duty ہے۔ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ postpone ہو گئی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ جناب انہیں کہیں کہ آپ آئیں And he has to come

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ میں دوبارہ ان سے بات کرتا ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر: وہ اس اسمبلی کا آئینی حصہ ہیں۔ ان کی یہاں اسمبلی میں سیٹ ہے۔ اور جب ان کی رائے درکار ہے تو انہیں ضرور یہاں آکر اپنی رائے دینی چاہیے۔ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے مقدمے بعد میں۔ ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل ہیں، اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل ہیں۔ وہ سارے ہیں۔

جناب سپیکر ، نہیں' اس وقت ان کے پاس اور کوئی مدد نہیں ہے' وہ اکیلے ہیں۔ کچھ appointments نہیں ہوئیں۔ بہرحال انھوں نے معذرت کی ہے۔ لیکن میں کوشش کروں گا کہ وہ جتنی جلدی آسکتے ہیں آئیں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، میں سمجھتا ہوں کہ میرے والا پوائنٹ آف آرڈر بڑا اہم ہے۔ جناب نے خود کہا تھا کہ وہ بڑا important ہے یا تو پھر اس کو اگلے سیشن تک کے لیے پینڈنگ فرمائیں اگر یہ سیشن prorogue ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر ، آپ وہی بات کر رہے ہیں ناں کہ جس کے تحت یہ ہے کہ ـــــ

چودھری محمد وصی ظفر ، بار بار اجلاس بلانا۔

جناب سپیکر ، اسی کے بارے میں تو میں جا رہا ہوں۔ میں نے انھیں جتایا ہے کہ ہم آپ سے یہ مشورہ بھی کرنا چاہتے ہیں اور یہ بھی کہ اپوزیشن کا جو مطالبہ ہے کہ میں عدالت کو لکھوں اس پر بھی اپنی advice دیں۔ تو اسی کے لیے انھوں نے مجھ سے ٹائم لیا ہے۔

(اس مرحلے پر معزز ممبران حزب اختلاف واک آؤٹ ختم کر کے ایوان میں تشریف لے آئے)

سید تابش الوری ، جناب سپیکر! اگر سپیکر کو ایڈووکیٹ جنرل تین روز سے available نہیں ہو سکتا جب کہ وہاں ڈپٹی ایڈووکیٹ جنرل بھی ہیں' جب کہ اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل بھی ہیں جب کہ وہاں لاء سیکرٹری بھی موجود ہیں۔ آخر یہ ایسا کون سا پیچیدہ مسئلہ ہے جس پر صرف ایڈووکیٹ جنرل صاحب ہی کی رائے لی جائے؛ صرف پوچھنا یہ ہے کہ آپ انھیں request کر سکتے ہیں یا نہیں کر سکتے صرف اتنی سی بات ہے۔ اس کو آپ محسوس فرمائیں گے کہ آپ کی طرف سے اس اعلان کے باوجود کہ میں اختیارات کی آخری حد تک جاؤں گا آپ تو پہلی حد بھی کراس نہیں کر رہے آپ نے تو خود فیصلہ نہیں کیا کہ مجھے یہ کرنا چاہیے یا نہیں کرنا چاہیے؟

جناب سپیکر ، میں نے فیصلہ کیا ہے۔

سید تابش الوری ، جناب والا! یہ توہین ہے کہ ایڈووکیٹ جنرل کو سپیکر بلائے اور وہ کہے کہ میں نہیں آسکتا یا میں فارغ نہیں ہوں۔ آپ اس ایوان کو کہاں لے جانا چاہتے ہیں؟ آپ اس ایوان کے تقدس کی کس حد تک پامالی کرنا چاہتے ہیں؟ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ سپیکر کو لاء ڈیپارٹمنٹ available

نہیں ہے! وہ ایک اہم ترین مسئلہ discuss کرنا چاہتے ہیں۔ پوری اسمبلی اس کے لیے protest کر رہی ہے۔ قائدحزب اختلاف کی رہائی کا مسئلہ ہے۔ ان کی حاضری کا مسئلہ ہے اور آپ نہ یہ بتاتے ہیں کہ وفاقی حکومت سے آپ نے کیا رابطہ کیا؟ نہ آپ یہ بتاتے ہیں کہ آپ نے خود کیا فیصلہ کیا ہے؟ جناب والا! کسی بھی قیدی کو جب وہ بیمار ہوتا ہے تو ہسپتال لے جایا جاتا ہے۔ اس کے لیے ایڈووکیٹ جنرل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی death ہوتی ہے۔ اس کو لے جایا جاتا ہے۔ اجازت دے دی جاتی ہے۔ اس کے لیے کسی ایڈووکیٹ جنرل کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ یہ ایوان ہے۔ سب سے بڑا ادارہ ہے۔ قائد حزب اختلاف کی ایوان میں شرکت کے لیے آپ نے کہنا ہے اور اس کے لیے غور و خوض ہو رہا ہے۔ اس کے لیے پیچیدہ گیاں ہیں۔

جناب سپیکر ، جی ہاں' پیچیدہ گیاں ہیں۔

سید تابش الوری ، اس کے لیے مشورے ہیں۔

جناب سپیکر ، جی ہاں' مشورے ہیں۔

سید تابش الوری ، جناب والا! یہی باتیں ہیں جن کی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ قومی اسمبلی کے سپیکر ہیرو بن رہے ہیں اور آپ کو وہ مقام نہیں ملا۔ صرف اس لیے کہ جناب! آپ exert نہیں کر رہے ہیں۔ آپ کہتے ہیں عمل نہیں کرتے ہیں۔ آپ عمل کر کے دکھائیں۔ آپ ان سے بڑے ہیرو ثابت ہوں گے اور آپ اس ہاؤس کے کسٹوڈین کی حیثیت سے ایک نئی روایت قائم کریں گے۔ ہمیں آپ سے بڑی توقعات ہیں۔

جناب سپیکر ، جی' بڑی مہربانی۔ آپ کی توقعات کے لیے شکریہ۔ لیکن میں اپنے قواعد و ضوابط کا پابند ہوں۔ میں ان سے آگے نہیں جا سکتا جو آپ نے بنائے ہیں۔ اس پر آپ revision کر رہے ہیں۔ بڑی خوشی سے اس میں revision کریں۔ میں نے اس دن ظفر علی شاہ صاحب سے بھی کہا تھا۔ اسلام آباد میں میری ان سے ملاقات ہوئی۔ انہیں پوچھیے۔ میں نے کہا کہ سب سے پہلے تو یہ چیز اس میں شامل کیجیے۔ (مداخلت) جی ہاں۔ کریں تو میں بھی کچھ کر دوں گا۔ جی' ظفر علی شاہ صاحب!

سید ظفر علی شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! وہ تو جب رولز نئے بنیں گے اور وہ اسمبلی کی کمیٹی بنا رہی ہے۔ میں نے اس سے پہلے بھی floor پر تجویز دی تھی۔ ٹھیک ہے آپ ہماری بات کے پابند نہیں ہیں۔ آپ ایڈووکیٹ جنرل سے پوچھیں اور یہاں پر بھی لاء گریجویٹس اور practising lawyers

ماشاء اللہ وصی ظفر صاحب بیٹھے ہیں آپ انہی سے پوچھ لیں کہ رولز میں یہ بات درست ہے کہ نہیں۔ آپ کو رول اجازت نہیں دیتا۔ مجھے یہ بات بتا دیں کہ کہاں پر یہ بات مانع ہے کہ ایک سپیکر چار لائن کی petition اپنے لیڈر آف دی اپوزیشن کو ہاؤس میں لانے کے بارے میں متعلقہ عدالت کو نہیں دے سکتا۔ اگر یہ کسی آئین سے لے کر آپ کے قواعد تک' Cr P C تک کہیں بھی مانع ہو تو ہم کبھی آپ کو یہ بات نہ کریں۔ لیکن پھر میں عرض کروں۔ ہمیں مجبوراً اپنے یہ الفاظ استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ ہمیں آپ کی نیت پر شبہ نہیں۔ لیکن حالات ایسے پیدا کر دیے جاتے ہیں کہ ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے جس طرح شاہ صاحب نے فرمایا کہ وہاں کے سپیکر نے یہ رولنگ دی اور ابھی میں نے آپ کو بتایا ہے۔ ابھی آپ اپنے سیکرٹری صاحب کو کہیں کہ بلوچستان اسمبلی سیکرٹریٹ میں ٹیلی فون کریں کہ کیا وہاں کے سپیکر نے یہ رولنگ نہیں دی؛ وہاں کے سپیکر کو بھی رول powers نہیں دیتا۔ وہاں کے سپیکر صاحب نے بھی کہا ہے کہ میرے detainee کو اسمبلی میں لایا جائے اور پھر ہم یہی آپ کو کہہ رہے ہیں کہ اس میں اسمبلی کی smooth running کا سوال ہے۔ لیڈر آف دی اپوزیشن آدھے پنجاب کو represent کرتا ہے۔

جناب سپیکر : آپ نے یہ مشورہ دیا کہ ایڈووکیٹ جنرل سے مشورہ کریں۔

سید ظفر علی شاہ : نہ مشورہ دیں تب بھی آپ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ آپ ایڈووکیٹ جنرل سے کریں اٹارنی جنرل سے کریں۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ بذات خود ماشاء اللہ سپیکر ہیں۔ اس میں کوئی اتنی ambiguity والی بات نہیں ہے۔ میں لے کر جاتا ہوں۔ وصی ظفر اور ہم دونوں چلے جاتے ہیں۔ کورٹ میں چلے جائیں گے۔ لیکن petition اور application آپ کی طرف سے ہو۔ چونکہ آپ سپیکر ہیں۔ آپ کسٹوڈین ہیں۔ آپ کے day to day معاملات لیڈر آف دی اپوزیشن کی absence کی وجہ سے suffer ہو رہے ہیں۔ وہ نہ صرف اپنی ایک constituency گجرات کو represent کرتے ہیں بلکہ آدھے پنجاب سے زیادہ کو represent کرتا ہے۔ آپ کو ہر معاملے میں assist کرتا ہے۔ میں ایک مثال دے رہا ہوں کہ آج اپوزیشن میرے جیسے نااہل رکن کے مشورے پر کوئی بے ہنگم فیصلہ کر لیتی ہے۔ یہاں پر fuss create ہو جاتی ہے۔ کوئی ایسا رخ اختیار کر لیتا ہے۔ تو اسی لیے لیڈرز ہوتے ہیں۔ جس طرح لیڈر آف دی ہاؤس اپنے کیمپ کو کمانڈ کرتا ہے اسی طرح لیڈر آف دی اپوزیشن اپنے کیمپ کو کمانڈ کرتا ہے۔ اگر خدانخواستہ ایسی کوئی fuss create ہو جائے' ایسی کوئی situation create ہو

جائے جس پر کل آپ بھی گلہ کریں اور آپ کو بھی پنجاب کے سامنے شرم سار ہونا پڑے کہ اتنا ایک اہل اور اتنا ایک سنجیدہ سپیکر موجود تھا اور ان کی موجودگی میں یہ ہوا۔ اسی لیے ہم بار بار آپ کو کہہ رہے ہیں کہ صرف ان hours کے لیے' ان days کے لیے۔ اور آج چھ سات دن گزر گئے۔ اور کسی ممبر نے کہا ہے کہ ایڈووکیٹ جنرل صاحب جو ہیں اور آپ نے فرمایا تھا کہ کسی اور پوائنٹ پر بھی ایڈووکیٹ جنرل صاحب کو لانا ہے۔ اسی لیے میری استدعا ہے۔ last time جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ آج ان کی bail petition لگی ہوئی ہے۔ وہ ہم دیکھ لیں گے۔ ان کا اپنا ایک حق ہے۔ میں نے تو پھر یہ بھی کہا تھا کہ آپ petition بھیج دیں۔ کورٹ جو مرضی کہتی پھرے۔ اس وقت تک مرکزی حکومت کی اور پنجاب حکومت کی یہ کہتے کہتے زبان خشک نہیں ہوتی کہ جناب' عدالتیں جو کچھ کریں ہم کیا کریں' اسمبلی کے سپیکر کا جو فیصلہ ہے یہ غلط ہے۔ یہ فیڈرل گورنمنٹ کا ایک stand ہے۔ جناب سپیکر! میں نے تو ایک وہ via media نکالا تھا جس سے آپ کی شان پر کوئی حرف نہیں آتا۔ کوئی آپ کی اس بات کو چیلنج نہیں کر سکتا۔ عام شہری بھی جا کر درخواست دے سکتا ہے۔ تو سپیکر کو کوئی مانع نہیں ہے۔ Any body can set law in motion. آپ جا سکتے ہیں۔ آپ نہ بھیجیں آپ کی مرضی ہے۔

جناب سپیکر ، شاہ صاحب! ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے ہی چونکہ یہ مجھے مشورہ دیا' میرے ذہن میں تو یہ بات تھی نہیں۔ میں صاف کہتا ہوں' کہ ایڈووکیٹ جنرل سے پوچھا جائے۔ حقیقت ہے کہ ان کی تلاش رہی اور وہ اسلام آباد رہے۔ پھر بیچ میں کشمیر کا معاملہ آ گیا اور دو چھٹیاں آ گئیں۔ آج ان سے میرا رابطہ ہوا ہے۔ لیکن چونکہ انھوں نے کل بھی اپنے بارے میں کہا ہے کہ وہ نہیں مل سکتے' اس لیے کہ پہلے سے ان کی commitment ہے۔ میں آپ کو تجویز کرتا ہوں صبح دس بجے آپ' ملک سلیم اقبال صاحب' میں وزیرقانون صاحب سے گزارش کروں گا اور جناب وصی ظفر صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ چاروں دوست میرے چیمبر میں میرے پاس آ جائیے۔ ہم وہاں بیٹھ کر اس کے بارے میں فیصلہ کر لیں گے۔

سید ظفر علی شاہ ، حتمی ۔

جناب سپیکر ، حتمی؟

سید ظفر علی شاہ ، جی۔ آپ فرمائیے۔

جناب سپیکر : جی۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! شاہ صاحب کی بات اس حد تک تو ٹھیک ہے کہ سپیکر کے پاس inherit powers ہیں اور جس طرح different دنیا کے سپیکرز ہیں اس طرح differrent powers ہیں۔ جیسے چانسلری میں' ہاؤس آف لارڈز میں ان کے پاس باقاعدہ petitions جاتی ہیں۔ ان کی ایک form ہے' ہاؤس آف کامنز ہے۔ ان کے پاس باقاعدہ petition جاتی ہیں ۔ انڈیا کی پارلیمنٹ میں بھی باقاعدہ petitions جاتی ہیں۔ اس میں گزارش یہ ہے کہ یہ جو الوری صاحب فرما رہے ہیں' وہ قیدی اور حوالاتی میں ایک فرق ہے۔ جو قیدی ہے وہ گورنمنٹ کےکنٹرول میں ہوتا ہے۔ جو حوالاتی ہے وہ کورٹ کے کنٹرول میں ہے۔

جناب سپیکر : دیکھیے یہی بات کل ہم آپس میں لیں گے۔ اب ہم آگے چلتے ہیں۔ تھوڑے سے بل آ جائیں۔ بڑے دنوں کےبعد پرائیویٹ ممبر ڈے آیا ہے۔ آپ آئیں گے ناں؟ (قطع کلامیاں) ٹھیک ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! ان کی طرف سے مسئلہ صرف اتنا باقی رہ جاتاہے کہ کورٹ میں petition کس نے move کرنی ہے؟ ان کی ڈیمانڈ ہے کہ سپیکر صاحب کریں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہسپیکر صاحب ہی وہ petition خود by name داخل کریں۔یہ درست ہے کہ کوئی بھی آدمی کر سکتا ہے۔ ادھر سپیکر کی dignity وغیرہ اور وہ سارا جو ماحول ہے اور آئندہ کے معاملات کو بھی ادھر پرائیویٹ طور پر یا ہاؤس میں سپیکر صاحب گورنمنٹ کو بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس میں ایک اور بات ہے کہ آپ کی طرف سے petition جاتی ہے ' گورنمنٹ کی طرف سے petition جاتی ہے اورسرکاری وکیل کو آپ کہتے ہیں کہ آپ petition دیں۔ وہ آگے accuse کہتا ہے کہ no میں اس petition سے باہر نہیں آتا تو what is the guarantee کورٹ کہتی ہے کہ ٹھیک ہے میں اس petition پر تو allow کرتا ہوں۔وہ کہتا ہے No, I do not accept this petition تو اس کے behalf پر اس میں power of attorney کون دے گا؟ یہ technicalities وہاں پر ہیں۔

جناب سپیکر : آپ یہ ساری کل کر لیجیے گا۔ We will discuss these things

چودھری محمد وصی ظفر : ٹھیک ہے جناب!

میاں عمران مسعود : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی فرمایے۔

میاں عمران مسعود : شکریہ۔ جناب سپیکر! اس ساری گفتگو کے سلسلے میں' میں ایک چیز کے متعلق آپ کو inform کرنا چاہتا ہوں کہ اسی scenario میں جو ہمارا حبیب اللہ kidnapping کیس تھا یہ بالکل وہی situation بنی پڑی ہے۔ آپ کے اس ہاؤس کے حزب اختلاف کے پانچ ممبر جن کو conditional bail عطا کی گئی ہے - Just to attend the Session اور یہی scenario اب ہمارے سامنے ہے اور قائد حزب اختلاف چودھری پرویز الٰہی کا یہاں ہونا ہم سے زیادہ اہم ہے۔
Because he is the Leader of the Opposition and he represents the Opposition here. اسی طریقے سے جس طرح ہمیں bail grant کی گئی ہے Just to attend the Session ہم یہ چاہتے ہیں کہ اگر آپ دو الفاظ لکھ دیں اورکورٹ سے آپ یہ طلب کرلیں یا کورٹ کو یہ request کر لیں کہ جی وہ قائد حزب اختلاف ہیں انہیں یہاں بلالیا جائے تو وہ کورٹ جائے اور ان کا معاملہ جائے۔ شکریہ جناب!

جناب سپیکر : مسٹر عمران مسعود! میں نے in principle agree کیا ہے۔ میں اس بات کو سننے کے لیے' غورکرنے کے لیے تیار ہوں اور کل یہ چاروں دوست از راہ کرم میرے پاس 10 بجے چیمبر میں تشریف لائیں۔ میں پھر نام دہراتا ہوں۔ محترم ملک سلیم اقبال صاحب۔ جناب ظفر علی شاہ صاحب۔جناب لہ منسٹر صاحب اور جناب وصی ظفر صاحب۔

حافظ محمد اقبال خان خا کوانی : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : اب ہم غیر سرکاری ارکان کی کارروائی شروع نہ کردیں؟

حافظ محمد اقبال خان خا کوانی : جناب سپیکر! آپ کے آج اچھے موڈ کا جائز فائدہ اٹھاتے ہوئے میں آپ سے آپ کے ہی ایک فرمان پر رولنگ چاہتا ہوں کہ آپ نے ابھی یونیورسٹی اساتذہ کے سلسلے میں فرمایا۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر : وہ تو پرانی بات ہے۔

حافظ محمد اقبال خان خا کوانی : جناب والا! وہ بات تو ہو گئی۔ اسی کے دوران آپ نے ایک فقرہ فرمایا کہ "جب میاں بیوی راضی ہیں تو آپ کیوں قاضی بنتے ہیں"۔میں آپ سے صرف یہ رولنگ چاہتا ہوں کہ

اساتذہ میاں ہیں یا حکومت میاں ہے اور وہ بیوی ہے یا حکومت بیوی ہے؟

جناب سپیکر : ہیں تو میاں منظور احمد وٹو میاں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی : جی!

جناب سپیکر : میاں تو وہ کہلاتے ہیں باقی آپ سوچ لیجیے گا۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی : جناب والا! اگر میاں وہ ہیں تو----

جناب غلام عباس : آپ اساتذہ کے ساتھ یہ زیادتی نہ کریں۔

جناب سپیکر : نہیں۔ میں تو عورت کو مرد سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو عورت کو مرد سے افضل سمجھتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو بنایا۔ وہ اشرف المخلوقات ہے۔ تمام مخلوقات میں جتنی کمیاں رہ گئی تھیں وہ اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) میں پوری کر دیں۔

جناب غلام عباس : جناب والا! پھر آپ کا خیال ہے کہ میاں صاحب اشرف المخلوقات نہیں ہیں۔

جناب سپیکر : میری بات سنیے۔ آدم (علیہ السلام) کے بعد حوا (علیہ السلام) کو بنایا۔ آدم میں بھی کوئی کمی رہ گئی تھی تو وہ حوا (علیہ السلام) میں پوری کر دی۔ آگے چلیے۔

مسودات قانون

مسودہ قانون (ترمیم) فنی تعلیمی بورڈ پنجاب مصدرہ 1994ء

جناب سپیکر : اب ہم غیرسرکاری ارکان کی کارروائی شروع کرتے ہیں۔ سب سے پہلے مسودات قانون پیش ہوں گے۔ پہلا مسودہ قانون سید تابش الوری کی طرف سے پیش کیا جائے گا۔ وہ اپنی تحریک پیش کریں۔

سید تابش الوری : جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:۔
"کہ مسودہ قانون (ترمیم) فنی تعلیمی بورڈ پنجاب مصدرہ ۱۹۹۴ء" پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی ہے:۔
... فنی تعلیمی بورڈ پنجاب مصدرہ ۱۹۹۴ء" پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، جناب محرک اس پر اپنا بیان دے سکتے ہیں۔ آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

سید تابش الوری، جناب والا! قاعدے کے مطابق جب کوئی مسودہ قانون پیش کرنے کی اجازت چاہی جاتی ہے تو قواعد کے مطابق اسے متعلقہ کمیٹی کو refer کر دیا جاتا ہے۔ ابھی سٹیج یہ ہے کہ اسے متعلقہ سٹینڈنگ کمیٹی کو refer کر دیا جائے اور اس کی رپورٹ آنے کے بعد پھر اس کے پرنسپلز پر بحث ہو۔

جناب سپیکر، میرے سیکرٹریٹ کے متعلق جو چیز پرائیویٹ ممبر ڈے میں آئے گی وہ اجازت کے بعد introduce ہو گی اور اس مرحلہ پر جب کوئی صاحب مخالفت کرتے ہیں تو پھر سپیکر کی طرف سے محرک اور وزیر یا مخالفت کرنے والے صاحبان کو اس کی حمایت اور مخالفت پر مختصر بیان دینے کے لیے کہا جاتا ہے۔

سید تابش الوری، جناب والا! میں یہی عرض کررہا ہوں کہ روایت یہی ہے کہ جب ایسے بل پیش کیے جاتے ہیں تو یہ بل جو میں پیش کر رہا ہوں کہ یہ اسلامی نظریاتی کونسل ———

جناب سپیکر، تابش صاحب! آپ ہمیشہ کچھ کہنے کے لیے وقت مانگتے رہتے ہیں آج موقع ہے تو کچھ کہہ دیجیے۔

سید تابش الوری، جناب والا! میں عرض یہ کررہا ہوں کہ اسلامی نظریاتی کونسل اس مقصد کے لیے قائم کی گئی ہے کہ وہ ملک میں تمام قوانین کا جائزہ لینے کے بعد انہیں اسلامی بنانے کے لیے تجاویز مرتب کرے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے کچھ تجاویز مرتب کی ہیں۔ قومی اور صوبائی سطح کے قوانین کا جائزہ لیا ہے اور اس جائزہ کے نتیجہ میں انہوں نے کچھ سفارشات مرتب کی ہیں۔ انہیں کی سفارشات کا حصہ یہ مسودہ قانون ہے۔ ان کی تجویز کے مطابق میں نے یہ مسودہ قانون اسمبلی میں پیش کرنے کی اجازت چاہی ہے۔ تاکہ اس کو متعلقہ سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کرنے کے بعد اس کے اغراض و مقاصد، اس کے عوامل اس کے محرکات اور اس کی ضرورت کا تفصیلی جائزہ لیا جا سکے۔ کیونکہ یہ ہم پر آئینی ذمہ داری ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی اپنی اپنی سطح پر اقدام کریں اور جناب والا! یہ دستوری پابندی ہے کہ جس کے تحت میں یہ بل پیش کررہا ہوں۔ اگر وزیر قانون اسلامی نظریاتی کونسل کی تجویز کی مخالفت کرنا چاہتے ہیں، اگر وہ چاہتے

ہیں کہ اسلامی نظریاتی کونسل محض ایک کاغذی ادارہ' ایک سفارشی ادارہ ایک تجویز کرنے والا ادارہ بن جائے اور Constitutional requirements کی تکمیل نہ کی جائے تو میں اس مسودے پر بھی زور نہیں دوں گا۔ کیونکہ میں تو یہ اس لیے پیش کر رہا ہوں کہ یہ بنیادی طور پر ذمہ داری حکومت کی تھی کہ وہ کسی بھی قانون کو اسلامائز کرنے کے سلسلے میں اپنے فرائض پورے کرے۔ میں نے ان کی جانب سے ان کو توجہ دلانے کے لیے یہ فریضہ اپنے سپرد لیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایسی ضرورت ہے کہ جس کی تکمیل سے Constitution کی جو requirements ہیں وہ بھی پوری ہوں گی۔ ہم نے پاکستان بناتے وقت جو عہد کیا تھا کہ اس ملک کے تمام قوانین قرآن اور سنت کے مطابق بنائے جائیں گے اس کی تکمیل بھی ہو گی اور پاکستان بنانے کا اور اس کی تخلیق کا جو بنیادی مقصد تھا جو نصب العین تھا ہم اس کو بھی حاصل کرسکیں گے۔ مجھے افسوس ہے اور مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ جناب وزیر قانون اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش پر مبنی اس مسودہ قانون کی کس بنیاد پر مخالفت کرنا چاہتے ہیں؟ اور وہ نظریاتی کونسل جس میں ملک کے تمام مکاتب فکر کے علماء موجود ہیں' جس میں تمام سیاسی اور سماجی اور دینی نقطۂ نظر رکھنے والے لوگوں کی نمائندگی موجود ہے۔ انھوں نے متفقہ طور پر یہ سفارش کی ہے۔ یہ مسودہ ترتیب دیا ہے جسے میں پیش کر رہا ہوں اور اس کا بنیادی مقصد اس کی جو غیر اسلامی دفعات ہیں ان کو اسلامی بنانا ہے۔ اس لیے میں آپ سے اور آپ کے توسط سے وزیر قانون سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کی وہ مخالفت نہ کریں۔ ملک کے قوانین کو اسلامی بنانے کی مخالفت کم از کم وزیر قانون کو زیب نہیں دیتی اور اس لیے بھی زیب نہیں دیتی کہ وہ جس چٹھہ مسلم لیگ سے تعلق رکھتے ہیں نظریاتی کونسل کے چیئرمین بھی انہی کے ایک فرد اور معتبر سیاست دان ہیں۔۔۔

جناب سپیکر، جونیجو مسلم لیگ۔

سید تابش الوری، جی اسے جونیجو بھی کہتے ہیں۔ چٹھہ بھی کہتے ہیں۔ چونکہ جونیجو مرحوم ہو گئے ہیں تو اس لیے اب چٹھہ مسلم لیگ۔

جناب سپیکر، جونیجو مسلم لیگ۔

سید تابش الوری، اب تو وہ دو نو لیگ ہوتی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر، صحیح نام سے پکارنا زیادہ اخلاق کے مطابق ہے۔

لیگ کہتے ہیں۔

جناب سپیکر، پاکستان میں اسے جونیجو لیگ کہتے ہیں۔ چلیے۔

سید تابش الوری، جناب والا! میں درخواست کروں گا کہ پہلے بھی اصولی طور پر یہ روایت موجود رہی ہے کہ ایک تو پرائیویٹ ممبرز قانونی مسودات پیش کرنے میں بہت کم دلچسپی لیتے ہیں اور اگر اس سلسلے میں میں نے پہل کی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وزیر قانون کا یہ فرض تھا کہ وہ اس کی حوصلہ افزائی کرتے۔ میرا شکریہ ادا کرتے کہ میں نے وہ کام جو انھیں کرنا چاہیے تھا اس کی پیش رفت میں نے کی ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اسے سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ اس کو thoroughly discuss کیا جا سکے۔

جناب سپیکر، لاء منسٹر۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! حکومت اپنی آئینی اور قانونی ذمہ داریوں سے پوری طرح آگاہ ہے۔ فاضل رکن اسمبلی نے جو مساعی کی ہے میں اس کے لیے بھی ان کا مشکور ہوں اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے قانون سازی کے معاملے میں دلچسپی لی ہے۔

جناب سپیکر! بل زیر غور کے ذریعے فاضل محرک جناب سید تابش الوری صاحب نے پنجاب بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن کے آرڈیننس 1962ء کی دفعات ۶(۲)، ۲۰(سی) اور ۲۷ میں ترامیم پیش کی ہیں۔

جناب سپیکر! ہم اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو اہمیت دیتے ہیں۔ البتہ آئینی اور قانونی معاملات میں اگر ایک ادارے سے جس کی اتھارٹی کو ہم تسلیم کرتے ہیں اس سے کوئی تجاویز قانون میں تبدیلی کے لیے موصول ہوتی ہیں تو ہماری صوبائی حکومت اور اس کے محکموں کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ ان سفارشات کو اپنے لیگل ماہرین کی آراء کی روشنی میں دیکھیں اور اگر کہیں کوئی سفارش قانون اور آئین کے ضابطوں کے مطابق نہیں لگتی یا مفاد عامہ میں نہیں لگتی۔ تو ایسی سفارشات کو واپس اسلامی نظریاتی کونسل کے پاس دوبارہ غور کے لیے بھیجا جا سکتا ہے۔ یہ پنجاب حکومت اور اس کے محکموں کو آئینی اور قانونی حق ہے۔

جناب سپیکر! فاضل رکن اسمبلی اپنے مسودہ قانون کی ترامیم کے ذریعے جو تجویز پیش کر رہے ہیں اس میں دفعہ ۶ (۲) کی روشنی میں یہ چاہتے ہیں کہ اگر کسی بورڈ کو کوئی مجاز عدالت دیوالیہ قرار دے دے تو کنٹرولنگ اتھارٹی اسے بورڈ کی رکنیت سے نہ ہٹائے۔ جب کہ صورت حال یہ ہے کہ قانون میں

پہلے سے موجود ضابطے کے مطابق اگر کوئی مجاز عدالت ایسے شخص کو جو بورڈ کا رکن ہو اسے دیوالیہ قرار دے دے تو اسے اس کی رکنیت سے الگ کیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! یہ تجویز جو موصول ہوئی ہے اس پر عمل درآمد کر کے حکومت نے قانون اس لیے نہیں بنایا کہ اگر عدالت کی طرف سے ایسے شخص کو جسے دیوالیہ قرار دیا جا چکا ہو اسے بھی بورڈ کا رکن رکھا جائے تو اس صورت میں بورڈ کے انتظامی و انصرامی معاملات صحیح طریقے سے نہیں چل سکتے اور انتظام و انصرام کے علاوہ بے شمار مالی معاملات کا بھی ایسا رکن ذمہ دار ہوتا ہے۔ لہذا دیوالیہ شخص کے حوالے کسی بورڈ کا انتظام و انصرام کر دینا یا اس کے مالی معاملات کا اسے پھر تسلسل کے ساتھ ذمہ دار ٹھہرائے جانا عوامی مفاد میں نہیں ہے۔ لہذا بورڈ کے پہلے قوانین جو ہیں ان میں اس ترمیم کی گنجائش کی جو ضرورت پیدا کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔ میں قوانین کو اسلامی ضابطے کے مطابق اور اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی مخالفت نہیں کرتا۔

جناب سپیکر! دفعہ ۲۰ (سی) جو ہے اس میں بھی انھوں نے ترمیم کی تجویز دی ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ کوئی عدالت قانون زیر غور کے تحت کسی جرم پر سماعت کا اختیار صرف اسی صورت استعمال کرے گی کہ جب جرم کے بارے میں عدالت کو رپورٹ چیئرمین بورڈ یا اس کے رکن کی جانب سے کوئی مجاز شخص پیش کرے تو یہ صورت حال ہے۔ لیکن یہ اس میں تبدیلی کے لیے ایسی تجویز دے رہے ہیں کہ جس تجویز کے تحت کسی ذمہ دار شخص یا بورڈ کے رکن کی بجائے کوئی عام شخص بھی اٹھ کر ایسے معاملات کے بارے میں استغاثہ دائر کر سکے گا۔ ایسی صورت حال میں جو قانون کا منشاء ہے وہ فوت ہو جائے گا۔ اس لیے کہ بورڈ کے معاملات میں بورڈ کے رکن کو 'عہدیدار کو' جہاں کہیں کوئی بے ضابطگی پیدا ہو گی' کیونکہ سارا مواد اس شعبے میں ہونے کی وجہ سے اسے حاصل ہوتا ہے لہذا وہ عدالت میں جا کر مکمل شہادت کے ساتھ اس بے ضابطگی کو ثابت کر سکتا ہے لیکن جو شخص باہر بیٹھا ہے اور جس کے بورڈ کے معاملات کے ساتھ کوئی براہ راست involvement نہیں ہے اور جو بورڈ کے ایسے فیصلے سے براہ راست متاثر نہیں ہوتا اس کے ہاتھ میں یہ اختیار دے دینا یہ بھی انصاف کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے۔ اس لیے میں اس تجویز کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ دفعہ 27 کے تحت بھی انھوں نے جو تجویز پیش کی ہے وہ اسی کے مطابق ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ ایسا شخص جو بورڈ کے فیصلے سے متاثر ہو اس کی بجائے ہر عام شخص

کو بھی اختیار دے دیا جائے کہ وہ استغاثہ دائر کر سکے۔

جناب سپیکر! جس شخص کا بورڈ کے معاملات سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور بورڈ کے کسی فیصلے کے نتیجے میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اس کا کوئی حق infringe نہیں ہوا۔ اگر اسے بھی اختیار دے دیا جائے کہ وہ بورڈ کے معاملات کے بارے میں اٹھ کر استغاثہ کرنا شروع کر دے تو پھر یہ انتظامی معاملات نہیں چل سکتے۔ اس لیے مسلسل ایک litigation اور بے تحاشہ litigation سے بچانے کے لیے یہ تجاویز جو اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے آئی ہیں ان پر دوبارہ غور کی ضرورت محسوس کی گئی اور اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے محکمہ ایجوکیشن نے ۲۲ جون ۱۹۹۴ء کو ایک لیٹر کے ذریعے ان تجاویز کو مکمل احترام کے ساتھ دیکھنے کے بعد پورے عزت اور احترام کے ساتھ اسلامی نظریاتی کونسل کو واپس بھیجا ہے اور یہ لیٹر لکھا گیا ہے کہ یہ جو آپ نے تجاویز دی ہیں ان میں یہ یہ قباحتیں ہیں اور اس کی روشنی میں ہماری یہ استدعا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل اپنی دی گئی تجاویز پر دوبارہ غور کرے۔

جناب سپیکر! اسلامی نظریاتی کونسل دوبارہ غور و خوض کے بعد جو احکامات اور تجاویز ارسال کرے گی اس وقت ان پر غور ہو سکتا ہے اور نئی قانون سازی کے بارے میں اگر ضرورت محسوس ہوئی تو اس اسمبلی کے اندر حکومت اپنی ذمہ داریاں پوری کرے گی۔ لہذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ترامیم اس وقت ناقابل قبول ہیں اور یہ مسودہ قانون جو ہے اسمبلی میں زیر بحث نہیں لایا جانا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر : سوال یہ ہے کہ۔

"مسودہ قانون (ترمیم) فنی تعلیمی بورڈ پنجاب مصدرہ ۱۹۹۴ء" پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

مسودہ قانون (ترمیم) ادارہ اشتمال اراضی پنجاب، مصدرہ 1994ء

جناب سپیکر، اگلا مسودہ قانون سید تابش الوری صاحب کی طرف سے ہے وہ اسے پیش کریں۔

سید تابش الوری ، جناب سپیکر! میں تحریک پیش کرتا ہوں۔

"کہ مسودہ قانون (ترمیم) ادارہ اشتمال اراضی پنجاب مصدرہ ۱۹۹۴ء" پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر ، یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔

"کہ مسودہ قانون (ترمیم) ادارہ اشتمال اراضی پنجاب مصدرہ ۱۹۹۴ء" پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

MINISTER FOR LAW: I oppose it, sir.

جناب سپیکر : جناب تابش الوری! اس سلسلے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

سید تابش الوری : جناب والا! سب جانتے ہیں کہ اسلام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ فرد کو اس کی حد تک مکمل آزادی حاصل ہونی چاہیے اور اس کے معاملات اس کی جائیداد اس کی پراپرٹیز کے سلسلے میں اس کا اپنا فیصلہ ترجیح مقام رکھتا ہے ادارہ اشتمال اراضی پنجاب مصدرہ ۱۹۹۴ء کی دفعہ ۷ کی ذیلی دفعہ ۲ کی ضمن الف میں یہ ترمیم پیش کی گئی ہے کہ "شخص" کے بعد الفاظ "اپنی آزاد مرضی سے" ثبت کیے جائیں۔ جناب والا! اسلامی نظریاتی کونسل نے اسی نقطے کی بنیاد اسی اصول کی بنیاد پر یہ تجویز کیا ہے کہ اگر اراضی کا کسی مقصد کے لیے اشتمال مقصود ہے تو پھر کسی جبر کے ذریعے نہیں بلکہ اس کی رضا مندی کے ساتھ اس کی consent کے ساتھ وہ معاملات طے پانے چاہییں۔ جناب یہی بنیادی نقطہ ہے جس کی بنیاد پر اسلامی نظریاتی کونسل نے ادارہ اشتمال پنجاب مصدرہ ۱۹۹۴ء کی اس دفعہ کو خلاف قرآن و سنت قرار دیا ہے اس ضرورت کا احساس دلایا ہے کہ اسے اسلامی بنانے کے لیے اسے قرآن و سنت کے اصولوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اور اسے زیادہ معقول اور زیادہ منطقی بنانے کے لیے اس میں یہ ترمیم کر دی جائے کہ "شخص" کے بعد "اپنی آزاد مرضی سے" کے الفاظ ثبت کیے جائیں۔

جناب والا! آپ جانتے ہیں کہ اسلامی اور غیر اسلامی نظام میں فرق یہی ہے کہ اسلام نظام فطرت ہے اسلام جو اصول مرتب کرتا ہے وہ فطرت کی مطابقت میں کرتا ہے فطرت کی ہم آہنگی کے ساتھ کرتا ہے اور فطرت کا مطالبہ یہ ہے کہ انسان بنیادی طور پر ایک اکائی کی حیثیت سے آزاد ہے اور اپنے فیصلے اسے اپنی مرضی کے مطابق قرآن و سنت کی روشنی میں کرنے چاہییں۔ قرآن کا فیصلہ یہ ہے کہ کسی شہری پر کوئی جبر نہیں کیا جا سکتا کسی شہری کو کسی قانون اور غیر اسلامی قاعدے کی بنیاد پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اس لیے اسلامی نظریاتی کونسل نے متفقہ طور پر اس ترمیم کی سفارش کی ہے اور آئین کے تحت یہ لازم ہے کہ ان کی جو حتمی سفارشات ہیں انہیں چھ ماہ کے اندر اندر عمل درآمد کرایا جائے۔ جناب والا! میں نے اس آئین کے اس تقاضے کی تکمیل کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کی ارادے کے مطابق اور پاکستان کے نصب العین کی تکمیل کی خاطر اس قانون کو جسے اسلامی نظریاتی

کونسل نے اس شق کی حد تک غیر اسلامی قرار دیا ہے اسلامی بنانے کے لیے یہ ترمیم پیش کی ہے اور میں اس توسل سے اس ایوان سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ کونسل کی اس سفارش کے مطابق قانون سازی کا آغاز کر کے ملک میں ایک نئی روایت کا آغاز کریں کیونکہ ابھی تک کسی بھی صوبائی اسمبلی نے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے مطابق کوئی مسودہ قانون منظور نہیں کیا ہے اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب کو اس سلسلے میں سبقت لینی چاہیے اور اس قانون کو منظور کر کے اپنی اسلامی دینی اور دستوری تقاضوں کی تکمیل کا فریضہ ادا کرنا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسودہ قانون اس قابل ہے کہ اسے متعلقہ سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کیا جائے جہاں اس کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد ایوان کو رپورٹ پیش کی جاسکے۔

جہاں تک وزیر قانون نے پچھلے مسودہ قانون کے سلسلے میں یہ کہا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل سے رائے مانگی جا رہی ہے وہ رائے سٹینڈنگ کمیٹی بھی مانگ سکتی ہے اس رائے پر سٹینڈنگ کمیٹی بھی فیصلہ کر سکتی اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ پرائیویٹ بل کی حیثیت اس بل کو یہاں پیش کرنے کی اجازت دینا اس ایوان کے لیے ایک اعزاز ہو گا اور مجھے یقین ہے کہ جناب وزیر قانون اپنی رائے پر نظر ثانی کرتے ہوئے اسے سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کرنے کی اجازت کی مخالفت نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر: جناب وزیر قانون۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! جیسے میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ حکومت پنجاب اور یہ ایوان قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے قطعی مخالف نہ ہے اور مسودہ قانون میں مجوزہ تبدیلی کی مخالفت میں اس لیے کر رہا ہوں کہ یہ مفاد عامہ میں نہیں ہے اسلامی قوانین اور اسلامی نظریہ حیات پر ہمارا پورا اعتماد ہے یقین ہے اور جناب سپیکر! عقیدہ ہے اور حکومت مختلف قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہے۔ جناب سپیکر! جو مذکورہ ترمیم تجویز کی گئی ہے یہ جناب سید تابش الوری صاحب نے Punjab Land Utilization Act کے آرڈیننس ۶ ۔۱۹۸۱ء کی کلاز اے کو سیکشن ۷ کی سب سیکشن ۲ میں تجویز کی ہے اور جناب سپیکر! انہوں نے ارشاد فرمایا ہے کہ free consent کا لفظ اس میں شامل کیا جائے۔ جناب والا! صورتحال کے پس منظر میں غالباً فاضل محرک نہیں گئے کہ پہلے سے جو قانون موجود ہے اس کا مدعا اور مقصد کیا ہے اور ممکن ہے کہ میری بات انہیں مناسب لگے۔ جناب سپیکر! صورت حال یہ ہے کہ Islamic Ideology Council نے بھی بیشک یہ سفارشات کی ہیں لیکن

اس میں جو پس منظر نہیں دیکھا گیا وہ یہ ہے کہ حکومت اس ایکٹ کے تحت کسی شخص کی ایسی اراضی کو اپنے زیر استعمال لاتی ہے جو بنجر ویران ہوتی ہے اور جس زمین سے' جس اراضی سے اس کا مالک کوئی فائدہ حاصل نہیں کرپا رہا ہوتا۔ ایسی اراضی جو نہ اپنے مالک کے لیے منافع بخش ہوتی ہے اور نہ ہی اس اراضی سے اس کے مالک کو کوئی پیداوار مل رہی ہوتی ہے۔ ایسی اراضی حکومت اسآرڈیننس کے ذریعے ' اس قانون کے ذریعے اپنے قبضہ میں لیتی ہے اور دس سال سے زیادہ عرصہ ایسی اراضی کو حکومت کا مذکورہ محکمہ اپنے پاس نہیں رکھتا اور جناب سپیکر! قبضہ میں لے کر مقصد اسے آباد کرنا ہوتا ہے اور اس اراضی کے مالک کے لیے اسے منافع بخش بنانا ہوتا ہے اور اس اراضی کو بحال کر کے اسے ترقی کے لیے تحفظ فراہم کرنا ہی اس قانون کا اصل مقصد ہے۔ جس قانون میں تبدیلی تجویز کی گئی ہے۔ جناب سپیکر! free consent کی اس میں اس لیے ضرورت نہیں ہے کہ اگر حکومت اس کے مالکانہ حقوق تبدیل کر رہی ہو یا اس کی ملکیت تبدیل ہو جاتی ہے تو پھر یقیناً free consent کی ضرورت ہے اور اسلامی نظریہ کا یہ مدعا اور منشاء ہے کہ اگر اس اراضی کی ملکیت تبدیل کی جاتی ہو تو ایسی زمین کے مالک کی free consent ہونا ضروری ہے۔ لیکن جہاں اس کی ملکیت کے حقوق تبدیل نہیں ہوتے وہاں اس لیے free consent کو نہیں رکھا گیا کہ ممکن ہے کہ وہاں اس اراضی کا مالک عرصہ دراز سے بنجر زمین کا مالک چلا آ رہا ہے' اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر پا رہا۔ اگر حکومت اپنے تئیں اس کے اوپر کوئی کام نہیں کرے گی اور اس کے تحفظ اور بحالی اور ترقی کا کوئی کام نہیں کرے گی تو یہ زمین ایسے ہی چلی جائے گی اور جو شخص اس کا مالک ہوتا ہے جہاں اسے فائدہ نہیں ہو رہا ہوتا وہاں قومی معیشت بھی متاثر ہو رہی ہوتی ہے۔ اس لیے قومی معیشت کو ترقی دینے کے لیے یہ قانون بنایا گیا کہ ایسی اراضی کو حکومت اپنے قبضے میں لے اور جناب سپیکر! اس کو ترقی دے' بنجر زمین کو آباد کرے اور اس کلاز کے تحت ڈویلپمنٹ کے لیے دس سال سے زائد عرصہ حکومت اپنے پاس نہیں رکھے گی اور جناب سپیکر! ترقیاتی اخراجات کو منہا کر کے پیداوار اور آمدن اس زمین کے مالک کو دے دی جاتی ہے اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کلاز میں تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے اور جناب سپیکر! پہلے سے موجود قانون بنجر زمینوں کو بہتر بنانے اور آبادکاری کرنے کے لیے ہے اس لیے اس میں کوئی مزید ترمیم کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ اس لیے میں اس ترمیم کی اور اس مسودہ قانون کو پیش کرنے سے اختلاف کرتا ہوں اور یہ قانون بھی ہم واپس اسلامی نظریاتی کونسل کو بھیج رہے ہیں کہ وہ دوبارہ اس پر غور

کرے اور اپنی سفارشات مرتب کر کے بھیجے۔ شکریہ!

جناب سپیکر، سوال یہ ہے۔

"کہ مسودہ قانون (ترمیم) ادارہ اشتمال اراضی پنجاب مصدرہ 1994ء" پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

مسودہ قانون (ترمیم) ادارہ شاہرات پنجاب مصدرہ 1994ء

جناب سپیکر، اگلا مسودہ قانون بھی سید تابش الوری صاحب کی طرف سے ہے وہ اسے پیش کریں۔

سید تابش الوری، مسودہ قانون (ترمیم) ادارہ شاہرات پنجاب مصدرہ 1994ء پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔

"کہ مسودہ قانون (ترمیم) ادارہ شاہرات پنجاب مصدرہ 1994ء" پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

MINISTER FOR LAW & PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I oppose it

جناب سپیکر، جناب تابش الوری! آپ اس کی حمایت میں کیا فرماتے ہیں؟

سید تابش الوری، میرا یہ پرائیویٹ بل مسودہ قانون (ترمیم) ادارہ شاہرات پنجاب مصدرہ 1994ء کی دفعہ 22 اور 23 کے لیے ہے اور اس ترمیم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس میں سے سودی اخراجات کے الفاظ حذف کر دیے جائیں۔ آپ جانتے ہیں کہ سود کے بارے میں اسلام کے احکامات بڑے واضح، بڑے قطعی اور بڑے حتمی ہیں اور سود کے حرام ہونے پر کسی دینی مکتبہ فکر کو کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا۔ سود کیقرآنی ہی نہیں بلکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے تابعین اور تمام مجتہدین اور علمائے کرام نے اس سلسلہ میں اپنی آراء کا بڑی تفصیل سے اظہار کیا ہے۔ سود کو معاشرے کے لیے ہلاکت کا درجہ دیا گیا ہے۔ سود کو معاشرے کی دیمک قرار دیا گیا ہے۔ سود کو تمام تجارت تمام صنعت، تمام کاروبار اور تمام معاملات میں قطعی حرام کی حیثیت دے کر اس کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ لیکن جناب والا! صوبہ پنجاب کے مسودہ قانون ادارہ شاہرات میں سودی اخراجات شامل کیے گئے ہیں اور یہی وہ بنیادی نکتہ

ہے' یہ وہ بنیادی بات ہے جس کی بنیاد پر اسلامی نظریاتی کونسل نے مجوزہ مسودہ قانون کو غیر اسلامی قرار دیا ہے اور قرآن و سنت کے واضح احکامات کی روشنی میں یہ تجویز کیا ہے کہ سودی اخراجات کے لفظ حذف کر دیے جائیں اور جس حد تک اس قانون میں غیر اسلامی پہلو موجود ہے' اس کی اصلاح کر دی جائے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ سود کا خاتمہ ایسا مقصد ہے جس کی ہمارے آئین نے بھی بڑی واضح طور پر ہدایت کی ہے کہ اس کے خاتمے کے لیے فوری طور پر ہنگامی طور پر اقدامات کیے جائیں۔ اس مقصد کے لیے مختلف کمشن بھی قائم کیے گئے ہیں اور اسلامی نظریاتی کونسل نے علیحدہ ایک thesis بھی وفاقی حکومت کو پیش کیا ہے جس میں سود کے خاتمے کی مختلف تدابیر اور عملی خاکہ تجویز کیا گیا ہے۔ جناب والا! جہاں تک صوبائی حکومت کا تعلق ہے۔ مرکزی حکومت تو یقیناً اپنی سطح پر یقیناً اقدامات کرے گی اور ان تدابیر پر غور کر رہی ہو گی جن کے نتیجہ میں اس صوبے اور ملک کو سود جیسے ہلاکت خیز رواج اور رسم سے پاک کرنا ہے۔ لیکن صوبائی سطح پر اگر ہم اس سلسلہ میں ایک قدم آگے بڑھا سکیں' اگر ہم قرآن و سنت کی تعمیل میں ایک چھوٹا سا قانون منظور کر سکیں' اگر قرآن و سنت کو اپنی زندگی کا منشاء' ملجیٰ اور ماوا بنانے کے لیے ہم تھوڑی سی پیش رفت کر سکیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم خدا اور اس کے رسول کے حضور سرخروئی حاصل کر سکیں گے کہ ہم نے پنجاب کے اس ایوان میں قرآن و سنت کی تکمیل کے لیے اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے اپنا حصہ ادا کیا تھا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ یک وقت سارے قوانین کو تبدیل کر دیجیے لیکن جو آپ کے اختیار میں ہے اور جو آپ کر سکتے ہیں۔ جس میں آپ کو کوئی خطرہ اور کوئی اندیشہ نہیں ہے اور جس کے لیے پاکستان کے سب سے بڑے اسلامی ادارے' سرکاری ادارے جس کو وفاقی حکومت نے قائم کیا ہے اور جس پر کروڑوں روپے خرچ کیے جا رہے ہیں۔ اس کی سفارش کے مطابق میں یہ بل لا رہا ہوں ۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے متفقہ طور پر تجویز کیا ہے کہ اس مسودہ قانون میں میری پیش کردہ تجویز کو من و عن شامل کیا جائے تاکہ اس کی غیر اسلامی حیثیت اور نوعیت ختم کر کے اسے اسلامی بنایا جا سکے ۔ اسے قرآن و سنت کے مطابق بنایا جا سکے اور ہم ایک دستوری تقاضے کی تکمیل کر سکیں۔ اس لیے میں جناب سپیکر! آپ کے توسط سے وزیر قانون سے درخواست کرتا ہوں کہ انہوں نے اگر اسلامی قوانین کی مخالفت کا تہیہ ہی کیا ہوا ہے' اگر اسلامی نظریاتی کونسل کی تجاویز کی دھجیاں اڑانا انہوں نے اپنا مقصد حیات بنا لیا ہے تو وہ ضرور اس پر عمل کریں لیکن اپنی ذات تک کریں۔ اس پورے ہاؤس کو اس جرم میں شریک نہ کریں کہ اس ہاؤس

میں سود کے خلاف اسلامی نظریاتی کونسل کی تجویز کے مطابق مسودہ قانون پیش ہوا اور اس ہاؤس کو جسے بتایا ہی نہیں گیا۔ ان سے صرف ہاں اور ناں کرائی جا رہی ہے ان کو معلوم نہیں کہ وہ سود کی حمایت میں ہاں اور ناں کر رہے ہیں۔ اس لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور اراکین اسمبلی سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ خدا کے لیے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کیجیے اور صرف پارٹی کی بنیاد پر، صرف وزیر قانون کی interpretation کی بنیاد پر قرآن و سنت کے خلاف ووٹ نہ دیجیے۔ آپ کو عوام کے سامنے جانا ہے۔ آپ کو عوام کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔ میں آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ آپ جب عوام کے پاس جائیں گے اور انہیں یہ معلوم ہو گا کہ آپ نے قرآن و سنت کے خلاف جو قوانین تھے ان کو تبدیلی کی تجویز کی مخالفت کی تھی۔ ان کو جب یہ معلوم ہو گا کہ آپ نے سرکاری ادارے، حکومتی ادارے، اسلامی نظریاتی کونسل کی تجویز کو بھی ٹھکرا دیا تھا تو آپ ان کا سامنا نہیں کر سکیں گے اور احتساب کی عدالت آپ کو جو سزا دے گی میں اس سے ڈر رہا ہوں۔ اس لیے میں جناب سپیکر! میں درخواست کرتا ہوں اور اراکین اسمبلی سے فرداً فرداً request کرتا ہوں کہ وہ محض ہاں اور ناں کی بنیاد پر نہیں بلکہ اپنے ضمیر، اپنے اصول اور قرآن و سنت کی بنیاد پر فیصلہ کریں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، جی۔ جناب وزیر قانون۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

پوائنٹ آف آرڈر

اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر بحث کے لیے دن مقرر کرنا

جناب سپیکر، وزیر قانون صاحب پہلے سید ظفر علی شاہ صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر سن لیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر کی وساطت سے اور جناب کی وساطت سے پیشتر اس کے کہ محترم وزیر قانون صاحب حسب معمول stereo-type میں اس پرائیویٹ بل جو معزز رکن سید تابش الوری صاحب نے پیش کیا ہے کی پھر مخالفت کریں۔ جناب سپیکر! اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ جو کہ ایک Constitutional ادارہ ہے اور جس کا کام ہی یہی ہے کہ وہ ملک میں مروجہ قوانین کی جانچ پڑتال کرے کہ کون سے وہ قوانین یا کن قوانین کی کون سی شقیں، کون سے سیکشنز قرآن و سنت کے منافی ہیں۔ اس پر اسلامی نظریاتی کونسل جو کہ ایک Constitutional ادارہ ہے اپنی رپورٹ

اسمبلیوں میں submit کرتا ہے اور اس اسمبلی میں بھی وہ کر چکا ہے ۔ اب اس پر حکومتی بنچز بجائے اس کے کہ اپنی amendments لاتے جو وہ نہیں لائے لیکن اسلامی نظریاتی کونسل کی اس رپورٹ کی بنیاد پر ایک پرائیویٹ معزز ممبر نے legislation initiate کی ہے ۔ میں یہ چاہوں گا کہ یہ نہایت ہی اہم معاملہ ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ جس پر آج تک اس ایوان میں debate نہیں ہوسکی وہ debate کرائیں۔ ابھی جس کا اشارہ محترم ممبر صاحب کر رہے تھے یہی وجہ ہے کہ بہت سارے اراکین کو محض پارٹی بازی کے دھڑے میں ہاں اور ناں کے چکر میں ڈال دیا گیا ہے ۔ چونکہ اس اسلامی نظریاتی کونسل پر ابھی تک debate نہیں ہوئی اگر اس پر debate ہو جاتی اور debate کا مقصد ہی یہی ہے، وہ رپورٹ ہاؤس میں submit کرنے کا مقصد ہی یہی ہے کہ ممبران اس رپورٹ کو پڑھیں۔ اس پر debate کریں اور debate کرنے کے بعد اگر اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ قوانین جن کی نشاندہی اسلامی نظریاتی کونسل نے کی ہے وہ against the injunctions of Islam ہیں قرآن اور سنت کے منافی ہیں تو پھر اس پر پرائیویٹ ممبر اور حکومتی بنچز کی طرف سے law making ہوسکتی ہے ۔ میری آپ کی خدمت میں ، حکومتی بنچز اور وزیر قانون کی خدمت میں یہ درخواست ہے کہ کوئی ایک یا دو دن مقرر کیے جائیں۔ اسی اجلاس میں مقرر کر دیے جائیں تاکہ اس پر مکمل بحث ہو سکے۔ جو کہ otherwise Constitutional provision ہے۔ ہمیں اس پر بحث کرنی ہے۔ یہ اب الٹا کام چل رہا ہے کہ نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر تو بحث ہو نہیں سکی ، اس پر ممبران نے اپنے خیالات کا اظہار تو کیا نہیں۔ لیکن جب ایک ممبر نے اپنی ذاتی کاوش سے ان کو ٹیبل کیا ہے تو اس کی stereo-type پر مخالفت کی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر ، میں سید ظفر علی شاہ صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر کو valid قرار دیتا ہوں اور وزیر قانون سے خاص طور پر تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ جلد از جلد اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر ایوان میں بحث کے لیے ایجنڈا رکھیں۔

سید ظفر علی شاہ ، شکریہ۔ جناب سپیکر!

مسودہ قانون (ترمیم) ادارہ شاہرات پنجاب مصدرہ 1994ء (---جاری)

وزیر قانون ، بہتر ہے۔ جناب سپیکر! میں stereo-type مخالفت نہیں کر رہا ۔ ہر مسودہ قانون اور اس کی تجاویز کے حوالے سے میں نے وضاحت کے ساتھ دلائل دیے ہیں ۔ فاضل رکن اسمبلی کا شکریہ جو انہوں [illegible] کیسے انہوں نے جان لیا کہ اسلامی قوانین کی مخالفت کو میں نے مقصد

حیات بنایا ہوا ہے؛ میری زندگی کا مقصد اور ذمہ داریوں کی ادائیگی، یقیناً میں اپنے اعمال کے لیے جواب دہ ہوں۔ لیکن جناب سپیکر! ایک مسلمان کی حیثیت سے میرے عقیدے اور ایمان کے معاملے کو یہ چیلنج بھی کرنا چاہیں تو میں انہیں جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا۔ میرا ایمان اور میرا عقیدہ ہے کہ اس زندگی کے بعد ذات باری تعالیٰ کے دربار میں پیش ہو کر یقیناً میں اس کا جواب دہ ہوں گا۔ یہاں اسمبلی کے اندر بھی اسلامی قوانین کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ میں چاہوں گا کہ جہاں کہیں قوانین کو اسلامی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں یا اراکین اسمبلی کی کوششوں اور صلاحیتوں کی روشنی میں اسلامی سانچے میں ڈھالا جا سکتا ہے اس کے لیے میں حاضر ہوں اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ موجودہ قوانین کو اسلامی قوانین کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے کوشاں رہوں گا اور اس سلسلے میں تمام تجاویز کو ہم خوش آمدید کہیں گے اور انہیں ہم قبول کریں گے۔ لیکن محض کوئی تجاویز آ جانے کے بعد یہ ضروری نہیں کہ اس پر آنکھیں بند کر کے عمل کر لیا جائے۔ یہ قانون اور آئین نے صوبائی حکومت کو privilege دیا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو وہ دوبارہ غور کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کے پاس بھیج سکتی ہے۔ جناب سپیکر! فاضل رکن اسمبلی اپنے اس مسودہ قانون کے ذریعے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کا ریفرنس دیتے ہوئے یہ چاہتے ہیں کہ پنجاب ہائی وے اتھارٹی Act,1989 سیکشن 22 کو ختم کر دیا جائے اور مزید تجویز کیا گیا ہے کہ سیکشن 23(2) میں "interest charged" کے الفاظ ختم کر دیے جائیں۔ جناب سپیکر! اس سیکشن 22 کو ختم کر کے جو صورت حال بنتی ہے وہ یہ ہے کہ ہائی وے اتھارٹی کے ایسے حاصل کردہ قرضہ جات جو حکومت کی منظوری سے نہ لیے گئے ہوں۔ ان کی ادائیگی کا بھی ذمہ دار حکومت کو ٹھہرا دیا جائے۔ یہ سیکشن اگر ختم کر دیا جائے تو پھر قانون کی صورت حال ایسے ہو جائے گی کہ پھر ہائی وے اتھارٹی جو قرضہ جات کہیں سے حاصل کرے گی اور حکومت وقت سے اجازت بھی نہیں لے گی، منظوری بھی نہیں لے گی۔ ایسے قرضوں کی ذمہ داری بھی حکومت پر ڈال دی جائے۔ جناب والا! یہ قطعاً قرین انصاف نہیں ہے کہ حکومت ایسے قرضوں کی ادائیگی کی بھی ذمہ دار بن جائے جن کا قرضوں کی وصولی کے وقت حکومت سے منظوری بھی نہ لی جائے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تجویز قابل عمل نہ ہے۔ اگر حکومت کو اس طریقے سے ایسے قرضوں کے بوجھ تلے ڈال دیا جائے تو آئندہ ہائی وے اتھارٹی کوئی قرضہ لینے کے لیے حکومت سے منظوری لینا گوارا نہیں کرے گی اور جو لوگ بھی ہائی وے اتھارٹی میں آ جائیں گے اس محکمے میں جو لوگ بھی ذمہ دار ہوں گے وہ

حکومت کو پس پشت ڈال کر اپنی ضروریات اپنے معاملات اپنے ذہن اپنی سوچ و فکر کے تحت قرضے لیتے جائیں گے ۔ اس طرح پھر حکومت ملک کے دوسرے محکموں کے معاملات چلانے کے قابل بھی نہیں رہے گی اس لیے میں اس تجویز کی مخالفت کرتا ہوں۔ جناب والا! جہاں تک سیکشن (2)23 میں interest charge کے الفاظ کو حذف کیے جانے کا تعلق ہے۔ یہ بات درست ہے کہ اس وقت زیادہ تر معاملات اور حکومت کی اقتصادیات کا انحصار قرضوں پر ہے اور جب قرضے لیے جاتے ہیں ان کے اوپر محصول کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے۔ اس لیے کہ حکومت جہاں کہیں بھی اپنی اقتصادیات کی بہتری کے لیے عوام کے مفاد عامہ کے کام کرنا چاہتی ہے وہاں ان قرضوں کی وصولی اسی وقت ممکن ہوتی ہے جب ان قرضوں کے اوپر محصول بھی ادا کیا جائے۔ لیکن میں قطعی طوپر پر سودی نظام کے حق میں نہیں ہوں۔ میں قطعی طور پر یہ نہیں کہتا کہ اسلامی شریعت کے تقاضوں کے خلاف سودی عمل جاری رہے البتہ ان تجاویز کو مثبت اور بہتر بنانے کے لیے محکمہ مواصلات و تعمیرات نے اسلامی نظریاتی کونسل کو لیٹر لکھا ہے کہ ایکٹ میں مجوزہ ترامیم پر دوبارہ غور کیا جائے اور غور کرنے کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے جو سفارشات موصول ہوں گی ان کی روشنی میں موجودہ قوانین میں جو ترامیم ضروری ہوں گی وہ کی جائیں گی لیکن اس وقت تک جب تک اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے دوبارہ تجاویز موصول نہیں ہوتیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ مسودہ قانون بحث کے لیے منظور نہ کیا جائے اور میں اسے oppose کرتا ہوں شکریہ۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم ، پوائنٹ آف آرڈر۔ میرے نقطہ نظر سے سید ظفر علی شاہ صاحب نے جس طرف آپ کی توجہ مبذول کرائی ہے ۔ اس کو مسترد یا منظور کرنے سے قبل اس پر اگر غور کر لیا جاتا تو بہت بہتر ہوتا ۔ جیسا کہ صوبائی وزیر قانون ارشاد فرمارہے ہیں کہ نہیں ہوسکتا ۔ میں شرعی نقطہ نظر سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ in case اگر اسلامی نظریاتی کونسل بھی سود کے جواز کے سلسلہ میں سفارشات کرے تو قرآن کیا کہتا ہے ۔ سوال تو یہ ہے کہ آپ کا پورا آئین ۔ آئین کی preamble کے اندر قرآن و سنت کو سپریم لاء قرار دیا گیا ہے ۔ اس کے روح کے مطابق احلل اللہ البیع و حرم الربا۔ اللہ نے تجارت کو حلال ٹھہرایا اور سود کو حرام ۔ اور پھر اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بخاری شریف کی مسلم کی ترمذی کی ابو داود کی اور ابن ماجہ کی کتب احادیث مسلمہ حیثیت [illegible] جن میں امام مالک

امام شافعی امام حنبل اور سیدنا امام ابو حنیفہ ہیں اور اسی طرح فقہ جعفریہ کے سیدنا امام جعفر ہیں۔ ان تمام نے سود کی حرمت حلت کے متعلق جواز اور عدم جواز کے متعلق جو بحث کی ہے وہ قرآن کے فیصلے کے مطابق ہے۔ لہذا میں یہ استدعا کروں گا اور پر زور سراپا احتجاج ہوں کہ وزیر قانون اس کو مسترد کرنے سے قبل قرآنی احکامات جو سود کے سلسلے میں واضح ہیں خدا را ان کے اوپر اس ہاؤس سے رائے نہ لیں کہیں اقوام عالم میں ہمارا یہ تمسخر نہ اڑے کہ اسلام کے نام پر حاصل کی گئی مملکت میں پنجاب جو کہ سب سے بڑا صوبہ ہے اس میں ایک ممبر نے سودی نظام کے خلاف یہاں پر بات کی تو حکومتی ارکان نے سودی نظام میں معیشت کے تحفظ کے لیے بات کی ــــ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں ایک دو منٹ عرض کرنا چاہتا ہوں؟

جناب سپیکر، نہیں نہیں، پوائنٹ آف آرڈر اتنا ہی ہوتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں اس پر تقریر نہیں ہوسکتی۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ہو گیا ہے اور میں نے طے کر دیا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر اس ایوان میں جلد از جلد بحث ہو گی اور میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ خواہ مخواہ اس بحث کو غلط معنی نہ دیے جائیں۔ یہاں سودی نظام کی بات نہیں ہو رہی نہ سودی نظام کی حمایت میں یا مخالفت میں بات ہو رہی ہے۔ ایک جو سودی سلسلہ چل رہا ہے جو interest charges ہوتے ہیں وہ مالیات کی ایک مد ہے یہ اس کی بات ہے۔ اس کو نظریات سے مت الجھایا جائے۔ اس لیے اب ہم آگے چلتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ مسودہ قانون ترمیم ادارہ شاہرات پنجاب مصدرہ 1994ء پیش کرنے کی اجازت دی جائے؟

(تحریک نامنظور ہوئی)

صاحبزادہ محمد فضل کریم، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! تابش الوری صاحب نے نکتہ اٹھایا تھا وہ سود کا تھا۔ آپ اس سے کیسے بری الذمہ کا اظہار فرما سکتے ہیں؟ جناب والا! میں آپ سے جواب لینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، جی۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، آپ نے یہ فرمایا ہے کہ سود کے جواز اور عدم جواز پر بحث نہیں ہے۔ فاضل محرک نے جو مسودہ قانون کے محرک ہیں انھوں نے سود کے سلسلے میں مطلقاً ارشاد فرمایا اور آپ فرما رہے ہیں کہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر، یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے۔ اب ہم آگے چلتے ہیں۔ یہاں پر کوئی بھی سود کی مخالفت یا حمایت نہیں کر رہا اور نہ ہی مخالفت کا کوئی چکر ہے۔ یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے۔

سید تابش الوری : جناب والا! یہ مسئلہ زیر بحث ہے۔

جناب سپیکر : نہیں ہے۔ میں نے رولنگ دے دی ہے۔

سید تابش الوری : لفظ interest بھی موجود ہے۔ interest profit موجود نہیں ہے۔

جناب سپیکر : معاف کیجیے گا۔ آپ میری بات سنیے۔

سید تابش الوری : آپ یہ تو نہ کہیں کہ interest موجود نہیں۔ آپ جو چاہیں کہیں لیکن یہ تو نہ کہیں کہ interest کا مسئلہ بھی زیر بحث نہیں ہے ۔

جناب سپیکر : آپ کو میری بات سننی پڑے گی ۔ یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے ۔ اس میں interest کے جواز یا اس کی ممانعت کا مسئلہ نہیں ہے ۔

سید تابش الوری : جناب والا ! میری تجویز یہ ہے کہ جو interest expenses کا لفظ ہے وہ حذف کر دیا جائے ۔ تو لفظ interest موجود ہے اور interest کا معنی سود ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ سود کا مسئلہ زیر بحث نہیں ہے ۔

جناب سپیکر : آپ میری بات سنیں۔ اگر interest کا لفظ آ جانے سے interest کا جواز بن جاتا ہے تو کل کو تو آپ کہیں گے کہ قرآن سے بھی ربا کا لفظ نکال دیں کیونکہ یہ ربا حرام ہو گیا ہے۔ لفظ کے ہونے یا نہ ہونے سے بحث نہیں ہوتی ۔ interest charges کی بات ہے۔ interest expenses کی بات ہے ۔ یہاں interest کی بات نہیں ہو رہی۔

سید تابش الوری : یہاں سود کے اخراجات کی بات ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر : نہیں میں نے فیصلہ دے دیا ہے۔ جی ہاں وہ ہیں' وہ آج کل معاشرے میں جاری ہیں۔ وہ ایک reality ہے اس کو آپ نظر انداز نہیں کر سکتے ۔

سید تابش الوری : جناب والا ! یہ قرآن وسنت کا مسئلہ ہے اور حتمی اور واضح مسئلہ ہے ۔

جناب سپیکر : آپ یہاں نظریات پر بحث نہیں کر سکتے۔

سید تابش الوری : جناب والا ! حکومت کے اس رویے کے خلاف اور آپ کے رویے کے خلاف ہم علامتی واک آؤٹ کرتے ہیں ۔

(اس مرحلے پر حزب اختلاف کے تمام اراکین واک آوٹ کر کے ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

قرار دادیں

جناب سپیکر : اب مفاد عامہ سے متعلق قرار دادیں پیش ہوں گی۔ پہلی قرار داد لالہ مہر لال بھیل کی ہے وہ اسے پیش کریں۔

لالہ مہر لال بھیل : جناب سپیکر ! میرے دوستوں نے اور لاء منسٹر صاحب نے مجھے کہا ہے کہ ہم آئندہ اجلاس میں متفقہ طور پر پیش کریں گے۔ تو میں اس کو withdraw کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : شکریہ۔ لالہ مہر لال بھیل صاحب!

جناب سپیکر : اگلی قرار داد حاجی عرفان احمد ڈاہا صاحب کی طرف سے ہے وہ اسے پیش کریں۔ اگلی قرار داد صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری صاحب کے طرف سے ہے وہ اسے پیش کریں۔

(اس مرحلے پر حزب اختلاف کے تمام اراکین ایوان میں واپس تشریف لائے)

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! میری ایک گزارش ہے۔

جناب سپیکر : جی۔ فرمایئے۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! بڑی خوش آئند بات ہے کہ میں نے ایک قرار داد دی ہے جو کہ حزب اختلاف اور گورنمنٹ کی طرف سے مشترکہ قرار داد ہے۔ اس میں میری گزارش ہے کہ رولز کو معطل کرکے پیش کرنے کی اجازت دی جائے یہ بڑی مختصر ہے بلکہ آدھے منٹ کی ہے۔

جناب سپیکر : پہلے ایجنڈے پر جو قرار دادیں ہیں وہ ختم ہو جائیں تو اس کے بعد.....

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! تمام ہاؤس جب کہتا ہے کہ رولز کو معطل کرکے اسی قرارداد کو ٹیک اپ کر لیا جائے اور یہ گورنمنٹ سائیڈ اور اپوزیشن کی طرف سے مشترکہ قرار داد ہے اور یہ بڑی خوش آئند بات ہے۔

جناب سپیکر : مجھے اس کا مسودہ دیا جائے۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! اس کی کاپی وزیر قانون کو بھی دی ہے اور جناب والا! یہ صرف دو منٹ کی قرارداد ہے بلکہ آدھے منٹ کی ہے اور اس پر بحث بھی نہیں ہے صرف دو لائنیں پڑھنی ہیں۔ جناب والا! یہ پہلی مشترکہ قرارداد ہے اس لیے اس کو پہلے ہو جانے دیں۔

جناب سپیکر: سب دو دو منٹ کی ہیں ایجنڈے پر بات چلی ہے تو اس کو چلنے دیتے ہیں ابھی وقت ہے وہ بھی پیش ہو جائے گی اور سب مختصر سی قراردادیں ہیں.........

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! اسے رولز معطل کر کے ٹیک اپ کیا جائے دونوں طرف سے یہ گزارش ہے جب دونوں طرف سے رولز معطل کرنے کی سفارش ہے تو پھر باقی کیا رہ گیا؟

جناب سپیکر: اگر مجھے جناب وزیر قانون اور کھوسہ صاحب دونوں مل کر یہ کہہ دیں تو میں اس کو ٹیک اپ کرنے کے لیے تیار ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! جب سارے ممبران کہہ رہے ہیں تو وہ بھی کہہ رہے ہیں ان کی اجازت سے ہی ہم نے ٹیک اپ کیا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! ہم نے ضرور اس سے اتفاق کیا ہے لیکن ایجنڈے کے مطابق چلتے رہیں اور اگر وقت بڑھانا پڑے تو وقت بڑھا لیں۔

جناب سپیکر: وہ نہیں مان رہے میں کوشش کرتا ہوں کہ accommodate کیا جائے ۔ آپ تسلی رکھیں کوشش کرتے ہیں اور اس کو بھی لائیں گے ۔ عرفان احمد ڈاہا صاحب آپ تشریف نہیں رکھتے تھے لیکن میں آپ کو اجازت دیتا ہوں۔

حاجی عرفان احمد ڈاہا: جناب والا! میں موجود ہوں۔

جناب سپیکر: جی میں اجازت دیتا ہوں۔

گھوڑی پال سکیم کے مالکان کو زمین کے حقوق ملکیت دینا

حاجی عرفان احمد ڈاہا: مہربانی۔ اس ایوان کی رائے ہے۔

کہ صوبہ پنجاب میں واقع آرمی ریمونٹ گھوڑی پال مربعہ سکیم کے تحت خصوصاً اضلاع ملتان، خانیوال، ساہیوال، اوکاڑہ، پاکپتن، وہاڑی میں گھوڑی پال سکیم کے مالکان کو زمین کے حقوق ملکیت دیے جائیں اور اس بارے میں مرکزی حکومت وزارت دفاع کو سفارش کی جائے۔

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے۔

کہ صوبہ پنجاب میں واقع آرمی ریمونٹ گھوڑی پال مربعہ سکیم کے تحت خصوصاً اضلاع ملتان،

خانیوال ،ساہیوال ، اوکاڑہ ، پاکپتن ، وہاڑی میں گھوڑی پال سکیم کے مالکان کو زمین کے حقوق ملکیت دیے جائیں اور اس بارے میں مرکزی حکومت کو سفارش کی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : جناب عرفان احمد ڈاہا! آپ اپنی قرارداد کے حق میں کچھ کہنا چاہیں گے ؟

حاجی عرفان احمد ڈاہا : جناب سپیکر! شکریہ۔ یہ گھوڑی پال سکیم جو آرمی ریموٹ ہے اور وزارت دفاع کے ماتحت آتی ہے اس میں صوبے کا کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔ صوبہ صرف مرکزی حکومت کو سفارش کر سکتا ہے کہ یہ ان صاحبان کو حقوق ملکیت کی بنیاد پر دے دیے جائیں جن کو یہ زمین الاٹ کی گئی ہے اور عرصہ دراز سے اس سکیم پر انہوں نے محنت کرکے وہ زمینیں آباد کی ہیں ابھی دو دن پہلے آپ نے آبادی دیہہ کا حقوق ملکیت کا بل بھی پاس کیا ہے اس سے پہلے بھی پانچ سالہ سکیم کے جو چک ہیں ان کو حقوق ملکیت کی بنیاد پر دے دیا گیا ہے ۔ ہر قسم کی سکیمیں حقوق ملکیت کی بنیاد پر دے دی گئی ہیں لیکن گھوڑی پال سکیم کے جو الاٹی ہیں ان کو حقوق ملکیت نہیں دیے گئے ۔ حالانکہ اسی صوبے میں سرگودھا ڈویژن میں آج سے کافی عرصہ سے پہلے یہ زمینیں حقوق ملکیت کی بنیاد پر دے دی گئی ہیں اور یہ گھوڑی پال مربعے چھوٹے زمینداروں کے پاس ہیں اور اگر ان کو حقوق ملکیت دے دیے جائیں گے تو ان الاٹیوں کو جو ناجائز طور پر تنگ کیا جاتا ہے اس سے بھی بچ جائیں گے ۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ اس قرارداد کو پاس کرکے وفاقی حکومت کو بھیجا جائے اس سے پنجاب حکومت کو کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ مہربانی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب سپیکر! صورت حال یہ ہے کہ فیصل آباد اور شیخوپورہ میں بھی گھوڑی پال سکیم کے تحت یہ صورت حال موجود تھی اور وہ سکیمیں چونکہ بند کر دی گئیں اس لیے وہاں پر جو زیر استعمال اراضی تھی وہ الاٹیوں کو دے دی گئی ۔ اسی طریق کار سے فاضل محرک یہ چاہتے ہیں کہ دیگر اضلاع جن کا ذکر کیا گیا ہے وہاں کے گھوڑی پال سکیم کے مالکان کو حقوق ملکیت دے دیے جائیں۔ جناب سپیکر! صورت حال یہ ہے کہ محکمہ دفاع حکومت پاکستان کے تحت یہ سکیم چل رہی ہے اور اس سکیم کے تحت اب بھی تمام اراضی محکمہ دفاع کے پاس ہے اور یہاں جناب سپیکر! حکومت پاکستان کا کوئی اختیار نہ ہے۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ انہیں حقوق ملکیت دیے جائیں ۔ پنجاب حکومت کے پاس کوئی دائرہ کار نہیں ہے کہ انہیں حقوق ملکیت ......

جناب سپیکر : وہ سفارش کے لیے کہہ رہے ہیں۔
وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب سپیکر! میں یہی عرض کرنے لگا ہوں اور اس سے پہلے بھی اسمبلی ممبران اور دیگر ذرائع سے وفاقی حکومت کے نوٹس میں یہ بات لائی گئی اور جناب سپیکر! ۱۹۸۶ء میں وزیر اعظم پاکستان نے یہ فیصلہ کیا کہ محکمہ دفاع فی الحال تمام اراضی اپنے دائرہ اختیار میں رکھے البتہ الاٹیوں کو مزید احساس تحفظ دلانے کے لیے ان کی پٹے کی میعاد تین سال کی بجائے پانچ سال کر دی گئی۔ بعد ازاں قومی اسمبلی کے ممبران نے قومی اسمبلی میں ایک قرار داد پیش کی جو کہ اس انداز میں منظور بھی ہوئی کہ گھوڑی پال سکیم کے الاٹیوں کو حقوق ملکیت دیے جائیں لیکن جناب سپیکر! اس قرارداد کے پاس ہونے کے بعد ایک سمری پر وزیر اعظم پاکستان نے اس وقت یہ فیصلہ کیا اور اس سے اختلاف کیا اور اس بات کی اجازت نہ دی ۔ ان کوائف کی روشنی میں کہ جب وزیر اعظم پاکستان دو دفعہ اس معاملے پر انکار کر چکے ہیں اور ہاں نہیں کی ہے اور اس زمین کی الاٹمنٹ نہیں کی ہے اور یہ فیصلہ دیا ہے کہ یہ زمین محکمہ دفاع کے زیر استعمال رہے اس صورت حال میں' میں یہ سمجھتا ہوں کہ ابھی کوئی ایسی نئی صورت حال پیدا نہیں ہوئی کہ اس نئی قرار داد کو منظور کیا جائے لہذا جناب سپیکر! میں اس قرار داد کی مخالفت کرتا ہوں۔
جناب سپیکر : یہ قرارداد پیش کی گئی اور سوال یہ ہے کہ
"صوبہ پنجاب میں واقع آرمی ریمونٹ ،گھوڑی پال مربعہ سکیم کے تحت خصوصاً اضلاع ملتان ' خانیوال ' ساہیوال' اوکاڑہ ' پاکپتن اور وہاڑی میں گھوڑی پال سکیم کے مالکان کو زمین کے حقوق ملکیت دیے جائیں اور اس بارے میں مرکزی حکومت کو سفارش کی جائے " ۔
(قرار داد نامنظور ہوئی)
جناب سپیکر : اگلی قرارداد صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری کی طرف سے ہے وہ اسے پیش کریں۔

پاکستان میں نظام مصطفٰے کا نفاذ

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری : نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ......
جناب سپیکر : ابھی تقریر کا وقت نہیں ہے ابھی قرارداد پیش کریں تقریر بعد میں ہو گی ......

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: میں خطبہ پڑھ کر قرار داد پیش کروں گا تاکہ برکت ہو۔
امابعد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
جناب سپیکر! اس ایوان کی رائے ہے کہ پنجاب حکومت، مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ پاکستان میں نظام مصطفےٰ نافذ کیا جائے۔

ملک محمد عباس کھوکھر، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے اجلاس میں میں نے بھی یہ قرار داد پیش کی تھی لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے یہ پیش نہ ہو سکی اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ اس میں میرا نام بھی شامل کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ قرار داد پیش کی گئی ہے

"کہ پنجاب حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ پاکستان میں نظام مصطفےٰ نافذ کیا جائے"۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! اسی نوعیت کی پہلے بھی ایک قرار داد یہ ایوان پاس کر چکا ہے۔ بہر حال میں اس قرار داد کی مخالفت نہیں کرتا۔ چونکہ ہم سب چاہتے ہیں کہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: رائے صاحب! (قہقہے)

جناب سپیکر: اب یہ قرار داد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے

"کہ پنجاب حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ پاکستان میں نظام مصطفےٰ نافذ کیا جائے"۔

(قرار داد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: جناب سپیکر! جناب حنیف رامے صاحب! قبلہ۔ میرا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرار داد تو منظور ہوگئی ہے۔ اس پر تو میں سارے ایوان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور مبارک باد آپ سب کو دیتا ہوں۔ لیکن بات یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۹۵ء تک ابھی تک ملک میں نظام مصطفےٰ نافذ نہیں ہوا۔ میں وہ فارمولے لے کر آیا تھا۔ میں آپ کو بتانا چاہتا تھا تاکہ آپ کی brain washing ہوتی۔ آپ کے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ

وسلم پیدا ہوتا۔ ہمارے دلوں میں اللہ رسول کی محبت پیدا ہوتی۔ اس کے لیے اگر آپ مجھے دو گھنٹے دے دیں۔ جہاں ایوان میں اتنا گالی گلوچ ہوجاتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام پر مجھے کیا تقریر نہیں کرنے دیں گے۔

جناب سپیکر، عشق مصطفٰے پیدا ہوچکا ہے۔ اس کا ثبوت دیا جاچکا ہے۔ اب مزید ثبوت دینے کی کیا ضرورت ہے۔ اگلی قرارداد جناب ایس اے حمید صاحب کی طرف سے ہے وہ اس کو پیش کریں۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، جناب! میرا مطلب یہ ہے کہ یہ میرا حق ہے

جناب سپیکر، اس پر کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اگر کوئی اختلاف کرتا تو میں آپ کو حق دیتا۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، جناب مجھے نظام مصطفٰے پر comments تو دینے دیں۔

سرکاری دفاتر میں ہفتہ وار تعطیل جمعہ اور ہفتہ کی بجائے اتوار کو مقرر کرنا

جناب سپیکر، ایس اے حمید صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ یہ dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی قرارداد سید ظفر علی شاہ صاحب کی ہے۔ سید ظفر علی شاہ صاحب۔۔۔۔

سید ظفر علی شاہ، جی۔ جناب سپیکر! میں قرارداد پیش کرتا ہوں کہ اس ایوان کی رائے ہے

"کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ سرکاری دفاتر میں جمعہ اور ہفتہ کی چھٹیوں کی بجائے صرف اتوار کی ایک چھٹی کا اعلان کیا جائے۔ نیز جمعہ کو نصف چھٹی کا اعلان کیا جائے"۔

جناب سپیکر، یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ

"صوبائی حکومت مرکزی حکوت سے اس امر کی سفارش کرے کہ سرکاری دفاتر میں جمعہ اور ہفتے کی چھٹیوں کی بجائے صرف اتوار کی ایک چھٹی کا اعلان کیا جائے۔ نیز جمعہ کو نصف چھٹی کا اعلان کیا جائے "۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، جی۔ مختصر بیان۔

سید ظفر علی شاہ، جی مختصراً۔

جناب سپیکر : اور دھیمے لہجے میں۔

سید ظفر علی شاہ : جی۔ دھیمے لہجے میں۔ جناب والا! یہ مسئلہ اتنا اہم ہے کہ اس کا تعلق پوری قوم سے ہے۔ اس کا تعلق ایک ایک گھر سے ہے۔ اس کا تعلق ایک ایک فرد سے ہے۔ اس کا تعلق ایک ایک ادارے سے ہے۔ اس کا تعلق پوری انٹرنیشنل برادری سے ہے۔

جناب والا! حکومتیں بہت سارے فیصلے کرتی ہیں۔ بہت سارے فیصلے واپس لے لیتی ہیں۔ بہت سارے فیصلوں کے بارے میں تاریخیں یہ لکھتی ہیں کہ فلاں کی حکومت میں یہ بہت بڑا کارنامہ ہوا تھا۔ یہ بہت بڑی بات ہوئی تھی۔ جو کہ قوم اور ملک کے مفاد میں تھی۔ بہت سارے فیصلوں کے بارے میں تاریخیں یہ لکھتی ہیں کہ یہ فیصلہ اس وقت کی حکومت وقت کا جو تھا وہ غلط فیصلہ تھا۔ جناب والا! یہ سوال کہ صرف جمعے اور ہفتے کی چھٹی یا اس مقدس چونکہ جمعے کا لفظ ساتھ آجاتا ہے۔ میں یہ جرأت کر رہا ہوں اور جناب والا! میں ایک غریب مزدور lay man ہوں پولیٹیکل ورکر ہوں۔ میں حلفاً کہتا ہوں یہ الگ بات ہے کہ میری انفرمیشن غلط ہو گی۔ میرا analysis غلط ہو گا۔ میری ججمنٹ غلط ہو گی۔ اور بہت سی باتوں کے علاوہ نہ میں اس وقت ان پر بات کرسکتا ہوں نہ مجھے بات کرنی چاہیے۔ لیکن آج جس حوالے سے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ہے پاکستان میں ہفتے میں دو چھٹیاں۔ جناب والا! پوری دنیا اور پورا قدرت کا نظام جو کہ انسان نے اپنے طور پر بنایا ہے وہ سات دن کے اندر circle کر رہا ہے۔ پوری دنیا ان سات دنوں کے اندر گھوم رہی ہے۔ جناب والا! ایک واحد یہ پاکستان ہے۔ یا ممکن ہے کہ کوئی اور ملک بھی ہو۔ لیکن میرا تعلق میرے اپنے ملک سے ہے۔ ہم ان دو چھٹیوں کی وجہ سے پوری دنیا میں تماشہ بن گئے ہیں۔ حکومت تو اس لیے جرأت نہیں کرتی کہ اس کو شاید اس بات کا احساس ندامت ہے کہ وہ سمجھے گی کہ ہم نے تو اعلان کیا تھا کہیں ہماری سبکی ہو گی۔ ہماری بے عزتی ہو گی۔ وونرز میں، دنیا میں، پورے ملک میں کہ انہوں نے دو چھٹیوں کا اعلان کیا تھا اور اب اس اعلان کو واپس لے رہے ہیں۔ جناب والا! کوئی بات نہیں صبح کا بھولا شام کو واپس آجائے تو اس کو بھولا ہوا نہیں کہتے۔ جناب والا! ہماری دو چھٹیاں ہیں۔ ایک چھٹی پوری دنیا کرتی ہے۔ پوری دنیا سے تین دن تک تو ہم ویسے کٹ کر رہ گئے ہیں۔ آج کی دنیا وہ دنیا نہیں ہے۔ آج کی دنیا ایک حویلی میں سکڑ کر رہ گئی ہے۔ آج کی دنیا میں جناب والا! اگر کپڑے امریکہ میں دھوئے جاتے ہیں تو ان کو ایک گھنٹے کے بعد پاکستان میں خشک کیا جاسکتا ہے۔ جناب والا! یہ پوری دنیا کے ساتھ ہے۔ اور ہم حزب اختلاف اور حزب اقتدار کی سیاست

دانوں کی تقاریر سنتے ہیں ' ملک کے بارے میں وہ بہت کچھ کہتے ہیں کہ ہمارا ملک ترقی کی طرف گامزن ہے۔ بیسویں اور اکیسویں صدی میں داخل ہو رہے ہیں۔ جناب والا! جو قومیں ترقی کا نعرہ لگاتی ہیں یا ترقی کا دعویٰ کرتی ہیں یا اکیسویں صدی میں داخل ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں ابھی کل پرسوں کی بات ہے میں اس کے میرٹ اور ڈی میرٹ پر بات نہیں کرتا۔ لیکن صرف اس سرکاری facts کی بات کر رہا ہوں۔ کہ صرف پرسوں کی ہڑتال' میں ہڑتال کے خلاف یا حق کی بات نہیں کر رہا۔

جناب سیف اللہ چیمہ ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر ، جی پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سیف اللہ چیمہ ، جناب سپیکر! شکریہ۔ میرے معزز دوست ابھی پوری دنیا کے circle کی بات کر رہے تھے۔ کہ پوری دنیا سات دنوں کے اندر گھوم رہی ہے۔ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جہاں پر یہ خلاف ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ پوری دنیا میں تقریباً آدھی دنیا میں سات دنوں میں دو چھٹیاں ہیں۔ جن کی یہ بات کر رہے ہیں یہ امریکہ کی بات کر رہے ہیں وہاں دو چھٹیاں ہیں۔ وہاں ہفتہ اتوار چھٹی ہوتی ہے۔ پوری دنیا میں یہاں بھی دو چھٹیاں ہیں۔ یہاں کون سی چار چھٹیاں ہیں۔

جناب سپیکر، نہیں وہ جو بات کہہ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ دو چھٹیاں وہاں ہوتی ہیں۔ اور جمعے کی آپ زائد کرتے ہیں۔ اس لیے دنیا سے آپ تین دن تک کاروباری طور پر کٹ جاتے ہیں۔ آپ بات آگے بڑھایئے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! میں مشکور ہوں کہ آپ نے اس کی وضاحت کر دی۔ جناب والا! نہ صرف یہ کہ دنیا کے بعد پاکستان کے اندر داخل ہوجاتے ہیں۔ پاکستان کے اندر بذات خود بہت سارے اداروں میں دوہرا سسٹم چل رہا ہے۔ تعلیمی اداروں میں دو چھٹیاں نہیں ہیں۔ اور بے شمار autonomous body کو یہ کھلی چھٹی دے دی گئی ہے کہ آپ کی مرضی ہے کہ آپ چھٹی کریں یا چھٹی نہ کریں۔

چودھری محمد وصی ظفر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! یہ جو شاہ صاحب کی موجودہ قرار داد ہے اور پچھلی قرار داد جو ابھی متفقہ طور پر پاس ہوئی ہے کہ نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نافذ کیا جائے۔ اس سے تو یہ contrary

ہے۔ تمام کرسچئن world میں اتوار کی چھٹی اس لیے ہوتی ہے کہ ان کا مذہبی دن ہے۔ ہماری جمعے کی عالم اسلام میں ہوتی ہے کہ ہمارا بھی یہ مذہبی دن ہے۔ یہی مسئلہ بن گیا ناں جناب۔ ابھی تو نظام مصطفےٰ کی قرارداد منظور ہوئی ہے۔ ابھی اس کے contrary قرارداد سے آئے ہیں۔

جناب سپیکر، میں ہاؤس کا وقت دس منٹ کے لیے بڑھاتا ہوں۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر well noted ہے۔

سید ظفر علی شاہ : میں اپنے دوست کا مشکور ہوں۔ کہ انہوں نے یہ بات کی - میں ادھر ہی آرہا تھا۔ نظام مصطفےٰ میں اور بلکہ جس وقت میں یہ قرارداد move کر رہا تھا۔ میرے اپنے دوستوں نے یہ بات بھی کہی۔ کہ میرے resolution کا جو آخری حصہ ہے جمعے کی آدھی چھٹی کے لیے۔ نظام مصطفےٰ میں کہیں کسی جگہ یہ نہیں ہے کہ ہفتے میں دو چھٹیاں ہوں گی۔ نظام مصطفےٰ میں بلکہ یہ ہے کہ جمعے والے دن کے بارے میں بھی یہ کہا ہے کہ نماز پڑھ کر عبادت کرکے اپنے اپنے کاروبار کی طرف لوٹ جاؤ۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! قرآن پاک کی سورہ جمعہ میں واضح بات ہے کہ نماز پڑھو اور اس کے بعد اپنے کاروبار کی طرف لوٹ جاؤ۔ تو کیا آپ جمعے کی آدھی چھٹی صبح کا پہلا حصہ کرنا چاہتے ہیں یا بعد کا؟

سید ظفر علی شاہ، بعد کا۔

جناب سپیکر، بعد کا۔ تو بعد کے بارے میں قرآن پاک کہتا ہے کہ کاروبار پہ لگ جاؤ۔جب قرآن کہتا ہے کہ نماز پڑھ کے کاروبار کی طرف جاؤ۔ تو آپ چھٹی کرنا چاہتے ہیں!

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میں عرض کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر، فرمایئے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے ملک کے اندر بھی چونکہ موجودہ وفاقی حکومت کے اس اعلان کے بعد یہ ایک controversy چلی ہے کہ ایک بہت بڑا اہم ادارہ ------

صاحب زادہ میاں سید احمد شرقپوری، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ قرآن حدیث میں کہیں یہ حکم نہیں ہے کہ جمعے کو سارا دن چھٹی کی جائے۔ لیکن مذہب سے لگاؤ کی یہ علامت ہے کہ جمعے کو چھٹی ہو اور کسی دن چھٹی نہ ہو۔ پاکستان والے تو پہلے ہی بڑے سست ہیں کام نہیں کرتے۔ چھٹی ایک ہو۔

جناب سپیکر: جناب شاہ صاحب! وائنڈ اپ کیجئے۔

سید ظفر علی شاہ: میں وائنڈ اپ کر رہا ہوں۔ یہ مسئلہ ایسا ہے۔ جناب سپیکر! ہمیں کیا ہے۔ اس کو رد کر دیں' اس کو نہ کریں۔

جناب سپیکر: آپ تو بڑی reasonable بات کر رہے ہیں۔

سید ظفر علی شاہ: حکومت ہماری نہیں ہے۔ اگر میری حکومت ہوتی تو میں اپنے بچز کو اپنی میٹنگز میں قائل کر لیتا۔ لیکن یہ بات ایسی ہے کہ وفاقی حکومت سے متعلقہ ہے۔ جناب سپیکر! آپ کی توجہ ایک بڑے اہم مسئلے کی طرف اسی حوالے سے دلاتا ہوں۔ جس طرح میں پہلے عرض کر رہا تھا کہ بہت سے اداروں میں مختلف ہے۔ اور اس پر ان دو چھٹیوں کی وجہ سے کتنا نقصان ہو رہا ہے۔ پروڈکشن پر نقصان ہو رہا ہے۔ پیداوار پر' تعلیم پر' اداروں پر' پٹرول پر اور ناالمی اور پھر ان دو چھٹیوں کی وجہ سے ایک دن قبل اور ایک دن بعد کا جو نقصان ہو رہا ہے وہ اور الگ بات ہے۔ جناب سپیکر! ہماری آرمڈ فورسز ایک چھٹی کرتی ہے۔ جناب سپیکر! ڈیفنس کی بات کر رہا ہوں' اور ڈیفنس کو جو کنٹرول کرتے ہیں' وفاقی حکومت' وہ چھٹی پر ہے۔ جناب سپیکر! یہ کتنا عجیب قسم کا مذاق ہے کہ جو ملک کے دفاع کو جو mind جو مشینری جو ڈیسک کنٹرول کرتا ہے وہ خود چھٹی پر ہے اور جس کو کنٹرول کرتا ہے وہ چھٹی پر نہیں ہے۔ خدا نہ کرے کل کسی وقت کسی موقع پر کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے۔ اس چھٹی پر گئے ہوئے مائنڈ اور مشینری کو کہاں سے ہم کھینچ کر لائیں گے؟ ان سے کیسے بات کی جائے گی؟ جناب سپیکر! میں اس لیے بغیر وقت ضائع کیے ہوئے اور بغیر اپنی بات کو لمبا کیے ہوئے اور پھر اس سے پہلے پنجاب حکومت کے گاہے بگاہے یہ اعلانات آتے رہے ہیں کہ ہم اس پر غور کر رہے ہیں کہ دو دن کی چھٹی ختم کی جائے۔ جناب سپیکر! اور اسی طرح وفاقی حکومت کے مختلف نوٹیفکیشن کی نظر میں جس میں مختلف اداروں کو خاص طور پر بینکنگ کو کہا ہے اس پر ابھی تک عمل درآمد نہیں ہوا۔

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر! پوری قوم کو ایک راستے پر لانے کے لیے پوری قوم کو unanimous ہونے کے لیے' پوری قوم کو پوری دنیا سے مقابلہ کرنے کے لیے' معاشی نظام میں بالخصوص--- جناب سپیکر! آج یہاں پر یہ کہا جاتا ہے کہ ایٹمی دور ہے۔ ایٹمی دور ضرور ہے۔ لیکن جناب سپیکر! آج لڑائی معاشیات کی ہے۔ آج معاشی حملے سے دوسرے کو تباہ و برباد کیا جاتا ہے۔ جناب سپیکر! اگر آج ہم دنیا کے

ساتھ نہیں دوڑیں گے، دنیا کے ساتھ ان weapons سے اور اس انداز سے مقابلہ نہیں کریں گے تو ہماری قوم جو پہلے ہی بہت پیچھے اور بڑی پستی کی طرف ہے وہ پیچھے رہ جائے گی۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے ٹریژری بنچز کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ مخالفت برائے مخالفت کی وجہ سے اس ریزولیوشن کی مخالفت نہ کی جائے۔ اور پھر ریزولیوشن کس بات کا ہے۔ بے ضرر ریزولیوشن ہے۔ کہ ہم سفارش کر رہے ہیں وفاقی حکومت سے۔ سفارش کرنا ہمارا حق ہے۔ سفارش کرنا ہمارا فرض بنتا ہے کہ جس بات کے لیے ہم یہ سمجھیں کہ یہ ملک اور قوم کے مفاد میں نہیں ہے ہم سفارش کر سکتے ہیں۔ لہٰذا آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کی خدمت میں یہ میری درخواست ہے کہ یہ سفارش وفاقی حکومت تک جانے دیں۔ اور وہ وفاقی حکومت جو تذبذب کا شکار ہے، جو double minded ہے اس کو بھی یہ initiative ملے گا، اس کو بھی یہ encouragement ملے گی کہ پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ اور اس کی سب سے بڑی اسمبلی مجھے اس بات پر سفارش کر رہی ہے۔ مبادا کہ ان کے دماغ میں یہ بات آجائے اور قوم ایک صحیح ڈگر کی طرف چل پڑے۔ Thank you very much جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر، سید احمد شرقپوری صاحب۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، پوائنٹ آف آرڈر پر۔ جناب سپیکر! میں نے قرارداد پیش کی ہے نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اور میں چاہتا تھا کہ اس پر میں تھوڑی سی تقریر بھی کروں۔ لیکن مجھے تقریر نہیں کرنے دی گئی۔ تو میری تجویز یہ ہے کہ جس طرح مہنگائی اور لاء اینڈ آرڈر پر اور دیگر مسائل پر ایجنڈے میں لکھا جاتا ہے مضمون آتا ہے۔ اسی طرح ایک اجلاس جب کوئی آئے تو اس میں نظام مصطفیٰ پر ڈیبیٹ ہو۔ اور ہر ایک کو موقع ملے۔ آپ مسلمان تو ہیں ہی۔ تو پھر آپ اس کے متعلق فیصلہ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، مسئلہ یہ ہے کہ نظام مصطفیٰ کے بارے میں تو تمام ہاؤس نے اتفاق رائے سے قرارداد منظور کر لی ہے۔ اگر کوئی dispute ہوتا، یا اختلاف رائے ہوتا پھر تو میرے خیال میں بات تھی۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، پھر نافذ کیوں نہیں ہوتا؟ اتنے سال ہو گئے۔ بزرگان دین نے قائداعظم کا ساتھ دیا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بنیاد پر پاکستان بنا۔ پھر نافذ کیوں نہیں ہوتا؟ نافذ کیوں نہیں ہوتا؟ نافذ کیوں نہیں ہوتا؟ ہماری بدقسمتی ہے یہ نافذ کیوں نہیں ہوتا؟

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ مرکزی حکومت نافذ کرے گی۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: مرکزی حکومت کو آپ کہیں اور چلیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہم کہہ رہے ہیں۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: وہاں جا کے بات کریں۔ کوئی قانون شنون نہیں۔ جہاز میں بیٹھیں اور جائیں۔ وہاں جا کے ارکان سینیٹ' وزیر اعظم بے نظیر' لغاری' سب ارکان کو ملیں۔ نظام مصطفیٰ فوراً نافذ کر دیا جائے۔ قانون کیا ہوتے ہیں؟ رولز کیا ہوتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک۔ خاکوانی صاحب۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر! بعض دوستوں کے دل میں یہ شک ہے کہ جمعے کا دن ہماری عبادت کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے' لہٰذا اس کی چھٹی کی جائے۔ میں اس بارے میں قرآن پاک کی اس آیت کا حوالہ دوں گا جس میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

یاایها الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعة

اے ایمان والو! جب تمھیں جمعے کی نماز کے لیے آواز دی جائے

یہاں یہ نہیں کہا گیا:

یا ایها الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ الفجر۔

فجر کی نماز کے بعد سارے کام چھوڑ دو۔

فاسعوا الیٰ ذکر اللہ

اللہ کے ذکر کی طرف آؤ

و ذروا البیع

اور خرید و فروخت ترک کردو۔

کب؟ جب جمعے کی اذان آ جائے۔ اس سے پہلے آپ اپنے روز مرہ کے امور اور کام کر سکتے ہیں۔ اسی لیے ہماری سفارش ہے کہ جمعے کی آدھی چھٹی اور اتوار کی چھٹی پورے عالمی نظام کے ساتھ مطابقت کے لیے کر دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب وزیر قانون۔ آپ فرمایئے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب سپیکر! چونکہ بات میں نے اٹھائی تھی' اب بات کرنے کی باری میری

ہے۔ صرف دو لائنوں کی عرض ہے' explanation آنی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بات بھی سن لیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک قرارداد ہاؤس کے سامنے ہے۔ محرک نے پیش کر دی۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! انھوں نے نام نہیں لیا۔ لیکن مسئلہ میرا اٹھایا ہوا تھا۔ آپ مجھے explain کرنے دیں۔ مسئلہ کیا ہے؟ عرض یہ ہے کہ میں نے قطعاً یہ نہیں کہا کہ قرآن پاک میں آیا ہے کہ جمعے کو چھٹی ہو۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ مذہب میں ہے کہ جمعے کو چھٹی ہو۔ یہ ایک concept ہے۔ چرچ میں عیسائی اتوار کو جاتے ہیں۔ ان کی بائبل میں بھی نہیں لکھا کہ چھٹی ہو۔ جمعے کی ایک مخصوص نماز ہے جس کے لیے خاص طور پر ہدایت کی گئی ہے۔ اس کے لیے مسلمان خاص تیاری کرتے ہیں۔ نہاتے ہیں۔ دھلے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں اور زیادہ تعداد میں اور باجماعت ہوتی ہے۔ دوسری نمازیں گھر بھی ہو سکتی ہیں۔ جمعے کی نماز باجماعت بہت افضل ہے۔ تو جمعے کی نماز میں چونکہ ایک celebration بھی ہوتی ہے' اس لیے اس دن چھٹی۔ یہ نہیں ہے کہ قرآن پاک میں چھٹی کا لکھا ہے۔ یہ تو ایک آرام کا دن ہفتے میں کرنا چاہیے۔ اس کے لیے ہے کہ انھوں نے اپنے مذہبی نقطۂ نظر اتوار کو چھٹی کی ہے کہ وہ اس دن عبادت کرتے ہیں۔ ہم نے جمعے کی چھٹی اپنے مذہبی نقطۂ نظر سے رکھی ہے کہ ہماری زیادہ بڑی اجتماعی نماز ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ ہے۔ یہ کہنے کا مقصد ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر قانون۔ عارف حسین صاحب! کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر مجھے وقت بڑھانا پڑے گا۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ، جناب سپیکر! عصر کی نماز کا وقت ہو چکا ہے۔ پورے چار دس ہو چکے ہیں۔ مہربانی فرما کر ساڑھے چار تک آپ وقفہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہ' تو پھر ہاؤس کو کل تک adjourn کر دوں؟

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ، دو منٹ میں باہر نماز ہونے والی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی' لاء منسٹر صاحب! آپ بھی ذرا بڑی مختصر بات کیجئے تا کہ اس کا فیصلہ ہو۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! سید ظفر علی شاہ صاحب جتنا مختصر تو شاید عرض نہ کرسکوں ، لیکن پھر بھی مختصر کوشش کروں گا۔ جناب والا! یہ چھٹیوں اور دفتری اوقات کے سلسلے میں وفاقی حکومت کا فیصلہ

ہے جس کے بارے میں بحث ہو رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر . میں ٹائم کو پانچ منٹ کے لیے اور بڑھاتا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور . جناب والا! یہ دفتری اوقات اور چھٹیوں کے سلسلے میں وفاقی حکومت ہی کی طرف سے فیصلے کیے جاتے ہیں' جن پر صوبائی حکومتیں عمل کرتی ہیں اور بین الاقوامی سطح پر جو problems پیش آ رہی ہیں ان کے بارے میں بھی وفاقی حکومت کو زیادہ واسطہ پڑتا ہے اور اس کے محکموں کو بین الاقوامی سطح پر اپنے معاملات چلانے کے لیے وفاقی حکومت کی ہی involvement ہے۔ جناب سپیکر! یہ ایک انتظامی فیصلہ ملکی معاملات کو دیکھتے ہوئے اقتصادی اور دیگر معاملات کو دیکھتے ہوئے کیا گیا ہے اور یہ انتظامی فیصلہ کسی وقت اس کے مثبت اور منفی نتائج دیکھنے کے بعد وفاقی حکومت اس پر دوبارہ غور اور فیصلہ کر سکتی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ابھی یہ فیصلہ کیا گیا ہے اور فوری طور پر اس کے بارے میں منفی جذبات اور خیالات کے رخ کو سامنے رکھ کر یہ مطالبہ کرنا کہ وفاقی حکومت اپنا فیصلہ تبدیل کر دے فی الحال یہ مناسب نہیں ہے۔ وفاقی حکومت نے جن مقاصد کے تحت یہ فیصلہ کیا ہے اس کے اوپر وفاقی حکومت کی ایجنسیاں باقاعدہ اعداد و شمار جمع کر رہی ہیں اور اس فیصلے کے نتیجے میں ملک کی اقتصادی اور معاشی صورتحال پر جو اثرات مرتب ہوں گے اس کے نتیجے میں وفاقی حکومت دوبارہ بہتر فیصلہ کر سکتی ہے۔ اگر تبدیلی کی ضرورت ہوئی تو وفاقی حکومت کر سکتی ہے۔ اور اگر اس فیصلے سے بہتر نتائج برآمد ہو رہے ہوں تو اس صورت میں وفاقی حکومت اسی فیصلے کو آگے بڑھا سکتی ہے۔ اس لیے موجودہ صورت حال میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ایوان میں اس قرارداد کو پاس کرنا جب کہ ابھی یہ فیصلہ ہوا ہے یہ مناسب نہیں ہے۔ اس لیے میں اس قرارداد کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر . شکریہ! یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے :

"کہ صوبائی حکومت ' مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ سرکاری دفاتر میں جمعہ اور ہفتہ کی چھٹیوں کی بجائے صرف اتوار کی ایک چھٹی کا اعلان کیا جائے نیز جمعہ کو نصف چھٹی کا اعلان کیا جائے "۔

(تحریک نامنظور کی گئی)

وزیر قانون و پارلیمانی امور . جناب سپیکر! میں ایک متفقہ قرارداد پیش کرنا چاہتا ہوں۔(قطع کلامیاں)

... . ڈپٹی سپیکر . میرے خیال میں پہلے لاء منسٹر صاحب پیش کرلیں۔(قطع کلامیاں)

وزیر قانون و پارلیمانی امور ۔ جناب سپیکر! رول ۲۰۲ کے تحت میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں ،

"کہ رول ۹۴ کو معطل کر کے مجھے ایک متفقہ قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے"۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ کیا ایوان رول ۹۴ کو معطل کرنے کی اجازت دیتا ہے؟

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ ٹھیک ہے ایوان نے اجازت دے دی ہے۔ جی وزیر قانون صاحب قرارداد پیش کریں۔

کشمیری مسلمانوں کے ساتھ یک جہتی کا اظہار

وزیر قانون و پارلیمانی امور ۔ جناب سپیکر! یہ قرارداد جو میں پیش کر رہا ہوں اس کی جناب قائد حزب اختلاف سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ نے assist اور تائید کی ہے۔ اس لیے میں یہ متفقہ قرارداد ایوان میں پیش کرتا ہوں ،

"کہ یہ ایوان کشمیری عوام کی جدوجہد آزادی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مقبوضہ کشمیر میں بھارتی حکومت کے قتل و غارت ، ظلم و ستم اور مسلمان شہریوں کے خلاف مسلسل دہشت گردی کے واقعات پر گہرے رنج و الم اور تشویش کا اظہار کرتا ہے اور کشمیری مسلمانوں سے یک جہتی کا اظہار کرتا ہے۔ مزید براں یہ ایوان وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ مقبوضہ کشمیر کی آزادی اور کشمیری مسلمانوں کے حق خود ارادیت کے لیے اقوام متحدہ کی قرار دادوں پر عمل درآمد کے لیے بین الاقوامی سطح پر جاری سفارتی کوششوں کو مزید مؤثر بنایا جائے"۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے ،

"کہ یہ ایوان کشمیری عوام کی جدوجہد کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مقبوضہ کشمیر میں بھارتی حکومت کے قتل و غارت ، ظلم وستم اور مسلمان شہریوں کے خلاف مسلسل دہشت گردی کے واقعات پر گہرے رنج و الم اور تشویش کا اظہار کرتا ہے اور کشمیری مسلمانوں سے یک جہتی کا اظہار کرتا ہے ۔ مزید براں یہ ایوان وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ مقبوضہ کشمیر کی آزادی اور کشمیری مسلمانوں کے حق خود ارادیت کے لیے اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد کے لیے بین الاقوامی سطح پر جاری سفارتی کوششوں کو مزید

مؤثر بنایا جائے۔

(تحریک متفقہ طور پر منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی سپیکر : میں ایوان کا وقت پانچ منٹ کے لیے اور بڑھاتا ہوں۔ جی۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! میں پہلے یہ گزارش کرتا ہوں کہ قاعدہ 92 کو معطل کر کے مشترکہ قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : کیا قاعدہ 92 کو معطل کر کے یہ قرارداد لے لی جائے؟

آوازیں : اجازت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ کا مطالبہ منظور ہو گیا ہے۔ جی چودھری محمد وصی ظفر صاحب!

اراکین اسمبلی کے لیے آفیشل پاسپورٹ کا اجراء

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! "اس ایوان کی رائے میں صوبائی حکومت، مرکزی حکومت کو سفارش کرے کہ سابقہ اراکین صوبائی اسمبلی کو بھی ۱۹۸۸ء سے وی آئی پی کا درجہ دیا جائے اور ممبران صوبائی اسمبلی و ان کے اہل خانہ کو آفیشل پاسپورٹ جاری کیے جائیں اور اس پر فی الفور عمل کیا جائے"۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اب سوال یہ ہے :

کہ "اس ایوان کی رائے میں صوبائی حکومت، مرکزی حکومت کو سفارش کرے کہ سابقہ اراکین صوبائی اسمبلی کو بھی ۱۹۸۸ء سے وی آئی پی کا درجہ دیا جائے اور ممبران صوبائی اسمبلی و ان کے اہل خانہ کو آفیشل پاسپورٹ جاری کیے جائیں اور اس پر فی الفور عمل کیا جائے"۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جو اس قرارداد کے حق میں ہیں وہ ہاں کہیں۔

آوازیں : ہاں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جو اس قرارداد کے خلاف ہیں وہ نہ کہیں۔

سید ظفر علی شاہ : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں۔ جب قرارداد put ہو رہی ہو تو کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوسکتا۔ (قطع ... سمجھ ک... رہا ہوں اور آپ کہہ رہے ہیں

پوائنٹ آف آرڈر۔

سید ظفر علی شاہ : جناب والا! اس کے بعد میری بات سن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ہاں۔ پھر بات سنیں گے۔ اتنی سی بات ہوتی ہے اور آپ خواہ مخواہ touchy ہو جاتے ہیں۔ تو لہذا یہ قرارداد بھی باتفاق رائے منظور کی گئی۔

(قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی سپیکر : ظفر علی شاہ صاحب!

سید ظفر علی شاہ : جناب والا! قرارداد تو پاس ہو گئی۔ میں قراردا کی مخالفت نہیں کر رہا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جب آپ اصول کی بات کریں تو اس وقت میں نہیں بولنا چاہتا۔

سید ظفر علی شاہ : جناب والا! یہ اب after thought ہو گئی فائز ہو گیا ہے۔ جناب سپیکر ! اس قرارداد پر اگر انہوں نے من وعن کرلیا تو آپ جس طرح پاس کررہے ہیں صرف آپ ۱۹۸۸ء والوں کے لیے کر رہے ہیں یا تو اس طرح کہیں کہ آئندہ آنے والے ہرمقرر۔ ورنہ صرف وہ ۱۹۸۸ء تو وہ کر دیں گے۔ میں اس میں تھوڑی سی ترمیم کر رہا تھا کہ اس کی مزید وضاحت کر دی جائے۔ یہ میں کہہ رہا تھا۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! یہ ہے " ۱۹۸۸ء سے "۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ہاں 1988ء سے ہے۔ شکریہ ! اب ہاؤس کل صبح گیارہ بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر ایوان کی کارروائی کل مورخہ ۸ فروری ۱۹۹۵ء تک کے لیے ملتوی کر دی گئی)

8-Feb
1995ء

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا سترھواں اجلاس)

بدھ' 8- فروری 1995ء

(چہار شنبہ' 7- رمضان المبارک 1415ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر لاہور میں 11 بجے صبح منعقد ہوا۔ جناب ڈپٹی سپیکر میاں منظور احمد موہل کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ یَحْفَظُوْنَہٗ
مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا
بِاَنْفُسِہِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَہٗ ۚ وَمَا لَہُمْ
مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ ⑪

سورہ رعد آیت 11

ہر شخص کے آگے اور پیچھے اس کے مقرر کیے ہوئے نگران لگے ہوئے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل لیتی اور جب اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کر لے تو پھر وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی نہ اللہ کے مقابلے میں ایسی قوم کا کوئی حامی اور مددگار ہو سکتا ہے۔

وما علینا الا البلاغ o

پوائنٹ آف آرڈر

وقفہ سوالات میں نصف گھنٹے کے لیے تاخیر

چودھری شوکت داؤد، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شوکت داؤد صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری شوکت داؤد، جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کل وقفہ سوالات میں ٹیوب ویلز کے بارے میں ایک important issue تھا۔ وہ رول 52 کے تحت آتا ہے۔ اس پر debate کے لیے درخواست کر رہا ہوں کہ اس کے لیے دو گھنٹے کا وقت مقرر کیا جائے۔ میں تحریری طور پر بھی آپ کی خدمت میں عرض کر دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ رول 52 کی بات کر رہے ہیں۔

چودھری شوکت داؤد، جی ہاں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ میں نے کل بات کی تھی لیکن جو رول 52 ہے وہ یہ کہتا ہے کہ اتوار کے دن۔

52 (1) On every Sunday the Speaker may, on two clear days notice being given by a member, ...

یعنی ممبر ایک نوٹس دے گا اور دو دن کا نوٹس لازمی۔ اور اتوار جو آئے گا اس پر سپیکر ایک گھنٹہ یا اس وقت کو بڑھایا بھی جا سکتا ہے۔ یعنی جو public importance کا matter ہو۔ یہ واقعی public importance کا matter ہے۔ جو یہاں پر question کے تابع زیر بحث رہا۔ لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ اجلاس اگلے اتوار تک نہیں چلے گا۔ اگر میں اسے آج بھی admit کر لوں تو اس پر بحث تو اتوار کو ہو گی۔ اور اس طرح یہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اس کے بارے میں اب یہ ہو گا کہ rules relax کرنا پڑیں گے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ جب یہاں ہاؤس میں ممبران کی تعداد زیادہ ہو جائے تو اس وقت rules relax کیے جائیں۔ بہرحال میں rules relax کر کے اگلے اجلاس میں اتوار کے دن اس کو رکھ لوں گا۔ اور اس طرح سے آپ کا مقصد پورا ہو جائے۔ ارشد عمران سلہری صاحب! کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ جی فرمائیے۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر ! جیسا کہ یہ روایت ہے کہ جب ہمارا آئندہ کوئی اجلاس ہونا ہوتا ہے تو اس کے بارے میں جو ایجنڈا ہوتا ہے ۔ خاص طور پر سوالات کے بارے میں بات کر رہا ہوں کہ جب اجلاس ختم ہوتا ہے یعنی ایک دن پہلے وہ ہمیں مل جاتا ہے ۔ اس کے مطابق کل ہمیں ایجنڈا مل گیا لیکن اب یہاں جب ہم سیٹ پر آئے ہیں تو جناب والا ! اس ایجنڈے میں بہت سی ترامیم ہیں ۔ خصوصی طور پر جب بھی S&GAD کا محکمہ آتا ہے تو ہر بار یہی ہوتا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کی یہ بات ٹھیک ہے ۔ لیکن میں نے کل رولنگ دی تھی جس میں کہا تھا کہ محکمے اپنے جوابات revise کر کے up to date کر کے بھجوایا کریں ۔ اور میں نے کہا تھا کہ اگر کوئی جوابات پرانے دیئے گئے ہیں تو ان کو revise کریں ۔ تو اس کے تابع انہوں نے revise کر کے بھیجے ہیں۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر ! آپ صفحہ نمبر 23 پر ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ کل جو ہمیں جواب دیا گیا تھا اس کے مطابق وہ ایجنڈا بھی موجود ہے لیکن اسی کے ساتھ اب مزید جو جوابات attach کیے گئے ہیں--------

جناب ڈپٹی سپیکر، ارشد عمران سلہری صاحب! ابھی ہم اس طرف آ رہے ہیں جب ہم اس پر آئیں گے تو پھر بات کریں گے ۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر ! میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ٹھیک ہے کہ C S S P حضرات اس صوبے پر اور ملک پر حکومت کر رہے ہیں لیکن یہ اسمبلی پر تو حکومت نہ کریں ۔ ان کو اس کے جوابات بر وقت دینے چاہیں تھے تا کہ ہم سوالات کے لیے تیار ہو کر آتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، تو مسئلہ یہ ہے کہ ہم محکمہ کو کہہ سکتے ہیں ۔ اور میں پھر محکمہ کو یہ ہدایات کرتا ہوں کہ اگر ایسی بات ہو تو وہ دو تین دن پہلے ترمیم کیا کریں تا کہ فاضل اراکین تیار ہو کر آئیں ۔

جناب ارشد عمران سلہری ، شکریہ جناب سپیکر ! اس میں میری یہ گزارش ہے کہ جو جوابات آج یہاں پر ہمیں مہیا کیے گئے ہیں ان کو pending کر لیا جائے تا کہ اس پر تفصیل کے ساتھ بحث ہو سکے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، وہ تو ابھی شروع نہیں ہوا ۔ مسئلہ یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے وزیر قانون نے یہاں پر جوابات دینے ہیں ۔ تو جس طرح سپیکر محمد حنیف رامے صاحب نے کل یہاں پر ایک

فیصلہ کیا تھا وہ کمیٹی اس وقت میٹنگ میں ہے اس وقت ان کے مذاکرات شروع ہیں ۔ لاء منسٹر بھی وہاں پرموجود ہیں ۔ اگرمیں وقفہ سوالات شروع کرتا ہوں تو جوابات دینے والے نہیں ہیں ۔ جواب دینے والے میٹنگ میں مصروف ہیں تو اس لیے میں آدھ گھنٹہ تک ہاؤس کو اس میٹنگ کے پیش نظر ملتوی کرتا ہوں ہم یہاں پر پھر تیس منٹ کے بعد ملیں گے ۔ شکریہ۔

(اس مرحلے پر ہاؤس کی کارروائی آدھ گھنٹہ کے لیے ملتوی کر دی گئی)

(جناب ڈپٹی سپیکر گیارہ بج کر پینتالیس منٹ پر کرسیٔ صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(محکمہ سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن)

جناب ڈپٹی سپیکر، وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ محکمہ سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن کے جوابات لاء منسٹر صاحب دیں گے۔ راجہ ریاض احمد۔

میاں فضل حق، سوال نمبر 201۔ (معزز رکن نے راجا ریاض احمد کے ایماء پر سوال دریافت کیا)

ایس پی سی فیصل آباد کے خلاف کارروائی

*201۔ راجہ ریاض احمد، کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سدھ پورہ فیصل آباد کے ایک شخص محمد مصطفیٰ نے مقدمہ نمبر 93/109 میں رشوت لینے کے الزام میں ایس پی سی پولیس فیصل آباد رانا محمد اقبال خان کے خلاف مقدمہ درج کرنے/تحقیقات کرنے کے سلسلے میں ڈائریکٹر انسداد رشوت ستانی پنجاب کو چھ ماہ قبل درخواست دی تھی۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ درخواست پر افسر مذکورہ کے با اثر ہونے کی وجہ سے تاحال کسی قسم کی پیش رفت نہ ہوئی ہے۔

(ج) اگرجز(الف) اور (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو درخواست متذکرہ بالا پر آیا حکومت ضابطے کے مطابق کارروائی نہ کرنے کی وجوہ کی تحقیقات کرائے گی۔اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر قانون(چودھری محمد فاروق)،

(الف) یہ درست نہ ہے۔ایسی کوئی درخواست نظامت انسداد رشوت ستانی میں موصول نہ ہوئی ہے۔

(ب) جز(الف) بالا کی روشنی میں جواب نفی میں ہے۔

(ج) جز(الف) اور(ب) کی روشنی میں متعلقہ نہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، On his behalf. راجہ ریاض احمد نہیں ہیں۔ ویسے وہ کہتے ہیں کہ ہمارا سوال پینڈنگ رکھیں، آج وہ حاضر نہیں ہیں۔ جی۔

Any supplementary? ___ No supplementary جناب ارشد عمران سلہری!

حبیب الرحمان اور لبیب الرحمان کے خلاف کارروائی

*909۔جناب ارشد عمران سلہری، کیا وزیراعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تین مختلف سرکاری ایجنسیوں نے عرصہ دراز تک درجنوں افسران کے ذریعے حبیب الرحمان اور ایم وائی لبیب الرحمان اعلیٰ افسران کی درج ذیل انکوائریاں کرائیں جو کہ ان کے خلاف فیصل ہوئیں ۔

1۔ اینٹی کرپشن اسٹیبلشمنٹ کے پانچ گزیٹڈ افسران نے تین سالہ طویل انکوائریوں کے بعد 1988ء میں مقدمہ درج کیا اور 1993ء میں تفتیش مکمل کرکے فائنل رپورٹ پیش کر دی۔

2۔ ارکان پنجاب اسمبلی کی مشترکہ ڈیمانڈ پر ریونیو بورڈ نے اپنے ایڈیٹرز کی ٹیم سے انکوائری کرائی جس میں ان کے خلاف تمام الزامات درست ثابت ہوئے۔

3۔ اسسٹنٹ کمشنر قصور، حسین افضال کی طویل عدالتی انکوائری میں ان کے خلاف تمام الزامات درست ثابت ہوئے ۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ افسران نے جن اضلاع میں بذریعہ فراڈ سرکاری املاک حاصل کر رکھی ہیں وہاں بذات خود اور اپنے منشی عبدالستار کے ذریعے لاچار پیرولی قیدیوں اور اردگرد کے کسانوں کے خلاف جھوٹے پرچے کرائے ہیں۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو متذکرہ افسران کے خلاف(ای اینڈ ڈی) رولز کے تحت کارروائی روک رکھنے کی کیا وجوہات ہیں۔ اور نہ ہی وفاقی اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کو ان کی بداعمالیوں سے آگاہ کیا جاتا ہے جب کہ محکمہ اینٹی کرپشن بذریعہ میمو مورخہ 29 دسمبر

1988ء ان کی لوٹ مار محکمہ سروسز کے نوٹس میں لا چکا ہے ؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق)،

(الف) نظامت انسداد رشوت ستانی پنجاب نے حبیب الرحمان اور ایم ۔وائی لبیب الرحمان کے خلاف مختلف الزامات کے تحت انکوائریاں نمبر 86/71، 91/61 اور 91/62 کیں ہیں۔ دیگر محکمہ جات کی انکوائریوں کے متعلق علم نہ ہے۔ انکوائری نمبر 91/61 وفاقی تحقیقاتی ایجنسی کو برائے مناسب کارروائی ارسال کر دی گئی ہے۔جبکہ انکوائری نمبر 91/62 زیر تحقیق ہے انکوائری نمبری 86/71 کی تفصیل جز الف۔ا میں ملاحظہ فرمائیں۔(جو کہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیاہے)

1- یہ درست ہے کہ پانچ مختلف افسران نظامت ہذا نے انکوائری نمبر 86/71 برخلاف افسران مذکورہ کی جس کے مکمل ہونے کے بعد مقدمہ نمبر 88/25 مورخہ 24/11/88 زیر دفعات 471/468/420/218/109 ت پ و 5(2)47 پی سی 71 تھانہ نظامت انسداد رشوت ستانی درج رجسٹر ہوا۔ تکمیل تفتیش کے بعد مجاز اتھارٹی نے جوڈیشل ایکشن کا حکم صادر کیا ہے۔ مگر عدالت عالیہ نے عدالت میں چالان نہ بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ لہذا زیر التواء ہے ۔

2۔ بورڈ آف ریونیو کے جواب کے مطابق ان کے آڈیٹرز کی ٹیم نے سابق وزیر مال کی ہدایت پر اس معاملے میں انکوائری کی۔اس ٹیم نے اپنی رپورٹ میں تحریر کیا کہ محکمہ اینٹی کرپشن اور اسسٹنٹ کمشنر قصور اس معاملہ میں انکوائری کر چکے ہیں ۔ لہذا اس معاملہ میں مزید انکوائری کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔

3۔ بورڈ آف ریونیو نے تحریر کیا ہے کہ اسسٹنٹ کمشنر قصور نے عدالت کے حکم رٹ پٹیشن نمبر 91/9505 کے تحت انکوائری کی ۔ جس کی رپورٹ عدالت عالیہ کو بھجوا دی گئی تھی۔ مذکورہ رٹ پر کسی حتمی فیصلہ سے پہلے ہی رٹ کنندہ نے رٹ واپس لینے کی استدعا کر دی اور عدالت عالیہ لاہور نے مورخہ 24/1/94 کو یہ رٹ بعینہ واپسی داخل دفتر کر دی ۔ اسسٹنٹ کمشنر نے رٹ پٹیشن میں اٹھائے گئے تین نکات کو بعد از انکوائری درست قرار دیا۔

(ب) دوران تفتیش یہ بات سامنے آئی کہ مقدمہ نمبر 85/20 بجرم 224 ت پ چودھری سلیم پیرول آفیسر لاہور کی شکایت پر برخلاف صابر حسین قیدی تھانہ رائے ونڈ قصور میں درج رجسٹر ہوا۔

(چٹھی جس میں مقدمہ مذکورہ درج رجسٹر ہوا کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) اس چٹھی کے مندرجات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ حبیب الرحمان نے رپورٹ کی تھی کہ صابر حسین قیدی اپنی جائے ملازمت سے بھاگ گیا تھا۔پیرول آفیسر نے مقدمہ درج رجسٹر کرایا صابر حسین قیدی (ملزم) کو مورخہ 8' مارچ' 1987ء کو عدالت کی طرف سے چھ ماہ قید سخت کی سزا سنائی گئی (کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) مزید برآں دوران تفتیش مقدمہ مذکورہ میں ایک ایف۔ آئی۔ آر نمبر 85/61 صفحہ مثل پر لائی گئی۔ جس کے مطابق مدعی عبدالستار نے مقدمہ برخلاف عبدالعزیز ' صابرحسین' محمد علی ' نذیر احمد اور امداد علی بجرم زیر دفعہ 408 ت پ تھانہ رائے ونڈ میں درج رجسٹر کرایا جو کہ بوجہUntraced داخل دفتر ہو چکا ہے (ایف۔ آئی۔ آر کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)۔

(ج) محکمہ انسداد رشوت ستانی نے دونوں افسران کے خلاف ایک مقدمہ(ایف۔آئی۔ آرنمبر 25) مورخہ 25 نومبر 1988ء بجرم جعلسازی اور دھوکہ دہی دفعہ 218'471'468'420 ت پ5(2)/27 پی سی اے درج کیا۔ محکمہ انسداد رشوت ستانی جو کہ محکمہ امور ملازمت' انتظام عمومی واطلاعات کے تحت ایک خود مختار ادارہ ہے' نے مقدمہ کی مزید کارروائی کے لیے ابھی تفتیش جاری رکھی ہوئی تھی کہ دونوں افسران نے ہائی کورٹ میں ایک رٹ پٹیشن نمبر 93/3989 دائر کرکے مورخہ 4 جولائی 1989ء کو ایک حکم امتناعی حاصل کر لیا جس کے تحت تمام کارروائی روک دی گئی۔ مورخہ 6 دسمبر 1992ء کو ہائی کورٹ نے محکمہ انسداد رشوت ستانی کے تفتیشی آفیسر کے اس بیان پر رٹ مذکورہ نپٹا دی کہ وہ مدعا علیہان کے پیش کردہ تمام گواہوں کی شہادتیں ریکارڈ کرکے حتمی رپورٹ دینے سے قبل ان کو ضرور زیر غور لائے گا۔ بعد ازاں شیخ حبیب الرحمان اور لبیب الرحمان نے چند قانونی نکات پر ایک اور رٹ پٹیشن نمبر 93/15909 عدالت عالیہ میں مورخہ 13' دسمبر' 1993ء کو دائر کر دی جس پر عدالت عالیہ نے اپنے ایک حکم مورخہ 16' جنوری' 1994ء کے ذریعے کہا ہے کہ محکمہ رشوت ستانی تا حکم ثانی کوئی چالان ملزم افسران کے خلاف عدالت رشوت ستانی میں پیش نہ کرے۔تاہم عدالت عالیہ کے اس حکم کے بعد تا حال کوئی حتمی فیصلہ موصول نہ ہوا ہے۔ حکومت پنجاب مقدمہ کی تمام کارروائی کے متعلق وفاقی حکومت کو مطلع کرتی رہی ہے تاہم وفاقی حکومت کی طرف سے کسی قسم کی محکمانہ کارروائی کرنے کے بارے میں کوئی حکم جاری نہ ہوا ہے۔

چودھری محمد افضل ساہی، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! آج کے روزنامہ "پاکستان" میں ایک خبر شائع ہوئی ہے جس کی سرخی یہ ہے کہ نواز لیگ کے ایم پی اے افضل ساہی نے بھی وٹو کی حمایت کر دی۔ پھالیہ سے رکن پنجاب اسمبلی نے وزیر اعلیٰ پنجاب سے ملاقات کی۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے اس اخبار کے ایڈیٹر سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس خبر کے sources کیا ہیں، کہاں سے یہ خبر اس کو ملی، کن ذرائع سے ان کو یہ اطلاع ملی کہ میں نے وٹو صاحب سے ملاقات کی ہے، یا میں نے ان کی حمایت کا اعلان کیا ہے؟ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے بطور ایم پی اے ہیٹ ٹرک کی ہے اور بطور ممبر ڈسٹرکٹ کونسل بھی میں نے ہیٹ ٹرک کی ہے۔(نعرہ ہائے تحسین) اور ان کی خبر جھوٹی ہونے کی main دلیل یہ ہے کہ آج تک ان صاحبان کو یہ بھی پتا نہیں کہ میرا ضلع کون سا ہے، میری تحصیل کون سی ہے۔ میں ضلع فیصل آباد کا، تحصیل فیصل آباد کا رہائشی ہوں اور انھوں نے مجھے تحصیل پھالیہ کا رہائشی قرار دیا ہے۔ اس خبر سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے اور میرے حلقۂ انتخاب میں میری سیاسی ساکھ کو نقصان پہنچا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے پورے ہاؤس کو چیلنج کرتا ہوں ـــ اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ میں نے کسی وزیر کی وساطت سے ملاقات کی ہے، میں پورے ہاؤس کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر کسی میرے معزز رکن کو، کسی ایم پی اے کو، کسی پارلیمانی سیکرٹری کو، کسی وزیر کو اس بات کا علم ہے کہ میں نے وزیر اعلیٰ وٹو صاحب سے ملاقات کی ہے تو ـــ

تو میں حلفاً کہتا ہوں، on the floor of the House کہہ رہا ہوں کہ میں اپنی سیٹ سے resign کروں گا اور ہمیشہ کے لیے سیاست بھی چھوڑ دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تشریف رکھیں۔ اب اس کے لیے دو طریقے ہیں۔ اگر تو آپ تحریک استحقاق دینا چاہتے ہیں تو ابھی باہر جا کر اس کو ریکارڈ پر لائیں، لکھ کر لائیں اور یہاں دیں۔

چودھری محمد افضل ساہی، جناب والا! میں ریکارڈ پر لاؤں گا اور لکھ کر بھی دوں گا اور آپ کی وساطت سے میں اخبار کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ غیر مشروط ـــــــــ

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ اخبار کو نہ کہیں۔

چودھری محمد افضل ساہی، شکریہ، جناب!

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں۔ آپ اس طرح سے لے آئیں۔ آپ کی یہ بات جائز ہے معقول ہے کہ ایسے

ہی اس طرح کی خبر شائع نہیں کرنی چاہیے ۔ مہربانی شکریہ۔

میاں عمران مسعود ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ جی فرمائیے ۔

میاں عمران مسعود ۔ جناب سپیکر ! یہ اللہ نہ کرے کہ ہمارے معزز رکن محمد افضل ساہی صاحب مستعفی ہوں ۔ جناب والا ! اس قسم کی حرکتیں ہمیشہ ہوتی آئی ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر اطلاعات He should be held responsible ۔ جناب والا ! اگر اس طرح وہ below the belt حرکتیں کریں گے تو This is not at all acceptable to us. آپ اس چیز کا مہربانی کر کے نوٹس لیں ۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ درست ہے ۔

جناب ارشد عمران سلہری ۔ جناب والا! سوالات کے سلسلے میں آپ نے پہلے بھی ایک ہاؤس کی کمیٹی تشکیل دی ہوئی ہے تو میری یہ گزارش ہے کہ اس سوال کو بھی اس کمیٹی کے حوالے کر دیا جائے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ پہلے کوئی کمیٹی بنائی ہوئی ہے ؟

جناب ارشد عمران سلہری ۔ جناب والا ! پہلے آپ نے اس سلسلے میں کمیٹی بنائی ہوئی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ لاء منسٹر صاحب ! میرے خیال میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ سیکرٹری صاحب بھی کہتے ہیں کہ اس سلسلے میں پہلے کمیٹی بنی ہوئی ہے ۔

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق) ۔ جناب سپیکر ! مجھے خود کوئی اعتراض نہیں ہے ۔ بےشک اسی کمیٹی کے پاس بھیج دیا جائے یا کوئی دوسری کمیٹی یہاں پر بنالی جائے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ نہ' نہ ۔ اسی کمیٹی کے پاس بھیج دیا جائے ۔ جو کمیٹی پہلے ہاؤس کی بنی ہوئی ہے اسی کے پاس اس سوال کو بھی refer کردیتے ہیں ۔

جناب ارشد عمران سلہری ۔ جناب سپیکر ! اس میں سوال نمبر 910 ہےاور اس کےبعد سوال نمبر 1012۔

حبیب الرحمان اور لبیب الرحمان کے خلاف کارروائی

*910۔ جناب ارشد عمران سلہری، کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ اعلیٰ افسران حبیب الرحمان اور ایم وائی لبیب الرحمان کے خلاف دھوکہ دہی فراڈ جعلسازی اور سرکاری حیثیت سے کروڑوں کا ناجائز فائدہ اٹھانے جیسے سنگین الزامات کے تحت محکمہ انٹی کرپشن نے مقدمہ نمبر ۸۸/۲۵ درج کر رکھا ہے اور ملزم افسران ضمانتوں پر ہیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ان کے خلاف محکمہ زراعت سے بذریعہ فراڈ پمپ حاصل کرنے کے ضمن میں بھی انکوائری ہو رہی ہے۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ ان کے خلاف اپنی حقیقی مرحومہ ماں کے نام اپنی تعیناتیوں (محکمہ صنعت ومعدنی ترقی) سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اڑھائی سو ایکڑ کی متعدد معدنی لیزیں ضلع خوشاب میں ناجائز حاصل کرنے کے ضمن میں بھی انکوائری ہو رہی ہے۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ انہوں نے ننگل سعداں اور منکلاں (ننکانہ صاحب) میں کئی مربع اراضی ناجائز حاصل کر رکھی ہے جو کہ انٹی کرپشن کے ریکارڈ پر ہے۔

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ انہوں نے محکمہ نہر سے بذریعہ فراڈ لاکھوں روپے کا آبیانہ معاف کرا لیا ہے جو کہ انٹی کرپشن میں زیر تفتیش ہے۔

(و) کیا یہ حقیقت ہے کہ محکمہ انٹی کرپشن پنجاب محکمہ سروسز کو ان تمام حقائق سے بار بار آگاہ کر چکا ہے۔

(ز) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو پھر کن وجوہات کی بناء پر ان مذکورہ بالا افسران کے خلاف (ای اینڈ ڈی) رولز کے تحت کوئی کارروائی گزشتہ پانچ سال سے نہ کرنے کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق):

(الف) درست ہے (ایف۔آئی۔آر کی کاپی لف ہے)۔

(ب) درست ہے کہ انکوائری نمبر 91/62 محکمہ اینٹی کرپشن میں زیر تحقیق ہے۔

(ج) درست ہے کہ الزام مندرجہ ضمن کے تحت انکوائری نمبر 91/62 محکمہ اینٹی کرپشن میں زیر تحقیق تھی۔ جس میں الزام تھا کہ انہوں نے اپنی والدہ مسمات عزیزہ بیگم کے نام اپنی تعیناتیوں (محکمہ صنعت و معدنی ترقی) سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اڑھائی سو ایکڑ کی متعدد لیزیں ضلع خوشاب میں لے رکھی ہیں جو کہ مسمات عزیزہ بیگم کی وفات کے بعد محمد یونس جو

نیشنل بینک آف پاکستان کا ملازم ہے اور حبیب الرحمان و لبیب الرحمان کا حقیقی بھائی ہے کے نام بددیانتی اور دھوکہ دہی سے اس کی سرکاری حیثیت کو چھپاتے ہوئے منتقل کرا دیں ۔ چونکہ محمد یونس مرکزی حکومت کا ملازم تھا۔ لہذا محکمہ اینٹی کرپشن انکوائری نہ کر سکتا تھا۔ جس کی بناء پر انکوائری مورخہ 15 دسمبر 1993ء کو وفاقی تحقیقاتی ایجنسی کے پاس بذریعہ چٹھی نمبر ڈی اے سی /سی آر ون/ (57)۔ 14837/93 ارسال کر دی گئی تھی (کاپی لف ہے) محکمہ صنعت و معدنی ترقیات پنجاب نے تحریر کیا ہے کہ جہاں تک مذکورہ بالا معدنی پٹہ / اجازت نامہ کے اجراء کا تعلق ہے تو وہ معدنی مراعاتی قوانین مجریہ 1960ء میں دیئے گئے ضابطہ کے مطابق جاری کیے گئے ہیں اور کوئی بھی اجازت نامہ / معدنی پٹہ مذکورہ قوانین سے ہٹ کر جاری نہیں کیا جاتا ۔ لہذا کسی سرکاری عہدہ اور حیثیت کا عمل دخل ممکن نہ ہے۔

(و) اس الزام سے متعلق کوئی علیحدہ انکوائری اینٹی کرپشن اسٹیبلشمنٹ میں زیر تحقیق نہ ہے۔ تاہم مختلف انکوائریوں کے دوران مختلف گواہان کے بیانات میں الزام ہذا کا ذکر آتا ہے۔

(ہ) الزام ہذا سے متعلق کوئی علیحدہ انکوائری اینٹی کرپشن اسٹیبلشمنٹ میں زیر تحقیق نہ ہے۔ محکمہ انہار و برقیات سے معلوم کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ محکمہ نے جو بھی آبیانہ معاف کیا۔ حسب ضابطہ بعد منظوری عمل کیا گیا معافی صرف اسی رقبہ کو دی گئی جو قواعد کے مطابق معافی کے قابل تھا۔

(و) اینٹی کرپشن اسٹیبلشمنٹ نے بذریعہ تطہیر نمبر ڈی اے سی 12735-37 مورخہ 29 دسمبر 1988ء محکمہ سروسز کو مذکورہ افسران کے خلاف الزامات کے بارے میں تحریر کر دیا تھا۔

(ز) محکمہ انسداد رشوت ستانی نے دونوں آفیسران کے خلاف ایک مقدمہ (ایف آئی آر نمبر 25) مورخہ 25 نومبر 1988ء بجرم جعلسازی اور دھوکہ دہی زیر دفعہ 218'471'468'420 ت پ 5(2)47 پی سی اے درج کیا ۔ محکمہ انسداد رشوت ستانی جو کہ محکمہ امور ملازمت انتظام عمومی و اطلاعات کے تحت ایک خود مختار ادارہ ہے نے مقدمہ کی مزید کارروائی کے لئے ابھی تفتیش جاری رکھی ہوئی تھی کہ دونوں افسران نے ہائی کورٹ میں ایک رٹ پٹیشن نمبر 93/3989 دائر کر کے مورخہ 4 جولائی 1989ء کو ایک حکم امتناعی حاصل کر لیا جس کے تحت تمام کارروائی روک دی گئی ۔ مورخہ 6 دسمبر 1992ء کو ہائی کورٹ نے محکمہ انسداد رشوت ستانی کے تفتیشی آفیسر

کے اس بیان پر رٹ مذکورہ نپٹا دی کہ وہ مدعا علیہان کی پیش کردہ تمام گواہوں کی شہادتیں ریکارڈ کر کے حتمی رپورٹ دینے سے قبل ان کو ضرور زیر غور لائے گا۔بعد ازاں شیخ حبیب الرحمان اور لبیب الرحمان نے چند قانونی نکات پر ایک اور رٹ پٹیشن نمبر 93/15909 عدالت عالیہ میں مورخہ ۱۳' دسمبر' ۱۹۹۳ء کو دائر کی دی جس پر عدالت عالیہ نے اپنے ایک حکم مورخہ ۱۴' جنوری' ۱۹۹۴ء کے ذریعے کہا ہے کہ محکمہ رشوت ستانی تا حکم ثانی کوئی چالان ملزم افسران کے خلاف عدالت رشوت ستانی میں پیش نہ کرے تاہم عدالت عالیہ کے اس حکم کے بعد تا حال کوئی حتمی فیصلہ موصول نہ ہوا ہے۔حکومت پنجاب مقدمہ کی تمام کارروائی کے متعلق وفاقی حکومت کو مطلع کرتی رہی ہے۔تاہم وفاقی حکومت کی طرف سے کسی قسم کی محکمانہ کارروائی کرنے کے بارے میں کوئی حکم جاری نہ ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : وہ سوال ملک کرامت علی کھوکھر صاحب کا ہے۔ وہ تشریف رکھتے ہیں؟

میمو پر عمل در آمد کی تفصیلات

*1012۔ ملک کرامت علی کھوکھر، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ اینٹی کرپشن نے حبیب الرحمان' لبیب الرحمان اعلیٰ افسران کے خلاف مقدمہ درج کر کے ایک میمو کے ذریعے۱۹۸۸ء میں لاکھوں روپے واجبات سرکار وصول کرنے اور کروڑوں روپے کی اراضیات سرکار ضبط کرنے کے لئے ممبر کالونی ریونیو بورڈ کو کہا۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ریونیو بورڈ نے جعلسازوں کو ۲۸ ہزار واجبات معاف کر کے بقایا کی اقساط کر دیں اور اراضیات ضبط کرنے کے ضمن میں ابھی تک کچھ نہیں کیا۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ محکمہ اینٹی کرپشن نے ایک دفعہ بھی املاک سرکار اور واجبات واپس لیے جانے سے متعلق ریونیو بورڈ /ڈپٹی کمشنر آفس سے دریافت ہی نہیں کیا۔

(د) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ عملدرآمد کی نگرانی منجانب اینٹی کرپشن نہ کرنے کے سبب گورنمنٹ کو پرچہ درج ہونے کے پانچ برس بعد بھی بسلسلہ واپسی واجبات و اراضیات کوئی فائدہ نہ ہوا ہے جبکہ اس مقدمہ کی تفتیش پر کافی سرکاری رقم خرچ ہوئی ہے۔نیز رپورٹ تفتیش مکمل کر لی گئی ہے اور ناجائز حاصل کنندگان کے خلاف جوڈیشیل ایکشن مکمل ہونے

کو ہے۔

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ ریونیو بورڈ کے ایڈیٹرز کی ٹیم اور اسسٹنٹ کمشنر قصور کی الگ الگ انکوائریوں میں بھی مذکورہ افسران کا بذریعہ فراڈ اراضیات حاصل کرنا ثابت ہو گیا ہے۔

(و) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو ابھی تک مفاد سرکار کی نگہبانی میں اپنے میمو پر عملدرآمد کیوں نہیں کرایا جا سکا نیز یہ بتایا جائے کہ محکمہ کی اس کسمپرسی کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق)۔

(الف) درست ہے۔ بذریعہ میمو نمبر ڈی اے سی۔ ڈی ڈی جی۔۸۸ /۱۲۷۳۴ مورخہ ۸۸-۱۲-۲۹ ممبر کالونیز کو افسران متذکرہ کے بارے میں مطلع کیا۔ بورڈ آف ریونیو کو متذکرہ پٹہ جات منسوخ کرنے اور گورنمنٹ واجبات جو دو لاکھ اکسٹھ ہزار تین سو روپے(۔/۲۶۱۳۰۰) بنتے ہیں۔ پٹہ داران سے وصول کرنے کی سفارش کی۔

(ب) محکمہ بورڈ آف ریونیو نے تحریر کیا ہے کہ نظامت انسداد رشوت ستانی کے میمو مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۸۸ء میں دس پٹہ داران کا ذکر ہے۔ ان پٹہ داران کے ذمہ واجب الادا رقم مبلغ۔۲۶۱۳۰۰ روپے میں سے فصل خریف ۱۹۸۷ء کو آفت زدہ قرار دیئے جانے پر بورڈ آف ریونیو نے مفاد عامہ کے پیش نظر قانون کے مطابق مبلغ۔۳۸۰۰۰ روپے کی معافی دے دی اور بقایا واجب الوصول رقم ۱۲ ششماہی اقساط میں وصول کرنے کی منظوری دے دی۔ جس میں سے مذکورہ پٹہ داران سات اقساط داخل خزانہ سرکار کر چکے ہیں۔جہاں تک اراضیات ضبط کرنے کا تعلق ہے مذکورہ پٹہ داران کی درخواست ہائے برائے توسیع میعاد پٹہ عدالت اسسٹنٹ کمشنر قصور میں زیر سماعت ہیں۔ متذکرہ اراضیات کے پٹہ کی توسیع یا تنسیخ کی بابت ابھی تک کوئی حکم صادر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عدالت عالیہ میں رٹ پٹیشن نمبری۸۹ /۲۹۸۹ میں حکم امتناعی جاری ہو چکا تھا۔ نیز رٹ پٹیشن نمبر۹۱ / ۹۵۰۵ کے سلسلہ میں عدالت عالیہ نے متعلقہ ریکارڈ طلب کر لیا تھا۔ جس وجہ سے عدالت اسسٹنٹ کمشنر قصور کی کارروائی زیر التواء رہی۔یہ دونوں رٹ پٹیشن مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۹۳ء اور ۱۲ جنوری ۱۹۹۴ء کو خارج ہو چکی ہیں۔ اس وقت بھی عدالت عالیہ متذکرہ اراضیات کی بابت چار عدد رٹ پٹیشن ہائے نمبری ۳۲۲۴ /۸۷۔۱۳۲۰۷/۸۶ /۹۳۔۱۵۹۰۹ /۹۳اور ۳۵۰۱۹ /۹۴ زیر سماعت

ہیں۔لہذا عدالت عالیہ کے حتمی فیصلہ تک کوئی قانونی قدم اٹھانا مناسب نہ ہو گا۔

(ج) نظامت انسداد رشوت ستانی نے قواعد و ضوابط کی روشنی میں متعلقہ اداروں کو الزامات کی تفصیل سے مطلع کردیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں بورڈ آف ریونیو نے جز(ب) میں دی گئی کارروائی کی ہے۔

(د) اس جز(حصہ) کاجواب درج بالا جز(ب) میں دیا جاچکا ہے الزام علیہان کے خلاف مقدمہ نمبر ۲۵۔۸۸ تھانہ نظامت انسداد رشوت ستانی پنجاب میں جوڈیشل ایکشن منظور کرنے کے بعد حسب ضابطہ اینٹی کرپشن کی عدالت میں چالان پیش کرنے کا تحرک کیا جارہا تھا کہ عدالت عالیہ نے حکم امتناعی بدیں امر جاری کیا ہے کہ چالان عدالت میں نہ پیش کیا جائے۔لہذا مقدمہ زیر التواء ہے۔

(ہ) بورڈ آف ریونیو نے تحریر کیا ہے کہ اسسٹنٹ کمشنر قصور نے رقبہ سرکار واقع موضع رکھ بت سے متعلق رٹ پٹیشن نمبری ۹۵۰۵-۹۱ کے تحت جو انکوائری کی تھی اس کی رپورٹ مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۹۲ء کو عدالت عالیہ لاہور کو بھیج دی گئی تھی۔ متذکرہ رٹ پٹیشن اور انکوائری پر کوئی حتمی فیصلہ سے پہلے ہی رٹ واپس لے لی اور عدالت عالیہ نے مورخہ ۹۴-۱-۲۴ رٹ داخل دفتر کر دی۔بورڈ آف ریونیو کی آڈیٹرز کی ٹیم نے اپنی انکوائری رپورٹ مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۹۴ء میں تحریر کیا کہ نظامت انسداد رشوت ستانی اور اسسٹنٹ کمشنر قصور پہلے ہی اس معاملہ میں انکوائری کرچکے ہیں۔نیز نظامت انسداد رشوت ستانی عدالت عالیہ کے حکم پر رٹ پٹیشن نمبری۳۹۸۹-۸۹ کے تحت حتمی انکوائری کر رہا تھا اس رپورٹ کے نتیجہ میں مزید انکوائری کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔

(و) محکمہ انسداد رشوت ستانی نے دونوں آفیسروں کے خلاف ایک مقدمہ(ایف آئی آر نمبر ۲۵) مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۸۸ء بجرم جعلسازی اور دھوکہ دہی زیر دفعہ ۴۲۰، ۴۶۸، ۴۷۱، ۲۱۸ ت پ۔۴۷(۲)۵ پی سی اے درج کیا۔ محکمہ انسداد رشوت ستانی جو کہ محکمہ امور ملازمت انتظام عمومی و اطلاعات کےتحت ایک خود مختار ادارہ ہے نے مقدمہ کی مزید کارروائی کے لئے ابھی تفتیش جاری رکھی ہوئی تھی۔ کہ دونوں افسران نے ہائی کورٹ میں ایک رٹ پٹیشن نمبر ۳۹۸۹-۹۳ دائر کرکے مورخہ ۴ جولائی ۱۹۸۹ء کو ایک حکم امتناعی حاصل کرلیا جس کے تحت تمام کارروائی روک دی گئی ۔ مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو ہائی کورٹ نے محکمہ انسداد رشوت ستانی کےتفتیشی آفیسر کے

اس بیان پر رٹ مذکورہ نپٹا دی کہ وہ مدعا علیہان کی پیش کردہ تمام گواہوں کی شہادتیں ریکارڈ کرکے حتمی رپورٹ دینے سے قبل ان کو ضرور زیر غور لائے گا۔بعد ازاں شیخ حبیب الرحمان اور لبیب الرحمان نے چند قانونی نکات پر ایک اور رٹ پٹیشن نمبر ۱۵۹۰۹-۹۳ عدالت عدلیہ میں مورخہ ۱۳' دسمبر' ۱۹۹۳ء کو دائر کر دی جس پر عدالت عالیہ نے اپنے ایک حکم مورخہ ۱۶' جنوری' ۱۹۹۴ء کے ذریعے کہا ہے کہ محکمہ رشوت ستانی تا حکم ثانی کوئی چالان ملزم افسران کے خلاف عدالت رشوت ستانی میں پیش نہ کرے۔ تاہم عدالت عالیہ کے اس حکم کے بعد تاحال کوئی حتمی فیصلہ موصول نہ ہوا ہے۔ حکومت پنجاب مقدمہ کی تمام کارروائی کے متعلق وفاقی حکومت کو مطلع کرتی رہی ہے تاہم وفاقی حکومت کی طرف سے کسی قسم کی محکمانہ کارروائی کرنے کے بارے میں کوئی حکم جاری نہ ہوا ہے(تمام تفصیلات ایوان کی میز پر رکھی دی گئی ہیں)۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب والا! ۱۰۱۳ بھی ملک کرامت علی کھوکھر صاحب کا ہے ۔ اور انہیں افسران سے متعلقہ ہے ۔ اس لیے یہ سارے سوالات متعلقہ کمیٹی کو refer کردیے جائیں ۔

فراڈ اور لاقانونیت کی اطلاع

*1013 ـ**ملک کرامت علی کھوکھر ،** کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ اینٹی کرپشن نے دو وفاقی افسران حبیب الرحمان اور لبیب الرحمان کے خلاف جعلسازی اور دھوکہ دہی جیسے سنگین الزامات کے تحت ایک مقدمہ درج کیا اور ملزمان اب ضمانت پر ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ محمد یوسف عرف لبیب الرحمان اور پرویز ربانی کو اس پرچہ سے نکلوانے کے لئے انہوں نے دو جعلی آدمی بمعہ شناختی کارڈ اینٹی کرپشن والوں کو پیش کرائے۔ جن کے شناختی کارڈ بھی جعلی ثابت ہوئے چنانچہ ایک اور مقدمہ تھانہ مزنگ منجانب اینٹی کرپشن درج ہوا۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے اپنے ایک رشتہ دار آفتاب ربانی کو مختار عام ظاہر کرکے اینٹی کرپشن والوں کے سامنے پیش کیا جس کا مختار نامہ عام جعلی ثابت ہوا۔

(د) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ انہوں نے اپنے عہدوں کے زعم میں اینٹی کرپشن کے ساتھ بھی

فراڈ در فراڈ کر کے فراڈ کی تاریخ میں نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔

(ہ) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اس فراڈ در فراڈ اور لاقانونیت پر مبنی رویہ کی اطلاع حکومت کو نہ دینے کی وجوہ کیا ہیں اگر اطلاع دی جا رہی ہے تو کب تک؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق):

(الف) درست ہے (ایف۔آئی۔آر کی نقل لف ہے)۔

(ب) یہ درست ہے کہ مقدمہ نمبر ۱۴۷۔۹۳ تھانہ مزنگ لاہور میں منجانب مرزا محمد رفیق اسسٹنٹ ڈائریکٹر (تحقیق) اینٹی کرپشن درج ہوا (جس کی کاپی لف ہے)۔

(ج) ایف آئی آر میں اس جرم کے ارتکاب کا اندراج موجود ہے۔ (ایف آئی آر کی نقل لف ہے)۔

(د) جو بے قاعدگی اور بے ضابطگی محکمہ اینٹی کرپشن کے علم میں آئی اس کے بارے میں حسب ضابطہ کارروائی کی گئی ہے۔

(ہ) محکمہ انسداد رشوت ستانی نے دونوں آفیسران کے خلاف ایک مقدمہ (ایف۔آئی۔آر نمبر ۲۵) مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۸۸ء بجرم جعلسازی اور دھوکہ دہی زیر دفعہ ۴۲۰، ۴۶۸، ۴۷۱، ۲۱۸ ت پ۔ ۵(۲) ۴۷ پی سی اے درج کیا محکمہ انسداد رشوت ستانی جو کہ محکمہ امور ملازمت انتظام عمومی و اطلاعات کے تحت ایک خود مختار ادارہ ہے نے مقدمہ کی مزید کارروائی کے لئے بھی ابھی تفتیش جاری رکھی ہوئی تھی کہ دونوں آفسران نے ہائی کورٹ میں ایک رٹ پٹیشن نمبر ۴۹۸۹۔۹۳ دائر کر کے مورخہ ۴ جولائی ۱۹۸۹ء کو ایک حکم امتناعی حاصل کر لیا۔ جس کے تحت تمام کارروائی روک دی گئی۔ مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو ہائی کورٹ نے محکمہ انسداد رشوت ستانی کے تفتیشی آفیسر کے اس بیان پر رٹ مذکورہ نپٹا دی کہ وہ مدعا علیہان کے پیش کردہ تمام گواہوں کی شہادتیں ریکارڈ کر کے حتمی رپورٹ دینے سے قبل ان کو ضرور زیر غور لائے گا۔ بعد ازاں شیخ حبیب الرحمان اور لبیب الرحمان نے چند قانونی نکات پر ایک اور رٹ پٹیشن نمبر ۱۵۹۰۹۔۹۳ عدالت عالیہ میں مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۹۲ء کو دائر کر دی جس پر عدالت عالیہ نے اپنے ایک حکم مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۹۳ء کے ذریعے کہا ہے کہ محکمہ رشوت ستانی تا حکم ثانی کوئی چالان ملزم افسران کے خلاف عدالت رشوت ستانی میں پیش نہ کرے۔ تاہم عدالت عالیہ کے اس حکم کے بعد تاحال کوئی حتمی فیصلہ موصول نہ ہوا ہے۔ حکومت پنجاب مقدمہ کی تمام کارروائی کے متعلق وفاقی

حکومت کو مطلع کرتی رہی ہے۔ تاہم وفاقی حکومت کی طرف سے کسی قسم کی محکمانہ کارروائی کرنے کے بارے میں کوئی حکم جاری نہ ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ٹھیک ہے ۔ یہ تمام سوالات جو اسی سے متعلقہ ہیں پہلی کمیٹی جو اس ہاؤس میں بن چکی ہے اسی کو refer کیے جاتے ہیں ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب سپیکر ! اس میں میری یہ گزارش ہو گی کہ مذکورہ کمیٹی کو پھر آپ کی طرف سے یہ directions جائیں کہ وہ ایک مخصوص عرصے کے اندر اس کی رپورٹ ایوان کے اندر پیش کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : پہلے ہم نے ان کو کوئی عرصہ نہیں دیا ہوا؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب سپیکر ! اس کے لیے وقت کا تعین کیاجائے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ہاں ۔ پہلے بھی وقفہ دیا تھا ۔ اس کو اور تیس دن کے لیے extend کیا گیا ہے ۔ تو میرے خیال میں تیس دن بڑے ہیں ۔ اسی عرصہ کے اندر ان سوالات کو بھی ساتھ take up کریں۔

جناب ارشد عمران سلہری : جناب سپیکر ! میری اس میں گزارش ہے کہ میں بھی محرک ہوں ۔ اس کمیٹی میں مجھے بھی شامل کردیا جائے ۔

چودھری محمد وصی ظفر : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ارشد عمران سلہری صاحب ! پہلے آپ اس کمیٹی میں ممبر نہیں ہیں؟

جناب ارشد عمران سلہری : جناب والا! پہلے announce نہیں کیا ہوا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ہاں۔ تو ارشد عمران سلہری صاحب! کو بھی اسی کمیٹی میں بطور ممبر شامل کیا جاتا ہے ۔ کیونکہ یہ بھی mover ہیں ۔

چودھری محمد وصی ظفر : پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : کرامت علی کھوکھر صاحب ! کے بھی سوالات ہیں ۔ وہ بھی ہم نے take up کیے ہیں ۔ لہذا وہ بھی mover ہیں اس لیے ان کو بھی اس کمیٹی کا ممبر بنایا جاتا ہے ۔

چودھری محمد وصی ظفر : پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ارشد عمران سلہری : جناب والا ! وہ پہلے ہی اس کمیٹی کے ممبر ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ اگر پہلے ممبر ہیں تو ٹھیک ہے ۔ جی وصی ظفر صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

چودھری محمد وصی ظفر ۔ جناب والا! یہ جو مسئلہ چل رہا ہے اس کے متعلق میں عرض کردوں کہ میں بھی اس کمیٹی کا ممبر ہوں ' وہ ایک سپیشل کمیٹی ہے ۔ اس کا scope اور extent اور اس کی working پر کیا کرنا ہے کیا sort out کرنا ہے ۔ investigating capacity ہو گی یا یہ دیکھنا ہے کہ جواب غلط آیا ہے وہ آپ کس وقت سیکرٹری صاحب کو بتائیں گے اور وہ باقاعدہ کمیٹی کو لکھ دیں کہ یہ assignment ہے ۔ وہ elaborate کرکے دی جائے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ آپ بھی اس کمیٹی کے ممبر ہیں؟

چودھری محمد وصی ظفر ۔ جی جناب!

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ ہم اس کا طریق کار طے کردیتے ہیں ۔

چودھری محمد وصی ظفر ۔ جناب والا! اس کا ٹائم بھی مہینے سے بڑھا دیا جائے ۔ کیونکہ پورا رمضان المبارک ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ وہ تو مہینے کے بعد جب بات ہو گی تو دیکھا جائے گا ۔

چودھری محمد وصی ظفر ۔ جناب والا! پھر تو آگے چلا جائے گا اور ختم ہی کردیں گے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ کوئی بات نہیں ۔ شاید ہم مہینے سے پہلے ہی meet کرلیں ۔

چودھری شوکت داؤد ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ جی شوکت داؤد صاحب! (قطع کلامیاں) ارشد عمران سلہری صاحب ایسے آپ نہ کیا کریں ۔ آپ بڑے سمجھ دار ہیں ۔ میں نے ان کو فلور دے دیا اور آپ اس کی اجازت لے رہے ہیں ۔ یہ کیا طریقہ ہوا ۔ اس طرح سے تو یہ بات ہوگی کہ میں کسی کو فلور دیتا ہوں آپ اس سے رضامندی لے لیا کریں گے کہ جناب آپ نہ بولیں میں بولتا ہوں ۔ نہیں ۔ یہ مناسب نہیں ہے ۔

چودھری شوکت داؤد ۔ شکریہ جناب سپیکر! یہ پہلے بات ہو چکی ہے ۔ آپ نے adjourn کرنے سے پہلے کہا تھا کہ ہاؤس میں اتنی تعداد ہو جائے تو اس ٹیوب ویل کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے ہاؤس کی رائے لے لی جائے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ تو میں فاضل اراکین کی توجہ چاہتا ہوں اور ساتھ ہی یہ موشن کی کاپی ادھر دے

دیں ۔

چودھری شوکت داؤد : جناب والا! اس میں ایک اور معاملہ فلیٹ ریٹ کا ہے جو میں تحریک التوا میں اٹھاؤں گا ۔ یہ اس سے مختلف ہے ۔ یہ سکارپ والے ٹیوب ویل کا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شوکت داؤد صاحب! یہ آپ اس طرح نہ دیں ۔ یہ تو آپ نے پہلے لکھا ہوا ہے ۔ جس طرح میں یہاں پر بات بتا گیا ہوں آپ یہ لکھیں کہ چونکہ یہ آپ نے ایک فیصلہ کیا تھا کہ رول نمبر ۵۲ کے ذریعے public importance کے تحت جو فلاں سوال نمبر کا مسئلہ ہاؤس میں discuss ہوا وہ چونکہ important تھا تو ہم اس کو رول ۵۲ کے تحت بحث میں لانا چاہتے ہیں لیکن اتوار سے پہلے سیشن ختم ہوجانے گا ۔ اس میں یہ آ نہیں سکے گا لہٰذا آپ رول relax کرکے next اسمبلی کا جو اجلاس ہو اس میں اسے اتوار میں بحث کرنے کے لیے اجازت دی جائے ۔ پھر میں ہاؤس سے پوچھوں گا ۔

چودھری شوکت داؤد : جناب والا! اسے لینے کے لیے ہاؤس سے رائے لے لیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ایسی بات نہیں ۔ کچھ آپ بھی محنت کریں۔ کل کی بات ہے ۔ آپ نے محنت نہیں کی ۔جی شکریہ۔

جناب ارشد عمران سلہری : پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی ارشد عمران سلہری صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

جناب ارشد عمران سلہری : جناب سپیکر! میری گزارش یہ تھی کہ صفحہ نمبر ۱۱ پر سوال نمبر ۱۰۱۳ ملک کرامت کھوکھر صاحب کا فراڈ اور لاقانونیت سے متعلق ہے اور انہی افسران کے متعلق ہے ۔ تو یہ اس میں شامل نہیں کیا گیا ۔ تو میری یہی گزارش تھی اس کو بھی ان سوالات میں شامل کر لیا جائے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : یہ سوال بھی اسی نوعیت کا ہے؟

جناب ارشد عمران سلہری : جی اسی نوعیت کا ہے اور انہی افسران حبیب الرحمان اور لبیب الرحمان کے خلاف ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اس کو بھی شامل کر لیا جائے؟

جناب ارشد عمران سلہری : جی ہاں اس کو بھی شامل کر لیا جائے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : سوال نمبر ۱۰۱۳ بھی اسی کمیٹی کے سپرد ہوگا ۔

جناب ارشد عمران سلہری : شکریہ جناب ! اب یہ سوالات تو کمیٹی کے سپرد ہوگئے ۔ اگلا سوال نمبر ۱۰۳۹میاں عبدالستار صاحب کا ہے ۔

سابق پی سی ایس افسران کی شرائط ملازمت

*1039۔ میاں عبدالستار، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب اسمبلی کی سپیشل کمیٹی کی منظور شدہ رپورٹ بابت ایکس پی سی ایس افسران پر آٹھ سال گزرنے کے باوجود کوئی پیش رفت نہ ہوئی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس وقت ڈی ایم جی گروپ کے۱۲۵ ۔افسران کوٹہ سے زائد پنجاب میں تعینات ہیں اور ان کی وجہ سے ایکس پی سی ایس افسران کی ترقی کے مواقع مسدود ہو کر رہ گئے ہیں۔اور ایکس پی سی ایس افسران ابھی تک گریڈ۱۸ یا ڈبل پروموشن کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں۔

(ج) آیا یہ درست ہے کہ ایکس پی سی ایس کے ایکس کیڈرمنٹ رولز حکومت کی طرف سے متعدد بار وعدے کئے جانے کے باوجود ابھی تک نہ بنائے گئے ہیں جس کا ترقی اور تعیناتی کے ضمن میں ایکس پی سی ایس افسران کو نقصان پہنچ رہا ہے اور ڈی ایم جی افسران کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت پنجاب اسمبلی سےمنظور شدہ رپورٹ کی روشنی میں مناسب اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے جس سے کہ ایکس پی سی ایس افسران کو ان کے جائز متعین کردہ حقوق مل سکیں۔

نیز حکومت ایکس کیڈرمنٹ رولز بنانے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک؛

وزیر قانون(چودھری محمد فاروق)،

(الف) درست نہ ہے کیونکہ پنجاب اسمبلی کی پیش کردہ کمیٹی کی منظور شدہ رپورٹ بابت پی سی ایس افسران مرکزی حکومت کو مورخہ۷۔ اکتوبر، ۱۹۹۲ء کو بھیج دی گئی تھی۔چونکہ اس رپورٹ کے مطابق پی سی ایس اور اے پی یو جی(ایس جی/ ڈی ایم جی) افسران کا کوٹہ تعین کرنا مقصود تھا۔ اور آئین پاکستان ۱۹۷۳ء کے آرٹیکل ۲۴۰ کے مطابق اے پی یو جی افسران کے معاملات مرکزی حکومت کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔ لہذا اس ضمن میں مرکزی حکومت کے جواب

کا انتظار ہے۔

(ب) درست نہ ہے۔ پی سی ایس افسران کی ترقی سنیارٹی کے مطابق اسامی موجود ہونے پر ہوتی رہتی ہے۔

(ج) درست نہ ہے۔

(د) جز(الف) اور (ب) میں وضاحت کر دی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : کوئی ضمنی سوال؟ جی میاں عبدالستار صاحب!

میاں عبدالستار : جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف فرمائیں گے کہ پنجاب اسمبلی کی جو کمیٹی سفارشات طے کرنے کے لیے بنائی گئی تھی وہ کونسی تاریخ کو اور کس سال بنائی گئی تھی؟----------

جناب ڈپٹی سپیکر : اس سلسلہ میں پچھلی کمیٹی میرے خیال میں ۸۵ء کی اسمبلی میں بنائی گئی تھی اس کی آپ بات کر رہے ہیں یا ۸۸ء کی اسمبلی میں جو بنی تھی اس کی بات کر رہے ہیں؟

میاں عبدالستار : جناب سپیکر! پنجاب اسمبلی کی طرف سے پی سی ایس افسران کا کوٹہ مقرر کرنے کے لیے جو کمیٹی بنی تھی وہ کب بنائی گئی تھی؟

جناب ڈپٹی سپیکر : دو دفع کمیٹی بنی تھی۔ ایک تو ۸۵ء میں بنی تھی جس نے سب سے پہلے یہ رپورٹ تیار کی تھی۔

میاں عبدالستار : نہیں جی۔ اس سے پہلے یہ کمیٹی بنی ہوئی ہے۔ یہ آٹھ سال پہلے کی کمیٹی ہے جس کے بارے میں ابھی تک یہ گورنمنٹ pursue ہی نہیں کر رہی۔

جناب ڈپٹی سپیکر : مقصد یہ ہے کہ ایک پھر ۸۸ء میں بنی تھی۔ اس کمیٹی میں میں بھی ممبر تھا۔ تو آپ ۸۵ء کی بات کر رہے ہیں یا ۸۸ء کی؟

میاں عبدالستار : میں ۸۸ء کی بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ۸۸ء کی بات کر رہے ہیں۔ جی

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق) : جناب سپیکر! ۸۸ء میں جو کمیٹی بنی تھی اس کی تاریخ کا مجھے صحیح علم نہیں ہے۔ البتہ جس کمیٹی کی رپورٹ بھیجنے کے بارے میں میں یہاں ذکر کر رہا ہوں---

جناب ڈپٹی سپیکر : ۸۵ء والی۔

وزیر قانون ، جی یہ ۹۰ء کی تھی۔ اس کمیٹی کی پہلی میٹنگ کے بارے میں ، میں ذکر کر سکتا ہوں کہ ۵ مئی ۱۹۹۱ء کو اس کمیٹی کی پہلی میٹنگ ہوئی اور ۲۷۔ اگست ۱۹۹۱ء کو اس کمیٹی کی سفارشات کیبنٹ میں رکھی گئیں اور ۲۷۔ اگست ۱۹۹۱ء کو اس کمیٹی کی جو رپورٹ کیبنٹ میں رکھی گئیں وہ کیبنٹ کی منظوری کے بعد مرکزی حکومت کو ۷۔ اکتوبر ۱۹۹۲ء کو بھیجی گئی۔ میں اس رپورٹ کا ذکر کر رہا ہوں۔ ۸۸ء والی کمیٹی کی رپورٹ کے بارے میں مجھے صحیح علم نہ ہے۔

میاں عبدالستار ، جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ۱۹۸۵ء کی کمیٹی کی رپورٹ اور ۱۹۸۸ء کی کمیٹی کی رپورٹ کا بنا کیا ہے؟ کیا پنجاب حکومت نے یہ دونوں رپورٹس بھیجی تھیں؟

وزیر قانون ، جناب سپیکر! کسی بھی صوبائی حکومت کی طرف سے جو latest رپورٹ بھیجی جاتی ہے وہ اس حکومت کا مطالبہ اور اس حکومت کی سفارشات تصور ہوتی ہیں اور پہلی کمیٹی کی جو سفارشات ہوتی ہیں ، پہلی حکومت نے اگر کوئی بھیجی بھی ہوں تو انھیں پھر زیر غور نہیں لایا جاتا بلکہ جو latest رپورٹ بھیجی جاتی ہے اسے زیر غور لایا جاتا ہے۔ کیونکہ حکومت دوبارہ غور کرنے کے بعد جس نتیجے پر پہنچتی ہے اس نتیجے کے حوالے سے مطالبہ کرتی ہے۔ اس لیے اگر کوئی ایسا فرق موجود بھی ہے تو یہ پنجاب حکومت کی وفاقی حکومت کو ۷۔ اکتوبر ۱۹۹۲ء کو جو رپورٹ بھیجی گئی یہ دراصل مذکورہ معاملے کے بارے میں سفارشات ہیں۔

میاں عبدالستار ، جناب سپیکر! میں تو آج تک یہ سمجھا تھا کہ جو وزیر موصوف جواب دیتے ہیں وہ آج تک کی حکومت پنجاب کے سلسلے میں جتنی بھی کیبنٹس بنی ہیں ان کی تمام کیبنٹس کے ذمہ دار ہوتے ہیں لیکن وزیر موصوف جو ہیں یہ صرف ۹۲ء کی بات کرتے ہیں۔ تو چلو میں ان کی بات مانتے ہوئے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ پی سی ایس افسران کے بارے میں سفارش کے طور پر جو کوٹہ مقرر کیا گیا تھا وہ کیا تھا؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، کوٹے کا کیا ہوا؟

میاں عبدالستار ، جناب سپیکر! پی سی ایس افسران کے بارے میں ۱۹۹۲ء میں سفارش کے طور پر جو رپورٹ بھیجی گئی ہے ۔ جس کا وزیر موصوف ذکر فرما رہے ہیں۔ اس کا کوٹہ کیا مقرر کیا گیا تھا؟ سفارش کیا کی گئی تھی کہ پی سی ایس افسران کا کوٹہ کیا ہونا چاہیے؟ اور ڈی ایم جی گروپ کا کیا کوٹہ تھا؟

معزز ممبران اپوزیشن ، پرچی آ جائے۔

وزیر قانون ، آ جانی چاہیے۔ پرچی بھی آ جانی چاہیے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ کو انفارمیشن چاہیے اور آپ کو اگر صحیح انفارمیشن دے دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ چاہے وہ جس انداز میں بھی دی جائے۔ میں ایک تو سوالات و جوابات کے بارے میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ میں ویسے اپنے جوابات کے بارے میں بہت کم slips لیتا ہوں۔ آپ کو علم ہو گا۔ ہر روز اسمبلی میں ہزاروں سوالوں کے جواب ہوتے ہیں۔

MR DEPUTY SPEAKER: Please continue.

MIAN FAZAL HAQ: I am on a point of order.

جناب والا ! ابھی جو گفتگو ہوئی میں اس کے حوالے سے بات کروں گا۔ منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ میں normally جوابات بغیر چٹ کے دیتا ہوں اور prepare ہو کر آتا ہوں۔ ادھر سے چٹ آئی یا slip آئی I dont know He was waiting ۔ میں یہ کہتا ہوں کہ normally جو آپ کے منسٹر صاحب جواب دیتے ہیں تو وہ اس طرف بہت غور سے دیکھتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہاں سے کچھ آئے۔ تو میں یہ چاہتا ہوں کہ جناب اس پر آپ رولنگ دیں کہ آیا اس کو allow کر دینا چاہیے یا نہیں کرنا چاہیے کہ وہاں سے جو بیورو کریسی ہے یا سیکرٹری ہے یا جوائنٹ سیکرٹری ہے یا ڈپٹی سیکرٹری

who so ever is sitting there, is he allowed to provide the information to the concerned minister or not This should be decided and I need your ruling on this sir!

جناب ڈپٹی سپیکر ، اس میں مسئلہ یہ ہے کہ رولز میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں لیکن جو precedents ہیں وہ بعض اوقات ایسے ہو جاتے ہیں کیونکہ کوئی بھی منسٹر ایسا نہیں ہوتا کہ جس کو پرانی باتیں حفظ ہوں یا تاریخیں یاد ہوں۔ یہ ایک انسانی بس کی بات نہیں ہے۔ تو یہ جو افسران وہاں بیٹھتے ہیں ان کا مطلب اور مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ اگر کوئی ایسی problem ہو جائے تو وہ فوری طور پر اس طرح سے assistance دے سکتے ہیں۔ اس میں کوئی امر مانع نہیں۔ جی۔

وزیر قانون ، جناب سپیکر! آپ کی رولنگ کے لیے شکریہ لیکن اس میں ، میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ گیلری افسران کے لیے اسی لیے بنائی گئی ہے کہ یہ حضرات وہاں پر بیٹھیں۔

معزز ممبران اپوزیشن ، وہ چٹ مل گئی۔

جناب ڈپٹی سپیکر : وہ بات تو ہو گئی۔ اب آگے چلیں ناں۔ جی لاء منسٹر!

وزیر قانون : جناب سپیکر! اس میں مختلف گریڈز کے حوالے سے مختلف سفارشات کی گئی تھیں اور اس کا ذکر میں آپ کو پڑھ کے کر دیتا ہوں۔

گریڈ ۱۸ اے۔ سی کے عہدہ کی ۲۰۰ اسامیاں تھیں اور سابقہ پی۔ سی۔ ایس شعبہ انتظامیہ کے لیے ۸۰ فیصد کا کوٹہ تجویز کیا گیا۔ ڈی ایم جی کے لیے ۲۰ فیصد کا کوٹہ تجویز کیا گیا۔

گریڈ ۱۸ ڈی۔ سی کے عہدہ کی ۲۵۰ اسامیاں تھیں اور سابقہ پی۔ سی۔ ایس شعبہ انتظامیہ کے لیے ۶۰ فیصد کا کوٹہ مقرر کیا گیا۔ ڈی۔ ایم۔ جی شعبہ کے لیے ۴۰ فیصد کوٹے کی سفارشات کی گئیں۔

گریڈ ۱۹ کے لیے ۸۸ اسامیاں تھیں۔ سابقہ پی۔سی۔ایس کے لیے ۵۰ فیصد کا کوٹہ تجویز کیا گیا۔ ڈی۔ایم۔ جی کے لیے ۵۰ فیصد کا کوٹہ تجویز کیا گیا۔

گریڈ ۲۰ کے لیے ۴۹ اسامیاں تھیں۔ سابقہ پی۔ سی۔ ایس شعبہ انتظامیہ کے لیے ۴۵ فیصد کا کوٹہ تجویز کیا گیا۔ ڈی۔ ایم۔ جی کے لیے ۵۵ فیصد کا کوٹہ تجویز کیا گیا۔

گریڈ ۲۱ کے لیے ۱۴ اسامیاں تھیں۔ سابقہ پی۔ سی۔ ایس کے لیے ۲۰ فیصد کا کوٹہ تجویز کیا گیا۔ ڈی۔ ایم۔ جی کے لیے ۸۰ فیصد کا کوٹہ تجویز کیا گیا۔

یہ صورت حال ہے۔

میاں عبدالستار : جناب سپیکر! میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی میاں عبدالستار صاحب!

میاں عبدالستار : جناب سپیکر! یہ جو ۱۹۹۲ء کو سفارشات بھیجی گئی ہیں۔ میں پوچھنا چاہوں گا کہ کیا حکومت پنجاب اپنی سفارشات کو منظور کروانے کے لیے ابھی تک pursue کر رہی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر : مقصد آپ کا یہ ہے کہ کیا یہ جو کوٹہ مقرر ہوا ہے اس پر عمل ہو رہا ہے؟ یہ مقصد ہے؟

میاں عبدالستار : میں یہ پوچھنا چاہوں گا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں۔ یہ جو فیصلہ ہوا ہے۔ کمیٹی کی رپورٹ یہی ہے ناں۔

میاں عبدالستار : جی۔ جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، تو اب اگلا سوال تو آپ کا یہ آنا چاہیے کہ بھئی اس پر عمل ہو رہا ہے؟

میاں عبدالستار ، جناب ! اس کے بعد میں اگلا سوال کر رہا ہوں۔ میں پہلے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو انھوں نے سفارشات بھیجی ہیں۔ کیا وفاقی حکومت نے انھیں ان کے بارے میں کوئی اپنی حتمی منظوری دی ہے یا نہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، وزیر قانون صاحب! ان کا سوال یہی ہے کہ وفاقی حکومت نے یہ عمل کیا ہے یا نہیں۔ بات سیدھی سی ہے۔

وزیر قانون ، جناب سپیکر! ابھی تک یہ سفارشات وفاقی حکومت کے زیر غور ہیں اور انھوں نے اس پر ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ لہذا یہ صرف سفارشات کی حیثیت رکھتی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ

خواجہ ریاض محمود ، پوائنٹ آف آرڈر ـــ

جناب ڈپٹی سپیکر ، خواجہ صاحب! بات سنیں۔ آپ نے کوئی وقت مخصوص کیا ہوا ہے کہ کس وقت پوائنٹ آف آرڈر کرنا ہے؟

خواجہ ریاض محمود ، نہیں۔ میں صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے عین وقت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

خواجہ ریاض محمود ، وہ پہلے ہی آپ نے بات کر دی ہے اور ماشاء اللہ جو آپ نے میاں فضل حق صاحب کی بات پر وضاحت فرمائی ہے۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ نے بڑی اچھی رولنگ دی ہے۔ ہمارے جو وزراء ہیں۔ ان کے پیچھے جو افسران ہیں۔ یہاں جو سوال و جواب ہوں یا جو بھی ہاؤس کے فاضل اراکین معلومات چاہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ افسران کو یہاں گیلری میں بیٹھ کر متعلقہ وزیر کی باقاعدہ رہنمائی کرنی چاہیے تاکہ اس ہاؤس کا تقدس پامال نہ ہو کہیں گڑبڑ میں وزراء کرام ادھر ادھر کی باتیں کر کے ہمیں گول کرنے کی کوشش نہ کریں ہم یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح چودھری فاروق صاحب نے بالکل ریکارڈ کے مطابق جواب دیا ہم ان کے جواب سے بالکل مطمئن ہیں - اس قسم کی پریکٹس یہاں ہونی چاہیے یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔

میاں عمران مسعود : (پوائنٹ آف آرڈر)۔ جناب سپیکر جس مسئلے کے بارے میں یہاں گفتگو ہو رہی ہے جناب والا آپ کو یاد ہو گا کہ ایک دفعہ پچھلے دور میں جب وٹو صاحب یہاں سپیکر تھے میں نے ہی یہ مسئلہ اٹھایا تھا کہ گیلری سے اس طرح کی کوئی انفارمیشن لی جائے یا دی جائے کیا اس کی اجازت ہے تو انہوں نے اس کی سختی سے ممانعت کی تھی ـــــــــ

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ میری تو سنیں - اس بارے میں میں رولنگ دے چکا ہوں میں نے بھی جانا ہے ـــــــــ

میاں عمران مسعود : جناب والا اگر آپ کو یاد ہو تو یہی سوال سیمینار میں نیشنل اسمبلی کے سپیکر جناب گوہر ایوب صاحب سے بھی پوچھا گیا تھا انہوں نے بھی کہا تھا کہ یہ tradition کے خلاف ہے ـــــ

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ میری بات سنیں - میں یہ کہتا ہوں کہ ہر سپیکر کی اپنی رولنگ ہوتی ہے اس کا اپنا ذہن ہوتا ہے یہ traditions کے تو مطابق ہے کیونکہ traditions کا تو مطلب ہوتا ہے کہ ایسا ہوتا ہے یا نہیں - میں تو پانچ terms سے یہاں ہوں اس اسمبلی میں ہر وزیر کی اسی طرح سے سلپ اور چٹ چلتی ہے تو اس بات کے کرنے کا کیا فائدہ جس پر عمل نہ ہو سکے - تو میں نے یہ بھی کہا ہے کہ traditions اور precedents تو ہیں لیکن رولز میں نہیں ہیں بات بھی اچھی نہیں لیکن انسانی فطرت میں یہ نہیں ہے کہ وہ سب فیصلے اور سب تاریخیں یاد رکھے تو اس طرح کی کوئی ایسی بات نہیں ہے -

جناب ارشد عمران سلہری : (پوائنٹ آف آرڈر) - جناب سپیکر! ماشاء اللہ آپ کافی vigilant ہیں اور وزیر قانون صاحب بھی vigilant اور capable ہیں جناب والا صفحہ نمبر ۹ پر رانا محمد فاروق سعید خاں صاحب کا سوال نمبر ۹۶۰ تھا اور یہ رشوت ستانی اور تحقیقات کے متعلق تھا - میں جناب سے عرض کرتا ہوں کہ اس سوال سے کیوں چشم پوشی کی گئی ہے اور اس کو کیوں چھوڑ دیا گیا ہے -

جناب ڈپٹی سپیکر : جی فرمائیے -

جناب ارشد عمران سلہری : جناب والا یہ تو صفحے پر لکھا ہے کہ اس کا جواب موصول نہیں ہوا لیکن جناب اس کو تو پیش ہی نہیں کیا گیا اور ہم پہلے ہی سوال نمبر ۱۰۳۹ پر چلے گئے ہیں اور سوال نمبر ۹۶۰ کو چھوڑ دیا - تو جناب اس کی کیا وجہ ہے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں جی ۔ یہ رانا محمد فاروق سعید خان صاحب کا یہ سوال ہے وہ یہاں موجود نہیں ہیں یہ سوال مجھ سے سہواً رہ گیا لیکن آپ کا جو پوائنٹ آف آرڈر ہے وہ یہ ہے کہ جواب موصول نہیں ہوا اور آپ کا کہنا ہے کہ ایک عرصے سے یہ سوال آرہا ہے لیکن اس کے بارے میں یہ ہوا ہے کہ یہ جو سوال انہوں نے کیا ہے اس میں انہوں نے پوچھا ہے کہ محکمہ انسداد رشوت ستانی کے کونسے دفاتر میں اس وقت کن سرکاری ملازمین / افسران کے خلاف بدعنوانی رشوت اختیارات کے ناجائز استعمال اور دیگر الزامات کے تحت کس کے حکم سے اور کن تاریخوں سے تحقیقات ہو رہی ہیں ایسے سرکاری ملازمین و افسران جن کے خلاف ۱۹۸۸ء تک ۱۹۹۳ء کے دوران تحقیقات مکمل کی گئی ہیں ان کے نام و عہدے کیا ہیں ؟ اس کا جواب چونکہ بہت لمبا بنتا تھا تو محکمے نے اس کی سمری بنائی اور وزیر اعلیٰ صاحب کی خدمت میں یہ سمری گئی اور انہوں نے بھی محکمہ سے اتفاق کیا کہ واقعی اتنا لمبا سوال نہیں آناچاہیے اور وہ پھر واپس سپیکر صاحب کے پاس آیا اور اور انہوں نے بھی اس کی تائید کی کہ اتنے لمبے سوال کی اجازت نہیں ملنی چاہیے ۔ تو اسمبلی سیکرٹریٹ نے پہلے routine میں اس کی اجازت دے دی تھی اس لئے یہ سوال چھپ گیا لیکن اس پر اتنا خرچہ آتا ہے اور اتنی لمبی صورتحال ہے یا تو آپ ایک دو سال کا پوچھیں تو بات ٹھیک ہے اور اسطرح سے ایسے ہی کہہ دینا کہ جناب اتنے سالوں سے لے کر اتنے تک کا جواب دیں اسلئے اس کا جواب موصول نہیں ہو سکا میں نے یہ وضاحت آپ کے گوش گزار کر دی ہے ۔

حاجی محمد افضل چن، سوال نمبر ۱۰۷۹۔

(فاضل ممبر ایوان میں موجود نہیں تھے)

سی ایس پی ' افسران کی واپسی

* 1087۔ **حاجی محمد افضل چن:** کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سروس رولز کے تحت کوئی سی ایس پی آفیسر کتنا عرصہ صوبائی حکومت میں رہ سکتا ہے۔

(ب) اس وقت صوبہ میں کتنے ایسے سی ایس پی / پی ایس پی افسران موجود ہیں جو پنجاب میں پانچ سال یا اس سے زائد عرصہ سے تعینات چلے آرہے ہیں ان کے نام عہدہ اور عرصہ تعیناتی الگ الگ بیان کی جائے۔

(ج) حکومت متذکرہ بالا افسران کو کب تک مرکزی حکومت میں واپس بھیجنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور(چودھری محمد فاروق)،

(الف) مرکزی حکومت سے متعلقہ ہے۔ کیونکہ سی ایس پی افسران کے سروس رولز مرکزی حکومت ہی بناتی ہے۔

(ب) تفصیل ایوان کی میز پر ملاحظہ فرمائیں۔

(ج) انتظامی امور اور مفاد عامہ کی بناء پر وقتاً فوقتاً افسران کی تبدیلی صوبے سے مرکزی حکومت اور مرکزی حکومت سے صوبہ میں ہوتی رہتی ہے۔

حاجی محمد افضل چن، جناب والا! کیا وزیر موصوف یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ میرے سوال میں رولز بنانے کا سوال کہاں سے پڑھا گیا ہے۔ جناب والا! میں نے رولز نہیں پوچھے اگر یہ درست نہ ہے تو میرے سوال کا جواب غلط تصور ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر قانون صاحب۔ ان کا جو سوال ہے وہ یہ ہے کہ سروسز رولز کے تحت کوئی سی۔ایس۔پی افسر کتنا عرصہ صوبائی حکومت میں رہ سکتا ہے۔ ان کی بات عرصے کے بارے میں simple سی تھی تو جواب اس کا جو آیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ مرکزی حکومت سے متعلقہ ہے کیونکہ سی ایس پی افسران کے سروس رولز مرکزی حکومت ہی بناتی ہے تو وہ یہ نہیں پوچھ رہے کہ رولز کون بناتا ہے انہوں نے یہ پوچھا ہے کہ کوئی کتنا عرصہ رہ سکتا ہے

وزیر قانون، جناب سپیکر! وفاقی حکومت نے جو رولز بنائے ہوئے ہیں اس کے تحت اس کے لئے کوئی fixed عرصہ نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بس اس کا simple یہی جواب ہے۔ حاجی صاحب! وہ کہتے ہیں کہ کوئی عرصہ مقرر نہیں ہے۔

حاجی محمد افضل چن، جناب والا! میں آپ سے عرض کروں گا کہ کوئی بھی صوبہ بغیر قانون کے نہیں چلتا مرکز اور صوبے کے اپنے اپنے قوانین ہوتے ہیں یہ جواب غلط دیا جا رہا ہے۔ جناب کہیں ایسا تو نہ ہے کہ اس میں کوئی ایسا راز ہو جس کو اگر حکومت بتائے تو کہیں ہمارا ملکی نقصان ہو یا جناب سپیکر! کہیں یہ تو نہیں ہے کہ بیوروکریٹس اتنے powerful ہیں اور حکومت اتنی کمزور ہے کہ ان کے نام بتانے سے گریز کیا جا رہا ہے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! اس کے پیچھے کوئی راز نہ ہے اور یہ افسران ہی سے متعلقہ ہے اور افسران کے

نام بدلتے ہیں عہدے وہی رہتے ہیں اور وفاقی حکومت کی instructions, directions اور فیصلے کے تحت یہ افسران صوبوں میں آتے جاتے رہتے ہیں ۔ normally جو instructions ہیں ان کے مطابق چھ سال کا عرصہ normal ہوتا ہے لیکن یہ بھی instructions کے تحت ہے رولز کے تحت نہیں ہے ۔

حاجی محمد افضل چن، جناب والا! آپ کو بھی یاد ہو گا کہ تین چار ادوار میں ایسا ہوا ہے یہ مرکزی حکومت کا حوالہ دیا گیا ہے کہ مرکزی حکومت نے جن افسروں کو اپنے پاس بلانا چاہا ہے تو صوبائی حکومت نے ان کو نہیں بھیجا تو کیا کوئی قوانین کے تحت نہیں بھیجا یا ویسے ہی ان کو نہیں بھیجا کرتے ۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! یہ افسران اپنے انتظامی عہدوں پر مفاد عامہ کے لئے عوام کی خدمت کے لئے اور گورنمنٹ کی طرف سے depute کی گئی services انجام دینے کے لئے ہوتے ہیں اور ایسا افسر جو وفاق کی طرف سے کسی صوبے میں بھیجا جائے اور اگرصوبہ محسوس کرتا ہو کہ اس کے امور کی ادائیگی کے دوران اس کی صلاحیتوں سے صوبے کو فائدہ پہنچ رہا ہے اور مفاد عامہ میں اس کا یہاں رہنا ضروری ہے اس صورت حال میں صوبائی حکومت ایسے افسر کو واپس نہ بھیجنے کے بارے میں وفاقیحکومت سے استدعا کرسکتی ہے اور وفاقی حکومت اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے اسے صوبے میں رہنے کی اجازت دے سکتی ہے اس صورت میں بھی صوبے کو اسے واپس بھیجنے کو کہہ سکتی ہے اور وفاقی حکومت کے ساتھ اس بارے میں طے ہو اس حوالے سے وہ افسر صوبے میں رہ سکتا ہے یا واپس جا سکتا ہے ۔

حاجی محمد افضل چن، جناب والا! یہ طے ہونے کی بات کر رہے ہیں تو اس کا مقصد یہ ہوا کہ صوبے اور مرکز میں رولز تو ایسے بنائے گئے ہیں ۔ میرا سوال جناب pend کیا جائے ۔ جب next اجلاس ہو گا تو میں رولز کی کاپی آپ کو فراہم کر دوں گا کہ انتظامات میں ایسے رولز ہیں کہ صوبہ ان کو اتنے سال کے لئے رکھ سکتا ہے وزیر موصوف اس وقت رولز کا حوالہ نہیں دینا چاہتے تو اگلے اجلاس میں رولز کی کاپی میں ان کو مہیا کر دوں گا۔ جس میں باقاعدہ رولز کا حوالہ ہو گا۔ جناب والا ' میرا سوال موخر کیا جائے اور اس طرح اس کو قتل نہ کیاجائے ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب سپیکر ' رولز کے تحت قطعی طور پر کوئی ایسا مقررہ عرصہ نہیں ہے۔ میں واضح طور پر عرض کر رہا ہوں کہ جس افسر کا صوبہ میں مفاد عامہ کے تحت رہنا ضروری ہو اس کو رکھا

جاتا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ان کی یہ درخواست کہ اس سوال کو موخر کر دیا جائے اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، جناب سپیکر! یہ سنٹرل سپیریئر سروسز کے آفیسرز ہوتے ہیں یہ فیڈرل گورنمنٹ کے امتحان کے ذریعے آتے ہیں۔ ان کا ایک ضابطہ کار ہوتا ہے ۔ جو افسر مختلف صوبوں میں جاتے ہیں ان کی سروسز requisition بھی ہوسکتی ہیں۔ جن آفیسرز کو فیڈرل گورنمنٹ واپس لینا چاہے وہ واپس لے سکتی ہے ۔ جن کو صوبائی حکومت surrender کرنا چاہے ان کو surrender کر سکتی ہے ۔ مگر جیسے وزیر قانون نے فرمایا ہے کہ بین الصوبائی ٹرانسفرز بھی ہوتی ہیں ۔ ابھی ہمارے آفیسرز سندھ بھی گئے ہیں ۔ ابھی تجویز ہے کہ انہیں inter provincial transfer کیا جائے ۔ وفاقی حکومت کے آفیسرز پر کوئی پابندی نہیں ہے کہ اگر اس سے کہیں کہ ہمارا یہ افسر withdraw کرلیں تو صوبائی حکومت اس کو روک نہیں سکتی ۔ اگر وہ نہ جائے تو باقاعدہ اسٹیبلشمنٹ کورٹ بنا ہوا ہے۔ اس کے تحت اس کے خلاف procede کرتے ہیں۔ اس لیے اس میں کوئی ایسا ابہام نہیں ہے ۔ it is very simple کہ سنٹرل سپیریئر سروسز کے آفیسرز وفاقی حکومت کے تحت آتے ہیں ۔ اس کے آفیسر ایک ریشو کے تحت صوبوں میں آتے ہیں ۔ ان کو واپس بھی کر سکتے ہیں ۔ بلوچستان سے بھی آفیسرز آرہے ہیں اور ادھر جا بھی رہے ہیں۔ اس لیے اس میں یہ بات نہیں ہے کہ آفیسرز کو پکار کھ سکتے ہیں۔ جب صوبائی حکومت چاہے تو they can surrender the officer ۔ وفاقی حکومت جب چاہے withdraw کر سکتی ہے ۔ اس لیے یہ کہیں نہیں لکھا ہوا کہ یہ افسر پکا رہے گا یا نہیں رہ سکے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ!

حاجی محمد افضل چن، لاء منسٹر صاحب حاجی محمد افضل چن کی یہ خواہش کہ اس کو pending کر دیا جائے ۔ اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب سپیکر! آپ جس طرح فیصلہ کریں۔ اگر آپ pending کرنا چاہتے ہیں تو pending کر دیں ۔ لیکن صورت حال ایسی ہی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، اس سوال کو حاجی افضل چن صاحب کی خواہش کے مطابق موخر کرتے ہیں۔ اگلا

سوال جناب ایس اے حمید صاحب کی طرف سے ہے۔ وہ موجود نہیں ہیں۔

چودھری شوکت داؤد: (on his behalf) سوال نمبر 1316

جہاز کی خریداری کی تفصیلات

* 1316۔جناب ایس اے حمید: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب BEECH CRAFT کا سودا کررہی ہے یا کر چکی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اس جہاز کی خریداری کے لئے بین الاقوامی سطح پر ٹنڈر طلب نہیں کئے گئے۔ اگر کئے گئے تو کس کس کمپنی نے ٹنڈرز میں حصہ لیا اور کون کون سے جہاز کس کس مالیت پر فروخت کرنا چاہتے تھے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ CESSNA نامی کمپنی کو ٹینڈر دینے کی اجازت نہیں دی گئی اور اس کمپنی کے نمائندوں نے وزیر خزانہ پنجاب سے ملاقات کر کے اس بات کی شکایت کی تھی۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ جہاز کی خرید کے لئے کابینہ سےمنظوری حاصل نہیں کی گئی اگر کی گئی تو کس تاریخ کے اجلاس میں اور کیا گورنر پنجاب نے اس فیصلہ پر اطمینان کا اظہار کیا تھا۔

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ کسٹم ڈیوٹی بچانے کی خاطر مذکورہ جہاز کو گورنر فلیٹ کا نام دیا جا رہا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور(چودھری محمد فاروق):

(الف) درست ہے۔

(ب) اس وقت جو جہاز CESSNA حکومت پنجاب (گورنر فلیٹ) کے زیر استعمال ہے۔ مارچ۱۹۸۶ء میں خریدا گیا وہ اپنی افادیت تقریباً ختم کر چکا ہے اس لیے نئے جہاز کی خریداری کی ضرورت محسوس کی گئی اور چیف پائلٹ (گورنر فلیٹ) نے اپنی تفصیلی رپورٹ میں تین جہازوں CESSNA LEAR JET 31-A اور BEECH JET کی افادیت اور کار کردگی کا جائزہ لینے کے بعد BEECH JET کو خریدنے کی سفارش کی۔مزید برآں BEECH JET جہاز مہیا کرنے والی کمپنی پچھلے بیس سال سے اس کاروبار سے منسلک ہے اور ملک کی ۹۰ (نوے) فی صد ضروریات اس کمپنی سےپوری ہوتی ہیں اس کے علاوہ پچھلی حکومت نے بھی جہاز اسی کمپنی

سے خریدا تھا ان وجوہات کی بنیاد پر بین الاقوامی سطح پر ٹنڈر طلب کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا۔

(ج) جیسا کہ اوپر جز(ب) میں درج ہے کہ جہاز کی خریداری میں بین الاقوامی سطح پر بعض تکنیکی وجوہات کی بناء پر ٹنڈر طلب نہیں کئے گئے اس لئے CESSNA نامی کمپنی کو جہاز کی خریداری کے سلسلے میں اجازت دینے یا نہ دینے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ جہاں تک اس کمپنی کے نمائندوں کی وزیر خزانہ پنجاب سے ملاقات اور شکایت کا تعلق ہے محکمہ کو ایسی کسی ملاقات کا علم نہیں ہے۔

(د) جن معاملات کی منظوری صوبائی کابینہ سے ضروری ہے ان کی تفصیل ضمیمہ الف کے تحت ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے چونکہ مذکورہ جہاز کی خرید کا معاملہ اس تفصیل کے زمرے میں نہیں آتا اس لئے اس کی منظوری صوبائی کابینہ سے حاصل نہیں کی گئی۔

(ہ) درست نہ ہے جیسا کہ اوپر جواب(ب) میں درج ہے کہ اس وقت جو جہاز CESSNA حکومت پنجاب(گورنر فلیٹ) کے زیر استعمال ہے مارچ ۱۹۸۶ء میں خریدا گیا وہ اپنی افادیت تقریباً ختم کر چکا ہے اسکو چالو حالت میں رکھنے کے لئے ایک خطیر رقم درکار ہے مزید برآں اس ماڈل کا جہاز اب تیار نہیں کیا جاتا نتیجتاً اس کے فالتو پرزہ جات کے حصول میں بھی کافی دشواریاں حائل ہیں ۔ موجودہ جہاز CESSNA کو عنقریب فروخت کردیا جائے گا۔ جس سے ایک معقول رقم حاصل ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری شوکت داؤد صاحب ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری شوکت داؤد: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس جہاز کی کیا مالیت ہے ۔ کتنے پیسے میں یہ جہاز خریدا گیا ہے ۔

سید سجاد حیدر کرمانی: میں پوائنٹ آف آرڈر پہ ہوں۔ جناب والا' میرا سوال یہ ہے کہ آپ ملاحظہ کیجے کا کہ بڑا واضح سوال ہے ۔ اس کی قیمت ابھی تک ان کے پاس نہیں ہے ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب سپیکر ' میں اس کی قیمت بھی بتا دیتا ہوں ' میرے پاس سب کچھ ہے ۔ جب جہاز ہے تو سب کچھ ہے ۔ جناب سپیکر! اس کی ابتدائی قیمت تقریباً سوا کروڑ روپے تھی۔

(اپوزیشن کی طرف سے "اوئے" کی آوازیں لگائی گئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر ، میری گزارش ہے ۔ No like this gesture , behave like a gentleman.

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، اس میں requirements کے مطابق accessories شامل ہونے کے بعد اس کی قیمت بیس کروڑ چھبیس لاکھ ننانوے ہزار روپے ہے ۔

چودھری شوکت داؤد ، کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ابتدائی قیمت اور حتمی قیمت میں چار یا پانچ کروڑ روپے کا جو فرق ہے اس میں کمشن کی رقم تو شامل نہیں ہے ۔؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی لاء منسٹر صاحب !

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، کمشن کا کہیں کوئی تعلق نہ ہے ۔ اگر شوکت داؤد صاحب کی حد تک کوئی کمشن انہوں نے لیا ہو تو اس کا جواب وہ خود دے سکتے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، Sir, scandlous question آپ کو allow نہیں کرنا چاہیے ۔ کمشن والا this is scandlous question

جناب ڈپٹی سپیکر، ضمنی سوال کے بارے میں رول پڑھیں۔

> Rule 50 : When a starred question has been answered , any member may ask such supplementary question as may be necessary for the elucidation of the answer , but the Speaker shall disallow a supplementary question which , in his opinion , either infringes any provision of these rules relating to the subject matter and admissibility of question or is otherwise an abuse of the right of asking questions.

اس کے بارے میں میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ جب آپ ضمنی سوال کرتے ہیں تو اس وقت آپ کی نیت ایسی ہونی چاہیے جیسے آپ تعمیری بات یا اس کی وضاحت چاہتے ہیں لیکن اگر کوئی ایسی بات ہو جیسے کہ آپ ابھی کر رہے تھے کہ جب وہ جواب دیتے تھے تو ادھر سے ہا ہو کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جس سے مقصد کسی کی تضحیک کرنا ہو یا کوئی اور اس طرح کی بات کرنا تو پھر سپیکر کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اس ضمنی سوال کو disallow کر سکتا ہے ۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے اس وجہ

سے یہ پوائنٹ raise کیا ہے۔

چودھری شوکت داؤد : جناب سپیکر ! انہوں نے میرا نام لے کر کمشن کے بارے میں بات کی ہے۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس سے زیادہ اہمیت رکھنے والا اور کیا معاملہ ہو گا کہ جہاں لوگوں کو گھی اور آٹا اور چینی نہیں ملتی وہاں جہاز خریدے جا رہے ہیں۔ تو اس معاملہ کو زیر بحث نہیں لائیں گے تو اور کیا ہو گا۔ جہاں پانچ پانچ چھ چھ کروڑ کے گھپلے ہو رہے ہیں تیرہ کروڑ کے بیس کروڑ ہو رہے ہیں۔ ہمارا حق بنتا ہے ہمیں عوام نے ایوان میں اسی لیے بھیجا ہے۔ اپوزیشن کا کام ہے کہ وہ حکومت کی سیاہ کاریوں کو چیک کرے۔ اور جو لوگوں کو لوٹا جا رہا ہے اس کو چیک کرنا ہمارا فرض ہے۔ ہم اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پہلے بات تو یہ تھی کہ آپ بضد ہوئے کہ اس کو treated as read کر لیا جائے۔ کیونکہ اس میں حکومت نے جزو وار جواب دیا ہے لیکن میں نے کہا کہ آپ کریں۔ اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اگر کوئی پوائنٹ آف آرڈر اٹھائے اس سے ہمارے علم میں اور اضافہ ہوتا ہے یا کوئی ایسا law point involve ہے تو وہ سننا چاہیے۔ اس میں فاضل رکن نے رول 50 کا حوالہ دیا تو اس لیے میں آپ کی خدمت میں اور خاص طور پر سجاد حیدر کرمانی صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا، تابش الوری صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے آخر میں ہے کہ :-

.. the Speaker shall disallow a supplementary question which, in his opinion, either infringes any provision of these rules......

یعنی رولز کے کوئی خلاف ہے۔ اب رولز کیا ہے؟

.... These rules are relating to the subject matter and admissibility of questions.

admissible تو پہلے ہو گیا۔ یعنی admissible تو اس وقت ہو گیا جب سپیکر صاحب نے اس کو admit کر لیا۔ اب rule 45(c) میں کیا ہے؟ یعنی اگر admissible ہو جائے، لسٹ پر آ جائے، زیر بحث آ جائے، supplementary questions شروع ہو جائیں تو اس وقت بھی سپیکر کو یہ اختیار ہے۔ اگر ان رولز کا کوئی provision infringe ہو رہا ہے۔ پہلے وہاں routine میں allow ہو گیا لیکن اب آپ 45(c) کو دیکھ لیں۔ اس میں لکھا ہے :-

45 . (c) . It shall not contain arguments , inferences , ironical expressions, imputations, epithets or defamatory statements.

اگر اس سے کوئی defamatory بات نکلتی ہو تو اس کو بھی خواہ وہ admit ہو چکا ہو سپیکر defamatory supplementary questions کو disallow کر سکتا ہے ۔ میں نے یہ بیان کیا ہے ۔ میں نے ابھی رولنگ نہیں دی۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا ! اس میں گذارش یہ ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اس کو کیسے زیر بحث نہ لائیں ۔ یہ جب تک 52 کے تحت نوٹس نہ دیا جائے زیر بحث نہیں آ سکتا ۔ آپ رول 51 ملاحظہ فرمائیں ۔ اس میں ہے کہ ۔

Under 51 . (1) . There shall be no discussion on any question or answer, except as provided in rule 52.

جناب یہ زیر بحث لا ہی نہیں سکتے ۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم زیر بحث کیوں نہ لائیں ۔ یعنی 51 کے تحت صرف supplementary question کیا جا سکتا ہے ۔ question کو زیر بحث نہیں لایا جا سکتا ۔ ادھر سے شوکت داؤد صاحب کہہ رہے تھے کہ اتنی مہنگائی ہو گئی ہے تو ہم اس کو کیسے زیر بحث نہ لائیں ۔ It cannot come under discussion

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر ! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ جو 1994ء ماڈل کا CESSNA JET جٹ جہاز خریدا گیا ہے ۔ اس کی قیمت 16 کروڑ ہے ۔ definitely اس میں آج کے حالات کے مطابق تمام وہ requirements جو ضروری تھیں وہ پوری ہیں لیکن ساڑھے چار کروڑ روپے کی وہ کون سی accessories ہیں جو اس میں لگائی گئی ہیں ۔ جس کے بعد اس کی final قیمت ساڑھے بیس کروڑ روپے بن جاتی ہے ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر ! ایک factory price ہوتی ہے اور اس کے بعد اس قسم کا کوئی بھی جہاز جو ہے وہ جس ملک کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور جس مقصد کے لیے اسے استعمال ہونا ہوتا ہے اس کے لحاظ سے اس میں accessories دینا ضروری ہوتی ہیں ۔ آپ اگر ایک کار بھی خریدیں تو اس کے بعد اسے روڈ پر لانے کے لیے اس کے اوپر اخراجات ہوتے ہیں ۔یہ نہیں کہ جتنے لاکھ روپے کی گاڑی یا کار آپ کسی جگہ یا کمپنی سے خریدیں تو وہ اسی حالت میں چل پڑتی ہے ۔ اس

میں جب fuel ڈالتے ہیں تو تب وہ چلتی ہے ۔ اس کے علاوہ اس کی بے شمار accessories ہوتی ہیں جو اس میں لگانے کے بعد وہ on road آتی ہے ۔ جو میں نے 16 کروڑ روپے بتائے ہیں یہ صرف جہاز کی بنیادی قیمت تھی ۔ جہاں تک مکمل جہاز جو ضروریات کے مطابق قابل استعمال ہو سکتا تھا اس صورت میں اس کی قیمت 6.142 ملین ڈالر بنتی ہے اور اسی کے حوالے سے میں نے پاکستانی روپوں میں یہ قیمت بتائی ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب سپیکر! ابھی وزیر قانون نے وضاحت کی ہے کہ کمپنی سے کار خریدیں تو وہ road worthy نہیں ہوتی ۔ اس میں کوئی اور چیزیں بھی ڈالنی پڑتی ہیں تب کہیں جا کر وہ road worthy ہوتی ہے ۔ جناب سپیکر! کوئی اگر لنڈا بازار یا پرانی کاروں کے بازار سے ڈھانچہ خریدے تو اسے road worthy کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ ڈالنا پڑتا ہے ۔ لیکن یہ نیا جہاز کمپنی سے direct خریدا گیا ہے ۔ اور وہ flying condition میں دیتے ہیں ۔ accessories کا مطلب ہوتا ہے کہ جو چیزیں اس میں add کرنی پڑتی ہیں ۔ جس میں ایئر کنڈیشنڈ ہو جائے گی، ریفریجریشن ہو جائے گی، leather seats ہو جائیں گی، walnut panneling ہو جائے گی ۔ ان accessories کو کہا جاتا ہے ۔ accessories کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے ۔ اگر آپ فرمائیں تو میں ڈکشنری لا کر وزیر قانون کو accessories کا مطلب سمجھا دوں ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں کہ ------

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ۔

چودھری شوکت داؤد: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بھئی آپ کے لیڈر آف اپوزیشن کا ضمنی سوال ہے اور میں اس کا جواب وزیر قانون سے لے رہا ہوں ۔ اور آپ دو تین آدمی پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہو گئے ہیں ۔ آپ وزیر قانون کے بعد اپنے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر لینا ۔ تشریف رکھیں ۔ جی وزیر قانون صاحب ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! accessories میں سے چند ایک میں آپ کی خدمت میں عرض کر دیتا ہوں ۔ جہاز کی بنیادی قیمت کے علاوہ اس میں جو چیزیں additional کہی گئی ہیں ان میں سے چند ایک میں گنواتا ہوں۔ جن کی وجہ سے یہ قیمت بڑھی۔ اس میں :-

flight recorder, vertical tail illumination light, wing eye-see inspection light,

foreign air-conditioning, baggage compartment extension, road thrust reservoirs, new gallon unit, smoke glass on AFI bulkhead and side wall and world maps on club tables.

شامل ہیں ۔ یہ وہ accessories ہیں جن کی وجہ سے یہ قیمت بڑھی۔

چودھری شوکت داؤد، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی فرمائیں۔

چودھری شوکت داؤد، جناب سپیکر! چونکہ یہ ایک نہایت اہم اور اہمیت عامہ رکھنے والا مسئلہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی حکومت یا حکمران ہو اس کو سچائی ظاہر کرنی چاہیے ۔ یہ ہماری پرانی روایت بھی ہے۔ اور ہم ہر وقت اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش کرنے کے دعوے کرتے ہیں تو میں رول 50 کے تحت آپ سے عرض کروں گا کہ یہ ایک اہمیت عامہ رکھنے والا مسئلہ ہے لہذا کیوں نہ اس issue کو دو گھنٹے بحث کے لیے رکھ لیا جائے ۔ تاکہ اصل حقائق سامنے آ سکیں رول موجود ہے آپ اس بارے میں ہاؤس کی رائے لیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس میں رائے کی کوئی بات نہیں ہے ۔ I disallow it.

سردار سکندر حیات خان، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی فرمائیں ۔

سردار سکندر حیات خان، جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ چونکہ میں ایک پسماندہ علاقے فتح جنگ پنڈی گھیپ اٹک سے belong کرتا ہوں ۔ کیا یہ ضروری تھا کہ 24 کروڑ کا جہاز لیا جاتا جبکہ already کمپنیز موجود ہیں اور اگر ضرورت پڑے تو جہاز hire کیا جا سکتا ہے یا پھر گورنمنٹ کے بہت سارے دوسرے ایسے محکمے ہیں جن کے پاس جہاز موجود ہیں ۔ ان سے جہاز لیا جا سکتا ہے ۔ اور یہ پیسے ہمارے علاقے میں پانی، بجلی اور سکولز وغیرہ پر خرچ ہو سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کا یہ ضمنی سوال بنتا ہے ۔ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب سپیکر! اس ضمنی سوال کی جو نوعیت ہے وہ واضح نہیں ہے لیکن میں عرض کرنا چاہوں گا کہ جو کرائے پر جہاز لینے والا معاملہ ہے وہ صحیح نہیں ہے ۔ ایک صوبے کا جو

chief executive ہے اسے ہنگامی صورت میں کہیں ملک کے اندر سیلاب آ جاتا ہے یا صوبے کے اندر کسی دور دراز جگہ پر اسے عوامی مفاد میں جانا پڑتا ہے اور اسے فوری جانا ہے تو کیا اس وقت وہ کرائے پر جہاز تلاش کرے گا ' کیا وہ اس وقت کرائے پر ہیلی کاپٹر تلاش کرے گا کہ اب مجھے کرائے پر ملے اور پھر میں عوامی مفاد کے اس کام اور اس ڈیوٹی کے لیے جاؤں۔ جناب سپیکر ! یہ جہاز وزیر اعلیٰ کی ذات کے لیے نہیں ہے۔

MR DEPUTY SPEAKER: I call the House to order.

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب سپیکر ! یہ جہاز وزیر اعلیٰ کی ذات کے لیے نہیں ہے یہ گورنر فلیٹ جہاز ہے جسے گورنر بھی استعمال کرتے ہیں ۔ وزیر اعلیٰ بھی استعمال کرتے ہیں اور کر سکتے ہیں ۔ جناب والا! یہ جہاز گورنر سیکرٹریٹ کے انتظامی امور کے تحت استعمال ہوتا ہے اور اس جہاز کا استعمال وزیر اعلیٰ اپنی ذات کے لیے نہیں کرتے ۔ وہ مفاد عامہ کے لیے ایک Chief Executive کی حیثیت سے عوامی معاملات اور عوامی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں اس لیے اس کا خریدنا بھی پبلک کے مفاد میں ہے ۔ پبلک کے نقصان میں نہیں ہے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر، جی کھوسہ صاحب!

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر ! وزیر قانون نے ابھی یہ کہا ہے کہ وہ اپنے ذاتی مفاد کے لیے استعمال نہیں کرتے بلکہ مفاد عامہ کے لیے استعمال کرتے ہیں ۔ پہلے تو میں یہ پوچھوں گا کہ انھوں نے اپنی وضاحت میں کہا ہے کہ اور چند customized items وہ ہوتے ہیں جو سب سے مہنگے ہوتے ہیں۔ وہ ایک شخص کی اپنی ضرورت کے مطابق وہ چیز کوئی ہو کار ہو موٹر سائیکل ہو ہوائی جہاز ہو بوئنگ ہو customized items صرف اس شخص کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں ۔ customized کا مطلب یہ ہے make to order جیسے ایک فاضل رکن بتا رہے ہیں میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ customized item تو صرف اور صرف وزیر اعلیٰ کی فرمائش پر دیے گئے اور اس لیے دیے گئے کہ جہاز کی قیمت جتنی جتنی بڑھتی جائے گی ۔ اتنی اتنی ان کے دوست کی کمیشن بڑھے گی ۔ یہ جہاز ضیاء شیخ کے ذریعے import کرایا گیا ہے اور اس نے اس جہاز کی خرید میں کروڑوں روپے کمیشن کمایا ہے ۔ جتنی قیمت بڑھتی جائے گی اتنی اس شخص کی کمیشن بڑھتی جائے گی ۔ شکریہ

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب والا ! *****

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں نے آپ کو اجازت ہی نہیں دی تو پھر آپ بات کر رہے ہیں میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں ۔

حاجی احسان الدین قریشی : جناب سپیکر ! آپ مجھے اجازت دے دیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : احسان الدین کبھی نہیں بولے ۔ ان کو بولنے کی اجازت ہے ۔

حاجی احسان الدین قریشی، جناب والا ! مجھے یاد پڑتا ہے کہ وزیر خزانہ نے ایک دفعہ اسی floor پر کہا تھا کہ ہم نے جہاز نہیں خریدنا ۔ اب ملک کے اندر جو مہنگائی کا طوفان برپا ہے اور لوگ اس قدر پریشان ہیں تو اب کون سی ضرورت در پیش آئی کہ انھوں نے جہاز خریدنے کی بات کی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ بات تو پہلے ہو گئی ہے ۔ I disallow it . جی انعام اللہ نیازی صاحب آپ کافی عرصہ سے کوشش کر رہے تھے ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب والا ! پہلے سردار صاحب کے سوال کا جواب دے دیں تو اس کے بعد میں گزارش کروں گا مجھے موقع دے دیا جائے ۔ آپ کے اور میرے تعلقات بہت ہی اچھے چلتے جا رہے ہیں ۔اور میں چاہتا ہوں کہ یہ تعلقات ذرا مزید بڑھیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، اب تو آپ اچھے بچے بن گئے ہیں شکریہ ۔جی لاء منسٹر صاحب

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق) ، جناب والا ! میں قائم مقام قائد حزب اختلاف کا بڑا احترام کرتا ہوں لیکن ان کے سوال کے آخر میں وہی الفاظ ہیں جن کے بارے میں پہلے آپ 45(c) وغیرہ کے تحت رولنگ دے چکے ہیں ۔ ورنہ میں نے تفصیل بتا دی ہے ۔ جو صوبہ یا جو بھی کمپنی یا کوئی مالک جہاز خریدنا چاہتا ہے ۔ وہ جس کمپنی سے جہاز خرید رہے ہیں وہ اپنی requirments کے مطابق اسے یہ دے سکتے ہیں کہ ہمیں ان requirments کے مطابق تبدیلیوں کی یا additions کی ضرورت ہے ۔ یہ کوئی ایسی نئی بات نہیں ہوئی ۔ جناب والا ' جہاں یہ جہاز خریدنے کی بات کی جاتی ہے ۔ یہ کوئی پہلی دفعہ جہاز نہیں خریدا گیا ۔ چاروں صوبوں کے وزراء اعلیٰ کے پاس جہاز موجود ہیں ۔ صرف ہمارے صوبہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ کا جہاز نہیں ہے جس کا یہ ذکر کر رہے ہیں اور میں

*****(بحکم جناب ڈپٹی سپیکر کارروائی سے حذف کر دیے گئے)

نے اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ یہ گورنر فلیٹ پر جہاز ہوتا ہے ۔ گورنر بھی اسے استعمال کرتا ہے وزیر اعلیٰ بھی استعمال کرتا ہے ۔ اور کسی دوسرے شخص کو ضرورت پڑنے پر جو اس category میں آ سکتا ہو ہنگامی صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے گورنر اسے بھی دے سکتے ہیں ۔ جناب والا ' وضاحت کے لیے میں ایک بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ بلوچستان نے پہلا جہاز 1987ء میں خریدا اور انھوں نے اب مارچ 1993ء میں دوبارہ نیا جہاز خریدا ہے ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، یہ تفصیل جائیں ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب والا! میں نے وہ جواب دیا ہے ۔ اب میں ایک ایک صفحہ اور صفحے کا رنگ اور اس کی لمبائی یہاں پر نہیں بتا سکتا۔

حاجی احسان الدین قریشی ، جناب والا! پوری تفصیل بتائی جائے ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب والا ! اس پر عوام کے 6 کروڑ روپے فالتو لگے ہیں۔

(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر ، اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیں ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب والا ' میں جہاز کے سوال کے جواب کو مکمل کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ یہ جائز طریقے سے خریدا گیا ٹھیک خریدا گیا ۔ اور میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے اور بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں ۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

اے پی یو جی' کے افسران کی واپسی

*1079-جناب محمود حیات خان، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

آیا حکومت وفاق پاکستان سروسز اے پی یو جی کے ایسے افسران جومسلسل پنجاب میں اپنی ملازمت کے آغاز سے ملازم چلے آ رہے ہیں انہیں وفاق کو واپس کرنے کا ارادہ رکھتی ہے نیز پنجاب میں تعینات وفاقی سروسز کے افسران کے نام پتہ جات اور عہدے سے ایوان کو

مطلع کیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق):

حکومت انتظامی وجوہات اور مفاد عامہ کی بناء پر اے پی یو جی افسران کے پنجاب سے وفاق اور وفاق سے پنجاب میں وقتاً فوقتاً تبادلے کرتی رہتی ہے۔ اس ضمن میں اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کے ساتھ حکومت پنجاب کے حکام کی ایک میٹنگ ہو چکی ہے جس کی روشنی میں ایسے افسران جو بہت عرصہ سے صوبہ پنجاب میں متعین ہیں کے تبادلے کے بارے میں فیصل کیا جائے گا۔ پنجاب میں تعینات وفاقی افسران کے نام، پتہ جات اور عہدے کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

وزیراعلیٰ کی رہائش گاہ کے اخراجات کی تفصیل

* 1318۔ جناب ایس اے حمید: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) گذشتہ ایک برس کے دوران وزیر اعلیٰ کی رہائش گاہ پر کس کس مد میں کتنے کتنے اخراجات ہوئے۔

(ب) کیا ۲، شاہن روڈ سرکاری رہائش گاہ وزیر اعلیٰ کے زیر استعمال ہے اگر نہیں تو یہ کس کے زیر استعمال ہے اور وہاں خصوصی پولیس گارد کی ضرورت کیوں پیش آ رہی ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق):

(الف) گذشتہ ایک برس کے دوران وزیر اعلیٰ کی رہائش گاہ پر اخراجات کی تفصیل مدوار درج ذیل ہے۔

ٹرانسپورٹ	۴٬۱۸٬۶۰۳۰۴۲
خاطر تواضع	۱۳٬۸۱٬۷۱۵۰۰
گھریلو ملازمین کی یونیفارم و سامان دھلائی وغیرہ	۹۷٬۵۹۵۰۰
خرید و مرمت فرنیچر و کرا کری	۸۸٬۹۳۰۰۰
مرمت مذکورہ عمارت و توسیع	۹۴٬۰۰۹۷۹۰۰

(ب) ۲۔شاہن روڈ سرکاری رہائش گاہ وزیراعلیٰ کے زیراستعمال نہ ہے۔ مذکورہ عمارت کو وی وی آئی پی گیسٹ ہاوس بنا دیا گیا ہے۔ اور اس میں مختلف اہم شخصیات بطور مہمان حکومت پنجاب قیام فرماتے ہیں۔ ان کی مناسب حفاظت کے لئے پولیس گارد کی ضرورت پیش آ رہی ہے۔

سرکاری رہائش گاہوں کی الاٹمنٹ کی تفصیل

* 1449۔ سردار حسن اختر موکل: کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) مئی ۱۹۹۳ء سے اکتوبر ۱۹۹۴ء تک کتنی سرکاری رہائش گاہیں وزیراعلیٰ کے ڈائریکٹو کے تحت الاٹ کی گئی ہیں تفصیل مہیا کی جائے۔

(ب) کتنے ڈائریکٹوز میں سابقہ الاٹمنٹ منسوخ کرنے کے احکامات صادر کئے گئے ہیں اور اس سلسلے میں کتنے ڈائریکٹوز پر عملدرآمد ہوا ہے۔

(ج) مندرجہ بالا ڈائریکٹوز کے سلسلے میں کی گئی منسوخی سے کتنے گزیٹڈ اور نان گزیٹڈ ملازمین کو نقصان پہنچا ہے متاثرہ اور نئے الاٹیوں کے نام و عہدے بتائے جائیں۔

(د) کیا الاٹمنٹ کے سلسلے میں سیکرٹریٹ ملازمین کے طے شدہ کوٹے پر عملدرآمد کیا جا رہا ہے۔اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں اور مندرجہ بالا الاٹمنٹ کی منسوخی سے سیکرٹریٹ کے متاثرہ ملازمین کی تعداد کیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق):

(الف) مئی ۱۹۹۳ء تا اکتوبر ۱۹۹۴ء ۹۲ گھر وزیر اعلیٰ کے احکامات کے تحت الاٹ کئے گئے۔

(ب) منسوخی کے لئے ۲ عدد ڈائریکٹو جاری ہوئے اور عمل درآمد دونوں پر ہوا۔

(ج) تین عدد نان گزیٹڈ ملازمین کے نام سے الاٹمنٹ منسوخ کر کے تین عدد نان گزیٹڈ ملازمین کو الاٹمنٹ کی گئی لہذا کوئی گزیٹڈ ملازم متاثر نہ ہوا ہے۔ حسب پالیسی کوٹہ پر عمل درآمد کیا جا رہا ہے تاہم بعض اوقات کچھ ملازمین کے زیادہ مستحق ہونے کی وجہ سے کوٹہ میں کمی بیشی ہو جاتی ہے مندرجہ بالا احکامات کی منسوخی سے سیکرٹریٹ کے دو ملازمین متاثر ہوتے ہیں۔ جبکہ حبیب شاہ جہاں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ایس اینڈ جی اے ڈی الاٹی کوارٹر نمبر ای -۳۱ چوبرجی گارڈن کی منسوخی عام حالات میں کی گئی تفصیل پرچہ الف ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) کوٹہ پر عمل درآمد اس لئے نہیں کیا جا رہا کیونکہ بعض ملازمین کے زیادہ مستحق ہونے کی وجہ کوٹہ کو نظر انداز کرنا پڑتا ہے آئندہ کوٹہ پر عمل درآمد کرنے کی کوشش کی جائے گی ۔ اور مندرجہ بالا ملازمین کی منسوخی سے سیکرٹریٹ کے دو ملازمین متاثر ہوتے ہیں۔

سرکاری مکانوں کی الاٹمنٹ کی تفصیلات

*1450۔سردار حسن اختر موکل، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) موجودہ ایڈیشنل چیف سیکرٹری سید فضل حسین شاہ نے اپنے عہدے کا چارج کب سنبھالا اور تاحال انہوں نے کتنے سرکاری مکانوں کی الاٹمنٹ کی ہے۔الاٹیوں کے نام اور عہدے کیا ہیں۔

(ب) مندرجہ بالا الاٹمنٹس میں سے کتنی الاٹمنٹس وزیر اعلیٰ کے ڈائریکٹو کے تحت کی گئی ہیں۔وزیر اعلیٰ کے ڈائریکٹو کے نمبر دیئے جائیں۔

(ج) موجودہ ایڈیشنل چیف سیکرٹری نے کتنی الاٹمنٹ، سابقہ الاٹمنٹ منسوخ کر کے کی ہیں۔نئے الاٹیوں اور سابقہ الاٹیوں کے نام وعہدے اور الاٹمنٹ آرڈر کے نمبر دیئے جائیں۔نیز اگر یہ الاٹمنٹ وزیر اعلیٰ ڈائریکٹو کی تعمیل میں کی گئی ہیں تو کیا وزیراعلیٰ نے سابقہ الاٹمنٹ کینسل کرنے کا حکم دیا تھا۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ سابقہ الاٹمنٹ کینسل کرنے سے سب سے زیادہ سیکرٹریٹ کے اہلکار متاثر ہوئے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور(چودھری محمد فاروق):

(الف) جناب سید فضل حسین شاہ ایڈیشنل چیف سیکرٹری نے مورخہ ۹۴-۱۰-۱۵ کو چارج سنبھالا اور انہوں نے کل ۲۷ مکانوں کی الاٹمنٹ کی ہے نام و عہدے کی تفصیل(الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) وزیراعلیٰ کے حکم کے تحت کل ۱۱ مکان الاٹ کئے گئے تفصیل(ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) موجودہ ایڈیشنل چیف سیکرٹری کے پیریڈ میں صرف ایک الاٹمنٹ سی ایم ڈائریکٹو کے بعد منسوخ کی گئی جس کا قبضہ الاٹی ارشاد حسین ملک کو دیا جا چکا ہے۔ ضمیمہ(ج) کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) سیکرٹریٹ کے متاثر ہونے والے ملازمین کی تعداد صرف ۲ ہے۔

سب ڈویژن وہاڑی میں تعینات مجسٹریٹوں کی تعداد

* 1494۔میاں ثاقب خورشید، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) سب ڈویژن وہاڑی میں کتنے مجسٹریٹ تعینات ہیں۔ کیا یہ تعداد مطلوبہ عدالتی کام کے لئے

ناکافی ہے۔

(ب) وہاڑی سب ڈویژن میں دفعہ ۳۰ کے اختیارات کے حامل مجسٹریٹ کتنے ہیں اور انہوں نے ۹۴۔ ۱۹۹۳ء میں کتنے کیس نمٹائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق):

(الف) سب ڈویژن وہاڑی میں درجہ اول کے مجسٹریٹوں کے تعداد نو (۹) ہے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔	اسسٹنٹ کمشنر / مجسٹریٹ درجہ اول =	۱
۲۔	ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر / مجسٹریٹ درجہ اول =	۳
۳۔	سول جج / مجسٹریٹ درجہ اول =	۵
	کل تعداد =	۹

مطلوبہ عدالتی کام کے لئے مجسٹریٹوں کی تعداد کافی ہے۔

(ب) وہاڑی سب ڈویژن میں دفعہ ۳۰ کے اختیارات کے حامل دو مجسٹریٹ ہیں۔ ایک جوڈیشل مجسٹریٹ اور دوسرے سینئر سول جج ہیں۔ ان مجسٹریٹوں نے سال ۹۴۔۱۹۹۳ء میں کل ۶۳۵ مقدمات کے فیصلے کئے۔

غیر نشان زدہ سوال اور اس کا جواب

وزیر اعلیٰ، وزراء مشیران کو کاروں کی فراہمی

619۔ **سید تابش الوری:** کیا وزیراعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔
نومبر ۱۹۹۳ء سے اب تک وزیر اعلیٰ، وزراء، مشیروں اور پارلیمانی سیکرٹریوں کو الگ الگ اور مجموعی طور پر کتنی کاریں فراہم کی گئیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق):

نومبر ۱۹۹۳ء سے اب تک وزیراعلیٰ پنجاب کو ایک گاڑی وزراء کو پچیس، مشیران کو بیس اور پارلیمانی سیکرٹریوں کو پچیس گاڑیاں فراہم کی گئیں۔ مجموعی طور پر کل تعداد ۷۱ ہے۔

حاجی احسان الدین قریشی: جناب والا! وقفہ سوالات کا وقت بڑھا دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : وقفہ سوالات کا کبھی بھی وقت نہیں بڑھایا گیا۔ کوئی precedent نہیں ہے ۔ اس بارے میں کھوسہ صاحب سے بہتر کوئی نہیں جانتا ۔ یہ سب سے پرانے پارلیمنٹیرین ہیں ۔ وقفہ سوالات کا وقت کبھی نہیں بڑھا ۔ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر : جی سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب والا! آپ نے یہ بجا طور پر فرمایا ہے کہ وقفہ سوالات نہیں بڑھایا جاتا ۔ لیکن جیسے یہاں پر حزب اختلاف کے ایک فاضل رکن نے آپ سے درخواست کی ہے کہ اس موضوع کے لیے علیحدہ دو گھنٹے بحث رکھ لی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں ، وہ بھی نہیں آسکتا پہلے بھی انھیں کا سوال تھا جو میں treat کر چکا ہوں ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : اسے pending کر دیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں pending بھی نہیں ہو سکتا ۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر : چودھری شوکت داود صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں ۔

چودھری شوکت داود : جناب والا ! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ یہ سوالات بہت ہی اہم تھے اور اسی پر بحث ہو رہی تھی ۔ اگر آپ ان کو pending کرلیں اور میں تو یہی کہتا ہوں کہ ہمارے اندر اتنی اخلاقی جرات ہونی چاہیے کہ اگر ہم کسی چیز کو face کر سکتے ہیں تو اسے کرنا چاہیے ۔ اول تو آج وزیر اعلیٰ صاحب کو یہاں خود آنا چاہیے تھا کیونکہ یہ سوالات ان کے متعلق تھے اور وہ خود جوابات دیتے ۔ اگر وہ جواب نہیں دے سکتے تو پھر وزیر قانون صاحب ہیں ۔ تو میں یہی گزارش کروں گا اور ہاوس کی بھی یہی رائے ہے کہ آپ اس کو pending کرلیں تو بہتر ہو گا یا پھر اسے کل لے لیں ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب والا ! کل تک انھیں pending کر دیں ۔

جناب سپیکر : آپ تشریف رکھیں ۔

وزیر محنت (ملک اقبال احمد خان لنگڑیال): جناب والا ! انھوں نے فرمایا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب تشریف لاتے اور جوابات دیتے ۔ تو میں عرض کرتا ہوں کہ ان کے behalf پر وزیر قانون نے پورے

جوابات دیے ہیں ۔ اب جبکہ وقفہ سوالات ختم ہو چکا ہے ۔ میرے خیال میں اب اس پر بحث کرنا مناسب نہیں ہے ۔

جناب سپیکر، وقفہ سوالات ختم ہو چکا ہے ۔ اب اس پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں آسکتا ۔ I rule it out .

چودھری شوکت داود، سوال تو دوبارہ دیا جا سکتا ہے ۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر، آپ دوبارہ سوال دے دیں ۔ جناب لاء منسٹر صاحب ــــ کافی عرصہ سے ولائت شاہ کھگہ صاحب کی تحریک استحقاق pending چلی آرہی ہے ۔ آپ نے اسے take up کرنا ہے؟

وزیر محنت، وہ تو نہیں آئے لیکن ان کا معاملہ طے ہو چکا ہے ۔

جناب سپیکر، تو پھر اسے dispose of کر دیں یا کل کے لیے pending کر دیں۔

وزیر محنت، نہیں جی، انھوں نے تو نہیں آنا۔ آپ اسے dispose of کر دیں۔

جناب سپیکر، جناب لاء منسٹر صاحب! اگر آپ کی کوئی بات ہو گئی ہے تو پھر اسے dispose of کر دیتے ہیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر اصل میں یہ معاملہ ملک اقبال احمد خان لنگڑیال کے ذمے لگا تھا۔ اسی لیے انہوں نے سٹیٹمنٹ بھی دی ہے کہ یہ معاملہ resolve ہو گیا ہے ۔ اس لیے اسے dispose of کر دیا جائے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ ان کی یقین دہانی پر اسے dispose of کیا جاتا ہے ۔ میاں عمران مسعود صاحب۔

اخبار میں رکن اسمبلی کے بارے میں غلط خبر کی اشاعت-----(جاری)

میاں عمران مسعود، شکریہ۔ جناب والا! میں نے اپنی تحریک استحقاق نمبر ۵ ہاؤس میں پیش کی اور اس سلسلے میں وزیر قانون اور سپیکر صاحب کی consensus سے بات یہ طے ہوئی کہ اگر نمائندہ جنگ کی گجرات کے حوالے سے اخبار میں تردید آجائے تو پھر میں اس مسئلے کو زیادہ agitate نہیں کروں گا ۔ میں نے ہر روز جب بھی تحریک استحقاق کا وقت ہوتا تھا ۔ بدستور یہ مطالبہ کیا کہ سپیکر صاحب کی جو رولنگ آئی اس کے باوجود تردید شائع نہیں ہوئی ۔ کل جب میں نے دوبارہ اس مسئلے کو ٹیک اپ کیا تو سپیکر صاحب نے فرمایا کہ میں کل کا آخری دن انہیں دیتا ہوں اگر اس کی تردید شائع نہ ہوئی تو یہ

معاملہ بقول وزیر قانون کے 'استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے گا۔ آج یہ دن بھی گزر چکا ہے لیکن کسی قسم کی کوئی تردید شائع نہیں ہوئی ۔ حالانکہ آپ بھی اس معاملے کو جانتے ہیں اور ڈپٹی سپیکر صاحب نے بھی categorically اپنی رولنگ دی تھی کہ اس کے بارے میں آپ تردید شائع کریں ۔ جناب والا! ہم اخبار والوں کی عزت کرتے ہیں لیکن یہ ایسا حساس قسم کا معاملہ تھا۔ یہ میں چاہتا تھا کہ اس کو اسی وقت To nip the evil in the bud والا سلسلہ اگر کر دیتے تو حالات سنگین نہ ہوتے ۔ لیکن اگر آپ کی رولنگ اسی طرح ہوا میں mis fire ہوتی رہی تو میں نہیں سمجھتا کہ پارلیمنٹ کی خود مختاری کس طرح قائم رہے گی ۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ آج اس بات کا فیصلہ کر دیں ......

جناب سپیکر ، میں کرتا ہوں ...

میاں عمران مسعود ، کیونکہ وہ last warning تو ختم ہو گئی ...

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں ۔ وزیر قانون -----!

وزیر قانون: جناب سپیکر! فاضل رکن اسمبلی کی بات درست ہے۔ یہ تحریک دو فروری کو موئخر ہوئی اور آپ نے بھی رولنگ دی اور اخبارات والوں کو ہدایت کی۔ میری بھی یہ خواہش تھی کہ کسی صحافی کے خلاف تحریک استحقاق کمیٹی کے پاس نہ بھیجیں تاکہ آزادی صحافت کے جو امور ہیں ان کی ادائیگی کے لیے ایسی کوئی مزاحمت پیدا نہ ہو لیکن آپ کی ہدایات کے باوجود اور کل بھی اخبار والوں سے میں نے on the floor of the House یہ گزارش کی تھی کہ گیلری میں صحافی حضرات موجود ہیں۔ متعلقہ اخبار کل تک اس کی تردید شائع کر دے۔ آج کے دن تک میں نے مہلت مانگی تھی اور کہا تھا کہ آج کے دن بھی اگر اخبار تردید شائع نہیں کرتا تو پھر مجھے اس پر اعتراض نہیں ہو گا کل شام میں نے اپنے طور پر بھی جنگ اخبار کے ایک ذمہ دار نمائندے سے یہ بات کہی کہ فاضل رکن اسمبلی کی اس تحریک استحقاق کے بارے میں آپ تردید شائع کروا دیں لیکن آج کا اخبار میں نے خود بھی دیکھا ہے واقعی اس میں تردید نہیں آئی۔ اس لیے میں اب اس تحریک استحقاق کی مخالفت نہیں کرتا اور مجھے اسے استحقاق کمیٹی میں بھیجنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے ۔

جناب سپیکر ، میں میاں عمران مسعود کی تحریک استحقاق admit کرتا ہوں اور اسی تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں ......

وزیر قانون جناب والا! اس کی میعاد بھی مقرر کر دی جائے۔

جناب سپیکر ، یہ تو طے ہو چکا ہے کہ اس کی میعاد ایک مہینے سے زیادہ نہیں ہو گی۔ لہذا ایک مہینے کے اندر اس کی رپورٹ آجانی چاہیے ۔جناب ارشد عمران سلہری صاحب کی تحریک استحقاق ہے ....

جناب ارشد عمران سلہری : جناب والا! میری یہ تحریک استحقاق مورخہ ۲۲ جنوری کو پیش کی گئی تھی۔ اس کا نمبر ۶ ہے۔ میں نے اس وقت وزیر مال کے جواب کے بعد اس کے حقائق بھی پیش کر دیے تھے اور ثبوت بھی پیش کر دیے تھے اور کل جناب سپیکر نے یہ تاکید کی تھی کہ کل وزیر موصوف ہاؤس میں آئیں گے اور اس کا جواب دیں گے ۔ اب وزیر مال ہاؤس کو face نہیں کر سکتے ، حقائق میں نے ان کو پیش کر دیے ہیں اور اب جان بوجھ کر وہ ہاؤس میں تشریف نہیں لا رہے ۔ پہلے ہی محکمہ جات سوالات کے جوابات درست نہیں دیتے اور جب ہم نشاندہی کر دیتے ہیں' ثبوت فراہم کر دیتے ہیں تو اس کے بعد تو ہاؤس کو face کرنا چاہیے ۔

وزیر قانون، جناب والا! وزیر مال کی طرف سے تحریراً یہ اطلاع بھیجی گئی ہے کہ ان کی طبیعت درست نہیں ہے۔ ان کا لیٹر میں نے ڈپٹی سپیکر صاحب کے حوالے کیا تھا اور انہوں نے تحریراً یہ اطلاع دی ہے کہ ان کی طبیعت ناساز ہے اس لیے وہ ایوان میں نہیں آسکیں گے ۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ البتہ اس تحریک استحقاق کا جواب دینے کے لیے کل بھی میں نے اجازت چاہی تھی کہ اگر مجھے اجازت ہو تو میں جواب دے دیتا ہوں۔ آج بھی اجازت چاہتا ہوں اور اگر فاضل رکن اسمبلی اور آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں جواب دینے کے لیے تیار ہوں ورنہ اس مسئلے کو موخر کر لیا جائے---

جناب ارشد عمران سلہری ، جناب والا! جیسا کہ اس سلسلے میں رولز بھی موجود ہیں قواعد بھی موجود ہیں کہ محکمے کے متعلقہ وزیر کو ہی اس کا جواب دینا چاہیے ۔ میرا استحقاق بھی انہوں نے مجروح کیا ہے۔

جناب سپیکر ، جب تک وہ آ نہیں جاتے اسے مؤخر کر دیتے ہیں ۔

جناب ارشد عمران سلہری ، ٹھیک ہے ۔

جناب سپیکر ، سردار حسن اختر موکل صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! میں مبارک باد بھی پیش کرتا ہوں کیونکہ چیئر کی رولنگ کو honour کیا گیا ہے۔ کل آپ کے چیمبر میں آئی جی تشریف لائے تھے انہوں نے معذرت کی اور اس

بات کی یقین دہانی کروائی کہ آئندہ کسی رکن اسمبلی کے ساتھ اس طرح جان بوجھ کر سلوک نہیں کریں گے ۔ اس لیے میں اپنی تحریک استحقاق کو پریس نہیں کرتا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کو dispose of تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر : ان کی وضاحت آپ کو قبول ہے ۔

سردار حسن اختر موکل : جی۔

جناب سپیکر : مہربانی شکریہ ۔ نوابزادہ سید شمس حیدر صاحب۔

ڈپٹی کمشنر جہلم کا رکن اسمبلی کو اسلحہ کے لائسنس جاری کرنے سے انکار

نواب زادہ سید شمس حیدر : میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں نے اپنے ذاتی استعمال کے لیے اسلحہ لائسنس بنوانے کی درخواست ڈپٹی کمشنر جہلم کو دی جو کہ ڈپٹی کمشنر جہلم نے ایس پی جہلم کو ارسال کی۔ اور ایس پی جہلم نے یہ جانتے ہوئے کہ میں صوبائی اسمبلی کا رکن ہوں مذکورہ درخواست تصدیق کرنے کی بجائے ماتحت عملہ کے پاس verification اور دیگر سفارشات کے لیے بھیج دی۔ جب کہ اسلحہ لائسنس حاصل کرنا میرا قانونی حق ہے۔

جناب والا! میں ایک شریف اور سید خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ ضلع کے اندر سیاسی اور معاشرتی ساکھ کے علاوہ صوبائی اسمبلی کا رکن ہوں اور ایک رکن اسمبلی کا اپنے لیے لائسنس حاصل کرنا اس کا استحقاق ہے۔ جب کہ ایس پی جہلم نے مجھے میرے قانونی حق سے محروم کرنے کے لیے جان بوجھ کر لیت و لعل سے کام لیا ہے۔ لائسنس کے اجراء کو ماتحت عملہ کی سفارش اور تصدیق حاصل ہونے تک موخر کر دیا ہے اور میرے ذاتی طور پر بات کرنے کے باوجود تاحال لائسنس جاری کرنے کے لیے مذکورہ درخواست ڈپٹی کمشنر جہلم کے آفس فوری بھجوانے سے انکاری ہے۔

میرے ساتھ ایس پی جہلم کا یہ سلوک غیر آئینی ہے اور اس رویہ سے نہ صرف میرا، بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا یہ تحریک منظور کی جائے اور استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔

جناب سپیکر : شارٹ سٹیٹمنٹ۔

نواب زادہ سید شمس حیدر، جناب والا! پہلے تو میں آپ سے اور وزیر قانون سے ایک بات کی وضاحت چاہوں گا کہ ہمارے ہاں جو privilege Act دیا جاتا ہے اس میں ایک جگہ وی آئی پی کا ذکر ہے اور جو کچھ وی آئی پی کے متعلق abbreviation میری سمجھ میں آتی ہے He is a very important person اور یہ استحقاق ہمیں آئین کے تحت دیا گیا ہے ۔ ورنہ اپنے آپ کو وی آئی پی کہنا کوئی مناسب نہیں لگتا لیکن اس بات پر میں ضرور زور دوں گا کہ اگر آپ لوگ ہمیں یہ استحقاق دیتے ہیں کہ ہم لوگ وی آئی پی ہیں A person which is very important تو اس کی تحقیقات ایک محرر سے یا ایک کانسٹیبل سے کروائی جائے تو کیا اس اسمبلی کا استحقاق مجروح نہیں ہوتا ۔ جو شخص ڈیڑھ لاکھ یا ایک لاکھ ووٹروں کی اس اسمبلی میں نمائندگی کرتا ہے اور ان کی نمائندگی کرنے والے شخص کی شناخت کروانا لازمی ہے۔ جب کہ ایس پی صاحب کے دفتر میں خود حاضر ہو کر اس بات پر میں نے زور دیا کہ میں اس حلقے کا ایم پی اے ہوں آپ کو میری verification چاہیے تو آپ کو میری رہائش کی verification چاہیے ہوتی ہے یا یہ کہ میرا کوئی criminal record نہ ہو اور وہ ایس پی اور ڈپٹی کمشنر کو معلوم ہوگا ۔ پہلی بات یہ ہے کہ ووٹر ہونا اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ شخص اس حلقے کا رہائشی ہے اور اگر میرا کوئی criminal record ہے تو میں ایم پی اے بن کر اس ہاؤس میں آ بھی نہیں سکتا ۔ لہذا میری استدعا ہے کہ اس بات کا نوٹس لیا جائے اور میری تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، جناب وزیر قانون!

چودھری شوکت داؤد، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی شوکت داؤد!

چودھری شوکت داؤد، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جیسا کہ شاہ صاحب نے فرمایا۔ ہمارے ہاں ایک کلرک' خدانخواستہ میں یہ نہیں کہتا۔۔۔۔۔ ہر سرکاری ملازم' کلرک ہمارے لیے قابل احترام ہے۔ کوئی بھی سرکاری ملازم جب اسلحہ لائسنس حاصل کرتا ہے تو وہ پولیس رپورٹ سے exempt ہوتا ہے۔ ایک تو یہ ہے اور دوسرا ان کا نکتہ اس لیے بھی اہمیت کا حامل بنتا ہے جب ہماری attestation پر دوسرے لوگوں کو اسلحہ لائسنس دیئے جاسکتے ہیں تو کیا ہم اپنے لیے اسلحہ لائسنس بغیر رپورٹ کے حاصل نہیں کرسکتے۔ اور simple short gun کا لائسنس ہے۔ وہ non prohibited bore ہے ۔ اور قانون

میں جو کچھ ہو رہا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہاں ہوتا ہی یہ ہے کہ سو روپے اور دوسو روپے لے کر کسی بھی شہری کی رپورٹ کی جاتی ہے۔ میں چیلنج کرسکتا ہوں کہ عام آدمی جو بھی تھانے میں جائے گا پیسے دیئے بغیر اس کی رپورٹ نہیں ہوسکتی۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ عام شہریوں کی بھی یہ رپورٹ ختم ہونی چاہئے۔ عوامی نمائندوں کو یہ حق حاصل ہونا چاہئے کہ وہ جس کی attestation کریں، جس کی وہ تصدیق کریں، جس کی وہ گارنٹی دیں ان کو اس attestation کے بغیر اسلحہ لائسنس جاری ہونے چاہئیں۔

میاں عمران مسعود: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، عمران مسعود صاحب!

میاں عمران مسعود: شکریہ۔ جناب والا! آپ کی اجازت سے میں صرف ایک منٹ میں اس بات کو تھوڑا سا عرض کروں گا۔ اس مسئلے کو اگر once for all ختم کردیا جائے۔ آپ کا فیصلہ سننے سے پہلے میں یہ چاہوں گا کہ ہمیشہ جب بھی آرمی والوں کے لائسنس بنتے ہوں تو انہیں کسی قسم کی verification کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب سول سرکاری ملازمین کے لائسنس بنتے ہوں تو پھر بھی کسی قسم کی verification کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ سلسلہ پچھلے دور میں بھی اٹھتا رہا، اس سے پہلے ۱۹۸۸ء میں بھی اٹھتا رہا کہ جب بھی ایم پی اے صاحبان جاتے ہیں تو اس طریقے سے میں سمجھتا ہوں کہ humiliate کیا جاتا ہے کہ جی آپ اپنی verification دیں۔ ہمارے دور میں تو ایسا نہیں تھا۔ لیکن اگر اس کو کسی سازش کے تحت highlight کیا جا رہا تو آپ اس کا سختی سے نوٹس لیں۔ آپ بھی ہماری طرح ایک elected ممبر ہیں، آپ بھی ایک علاقے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اگر میرے دوست بھائی رکن کی اس طریقے سے humiliation ہوئی ہے تو آپ اس کا سختی سے نوٹس لیں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب ظفر علی شاہ صاحب۔

سید ظفر علی شاہ: شکریہ۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ معزز رکن نے لاء کا بہت ہی احترام کیا ہے۔ قوانین کا احترام کیا ہے۔ انہوں نے عام شہری کی حیثیت میں باوجود یہ کہ وہ elected ممبر تھے۔ انہوں نے اپنے اسلحہ کے لائسنس کے لیے درخواست دی۔ جہاں تک میرا علم ہے کہ elected ممبر جو ہے چاہے وہ صوبائی اسمبلی کا ممبر ہو یا نیشنل اسمبلی کا ممبر ہو وہ بغیر کسی لائسنس کے non prohibited bore رکھ سکتا ہے۔ prohibited bore جو ہے ٹھیک ہے کہ اس کے لیے قانون موجود ہے۔ لیکن

non prohibited bore جو ہے وہ تو ویسے بھی رکھ سکتا ہے۔ اب ایس پی صاحب نے یا متعلقہ جس ادارے نے بھی ان کی application پر بجائے اس کے کہ ان کو اسی وقت یا تو یہ کہہ دیتا کہ آپ کا privilege ہے آپ کو لائسنس کی کوئی ضرورت نہیں یا پھر ان کے اس احترام کو جس کے تحت انہوں نے لاء کا احترام کیا ہے وہ اسی وقت ان کو لائسنس issue کر دیتا۔ یہ معاملہ یقیناً غور طلب ہے۔

جناب سپیکر: آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

چودھری محمد خالد: جی۔ جناب والا! معزز رکن اسمبلی جناب شاہ صاحب نے اپنی تحریک استحقاق ہاؤس میں put کی ہے۔ کیونکہ میں بھی اسی ضلعے سے تعلق رکھتا ہوں۔ تو اس حوالے سے مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ میں شاہ صاحب کی تحریک کی حمایت میں کچھ عرض کر رہا ہوں۔ لیکن شاید تھوڑا سا افسوس ہے کہ میرے بھائی اُدھر بیٹھے ہوئے ہیں اور میں اِدھر ہوں۔ زندگی میں ہم اکٹھے بھی بیٹھے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کیا چاہتے ہیں۔ وہ اِدھر آجائیں یا آپ اُدھر جانا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد خالد: میرے خیال میں وہ آجائیں تو زیادہ بہتر ہے۔

جناب سپیکر: اچھا۔ ٹھیک ہے۔

چودھری محمد خالد: تو اس لحاظ سے میں ان کی اس تحریک کی پرزور حمایت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: اچھی بات ہے۔ بس کافی ہے۔

چودھری محمد خالد: جناب وزیر قانون صاحب کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ اس تحریک کو اہمیت دیتے ہوئے اس کو تحریک استحقاق کمیٹی کے حوالے کیا جائے۔ بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب لاء منسٹر! اذان ہو رہی ہے ذرا جلدی سے اس کو نمٹائیے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! اس تحریک استحقاق کے حوالے سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ روایات اور precedents تو یہی ہیں کہ اراکین اسمبلی کی سفارش پر عام لوگوں کو بھی اسلحہ لائسنس مل جاتا ہے اور ایسے فارم پر جہاں پر کسی ایم پی اے نے verification کی ہو کسی دوسرے عام شخص کے لیے بھی مزید verification نہیں کی جاتی۔ اس لیے مجھے اپنی جگہ حیرت ہے کہ ایک ایم پی اے کو اسلحہ لائسنس جاری کرنے کے لیے اس وقت ایس پی صاحب نے خود اس کی تصدیق کیوں نہیں کی۔ اور اپنے ایس ایچ او وغیرہ کے پاس کیوں بھیجی۔ دوسری صورت حال یہ بھی ہے جناب سپیکر!

کہ ہیڈ ماسٹر کی recommendation سے کسی کلرک یا ٹیچر کو بھی اسلحہ لائسنس جاری کردیا جاتا ہے۔ اور یقیناً ایم پی اے کے فارم پر فوری اسلحہ لائسنس جاری ہوجانا چاہئے تھا۔ البتہ جہاں تک ظفر علی شاہ صاحب نے یہ ذکر کیا ہے کہ non prohibited bore جو ہے وہ ایم پی اے privilege کی حیثیت سے رکھ سکتا ہے۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ ایم پی اےز کے لیے اسلحے کا لائسنس حاصل کرنا ضروری ہے اور وہ اسلحہ لائسنس حاصل کیے بغیر non prohibited bore بھی نہیں رکھ سکتا۔ البتہ یہاں انہیں اسلحہ لائسنس رکھنے کی جو رکاوٹ ہوئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ مناسب نہیں ہے۔ اگر فاضل رکن اسمبلی مناسب سمجھیں تو یہ آپ کے چیمبر میں معاملہ طے ہوسکتا ہے۔ بہر حال یہ معاملہ طے ہے کہ اراکین اسمبلی کے جو لائسنس فارمز ہیں ان پر مذکورہ افسران کو فوری اسلحہ لائسنس جاری کرنا چاہئے۔ یہ precedents ہیں، ہدایات ہیں۔

جناب سپیکر، میری بات سنیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ٹھیک ہے میرے چیمبر میں آئی جی صاحب تشریف لائے وہ ایک محکمے کے سربراہ ہیں۔ ڈپٹی سپیکر صاحب نے اس سلسلے میں فیصلہ کیا کہ انہیں چیمبر میں بلایا جائے۔ میں نے انہیں اپنے چیمبر میں بلایا وہ تشریف لائے۔ اور amicably معاملہ طے ہو گیا۔ لیکن سپیکر کے لیے مناسب نہیں ہے کہ ایس پی level اور اس level کے دوستوں کو بلائیں۔ میں مناسب سمجھتا ہوں اور میں اس معاملے کو admit کرتا ہوں اور میں اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں۔ اس کی ایک مہینے کے اندر رپورٹ آنے گی۔ نماز کا وقت ہوتا ہے۔ ایک بج کر پینتیس منٹ تک کے لیے وقفہ کیا جاتا ہے۔

(ایوان کی کارروائی ایک بجکر 41 منٹ پر نماز ظہر کے وقفے کے بعد زیر صدارت جناب سپیکر دوبارہ شروع ہوئی)

جناب سپیکر، جناب امان اللہ خان المعروف بابر خان کی تحریک استحقاق ہے۔

ڈپٹی کمشنر نارووال کے خلاف الزامات کی تحقیقات کے لیے پارلیمانی کمیٹی کی تشکیل پر مذکورہ ڈپٹی کمشنر کا تبصرہ

جناب امان اللہ خان بابر: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ یکم فروری 1995ء کو میرے ایک پوائنٹ آف آرڈر پر محترم میاں

منظور احمد موہل ڈپٹی سپیکر نے اپنے بھائی محمد خان موہل ڈپٹی کمشنر نارووال کے خلاف لگائے گئے الزام کی تحقیقات کے لیے ایک پارلیمانی کمیٹی تشکیل دی تھی۔ مگر متذکرہ ڈپٹی کمشنر نے اس کمیٹی کی دھجیاں اڑاتے ہوئے کہا ہے کہ میرے خلاف جو کمیٹی بنائی گئی ہے وہ غیر قانونی اور غیر آئینی ہے۔ نیز اس نے ڈپٹی سپیکر میاں منظور احمد موہل (جو اس وقت سپیکر کے فرائض سر انجام دے رہے تھے) کے بارے میں کہا کہ وہ جذباتی آدمی ہے اس نے جذبات میں آ کر یہ کمیٹی بنا دی ہے جو اس کے دائرہ اختیار میں نہیں آتی۔

متذکرہ ڈپٹی کمشنر نے جہاں میرے لگائے گئے الزامات کو مضحکہ خیز قرار دیا ہے وہاں سپیکر کے آئینی کردار کو بھی غیر قانونی قرار دیا ہے۔ سپیکر کے خلاف اس نے بیان دے کر نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے۔ لہذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: اپنی short statement دیجیے۔

جناب امان اللہ خان بابر: جناب والا! میری statement شارٹ ہونے کی بجائے ذرا long ہو گی۔

جناب سپیکر: جو آپ نے فرمایا ہے میں سن نہیں سکا۔

جناب امان اللہ خان بابر: جناب والا! میری statement ذرا long ہو گی، شارٹ نہیں ہو گی۔ یہ مسئلہ کچھ ایسا ہی ہے۔

جناب سپیکر: کوشش کیجیے اور اگر شارٹ نہ ہو تو کم از کم disrespectful نہ ہو۔

جناب امان اللہ خان بابر: نہیں جناب والا۔

وزیر قانون: جناب سپیکر۔ میری بھی ایک گزارش ہے کہ اس تحریک استحقاق کی ایک کاپی مجھے بھی فراہم کر دی جائے۔

جناب سپیکر: جی ضرور۔ یہ ابھی ہم نے منظور کی تھی۔ اس تحریک استحقاق کی کاپی جناب وزیر قانون کی خدمت میں پیش کی جائے۔

جناب امان اللہ خان بابر: جناب سپیکر! یکم فروری کو میں نے ایوان میں ایک مسئلہ put کیا کہ یہ ایک اخبار کا تراشہ ہے جس میں ڈی۔ سی نارووال کے خلاف مظاہرین نے پارلیمنٹ ہاؤس اسلام آباد کے سامنے مظاہرہ کرتے ہوئے الزام لگایا ہے کہ ڈی۔ سی صاحب نے بیس ہزار روپیہ فی دکاندار ہم

سے رشوت طلب کی اور ہمارے انکار پر وہ طیش میں آ گئے اور انہوں نے ہماری دکانیں بلڈوز کر دیں۔ ۲ فروری کو ڈی ۔ سی نارووال نے ایک پریس کانفرنس منعقد کی اور اس نے معززین علاقہ کو کارڈ دے دیے۔ ایک کارڈ میرے پاس ہے یہ میں آپ کو پیش کرتا ہوں۔ معززین علاقہ کو کارڈ بھیجے اور ان کی موجودگی میں پریس کانفرنس کی جس میں انہوں نے بڑی وضاحت سے فرمایا کہ امان اللہ بابر نے جو الزامات لگائے ہیں وہ قطعی بے بنیاد ہیں نیز چار فروری ۱۹۹۵ء کو خبریں میں یہ خبر آ گئی جس میں انہوں نے کہا کہ میرا بھائی جذباتی ہے اس کی بنائی گئی کمیٹی غیر آئینی اور غیر قانونی ہے۔ منظور موہل نے یہ قدم جذبات میں آ کر اٹھایا ہے۔ تجاوزات ہٹانے کے لئے کسی سے کوئی رشوت نہیں لی۔ یہ ان کے دائرہ اختیار میں نہیں کہ ہاؤس میں کیا ہوا وہ اسے زیر بحث لائے۔

جناب سپیکر! پہلے تو یہ میری طرف سے مسئلہ تھا جو اٹھایا گیا تھا اس کے بعد 4 فروری کو پاکستان پیپلز پارٹی تحصیل شکر گڑھ وسٹی شکر گڑھ کا ایک ہنگامی اجلاس ہوا جس میں انہوں نے گورنر پنجاب' وزیر اعلیٰ پنجاب اور محترمہ بے نظیر بھٹو سے مطالبہ کیا کہ ڈی ۔ سی نے واقعی رشوت طلب کی ہے لہذا اس کو فوری طور پر تبدیل کیا جائے تاکہ پارلیمانی کمیشن آزادانہ طریقے سے یہ تحقیقات مکمل کر سکے ۔

جناب سپیکر! میں "پاکستان" ' "نوائے وقت" کا یہ ایک تراشہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اور تقریباً" پاکستان کے ہر بڑے اخبار نے یہ خبر لگائی ہے کہ پیپلز پارٹی شکر گڑھ کے ایک ہنگامی اجلاس میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ ڈی ۔ سی کو فوری طور پر تبدیل کیا جائے اور اس نے دکانداروں سے جو رشوت مانگی ہے اس کی باقاعدہ عادلانہ طریقے سے تحقیقات کروائی جائے ۔

جناب سپیکر! اب مسٹر محمد خان موہل اسی پر اکتفا نہیں کر رہے بلکہ وہ چند ٹاؤٹوں کو بلا بلا کر یہ کہہ رہے ہیں کہ میرے حق میں بیان دو کہ میں بہت ہی ایماندار ہوں وہ لوگ جن کا نہ تو کوئی سیاسی career ہے اور نہ ہی وہ کوئی اہم مقام رکھتے ہیں ان سے پریس کانفرنسیں کروائی جا رہی ہیں کہ ڈی ۔ سی صاحب بہت ایمان دار آدمی ہیں۔ میں گزارش کروں گا کہ وہ پریس کانفرنس کے مجاز نہیں تھے۔ اگر ان کے ضلع میں کوئی واقعہ ہوا تھا تو وہ اس کے متعلق پریس نوٹ جاری کر سکتے تھے اور انہوں نے یہ پریس کانفرنس منعقد کر کے اور اس میں لوگوں کو شامل کر کے میرے خلاف یہ کہا کہ وہ جھوٹا ہے اور اس نے میرے خلاف جھوٹا الزام لگایا ہے اور میرا بھائی جذباتی ہے۔ جناب والا میں مانتا ہوں کہ ہمارے ڈپٹی سپیکر صاحب ان کے بھائی ہیں لیکن وہ یہاں ہمارے سپیکر ہیں یہ مسئلہ ایک سپیکر اور ڈی ۔

سی کے درمیان ہے نا کہ دو بھائیوں کے درمیان ہے لہذا میری یہ گزارش ہو گی کہ اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں۔

جناب سپیکر، جناب وزیر قانون۔

وزیر قانون، جناب سپیکر۔ یہ تحریک استحقاق ابھی ابھی مجھے موصول ہوئی ہے لیکن میں آپ کی اجازت سے اتنا ضرور عرض کرتا ہوں کہ جہاں تک مجھے ذاتی طور پر informations ہیں کہ مذکورہ ڈپٹی کمشنر صاحب کی جو بات ڈپٹی سپیکر کے بارے میں جناب امان اللہ بابر صاحب نے allege کی ہے کہ انہوں نے اخبارات میں یہ statement دی کہ میرا بھائی جذباتی ہے اور کمیٹی کی کوئی حیثیت نہیں ہے اس بارے میں ان کی طرف سے یہ الزام آنے کے بعد ان سے ذاتی طور پر رابطہ قائم کیا گیا تھا اور انہوں نے کہا کہ میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی اور یہ بات اخباری نمائندوں نے خود ہی اخبار میں لکھ دی ہے اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ محض ایک اخباری statement کی بنیاد پر یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔

وزیر قانون، جہاں تک پارلیمانی کمیٹی کا تعلق ہے اس سے مذکورہ ڈپٹی کمشنر قطعی طور پر اعتراض نہیں کرتے اور اسے وہ face کرنے کو اور اس کے سامنے وہ اصل حقائق لانے کو تیار ہیں اور کمیٹی کی رپورٹ فائنل رپورٹ ہو گی۔ اسمبلی کے ایوان کے ممبران کی جو کمیٹی ہے اس کے بارے میں کسی طرف سے بھی میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایسی کوئی بات آ ہی نہیں سکتی کہ اس ایوان کی کوئی کمیٹی ہو اور اس کے سامنے کوئی افسر پیش نہ ہونا چاہیے یا اس کی رپورٹ کے بارے میں وہ کہے کہ میں اسے حتمی رپورٹ تصور نہیں کرتا۔ بہر حال جناب سپیکر، چونکہ ہمارے معزز رکن اسمبلی اور ڈپٹی سپیکر کے بھائی کی ذات کا معاملہ ہے اس حوالے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ الزامات کا یہ جو معاملہ ہے اسے verify کرنے کے لیے اور اس کی مزید تحقیقات کے لیے اگر آپ مجھے مہلت دیں تو میں مزید معلومات حاصل کر کے ایوان کو آگاہ کر دوں گا اور اگر آپ اس کے لیے کوئی دوسرا فیصلہ مناسب سمجھتے ہیں تو وہ بھی آپ کیجیے۔ جہاں تک اخباری سٹیٹمنٹ کہ "شکر گڑھ انتظامیہ کو رشوت نہ دینے پر سو دو کانیں مسمار کی گئیں" میں سمجھتا ہوں کہ جو انہوں نے supporting evidence دی ہے اس کے حوالے سے پھر تین چار معاملات اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر کس بنیاد پر تحریک استحقاق لی جائے گی؟ کوئی مخصوص معاملہ نہیں رہ جاتا۔

جناب سپیکر ، بات یہ ہے کہ سوئے اتفاق سے جب منظور موہل صاحب ایوان کی صدارت کر رہے تھے یہ معاملہ اس وقت سامنے آیا۔ ابتدا میں انھوں نے بالکل درست بات کہی اور فرمایا کہ یہ بہتر تھا کہ یہ معاملہ اس وقت تک سامنے لایا جاتا جب رانا صاحب یہاں سپیکر کے طور پر بیٹھے ہوتے ۔ میں ایوان سے اپیل کر رہا ہوں کہ اس بات کو اس طرح سے لیا جائے کہ سپیکر کی چیئر کے احترام کے پیش نظر میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ جو بھی ہے یہ ڈپٹی کمشنر کا اور علاقے کے لوگوں کا اور اس علاقے کے نمائندے کا معاملہ ہے اس کے درمیان میں سپیکر کے منصب کو یا اس کی ذات کو نہیں آنا چاہیے ۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ بعد میں جو کارروائی بھی منظور موہل صاحب نے اس سلسلہ میں کی ۔ ایک کمیٹی بنائی ۔ اس کو ہم جانے دیں اور اس معاملے کو میں پوری تحقیق کے لیے منظور کر لوں اور اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دوں ۔

وزیر قانون: مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر ' میں آپ کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: میری بات سنیے ۔ آپ کے لیڈر نے ہاں کی ہے ۔ میرا خیال ہے کہ یہ بہتر معاملہ ہے اور اس کو نہ الجھایا جائے ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: میں آپ کی خدمت میں جو بات عرض کرنا چاہتا ہوں ---------

جناب سپیکر: اگر اس کے بغیر گزارا نہیں تو ضرور کریجیے ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب والا ' میری بات irrelevant نہیں ہو گی ۔ آپ مجھے ویسے بھی جانتے ہیں۔

جناب سپیکر: بسم اللہ کیجیے ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب والا ' منظور موہل صاحب نے جو تحقیقات کے لیے جو پارلیمانی کمیٹی بنائی ہے وہ چار ممبران پر مشتمل ہے ۔ اس میں میرا نام بھی شامل ہے ۔ وہ کمیٹی غالباً دوسرے یا تیسرے روزے کو بنائی گئی تھی ۔ رولز کے مطابق اس کمیٹی نے تیس دن کے دوران اپنی رپورٹ آپ کے سامنے پیش کرنی ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کمیٹی نے رمضان شریف کے اندر ہی شکر گڑھ یا نارووال جانا ہے اور یہ کام کرنا ہے ۔ میں نے اپنے باقی تین دوستوں سے بھی

مشورہ کیا ہے تو سب کا consensus یہ ہے کہ رمضان شریف کے بعد ہم جائیں اور اس کی تحقیقات کریں۔ اس لیے میں گزارش کر رہا تھا کہ اس کا وقت بڑھا دیا جائے ۔

جناب سپیکر ، اب جو میں نے تجویز پیش کی ہے وہ شاید آپ نے سنی نہیں۔ میری تجویز جو قبول کر لی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اس کمیٹی کو جو کہ پارلیمانی کمیٹی کے نام سے منظور موہل صاحب نے بنائی تھی اسے dissolve کر دیا جائے ' اسے اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا جائے اور پورا معاملہ تحقیق کے لیے استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے ۔ میں اس تحریک استحقاق کو ایڈمٹ کرتا ہوں اور اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں۔

جناب امان اللہ بابر : میں وزیر قانون کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر ، آگے چلتے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! اس میں میری ایک گزارش ہے کہ جیسا کہ آپ نے اسے کمیٹی کے سپرد کیا ہے ۔ آپ کا admitting note کمیٹی کے اراکین کو بھیجا جائے ۔ اس سے یہ ہوتا ہے کہ اس sense کا پتا چلتا ہے کہ اس وقت ایوان سپیکر صاحب کے ذریعے کیا چاہتا تھا۔ نہیں تو کمیٹی کو بھی ambiguity رہتی ہے کہ یہ اختیار ہے ' یہ thrashout کرنا ہے یا یہ نہیں کرنا ۔ جو admission note ساتھ circulate ہو اور اس میں terms of reference آئیں کہ یہ تحریک استحقاق اس issue پر admit ہوئی اور this is the requirement of the House from the Committee.

جناب سپیکر، آپ کا پوائنٹ valid ہے ۔ اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ سید محمد عارف حسین بخاری صاحب کی طرف سے تحریک استحقاق ہے۔

سید محمد عارف حسین بخاری: جناب والا! میرے اور وزیر قانون صاحب کے درمیان ابھی وقفہ میں بات ہوئی تھی تو محترم وزیر صاحب نے فرمایا ہے کہ میں کروا دوں گا ۔ آپ اسے مؤخر کر دیں۔ اگر ہو گیا اور امید ہے انشاء اللہ یہ ہو جائے گا۔

جناب سپیکر ، تو پھر pend کیوں کرتا ہے ۔ اگر نہ ہوا تو آپ دوبارہ لے آیے ۔ میں منظور کر لوں گا۔

سید محمد عارف حسین بخاری: ٹھیک ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اس کو dispose of کرتے ہیں۔ تحریک استحقاق کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔

چودھری اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! ہم آب پاشی کی سٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین کے الیکشن کے لیے کمیٹی کی کئی دفعہ میٹنگ بلا چکے ہیں لیکن ابھی تک وہ چیئرمین منتخب نہیں کر سکی۔ کافی عرصہ گزر چکا ہے۔ جب بھی میٹنگ ہوتی ہے تو پتا چلتا ہے کہ ممبران نہیں ہیں۔ لا منسٹر صاحب نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب اریگیشن کی سٹینڈنگ کمیٹی کا چیئرمین ابھی تک منتخب نہیں ہوا۔ اس سلسلہ میں کیوں اتنی دیر لگ رہی ہے؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! کل کا روز جو گزر چکا ہے اس روز اس کمیٹی کے چیئرمین کا الیکشن تھا۔ ٹائم تین بجے کا مختص کیا گیا تھا لیکن اتفاق سے کل سیشن گیارہ بجے شروع ہوا جو چار بجے تک چلنا تھا۔ اور اس وقت صورت حال ایسی تھی کہ ممبران اسمبلی کی خواہش تھی کہ اجلاس کا وقت مزید بڑھایا جائے جو بعد میں بڑھایا بھی گیا اور ساڑھے چار بجے تک رہا۔ اس لیے اراکین اسمبلی چونکہ سیشن میں مصروف تھے جس کی وجہ سے اڑھائی پونے تین بجے اس کا الیکشن ملتوی ہوا۔ جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر: اب آپ کیا اندازہ کرتے ہیں کہ کب تک یہ کام مکمل ہو جائے گا؟

وزیر قانون: آئندہ دس روز تک اس کا الیکشن کروا دیا جائے گا۔

چودھری اعجاز احمد: جناب سپیکر! اس سے پہلے بھی کئی دفعہ یہ اجلاس بلا چکے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ چیئرمین کا الیکشن نہیں ہو سکا؟

جناب سپیکر: وجہ انھوں نے بتا دی ہے۔ اب میں تاکید کر رہا ہوں۔ میں انھیں خاص طور پر تاکیداً کہہ رہا ہوں کہ آئندہ دس روز کے اندر اندر لازماً یہ کام مکمل ہو جانا چاہیے۔

چودھری اعجاز احمد: اور ان کو یہ پتا ہونا چاہیے کہ اجلاس کے دوران تین بجے کا وقت نہیں رکھنا چاہیے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے ' اب یہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا انتظام کریں گے ۔

چودھری شوکت داؤد ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میری ایک تحریک التوائے کار تھی جو کہ یوب ویلز کے فلیٹ ریٹ کے بارے میں تھی اور ایوان میں یہ طے ہوا تھا کہ اس پر ایک قرارداد مشترکہ طور پر لائی جائے گی ۔ تو شاید ہاؤس کل تک چلنا ہے ۔ میں اسے پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا۔

جناب سپیکر، میرا اپنا خیال یہ ہے کہ ہاؤس ابھی کل تک تو لازماً ہے ۔ اکابرین آپس میں گفت و شنید کر رہے ہیں۔

چودھری شوکت داؤد ، ہم نے ڈرافٹ کر لیا ہوا ہے ۔ بس اب پڑھنی ہی ہے اور منظوری لینی ہے ۔

جناب سپیکر، لاء منسٹر صاحب ' آپ کے قریب ہی بیٹھے ہیں ۔ آپ آ کر ان سے بات کر لیجیے ۔

چودھری شوکت داؤد ، لیکن چونکہ میں اس کا محرک تھا اس لیے میں اسے پڑھوں گا۔ اس کی میں آپ سے ضرور اجازت چاہوں گا۔ یہ مشترکہ قرارداد ہے۔

جناب سپیکر ، اچھی بات ہے ۔ آپ کو accommodate کریں گے ۔ اس کا آپ موقع تو دیجیے ۔ سید تابش الوری صاحب کی تحریک التوائے کار ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 11۔

بلدیہ بہاول پور کے ڈسپوزل پمپ کی بجلی منقطع کرنا

سید تابش الوری، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ واپڈا کی جانب سے نادہندگی کی بنیاد پر ایک بار پھر بلدیہ بہاول پور کے ڈسپوزل کنکشن منقطع کرنے اور تین ماہ سے ملازمین کی تنخواہیں ادا نہ کرنے کے نتیجے میں بہاول پور شہر میں سیوریج کا نظام مفلوج ہو گیا ہے۔ واٹر سپلائی محدود ہو گئی ہے۔ جگہ جگہ گندے پانی کے جوہڑ اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیر ہیں جن کے تعفن سے فضا مزید آلودہ ہو گئی ہے اور متعدی بیماریوں کے اندیشے لاحق ہو گئے ہیں۔ جس سے بہاول پور کے عوام میں شدید اضطراب اور غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی ہے۔

وزیر بلدیات، جناب والا ! اس کا جواب میں دوں گا ۔ میں لابی میں تھا اس لیے تحریک کا نمبر نہیں سن سکا ۔ لہذا تحریک کا نمبر بتا دیجیے ۔

جناب سپیکر ۔ تحریک التوائے کار نمبر 11 ہے ۔

وزیر بلدیات ۔ جناب سپیکر ! بات یہ ہے کہ تابش الوری صاحب نے جو تحریک پیش کی ہے اس کے اصل میں واقعات یہ ہیں کہ یہ سابقہ دور کے بقایاجات کی وجہ سے ایسا ہوا ہے ۔اس سلسلے میں پہلے بھی تحریک آ چکی ہے اور اس وقت بھی میں نے یہی عرض کیا تھا ۔ سابقہ دور کے جو بقایا جات تھے وہ تقریباً 6، کروڑ 20 لاکھ روپے سے زائد تھے ۔ اور اب تقریباً ہم اس میں سے 75 لاکھ روپے ادا کر چکے ہیں ۔ جہاں تک واپڈا کی رقم کا تعلق ہے وہ ایک کروڑ 5 لاکھ روپے ہے۔ اور اس کی ادائیگی فوری طور پر ممکن نہیں ہے مگر ہم قسط وار ان کو ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ کچھ جنوری کے شروع میں ادا کر دیئے گئے ہیں اور مزید 2 لاکھ 54 ہزار پانچ سو روپے بطور قسط دوم 26 جنوری 1995ء کو ادا کر دیں گے ۔ جیسے جیسے بلدیہ کی مالی حالت بہتر ہوتی جائے گی ہم یہ ادائیگی کرتے جائیں گے ۔ جہاں تک ملازمین کی تنخواہوں کا مسئلہ ہے ۔ وہ بھی اب پہلے سے بہتر ہے کیونکہ تنخواہوں کی جو ادائیگی بقایا تھی ان کی ادائیگی کا سلسلہ جاری ہے ۔ مالی حالت پہلے سے زیادہ بہتر ہے تاہم موجودہ بقایا جات جو ساڑھے پانچ کروڑ سے تجاوز ہیں ان کو بھی ہم ادا کر رہے ہیں ۔ دوسرا بلدیہ کو اس مالی بحران سے نکالنے کے لیے محکمہ بلدیات نے ایک سمری وزیراعلیٰ صاحب کو ارسال کی ہے۔ اور ہم نے ان سے سپیشل فنڈز کے لیے استدعا کی ہے۔ جونہی ہمیں وہ فنڈز مل جاتے ہیں تو یہ بقایا جات بھی ادا ہو جائیں گے ۔ جہاں تک ملازمین کی تنخواہوں کا مسئلہ ہے تو اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ ملازمین کی جو تنخواہیں ابھی تک بقایا ہیں وہ بھی ہم دو تین مہینے تک ادا کر دیں گے ۔

جناب سپیکر۔سید تابش الوری صاحب وزیر بلدیات کی وضاحت کے بعد آپ کی تسلی ہوئی ہے یا نہیں ؟

سید تابش الوری۔ جناب سپیکر! آپ نے خود سماعت فرمایا ہے کہ جس مسئلے کی طرف میں نے توجہ دلائی ہے اس سلسلے میں انہوں نے کوئی حتمی ۔ کوئی یقینی ، کوئی categorical بات اور یقین دہانی نہیں کرائی ۔ آپ محسوس کریں کہ میونسپل کارپوریشن بہاولپور اس وقت تقریباً دیوالیہ ہو چکی ہے ۔ اور 6، کروڑ روپے کے واجبات اس نے ادا کرنے ہیں ۔ ان میں سے ایک کروڑ کچھ لاکھ کے واجبات واپڈا کے ہیں جس پر انہوں نے بجلی کے کنکشن کاٹ دیئے ہیں ۔ disposal کا نظام ختم ہو گیا ہے ۔ اور وہاں سارا شہر ، بہاولپور جو ایک clean اور گرین شہر ہے اس وقت ایک بدبودار اور تعفن زدہ جوہڑوں اور تالابوں کا شہر بن گیا ہے ۔ بار بار توجہ دلانے کے باوجود حکومت اندھی اور بہری بن کر بہاولپور کے عوام کو سزا دینے پر تل گئی ہے ۔ اگر بہاولپور کے عوام کا یہ قصور ہے کہ میں ان کا نمائندہ

ہوں تو جتنی سزا دینی ہے مجھے دے دیجیے لیکن میرے بہاولپور کے عوام کو تو سزا نہ دیجیے ۔ آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ گلی گلی ، کوچہ کوچہ ، مین بازار میں پانی کھڑا ہوا ہے ۔ گٹر ابل رہے ہیں اور فضا اتنی آلودہ ہو گئی ہے کہ وہاں لوگوں کا رہنا دشوار ہو گیا ہے ۔ لوگ بازاروں میں خریداری کے لیے نہیں جا سکتے ۔ رمضان کے مہینے میں بھی وہ خریداری نہیں کر سکتے ۔ افطاری لینے کے لیے نہیں جا سکتے ۔ یہ صورتحال ہے جس پر ضرورت اس بات کی تھی کہ حکومت کی طرف سے یہ اعلان کیا جاتا کہ ہم بہاولپور میونسپل کارپوریشن کے مسائل حل کرنے کے لیے پانچ کروڑ یا چھ کروڑ کی گرانٹ دیتے ہیں ۔ اس گرانٹ سے بھی صرف واجبات ادا ہوں گے ۔ آئندہ کے معاملات طے کرنا رہ جائیں گے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ وہ واضح طور پر یہ اعلان کریں کہ حکومت بہاولپور میونسپل کمیٹی اور بہاولپور عوام کے مسائل حل کرنے کے لیے اتنی گرانٹ فوری طور پر دے رہی ہے یا واپڈا کو کم از کم وہ واجبات ادا کر رہی ہے جس کے نتیجے میں disposal کنکشن جو ہیں وہ بحال کرائے جا سکیں ۔ جب تک اس قسم کی واضح یقین دہانی نہیں کی جائے گی اور وہ اسے seriously نہیں لیتے ۔ آپ نے دیکھا کہ ان کا انداز کیسا light تھا ۔ جناب ناظم حسین شاہ صاحب اس کو اس طرح سے کہہ رہے تھے کہ جیسے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے ۔ انہوں نے ایک routine کا جواب دے دیا ہے ۔ پورے بہاولپور میں کہرام مچا ہوا ہے ۔ پورا بہاولپور اس عذاب سے گزر رہا ہے ۔ ایک قیامت صغریٰ ہے جو وہاں نازل ہو چکی ہے ۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ وزیر بلدیات اس سلسلے میں اپنے روایتی انداز کو ترک کر کے seriously اس مسئلے کا نوٹس لیں ۔ یہ ان کا مسئلہ ہے ۔ یہ جہاں میرا مسئلہ ہے وہاں بنیادی طور پر بلدیات کے نگران اور سربراہ کی حیثیت سے ان کا مسئلہ ہے ۔ ہر بات پر یہ کہہ کر کہ یہ تو ماضی کی باتیں ہیں ' یہ تو ماضی کے واجبات ہیں ' یہ ماضی کی خرابیاں ہیں ان سے جان نہیں چھڑائی جا سکتی ۔ ہمیں حقائق کا سامنا کرنا ہو گا ۔ آج کے جو مسائل ہیں وہ آج حل کرنے ہوں گے ۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ وہ اس سلسلے میں واضح یقین دہانی کرائیں کہ اس صورت حال کے خاتمے کے لیے ' اس عذاب کے خاتمے کے لیے کیا فوری اقدامات کر رہے ہیں ؟ اور کتنی گرانٹ وہ دے رہے ہیں جس سے وہاں کے مسائل حل کیے جا سکیں ۔

وزیر بلدیات: جناب سپیکر ! پہلی بات تو یہ ہے کہ پہلے جو واجبات ہیں ان کے بارے میں بتانا کسی کو ملعون کرنے کی بات نہیں ہوتی لیکن حقائق کو اس ہاؤس کے سامنے لانا بھی ضروری ہوتا ہے ۔ ان حقائق کو بیان کرنے میں ' جو واجبات ہیں وہ liabilities ہیں ۔ اگر کوئی بھی آدمی جب کوئی چیز

inherit کرتا ہے ' inherits the property تو وہ اپنے باقی جو liabilities ہوتے ہیں وہ بھی inherit کرتا ہے ۔ ہمیں جو liabilities ملی ہیں straight way we cannot get away with it میں نے اس لیے یہ بیان کیے ہیں ۔ اور یہ facts ہیں۔ پہلے بھی یہ تحریک التوائے کار جس کا نمبر 8 تھا آئی تھی ۔ اس وقت بھی میں نے یہی عرض کیا تھا ۔ تین ماہ کی تنخواہیں دینی تھیں ۔ اب ان کی ہم نے ادائیگی کر دی ہے باقی ایک ماہ کی رہ گئی ہے ۔ وہ بھی اب ہم کر رہے ہیں ۔ وہاں پر نکاسی آب کے کنکشن واپڈا نے منقطع کر دیئے تھے ۔ لیکن ان کے ساتھ ہم نے بات کی اور اس وقت وہ چالو ہیں ۔ باقی جہاں تک جوہڑ کی بات ہے تو جوہڑ صرف بہاولپور میں ہی نہیں ہیں جناب والا ! لاہور شہر میں جو کہ دارالخلافہ ہے ۔ یہ میری اپنی رائے ہے اور یہ fact بھی ہے کہ جو دارالخلافہ ہوتا ہے وہ ہر ایک کا شہر ہوتا ہے ۔ چونکہ لاہور شہر پنجاب کا دارالخلافہ ہے ۔ لہذا یہ آپ کا بھی شہر ہے اور ہمارا بھی شہر ہے تو اس لاہور شہر میں بھی 329 جوہڑ ہیں ۔ اب ظاہر ہے کہ ایک دن میں یہ چیزیں ختم نہیں ہو سکتیں ۔ جہاں تک نکاسی آب کے کنکشن کی بات ہے وہ اس وقت چالو ہیں ۔ تیسری بات میں نے یہ عرض کی ہے کہ ہم نے already سمری بنا کر جناب وزیر اعلیٰ کو ارسال کی ہے کہ ہمیں خصوصی گرانٹ دی جائے تاکہ ان مسائل کو حل کیا جا سکے ۔

جناب سپیکر، آپ نے اس سمری میں کتنی گرانٹ مانگی ہے ؟

وزیر بلدیات، جناب والا ! اس میں ہم نے اپنی طرف سے maximum گرانٹ مانگی ہے ۔ اب ان کی صوابدید ہے کہ وہ کتنی دیتے ہیں ۔ اگر ہم بتائیں کہ ہم نے اتنی گرانٹ مانگی ہے تو پھر یہ کہیں گے کہ آپ نے اتنی گرانٹ مانگی اور آپ کو اتنی گرانٹ کیوں ملی ؟ اس لیے they cannot force us ۔ ہم نے ان کو یہ facts and figures دیئے ہیں کہ چھ کروڑ کے واجبات ہیں ۔ ہماری بلدیہ کارپوریشن کے یہ مسائل ہیں ۔ اور یہ مسئلہ صرف بلدیہ بہاولپور کا نہیں ہے ۔ ملتان کا بھی یہی مسئلہ ہے ۔ فیصل آباد کا بھی یہی مسئلہ ہے ۔ ہم نے بہاولپور کے لیے ان کو یہ مسائل پیش کیے ہیں ۔ اور انہیں کہا ہے کہ مہربانی کر کے ہمیں یہ گرانٹ دیں ۔ اب جتنی گرانٹ آئے گی اس کے بارے میں بھی ان کو بتا دیا جائے گا ۔

جناب سپیکر، جناب وزیر بلدیات آپ اس بات کی ذمہ داری لیتے ہیں کہ آپ اس معاملے کو وزیراعلیٰ کے ساتھ vigorously take up کریں گے اور جو سمری آپ نے بھیجی ہے اس کا پیچھا کریں گے

اس کا تعاقب کریں گے ۔ بعض اوقات چیزیں فائلوں میں دبی رہتی ہیں ۔ میں آپ کو خاص طور پر ہاؤس کی طرف سے تاکید کرنا چاہتا ہوں کہ اگر پورا شہر ایک مصیبت میں مبتلا ہے تو ازراہ کرم وزیراعلیٰ صاحب کے نوٹس میں یہ بات خصوصی طور پر لائیے اور ان سے specially انٹرویو لیجے اور یہ مسئلہ ان کی خدمت میں پیش کیجے اور کہیے کہ مہربانی کر کے آپ کی سری پر جلدی ہمدردانہ فیصلہ کریں ۔ اگر آپ یہ یقین دلائیں تو میرا خیال ہے کہ یہ پریس نہیں کریں گے ۔

وزیر بلدیات، جناب والا ! میں بالکل یہ بھی یقین دہانی کراتا ہوں اور ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر ایسا مسئلہ درپیش ہو تو میں اپنے بھائی تابش الوری صاحب کے کہنے پر اگلے ہفتے بہاولپور کا دورہ کرنے کو بھی تیار ہوں ۔

جناب سپیکر ، بالکل ٹھیک ہے ۔ تابش صاحب میرے خیال میں اس کے بعد آگے چلتے ہیں

وزیر بلدیات ، جناب والا! میں یقین دلاتا ہوں کہ جہاں بھی مسئلہ ہو ۔ انسانیت کا مسئلہ ہوتا ہے کسی کے اوپر احسان کرنے کی بات نہیں ۔

جناب سپیکر ، نہیں نہیں

وزیر بلدیات ، جناب والا! یہ ہمارے فرائض میں شامل ہے ۔ ہم بالکل اسے take up کریں گے اور اس بات کو already وزیر اعلیٰ صاحب کے گوش گزار کیا گیا ہے وہ بھی take up کر رہے ہیں ۔

جناب سپیکر ، خاص طور پر کیجے ۔

وزیر بلدیات ، ٹھیک ہے، جی شکریہ۔

جناب سپیکر ،تابش صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں ۔ میرے خیال میں اس معاملے کو یہاں رکھتے ہیں۔

سید تابش الوری ،جناب والا ! جتنی باتیں آپ نے کہیں ہیں انھوں نے تو نہیں دہرایا۔

جناب سپیکر ، انھوں نے یقین دلایا ہے کہ وہ ایسا کریں گے ۔

سید تابش الوری ، یا تو یہ آپ کی طرف سے ڈائریکٹو ہو پھر تو ٹھیک ہے ۔

جناب سپیکر ، میں نے انھیں ڈائریکٹو دیا ہے وہ انشاء اللہ ایسا کریں گے ۔

سید تابش الوری ، بلکہ میں تو ان سے یہ کہتا ہوں کہ یہ مسئلہ اتنا urgent ہے کہ اجلاس ختم ہوتے ہی انھیں وہاں تشریف لے جانا چاہیے ۔ سارا شہر ان کا منتظر ہے ۔

جناب سپیکر ، ٹھیک ہے' آپ انھیں لے جائیے میری طرف سے آپ کو اجازت ہے ۔

سید تابش الوری ، لیکن یہ وہاں کچھ لے کر جائیں ۔

جناب سپیکر ، لیکن واپس بھیج دیجیے گا ۔

سید تابش الوری ، میں وہاں ان کی حفاظت کی ضمانت نہیں دے سکتا ۔

جناب سپیکر ، نہیں نہیں وہ تو آپ کو دینی پڑے گی ۔

سید تابش الوری ، جناب والا! آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ وہاں پر لوگ کتنے مشتعل ہیں ۔ میں آپ کو ابھی خطوط دکھاتا ہوں ۔ مجھے یہاں بیٹھے بھی موصول ہوئے ہیں ۔

جناب سپیکر ، مجھے اندازہ ہے ۔ میں دو دفعہ وہاں بہاولپور آپ کے پاس گیا ہوں ۔

سید تابش الوری، آپ تشریف بھی لے گئے ہیں ۔ آپ کی خدمت میں بھی پیپلز پارٹی اور حزب اختلاف سب نے متفقہ طور پر یہ استدعا کی تھی کہ آپ اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے ....

جناب سپیکر ، اسی لیے میں نے ان کو اتنی تاکید کی ہے ۔ آپ تسلی رکھیں ۔ اب میں نے انھیں عرض کیا ہے وہ یقیناً اس کا احترام کریں گے ۔ جناب خاکوانی صاحب بڑی دیر سے کھڑے ہیں ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ، جناب سپیکر ! میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر بلدیات کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ پورے پنجاب کی غالباً 11 کارپوریشنیں ہیں ۔ کیا ان میں سے کسی ایک پر یہ اطمینان کا اظہار کر سکتے ہیں کہ ان کے معاملات بالکل ٹھیک ہیں ۔ جناب والا! اب حقیقت یہ ہے کہ جب سے بلدیاتی ادارے ٹوٹے ہیں اور ایڈمنسٹریٹر مقرر ہوئے ہیں ۔ جناب والا ' آپ اپنے گھر کی جتنی حفاظت کر سکتے ہیں' جتنی دیکھ بھال آپ کر سکتے ہیں' اس کی بہتری کے متعلق جتنا آپ سوچ سکتے ہیں ۔ کوئی دوسرا نہیں سوچ سکتا ۔ اب اس وقت حالت یہ ہے کہ ملتان کا ایڈمنسٹریٹر فیصل آباد سے belong کرتا ہے ۔ فیصل آباد کا ایڈمنسٹریٹر رحیم یار خان سے belong کرتا ہے لاہور کا ایڈمنسٹریٹر راولپنڈی کا ہے ۔ یقیناً لوکل باڈیز کا مطلب یہی ہے کہ وہاں کے جو عوامی نمائندے ہیں وہ اپنے اپنے محلے کے مسائل مقامی کارپوریشن میں حل کریں ۔ چونکہ ایک بات ہوئی ہے تو میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہ بیان بعینہٖ اسی طرح بلکہ اس سے بھی ملتان شہر کی worst condition ہے ۔ وہاں واسا کے ذمے ساڑھے چھ کروڑ روپیہ بقایا ہے ۔

جناب سپیکر ،وہ تو وزیر بلدیات کا اپنا شہر ہے ۔

حافظ محمد اقبال خان خا کوانی ، ان کا اپنا نہیں ' یہ وہاں سے بائی پاس کر کے گذر جاتے ہیں ۔

جناب سپیکر ، نہیں نہیں 'بالکل ہی قریب تو رہتے ہیں ۔

حافظ محمد اقبال خان خا کوانی ، نہیں ۔ وہ ہم فقیروں کا شہر ہے کیونکہ وہاں سے مسلم لیگ (ن) گروپ کے چاروں ایم پی ایز جیتے ہیں ۔ دونوں ایم این اےمسلم لیگ (ن) گروپ کے جیتے ہیں ۔ اس لیے اسے سزا دی جا رہی ہے ۔

جناب سپیکر ، آپ بھی motion لے آئیے اس پر بھی بحث ہو جائے گی ۔

حافظ محمد اقبال خان خا کوانی ، جناب والا ' میں تنقید نہیں کر رہا ۔میں یہ حقیقت بیان کر رہا ہوں کہ اب جب کہ لوکل باڈیز نہیں ہیں' تمام کونسلرز نہیں ہیں' میئر یا ڈپٹی میئر نہیں ہیں ۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اخراجات کم ہوتے ۔ خدا نخواستہ خدا نخواستہ خدا نخواستہ اگر آج ہماری پنجاب اسمبلی نہ ہو ۔ تو جو پنجاب اسمبلی کے ارا کین پر خرچ ہوتا ہے ۔ جو اجلاسوں پر خرچ ہوتا ہے یقیناً وہ بچ جائے گا بچت ہو گی خدا نہ کرے ۔لیکن اسی طرح آپ اندازہ لگائیں کہ ہر میونسپل کارپوریشن میں 90/80 یا 100 کے قریب جو کونسلرز' میئر یا ڈپٹی میئر ہیں ان کے تھوڑے بہت جو مشاہرات یا ان کے جو بھی لوازمات ہیں اس وقت وہ بھی بچ رہے ہیں ۔ صرف ایک ایڈمنسٹریٹر ہے اس کے باوجود میں حلفاً کہتا ہوں اور وزیر صاحب جو کہ میرے بڑے بھائی اور دوست ہیں وہ اس بات کی تائید کریں گے کہ ہر کارپوریشن دیوالیہ ہے ۔ وجوہات کیا ہیں ؟ پچھلے بجٹ میں ہر کارپوریشن کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنے محصولات میں اتنے فی صد اضافہ کر لیں ۔اضافے کے باوجود ہر کارپوریشن دیوالیہ ہے ۔ وجوہات کیا ہیں؟ ظاہر ہے کہ کہیں کوئی leakege ہے تو میں سفارش کروں گا اور درخواست کروں گا کہ براہ مہربانی بلدیاتی نظام کو بحال کرائیں۔ آپس کی رسہ کشی میں پورے نظام کا بیڑہ غرق نہ کریں ۔

جناب سپیکر ، شکریہ بڑی مہربانی ۔ خواجہ ریاض صاحب! وزیر بلدیات کچھ کہنا چاہتے ہیں اس کے بعد آپ کو موقع دوں گا ۔ جی شاہ صاحب۔

وزیر بلدیات، جناب والا! میرے بھائی اقبال خا کوانی صاحب نے پہلی بات تو یہ کی ہے کہ پنجاب میں 11 میونسپل کارپوریشن ہیں ۔ 11 نہیں 8 ہیں۔

جناب سپیکر : چلیے۔

وزیر بلدیات : اور جہاں تک liabilities کی بات ہے انھوں نے بلدیاتی نظام کی بات کی ہے ۔ پچھلے سال یعنی 93-1994ء میں بلدیات کی expected income تھی میں یہ اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ ہمیں جو liabilities ورثے میں ملی ہیں وہ 7.96 ملین ہیں ۔ اور expected expenditures 8.26 million تھا۔ یعنی شروع سے ہی 30 کروڑ کی expect liabilities کر لیں ۔ اب پچھلے سال دسمبر تک 25 سے 30 کروڑ کے درمیان increase ہیں زیادہ آمدنی ہوئی ہے ۔ اب جو چیزیں ہمیں وراثت میں ملی ہیں ۔ میرے بھائی اقبال خا کوانی صاحب کہہ رہے تھے کہ ہم بائی پاس کر کے چلے جاتے ہیں ۔ خا کوانی ہیں جناب نواب سدوزئی جو زاہد سدو زئی تھا انھوں نے علی محمد خا کوانی سے حکومت چھینی تھی ۔ سیدوں نے نہیں چھینی تھی ۔ اس کے بعد نواب شجاع آ گئے وہ بھی سدوزئی تھے پھر نواب مظفر شہید ہم نے تو علی محمد خاکوانی سے کوئی زیادتی نہیں کی ہمارے بھائی ہیں ۔ یہ خود بتا دیں کہ جب ملتان میں بلدیاتی نظام معرض وجود میں تھا اگر یہ اس سابقہ دور سے مطمئن ہیں تو پھر ان کو جو تکالیف آج پہنچی ہیں میں ایک ہفتے کے اندر ان کا ازالہ کرنے کو تیار ہوں ۔ سابقہ دور میں جو کچھ ان کے سامنے ہوا ہے ہم نے ان کو بھی توضیح کرتا ہے ۔ تو میری یہی گزارشات تھیں یہ ہمارے بھائی ہیں ہم انشاء اللہ تعالیٰ انکم میں بھی plus میں جا رہے ہیں اور باقی جو liabilities ہیں ان کو بھی آہستہ آہستہ ادا کر رہے ہیں ۔ یہ بات بالکل بجا ہے کہ ہر جگہ problem ہے I admit it.

جناب سپیکر : جی سردار حسن اختر موکل صاحب! I call the House to order

سردار حسن اختر موکل : جناب والا! میری یہ گزارش ہے کہ میری ایک تحریک التوائے کار نمبر 18 ہے یہ ایک محکمے کے ان چھوٹے ملازمین کے سلسلے میں ہے جن کے ساتھ ظلم و زیادتی کی انتہا یہ ہے کہ ان کی تنخواہیں بند ہیں ۔ یہ رمضان شریف ہے اور آگے عید آ رہی ہے ۔۔۔۔

جناب سپیکر : کیا یہ reject ہو گئی ہے ؟

سردار حسن اختر موکل : نہیں جناب والا

جناب سپیکر : تو پھر ؟

سردار حسن اختر موکل ، میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آپ ذرا اس کو پہلے سے آئیے اسے out of turn لے لیں۔

جناب سپیکر ، میرا خیال ہے کہ ابھی ہاؤس چل رہا ہے ۔ کل بھی چلے گا۔ لے لیں گے لازماً لے لیں گے ۔

سردار حسن اختر موکل ؛ جناب والا ' یہ کافی اہم ہے ۔

جناب سپیکر ، اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جو دوسری ہیں وہ کم اہم ہیں ۔ تو میرا خیال یہ ہے کہ میں اس کا موقع نکال لوں گا۔

سردار حسن اختر موکل ، جناب والا ' دیکھ لیجے ۔ یہ اہم اس لیے ہے کہ ایک ہزار خاندان بغیر تنخواہوں کے بیٹھا ہوا ہے ۔

جناب سپیکر ، سردار صاحب ! میری بات سنیں آپ کو یاد ہے کہ یہ reject ہو گئی تھی ۔ میں نے اسے دوبارہ admit کیا ہے ۔ میری پوری کوشش ہو گی کہ اس پر بات ہو جائے ۔ آج نہیں تو کل ہو جائے گی ۔ اگر کل کوئی ایسی situation ہوئی تو میں اسے out of turn لے لوں گا۔ لیکن آج order پر چلنے دیجے ۔

سردار حسن اختر موکل ، جیسے آپ کی مرضی ۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ایک ہزار خاندان بغیر تنخواہ کے بیٹھا رہے ۔

جناب سپیکر ، خواجہ ریاض محمود صاحب ـــــ خواجہ صاحب ناراض ہو جایا کرتے ہیں کہ جب ان کی باری آتی ہے تو پھر کچھ اور کام شروع ہو جاتا ہے ۔ جی خواجہ ریاض محمود صاحب ۔

خواجہ ریاض محمود ، میاں عبدالستار صاحب کے پاس کاپی ہے وہی تحریک پڑھیں گے ۔

جناب سپیکر ، میاں صاحب تحریک پیش کریں گے ؟

میاں عبدالستار ، جناب والا ! تحریک میں پڑھ دیتا ہوں ۔

جناب سپیکر ، اچھا ۔

میٹروپولیٹن کارپوریشن لاہور کے ترقیاتی کاموں کے ٹینڈر منظور کرنے میں بے قاعدگی

-----(جاری)

میاں عبدالستار : ہم یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہیں گے کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ معاملہ یہ ہے کہ میٹروپولیٹن کارپوریشن لاہور میں جنوری 1995 کے پہلے ہفتے کے دوران -----

جناب سپیکر : میاں صاحب یہ پیش ہو چکی تھی اس کا تو جواب دینا ہے۔ آپ ہی نے پیش کی تھی یہ pend ہوئی ہے ذرا جواب سن لیتے ہیں۔ جی لاء منسٹر صاحب! آپ اس کا جواب دینا پسند فرمائیں گے؟

وزیر بلدیات : جناب والا گزارش یہ ہے کہ ۲۰۳ ترقیاتی کاموں کے لیے تقریباً ۵ کروڑ روپے کے ٹنڈر ہم نے طلب کیے تھے جن کی اشاعت مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۹۴ء کو روزنامہ نیشن ۲۷ دسمبر کو روزنامہ پاکستان اور ۲۸ دسمبر ۱۹۹۴ء کو روزنامہ وفاق میں کی گئی۔ شرائط کے مطابق ۵ جنوری ۱۹۹۵ء تک جو نوٹس ہوتا ہے اسے بھی ہم نے پورا کیا۔ ۸ جنوری کو ہم نے یہ ٹنڈر داخل کیے' بعد ازاں قانون اور ضابطے کے مطابق ہر زون کے متعلقہ میونسپل انجینئر ' اکاؤنٹس آفیسر ' آڈٹ آفیسر اور ٹھیکیدار کی موجودگی میں بروقت ٹنڈر کھولے۔ اس کے بعد کچھ ٹھیکیدار صاحبان نے شکایت کی اس مقصد کے لیے انہوں نے کام رکوانے کے لیے ارشد اقبال سول جج لاہور کی عدالت میں مقدمہ بھی دائر کیا اور اس تحریک التوائے کار کے آنے سے پہلے جب یہ بات میرے نوٹس میں لائے تو میں نے اس کا فوری نوٹس لیا اور میں نے کہا کہ یہ آپ ٹنڈر ابھی نہ کھولیں' قانون اور ضابطے کے مطابق ٹنڈر کھولیں۔ اس کے باوجود اگر کسی جگہ کوئی بے ضابطگی ہوئی ہے تو خواجہ صاحب یا میاں عبدالستار صاحب میرے نوٹس میں لے آئیں میں ان کے ساتھ پورا تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں ہوگی۔ مگر میں یہ بھی وضاحت کردوں کہ کچھ ٹھیکیدار جن کو کام الاٹ نہیں ہوا وہ شور مچا رہے ہیں۔ جناب والا! آپ کو تو معلوم ہے کہ وہاں پر مقابلہ ہوتا ہے اور جو سب سے کم ریٹ دیتا ہے اس کو ٹھیکہ مل جاتا ہے۔ تو جن ٹھیکیداروں کو کام الاٹ نہیں ہوا وہ اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں خواجہ ریاض صاحب یا میاں عبدالستار صاحب اگر کوئی نشاندہی کریں کہ وہاں پر کوئی ہیرا پھیری ہوئی ہے تو میں اس کا پورا پورا ایکشن لوں گا اور نوٹس لوں گا۔

جناب سپیکر : میاں صاحب! وزیر موصوف کے اس بیان کے بعد آپ کی کوئی تسلی ہوتی ہے .....

میاں عبدالستار : جناب والا! اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹنڈر طلب کیے گئے لیکن وہاں پر ہوا یہ ہے کہ چیف انجینئر کے کمرے میں بیٹھ کر سارے ٹنڈر آپس میں بانٹ لیے گئے اور اس کا پول کیا گیا۔ ٹنڈر ہوئے ہیں اخبارات میں بھی آیا ہے ٹھیکیداروں نے ٹنڈر بھی دیے ہیں لیکن اس کے بعد آپس میں پول کر لیا گیا اور یہ بڑا گھپلا وہاں پر کیا گیا ہے جن لوگوں کے کم ریٹ تھے ان کو نظر انداز کر دیا گیا' ٹھیکیداروں اور افسروں نے آپس میں مل کر پول کیا ہے اور اپنی مرضی کے جو ٹھیکیدار تھے ان کو ٹھیکے دے دیے گئے ۔

جناب سپیکر : خواجہ صاحب آپ بھی کچھ کہنا چاہیں گے ؟

خواجہ ریاض محمود : جناب والا! جو بات میاں عبدالستار صاحب نے کہی ہے میں بھی اس کی تائید کروں گا کہ لاہور میونسپل کارپوریشن کے چیف انجینئر اور دوسرے میونسپل انجینئروں نے وہ ۲۰۲ ٹھیکے اپنی پسند کے تحت پول سسٹم کے تحت الاٹ کر دیے اور وزیر صاحب جو یہ فرما رہے ہیں کہ ان ٹنڈرز کو کھولا گیا۔ میں کہتا ہوں کہ ٹھیک ہے ان ٹنڈر کو کھولا گیا ہوگا لیکن کھولنے سے پہلے ان کا سودا ہو گیا تھا۔ آپس میں ملی بھگت کر کے اور ریٹ طے کر کے اس میں ٹنڈر ڈال دیے ۔ باغ کا مالی ہی جب باغ کا دشمن بن جائے تو پھر وہاں پر کسی اور کو پھول توڑنے کی کیا ضرورت رہتی ہے وہ مالی ہی گلشن کو برباد کر لیتا ہے ۔ انہوں نے تو اس طرح کیا ہے وہ تو اخبارات نے بھانڈا پھوڑا ہے کہ اس طرح دو نمبر کے ٹھیکیداروں کو اصل ٹھیکیداروں پر سبقت دے دی گئی ہے ۔ اس طرح وہ یہ ٹھیکے آگے بیچیں گے اور لاہور کی سڑکیں نہیں بنیں گی' کمزور قسم کا میٹریل استعمال ہوگا جس سے ملک اور قوم کا نقصان ہوگا ۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چیف انجینئر یا متعلقہ انجینئروں کے خلاف کارروائی کی جائے۔ ہمیں یہ بات معلوم ہے کہ وزیر موصوف کے علم میں جب یہ بات آئی تو انہوں نے فوری طور پر ان ٹنڈروں کو کینسل کر دیا لیکن ایڈمنسٹریٹر نے اسے کل تک کینسل نہیں کیا تھا آج آپ اخبارات میں پڑھیں کہ وہ دونوں ٹھیکیداروں کے جو گروپ تھے کارپوریشن کے آفس کے اندر چیف انجینئر کے آفس کے اندر ایڈمنسٹریٹر کے آفس کے اندر دہشت یاری ہوئی گالیوں کا تبادلہ ہوا اور سرکاری ادارے کا اس طرح سے تمسخر اڑایا گیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ سرکاری ادارے کی بدنامی کے سوا یہ اور کیا ہے ۔ اس لیے میں یہ درخواست کروں گا کہ اس قسم کے افسران جو لاہور کی سڑکوں کو بیچتے ہیں اس طرح کے سودے

کرتے ہیں اور اس کے باوجود وہ وہاں پر بیٹھے رہیں اور ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہو تو پھر خدا ہی حافظ ہے ۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔

جناب سپیکر ، جناب سید ناظم حسین شاہ ۔

وزیر بلدیات ، جناب والا! جس طرح خواجہ ریاض محمود صاحب فرما رہے ہیں کہ آج کے اخبار میں خبر آئی ہے ' میں نے آج یہاں آنے سے پہلے اس کا نوٹس لیا ہے اور وہ خبر میں نے بھی پڑھی ہے۔ انہوں نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ جب یہ بات میرے علم میں آئی تو میں نے فوراً اس کا نوٹس لے کر وہ ٹنڈر روک دیے اور اب بھی میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہاں پر پول نہیں ہوا بلکہ قواعد وضوابط کے مطابق ٹنڈر کھولے گئے ہیں اس کے باوجود چونکہ میاں عبدالستار صاحب یا خواجہ صاحب جو ہمارے معزز بھائی ہیں اگر اس بات کی نشاندہی کر دیں کہ انہوں نے واقعی ہی پول کیا ہے اور ہیرا پھیری کے وہ مرتکب ہوئے ہیں تو میں ہر قسم کی انکوائری کے لیے اب بھی تیار ہوں اور کسی بھی آفیسر کے ساتھ کوئی رو رعایت نہیں کی جائے گی ۔ مگر صرف اس بناء پر کہ کچھ ٹھیکیداروں کو کام نہیں ملا تو وہ پریشر ڈال کر اگر بلیک میل کرنا چاہتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی درست بات نہیں ہے اور ایمانداری کے زمرے میں نہیں آتا۔

جناب سپیکر ، میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ اس بات کے لیے تیار ہیں کہ لاہور کارپوریشن میں جو ٹھیکے دیے گئے ہیں اگر ان میں کسی طرح کا بھی کوئی گھپلا ہے تو آپ متعلقہ لوگوں کو جن کی وجہ سے یہ غلط کام ہو رہا ہے انہیں سزا دینے کے لیے تیار ہیں ۔

وزیر بلدیات ، جی بالکل۔

جناب سپیکر ، اور اس کا بہترین انتظام کرنے کے لیے بھی تیار ہیں ۔ میں اس یقین دہانی کے بعد سمجھتا ہوں وزیر بلدیات جنہوں نے پہلے بھی اس سلسلے میں بقول آپ کے اپنے بہت سے اچھے اقدامات کیے ہیں انہیں موقع دیجیے کہ وہ مزید کوئی کارروائی اگر کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی کریں ۔ اور اگر کوئی ایسی بات ہوئی جس میں آپ کو عدم اطمینان ہوا تو آپ دوبارہ یہ موشن لے آئیے گا ' میں خود لاہور شہر کا ایک نمائندہ ہوں اور میں بھی یہ حق رکھتا ہوں اور میری بھی یہ سوچ ہے کہ اگر لاہور میں اچھی مثال قائم نہیں ہوگی تو دوسرے بلدیاتی اداروں میں بھی مشکل پیش آئے گی ۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ پنجاب کے دارالحکومت میں جو لاہور میٹرو پولیٹن کارپوریشن ہے وہاں پر انتظامات ٹھیک ہوں ۔ آپ نے

وہاں پر ایڈمنسٹریٹر بھی مقرر کیے ہیں امید کرنی چاہیے کہ آپ کی کوششوں کو کامیابی حاصل ہوگی -

تحاریک التوائے کار کا وقت اب ختم ہوتا ہے -

جناب ارشد عمران سلہری ، پوائنٹ آف آرڈر - جناب سپیکر! لاہور کی بات ہوئی ہے تو اس حوالے سے میں بھی بات کرنا چاہتا ہوں .....

جناب سپیکر ، وقت تو ختم ہو گیا ہے چلیں آپ بات کرلیں ابھی ہم نے آگے کام شروع نہیں کیا۔

جناب ارشد عمران سلہری ، جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ جیسے آپ نے بھی اور وزیر موصوف نے یہ کہا ہے کہ لاہور کارپوریشن سے متعلق تعمیرات کے سلسلے میں یا اس محکمے میں کوئی ہیرا پھیریاں ہیں تو ان کو سامنے لایا جائے - جناب سپیکر میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آج سے چند ماہ پیشتر لاہور کارپوریشن نے سنگر کمپنی سے لاہور کے دستکاری سکولوں کے لیے لاکھوں روپے کی مشینیں خرید کی تھیں۔

جناب سپیکر ، آپ ایجنڈے سے ذرا باہر جا رہے ہیں اگر کوئی ایسی بات ہے تو آپ تحریک لے آئیں آج ہی لے آئیے میں کل اسے لے لوں گا۔

جناب ارشد عمران سلہری ، ٹھیک ہے - مہربانی -

جناب سپیکر ، ذرا طریقے سے چلیں تو بہتر ہے - اب سرکاری کارروائی شروع ہوتی ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، پوائنٹ آف آرڈر -

جناب سپیکر ، جی' سردار ذوالفقار علی کھوسہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! آپ نے کل اپوزیشن کے دو ارکان اور حکومتی بنچز سے دو ارکان نامزد کیے تھے۔ جن سے آپ نے چودھری پرویز الٰہی صاحب کو اسمبلی میں لانے کے بارے میں گفتگو کرنی تھی۔ آج مجھے ہمارے ان ساتھیوں نے جنہیں آپ نے مدعو کیا تھا۔ بتایا ہے کہ آپ نے وہ stand بالکل چھوڑ دیا ہے جب کہ آپ نے پہلے کہا تھا کہ میں مشورہ کرلوں۔ اس کے بعد کوئی قدم اٹھاؤں گا۔ ہم نے جناب والا! آپ سے یہ درخواست نہیں کی تھی کہ آپ کے آئینی ' قانونی اختیارات ہیں' ان اختیارات کے تحت آپ چودھری پرویز الٰہیٰ صاحب کی حاضری یقینی بنائیں۔ یہ ہم نے کبھی نہیں کہا۔ ہم نے صرف یہ کہا تھا ' آپ سے ہم نے بحیثیت سپیکر اپیل کی ' بحیثیت اس ایوان کے

نگران آپ اخلاقاً ایک کوشش کریں کہ ان کو یہاں لایا جائے۔ بنکنگ کی جو عدالت ہے اس سے یا حکومت سے آپ ہمارے قائد حزب اختلاف کے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ بحیثیت سپیکر آپ ان سے یہ درخواست کریں۔ آپ حکم نہیں دے سکتے، یہ آپ کا آئینی اختیار نہیں ہے۔ لیکن درخواست تو کریں کہ ایام اسمبلی کے دوران ان کو یہاں لایا جائے:

جناب سپیکر، کھوسہ صاحب! آپ کو آپ کے ساتھیوں نے یقیناً پوری طرح بریف کیا ہوگا۔ اور میرا خیال ہے کہ اس میں انہوں نے آپ کو غیر جانبداری سے بتایا ہوگا کہ اس پر تفصیلی ڈسکشن ہوئی اور میں نے کوشش کی کہ ان کی موجودگی میں ہی ایڈووکیٹ جنرل صاحب بھی تشریف لے آئیں ۔ تو وہ بھی تشریف لے آئے۔ ان کو اس وقت تک روکا گیا۔ اور اس میں جو بھی گفتگو ہوئی، اس کے نتیجے میں میں یہی فیصلہ کرسکا ہوں کہ میرے پاس جب تک اپنی درخواست back کرنے کے لیے کوئی گراؤنڈ نہ ہو میں وہ درخواست دے کر سپیکر کے منصب کو embarrassment میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ اس لیے میں اس سلسلے میں اپنے آپ کو معذور سمجھتا ہوں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! ہمیں بھی سپیکر کے منصب کا اتنا ہی احترام ہے جتنا کہ آپ خود کرتے ہیں۔ ہم بھی قطعاً نہیں چاہتے کہ آپ کے منصب کو کسی طرح embarrass کیا جائے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، میں آپ کو موقع دوں گا۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، ایک درخواست کرنا، ظاہر ہے وہ کوئی قانونی نکتہ اٹھائیں گے، کوئی عدالتی point of view پیش کریں گے ۔ اور اس پر اگر وہ آپ کی درخواست کو مسترد کر دیتے ہیں۔ تو اس میں آپ کے منصب کی نہ کوئی سبکی ہوتی ہے اور نہ کوئی دھبہ پڑتا ہے۔ میرے خیال سے آپ اتنی تو اخلاقی جرات کیجئے گا کہ ہاؤس کے اپوزیشن لیڈر کو یہاں موجود کرنے کے درخواست دے دیں۔

جناب سپیکر: میں نے اسی لیے یہ ساری کارروائی کی ۔ اور اسی سلسلے میں معذرت بھی کر رہا ہوں۔ کہ میں سارا کچھ سننے کے بعد اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔ جناب وصی ظفر صاحب۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! میری اس میں گزارش یہ ہے -

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، (کھڑے ہوئے۔)

جناب سپیکر، میں نے انہیں موقع دیا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، اس رویہ پر ہم احتجاجاً علامتی واک آؤٹ کرتے ہیں۔(اور اپوزیشن اس مرحلہ پر واک آؤٹ کر گئی)

جناب سپیکر، جناب وصی ظفر۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! میں اسے تھوڑا سے legal عرض کر دوں اور یہ صرف دو لائنوں کا ہے۔(قطع کلامیاں)

MR. SPEAKER: I call the House to order.

چودھری محمد وصی ظفر، ایک تو جناب کے پاس کوئی ایسا اختیار بھی نہیں ہے جیسا کہ قومی اسمبلی کے سپیکر صاحب کے پاس ہے کہ وہ حکومت کو کہہ سکیں۔ یہ تو ایک قدم آگے جو بات ہے وہ بڑی مبہم سی بات ہے کہ سپیکر صاحب جو ہیں وہ پٹیشنر بن کے کورٹ میں یہ ان کی ڈیمانڈ لے جائیں جو کہ نہ صرف انتہائی unprecedent and illogical ۔ بلکہ پوری دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور نہ مل سکتی ہے۔ سپیکر کا جو stature ہے یا اس کا جو آفس ہے ہاؤس کا سربراہ ہونے کی وجہ سے وہ سپریم ہے کورٹ سے اوپر ہے۔ اور یہ admitted factor تمام ڈیموکریسز میں اسی طرح ہے۔ اور اس کی جو واضح legal پوزیشن ہے وہ سپریم کورٹ پی ایل ڈی ۱۹۹۲ء کے صفحہ ۵۵۹ پر بڑا ہی elaborately discuss کیا ہوا ہے۔

> The law regarding political parties, mode of election, the entire structure of government as embodies in the Constitution, ...

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب والا! شاہ نواز چیمہ صاحب کو اپوزیشن کو لانے کے لیے بھیج دیجئے۔

جناب سپیکر، شاہ نواز چیمہ صاحب تو تشریف نہیں رکھتے۔ میں محترم افضل سندھو صاحب سے درخواست کروں گا اور ذار صاحب آپ تھوڑی دیر انہیں آرام سے بیٹھنے کاموقع دیں' میرا خیال ہے کہ ہمارے فتیانہ صاحب کو بہت کام کرنا پڑتا ہے اور ہاؤس کے اندر بھی ان کو مصروف رکھا جاتا ہے۔ تھوڑی دیر ذار صاحب انہیں موقع دیں۔ اور آپ محترم افضل سندھو صاحب کے ساتھ جا کر اپوزیشن کو منا کر واپس لائیں۔ فتیانہ صاحب آپ آرام کریں۔ جی وصی ظفر صاحب۔۔۔

CHAUDHRY MUHAMMAD WASI ZAFAR: . . the powers and privileges of the President and other functionaries of the government will be open to question. Indeed, the very basis on which the Constitution is founded namely the trichotomy of powers, i.e. that the three great organs of the State have their own particular spheres of authority wherein they exercise their respective powers or the system of checks and balances could be challenged, alongwith all the ancillary provisions embodied in the 1973-Constitution in relation thereto.

Thus, instead of making the 1973-Constitution more purposeful, such an interpretation of Article 2-A, namely that it is in control of all the other provisions of the Constitution . .

اس میں جناب میری submission یہ ہے کہ اس کو آرٹیکل 2(a) کے تحت پہلے بھی یہ معاملہ کورٹس میں آیا، آصف زرداری صاحب کے معاملے میں جناب والا کورٹس نے یہی ہولڈ کیا کہ یہ اس طرح مناسب نہیں ہے۔ اس کے بعد amendment آئی۔ اور یہ پہلے بھی جو آئے ہیں اپنی application اور پیٹیشن دینے کے بعد آئے ہیں۔ at least پیٹیشنر جو ہیں وہ کورٹ کو move تو کریں کہ میں آنا چاہتا ہوں یا نہیں۔ جب تک وہ خود move ہی نہیں کرتے تو ان کے behalf پر کوئی اور move نہیں کر سکتا۔

جناب سپیکر: جی، بجا ہے۔ میں اس ساری بحث کو سن چکا ہوں۔ آپ کی مہربانی۔ اور میں تمام حاضرین کو اور پریس کو بھی یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اس معاملے میں جو بے احتیاطی کی جاتی ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ میں قاعدے قانون کے بغیر بہت کچھ کرسکتا ہوں۔ میں اپنے قواعد کا پابند ہوں اور میں اسی کے دائرے میں رہ کر کچھ کرسکتا ہوں اس لیے جو حضرات یہ رائے رکھتے ہیں وہ احتیاط کریں اور قاعدے قوانین کو پہلے دیکھیں۔ اس کے بعد مجھے ہدف تنقید بنائیں۔ سپیکر کے لیے یہ انتہائی ضروری ہے۔ اگر وہ بھی قاعدے قوانین کا پابند نہیں، وہ بھی اپنے قواعد سے آگے تجاوز کرتا ہے تو پھر وہ

باقیوں کو کیسے کہہ سکے گا کہ وہ قاعدے قوانین کے مطابق چلیں۔ اس لیے ہم آگے بڑھتے ہیں۔

مسودات قانون

جناب سپیکر: اب ہم سرکاری کارروائی کو take up کرتے ہیں۔

وزیر قانون: جناب والا! میں چاہتا تھا کہ legislation کا سلسلہ ہے اور اراکین اپوزیشن اندر آجائیں تو اس کے بعد شروع کیا جائے۔ بہرحال میں ان کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ وہ تشریف لے آئیں۔ ہم نے جو فاضل اراکین باہر بھیجے ہوئے ہیں ۔ اپوزیشن اراکین ان کی بات سننے کے بعد فوراً آجائیں۔

جناب سپیکر: امید کرنی چاہئیے وہ جلدی شامل ہوجائیں گے ۔ آپ بات تو کیجئے۔

مسودہ قانون (ترمیم) دی پنجاب ہیلتھ فاؤنڈیشن، مصدرہ 1995ء

MINISTER FOR LAW: I move:-

> That the Punjab Health Foundation (Amendment) Bill, 1994, as recommended by the Standing Committee on Health be taken into consideration at once

MR. SPEAKER: The motion moved:-

> That the Punjab Health Foundation (Amendment) Bill, 1994, as recommended by the Standing Committee on Health be taken into consideration at once

جناب سپیکر: اپوز کرنے کے لیے کوئی موجود نہیں ہے ۔ ہم تھوڑی دیر انتظار کر لیتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! انتظار کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب! آپ کے خیال میں کتنا انتظار کرنا چاہیے؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں اس لیے چاہتا تھا کہ تھوڑی دیر انتظار کر لیا جائے کہ سیاسی کش مکش کے ماحول میں بڑے عرصے کے بعد ہماری اسمبلی کا موجودہ سیشن بڑی افہام و تفہیم کے ساتھ چلا ہے اور اپوزیشن اراکین آج موجود ہیں اور یہ قانون سازی کا معاملہ ہے ۔ جب وہ اس میں حصہ لینا چاہتے

ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ وہ اس میں شامل ہوں۔ بزنس کے لحاظ سے ہمارے پاس ابھی کافی وقت ہے۔
جناب سپیکر، از راہ کرم افضل سندھو صاحب تکلیف فرمائیں اور دوبارہ اپوزیشن سے رابطہ قائم کریں۔
وزیر قانون، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ انھیں موقع فراہم کیا جائے کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔

جناب سپیکر : لاء منسٹر صاحب ! کیا خیال ہے ؟

وزیر قانون، جناب سپیکر ! غالباً کوئی فیصلہ ہو گیا ہے کیونکہ دروازہ کھلا ہے ۔

(اس مرحلہ پر حزب اختلاف ایوان میں تشریف لے آئی) (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر : وزیر قانون صاحب نے یہ تحریک پیش کی ہے :

That the Punjab Health Foundation (Amendment) Bill, 1994, as recommended by the Standing Committee on Health, be taken into consideration at once.

سید تابش الوری : جناب والا ! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں ۔

جناب سپیکر : لاء منسٹر صاحب ! آپ اپنی موشن کی حمایت میں کوئی بات کرنا چاہتے ہیں ؟

وزیر قانون، جناب سپیکر ! تابش الوری صاحب اس پر کچھ کہیں گے تو پھر میں conclude کروں گا کیونکہ انہوں نے oppose کیا ہے ۔ پہلے انہیں بات کرنی ہے کہ وہ کس گراؤنڈ پر oppose کررہے ہیں ۔ پھر میں اسے conclude کروں گا ۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے ۔ آپ principles اور general provisions پر پہلے بات نہیں کرنا چاہتے ۔

وزیر قانون، جناب سپیکر ! جب conclude کروں گا تو اس وقت principles اور اعتراضات کا جواب بھی آجائے گا۔

جناب سپیکر : جناب سید تابش الوری !

سید تابش الوری : جناب سپیکر ! وزیر قانون نے قانون Health Foundation Punjab, 1994 کے عنوان سے جو بل آج ایوان میں پیش کیا ہے اس میں ایک بنیادی تبدیلی کرنا مقصود ہے اور وہ

تبدیلی یہ ہے کہ حکومت اختیار لینا چاہتی ہے کہ Health Foundation Board کو کسی بھی وقت وہ دوبارہ تشکیل دے سکتی ہے ۔ جناب والا ! یہ ایکٹ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ۱۹۹۲ء میں میاں نواز شریف صاحب کے دور حکومت میں غلام حیدر وائیں (مرحوم) کا ایک کارنامہ تھا ۔ انہوں نے ہیلتھ سیکٹر کو پنجاب میں ترقی دینے کے لیے اور اسے مالی امداد فراہم کرکے زیادہ فعال اور متحرک بنانے کے لیے یہ بل پیش کیا تھا ۔ جس کے ذریعے ایک ہیلتھ فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں آنا تھا ۔ اور اس ہیلتھ فاؤنڈیشن کے امور کو چلانے کے لیے' اس کے نظم ونسق کی نگرانی کرنے کے لیے اور اس کی حکمت عملی طے کرنے کے لیے اور اس کے لیے آئندہ اقدامات تجویز کرنے کے لیے ایک بورڈ کا قیام عمل میں آنا تھا ۔ جسے ہیلتھ فاؤنڈیشن بورڈ کا نام دیا گیا تھا ۔ جناب والا! بورڈ کے سپرد یہ کام تھا کہ وہ پنجاب بھر میں صحت اور معالجے کے امور کی ترقی کے لیے 'فروغ کے لیے اقدامات تجویز کرے اور ایسے ادارے بنانے کے لیے تدابیر بروئے کار لائے جو عوام کو' سسکتی ہوئی انسانیت کو اور بیماریوں کو ختم کرنے کے لیے حکومت کے فرائض میں ہاتھ بٹائے ۔ بورڈ کے سپرد یہ بھی کام تھا کہ وہ غیر تجارتی بنیاد پر ایسے اداروں کے قیام کی سرپرستی کرے جو غریب اور متوسط درجے کے لوگوں کو علاج فراہم کرنے کے لیے سہولتیں پیدا کرسکے ۔ بورڈ کا یہ بھی مقصد تھا کہ صحت کے ایسے ادارے قائم کیے جائیں اور انہیں حکومت کی طرف سے مالی گرانٹ دی جائے تاکہ وہ منافعوں کی بجائے خدمت کی بنیاد پر معالجے کی سہولتیں فراہم کرسکے ۔ بورڈ کا یہ بھی کام تھا کہ وہ ایسے اداروں کو قرضے کی فراہمی میں مدد دے اور نئے ڈاکٹرز جو ایم بی بی ایس کرکے یا اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے اپنے کلینک قائم کرنا چاہتے ہیں انہیں کلینک کے قیام کے سلسلے میں نہ صرف قرضے فراہم کرے بلکہ انہیں سرکاری اراضی لیز پر دینے کا اہتمام بھی کرے ۔ جناب والا! یہ وہ بنیادی مقاصد تھے جن کے لیے ہیلتھ فاؤنڈیشن کا قیام ۱۹۹۲ء میں عمل میں آیا تھا ۔ اور پورے صوبے میں صحت کے حلقوں کی طرف سے' عوامی اور جمہوری حلقوں کی طرف سے اس خیال کا' اس تجویز کا بہت خیر مقدم کیا گیا تھا ۔ وہ ہیلتھ فاؤنڈیشن بورڈ اور ہیلتھ فاؤنڈیشن عمل میں بھی آیا ۔ لیکن ماضی کی حکومت کو یہ موقع نہیں مل سکا ۔ وائیں (مرحوم) جس خیال کو' جس خواب کو عملی تعبیر دینا چاہتے تھے وہ مکمل طور پر اس کی تعبیر فراہم نہیں کرسکے تو ان کے بعد آنے والی حکومت کا یہ فرض تھا کہ اس اچھے مقصد کی خاطر' اس اچھے پروگرام کی خاطر وہ ایک جامع حکمت عملی تیار کرتی اور صوبے میں صحت اور معالجے کے فروغ کے لیے اور صحت سے متعلق اداروں کے قیام کے لیے عملی اقدامات کرتی ۔ لیکن ہمیں یہ دیکھ کر مایوسی ہوتی ہے کہ موجودہ حکومت نے صرف اس خیال

سے کہ ہیلتھ فاؤنڈیشن وائیں (مرحوم) کا کارنامہ تھا اور اب اگر اس سلسلے میں کوئی مثبت کارروائی کی جائے گی تو اس کا کریڈٹ انھیں ہی جائے گا۔ اس منفی انداز فکر کی وجہ سے ہیلتھ فاؤنڈیشن اور اسی طرح سے ایجوکیشن فاؤنڈیشن کو بے نیازی اور بے توجہی کا شکار بنا دیا گیا ہے۔ میرے علم میں ایسا کوئی عملی پروگرام اور خاکہ موجود نہیں جو ہیلتھ فاؤنڈیشن نے بنایا ہو اور جس پر عملدرآمد ہو گیا ہو۔

جناب والا! آپ سے بہتر کون جانتا ہے کہ انسانی صحت معاشرے کے لیے کتنی غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ ایک بیمار قوم ' ایک بیمار فرد کبھی متحرک اور فعال نہیں ہو سکتا اور ایک بیمار قوم کبھی اقوام عالم میں اپنا مقام اور اپنا رتبہ حاصل نہیں کر سکتی۔ اس لیے ترقی یافتہ قومیں انسانی صحت کو سب سے زیادہ ترجیح دیتی ہیں۔ انسانی صحت کے لیے سب سے زیادہ پروگرام ترتیب دیے جاتے ہیں اور اس کے لیے سب سے زیادہ بجٹ تفویض کیا جاتا ہے لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے ملک میں ' ہمارے صوبے میں نہ صرف یہ کہ بیماریاں بڑھ رہی ہیں' نہ صرف یہ کہ علاج کی سہولتیں کم سے کم ہوتی جا رہی ہیں' نہ صرف یہ کہ ادویات کو اتنا مہنگا کیا جا رہا ہے کہ وہ عام آدمی کے لیے ناقابل خرید بنتی جا رہی ہیں بلکہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ حکومت نے اس سلسلے میں سرد مہری کا انداز اختیار کر رکھا ہے۔

جناب والا! اس لیے اس بات کی ضرورت تھی کہ پہلے تو اس ایکٹ کو جن مقاصد کے لیے بنایا گیا تھا اس کی تکمیل کی جاتی۔ اس کو عملی جامہ پہنایا جاتا اور پھر اس ایوان میں آ کر یہ بتایا جاتا کہ ہم نے ہیلتھ فاؤنڈیشن کے ذریعے ان ان مقاصد کی تکمیل کر لی ہے اور اب ہمیں یہ رکاوٹیں ہیں' یہ معاونیات ہیں جن کی وجہ سے ہم اپنی پالیسز کو آگے نہیں بڑھا سکتے۔ اس لیے اس میں ہم ان ترامیم کو لے کر آ رہے ہیں۔

جناب والا! جو ترمیم تجویز کی جا رہی ہے وہ بورڈ کی تشکیل نو کا اختیار حاصل کرنا ہے۔ میرے نزدیک اس ترمیم کی سرے سے ضرورت ہی نہیں ہے۔ یہ ترمیم غیر ضروری ہے ' اضافی ہے' superfluous ہے۔ اس لیے کہ جو بنیادی ایکٹ موجود ہے اس میں واضح طور پر گورنمنٹ کے لیے پہلے ہی یہ اختیار موجود ہے کہ وہ ڈائرکٹرز کا تقرر کر سکتی ہے۔ انھیں ہٹا سکتی ہے اور ایک مقررہ میعاد کے بعد دوبارہ اس بورڈ کو تشکیل دیا جا سکتا ہے۔

جناب والا! میں ایکٹ کی دفعہ (۴) کا حوالہ دوں گا جس میں کہا گیا ہے۔

There shall be a Board of Directors of the Foundation consisting of such number of official and non-official

members including the Chairman as may be appointed by the Government.

تو اس کلاز کے تحت حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ سرکاری اور غیر سرکاری ڈائرکٹرز کو appoint کرنے کا کسی وقت بھی اختیار رکھتی ہے۔ پھر یہ بھی کہہ دیا گیا ہے۔

The Government may remove a Director on the ground of inefficiency, unsuitability or mis-conduct after giving him an opportunity of being heard.

جناب والا! اس کے تحت اگر کسی ڈائرکٹر کو ہٹانا مقصود ہے تو اس کا اختیار بھی موجود ہے۔ اگر کسی ڈائرکٹر پر mis-conduct کا الزام ہے تو اسے بھی ہٹایا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی ڈائرکٹر حکومت کی نظر میں مناسب نہیں ہے یا وہ مناسب دلچسپی نہیں لے رہا تو اس کو بھی حق صفائی دینے کے بعد حکومت کو ہٹانے کا اختیار حاصل ہے۔ ایسی شکل میں بورڈ کی تشکیل نو کا اختیار لینا قطعتاً اضافی اور غیر ضروری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا مقصد ڈائرکٹرز کی appointment کا اختیار لینا نہیں ہے کیونکہ وہ اختیار تو پہلے سے موجود ہے اور یہ جو بورڈ ہے اس کی میعاد تین سال مقرر کی گئی ہے کہ یہ بورڈ اور جو ڈائرکٹرز ہیں ان کی میعاد تین سال ہو گی اور یہ بھی اختیار دے دیا گیا ہے کہ اگر ان ڈائرکٹرز میں سے کسی کو re-appoint کرنا ہو تو اس کا بھی اختیار origional Act میں موجود ہے۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اس ترمیم کی ڈائرکٹرز کی appointment کے لیے قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کا mala-fide یہ ہے' اس میں نیت یہ ہے کہ وہ اس بورڈ کو اور اس کے ان ارکان کو ختم کرنا چاہتی ہے جو origionally پہلے سے حکومت نے مقرر کیے۔ وہ سارے کے سارے بورڈ کو ختم کرنا چاہتی ہے اور وہ یہ اختیار لینا چاہتی ہے کہ ایک تلوار بورڈ کے سر پر لٹکتی رہے۔ ان کے ارکان غیر محفوظ اور عدم تحفظ کا شکار رہیں کہ معلوم نہیں کس وقت حکومت کے جنبش ابرو سے اس بورڈ کو ختم کر دیا جائے۔ حالانکہ آپ بہتر طور پر سمجھتے ہیں کہ اداروں کو استحکام بخشنے کے لیے تحفظ اور ضمانت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب آپ کوئی ادارہ بناتے ہیں تو اگر وہ ادارہ اپنی ابتداء ہی میں عدم تحفظ کا شکار ہو' اس کے قیام کی اور اس کی میعاد کی کوئی گارنٹی موجود نہ ہو تو پھر مجھے بتائیں کہ کون ادارہ' کون فرد' کون ڈائرکٹر یکسوئی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے سکتا ہے۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اس بل کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ان ارکان کو جنھیں ہیلتھ فاؤنڈیشن کے مقاصد کی تکمیل کے لیے چنا گیا تھا اور وہ اس وقت کی حکومت کے لیے پسندیدہ نہیں ہیں، ناپسندیدہ افراد کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ اس لیے اس بورڈ ہی کا تیا پانچا کیا جا رہا ہے اور یہ مستقلاً اختیار کیا جا رہا ہے جو کسی طرح سے بھی انصاف کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے۔

جناب والا! دوسرا مجھے اس سلسلے میں یہ عرض کرنا ہے کہ مجھے یہ بھی شبہ ہے کہ اس میں کوئی ایسی پروویژن نہیں ہے۔ اگر اس میں یہ پروویژن دی جاتی کہ اراکین اسمبلی یا اس ایوان کے منتخب ارکان کو اس میں نمائندگی دی جائے گی تو بھی اس کا کوئی جواز ہوتا کہ اس ترمیم کا مقصد یہ ہے کہ اس میں منتخب لوگوں کی شرکت کو زیادہ سے زیادہ یقینی بنانا ہے۔ لیکن ایسی کوئی ترمیم یا ایسی کوئی تجویز یہاں موجود نہیں ہے۔ پہلے بھی ایک بل سوشل ویلفیئر بورڈ کا پیش کیا گیا تھا تو اس کے اندر قانون میں لکھا ہوا تھا کہ آدھے جو ممبر ہیں وہ اراکین اسمبلی منتخب ارکان ہوں گے اور آپ ہی سے وہ بل یہیں سے ترمیم کے ذریعے آپ کا یہ اختیار ختم کر دیا گیا اور اراکین اسمبلی کی اس میں شرکت ختم کر دی گئی۔ جو قانوناً لازمی تھی اسے ختم کر دیا گیا۔ اسی طرح سے اب اس بل کے ذریعے بھی ایسے ہی مطلق العنان اختیارات لیے جا رہے ہیں کہ حکومت جس وقت چاہے اس بورڈ کو ختم کر دے۔ حکومت جس وقت چاہے اس کی نئی تشکیل دے دے تاکہ اپنی من مانی کے مطابق، اپنی مرضی کے مطابق، اپنے پسندیدہ اور اپنے چہیتوں کو بورڈ میں نامزد کرنے کی خاطر اختیارات حاصل کر لے---

جناب سپیکر : یہ آپ کے آخری فقرے ہیں۔

سید تابش الوری : اس لیے جناب والا! میں اس بل کی شدت سے مخالفت کرتا ہوں کیونکہ یہ نیک نیتی پر مبنی نہیں ہے اور اس کا مقصد پرانے بورڈ کے فاضل اراکین کو غیر قانونی طریقے سے، جبرا اپنے فرائض کی ادائیگی سے روکنا ہے اور ایسے بورڈ کی تشکیل دینا جو چہیتوں جیالوں اور من پسندوں پر مشتمل ہو ظاہر ہے کہ ایسا بورڈ جو کارروائی کرے گا جو کام کرے گا اس کے مستقبل کا اندازہ ابھی سے کیا جا سکتا ہے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر ۔ جناب وزیر قانون ۔

وزیر قانون ۔ جناب سپیکر! ہیلتھ فاؤنڈیشن کے ترمیمی بل کے حوالے سے جو مخالفت کی گئی ہے

دراصل مجھے تو ایسے لگتا ہے جیسے اس میں بلاجواز مخالفت کی گئی ہے اور غالباً" فاضل رکن صحیح طریقے سے ترامیم کا مقصد سمجھ نہیں پائے ۔ اس ترمیم کے لانے میں حکومت کی کوئی بھی mala-fide intention نہیں ہے اور ہیلتھ فاؤنڈیشن کے جو مقاصد ہیں انہیں صحیح طریقے سے حاصل کرنے کے لیے اور ان مقاصد کی تکمیل کے لیے یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ سیکشن ۴ کی سب کلاز ۳ کے ساتھ مزید addition کی جائے ۔ اور جیسے فاضل رکن نے فرمایا ہیلتھ فاؤنڈیشن کا قیام ۱۹۹۲ء کے ایکٹ۔۹ کے تحت عمل میں آیا تھا اور اس کے ڈائرکٹرز کی ذمہ داری میں یقیناً" یہ بات شامل ہے کہ وہ فاؤنڈیشن کا انتظام و انصرام کریں گے لیکن اس کے معاملات کے حوالے سے جو یہاں پر بحث کی گئی ہے وہ آج کی ترامیم سے متعلقہ نہیں ہے اور یہ آزادی اختیار بھی حاصل نہیں کیا جا رہا فاضل رکن اسمبلی اگر پڑھتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ اس بورڈ کے غیرسرکاری اور سرکاری ممبران میں پانچ منتخب عوامی نمائندے بھی بورڈ کے ڈائرکٹرز تھے لیکن جناب سپیکر! ایسے ہوا کہ ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں ان میں سے کچھ منتخب نمائندے دوبارہ الیکٹ نہیں ہو سکے اور منتخب نمائندہ ہونے کی وجہ سے وہ افراد اس بورڈ کے ممبرز تھے ۔مثال کے طور پر اسی اسمبلی کے تین اراکین راجہ خلیق اللہ خان صاحب ۔ سید طاہر احمد شاہ اور ڈاکٹر افضل اعزاز صاحب ہیلتھ فاؤنڈیشن بورڈ کے ممبرز تھے لیکن وہ منتخب نہ ہو سکے اور ان کے منتخب نہ ہو سکنے کی وجہ سے ان کی نشستیں خالی ہو گئیں اس طریقے سے بورڈ کی مکمل نمائندگی اس وقت موجود نہیں تھی اور عوام کی نمائندگی کے لیے اراکین صوبائی اسمبلی کو جس طرح بورڈ کا ممبر نامزد کیا گیا تھا اس کا مقصد یہی تھا کہ ہم اس اسمبلی کے معزز ممبران اس بورڈ کے اندر صحیح طریقے سے اپنی نمائندگی کر سکتے ہیں اور جناب سپیکر! ان کے ممبر نہ رہ سکنے کی وجہ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس بورڈ کے مقاصد کی تکمیل میں خاصی رکاوٹ تھی۔ جناب سپیکر! جو انہوں نے سیکشن ۴ کی سب سیکشن پڑھی ہے ----------

جناب سپیکر، ایک سیکنڈ ---- میں کبھی کبھی ایوان میں پاکٹیل ٹیلی فون کی گھنٹی سنتا ہوں ایوان میں کوئی صاحب خواہ وہ اوپر گیلری میں ہوں یا نیچے ہوں یا دونوں گیلریوں میں بیٹھے ہوں وہ ٹیلی فون بند کر کے بیٹھیں اس کا سخت نوٹس لیا جائے اور میں اپنے سیکرٹریٹ کے عملے سے کہتا ہوں کہ انہیں جب یہ آواز سنائی دے وہ فوری طور پر تحقیق کرے اور جن صاحب کی طرف سے بھی یہاں اس بات کا ارتکاب کیا جائے انہیں یہاں سے چلے جانے کے لیے کہیں اور آئندہ کوئی صاحب یہ زحمت نہ

کرے۔________ جی وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! جس سیکشن ۳ کے حوالے سے رکن اسمبلی نے اعتراض کیا ہے کہ یہ ترمیم غیر ضروری ہے اگر اس کے الفاظ پڑھے جائیں تو اس میں یہ لکھا کہ misconduct کی بنیاد پر یا inefficiency کی بنیاد پر انہیں remove کیا جا سکتا ہے جناب سپیکر! appointment کے لیے یا reconstitute کیے جانے کے بارے میں ان سیکشنز میں کوئی واضح مفہوم موجود نہیں تھا ---

سیکرٹری اسمبلی: جناب انعام اللہ نیازی صاحب کل کے اجلاس کے وقت کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: میں ایوان سے پوچھ لیتا ہوں کہ کل جمعرات ہے کیا آپ کل سیشن دس بجے چاہتے ہیں یا گیارہ بجے چاہتے ہیں۔ کیونکہ دس بجے کا فائدہ یہ ہو گا کہ جن لوگوں نے دور جانا ہے ان کے لیے آسانی ہو گی۔

آوازیں: نو بجے۔

جناب سپیکر: اس کو کہتے ہیں کہ روزے بخشوانے گئے تھے مگر نمازیں بھی گلے پڑ گئیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! دس بجے کا وقت مناسب ہے۔

جناب سپیکر: بس اب آپ چپ کر جائیں ورنہ انہوں نے آٹھ بجے پر آ جانا ہے ------وزیر قانون صاحب۔

سید تابش الوری: جناب والا! جو ایجنڈا کل کے لیے جاری ہوا ہے اس میں وقت دس بجے کا لکھا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: یہ تو اب ہاؤس کی مرضی ہے۔ اب آپ نو بجے چاہتے ہیں۔

وزیر قانون: جناب والا! اب میں مکمل کرنے لگا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ مہربانی کیجیے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ذرا ٹھہریے۔ پہلے میں ایک comment دے لوں۔

ہمارے ہاؤس میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مختلف فنون کے بڑے experts ہیں فن تقریر کے بھی بہت بڑے بڑے ماہر موجود ہیں اور اس میں خاص طور پر تقریر کو لمبا کرنے میں دو بڑے

اہم اور بڑے مشہور ماہر موجود ہیں ان میں ایک تابش الوری صاحب سرفہرست ہیں اور دوسرے ہمارے وزیر قانون ۔ اتفاق سے دونوں کا آج بیچ ہو گیا ہے میں درخواست کروں گا کہ کم از کم وزیر قانون مہربانی فرمائیں اور اپنی گفتگو کو مختصر کریں

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر! میں نے پوائنٹ آف آرڈر raise کیا تھا۔

جناب سپیکر ۔ خاکوانی صاحب ۔ آپ بھی ماہر ہیں ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جی ہاں ۔ میں بھی ماہر ہوں ۔ جناب والا! میں اپنی فیلڈ کا ماہر ہوں ۔

جناب سپیکر! جب محمد حنیف رامے کا نام آتا ہے تو ذہن میں ایک دانشور ایک استاد' ایک محقق اور ایک راست باز مسلمان کے طور پر نام آتا ہے۔

جناب سپیکر، مہربانی ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، اب جناب حنیف رامے کے منہ سے اگر فلور آف دی ہاؤس یہ بات کہی جائے کہ نماز بخشوانے گئے تھے اور روزے گلے پڑ گئے ۔ جناب والا! یقین کریں میں اس کو سنجیدگی سے لے رہا ہوں کہ یہ اسلام کے دشمنوں کی طرف سے ایک کہاوت کے طور پر کہا گیا ہے وگرنہ حقیقت یہ ہے کہ "نماز دین کا ستون ہے" اور "روزہ تمہارا ڈھال ہے"، "جنت کی کنجی ہے"۔ اب ان دو چیزوں کو کون بخشوانے گیا تھا حقیقت یہ ہے کہ غلط ہے یہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منسوب کر کے کہا جاتا ہے کہ وہ معراج پر تشریف لے گئے تھے اور بخشوانے کے لیے گئے تھے حالانکہ یہ تو اللہ میاں کی طرف سے انعام حاصل مقرر ہوا ہے اب میں یہی کہوں گا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کہاوت دشمنان اسلام کی طرف سے ہے جناب والا! میں آپ کی نیت پر شک نہیں کرتا لیکن روانی میں جب یہ ہماری زبان سے نکلے تو اللہ میاں گرفت نہ کرے میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ مہربانی کر کے آئندہ احتیاط فرمائیں اور اس فقرے کو حذف کرا دیں۔

جناب سپیکر، آپ کا شکریہ ــــــــــ جناب وزیر قانون ۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! پہلے صرف مقررہ میعاد کے بعد حکومت دوبارہ نئے ڈائرکٹرز کی تعیناتی کر سکتی تھی ان کی appointment کر سکتی تھی اور یہ legislation لانا اس لیے ضروری ہو گیا تھا کہ ایک آرڈیننس کے ذریعے جناب سپیکر! اس بورڈ کو ان وجوہات کی بنا پر reconstitute کیا گیا جو میں نے آپ کے سامنے پیش کی ہیں اور آرڈیننس جاری ہونے کے بعد اس میں بورڈ کے جو نئے

ممبران شامل کیے گئے اس میں addition کی گئی وہ positive ہے وہ مثبت مقاصد کے ماتحت ہے
جناب سپیکر! for example ہمارے اس ایوان کی ایک سٹینڈنگ کمیٹی on health ہوتی ہے اس
کے چیئرمین اس بورڈ کے رکن نہیں تھے ہم نے اس آرڈیننس کے ذریعے اس ایوان کی مزید نمائندگی
اس بورڈ میں شامل کر دی گئی تھی اور اس کے علاوہ نئی اسمبلی جو اس وقت کام کر رہی ہے اس کے
کچھ اراکین کو بھی اس بورڈ میں تعینات کیا گیا تھا۔ جناب سپیکر! آرڈیننس کے لحاظ سے یہ معاملات
چلانے کی بجائے اسے باقاعدہ قانونی شکل دینے کے لیے اور اس اسمبلی سے اس کی منظوری لینے کے لیے
اس کی قانون سازی کرنا ضروری تھی ۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت نے نیک نیتی کے ساتھ
اس بورڈ کے اصل مقاصد کی تکمیل کے لیے reconstitute کرنے کا اختیار حاصل کرنے کے لیے یہ
ترمیم تجویز کی ہے لہذا میں اس ترمیم اور اس تجویز اور اس قانونی مسودے کی حمایت میں یہ عرض کرنا
چاہتا ہوں کہ اسے منظور کیا جائے اور یہ عوامی مفاد میں ضروری ہے ۔

MR SPEAKER: The motion moved and the question is.-

That the Punjab Health Foundation (Amendment) Bill, 1994, as recommended by the Standing Committee on Health, be taken into consideration at once.

(The motion was carried)

CLAUSE 2

MR SPEAKER: Now we take up the Bill clause by clause. Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:-

That Cluase 2 of the Bill do stand part of the Bill

SYED TABISH ALWARI: Opposed.

جناب سپیکر ، آپ نے اس میں کوئی ترمیم تجویز کی ہے ۔

سید تابش الوری ، امنڈمنٹ کے بغیر بھی میں اس کو oppose کر کے اس پر general discussion کر سکتا ہوں۔

جناب سپیکر، میں دیکھ لوں کہ آپ کو اس کا حق ہے ۔ بغیر امنڈمنٹ کے کبھی بحث اس ایوان میں

ہوئی نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی روایت ہے ۔ اس لیے اس میں لکھا گیا ہے since there is no amendment in it ورنہ یہ کہتے کہ کسی نے oppose نہیں کیا اس لیے۔

سید تابش الوری ، اگر امنڈ منٹس ہوں تو امنڈ منٹس پر الگ بات کی جا سکتی ہے ۔ لہذا میں اس کو as a right establish کرنا چاہتا ہوں ۔ میں صرف دو منٹ اختصار کے ساتھ اس پر کچھ عرض کروں عرض کروں گا۔

جناب سپیکر ،جو میں نے دیکھا ہے اس میں آپ پہلے تو oppose کریں گے ۔

سید تابش الوری، اس پر oppose کرنے سے بل as principle discuss ہوتا ہے ۔

جناب سپیکر ، اس پر اگر آپ نے ترمیم پیش کی ہے تو آپ کو بولنے کا حق حاصل ہے ۔

سید تابش الوری ، جناب سپیکر! یہ چونکہ بڑا اہم مسئلہ ہے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ ایسی رولنگ نہ دیں کہ ہمارے لیے آئندہ مشکلات کا سبب بن جائے ۔ یہ ہمیشہ کی روایت رہی ہے ۔ آپ ساری پارلیمانی پریکٹس اٹھا کر دیکھ لیں منٹس اٹھا کر دیکھ لیں۔ clause- wise discussion ہوئی ہے ۔ اور اس کے بعد پھر یہ ہوتا ہے کہ اگر ترامیم ہیں تو پھر amendment to amendment اس پر بحث ہوتی ہے ۔

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں۔ میرے علم کے مطابق ،میرے سیکرٹریٹ کے علم کے مطابق جب تک ترامیم نہ لائی جائیں کبھی اس ایوان میں بحث نہیں ہوئی ۔ آپ اس ایشو کو اہمیت دیتے ہیں ۔ میں بھی اس ایشو کو اہمیت دینے کے لیے تیار ہوں۔ اس کو discuss کر لیں گے ، اس پہ consideration کر لیں گے ،لیکن اس وقت جیسے روایت رہی ہے اس کے مطابق چلنے دیجیے ۔ میں اس پر رولنگ نہیں دے رہا ۔ آپ بھی اس پر stress نہ کریں اور اسے چلنے دیں۔ لہذا میں سوال پیش کرتا ہوں۔

MR SPEAKER: The question is:-

That clause 2 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE 3

MR SPEAKER: Now , Clause 3 of the Bill is under consideration One

amendment has been received in it from the Minister for Law and Parliamentary Affairs. He may move it.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr Speaker, Sir, I move.-

> That for clause 3 of 'the Bill' as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted.-
>
> 3. **REPEAL** - The Punjab Health Foundation (Amendment) Ordinance, 1994 (XVII of 1994) is hereby repealed.

MR SPEAKER: The amendment moved is:-

> That for clause 3 of the Bill as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted:-
>
> "3. **REPEAL**. - The Punjab Health Foundation (Amendment) Ordinance, 1994 (XVII of 1994) is hereby repealed."

(The motion was not opposed)

MR SPEAKER: The amendment moved and the question is:-

> That for clause 3 of the Bill as recommended by the Standing Committee on Health, the following be substituted -
>
> "3. **REPEAL**. - The Punjab Health Foundation (Amendment) Ordinance, 1994 (XVII of 1994) is hereby repealed."

(The motion was carried)

MR SPEAKER: Now, the question is -

> That Clause 3 of the Bill as amended do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE-1

MR SPEAKER: Now, Clause 1 of the Bill is under consideration. One amendment has been received in it from Minister for Law and Parliamentary Affairs. He may move it.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr Speaker Sir, I move -

> That in sub Clause 1 of the Bill as recommended by the Standing Committee on Health, for the figures "1994", occurring in line 2, the figures "1995", be substituted

MR SPEAKER: The amendment moved is:-

> That in sub Clause 1 of the Bill as recommended by the Standing Committee on Health, for the figures "1994", occurring in line 2, the figures "1995", be substituted

(The amendment was not opposed)

MR SPEAKER: Now, the amendment moved and the question is:-

> That in sub Clause 1 of the Bill as recommended by the Standing Committee on Health, for the figures "1994", occurring in line 2, the figures "1995", be substituted.

(The motion was carried)

MR SPEAKER: Now, the question is:

> That Clause 1 as amended do stand part of the Bill

(The motion was carried)

PREAMBLE

MR SPEAKER: Now, the preamble of the Bill is under consideration. Since

there is no amendment received in it, The question is:-

That Preamble of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

LONG TITLE

MR SPEAKER: Now, the Long Title of the Bill is under consideration, since there is no amendment received in it, It becomes part of the Bill, Minister for Law and Parliamentary Affaairs.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr Speaker Sir, I move·

> That the Punjab Health Foundation (Amendment) Bill, 1995, be passed.

MR SPEAKER: The motion moved is:-

> That the Punjab Health Foundation (Amendment) Bill, 1995, be passed.

SYED TABLISH ALWARI: Opposed

جناب سپیکر: ٹھیک ہے اگر oppose ہوا ہے تو پھر آپ کچھ کہیں۔

سید تابش الوری: جناب سپیکر! میں نے اپنی تقریر میں یہ نکتہ اٹھایا تھا کہ بورڈ میں اراکین اسمبلی کی نمائندگی کا کوئی provision اس Act میں موجود نہیں لیکن جناب وزیر قانون نے دعوی کیا ہے کہ پانچ اراکین اسمبلی اس بورڈ کے ممبر رہے ہیں اور اب چونکہ اب وہ ممبر نہیں رہے، ان کی اراکین اسمبلی کی حیثیت باقی نہیں رہی اس لیے یہ ضرورت پیش آئی ہے کہ نئے بورڈ کی تشکیل کی جائے۔ ایک تو جناب والا! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ واقعی اراکین اسمبلی کو نمائندگی دینے کے حق میں ہیں تو اسی میں یہ ترمیم لے کر آئیں کہ بورڈ کے نصف ممبر اراکین اسمبلی ہوں گے۔ پھر تو یہ ایک قانونی لازمہ بن جائے گا کہ اراکین اسمبلی کی نامزدگی اور نمائندگی اس میں موجود ہو گی۔ اب یہ بات صوابدیدی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو ان کی صوابدید پر ہے کہ جتنے بھی غیر سرکاری ارکان ہیں ان سب کو پنجاب

اسمبلی کے ارکان میں سے منتخب کر لیں یا out side the Assembly منتخب کر لیں ۔ اگر جناب وزیر قانون اس ایوان کی نمائندگی کو لازمی بنانا چاہتے ہیں تو ہم آفر کرتے ہیں کہ اب بھی وہ یہ ترمیم لے آئیں کہ اس بورڈ میں نصف ارکان جو ہیں وہ پنجاب اسمبلی کے ارکان ہوں گے ۔ یہ provision نئی بھی نہیں ہو گی ۔ سوشل ویلفیئر بورڈ میں ایسی provision پہلے سے موجود ہے ۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ جناب وزیر قانون نے غلط طور پر اس Act کے اغراض و مقاصد بیان کیے ہیں ۔ اس کا کہیں یہ مقصد نہیں ہے کہ اراکین اسمبلی کو نمائندگی دی جائے یا 50 فیصدی بورڈ کے ممبر اراکین اسمبلی میں سے ہوں ایسی کوئی provision اس میں موجود نہیں ہے ۔ اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بات ضروری ہے اور میں نے جس پر اصرار کیا تھا اسے وہ بھی ماننے کو تیار ہیں تو اس میں نہایت معمولی سی ترمیم کے ذریعے یہ بورڈ کی تشکیل نو کر سکتے ہیں ۔ اور بورڈ کے نصف ارکان پنجاب اسمبلی کے ارکان ہوں گے ۔ اس تجویز کے ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بل زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے اور پنجاب کے اس منتخب ایوان کی زیادہ بہتر اور لازمی نمائندگی ہو سکتی ہے ۔ اگر وہ اس مرحلے پر بھی اس تجویز کو منظور کر لیں تو ہم اس سلسلے میں ان سے تعاون کرنے کو تیار ہیں ۔

جناب سپیکر، شکریہ۔ چونکہ یہ ایک legal point ہے زیادہ بحث میں آئے گا۔ جب یہ بل پیش ہو جاتا تو پھر اس پر کون سے point پر بات ہو سکتی ہے یہ ایک legal point ہے میں ہاؤس کی اطلاع کے لیے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ میں نے تابش الوری صاحب کو اجازت دی ہے لیکن 87(4) کے تحت ۔

> 87(4) When a motion that the Bill be passed has been made the general provisions of the Bill may be discussed but only with reference to the amendments, if any, made in the Bill.

چونکہ آپ کی طرف سے amendments پر تو اعتراض نہیں ہوا ۔ اس پر بات نہیں ہوئی اس لیے آئندہ جب بل move ہو جائے تو پھر amendments کے حوالے سے بحث ہو سکتی ہے جنرل بحث نہیں ہو سکتی ۔ جی جناب وزیر قانون ۔

وزیر قانون، جناب سپیکر ! فاضل رکن اسمبلی نے جس substance کے ساتھ بل پاس کیے جانے کو oppose کیا ہے وہ substance بالکل غیر ضروری ہے اور وہ قطعی طور پر relate نہیں کرتا ۔ جہاں تک فاضل رکن اسمبلی کا تعلق ہے اگر یہ آرڈیننس کے تحت تشکیل دیے گئے بل کے ممبران کو صرف

پڑھ لیتے اور صرف ان کے یہ علم میں ہوتا کہ موجودہ آرڈیننس جس کو ہم قانون سازی کی شکل دے رہے ہیں اس کے تحت کون کون سے افراد کو اس بورڈ کا ممبر بنایا گیا ہے تو پھر شاید نہ تو وہ اس کی مخالفت کرتے اور نہ اسے oppose کرتے۔ لہذا میں یہ کہتا ہوں کہ اس بل کو پاس کیا جائے۔

MR SPEAKER: Now, the quesiton is:-

> That the Punjab Health Foundation (Amendment) Bill, 1995, be passed.

(The motion was carried)

The Bill was passed.

مسودہ قانون، عوامی نمائندوں کے مشاھروں پر نظرثانی پنجاب مصدرہ 1995ء

MR SPAEKER: Now, we take up the Punjab Revision of Emoluments of Public Representatives Bill, 1995 Minister for Law and Parliamentary Affairs.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFARIS: Mr Speaker Sir, I move:

> That the Punjab Revision of Emoluments of Public Representatives Bill, 1995, as recommended by the Standing Committee on Law and Parliamentary Affairs, be taken in to consideration at once.

MR SPEAKER: The motion moved is:

> That the Punjab Revision of Emoluments of Public Representatrves Bill, 1995, as recommended by the Standing Committee on Law and Parliamentary Affairs, be taken in to consideration at once.

(The motion was not opposed by any body)

MR SPEAKER: The motion moved and the question is:

That the Punjab Revision of Emoluments of Public Representatives Bill, 1995, as recommended by the Standing Committee on Law and Parliamentary Affairs, be taken intoconsideration at once.

(The motion was carried unanimously)

CLAUSE 2

MR SPEAKER: Now, we take up the Bill clause by clause. Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is.-

That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried unanimously)

CLAUSE 3

MR SPEAKER: Now, Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:-

That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried unanimously)

CLAUSE 4

MR SPEAKER: Now, Clause 4 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment received in it, the question is:

That Clause 4 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried unanimously)

CLAUSE 5

MR SPEAKER: Now, Clause 5 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:.

That Clause 5 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried unanimously)

CLAUSE 1

MR SPEAKER: Now. Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment received in it, the question is:-

That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried unanimously)

PREAMBLE

MR SPEAKER: Now, the preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment received in it, the question is:-

That Preamble of the Bill do stand part of the Bill)

(The motion was carried)

LONG TITLE

MR SPEAKER: Now, the Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment received in it, It becomes part of the Bill, Minister for Law and Parliamentary Affaairs.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Mr Speaker Sir, I move:

That the Punjab Revision of Emoluments of PublicRepresentatives Bill, 1995, be passed.

MR SPEAKER: The motion moved is:-

That the Punjab Revision of Emoluments of Public Representatives Bill, 1995, be passed

(Not opposed)

MR SPEAKER: Now, the motion moved and the question is:

That the Punjab Revision of Emoluments of Public Representatives Bill, 1995, be passed

(The motion was carried)

(The Bill was passed unanimously)

میاں عمران مسعود ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر ، میاں عمران مسعود صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں

MIAN IMRAN MASOOD: I think Mr. Speaker has given me the floor, kindly allow me We know that the Salary Bill has been passed

لیکن آپ نے جو unanimously کا لفظ استعمال کیا ہے I do'nt think کہ آپ کو یہ لفظ استعمال کرنا چاہیے تھا کیونکہ اس بل کے محرک تو لاء منسٹر صاحب ہی تھے ۔

جناب سپیکر ، محرک وہ تھے لیکن پاس تو unanimously کیا ہے

میاں عمران مسعود ، اور ہماری طرف سے تو خاموشی تھی

جناب سپیکر ، اب اس پر بات نہیں ہو سکتی ۔ اب تو یہ پاس ہو گیا ہے ۔

MIAN IMRAN MASOOD: Kinldly I bring it to the record.

جناب سپیکر ،اب یہ آؤٹ آف آرڈر ہے ۔ لاء منسٹر صاحب۔

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا!

وزیر قانون، پہلے آپ بات کر لیں ،پھر میں کر لوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ،جی باد شاہ خان آفریدی صاحب۔

وزیر قانون، پہلے آفریدی صاحب بات کر لیں پھر میں کروں گا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ،جی باد شاہ خان آفریدی صاحب ۔ I call the House to order . یہ بڑی ضروری بات ہے سنیے ۔ جی آفریدی صاحب ۔

جناب باد شاہ میرخان آفریدی،جناب والا ! پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک تاثر جو ہم اراکین اسمبلی کے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ جب بھی کبھی ہمارے کسی پرویلج کی بات آتی ہے ۔ ہمارے مشاہروں کی بات آتی ہے تو ایک دم یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو کیا ضرورت ہے ۔ جناب والا ! میں یہ بات دعوٰی سے کہتا

ہوں کہ اس ہاؤس میں 85% , 90% وہ لوگ ہیں جن کا تعلق متوسط طبقے کے ساتھ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ سٹینڈ نگ کمیٹی نے جو ہماری salaries کا تعین کیا ہے اور ہمارے benifits کا تعین کیا ہے انھوں نے بڑے حقیقت پسندانہ انداز میں اس بات کو move کیا ہے ۔ جہاں تک یہ تاثر دیا گیا ہے کہ یہ بل unanimous ہے ۔ میں اس میں وضاحت کرتا چلوں کہ ہم ممبران کی اکثریت کا تعلق متوسط طبقے کے ساتھ ہے ۔ اگر آپ گرین بک اٹھا کر دیکھیں تو صوبائی اسمبلی کے ممبران کا وہی status بنتا ہے جو 21 گریڈ کے آفیسر کا بنتا ہے اور قومی اسمبلی کے ممبر کا وہ status بنتا ہے جو 22 گریڈ کے آفیسر کا بنتا ہے ۔ آپ ہماری مراعات کو ان افسروں کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو ایک AC لیول کے آفیسر پر حکومت پاکستان اور حکومت پنجاب کم از کم 2 اڑھائی لاکھ روپیہ ماہانہ خرچ کرتی ہے ۔ جناب والا! اس سے پہلے جب آپ لوگوں نے ممبران کی تنخواہیں مقرر کی تھیں وہ 1985ء میں کی تھیں ۔ اگر آپ rate of inflation دیکھیں کہ ملک میں جس حساب سے مہنگائی بڑھی ہے ۔ اگر آج آپ ایک چاک و چوبند ڈرائیور رکھتے ہیں تو پانچ ہزار سے کم میں نہیں ملتا ۔ آپ ایک باورچی رکھیں تو چار پانچ ہزار سے کم میں نہیں ملتا ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ ممبران کو ان کے جائز حقوق ان کو جائز سہولتیں دیں گے تو ممبران جن کا تعلق متوسط طبقے کے ساتھ ہے بڑی عزت و وقار سے ایوان میں آکر اپنے فرائض ادا کریں گے ۔لیکن اگر آپ ممبران کو ان کی جائز مراعات سے محروم رکھیں گے تو یہی ممبران پھر کرپشن کی طرف مائل ہوں گے ۔ اگر under table کرپشن کی جائے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا لیکن اگر ہاؤس کے floor پر کھڑے ہو کر کسی ممبر کے استحقاق کو تسلیم کیا جائے تو پھر اس کی مخالفت کی جاتی ہے (نعرہ ہائے تحسین)۔ میں برملا یہ بات کہتا ہوں کہ اس میں ہماری سٹینڈ نگ کمیٹی کے چیئرمین جناب گھمن صاحب نے ایک اور سفارش بھی کی ہے کہ ممبران اسمبلی کو ایک سٹینو گرافر اور ایک نائب قاصد ملنا چاہیئے ۔ میں اس کی بھی بھر پور تائید کرتا ہوں یہ اس لیے کہ میری خواہش ہے اور جیسا کہ پوری قوم کی خواہش ہے اور یہ اخباری نمائندے بھی لکھتے ہیں کہ ڈرگ مافیا کے لوگ اسمبلی میں نہ آئیں متوسط درجے کے لوگ جو گلیوں اور محلوں میں لوگوں کی نمائندگی کرتے ہیں وہ اسمبلیوں میں آئیں تو اس کے لیے آپ ایک راہ ہموار کیجیے۔ آپ ممبران اسمبلی کو اتنی مراعات دیجیے کہ ایک آدمی جب اپنا کاروبار چھوڑ کر اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر لاہور میں مقیم ہوتا ہے اور ایک ایک مہینہ رہتا ہے تو کم ازکم اس کے یہاں کے پارلیمانی اخراجات تو پورے ہوسکیں ۔ میں منافقت کا قائل نہیں میں آج بھی اس بات پر stand کرتا ہوں میں آج بھی اپنی جماعت کے ساتھ ہوں اور اپنی جماعت کے ساتھ رہوں گا۔

لیکن یہ ممبران کے دل کی آواز ہے کہ ان کے لیے جائز مراعات کا اعلان کیا جائے ۔ ان کے حقوق کو تسلیم کیا جائے ۔ جناب والا ! میں آپ کو حقیقت بیان کرتا ہوں کہ ہمیں 21 گریڈ کے آفیسر کے برابر رتبہ ملتا ہے ہمیں قوم یہ رتبہ دیتی ہے لیکن ایک تھانیدار بھی ہمارے لیے کرسی چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتا ۔ ان کے لیے سرکاری کالونیاں بنی ہیں ۔ آپ اپنے ہمسائیہ ملک بھارت کی طرف دیکھیے کہ وہاں پر پارلیمنٹ اراکین کو کیا کیا سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں ۔ ایک ایک پارلیمنٹ رکن کو چار سو پانچ سو روپے کے کرایہ میں بہترین رہائش گاہ دی جاتی ہے ۔ اور یہاں آپ کے ممبران ایک ایک کمرے کے لیے دھکے کھاتے پھرتے ہیں ۔ یہاں تاثر دیا گیا کہ ممبران امیر لوگ ہوتے ہیں میں دعوٰی کے ساتھ کہتا ہوں کہ چاہے ہماری حکومت ہو چاہے آپ کی حکومت ہو چند لوگ نوازے ہوئے ہوتے ہیں جن پر دنیا کی تمام نعمتیں وا ہوتی ہیں ۔ لیکن ممبران کی اکثریت لاہور میں آنے کی بعد کس مپرسی سے گذارہ کرتی ہے (نعرہ ہائے تحسین)۔ میں دعوٰی کے ساتھ آپ کو کہتا ہوں کہ ہمارے ایسے بھی زمیندار اراکین ہیں جن کی اگر دو چار یا پانچ مربع زمین ہے تو اس سے وہ اپنے بچے پالیں گے یا اپنے سیاسی اخراجات پورے کریں گے ۔ میرے نوٹس میں ممبران کی ایسی اکثریت بھی ہے جو خواہ ادھر بیٹھے ہیں یا ادھر بیٹھے ہیں جو اپنے گھر سے اپنے بچوں کی ڈالی ہوئی کیتلیاں اٹھا کر لاتے ہیں کہ تا کہ ہم با عزت طریقے سے اجلاس اٹینڈ کر سکیں (نعرہ ہائے تحسین) اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی برائی نہیں ہے اگر ہم اپنا حق لے رہے ہیں تو floor کی منظوری کے بعد لے رہے ہیں Chair کے سامنے ساری باتیں طے ہوئیں اس میں کوئی سازش نہیں ہوئی اور ممبران کی اکثریت کی دل کی آواز تھی کہ انھیں ان کا جائز مقام دیا جائے ۔ خاص کر سٹینڈنگ کمیٹی کے چیئر مین گھمن صاحب کو میں مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے ممبران کے دل کی آواز کے مطابق فیصلہ کیا ۔اور میں ان کو تائید پیش کرتا ہوں

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ

چودھری محمد وصی ظفر ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ بھی اسی پر بولنا چاہتے ہیں ۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا ! صرف دو لائنیں بولنا چاہتا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ،جی ذرا مختصر ۔

چودھری محمد وصی ظفر ، میں بالکل مختصراً عرض کرتا ہوں کہ میں unanimous ہونے کو مبارک

یاد دیتا ہوں ۔ اس میں میری صرف ایک ہی گزارش ہے کہ جس طرح ہم اپنے فائدے کے لیے اکٹھے ہو گئے ہیں تو قومی فائدوں کے لیے بھی ہم اکٹھے ہو جائیں ۔ اور اس میں بھی ہم اکٹھے چلیں میری ان سے صرف یہی گزارش تھی ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مہربانی شکریہ ۔ جی لاء منسٹر صاحب

وزیر قانون، جناب سپیکر! فاضل رکن اسمبلی جناب بادشاہ میر خان آفریدی صاحب نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے اور جن حقائق کے ساتھ انھوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں ۔ یقیناً اس مشکل سیاسی عمل میں اگر غریب نمائندے عوام کی نمائندگی کے لیے اس میدان میں آنا چاہیں تو ان کے لیے کافی مشکلات ہیں اور اس پارلیمانی نظام کو استحکام دینے کے لیے یقیناً اراکین اسمبلی کو جائز مراعات حاصل ہونی چاہییں ۔ اگر آپ حکومت کے اندر مختلف محکموں میں ملازمین کے حوالے سے دیکھیں تو ان پر کئی بار نظر ثانی کی گئی ہے لیکن اراکین اسمبلی کے مشاہرات پر آخری بار 1989ء میں نظر ثانی کی گئی تھی اور اس کے بعد افراط زر کی شرح میں بھی خاصا اضافہ ہوا ہے لیکن اراکین اسمبلی کے مشاہرات میں اضافے کے لیے یہ مسودہ اب پیش کیا گیا ہے ۔ جناب والا! وفاقی حکومت نے بھی حال ہی میں وفاق میں نمائندہ عہدوں پر موجود اسمبلی اراکین کے مشاہرات میں اضافہ کیا ہے اور اسی کو مد نظر رکھ کر ہم نے پنجاب اسمبلی کے اراکین کے مشاہرات میں اضافہ کرنے کا فیصلہ کیا اور یہ قانون اسمبلی میں پیش کیا گیا ۔ جناب والا! اسے متفقہ طور پر پاس کیا گیا ہے اس لیے میں اراکین اسمبلی کا مشکور ہوں اور دوبارہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جناب بادشاہ میر خان آفریدی صاحب نے اپنے جذبات کا اظہار نہیں کیا بلکہ یقیناً انھوں نے تمام اراکین اسمبلی کی نمائندگی کی ہے ۔ میں اس پر ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مہربانی

چودھری شوکت داؤد، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب ڈپٹی سپیکر، جی چودھری شوکت داؤد صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں ۔

قراردادیں

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب سپیکر! شوکت داؤد صاحب نے ایک تحریک التوائے کار پیش کی تھی اور جناب سپیکر! اس سلسلے میں جناب نے میرے ذمے لگایا تھا کہ ہم ایک متفقہ قرارداد ایوان کے

اندر پیش کریں جناب سپیکر! قرارداد کی کاپی میں نے آپ کے پاس بھیجی ہے......

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر قانون کو قرارداد کی کاپی مہیا کی جائے۔

زرعی ٹیوب ویلوں کے لیے بجلی کے نرخوں پر نظر ثانی کا مطالبہ

وزیر قانون وپارلیمانی امور، جناب سپیکر شوکت داؤد صاحب نے یہ تحریک صوبہ پنجاب کے کاشت کاروں کو درپیش مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے پیش کی ہے اور آپ کے فیصلے کی روشنی میں ہم نے متفقہ طور پر قرار داد adopt کی ہے وہ میں شوکت داؤد صاحب کی طرف سے اور اس ایوان کی طرف سے پیش کرتا ہوں۔

"کہ اس معزز ایوان کی متفقہ رائے ہے کہ زرعی ٹیوب ویل کے لیے طے کیے گئے واپڈا نرخ کے مطابق کاشت کاروں کے لیے اخراجات کی ادائیگی ناممکن ہو گئی ہے۔ یہ ایوان وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ محکمہ آب پاشی وبجلی کو کاشت کاروں کی مشکلات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کے لیے ہدایات جاری فرمائی جائیں "۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ قرار داد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے

"کہ اس معزز ایوان کی یہ متفقہ رائے ہے کہ زرعی ٹیوب ویل کے لیے طے کئے گئے واپڈا نرخ کے مطابق کاشت کاروں کے لیے اخراجات کی ادائیگی ناممکن ہو گئی ہے۔ یہ ایوان وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ محکمہ آب پاشی وبجلی کو کاشت کاروں کی مشکلات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کے لیے ہدایات جاری فرمائی جائیں "۔

(قرار داد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

رانا محمد اقبال خان، جناب والا! میں نے اس دن اس میں تھوڑی سی تبدیلی کروائی تھی....

آوازیں، وہ اور ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب شوکت داؤد صاحب

چودھری شوکت داؤد، شکریہ جناب سپیکر! جناب والا! میں وزیر قانون کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور

تمام ہاؤس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے پنجاب کے کاشت کاروں کے مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے میری اس قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کیا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی معیشت میں کاشت کار ایک اہم اور کلیدی حیثیت رکھتے ہیں اور پاکستان کی اور پنجاب کی ۷۰ فیصد عوام وہ کاشت کاری کے پیشہ سے وابستہ ہیں ۔ چند سال پہلے حکومت نے کاشت کاروں کے مسائل کو جانتے ہوئے ان کی مشکلات کو جانتے ہوئے ان کو یہ رعایت دی تھی کہ جو کاشت کار چاہیں واپڈا کے میٹر ٹیوب ویل پر لگے ہوئے ہیں ان سے ہٹ کر فلیٹ ریٹ مقرر کر لیں ' چونکہ اس وقت یہ مشکلات پیش آتی تھیں ہر ماہ جو بل کاشت کار کو ملتا تھا اس میں ریڈنگ average کی بنیاد پر ہوتی تھی کاشت کار کو اس بل کو ادا کرنے میں کافی دقت ہوتی تھی کیونکہ اکثر اس میں غلط بلنگ ہوتی تھی اور کاشت کار اس بل کی درستگی کے لیے مہینوں دفاتر کے چکر لگایا کرتا تھا ۔ کاشت کاروں نے اپنی سہولت کے لیے فلیٹ ریٹ مقرر کر لیے گورنمنٹ نے یہ کیا کہ ۱۵ ہارس پاور کی جو موٹر تھی اس پر ۸۵۰ روپے اور جو ۲۰ ہارس پاور کی موٹر تھی اس پر ۱۲۵۰ روپے ماہانہ مقرر کر دیے لیکن بجلی کے نرخوں میں اضافے کے ساتھ ساتھ اس میں جو ٹیکس لگے پانچ سات سال کی مدت کے بعد جو اب کاشت کاروں کو تازہ بل آنے ہیں وہ یہ ہیں کہ ۲۰ ہارس پاور کی موٹر پر ۵۰۶۳ روپے بن گئے ہیں اور جو ۱۵ ہارس پاور کی موٹر ہے اس کو ۴ ہزار روپے ماہانہ ادا کرنے پڑ رہے ہیں ۔ اس میں اگر ٹیوب ویل چلے پھر بھی اتنا ہی بل دینا پڑتا ہے اور اگر ٹیوب ویل نہ بھی چلے تو پھر بھی اتنا ہی بل دینا پڑتا ہے اور اس کے علاوہ جو ملک میں بجلی کی کمی ہے اور اس کی وجہ سے جو لوڈ شیڈنگ ہے اس کو بھی مد نظر رکھا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اب آپ اپنی بات ختم کریں۔

چودھری شوکت داؤد : جناب والا! بہت بہت شکریہ میں اپنی بات ابھی ختم کرتا ہوں اور ویسے بھی ریزولیوشن پر محرک کا حق ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : وہ ہو گیا ۔ یہ تو ایسے ہی ہے جب ایک وکیل عدالت میں ضمانت کے لیے جائے اور عدالت ضمانت منظور کرے اور وکیل کہے کہ آپ میری بحث بھی سن لیں۔

چودھری شوکت داؤد : بہرحال جناب والا! میں دوبارہ شکریہ ادا کروں گا اور یہی گزارش کروں گا کہ فلیٹ ریٹ کو کم کر کے کاشت کاروں اور زراعت کے پیشے کو اہمیت دیتے ہوئے وفاقی حکومت اس اہم مسئلے پر ہمدردانہ غور کرے گی ۔

رانا محمد اقبال خان، جناب والا! میں نے پہلے بھی پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا لیکن آپ نے کہا کہ یہ کوئی اور معاملہ ہے۔ جناب والا! یہ معاملہ اسی سے متعلقہ ہے میں نے یہ گزارش کی تھی کہ ٹیوب ویل پر گورنمنٹ جو فلیٹ ریٹ لے رہی ہے اور اسی دوران آٹھ آٹھ گھنٹے بجلی بھی بند رہتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مسئلہ تو یہ ہے کہ ایک قرارداد جس کو حکومت باتفاق رائے پاس کر کے وفاقی حکومت کو بھیج رہے ہیں۔ مسئلہ تو حل ہو گیا اب آپ کیا جتانا چاہتے ہیں۔

رانا محمد اقبال خان، جناب والا! اس میں جو اتنا عرصہ بجلی بند رہتی ہے بل کے اندر وہ عرصہ بھی منہا کر دیا جائے۔ کیونکہ کاشت کار بیچارے کو تو نقصان ہو رہا ہے۔......

جناب ڈپٹی سپیکر، مسئلہ یہ ہے ایک قرار داد ہاؤس میں پیش ہوئی اور وہ باتفاق رائے منظور ہو گئی۔ اب اس میں ہم کوئی کمی بیشی تو نہیں کر سکتے۔

رانا اقبال احمد خان، جناب والا! نے یقین دہانی تو کروائی تھی......

جناب ڈپٹی سپیکر، پھر مواقع ملیں گے۔ وزیر قانون

وزیر قانون وپارلیمانی امور، جناب والا! پہلے والی جو صورت حال ہے اس میں بھی نظر ثانی کا لفظ موجود ہے اس لیے یہ ساری تجاویز اس میں آ سکتی ہیں۔ جناب والا! رول ۲۰۲ کے تحت قاعدہ ۹۲ کو معطل کر کے مجھے ایک متفقہ قرار داد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کیا ہاؤس اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ رولز معطل کر دیے جائیں۔

(اجازت دی گئی)

ہاؤس میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہا صرف میاں افضل حیات صاحب فرما رہے ہیں کہ اجازت دیتے ہیں۔ وزیر قانون۔

کراچی میں امن و امان کی صورت حال پر تشویش کا اظہار

وزیر قانون وپارلیمانی امور، جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:۔

"یہ ایوان کراچی میں غیر ملکی مداخلت کے نتیجہ میں امن و امان کی صورت حال پر گہری تشویش کا اظہار کرتا ہے اور مرکزی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ متعلقہ اداروں کے ذریعے کراچی کے عوام کو احساس تحفظ مہیا کرنے اور تحفظ کو

یقینی بنانے کے لیے مزید مؤثر اقدامات کرے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ یہ قرار داد پیش کی گئی ہے اور قائد حزب اختلاف سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ اور وزیر قانون کی طرف سے پیش کی گئی ہے اور اتفاق رائے سے پیش کی گئی ہے کہ۔

"کہ یہ ایوان کراچی میں غیر ملکی مداخلت کے نتیجہ میں امن وامان کی صورت حال پر گہری تشویش کا اظہار کرتا ہے اور مرکزی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ متعلقہ اداروں کے ذریعے کراچی کے عوام کو احساس تحفظ مہیا کرنے اور تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے مزید مؤثر اقدامات کرے "۔

(قرردراد اتفاق رائے سے منظور ہوئی)

محکمہ آب پاشی سے متعلقہ سوال نمبر 1097 پر بحث کے لیے وقت کا تعین

جناب ڈپٹی سپیکر ، اب ایک اور مسئلہ شوکت داؤد صاحب چلے گئے ۔ شوکت داؤد صاحب نے یہ مسئلہ اس وقت پیش کیا تھا تو میں چلا گیا تھا اور رائے صاحب تشریف لے آئے تھے ۔ انہوں نے قاعدہ ۵۲ کے تابع ایک سوال نمبر ۱۰۹۷ جو محکمہ آب پاشی سے متعلقہ تھا جس میں' میں نے یہ کہا تھا کہ یہ عام اہمیت کا حامل ہےاور اس پر under Rule 52 بحث کی جائے ۔ اور یہ بحث اتوار کو ہوتی ہے چونکہ اتوار کو ایوان کا اجلاس نہیں ہوگا تو اس لیے میں نے یہ کہا تھا کہ آپ ایک قرار دادلکھیں جس میں رولز relax کرنے کی استدعا کی جائے یہ قرار داد پیش ہے کیا آپ رولز کو relax کرنے کی اجازت دیتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، اب قرارداد یہ ہے کہ کل کے اجلاس میں وقفہ سوالات میں سوال نمبر ۱۰۹۷محکمہ آب پاشی ....

وزیر قانون وپارلیمانی امور ، جناب سپیکر میں یہ گزارش کروں گا .....

جناب ڈپٹی سپیکر : میں یہ قرار داد move کر رہا ہوں شوکت داؤد صاحب کہاں ہیں؟

وزیر قانون وپارلیمانی امور ، جناب سپیکر کوئی رکن اسمبلی اگر متعلقہ قرار داد رولز کے تحت اگر سپیکر صاحب نے قرار داد پیش کرنی شروع کردی تو پھر کون فیصلہ کرے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری شوکت داؤد صاحب یہ آپ پڑھیں۔

چودھری شوکت داؤد، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ گزارش ہے

کہ کل کے اجلاس میں وقفہ سوالات میں سوال نمبر ۱۰۹۷۔ محکمہ آبپاشی جو کہ اہمیت عامہ رکھنے والا مسئلہ ہے اور کل کے اجلاس میں آپ نے فرمایا تھا کہ اس کو اسمبلی میں بحث کے لیے وقت مقرر کرنے کے لیے رول نمبر ۵۲ کے تحت اس کو پیش کیا جائے۔ اس رول کے تحت اتوار کے روز اس کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ اور نوٹس دو دن قبل دیا جاتا ہے کیونکہ اجلاس شاید اتوار تک جاری نہ رہے۔ لہذا درخواست ہے کہ متعلقہ رول کو relax کرکے ہاؤس کی رائے لے کر اگلے اجلاس تک اس تحریک کو بحث کے لیے محفوظ کر لیا جائے۔ تاکہ اس اہمیت عامہ رکھنے والے مسئلہ کو دو گھنٹے کے لیے زیر بحث لایا جاسکے۔ شکریہ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ قرارداد پیش ہے اور مسئلہ یہ ہے۔

کہ کل کے اجلاس میں وقفہ سوالات میں سوال نمبر ۱۰۹۷ محکمہ آبپاشی جو کہ اہمیت عامہ رکھنے والا مسئلہ ہے۔ اور کل کے اجلاس میں آپ نے فرمایا تھا کہ اس کو اسمبلی میں بحث کے لیے وقت مقرر کرنے کے لیے رول نمبر ۵۲ کے تحت پیش کیا جائے۔ اس رول کے تحت اس کو اتوار کے روز زیر بحث لایا جاتا ہے۔ اور نوٹس دو دن قبل دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اجلاس شاید اتوار تک جاری نہ رہے۔ لہذا درخواست ہے کہ رول متعلقہ کو relax کرکے ہاؤس کی رائے لے کر اسے اگلے اجلاس تک اس تحریک کو بحث کے لیے محفوظ کیا جائے۔ تاکہ اس اہمیت عامہ رکھنے والے مسئلے کو ایک گھنٹے کے لیے زیر بحث لایا جائے۔ کیا رولز relax کرکے اس کی ہاؤس اجازت دیتا ہے۔

(اجازت ہے)

جناب ڈپٹی سپیکر، لہذا جب آئندہ اسمبلی کا اجلاس ہوگا۔ جو بھی اتوار پہلے آئے گا اس میں اس پر ایک گھنٹا بحث کی جائے گی۔ میرے خیال میں ٹائم ختم ہوگیا ہے۔ اس کو آگے بڑھانا ہے یا ختم کرنا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: آج ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے۔
جناب ڈپٹی سپیکر: کل صبح کون سا ٹائم رکھا جائے۔(آوازیں ۔ دس بجے۔۔۔) ہاؤس کو کل صبح دس بجے تک کے لیے adjoum کیا جاتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا سترھواں اجلاس)

جمعرات، 9۔ فروری 1995ء

(پنج شنبہ، 8۔ رمضان المبارک 1415ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر، لاہور میں صبح 10 بج کر 2 منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر میاں منظور احمد موہل منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ کی سعادت قاری نور محمد نے حاصل کی۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ

الْحَكِيْمِ ① هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ

وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ

مُّبِيْنٍ ② وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③ ذٰلِكَ

فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④

سورہ جمعہ آیات 1 تا 4

جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتی ہے جو بادشاہ حقیقی پاک ذات زبردست حکمت والا ہے۔ وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور اللہ کی کتاب اور دانائی سکھلاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔ اور ان میں سے اور لوگوں کی طرف بھی ان کو بھیجا ہے جو ابھی ان مسلمانوں سے نہیں ملے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب ڈپٹی سپیکر، سب سے پہلے leave applications ہیں۔ سیکرٹری اسمبلی!

چودھری منیر اظہر

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست چودھری منیر اظہر رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

> Due to personal problem kindly extend my leave till 4th February 1995.

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے

(تحریک منظور ہوئی)

میاں محمد ثاقب خورشید

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست میاں محمد ثاقب خورشید رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

> I shall be grateful for sanctioning two days leave i.e. 7th & 8th February 1995.

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے

(تحریک منظور ہوئی)

ڈاکٹر محمد انوارالحق

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست ڈاکٹر محمد انوارالحق رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

> I was unable to attend the Assembly Session from 8th to 11th January 1995 Leave may be granted.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے

(تحریک منظور ہوئی)

چودھری پرویز الٰہی

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سردار ذوالفقار علی خاں کھوسہ رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

Please note that Ch Pervaiz Elahi, Leader of the Opposition, is under arrest. As such, he is not in a position or at liberty to attend the current Assembly Session. His absence from the Session may please be taken as forced leave, till he is not at liberty.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے

(تحریک منظور ہوئی)

میاں عثمان ابراہیم

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست میاں عثمان ابراہیم رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

I am going abroad and shall not be able to attend the Session of the Assembly from Ist February 1995. Leave may please be granted.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ایس اے حمید

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب ایس اے حمید رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں عمرہ کے سلسلہ میں سعودی عرب جا رہا ہوں۔ مہربانی کر کے
مورخہ 4 فروری 1995ء تا 10 مارچ 1995ء میری رخصت منظور کی جائے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

ڈاکٹر محمد شفیق

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست ڈاکٹر محمد شفیق حمید رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ میں ایک ضروری کام کی وجہ 9 فروری 1995ء کو اسمبلی کے اجلاس
میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے،

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر، آج کال اٹینشن نوٹس ہے۔ وزیر قانون موجود ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب سپیکر! جناب وزیر اعلیٰ ساڑھے گیارہ بجے کال اٹینشن نوٹس کا جواب دینے کے لیے تشریف لائیں گے۔ اس سے قبل تحاریک استحقاق اور تحاریک التوائے کار لے لیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر، کل ہم آپ کو کہہ رہے تھے کہ آپ گیارہ بجے کا وقت رکھ لیں۔ کیونکہ وزیر اعلیٰ صاحب کی کئی دفعہ صبح آنکھ نہیں کھلتی۔ بات یہ ہے کہ کتنے قومی اہمیت کے حامل مسائل کو جس طریقے سے پچھلی دفعہ بھی وزیر اعلیٰ صاحب کے انتظار میں مؤخر کرنا پڑا۔ میرا مطلب ہے کہ انھوں نے اسمبلی کو کھلونا کیوں بنایا ہوا ہے۔ اپنی مرضی سے کیوں

چلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ صبح اٹھ کر یہاں آ کر ان مسائل کی طرف توجہ دی جائے اور اپنی کرسی کے مسئلے کو مسئلہ نہ سمجھا جائے۔ وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہے کہ صوبے کے انتظامی مسائل' لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال کی طرف توجہ دیں۔ کم از کم آپ اس بات کا نوٹس تو لیں۔ وہ آپ کے تابع ہیں' آپ ان کے تابع نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ!

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب سپیکر! خوامخواہ بات کو الجھایا جا رہا ہے۔ کال اٹینشن نوٹس کے جواب کے لیے ہمیشہ وزیر اعلیٰ تشریف لاتے ہیں اور انہیں صوبے کے دیگر انتظامی معاملات کی طرف توجہ دینا ہوتی ہے۔ یہ بات کہنا کہ وزیر اعلیٰ کی آنکھ نہیں کھلتی میں سمجھتا ہوں اس قسم کے الفاظ مناسب نہیں ہیں۔ اور ہر بات کو ذاتی انداز سے لینا مناسب معاملہ نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اصل میں بات یہ ہے نیازی صاحب! ایک منٹ ان کی بات سننے کے بعد۔ برائے مہربانی آپ ایسے نہ کیا کریں۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں نے آپ کو فلور نہیں دیا۔ بیٹھ جائیں۔ اصل میں بات یہ ہے۔ وزیر قانون صاحب کی توجہ کے لیے بھی۔ یعنی یہ نہ دیکھا جائے کہ کون آدمی بات کر رہا ہے دیکھنا یہ چاہیے کہ بات کیا ہے؟ میں نے پہلے بھی اکثر کہا ہے کہ میرے نقطہ نظر سے وقت کی پابندی بڑی اہم بات ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس سیشن میں بلکہ اس سے پہلے بھی ہم نے پوری کوشش کی ہے' رانا صاحب اور میں نے پوری کوشش کی ہے کہ ہم وقت پر اجلاس شروع کریں۔ اور یہ آپ کے سامنے ہے کہ ہم اس میں کامیاب ہوئے ہیں۔ میں نے پہلے بھی ایک دو دفعہ گزارش کی تھی بلکہ ایک دفعہ میں نے یہ کہا تھا کہ وزیراعلیٰ کو وقت پر آنا چاہیے۔ آج بھی میں یہی گزارش کروں گا۔ جب میں ایسی بات کرتا ہوں تو اخبار والے لکھ دیتے ہیں کہ منظور موہل برہم ہو گئے۔ قطعاً ایسی بات نہیں ہے۔ اس میں برہمی کا سوال نہیں ہے۔ میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ ہاؤس ہے' اس کا تقدس اگر آپ سب کے دل میں سب سے زیادہ ہے تو پھر بات ٹھیک ہے لیکن اگر ہم اس کو ذیلی ادارہ سمجھتے ہیں' اور باتوں کو اس سے اہم سمجھتے ہیں تو پھر میرے خیال میں یہ اچھی بات نہیں ہے۔ یہ بات بھی اپنی جگہ ٹھیک ہے کہ وزیر اعلیٰ کی بہت مصروفیات ہیں۔ میں اس سے انکار نہیں کرتا لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ پر ہے کہ جب اجلاس دس بجے کے لیے ہے اور جمعرات کو Call Attention Notic نے سب سے پہلے آنا ہوتا ہے تو وزیر اعلیٰ کو وقت پر تشریف لانی چاہیے۔ یہ

میری طرف سے observation ہے۔ نیازی صاحب اب آپ کو مزید کوئی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں وضاحت کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پرسوں تک جو صورت حال تھی اس کے مطابق بدھ تک اجلاس چلنا تھا۔ اس کی روشنی میں وزیر اعلیٰ صاحب نے آج کی اپنی دیگر مصروفیات طے کر لی تھیں۔ لیکن کل صبح ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ اجلاس آج بھی چلے گا------

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر قانون صاحب آپ پہلے میری بات سنیں۔ بات پھر وہی ہے۔ آپ نے کہا ہے کہ انہوں نے اپنی مصروفیات طے کر لی ہیں لیکن میں نے یہ کہا ہے کہ اسمبلی ایک supreme ادارہ ہے، سب سے اہم ہے اور وزیر اعلیٰ اس کے سامنے جواب دہ ہے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ وزیراعلیٰ صاحب نے اپنی مصروفیات طے کر لی ہیں۔ کیا اب ہم یہاں ان کے حکم کے تابع چلیں؟ میں اس سے اختلاف کرتا ہوں۔ وزیر اعلیٰ ہمارے سامنے جواب دہ ہے۔ یہ ادارہ سب سے مقدس ہے اور سپیکر اس ہاؤس کا custodian ہے۔ میں نے پہلے بھی بڑی متانت سے، بڑا سوچ سمجھ کر اس بارے میں کہا ہے کہ خدا کے لیے ان اداروں کو شخصیات کے رحم و کرم پر نہ رکھیں۔ یہ ادارے اگر قائم ہیں تو ملک قائم ہے اگر آپ نے ان کو شخصیات کے تابع کر دیا تو پھر ٹھیک نہیں ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ چاہے کوئی بھی شخص ہو وہ اس کے تابع ہے۔ اور یہ ادارے سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب سپیکر! اپوزیشن کی طرف سے سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کی قیادت میں ایم پی ایز کا ایک وفد کراچی گیا تھا۔ وہاں جا کر ہم نے تخریب کاری کی جو صورت حال دیکھی، وہاں پر لوگوں کے جو خیالات ہم نے سنے، وہ لوگ اپنے علم کے مطابق دہشت گردی کے جو roots بتاتے ہیں اس میں انہوں نے یہ بات واضح کر دی تھی کہ تخریب کاری کا جو دوسرا step پنجاب ہو گا۔ یہ ہمارے لیے کافی سوچ کا مسئلہ ہے------

جناب ڈپٹی سپیکر: نیازی صاحب ایسے نہیں۔ مجھے رولز کے مطابق چلنا ہے۔ اب ہم نے تحاریک استحقاق لینی ہیں۔ وزیر قانون صاحب نے فرمایا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب تشریف لائیں گے۔ تو جب تک وہ ہاؤس میں تشریف نہیں لاتے ہم ان کے Call Attention Notice پر کارروائی نہ کرنے کے پابند ہو جاتے ہیں۔ میرے خیال میں وزیر اعلیٰ صاحب کو سپیکر کی اس observation، اس رولنگ کا خیال رکھنا چاہیے۔ اگر وہ اس کا خیال نہیں رکھیں گے تو میرے نزدیک پھر اس ہاؤس کا کوئی تقدس

نہیں رہے گا۔ جب ہم بطور سپیکر اپنی chair کو مقررہ وقت پر occupy کرنے کے پابند ہیں تو انہیں بھی وقت پر آنا چاہیے ۔ ہم نے رول 12 کو یہاں پر پوری طرح سے نافذ کر دیا ہے کہ shall Occupy the Chair at the appointed time اور سپیکر یہاں پر آتا ہے ۔ اور جس نے جواب دینے ہیں who so ever he may be اسے بھی یہاں وقت پر آنا پڑے گا۔

سید سجاد حیدر کرمانی، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی فرمائیے ۔

سید سجاد حیدر کرمانی، جناب سپیکر ! مختصراً عرض یہ ہے کہ میں نے 25 جنوری کو اپنی ایک تحریک التوائے کار دی تھی۔ میری آپ سے التماس ہے کہ آپ اگر اس کی اہمیت کے پیش نظر out of turn لے لیں تو ممنون ہوں گا ۔

مسئلہ استحقاق

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں شاہ صاحب پہلے تحریک استحقاق اس کے بعد تحریک التوائے کار۔ تحریک استحقاق نمبر 6 ' جناب ارشد عمران سلہری صاحب کی ہے ۔ وزیر قانون صاحب اس بارے میں بتائیں کہ آیا اس کو ابھی pending رکھنا ہے یا کیا بات ہے ؟ کیونکہ کل تو وزیر مال کی درخواست آئی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ بیمار ہیں اور پاؤں میں نہیں آسکتے ۔ آج کی کیا صورت حال ہے؟

وزیر قانون، آج بھی جناب والا ! ان کی طرف سے یہی پیغام لکھا ہوا ابھی موصول ہوا ہے۔ اور میں اس بارے میں یہ گزارش کروں گا کہ اگر اراکین اسمبلی کی رخصت صرف یہ الفاظ لکھنے سے کہ ناگزیر وجوہات کی بناء پر ہم اسمبلی میں نہیں آسکتے منظور ہو سکتی ہے تو ایک وزیر اگر یہ لکھ کر بھیجتے ہیں کہ میری طبیعت ناساز ہے اس لیے میں اجلاس attend نہیں کر سکتا۔ تو انہیں موقع دیا جانا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ وہ بیمار ہیں۔ میرے خیال میں بیماری ایک ایسی چیز ہے جو کہ انسان کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ کل وزیر قانون کو ان کی جو درخواست آئی تھی وہ میں نے بھی دیکھی ہے۔ کیونکہ وزیر قانون نے وہ درخواست مجھے forward کر دی تھی۔ اور آج بھی وزیر قانون صاحب شاید کہہ رہے ہیں کہ آج بھی وہی صورت حال ہے۔

وزیر قانون، جناب والا ! ابھی میرے پاس ان کا لکھا ہوا message آیا ہے اور اس پر میں نے لکھ کر

واپس بھیجا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ میرے خیال میں اب ان کی عدم موجودگی میں ہی اس پر فیصلہ کر دیا جائے۔ کیونکہ وزیر قانون صاحب نے اس بارے میں پوری صورت حال بیان کر دی تھی ۔ لیکن میں نے کہا تھا کہ بہتر ہو گا اگر وزیر مال بھی اپنا موقف بیان کر دیں۔ آج میرے خیال میں اجلاس کا آخری دن ہے اور اگلے اجلاس تک یہ kill ہو جائے گی ۔ وزیر قانون صاحب کیا آج اجلاس کا آخری دن ہے؟

وزیر قانون، جناب سپیکر ! صورت حال تو کوئی ایسے ہی لگتی ہے البتہ ابھی مجھے قائد حزب اختلاف سے بات کرنی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے ۔ جی ارشد عمران سلہری صاحب آپ بتائیں کیا کیا جائے ؟

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! گزارش ہے کہ یہ تحریک استحقاق کافی عرصے سے ایسے ہی pending ہوتی چلی آ رہی ہے ----

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کو تو فائدہ رہا کہ ہر روز اس پر یہاں ہاؤس میں باتیں ہوتی رہیں ۔ میرے خیال میں آپ کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا ہے ۔ اب اس کو پریس نہ کریں بجائے اس کے کہ میں اس پر فیصلہ کروں ۔

جناب ارشد عمران سلہری: جناب سپیکر ! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں ایوان کے اندر جو بھی بات آتی ہے اس پر ایوان کے ذمہ داران ' وزراء محکمے کے کہنے پر ' محکمے والے جو بھی جواب لکھ کر بھیجتے ہیں اس پر وہ من و عن عمل کرتے ہیں ۔ اگر اس میں اپوزیشن یا کسی بھی رکن کی طرف سے یہ ثبوت پیش کر دیا جاتا ہے کہ وزیر موصوف نے تحقیق نہیں کی اور انہوں نے محکمے کے کہنے پر غلط جواب دیا ہے اور ہم نے اس ایوان کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے یہ تحریک پیش کی اور اس بات کی نشان دہی کی کہ وزیر موصوف نے صحیح جواب نہیں دیا۔ میں اس کو اچھا نہیں سمجھتا کہ ہر روز چونکہ میرا نام آتا ہے اس لیے اسے pending کرتے چلے جائیں۔ جناب سپیکر ' میری یہ گزارش ہے کہ متعلقہ وزیر صاحب کو ہی اس کا جواب دینا چاہیے -----

جناب ڈپٹی سپیکر، ارشد عمران سلہری صاحب آج تو وہ نہیں آ سکتے کیونکہ وہ بیمار ہیں ۔

جناب ارشد عمران سلہری، ٹھیک ہے آپ اسے پھر pending کر دیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اگر آج اجلاس prorogue ہو گیا تو پھر ؟ اس اجلاس میں کافی تحاریک استحقاق منظور ہوئی ہیں - آپ اس بات کے گواہ ہیں - لہذا آپ اس کو پریس نہ کریں - میں نے تو بڑی کوشش کی تھی کہ وزیر مال آجاتے -

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر ! میں پریس کیوں نہ کروں ؟

جناب ڈپٹی سپیکر، اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر میں فیصلہ کرتا ہوں -

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر ! یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے - اس کو آپ اگلے اجلاس میں لانے کی اجازت دیں -

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں اگلے اجلاس میں اور باتیں ہوں گی -

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر ! اگر وزیر موصوف تشریف نہیں لائے تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ ابھی سیکرٹری اسمبلی نے اراکین کی چھٹیوں کی درخواستیں پڑھی ہیں تو اس میں وزیر موصوف کی کوئی درخواست نہیں تھی۔ وزیر قانون نے اپنی طرف سے کہہ دیا ہے کہ ان کی درخواست آ چکی ہے -

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب سپیکر ! میں مختصر بات کرتا ہوں کہ فاضل وزیر مال نے جو جواب دیا تھا - اس میں انہوں نے مذکورہ سوال کے جواب میں کوئی بات مخفی نہیں رکھی تھی - اور میں اب بھی یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے deliberately جھوٹ نہیں بولا تھا۔ deliberately کوئی غلط بیانی نہیں کی تھی لہذا رولز 55 کے تحت فاضل رکن اسمبلی کی تحریک استحقاق قابل پذیرائی نہیں ہے اور انہوں نے جو declaration form اپنی تحریک استحقاق کے ساتھ دیا ہے۔ اس بارے میں میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ محکمے کے ریکارڈ کے مطابق نہیں ہے۔ انہوں نے جو declaration تحریک استحقاق کی بنیاد بنایا ہے وہ بھی میں آپ کی طرف ارسال کرتا ہوں اور محکمہ ریونیو کا جو original record ہے وہ بھی آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ جناب والا! اس میں لکھا ہے کہ فہرست خسرہ نمبران لف ہے جناب والا! اگر آپ میری طرف غور فرمائیں یہاں پر چوتھے کالم میں یہ لکھا ہے فہرست خسرہ لف ہے اور یہاں پر 41,40 اور 42 کالم میں غالباً فاضل رکن اسمبلی کو کسی شخص نے forgery کرتے ہوئے یہ اپنی طرف سے گاؤں کے نام خسرہ نمبر اور رقبہ لکھ کر دے دیا ہے - نیچے گاؤں کے نام لکھے ہوئے ہیں عزیز آباد ناصرہ آباد ضامن آباد - جناب والا' یہ اصل ریکارڈ کا

حصہ ہی نہیں ہے بلکہ تحریک استحقاق کی جو declaration form بنیاد بنائی گئی ہے اس form میں بھی forgery موجود ہے ۔ لہذا جس form کے اندر forgery ہے اور اس کو تحریک استحقاق کی بنیاد بنایا گیا ہے یہ نہیں ہو سکتی۔ جناب والا! جن خسرہ نمبران کا انھوں نے ذکر کیا ہے کہ وہ اس میں نہیں ہیں ۔ وہ فہرست جو ساتھ لف کی گئی تھی اس میں تمام خسرہ نمبران کا ذکر بھی موجود ہے۔ لہذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی بات مخفی نہ رکھی گئی بلکہ جس document کو تحریک استحقاق کی بنیاد بنایا گیا ہے وہ بھی غلط ہے اس لیے یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

جناب ارشد عمران سلہری، پوائنٹ آف آرڈر' جناب والا! ممکن ہے کہ آپ نے اجازت دے دی ہے کہ باضابطہ طور پر اس پر بحث کر لی جائے لیکن متعلقہ وزیر موصوف کو اس کا جواب دینا چاہیے۔ اس میں وزیر قانون جو بات کر رہے ہیں اور جن کا یہ وتیرہ ہے کہ انھوں نے ہر محکمے کو defend کرنا ہوتا ہے اس وجہ سے ان کی نوکری چل رہی ہے (اس مرحلے پر وزیر قانون نے جناب ڈپٹی سپیکر کو نقشہ پیش کیا تو جناب ارشد عمران سلہری بھی نقشہ لے کر جناب ڈپٹی سپیکر کے پاس آ گئے)

جناب ڈپٹی سپیکر : نہ' بات سنیں۔ آپ بھی یہاں رکھ دیں۔ میں دیکھتا ہی نہیں۔ نہ وہ دیکھے ہیں اور نہ یہ دیکھوں گا ۔

میاں فضل حق : پھر وہ واپس لے جائیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ مجھے ڈکٹیٹ نہیں کر سکتے ۔ کہ ایسا کریں یا ویسا کریں ۔میں نے پہلے بھی کئی دفعہ کہا ہے کہ آپ ذرا اس Chair کا خیال رکھیں ۔ جو آپ اس طرح گفتگو کرتے ہیں یہ آپ کے شایان شان نہیں ہے۔ جی ارشد عمران سلہری صاحب!

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب نے declaration form کے بارے میں کہا ہے تو میں ان سے پوچھتا ہوں کہ میں نے جو declaration form بطور ثبوت دیا ہے وہ مصدقہ ہے یا نہیں؟ جناب والا! یہ مصدقہ نقل ہے جو کہ بورڈ آف ریونیو سے لی ہے۔ میری دوسری گزارش یہ ہے کہ جو یہ بات کرتے ہیں وہ موضع جات جہاں پر رقبہ دیہہ ہے آبادی ہے کہ جس کو لینڈ ڈیپارٹمنٹ کے ڈی سی صاحب نے ان کو ملکیت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ جن کے جواب میں انھوں نے درست تسلیم کیا ہے۔ اس کے بعد سات سال کے بعد اسے فروخت کرنا یا ہبہ کرنا۔ جب ان کی ملکیت ہی نہیں

رہی بورڈ آف ریونیو نے ان کو ملکیت مستثنیٰ قرار دیا تو پھر ان کو آگے ہبہ یا gift کی صورت میں کیسے منتقل کرتے رہے۔ لاء منسٹر صاحب سے میرا دوسرا سوال ہے کہ آپ declaration میں ان مواضعات کے نام پڑھ کر بتا دیں کہ جن 11 دیہاتوں کا میں نے ذکر کیا ہے اور محکمے نے 36 دیہاتوں کا ذکر کیاہے۔ ان 36 دیہاتوں کے نام اور خسرہ نمبران مجھے دکھا دیں تو میں تحریک استحقاق واپس لے لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چونکہ یہ تحریک استحقاق کافی دیر سے التواء میں چلی آ رہی تھی۔ میں نے یہ کہا تھا کہ وزیر قانون نے بھی بیان دیا ہے تاہم وزیر مال بھی یہاں آ کر اس کا جواب دیں۔ لیکن وہ بیمار ہیں دو تین دن سے اسمبلی میں نہیں آ سکے۔ چونکہ میں نے دونوں طرف کے خیالات سنے ہیں اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی کیونکہ وہ تحریک استحقاق بنتی ہے جو وزیر موصوف جان بوجھ کر اسمبلی میں جھوٹ بولیں۔ لیکن اگر کسی اور وجہ سے اس statement میں کوئی غلطی رہ بھی جائے تو وہ تحریک استحقاق نہیں بنتی اور نہ ہی کسی کا استحقاق مجروح ہوتا ہے لہٰذا میں اس کو rule out کرتا ہوں۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 14 محمد افضل ساہی صاحب کی طرف سے ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری: پوائنٹ آف آرڈر' جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ ایک تو وزیر موصوف نے جان بوجھ کر ہاؤس کے اندر حقائق کو مسخ کر کے پیش کیا ہے اور دوسرا اس کا جواب نہ دینے کے باوجود ____

جناب ڈپٹی سپیکر، اب تو اس پر رولنگ آ چکی ہے ____ ارشد عمران سلہری صاحب آپ ذرا سکھنے کی کوشش کریں۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! آپ جو بھی کہتے ہیں ہم ماننے کو تیار ہیں کیونکہ ہمیں آپ کی کرسی کا بڑا احترام ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ بڑی محنت کر رہے ہیں۔ بڑی کوشش کر رہے ہیں۔ مہربانی۔ جناب محمد افضل ساہی صاحب

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب ڈپٹی سپیکر، جی سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! آپ کی observation ہمارے لیے قابل قبول ہے کہ آپ نے اسے dispose of کر دیا ہے ۔ لیکن اگر وزیر مال کو ان کا محکمہ غلط اطلاعات دے یا غلط ریکارڈ پیش کرے تو اس پر کوئی actionنہیں لینا چاہیے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر، اگر یہ بات واضح ہوجائے ثابت ہو جائے پھر تو ضرور action لینا چاہیے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! اگر آپ اجازت دیں تو ابھی ثابت ہو جائے گا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں' میں تو اب اس کو rule out کر چکا ہوں۔ جی محمد افضل ساہی صاحب۔

اخبار میں رکن اسمبلی کے بارے میں غلط خبر کی اشاعت

چودھری محمد افضل ساہی ، جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے مسئلہ یہ ہے کہ روز نامہ "پاکستان" مورخہ 8-2-1995 میں یہ خبر چھپی ہے کہ تحصیل پھالیہ سے مسلم لیگ (ن) کے رکن اسمبلی محمد افضل ساہی نے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور وٹو سے ملاقات کی اورمکمل طور پر اپنے تعاون کی یقین دہانی کرائی ۔ اخباری ذرائع کے مطابق مسلم لیگ (ن) کے رکن اسمبلی کی وزیر اعلیٰ سے ملاقات ایک صوبائی وزیر نے کروائی ۔ اس من گھڑت بے بنیاد اور غلط خبر سے میرے حلقہ انتخاب میں میری سیاسی ساکھ کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے ۔ لہٰذا یہ تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں اورگزارش کرتا ہوں کہ میری اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، short statement کی ضرورت ہے ؟

چودھری محمد افضل ساہی ، جی جناب والا'

جناب ڈپٹی سپیکر ، کل بھی تو آپ نے کافی بول لیا تھا ۔

چودھری محمد افضل ساہی ، جناب والا! اگر اجازت ہو تو تھوڑا سا آج بھی بول لیتا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، اچھا اجازت ہے لیکن ذرا مختصر ۔ short کو short ہی رہنے دیجیے۔

چودھری محمد افضل ساہی، جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ جناب منظور احمد وٹو سے ملاقات تو بہت دور کی بات ہے ۔ میں تو ملاقات کے بارے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا (نعرہ ہائے تحسین)۔ اس خبر کے

حوالے سے اخبار نے یہ لکھا ہے کہ محمد افضل ساہی کی ملاقات وزیر اعلیٰ پنجاب سے ایک صوبائی وزیر نے کرائی لیکن اگر اس صوبائی وزیر کا نام ہوتا تو آپ مجھ سے دریافت کر سکتے۔ اب چونکہ نام نہیں ہے جتنے بھی صوبائی وزراء ہیں صوبائی مشیر ہیں پارلیمانی سیکرٹریز ہیں اور اس معزز ایوان کے اندر جتنے بھی اراکین ہیں میں آپ کی وساطت سے ان سب کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ان کے پاس ایسا کوئی ثبوت ہے تو وہ ہاؤس کے اندر آپ کے نوٹس میں لائیں اور اگر وہ ثابت کر دیں کہ میں نے کسی وزیر کی وساطت سے کسی ممبر کی وساطت سے یا براہ راست میاں منظور احمد وٹو سے ملاقات کی ہے تو میں اقرار کرتا ہوں کہ میں اس وقت بھی روزے سے ہوں اور حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ میں نہ صرف اپنی صوبائی اسمبلی کی سیٹ سے مستعفی ہو جاؤں گا بلکہ ہمیشہ کے لیے سیاست سے بھی دست بردار ہو جاؤں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ آپ کی بات ہو گئی .....

جناب محمد افضل ساہی ، دوسرا جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے تو یہ کہا ہے کہ صوبائی وزیر کی وساطت سے ملاقات کی ہے مزید میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ملاقات تو بہت دور کی بات ہے کسی ممبر کے سامنے کسی وزیر کے سامنے کسی مشیر کے سامنے میں نے ملاقات کی خواہش کا اگر اظہار بھی کیا ہو تو میں پھر بھی مستعفی ہونے کے لیے تیار ہوں ......

جناب ڈپٹی سپیکر ، افضل ساہی صاحب بات تو ہو گئی .....

جناب محمد افضل ساہی ، جناب والا! اگر دو منٹ اور دے دیے جائیں تو ......

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں دو منٹ تو بہت ہوتے ہیں مقصد یہ ہے کہ آپ نے نہایت اچھی طرح سے وضاحت کر دی ہے اس سے بہتر اور وضاحت ہو نہیں سکتی ۔

جناب محمد افضل ساہی ، شکریہ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق)، جناب سپیکر! مذکورہ تحریک استحقاق میں کسی وزیر کی طرف سے کسی قسم کی کوتاہی کا ذکر نہیں ہے اور فاضل رکن اسمبلی ہمارے دوست ہیں اور معزز ساتھی ہیں انہوں نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ درست ہے ایک رکن اسمبلی کو اگر کسی اخباری خبر سے اس کی سیاسی ساکھ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے تو یہ کوئی اچھا معاملہ نہیں ہے لیکن یہ خبر محض ایک اخبار کی خبر ہے اور اخباری نمائندے نے اگر تحقیق کیے بغیر خبر دی ہے تو یہ صرف اس اخباری نمائندے کا قصور ہے۔ جناب والا! صحافت آزاد ہے اور اخبارات کے معاملے میں حکومت کی طرف

سے کوئی پابندی نہیں ہے اور نہ ہی خبروں پر کوئی چیکنگ ہے اس لیے حکومت اس خبر کے بارے میں قطعی طور پر قصور وار نہیں ہے اور ایک اخباری نمائندے نے اگر غلط خبر دی ہے تو فاضل رکن کا معاملہ اس اخبار کے صحافی سے بنتا ہے حکومت سے نہیں بنتا اور میں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ نہ ہی حکومت کے نوٹس میں کوئی ایسی بات ہے کہ جناب افضل ساہی صاحب نے جناب وزیر اعلیٰ صاحب سے کوئی ملاقات کی ہو ۔ جناب سپیکر! ہماری اطلاع کے مطابق یہ خبر بغیر کسی تحقیق کے اور غلط کوائف کے ساتھ شائع کی گئی ہے اور جو بات افضل ساہی صاحب نے کی ہے میں اسے درست سمجھتا ہوں لیکن اس سلسلے میں کوئی قصور اگر ہے تو اس اخباری نمائندے کا ہے میں پھر بھی رکن اسمبلی سے میں یہ گزارش کروں گا کہ جب فلور آف دی ہاؤس پر یہ بات کہہ رہا ہوں کہ ایسی کوئی بات رکن اسمبلی سے منسوب نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی رکن اسمبلی نے اپنے کردار میں کوئی ایسی لچک پیدا کی ہے جو متنازعہ ہو یا اختلافی نکتہ رکھتی ہو' اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ وہ اپنی اس تحریک استحقاق پر زور نہ دیں اور یہ معاملات اگر کل اخبارات میں آ جائیں تو اس سے ان کی جو ساکھ متاثر ہوئی ہے وہ بحال ہو سکتی ہے یہ پورا ایوان ان کی قدر کرتا ہے اور انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور متعلقہ اخبار سے بھی میں گزارش کروں گا کہ وہ اگر اس بارے میں کل معذرت شائع کر دیں کہ تحقیق کے بغیر یہ خبر شائع ہو گئی تو اس صورت حال میں یہ اپنی تحریک پر زور نہ دیں

جناب ڈپٹی سپیکر : افضل ساہی صاحب

جناب محمد افضل ساہی : جناب والا اگر متعلقہ اخبار معذرت کے ساتھ اس خبر کی تردید کر دے تو میں اس تحریک پر زور نہیں دوں گا۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی : پوائنٹ آف آرڈر' جناب والا! آج کے اخبار میں اسی طرح کی ایک خبر شائع ہوئی ہے ......

جناب ڈپٹی سپیکر : پہلے ہم اس کو dispose of کر لیں اس کے بعد آپ بات کریں۔ افضل ساہی صاحب نے کل یہاں پر یہ نکتہ اٹھایا اور آج تحریک استحقاق کی صورت میں یہ نکتہ ایوان میں پیش ہوا وزیر قانون نے اس کا جواب دیا ہے میں بھی اس سے اتفاق کرتا ہوں کہ حکومت کا قطعاً ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے کہ وہ صحافت پر کسی قسم کی کوئی پابندی لگانا چاہتی ہو صحافت آزاد ہے اور جو صحافی ہیں وہ بھی ہمارے بھائی ہیں ان پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ذرا چھان بین کر کے خبر شائع کریں

کیونکہ جب اخبار میں ایک دفعہ بات آ جاتی ہے چاہے وہ کسی کے بارے میں ہو اس سے اس کو بڑا نقصان پہنچتا ہے خاص طور پر سیاسی شخصیات کو' بعد میں تردید بھی آ جاتی ہے لیکن ایک دفعہ تو اس کے بارے میں ایک خبر سارے ملک میں اڑ جاتی ہے کہ یہ بات ہو گئی ہے۔ بہرحال کل بھی انہوں نے وضاحت سے بیان کیا اور اخبارات نے آج کوریج بھی دی ہے اور اس کی تلافی بھی میرے خیال میں ہو گئی ہے۔ اس لیے میں بھی وزیر قانون سے اتفاق کرتا ہوں کہ "پاکستان" اخبار اسے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے یہ خبر شائع کرے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے اور یہ غلطی سے خبر شائع ہو گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی دہرانا چاہتا ہوں جنگ اخبار جس کے متعلق میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم اس کا بڑا احترام کرتے ہیں لیکن انہوں نے عمران مسعود صاحب کی تردید ہمارے بار بار کہنے کے باوجود بھی شائع نہیں کی اور ہم نے وہ تحریک استحقاق کمیٹی کو بھیج دی ہے اور میرے خیال میں میری اس رولنگ کے بعد میں اس تحریک استحقاق کو dispose of تصور کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ روزنامہ "پاکستان" کل ضرور اس کی تردید شائع کرے گا۔ مہربانی۔ خاکوانی صاحب

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر! آج کے اخبار میں ایک چھوٹی سی خبر شائع ہوئی ہے کہ کل سید ناظم حسین شاہ کے ہاں ایک چھوٹی سی افطار پارٹی تھی جس میں آپ کا نام بھی شامل ہے کہ آپ بھی اس میں شامل تھے اور خبر کی ہیڈ لائن اور اس خبر کا جو زور تھا وہ یہ تھا کہ اس میں ملتان سے مسلم لیگ (ن) سے تعلق رکھنے والے ملتان کے چند ممبران نے بھی شرکت کی ان کا نام نہیں تھا اور اگر میرا نام ہوتا تو ظاہر ہے کہ میں پھر تحریک استحقاق پیش کرتا لیکن ملتان سے میں اور میرے علاوہ جو تین ساتھی اور ہیں اور جو مسلم لیگ نواز گروپ سے تعلق رکھتے ہیں' میرا تو یہ ایمان ہے کہ ان میں سے کوئی بھی وہاں شامل نہیں ہوا آپ چونکہ وہاں عینی شاہد تھے آپ بتا سکتے ہیں کہ ان میں کون ہیں؟ آج صبح ہی سے میرے حلقہ انتخاب سے کئی ٹیلیفون آئے کہ جناب کیا آپ وہاں لاہور میں اس قسم کی دعوتیں اڑا رہے ہیں اور مخالف پارٹی کی افطار پارٹیوں میں جا رہے ہیں۔ جناب والا! اس میں جو سنجیدگی کا پہلو ہے وہ یہ ہے کہ اب اس قسم کی چھوٹی چھوٹی تقریبات کا صحافیوں کو براہ راست علم نہیں ہوتا انہیں یہ خبر دی جاتی ہے اب لازمی طور پر یہ خبر وزیر بلدیات کے دفتر یا گھر سے خبر شائع ہوئی ہو گی یاپریس نوٹ کے ذریعے سے بھیجی گئی ہو گی اور اس خبر میں زور دیا گیا کہ اس میں ملتان سے مسلم لیگ نواز گروپ کے ممبران نے بھی شرکت کی۔ جناب والا! اس کا نوٹس لیں اور آپ بھی اگر اس

کی وضاحت فرما دیں تو آپ کی بھی بڑی مہربانی ہو گی۔

چودھری محمود اختر گھمن ۔ جناب سپیکر! رمضان المبارک کا مہینہ ہے اور ایک افطار پارٹی ہے اس میں مسلم لیگ نواز گروپ ہو جو نیجو گروپ ہو جماعت اسلامی ہو پیپلز پارٹی ہو ہم سب پارلیمنٹرین آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اگر ملتان ڈویژن کے کچھ ساتھی ایک وزیر کی افطار پارٹی میں آ ہی گئے ہیں تو اس میں کونسی قیامت آ گئی ہے یا تو وہ کوئی سیاسی اجتماع ہوتا' کوئی سیاسی بات ہوتی اور اس میں نہ تو ان کا نام ہے اور نہ ہی کسی اور کا نام ہے ملتان ڈویژن میں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے نواز گروپ کے ایم پی ایز ہیں اور پھر جناب والا! یہ ایک افطار پارٹی ہے جو کہ سماجی اور مذہبی تقریب ہے یہ تو برکت اور اتفاق والی بات ہے میں تو کہتا ہوں کہ ان کو بھی ایسی تقریبات میں شرکت کرنی چاہیے ۔ میں اپوزیشن کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ بھی ایسی تقریبات میں شریک ہوا کریں تاکہ محبت اور پیار میں اضافہ ہو اور ملک میں اپوزیشن اور حکومت میں جو کشمکش ہے وہ ختم ہو۔ میری تو ان سے یہ درخواست ہے کہ یہ سب لوگ آئیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ ہے دلوں سے کدورت اور نفرت ختم کردیں اور آج سے یہ ایک اچھے اقدام کی طرف آئیں ۔ ہماری افطار پارٹی میں اگر اپوزیشن کے اراکین آئیں تو میں تمام اپوزیشن اراکین کو دعوت دیتا ہوں ....

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ اگر اقبال خاکوانی صاحب آپ کو یا آپ کے ساتھیوں کو افطار پارٹی کی دعوت دیں تو آپ چلے جائیں گے؟

چودھری محمود اختر گھمن ۔ جی بالکل جائیں گے ۔

سید ظفر علی شاہ ۔ جناب سپیکر میں حکومتی پارٹی کو یقین دلاتا ہوں ہم اس شرط پر ان کی ہر افطاری میں جانے کے لیے تیار ہیں اگر وہ ہماری ہر گرفتاری میں شامل ہوں ۔ (قہقہے)

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر! میں صرف ایک فقرہ کہوں گا کہ اس قسم کی تقریبات میں شامل ہونا آپس میں پیار محبت کی نشان دہی کرتا ہے میں علی الاعلان فلور آف دی ہاؤس پر یہ کہہ رہا ہوں کہ جب ہمارے دل ہی آپ کے ساتھ ٹھیک نہیں ہیں جب تعلقات ہی ٹھیک نہیں ہیں تو میں اس قسم کی کسی افطاری میں شامل ہونے کو گناہ کبیرہ سمجھتا ہوں۔ آپ بات کرتے ہیں کہ یہ معمولی بات ہے ....

جناب ڈپٹی سپیکر، خاکوانی صاحب تشریف رکھیں۔ ماحول کو خراب نہ کریں۔ یہاں پر یہ بھی ہوسکتا

ہے جیسے محمود اختر گھمن نے کہا ہے۔ واقعی یہ بات درست ہے اگر اس کو اور نکتہ سے لیا جائے تو کوئی بات نہیں ہے۔ جس رنگ میں آپ بات کر رہے ہیں بڑی بات ہے۔ یہ بھی درست ہے۔ لیکن مجھے یہ خیال پڑتا ہے کہ مسلم لیگ (ن) اور ج میں فرق کوئی خاص نہیں ہے۔ شاید مسلم لیگ (ج) انہوں نے لکھنا ہو تو غلطی سے (ج) کی بجائے (ن) لکھا گیا ہو۔ یہ بھی تو امکان ہو سکتا ہے۔ کہ انہوں نے نام کسی کا نہیں لکھا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ مسلم لیگ (ن)۔ تو وہ مسلم لیگ (ج) کے وہاں بندے تھے میں نے دیکھے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب (ج) اور (ن) کے فرق کی بات نہیں ہو رہی۔ یہ بڑی واضح بات ہے کہ ملتان میں ہیں ہی (ن) کے ایم پی اے اور ایم این اے صاحبان۔ ملتان میں (ج) کے نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہر حال اگر اخبار نے یہ غلطی سے لکھ دیا ہے یا اس طرح کی کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے تو وہ کل لکھ سکتے ہیں ان کو میں بھی کہتا ہوں۔ کیا "جنگ" اخبار میں تھی۔ (آوازیں خبریں میں--) "خبریں" میں تھی۔ تو میرے خیال میں "خبریں" تو آپ کی بات ضرور مانے گا۔ "خبریں" کو ضرور لکھنا چاہیئے کہ پاکستان مسلم لیگ (ن) کا وہاں کوئی فاضل رکن نہیں گیا۔ مہربانی۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب والا! مجھے "خبریں" اخبار کی نیت پر قطعاً شک نہیں ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ خبر ان کے سیل سے جاری کی گئی ہو گی۔ پریس نوٹ جاری کیا گیا ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں نہیں یہ بات نہیں۔ میں اس کو رول آؤٹ کرتا ہوں۔ میرے خیال میں کوئی شریف آدمی ایسی کوئی حرکت نہیں کر سکتا۔

جناب امان اللہ خان بابر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب امان اللہ خان بابر: جناب والا! جو اقبال نے آج کہا ہے وہ اقبال نے بہت پہلے بھی کہا تھا۔ کہ:

زبان سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

جناب ڈپٹی سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر ختم ہوا۔

جناب امان اللہ خان بابر: ہاں جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی۔ راجہ جاوید اخلاص ۔ چودھری محمد ریاض ۔تحریک استحقاق نمبر ۱۵ ۔

نشان زدہ سوال نمبر 1031 کا غلط جواب

راجہ محمد جاوید اخلاص: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ:

> یکم فروری ۱۹۹۵ کو ایوان میں میرے نشان زدہ سوال نمبر ۱۰۳۱ کا جواب دیتے ہوئے جناب پیر گل صاحب پارلیمانی سیکرٹری محکمہ تعلیم نے جواب کے جزو (الف) میں کہا تھا کہ " درست نہیں ہے"۔ حالانکہ وزیر اعلیٰ نے ڈائریکٹو نمبر یو ایس (II) سی ایم ایس ۔ ۱۰۔ ۹۳/۱ ۔ ۲۲۷ مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۹۳ء کے ذریعہ سیکرٹری تعلیم کو واضح ہدایات دی تھیں۔ ایک تو پارلیمانی سیکرٹری نے میرے بار بار ضمنی سوالات کے جواب میں انکار کیا کہ کوئی ڈائریکٹو نہیں جاری ہوا۔ جب ڈپٹی سپیکر صاحب نے جو اس وقت صدارت فرما رہے تھے یہ کہا کہ اگر ڈائریکٹو کی کاپی پیش کی جائے تو یہ استحقاق کا مسئلہ بن جائے گا۔ دوسرے جب چودھری محمد ریاض ایم پی اے نے دوبارہ ضمنی سوال پوچھا تو پارلیمانی سیکرٹری اس غلط جواب پر بضد رہے۔ پارلیمانی سیکرٹری کے غلط جواب دینے سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا اس مسئلے کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب والا! یہ ایک روایت بن چکی ہے کہ ہاؤس میں اکثر اوقات سوالوں کے جوابات غلط انداز میں دیئے جاتے ہیں۔ اور ہاؤس کو غلط انفرمیشن مہیا کی جاتی ہے۔ اور غلط commitment کی جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ ممبران اسمبلی کا اور بالخصوص اپوزیشن کے ممبران اسمبلی کا یہ استحقاق ہوتا ہے کہ وہ اپنے حلقے کے مسائل کو تحاریک استحقاق کے ذریعے ' سوالات کے ذریعے اسمبلی کے اندر پیش کرتے ہیں۔ یہ ان کا ایک استحقاق ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ متعلقہ محکمے جس کے متعلق وہ سوالات ہوں۔ اور متعلقہ پارلیمانی سیکرٹری یا وزراء صاحبان جو ہیں وہ اس کو بہت lightly لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بڑا اہم محکمہ ہے۔ اور اس پر لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں ' ایک سوال کے چھپنے میں اور اس کے تقسیم

ہونے میں اور اس کا جواب آنے میں بہت زیادہ وقت بھی خرچ ہوتا ہے اور مال بھی خرچ ہوتا ہے۔ اگر اس کا جواب ہی صحیح نہ دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔ جناب والا! اس سلسلے میں آپ ایک ایسا precedent قائم کریں' ایک ایسا فارمولا طے کریں تاکہ جو بھی سوالات اس طرح کے آئیں ۔ اور ان کا جواب categorically ثابت ہو جائے کہ وہ غلط جواب دے رہے ہیں تو اس پر ان کا نوٹس لیا جائے۔ اس سے پہلے ایسی کئی مثالیں موجود ہیں۔ کہ بڑے مثبت جوابات یہاں پر دیے گئے اور commitment کی گئی کہ فلاں کام پر عملدرآمد ہو گا۔ لیکن آج تک وہ کام مکمل نہیں ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ چیف ایگزیکٹو کے احکامات' خواہ وہ موجودہ ہوں یا سابقہ ہوں۔ یہ ایک روایت ہونی چاہیے ایک کام کسی بھی دور میں چاہے وہ منظور ہوا ہو' کسی بھی چیف منسٹر نے منظور کیا ہو اس کی honour ہونی چاہیے۔ کیونکہ یہ ادارے کا تقدس ہے یہ عہدے کا تقدس ہے جس کو بحال رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

جناب والا! آپ کو معلوم ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے میں چوتھی دفعہ منتخب ہو کر اس اسمبلی میں آ رہا ہوں۔ اور کبھی بھی آج تک اس اسمبلی میں کوئی ناجائز بات ' ناجائز پوائنٹ آف آرڈر یا کوئی غلط بات نہیں کی۔میں یہ بات دل سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے حقیقی معنوں میں یہ دکھ ہوا ہے کہ اپوزیشن کے سوالوں کا بھی اس طریقے سے حشر نشر کیا جا رہا ہے تو پھر یہ ایوان کس طرح چلے گا۔ اس ایوان کی کارروائی اور اس کا تقدس کس طرح بحال رہے گا۔ جناب والا! اتفاق سے اس وقت بھی آپ تھے اور آج میری خوش قسمتی ہے کہ آپ ہی صدارت فرما رہے ہیں آپ نے خود اس بات کو محسوس کیا تھا۔ جب میرے بار بار ضمنی سوالات اٹھانے پر پارلیمانی سیکرٹری صاحب بضد رہے کہ یہ غلط ہے یہ غلط ہے۔ تو آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ اگر آپ کے پاس ڈائریکٹو کی کاپی ہے تو پھر یہ تحریک استحقاق بنتی ہے۔ تو لہذا میں نے کل جب اپنی تحریک استحقاق دی تو ڈائریکٹو کی کاپی بھی میں نے ساتھ لف کردی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اور آپ ریکارڈ میں یہ بھی دیکھ لیں کہ پچھلے بارہ تیرہ سالوں میں میں نے کبھی بھی تحریک استحقاق نہیں دی۔ آج یہ پہلی تحریک استحقاق اس ایوان کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اور میں یہ توقع کرتا ہوں کیونکہ آپ کو اس وقت بھی احساس تھا کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب غلط جواب دے رہے ہیں۔ میں یہ توقع کرتا ہوں کہ آپ اس کا نوٹس لیں گے۔ اور میری تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں گے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب لاء منسٹر۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق): جناب والا! سوال نمبر ۱۰۲۱ تھا۔ جس کے بارے میں یہ تحریک استحقاق آئی ہے۔ ایک تو جناب والا! جب پارلیمانی سیکرٹری صاحبان سوالات کا جواب دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ اگر منسٹرز کی غلط statement نہیں۔ اور انہوں نے جان بوجھ کر جھوٹ نہ بولا ہو تو وہ تحریک استحقاق eccept نہیں ہوتی۔ تو پارلیمانی سیکرٹری کے بارے میں بالخصوص میں عرض کروں گا کہ انہیں اس سے زیادہ رعایت دینی چاہئے۔ لیکن فاضل پارلیمانی سیکرٹری نے اس سوال کا جو جواب دیا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ انہوں نے جواب درست دیا۔ اور انہوں نے اپنی انفارمیشن کے مطابق ہاؤس کو ٹھیک طریقے سے آگاہ کرنے کی کوشش کی۔ راجہ جاوید اخلاص صاحب کا سوال یہ تھا کہ کیا یہ درست ہے کہ دسمبر ۱۹۹۲ء میں وزیر اعلیٰ نے اپنے دورہ گوجر خان کے موقع پر ہر صوبائی حلقہ میں دو سکولوں کو اپ گریڈ کرنے کا اعلان کیا تھا۔ جناب سپیکر! میں خود ذاتی طور پر یہ جانتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب دسمبر کے دوران وہاں گوجر خان کا انہوں نے دورہ نہیں کیا تھا۔ لہذا جس ڈائریکٹو کی بات ہو رہی ہے وہ دورہ گوجر خان کے حوالے سے انہوں نے کوئی ڈائریکٹو جاری نہیں کیا تھا۔ اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے اس بارے میں یہ بات کی تھی یہ جزو (الف) جو ہے یہ درست نہ ہے۔ جناب والا! جہاں تک سپلیمنٹری سوالات کا تعلق تھا۔ اس کے جواب میں پھر جب چودھری ریاض صاحب نے یہ کہا کہ جو ڈائریکٹو ہے وہ موجود ہے تو پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے جو جواب دیا میں وہ آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں کہ "جناب سپیکر! اگر یہ ڈائریکٹو کی کاپی دیں تو اس کے بعد ہم دیکھیں گے۔ کہ ڈائریکٹو کے وقت وہاں حلقے کی صورت حال کیا تھی اس کے مطابق ہم اپ گریڈ کرنے کو تیار ہیں"

جناب سپیکر! جب فاضل پارلیمانی سیکرٹری نے خود یہ بات کہی کہ اگر ڈائرکٹو موجود ہے تو اس پر ہم عمل کرنے کو تیار ہیں اپ گریڈ کرنے کو تیار ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ انھوں نے پوری دیانت داری کے ساتھ ان کے سوال کے جواب میں انھیں مطمئن کرنے کی کوشش کی اور انھوں نے جو بات محکمے کے نوٹس میں لانا چاہی فاضل پارلیمانی سیکرٹری نے واضح جواب کے ذریعے یہ اظہار کیا ہے کہ ہم اس بات کا نوٹس لیں گے کہ اگر ڈائرکٹو موجود ہے تو ہم یہ بات کر دیں گے۔ پھر دوبارہ آپ نے جب انھیں موقع فراہم کیا تو پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے پھر یہ بات کی کہ ہمیں ڈائرکٹو کی کاپی مہیا کر دیں ہم اپ گریڈ کرنے کے لیے تیار ہیں۔اور آپ نے وہاں پر فرمایا، "جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے'

شکریہ۔ اگلا سوال پیر شجاعت حسین قریشی۔" تو جناب سپیکر! جب یہ صورت حال ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی اور یہ رول۔۵۵ کے زمرے میں نہیں آتی۔ اسے رول آؤٹ کیا جائے۔

راجہ محمد جاوید اخلاص، جہاں تک منسٹر صاحب نے ــــ

جناب ڈپٹی سپیکر، راجہ جاوید اخلاص صاحب! آپ چوتھی دفعہ آئے ہیں اور مسلسل آرہے ہیں۔ تو آپ بڑے تجربہ کار پارلیمنٹیرین ہیں۔

راجہ محمد جاوید اخلاص، جناب سپیکر! منسٹر صاحب نے اس حد تک جو جواب دیا ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ یہ ڈائرکٹو کی کاپی ہمیں دے دیں تو ہم متذکرہ سکول اپ گریڈ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ جس پر آپ نے حکم دیا تھا کہ ٹھیک ہے۔ لیکن جو بات وزیر قانون صاحب اب بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ دسمبر ۱۹۹۲ء میں وزیر اعلیٰ کا دورہ گوجرخان ہوا ہی نہیں۔ یہ بات وہ اب بھی غلط کہہ رہے ہیں۔ میں نے کل جو تحریک استحقاق دی تھی اس میں ڈائرکٹو کی کاپی ساتھ لگائی ہے اور وہ ڈائرکٹو وزیر اعلیٰ کے دورہ گوجرخان کے حوالے سے ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ دسمبر کا دورہ ہے؟

راجہ محمد جاوید اخلاص، دسمبر کا دورہ ہے۔ اور اس ڈائرکٹو پر تاریخ بھی لکھی ہوئی ہے۔ اور وہ ڈائرکٹو بھی موجود ہے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں نے یہی عرض کیا ــــ

راجہ محمد جاوید اخلاص، مجھے بات مکمل کرنے دیں۔

وزیر قانون، اصل مسئلہ اپ گریڈیشن کا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پہلے ان کو سن لیتے ہیں۔

راجہ محمد جاوید اخلاص، میں وہی بات کرنے والا ہوں۔

وزیر قانون، شاید مجھ سے کوئی ایسا لفظ نکلا ہو ــــ

راجہ محمد جاوید اخلاص، میں وہی بات کر رہا ہوں۔ لیکن اگر وزیر قانون صاحب یہ بات پورے وثوق کے ساتھ اور دل سے کہہ رہے ہیں کہ اس ڈائرکٹو پر یہ عمل درآمد کرنے کے لیے تیار ہیں اور جس سکول کا ذکر کیا تھا جس طرح پارلیمانی سیکرٹری نے کہا اور اب وزیر موصوف بھی کہہ رہے ہیں اگر وہ اس کا

وعدہ کرتے ہیں تو پھر میں اس کو پریس نہیں کروں گا۔ لیکن واضح طور پر فرمائیں جس طرح انھوں نے کہا ہے اس پر عمل در آمد ہو۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ کے ڈائر کٹو کے مطابق اور راجہ جاوید اخلاص صاحب کی خواہش کے مطابق اس ڈائر کٹو پر عمل در آمد ان کے سوال کی حد تک کیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ Not pressed -

تحاریک استحقاق ختم ہوتی ہیں۔ ہم نے اس سیشن میں ساری تحاریک استحقاق ختم کر دی ہیں۔ کسی کی پینڈنگ نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر: اب تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔

سید سجاد حیدر کرمانی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، سجاد حیدر کرمانی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید سجاد حیدر کرمانی: جناب سپیکر! میری ایک تحریک التوائے کار ۲۵ جنوری سے آپ کے پاس موجود ہے۔ اس کی اہمیت کی پیش نظر میں آپ سے التماس کرتا ہوں ـــــ

جناب ڈپٹی سپیکر: نمبر کیا ہے؟

سید سجاد حیدر کرمانی: ۲۲ ہے جی۔ اگر اس کو out of turn لے لیا جائے تو میں ممنون ہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر صاحب! یہ ۲۲ کرمانی صاحب کی ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اس کو out of turn لے لیا جائے جب کہ ابھی نمبر ۱۲ میرے سامنے ہے جو سید تابش الوری صاحب کی ہے۔ اس کی کاپی آپ کے پاس ہے؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! اس کی کاپی میرے پاس ہے۔ اگر آپ اس کو out of turn لینا چاہیں تو بے شک لے لیں۔ لیکن اس کے بعد باقی پھر ترتیب کے ساتھ لیں۔ اگر صرف ایک آپ out of turn لینا چاہتے ہیں ـــــ

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، میں نہیں لینا چاہتا۔ ان کی استدعا ہے۔

وزیر قانون: مجھے اعتراض نہیں ہے۔ لیکن باقی تحاریک التوائے کار بھی ہیں۔ غالباً آج اجلاس کا آخری

دن ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تئیس نمبر کی کاپی آپ کے پاس ہے؟

وزیر قانون، تئیس نمبر کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب میں ہاؤس کی رائے لینا چاہتا ہوں۔ خاص طور پر سید تابش الوری صاحب! چونکہ آپ کی تحاریک التوائے کار موجود ہیں۔ کرمانی صاحب نے یہ استدعا ہاؤس کو کی ہے کہ ان کی نمبر ۲۳ تحریک التوائے کار کو out of turn لے لیا جائے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں نے یہ ابھی دیکھی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کو out of turn لینے کی ضرورت اس لیے نہیں ہے' یہ ابھی میرے پاس پہنچی ہے' لہٰذا ترتیب سے چلنا چاہیے۔ یہ issue تو کل بھی زیر بحث رہ چکا ہے۔ یہ کوئی ایسا اہم نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سید تابش الوری صاحب! آپ نمبر ۱۲ پڑھیے۔ چونکہ لاء منسٹر صاحب مان نہیں رہے۔ وہ کہتے ہیں' نہیں۔ out of turn نہ لیجیے۔ کیونکہ کل بھی یہ سوال یہاں ایوان میں کافی دیر زیر بحث رہا ہے۔ یہی سوال تھا۔

سید تابش الوری، مجھے اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں' آپ کو تو نہیں ہے۔ وزیر قانون کو اعتراض ہے۔ اس کے بعد لے لیتے ہیں۔ جلدی جلدی اگر آپ آئیں گے تو تحریک التوائے کار آ جائیں گی۔

سید سجاد حیدر کرمانی، میں اس امر کی وضاحت کرتا ہوں۔ غالباً وزیر قانون اس رول کا سہارا لے رہے ہیں۔وہ جو مسئلہ تھا' I refer to Rule-67(d)۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ایک سوال تھا اور وہ سطحی سی بات ہوئی۔ تو میں آپ سے التماس کرتا ہوں یہ آپ کے دائرۂ اختیار میں ہے۔ راستے میں رکاوٹ پیدا نہیں کرنی چاہیے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ 67 (d) کو آپ مستثنیٰ کرتے ہوئے مجھے اجازت دیجیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' اجازت ہے۔

Syed Sajjad Haider Karmani: Do I have your permission Sir?

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! ہم یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہیں گے ــــ

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق)، جناب سپیکر! انھوں نے تحریک پڑھنا شروع کر دی ہے۔

سید سجاد حیدر کرمانی، تو آپ مجھے کس چیز کی اجازت دے رہے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ آپ نے رول quote کیا تھا۔ میں نے اس بارے میں آپ کو اجازت دی تھی۔

سید سجاد حیدر کرمانی، میں نے آپ سے استدعا کی ہے کہ یہ آپ کے دائرۂ اختیار میں ہے۔ جس کا یہ سہارا لے رہے ہیں میں اس کے تابع عرض کر رہا ہوں کہ کل یہاں ایک سوال پیش ہوا تھا۔ تو اس کا سہارا لے کر اس تحریک التواء کو اگر آپ kill کرتے ہیں ـــ

جناب ڈپٹی سپیکر، میں اس کو kill نہیں کر رہا۔ اس وقت تو مسئلہ زیر بحث ہے out of turn کا۔

سید سجاد حیدر کرمانی، آپ ہاؤس کی sense لے لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، محمود اختر گھمن صاحب کی بات سن کر بعد میں۔

چودھری محمود اختر گھمن، جناب سپیکر! ہماری بھی ایک تحریک التوائے کار نمبر ۲۴ ہے۔ چونکہ وہ فوری اہمیت کی ہے اور فوری نوعیت کی ہے۔ اس کو بھی out of turn لینے کی اجازت بخشی جائے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! فاضل رکن اسمبلی نے کہا کہ آپ اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ تو یہی صورت حال ہے کہ اگر ایک رکن out of turn کہے گا تو باقیوں کی تحاریک التوائے کار کی بھی ایسے ہی اہمیت ہے۔ اس لیے ہر رکن پھر یہ چاہے گا کہ میری تحریک التوائے کار out of turn لی جائے۔ لہذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس پر مناسب فیصلہ یقیناً آپ خود کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ out of turn نہیں آنی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس سیشن میں پہلے out of turn کوئی تحریک التوائے کار لی گئی ہے یا نہیں؟ میرے خیال میں کرمانی صاحب! یہ ایک اچھی روایت ہے۔ آپ دیکھیں، گورنمنٹ سائیڈ سے بھی ہو رہا ہے کہ ہماری بھی نمبر ۲۴ out of turn لیں۔

سید سجاد حیدر کرمانی، اگر آپ اس کی تاریخ دیکھ لیں تو جنوری سے میری یہ تحریک التوائے کار آپ کے پاس ہے۔ آپ اس اصول کے پیش نظر اگر اس کو لے لیں تو میں مشکور ہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، بات تو آپ کی بھی ٹھیک ہے لیکن بات ان کی بھی ہے۔ جی، عمران مسعود صاحب۔

میاں عمران مسعود، شکریہ جناب سپیکر۔ جناب والا! کرمانی صاحب بڑے dignified اور معزز ممبر ہیں۔ میں گزارش کروں گا کہ میرے خیال میں انھوں نے پہلی تحریک التوائے کار دی ہے۔ اگر ان کی یہ درخواست ہے تو میں تمام اپوزیشن کی طرف سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر اس کو out of turn لے لیا جائے تو اس میں کوئی ہرج والی بات نہ ہو گی۔ بہت شکریہ جناب سپیکر۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، میں عمران مسعود کی تائید کرتا ہوں۔ سید سجاد حیدر شاہ صاحب ہمارے نہایت ہی معزز اور تجربہ کار ساتھی ہیں۔ اور معاملہ بھی صوبے کے بہت اہم مسئلے پر ہے۔ براہ مہربانی انھیں out of turn اجازت دی جائے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! یہ فوری نوعیت کا اس لیے نہیں ہے کہ اس issue پر کل وقفہ سوالات کے دوران بحث ہو چکی ہے۔ لہٰذا جس issue کو ہم پہلے ایوان میں dispose of کر چکے ہیں اس کو دوبارہ out of turn لانے کا معاملہ میں سمجھتا ہوں کہ مناسب نہیں ہے۔ اس کو out of turn نہیں لانا چاہیے۔ اس میں urgency نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے باتیں سن لی ہیں۔ وہ تحریک نمبر ۲۳ بھی میں نے دیکھی ہے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ اس کو out of turn لیا جائے۔ لہٰذا میں اجازت نہیں دیتا کہ اسے out of turn لیا جائے۔ جی سید تابش الوری صاحب۔

پرکشش اسامیوں پر میرٹ کی بجائے اراکین اسمبلی کی سفارش پر بھرتی

سید تابش الوری، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نیشن" مورخہ ۹۵-۱-۳۰ کے مطابق اے ایس آئی۔ ایم ایم پی آئی' نائب تحصیلدار' فوڈ انسپکٹر' ایکسائز انسپکٹر اور ایسی ہی چمکدار اسامیاں آئندہ پنجاب میں سرکاری اراکین اسمبلی کی سفارش پر پر کی جائیں گی اور تقرر نامے براہ راست وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ سے جاری فرمائے جائیں گے۔ حکومت نے پبلک سروس کمشن پنجاب سے ایسی چمکدار اسامیوں کی بھرتی کا اختیار بھی واپس لے لیا ہے۔ میرٹ پر بھرتی کا نعرہ لگانے والی صوبائی حکومت کے حوالے سے اس خبر نے بے روزگار نوجوانوں اور عوامی حلقوں میں زبردست اضطراب پیدا کر دیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق): جناب سپیکر! فاضل رکن اسمبلی نے اپنی تحریک التوائے کار کی بنیاد ایک اخباری خبر کو بنایا ہے۔ انہوں نے اس میں لکھا ہے اے ایس آئی۔ ایم ایم پی آئی نائب تحصیلدار، فوڈ انسپکٹر، ایکسائز انسپکٹر اور ایسی ہی دوسری چھکدار اسامیاں آئندہ پنجاب میں سرکاری اراکین اسمبلی کی سفارش سے پر کی جائیں گی۔ جناب سپیکر! انہوں نے اس میں مزید فرمایا ہے کہ تقررنامے وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ سے براہ راست جاری کیے جائیں گے۔ ایسی کوئی پالیسی حکومت نے نہیں بنائی اور نہ ہی ایسی directions حکومت نے جاری کی ہیں۔ یہ ایک بے بنیاد خبر ہے اور فاضل محرک کے لیے یہ عرض ہے کہ مذکورہ بالا اسامیاں اب بھی پنجاب پبلک سروس کمشن کے ذریعے پر کی جاتی ہیں۔ اور سوائے اے ایس آئی کے جو صرف بنیادی سکیل نمبر ۹ کی پوسٹ ہے وہ حکومت نے واپس لی۔ لیکن اس پر بھی کوئی بھرتی ابھی تک حکومت نے نہیں کی اور اس سکیل پر محکمہ پولیس کے قواعد و ضوابط کے مطابق بھرتی ہو گی۔ جہاں تک حکومت کی بھرتی پالیسی کا تعلق ہے اس میں اراکین اسمبلی کی سفارش کا کہیں کوئی دخل نہیں ہے۔ اور بھرتی پالیسی کی بنیاد صرف اور صرف میرٹ ہے۔ اور پنجاب حکومت نے جو بھرتی پالیسی بنائی ہے اسے میں اپنی بات کے ثبوت کے لیے ریکارڈ کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ کہ اس میں میرٹ کو بنیاد بنایا گیا ہے اور اس میں قطعی طور پر اراکین اسمبلی کی سفارش کو کہیں بنیاد نہیں بنایا گیا۔ اور یہ تحریک التوائے کار رول ۶۷ کے تحت مندرجہ بالا قواعد کی روشنی میں قابل پزیرائی نہیں ہے۔ اسے خلاف ضابطہ قرار دیا جائے۔ یہ محض ایک اخباری خبر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تابش الوری صاحب! میرے خیال میں آپ تو بڑے حساس رکن ہیں اور باخبر بھی ہیں تو اس سٹیٹمنٹ کے بعد کوئی کسر تو باقی نہیں رہتی۔ انہوں نے categorically کہہ دیا ہے۔

سید تابش الوری: جناب سپیکر! مجھے خوشی ہوئی ہے کہ وزیر قانون نے اس سلسلے میں حکومتی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے ایک دفعہ پھر یہ میرٹ کو بھرتی کی بنیاد بنانے کی یقین دہانی کرائی ہے۔ لیکن میں ان سے صرف یہ پوچھنا چاہوں گا کہ پبلک سروس کمشن پنجاب سے گریڈ ۹ کی ان اسامیوں کے لیے کیوں اختیار واپس لیا گیا ہے۔ اور ایل ڈی اے میں جو چھ اسسٹنٹ ڈائریکٹر براہ راست چیف منسٹر نے میرٹ کے خلاف مقرر کیے ہیں اس سلسلے میں وہ کیا وضاحت فرمائیں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: تابش الوری صاحب! میں یہ ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ وزیر قانون کو جواب دینے کے لیے کہا جائے کیونکہ انہوں نے بڑے واضح طور پر کہہ دیا ہے کہ گورنمنٹ کی کوئی پالیسی

نہیں ہے۔ ہم کوئی اس طرح کی بات نہیں کر رہے ۔ میرٹ پالیسی انہوں نے بنائی ہوئی ہے جو انہوں نے میری طرف بھی بھیج دی ہے اور میں آپ کی طرف ارسال کر رہا ہوں۔ لہٰذا میں اسے rule out کرتا ہوں کیونکہ یہ تحریک التوائے کار نہیں بنتی ۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! انہوں نے یہ اعتراف کیا ہے کہ پنجاب سروس کمشن سے ----

جناب ڈپٹی سپیکر، تابش الوری صاحب! آپ نمبر ۱۴ پڑھیے۔ آگے بھی بڑی اہم تحریک ہے۔ (قطع کلامیاں) میں نے اسے rule out کر دیا ہے۔ آپ نمبر ۱۴ پڑھیے ۔

سید تابش الوری، جناب والا! میں صرف اتنی بات کر رہا ہوں اور آپ نے سنا نہیں کہ انہوں نے اعتراف کیا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے سب کچھ سن لیا ہے۔ برائے مہربانی آپ اپنی تحریک التوائے کار نمبر ۱۴ پڑھیے وہ بڑی اہم ہے۔

وفاقی حکومت کی طرف سے صوبہ پنجاب کے ترقیاتی فنڈز کے اجراء میں رکاوٹ

سید تابش الوری، جناب سپیکر! میں تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت مسئلے کے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ معاملہ یہ ہے کہ معتبر ذرائع اور اخبارات کے مطابق وفاقی حکومت نے بعض غلط کاریوں اور مالی اختیارات کے بے جا استعمال کی پاداش میں صوبہ پنجاب کے ترقیاتی فنڈز روک دیے ہیں۔ اور صوبائی حکومت سے بعض قابل اعتراض معاملات کی وضاحتیں اور ترقیاتی فنڈز کے استعمال کی تفاصیل طلب کی ہیں۔ اور صوبائی حکومت کے اصرار کے باوجود فنڈز جاری نہیں کیے۔ جس سے حکومت پنجاب کو مالی بحران کا سامنا ہے اور صوبے بھر میں ترقیاتی کام متاثر ہو رہا ہے اس صورت حال نے عوام میں شدید اضطراب پیدا کر دیا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی جناب لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق)، جناب سپیکر! صوبے میں قطعی طور پر ترقیاتی کام---

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی!

خواجہ ریاض محمود : جناب سپیکر ! میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وزیر قانون کے پاس کتنے محکموں کا قلم دان ہے ؟ محکمہ مال کے یہ جواب دیتے ہیں ۔ محکمہ تعلیم کے یہ کل جواب دے رہے تھے ۔ قانون کے تو یہ وزیر ہیں ہی۔ اب law and order کا بھی یہ جواب دے رہے تھے۔ یہ چیمہ صاحب بیٹھے ہیں ۔بیس ہزار دو سو پچاس روپے ان کی تنخواہ ہوگئی ہے۔ یہ امرت دھارا کس لیے آپ نے یہاں پر رکھا ہوا ہے ؟ مجھے خطرہ ہے کہ وزیر قانون بے چارے بیمار نہ پڑ جائیں۔ اور وزیر اعلیٰ صاحب کی ترجمانی بھی یہ یہاں پر ادا کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میری بات سنیں۔ یہ تو ان کی تعریف ہے کیونکہ یہ competent ہیں۔ یہ قابل ہیں۔

خواجہ ریاض محمود : جناب سپیکر ! میں یہ بات ان کے اظہار محبت میں کررہا ہوں ۔ کہ آپ نے ان پر اتنا بوجھ ڈال دیا ہے کہ جو بھی تحریک یا سوال جواب ہماری طرف سے ہوتے ہیں وزیر قانون اس کا جواب دے رہے ہیں۔ یہ بات قانون اور قاعدے کے مطابق درست نہیں ہے۔ متعلقہ وزیر جس کے پاس اس وزارت کا قلم دان ہے وہ جواب دے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات درست ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ !

خواجہ ریاض محمود : جناب والا! یہ سوال جو تابش الوری صاحب نے کیا ہے اس کا جواب وزیر خزانہ صاحب کو دینا چاہیے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : خواجہ صاحب! اب مجھے بولنے دیں ۔ ٹھیک ہے آپ کی بات ہو گئی ہے ۔

خواجہ ریاض محمود : جناب سپیکر! جو میں نے بات کی ہے اس کا جواب کیا ہے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر : اس کا جواب میں دیتا ہوں۔ آپ بیٹھیں گے تو میں بولوں گا۔ ہاں۔ یہ بات ان کی ویسے جائز ہے۔ لیکن یہ اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ ہمارے لاء منسٹر نہایت قابل ہیں ۔ وہ سارے محکموں کے جواب دینے کے اہل ہیں۔ یہ ایک اچھی بات ہے ۔ اگرکسی وجہ سے کوئی وزیر حاضر نہ ہو تو لاءمنسٹر کو یہ حق حاصل ہے۔ تاہم خواجہ صاحب کی یہ بات بھی اپنی جگہ پر درست ہے کہ ہر وزیر موصوف کو اپنے محکمہ کے جواب کے لیے حاضر ہونا چاہیے ۔ اگر کسی وجہ سے نہ آسکیں تو پھر یہ لاء منسٹر کی

ذمہ داری ہوتی ہے۔

راجہ ریاض احمد، پوائنٹ آف آرڈر۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر، راجہ ریاض احمد کو مجھے ٹائم دے لینے دیں ورنہ وہ پھر مجھے کچھ کہیں گے۔ جی راجہ ریاض احمد صاحب!

راجہ ریاض احمد، جناب سپیکر! آپ نے ابھی فرمایا ہے کہ ہمارے لاءمنسٹر صاحب اہل ہیں اور وہ سارے فرائض انجام دے سکتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ باقی جو وزراء ہیں وہ اس کے اہل نہیں ہیں۔ مہربانی جناب!

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں نہیں۔ وہ جو حاضر نہیں ہوتا اس کے لیے ہوتا ہے۔

حاجی عبدالرزاق، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب ڈپٹی سپیکر، جی حاجی عبدالرزاق صاحب!

حاجی عبدالرزاق، جناب والا! میں یہ عرض کررہا ہوں کہ جس طرح آپ نے فرمایا---

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کس بات پر بولنا چاہتے ہیں؟

حاجی عبدالرزاق، جناب والا! میں بالکل مختصر بات کروں گا۔ میں تقریر نہیں کررہا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کا پوائنٹ کون سا ہے۔

حاجی عبدالرزاق، جناب والا! یہ کوئی مسجد یا سٹیج نہیں ہے کہ میں تقریر کروں۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پر یہ کہہ رہا ہوں کہ جس طرح آپ نے فرمایا ہے کہ آپ کے جو وزیر ہیں یہ بڑے قابل ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے پاس ایک ہی منسٹر قابل ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تو وہی بات ہوئی جو راجہ ریاض احمد نے کی ہے۔ ایک ہی بات ہے۔

وزیر اوقاف (چودھری محمد شاہ نواز چیمہ)، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی شاہنواز چیمہ صاحب۔

وزیر اوقاف، جناب سپیکر! بڑی خوشی دی گل اے کہ اپوزیشن دے خواجہ ریاض صاحب بہت اعلیٰ انسان نیں۔ بڑے اچھے ممبر نیں اور ہمیشہ اچھی گل کردے نیں۔ ایس چیز دی بڑی خوشی ہوئی اے کہ

ایہناں نے گورنمنٹ پنج دے ساڈے وزیر قانون صاحب دی تعریف کیتی اے۔ میں ایس چیز دی وزیر قانون نوں مبار کباد دیندا کہ ایہناں دے اچھے کم کرن دے نال ساری کیبنٹ دی تعریف ہوئی اے۔ خواجہ ریاض صاحب دا وی میں دلی طور تے مشکور آں کہ اوہناں نے بڑے اچھے ریمارکس دتے نیں اور اپوزیشن جیہڑا کردار ادا کر رہی اے اوہ بہت اعلیٰ کردار ادا کر رہی اے۔ اوہنوں تمام طبقے نے سراہیا کہ پہلی دفع پنجاب اسمبلی دے وچ اپوزیشن نے اعلیٰ کردار ادا کیتا اے۔ تے اسیں ایہناں دے بہت مشکور آں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ۔

جناب سلطان عظمت حیات : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی عظمت حیات صاحب۔

جناب سلطان عظمت حیات : جناب سپیکر! میں آج کی ایک بڑی اہم خبر کے بارے میں آپ کی وساطت سے حکومت سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ گورنر پنجاب نے آج اخبار میں یہ فرمایا ہے کہ تمام مشیر غیر قانونی طور پر ہیں۔ یہ مراعات جو لے رہے ہیں یہ صوبے پر بوجھ ہے اور صوبہ ایک بہت بڑے مالی بحران کی طرف بڑھ رہا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ مشیر غیر قانونی ہیں یا قانون کے مطابق ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ اس کو باقاعدہ ایک تحریک کی شکل میں اسمبلی سیکرٹریٹ میں لائیں۔ تو اس کے بعد جب وہ یہاں آئے گی تو پھر بات کریں گے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی مولانا صاحب۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم : جناب سپیکر! آج کے اخبار نوائے وقت میں جہاں پر فاضل مقرر نے فرمایا ہے اس کے بعد ایک اور خبر آئی ہے۔ گورنر پنجاب جو کہ صوبے کا سربراہ ہے۔ پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے اس کا آئینی سربراہ ہے۔ وہ یہ سٹیٹمنٹ دیتا ہے کہ میں اپنے بیٹے کی شادی پر طوائفوں کو بلانا چاہتا تھا لیکن ماحول میں گھٹن ہے اس لیے میں نے نہیں بلایا۔ میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ اگر کسی صوبے کا آئینی سربراہ اس قسم کی سٹیٹمنٹ دے تو کیا وہ آئینی طور پر صوبے کا گورنر رہ سکتا

ہے یا نہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بات سنیں۔ میں تحاریک التوائے کار کو جلدی جلدی لے رہا تھا تا کہ یہ زیادہ سے زیادہ ہو جائیں۔ تو اس طرح سے میرے خیال میں یہ پوائنٹ آف آرڈر اس مرحلہ پر یہاں جائز نہیں ہے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم: آپ یہ فرمائیں کہ میرا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے یا ناجائز؟

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ آپ مجھے بیچ میں کیوں ڈالتے ہیں؟ گورنر کی بات پر یہاں پر مسئلہ زیر بحث نہیں آسکتا۔ ہر ایک کو اپنے اظہار خیال کی آزادی ہے۔ کسی کو آپ پابند نہیں کر سکتے کہ یہ ایسے بات ہو یا ویسے بات ہو۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، آپ کی یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ہر شخص کو اپنے اظہار خیال کی آزادی ہے لیکن جس وقت کوئی شخص کسی عہدے پر براجمان ہو تو اس کی اظہار رائے کو یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ حکومت کی پالیسی ہے۔

جناب محمود اختر گھمن: جناب سپیکر! تحاریک التوائے کار کو لیں۔ اس طرح تو وقت ضائع کیا جا رہا ہے۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں اس کو treat نہیں کر رہا۔ یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ جی سید تابش الوری صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر۱۴ کا جواب دیں۔

وزیر قانون(چودھری محمد فاروق) ، جناب سپیکر! میں خواجہ ریاض محمود صاحب' دیگر اراکین اور آپ کے ریمارکس کے لیے مشکور ہوں کہ آپ نے میری کوتاہیوں کے باوجود تعریفی کلمات کہے۔

جناب سپیکر! سید تابش الوری صاحب نے جو تحریک التوائے کار پیش کی ہے۔ یہ عمومی نوعیت کی ہے اور یہ اخبارات کے حوالے سے جن اخبارات کا ذکر بھی نہیں کیا گیا اور اخبارات میں آنے والی خبروں کی تاریخوں کے حوالے سے بھی کوئی specific بات اس تحریک التوائے کار میں نہیں کی گئی۔ اس لیے یہ رول ۶۷ کے مطابق قابل پذیرائی نہیں ہے۔

صوبہ قطعی طور پر مالی بحران کا شکار نہیں ہے۔ بلکہ گذشتہ کئی سالوں کے مالی معاملات کی نسبت اس دفعہ صوبے کے مالی معاملات میں زیادہ توازن پایا جاتا ہے اور متوازن پالیسیوں کی وجہ سے حکومت اپنے انتظامی اور ترقیاتی معاملات اچھے انداز میں چلا رہی ہے اور قابل تعریف انداز میں چلا رہی ہے۔

صوبے میں ترقیاتی کام بھی قطعی طور پر متاثر نہیں ہیں جس کی وجہ سے یہ تحریک التوائے کار خلاف ضابطہ قرار دی جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ رول ۶۷ کے تابع تحریک التوائے کار نہیں بنتی۔ اس لیے اسے رول آؤٹ کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی تابش الوری صاحب۔

سید تابش الوری: جناب سپیکر! وزیر قانون نے اس موضوع پر ایک بڑا مبہم بیان جاری کیا ہے۔ میری تحریک التوائے کار بڑی واضح اور غیر مبہم ہے۔ میں نے اپنی معتبر اطلاعات کی بنیاد پر، صرف اخبارات کی اطلاعات کی بنیاد پر نہیں، اپنی معتبر اطلاعات جس میں سرکاری ذرائع بھی شامل ہیں، کی بنیاد پر یہ تحریک التوائے کار مرتب کی ہے۔ انھیں یہ بتانا چاہیے۔ کیا یہ درست نہیں ہے کہ مرکزی حکومت نے پنجاب کے ترقیاتی فنڈز روک دیے ہیں؟ کیا یہ درست نہیں ہے کہ اس کے نتیجے میں پنجاب میں ایک مالی مشکل اور بحران پیدا ہو گیا ہے؟ کیا یہ درست نہیں ہے کہ مرکزی حکومت نے وضاحتیں طلب کی ہیں کہ ان فنڈز کو misuse کیا جا رہا ہے؟ خاص طور پر وزیر اعلیٰ کے حوالے سے یہ پوچھا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے صوابدیدی فنڈ سے ایک بہت بڑی کروڑوں کی رقم اپنے حلقہ میں خرچ کر دی ہے اور اس کی تحقیقات مرکزی حکومت کر رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایسا اہم اور سنگین معاملہ ہے کہ جس کو ٹال مٹول کی بجائے حقائق کا سامنا کرتے ہوئے عوام کو اور اس ایوان کو اعتماد میں لینا چاہیے کیونکہ اگر یہ ترقیاتی فنڈز جاری نہ کئے گئے تو پنجاب کی ساری ترقیاتی سکیمیں مفلوج ہو جائیں گی اور اس ایوان کے ارکان نے جو ترقیاتی منصوبے دیے ہیں وہ زیر عمل نہیں آ سکیں گے۔

جناب والا! یہ ایک بڑا اہم اور سنگین مسئلہ ہے جس کے سلسلے میں وزیر قانون کو نہایت غیر مبہم بیان دینا چاہیے تھا لیکن انھوں نے ایک confused بیان جاری کیا ہے جو کسی طرح سے بھی ہماری تشفی کے لیے کافی نہیں۔ پھر جس رول کا حوالہ دیا ہے اس رول کے تحت یہ تمام ضوابط کے لوازمات کو پورا کرتا ہے اور اسی بنیاد پر یہ تحریک التوائے کار آج اس ایوان کے سامنے ہے۔ اس لیے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ پنجاب کے اجتماعی مفاد کے پیش نظر پنجاب کی ترقی و تعمیر کے پیش نظر انھیں اس سلسلے میں اس ہاؤس کو پورے طور پر اعتماد میں لینا چاہیے اور وہ تمام واقعات بتانے چاہییں جس کے نتیجے میں پنجاب کسی بھی مالی بحران کا شکار ہو سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسئلہ ایسا ہے جو صرف اسی ہاؤس میں زیر بحث آ سکتا ہے اور یہی ہاؤس انھیں مشکل سے بھی نکال سکتا

ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مرکز کسی خاص منصوبے کے تحت پنجاب کے معاملات کو اس طرح منجمد کرنے پر اترا ہوا ہے۔ پنجاب کی تعمیر و ترقی کو روکنا چاہتے ہیں۔ ہم ایسی کسی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دینا چاہتے۔ اس لیے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس مسئلے پر انھیں واضح حقائق کے ساتھ بیان دینا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، لاء منسٹر۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ پنجاب کا اپنے حلقہ انتخاب میں ترقیاتی منصوبہ جات پر کروڑوں روپے کی گرانٹ دینا کوئی جرم کی بات نہیں ہے اور فاضل رکن اسمبلی کی یہ بات بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حکومت مالی بحران کا شکار نہیں ہے۔ مختلف حلقہ انتخاب میں اور پورے صوبے کے اندر ترقیاتی معاملات پورے تسلی کے ساتھ جاری و ساری ہیں۔ وفاقی حکومت اور صوبے کی حکومت کے درمیان اپنے انتظامی اور مالی معاملات چلانے کے لیے معمول کی خط و کتابت پہلے بھی ہوتی ہے اور یہ ہوتی رہتی ہے۔ اصل میں میرا جواب مبہم نہیں تھا بلکہ اس تحریک التوائے کار کا نفس مضمون اتنا مبہم ہے کہ جس میں نہ ان کے پاس کوئی مصدقہ ذرائع ہیں اور نہ ہی ان کے پاس کوئی جائز اور مخصوص بنیاد ہے جس کی بنیاد پر یہ تحریک التوائے کار پیش کرتے۔ میں نے واضح عرض کیا ہے کہ گذشتہ کئی سالوں کی نسبت اس دفعہ پہلی مرتبہ حکومت اوور ڈرافٹ کی بجائے اس صوبے کے اندر مالی توازن رکھتی ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ صوبہ نہ مالی بحران کا شکار ہے اور نہ وفاقی حکومت کے ساتھ کوئی ایسا clash کا معاملہ ہے بلکہ وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت کے معاملات بہتر انداز میں چل رہے ہیں۔ عوام کے لئے یہ ترقیاتی منصوبہ جات بھی پورے صوبے کے اندر جاری ہیں اور وزیر اعلیٰ کی نگرانی میں اور صوبائی مشینری کی نگرانی میں جناب یہ حکومت اپنی ذمہ داریاں ترقیاتی اور مالی معاملات میں بطریق احسن ادا کر رہی ہے لہذا یہ تحریک التوائے کار عمومی نوعیت کی ہے قابل پذیرائی نہیں ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! سید تابش الوری صاحب نے آپ کی وساطت سے جناب وزیر صاحب سے پوچھنا چاہا وہ specific بات کریں کہ مرکزی حکومت نے صوبہ پنجاب کے ترقیاتی فنڈز روک دیے ہیں یا نہیں روکے؟ وہ اس پر کیوں وضاحت نہیں کرتے۔

سید تابش الوری، جناب والا! specific issue یہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مسئلہ یہ ہے کہ تابش صاحب نے یہ تحریک پیش کی اور وزیر قانون صاحب نے

اس پر بات کی ان کے بعد بھی تابش الوری صاحب نے اس پر اپنا کافی موقف بیان کیا ہے تو میں جناب وزیر قانون کے جواب کی روشنی میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک التوائے کار نہیں بنتی میں اسے rule out کرتا ہوں۔

تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے ۔ ایک بات انعام اللہ نیازی صاحب کے لیے ہے کہ آپ یہاں اخبار اس طرح سے نہیں پڑھ سکتے ۔

سردار حسن اختر موکل: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ۔

خواجہ ریاض محمود: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خواجہ صاحب! میرا خیال ہے کہ پہلے حسن اختر موکل صاحب کو سن لیں ۔

سردار حسن اختر موکل: *****************

جناب ڈپٹی سپیکر: کس کو؟

سردار حسن اختر موکل: *******************---

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے ابھی آپ کو فلور نہیں دیا ۔

سردار حسن اختر موکل: *****************---

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ دیکھیں کہ تحاریک التوائے کار کا وقفہ ختم ہو گیا ہے ------

سردار حسن اختر موکل: *****************

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ میری بات تو سنیں۔-----

سردار حسن اختر موکل: *****************---

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر کوئی آدمی اپنا بیان زبردستی جاری رکھے میں یہ کاروائی expunge کرتا ہوں اور خاص طور پر پریس کو بھی ہدایت کرتا ہوں کہ اس بارے میں کوئی بھی بات اخبارات میں نہ آئے۔

سردار حسن اختر موکل: ****************

جناب ڈپٹی سپیکر: بالکل۔ میں اس ساری کارروائی کو expunge کرتا ہوں۔ سردار حسن اختر صاحب کی جتنی بھی بات ہے یہ کارروائی کا حصہ نہیں ہے کیونکہ انہوں نے سپیکر کی اجازت کے بغیر بولنا

*** (بحکم جناب ڈپٹی سپیکر کارروائی سے حذف کیا گیا)

شروع کر دیا اور متواتر بولتے چلے جا رہے ہیں حالانکہ وہ اس معزز ایوان کے بڑے ہی اہم ڈپٹی سپیکر کے عہدہ پر براجمان رہے ہیں--- نہیں نہیں۔ میں آپ کو اجازت نہیں دیتا کیونکہ آپ نے رولز کی خلاف ورزی کی ہے

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! میں نے تو غریبوں کی بات کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ نہیں۔ ہم آپ سے زیادہ غریبوں کے حامی ہیں۔ براہ مہربانی آپ تشریف رکھیں۔

سید ظفر علی شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں۔

جناب سپیکر! آج لیڈر آف دی ہاؤس معزز وزیر اعلیٰ صاحب اس ایوان میں تشریف لائے ہیں ویسے تو ملک میں اور بالخصوص صوبہ میں روزمرہ کے بیشمار معاملات ایسے ہیں جس پر حزب اختلاف اور حزب اقتدار اپنے اپنے انداز سے توجہ دیتی ہے۔ آج ہی اس سے پہلے میرے ایک فاضل دوست نے جس بات کی نشاندہی کی ہے یہ اتنا sensitive مسئلہ ہے جس کا directly تعلق آئین سے ہے ملک سے ہے اور ملک کے بہت بڑے صوبے پنجاب سے ہے جناب سپیکر! آئین میں صرف صوبائی اسمبلی کو dissolve کرنے کا صرف دو شخصیتوں کو دو آفسز کو اختیار دیا گیا ہے جس میں ایک وزیر اعلیٰ صاحب کو بغیر کسی وجہ کے کوئی وقت بتائے جس وقت مرضی ہے وہ ایوان کو dissolve کر سکتے ہیں دوسرا جناب والا! صوبے کے گورنر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ With the prior permission of the President of Pakistan he can dissolve the Provincial Assembly. اور اس وقت جبکہ صوبے کے معاملات آئینی لحاظ سے نہ چل رہے ہوں جناب سپیکر! آج پورے صوبہ پنجاب کے شہریوں اور ووٹروں کے بالعموم اور بالخصوص ۲۴۸ اراکین کے کان کھڑے ہو گئے ہیں جبکہ صوبے کے اس بڑے آفس نے یعنی گورنر چودھری الطاف حسین صاحب نے واضح طور پر ایک کثیرالاشاعت اخبار نوائے وقت کے پینل کو افطار پارٹی اور انٹرویو دیتے ہوئے واضح طور پر یہ کہا ہے اس میں کوئی ambiguity نہیں ہے کہ صوبائی معاملات میں صوبے کے ۴۸ آفسز جس میں ایڈوائزرز معاونین اور سپیشل اسسٹنٹس ہیں ان کی تقرری غیر آئینی ہے۔ جناب سپیکر! یہ اس لیے میرے اور بے شمار باقی ممبران اور لوگوں کے کان اس بات سے کھڑے ہوئے ہیں کہ اگر آج وہ آفس جس کو اسمبلی dissolve کرنے کا راستہ ہی تبھی ملتا ہے کہ جب صوبے میں غیر آئینی معاملات ہو رہے ہوں اور صوبائی معاملات کو غیر آئینی اور

غیر قانونی طریقے سے چلایا جا رہا ہو۔ جناب سپیکر! آج میں یہ کیا سمجھوں مجھ پر خوف طاری ہو گیا ہے۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! ایک منٹ۔ مسئلہ یہ ہے کہ جو پوائنٹ آف آرڈر ہوتا ہے وہ relevant and to the point یعنی بڑا brief ہوتا ہے۔ میں آپ کا نقطۂ نظر سمجھ گیا ہوں لیکن آپ بجائے اس کے کہ تقریر جاری کریں۔۔۔۔۔

سید ظفر علی شاہ: جناب میں معافی چاہتا ہوں میں brief ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ یہ وہ sensitive issue ہے اور اگر یہ کسی کے دماغ کے اندر نہیں جاتا۔ جناب والا! اگر یہ کسی سیکشن آفیسر نے بات کی ہوتی کسی ایڈوائزر نے بات کی ہوتی کسی وزیر نے بات کی ہوتی یہ یہاں ہر روز اپنی کابینہ کے معاملات کی خلاف ورزی کرتے ہیں انہوں نے oath نہیں لی ہوتی انہوں نے جھنڈے لگائے ہوئے ہوتے ہیں ان میں سے اگر کوئی بات کرتا تو شاید میں اس کی طرف توجہ نہ دیتا لیکن ایک گورنر نے جس کو آئینی اختیار ہے اور ایک گورنر نے جس کی otherwise وابستگی directly or indirectly ایسی رولنگ پارٹی سے ہے جس کا تعلق وفاق سے ہے جناب سپیکر! میں اس پر آج جناب وزیر اعلیٰ کی طرف سے پالیسی statement چاہتا ہوں اور اس ضمن میں میں بات کرنی چاہتا ہوں میں کوئی لمبی بات نہیں کرنا چاہتا۔ پچھلی دفعہ بھی جناب وزیر اعلیٰ کی موجودگی میں میں نے یہ point out کیا تھا اور ابھی چونکہ کچھ واقعات میرے فاضل دوست نے بھی کہے ہیں جناب والا یہ جو مالی بحران کی کشمکش ہے یہ ایک معمولی واقعہ نہیں ہے اس پر ہم صرف وزیر اعلیٰ صاحب کو سننا چاہتے ہیں ہمیں تو واقعات اخباروں کے ذریعے سے ملتے ہیں فائلیں ہمارے پاس نہیں ہیں ۔۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کی بات سمجھ گیا ہوں۔

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! میں آخری بات کہہ کر آپ سے اجازت چاہ رہا ہوں۔ جناب والا! وہ معاملات جو کہ directly قانونی لحاظ سے آئینی لحاظ سے صرف Council of Common Interest کو صوبوں کے معاملات کے بارے میں اختیارات حاصل ہیں اس میں فیڈرل گورنمنٹ نے کیوں تجاوز کیا ہے کہ انہوں نے Council of Common Interest کے بغیر پاکستان کے بہت بڑے صوبے پنجاب کے معاملات پر کاری ضرب لگائی ہے اور اگر C.C.I نے یہ فیصلہ کیا اور گورنمنٹ نے تجاوز نہیں کیا تو کیا محترم وزیر اعلیٰ اور لیڈر آف دی ہاؤس وہاں پر موجود تھے اور ان کی موجودگی میں یہ معاملات طے

پائے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ میری بات سنیے۔ آپ نے دو نکتے بیان کر دیے۔ وزیر اعلیٰ صاحب یہاں Call Attention Notice کے لیے آئے ہیں۔۔۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! میں اپنی بات ختم کرنے لگا ہوں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تشریف رکھیں ۔ جب سپیکر بول رہا ہو تو فاضل ممبر کو بیٹھ جانا چاہیے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ اس issue پر ہم وزیر اعلیٰ کو کہیں کہ آپ اس پر policy statement دیں یا ان کو ہم پابند کریں کہ ہمیں اس بارے میں انفرمیشن دیں آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر تو ہو سکتا ہے۔ مگر وہ Call Attention Notice کے لیے آئے ہیں آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر تو ہو سکتا ہے اس پر آپ سپیکر سے تو رولنگ مانگ سکتے ہیں لیکن آپ یہاں وزیر اعلیٰ صاحب کو نہیں کہہ سکتے کہ یہ بات ہے اس کا آپ جواب دیں ۔ آپ ان کو میرے نقطہ نظر میں bound نہیں کر سکتے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب میں آپ کی بات سمجھ گیا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ میری بات سنیں ۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! میں نے سن لی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ پھر وہی بات کر رہے ہیں آپ اس طرح dictate نہ کریں ۔ ہمیں ان کو موقع دینا پڑے گا۔ میں کال اٹینشن نوٹس کے جواب کے لیے وزیر اعلیٰ سے کہوں گا۔ میں اس پہ خود رولنگ دوں گا۔ ابھی میں اسے موخر کرتا ہوں۔ یہ نہایت اہم نکتہ ہے جو آپ نے بیان کیا ہے۔ اس پہ میں اپنی رولنگ تفصیل سے دوں گا۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ مسکرا رہے ہیں۔ ان کا خود موڈ ہے جواب دینے کا۔ آپ راستے میں رکاوٹ نہ بنیں۔

نوٹس برائے طلبی توجہ

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب انعام اللہ خان نیازی کال اٹینشن نوٹس پڑھیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! میں آپ کی اجازت سے کال اٹینشن نوٹس پیش کرتا

چاہوں گا۔

گلبرگ کے ایک بنگلہ میں تین افراد کا قتل

جناب انعام اللہ خان نیازی، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ 95-1994ء کی درمیانی رات کو غالب مارکیٹ گلبرگ کے ایک بنگلہ میں تین افراد کو قتل کر دیا گیا تھا۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو آیا متذکرہ واردات کے ملزمان کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، جناب قائد ایوان۔

وزیر اعلیٰ (میاں منظور احمد وٹو)، جناب والا! شکریہ' یہ جناب انعام اللہ خان نیازی صاحب نے کال اٹینشن نوٹس پہ معزز ایوان کی توجہ مبذول کروائی ہے۔ اس کے بارے میں مجھے ہوم ڈیپارٹمنٹ سے اس وقوعہ کے بارے میں جو معلومات ملی ہیں میں اسے ایوان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

(الف) جی ہاں' یہ درست ہے کہ مدعی اطہر جلیل کی رپورٹ کے مطابق اس کی بیوہ والدہ مسماۃ صابرہ اپنے پوتے اطہر رومی بعمر بارہ تیرہ سال اور گھریلو ملازم شاکر بعمر گیارہ بارہ سال کے ہمراہ مکان کی نچلی منزل میں رہائش پذیر تھی۔ بالائی منزل پر مدعی کا بہنوئی صابر حسین اور اس کی بیوی رخسانہ صابر رہائش پذیر ہیں۔ مدعی تقریباً نو بجے رات اپنی والدہ کو بخیریت چھوڑ کر اپنے گھر چلا گیا۔ اگلے روز آٹھ بجے دن اس کے بہنوئی صابرحسین نے بذریعہ فون اطلاع دی کہ اس کی والدہ مع اپنے پوتے اور گھریلو ملازم علیحدہ علیحدہ کمروں میں قتل ہوئے پڑے ہیں۔ اس پر مدعی موقع پر پہنچا جہاں اس نے تینوں لاشوں کو علیحدہ علیحدہ کمروں میں پڑا ہوا پایا۔ گھریلو سامان محفوظ پایا۔ مدعی نے بیان کیا کہ اس کی کسی سے دشمنی نہ ہے ۔ اس واقعہ کے بارے میں مدعی کی رپورٹ پر مقدمہ نمبر 1 مورخہ 95-1-1 بجرم 302 تھانہ غالب مارکیٹ لاہور درج کیا گیا۔ ایس پی ماڈل ٹاؤن نے مقدمہ کی تفتیش کے لیے مندرجہ ذیل دو ٹیمیں اپنی زیر نگرانی تشکیل دی ہیں ۔ ڈی ایس پی گلبرگ اور ڈی ایس پی اچھرہ مع تفتیشی افسران کے۔ نمبر 2 ڈی ایس پی ہیڈکوارٹر اور انسپکٹر ایس ایچ او تھانہ غالب مارکیٹ مع تفتیشی افسران کے۔

(ب) انتہائی کوشش کے باوجود ابھی تک ملزمان کا کوئی سراغ نہ ملا ہے۔ تفتیش ابھی تک جاری ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ضمنی سوال کوئی ہے؟

جناب انعام اللہ خان نیازی، کیا جناب وزیر اعلیٰ صاحب فرمائیں گے کہ ملزمان کے بارے میں مزید کوئی پیش رفت ہوئی ہے؟

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر، یہ ایک blind murder ہے اور ابھی تک یہ trace نہیں ہوا ہے۔ اس سلسلے میں تفتیش کے کچھ رخ ہیں جو کہ پولیس نے متعین کیے ہیں۔ جن پہ ابھی تک تفتیش جاری ہے۔ لیکن ابھی تک اس بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی اور نہ ہی اس کا کوئی سراغ ابھی تک ملا ہے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر، میرا ضمنی سوال یہ ہے کیا وزیر اعلیٰ صاحب یہ فرمائیں گے کہ اس واردات کو لاہور میں دیگر ہونے والی تخریبی وارداتوں کے ساتھ منسلک کیا جا سکتا ہے اور کیا یہ تخریبی واردات ہے یا اس کے علاوہ کچھ ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جی جناب قائد ایوان!

وزیر اعلیٰ، جناب والا، جیسا کہ پہلے عرض کیا ہے یہ ایک blind murder ہے اور اس کے بارے میں ابھی کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ تاہم اس کا ذکر جناب سید ظفر علی شاہ صاحب نے کیا ہے۔ اس بات کو بھی رول آؤٹ نہیں کیا جا سکتا۔

سید تابش الوری، جناب والا! کیا وزیر اعلیٰ فرمائیں گے کہ اس tripple murder میں اس مقتولہ کے ایک سابق ملازم کو ملوث کیا جا رہا ہے۔ اور یہ کہا جا رہا ہے کہ چونکہ اس کے خلاف مالکہ نے کارروائی کی تھی اور اس نے دھمکی دی تھی کہ وہ اس کا انتقام لے گا تو کیا اس رخ پر محکمہ نے تفتیش کی ہے اور کیا اس سابقہ ملازم سے تفتیش کے ذریعے کوئی معلومات حاصل کی ہیں؟

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر! یہ بات درست ہے کہ مقتولہ کے سابق ملازم کو بھی شامل تفتیش کیا گیا ہے اور اس کو interrogate کیا گیا ہے لیکن ابھی تک کوئی ایسا ثبوت نہیں مل سکا کہ جس کی بنا پر اسے ملوث کیا جا سکتا ہو۔ لیکن ابھی تک تفتیش جاری ہے۔ اس میں کوئی بھی چیز سامنے آنے پہ اس کا

حتمی فیصلہ کیا جا سکے گا کہ کون اس میں صحیح ملزم ہیں اور جو بھی اس میں صحیح ملزم ہیں ان سے کسی قسم کی رو رعایت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی نیازی صاحب۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب سپیکر! میں وزیر اعلیٰ صاحب سے پوچھنا چاہوں گا۔ کیا وزیر اعلیٰ صاحب بیان فرمائیں گے کہ جن لوگوں کو زیر تفتیش رکھا گیا ہے ان کے نام کیا ہیں اور ان کا مقتولین سے تعلق کیا ہے؟

وزیر اعلیٰ : جناب سپیکر! جناب انعام اللہ خان نیازی جاننا چاہتے ہیں ان تمام لوگوں کے نام اور ان کے whereabouts کو کہ جن کو شامل تفتیش کیا گیا ہے۔ اس میں مسماۃ رخسانہ زوجہ صابر حسین جو کہ مقتولہ کی بھتیجی ہے جو مکان کی بالائی منزل پر رہائش پذیر تھی۔ صابر حسین شاہ ولد محمد شفیع جو کہ رخسانہ کا خاوند ہے اس کو شامل تفتیش کیا گیا ہے، ذاکر حسین برادر حقیقی، صابرہ مقتولہ کا برادر حقیقی ہے، مسماۃ ساجدہ زوجہ محمد سعید سابقہ گھریلو ملازم ہیں، ان کو شامل تفتیش کیا گیا ہے۔ مکرم سعید عرف منا جو کہ ملازمہ ساجدہ کا بیٹا ہے اور محمد اکرم جو کہ برادر حقیقی ہے ملازمہ ساجدہ کا، لیاقت علی، رفاقت، صداقت، قاری آفتاب سابقہ کرایہ دار۔ ان کو ابھی تک شامل تفتیش کیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ! جی ظفر علی شاہ صاحب۔

سید ظفر علی شاہ : جناب سپیکر! کیا معزز وزیر اعلیٰ صاحب فرمائیں گے کہ جتنے آدمیوں کے انہوں نے نام لیے ہیں اور شامل تفتیش ہونے کے بارے میں بتایا گیا ہے کیا ان کا کورٹ سے جسمانی ریمانڈ لے کر شامل تفتیش کیا گیا ہے یا بغیر کسی ریمانڈ کے دو نمبر کارروائی سے شامل تفتیش کیا جا رہا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر : سید ظفر علی شاہ صاحب! آپ تو وکیل ہیں۔ گرفتاری ہو تو پھر ریمانڈ لیا جاتا ہے۔ گرفتاری تب ہوتی ہے جب ان پہ کوئی الزام ثابت ہو جائے۔ یہ تو interrogation purpose کے لیے ہوتی ہے۔

سید ظفر علی شاہ : میں معافی چاہتا ہوں۔ میں آپ کو سمجھا نہیں سکا۔ میں اپنی نالائقی مانتا ہوں۔ میں آپ کو سمجھا نہیں سکا۔ جناب سپیکر، میں پھر پوچھتا ہوں کہ جناب وزیر اعلیٰ صاحب فرمائیں گے کہ جن آدمیوں کے انہوں نے نام لیے ہیں ان کا جسمانی ریمانڈ باقاعدہ عدالت سے لیا گیا ہے یا بغیر کسی عدالت کے صرف تھانے میں بلا کر ان کو شامل تفتیش کیا گیا ہے؟ بڑا سادہ سوال ہے۔ اس پر وزیر اعلیٰ

صاحب کو جواب دینا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی قائد ایوان۔

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر! آپ نے سید ظفر علی شاہ صاحب کی بات کا صحیح جواب تو دے دیا ہے لیکن اس کے باوجود بھی اگر وہ میری زبان سے سننا چاہتے ہیں تو میں عرض کیے دیتا ہوں کہ شامل تفتیش کرنے کا مقصد یہ ہر گز نہیں ہوتا کہ کسی کو لازمی تھانے بلا کر ہی شامل تفتیش کیا جائے۔ شامل تفتیش کرنے کے کئی اور طریقے ہو سکتے ہیں۔ کسی پر vigilance رکھی جا سکتی ہے' اس کی movements کو watch کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کئی اور طریقے شامل تفتیش کرنے کے ہو سکتے ہیں۔ تھانے میں بھی بلا کر شامل تفتیش کیا جا سکتا ہے لیکن آپ نے جناب سپیکر! صحیح فرمایا اور میرے بھائی سید ظفر علی شاہ صاحب کو تو یہ یقیناً معلوم ہونا چاہیے کیونکہ یہ ماشاء اللہ بڑے سینئر وکیل ہیں اور یہ پریکٹس بھی کرتے رہے ہیں۔ مجھے ذاتی طور پر اس بات کا علم ہے۔ ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ شامل تفتیش ہونے کے لیے ریمانڈ کی ضرورت اس صورت میں پیش آتی ہے جب کسی پر یہ ثابت ہو جائے کہ اس آدمی نے واقعی جرم کیا ہے۔ اور اس کو گرفتار کرکے اس کا عدالت سے ریمانڈ لیا جائے۔ گرفتاری کے بغیر ریمانڈ نہیں لیا جا سکتا۔ یہ میرے بھائی کو معلوم ہونا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ اگلا سوال سید تابش الوری۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! ضمنی سوال۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اگر آپ ایسا کریں گے تو پھر سید تابش الوری صاحب کا سوال رہ جائے گا۔ وقت ختم ہو جائے گا۔ آپ نے بہت زیادہ ضمنی سوالات کر لیے ہیں۔ میرے خیال میں چھ سات ضمنی سوالات ہو چکے ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! بڑا ضروری ضمنی سوال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ نیازی صاحب صرف ایک ضمنی سوال۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! میں بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کس پوائنٹ پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

خواجہ ریاض محمود: جناب والا! میں اسی پوائنٹ پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا آپ کا ضمنی سوال ہے یا پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

خواجہ ریاض محمود: جناب میں لاء اینڈ آرڈر کے سلسلے میں بات کرناچاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پہلے انعام اللہ نیازی صاحب ضمنی سوال کر لیں پھر آپ بات کر لیجیے گا۔ جی نیازی صاحب۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب سپیکر! جیسا کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے اپنی statement میں فرمایا ہے کہ نہ یہ ڈکیتی کی واردات ہے اور نہ ہی یہ تخریب کاری ہے۔ میں اس بات کو نہیں سمجھ سکا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں انہوں نے یہ نہیں کہا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! انہوں نے کہا ہے کہ simple murder ۔ انہوں نے blind simple murder کا لفظ استعمال کیا ہے تو پھر وزیر اعلیٰ صاحب یہ مانیں کہ یہ تخریب کاری ہے۔ اگر وہ اس بات پر نہیں آرہے کہ یہ ڈکیتی بھی نہیں ہے تو پھر مجھے وزیر اعلیٰ صاحب برائے مہربانی یہ فرمائیں کہ یہ جو قتل ہیں ان کے کچھ محرکات تو پولیس تفتیش کے نتیجے میں سامنے آئے ہوں گے کیونکہ ابھی وزیر اعلیٰ صاحب نے بتایا ہے کہ پولیس نے اس کے لیے بڑی لمبی چوڑی تفتیش کا دائرہ بنایا ہے۔ یعنی پولیس کی finding کے نتیجے میں اس قتل کے محرکات کیا ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: نیازی صاحب وزیر اعلیٰ صاحب نے آپ کے پہلے ضمنی سوال میں بتا تو دیا ہے۔ بہر حال قائد ایوان آپ ذرا نیازی صاحب کی اور تسلی کروا دیں۔

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! ذرا نیازی صاحب اپنے ضمنی سوال کو دہرا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی نیازی صاحب دہرا دیجیے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! کیا اب وقت ضائع نہیں ہو رہا۔ چونکہ وزیر اعلیٰ صاحب مصروف گفتگو تھے۔ میں نے یہ بات کی ہے کہ وزیراعلیٰ صاحب نے اپنے بیان میں فرمایا کہ یہ ڈکیتی کی واردات بھی نہیں بنتی کیونکہ وہاں پر کوئی سامان وغیرہ نہیں لوٹا گیا۔ تخریب کاری کے بارے میں وزیراعلیٰ صاحب نے simple اور blind murder کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس کے علاوہ پولیس نے جتنے لوگوں کو زیر تفتیش کیا ہے میں پوچھنا چاہوں گا کہ اس تفتیش کے دوران کچھ محرکات تو ان

murders کے سامنے آئے ہوں گے۔ از راہ کرم تھوڑی سی ان پر روشنی ڈال دیں۔

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر ! اس تفتیش کے محرکات ابھی تک واضح طور پر سامنے نہیں آئے ہیں اور میں انعام اللہ نیازی صاحب سے یہ کہوں گا کہ اگر ان سلسلے میں ان کے پاس کوئی informations ہوں تو مہربانی کر کے وہ تفتیشی آفیسر کو بتائیں۔ ہم ان informations کو بھی اہمیت دیں گے اور اس کے مطابق اس تفتیش کو اس طرف لے جائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ ۔جی تابش الوری صاحب۔ اب نیازی صاحب آپ تشریف رکھیں ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر ! پہلے ایک لفظ پر مجھے اس ایوان سے گرفتار کر لیا گیا تھا اور لگتا ہے کہ اب ان الفاظ پر یہ قتل مجھ پر ڈالے جائیں گے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نیازی صاحب اب تشریف رکھیں ۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے بڑی تفصیل سے جواب دے دیا ہے۔ تابش الوری صاحب آپ کے ساتھی ہیں انہیں سوال کرنے دیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا ! اگر آپ کے گھر کے تین قتل ہوئے ہوتے تو آپ اس طرح نہ کہتے ۔ یہ ایک بڑا اہم مسئلہ ہے ۔مجھے ایک ضمنی سوال کرنے دیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے ۔ انہوں نے بڑی تفصیل سے جواب دے دیا ہے۔ اب آپ تابش الوری صاحب کو بات کرنے دیں ۔ آپ نے کافی سوال کر لیے ہیں ۔ اگر کوئی کمی رہ گئی ہوتی تو میں آپ کو ضرور اجازت دیتا ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا ! صرف ایک سوال۔ آپ میرے بڑے بھائی ہیں۔ لہذا مجھے ایک ضمنی سوال کرنے کی اجازت دیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی فرمائیں ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر ! کیا وزیر اعلیٰ صاحب یہ بیان فرمائیں گے کہ وزیراعلیٰ کے منصب پر بیٹھ کر پنجاب کے موجودہ پیچیدہ سیاسی معاملات سے ان کو کیا وقت نہیں مل رہا کہ وہ پنجاب کی امن و امان کی صورت پر توجہ نہیں دے رہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں' This is no supplementary question. ۔ جی تابش الوری صاحب ۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر ! کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ -----

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خواجہ صاحب پہلے تابش الوری صاحب کا یہ سوال ہو جائے پھر آپ بات کر لیجیے گا۔

خواجہ ریاض محمود، کیا ہم یہاں بات بھی نہیں کر سکتے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، اگر آپ بات کریں گے تو پھر تابش الوری صاحب کا وقت ختم ہو جائے گا۔

سید تابش الوری، نہیں جناب میں اصرار کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو پھر خواجہ صاحب مہربانی کریں اور بیٹھ جائیں۔

سید تابش الوری، آپ مہربانی کروائیں نا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خواجہ صاحب آپ تشریف رکھیں۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! میں لاہور کا نمائندہ ہوں۔ میں امن و امان کے حوالے سے لاہور کے سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ میرا حق بنتا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب آئے ہیں میں ان سے بات کروں اور آپ مجھے بات کرنے کی اجازت ہی نہیں دے رہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خواجہ صاحب میں نے تو ایجنڈے کے مطابق چلنا ہے۔ (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ خواجہ صاحب لاء اینڈ آرڈر پر ابھی بحث ہونی ہے آپ اس وقت اس پر بات کر لیجیے گا۔ اب تشریف رکھیں۔

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر! خواجہ صاحب لاہور کے نمائندے کی حیثیت سے لاہور کے بارے میں جو Call Attention Notice آیا ہے اس پر سوال کرنا چاہتے ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہو گی کہ ان کو اجازت دی جائے کہ وہ سوال کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خواجہ صاحب ضمنی سوال نہیں کرنا چاہتے۔ وہ تو ویسے لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! میں ضمنی سوال ہی کرنا چاہتا ہوں۔ کمال ہو گئی ہے سپیکر صاحب۔ آپ میری بات سمجھ ہی نہیں رہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اگر آپ ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں تو پھر اجازت ہے۔ میں نے سمجھا کہ آپ

جنرل بات کرنا چاہتے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی فرمائیے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا ! Call Attention Notice کے وقت میں سے یہ وقت نہ لیا جائے۔ اور میں خواجہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ جب جنرل ایڈمنسٹریشن پر بحث شروع ہو گی تو اس وقت آپ اپنا یہ مسئلہ اٹھا لیجیے گا۔ ابھی تابش الوری صاحب کو موقع دیا جائے۔

چودھری ظہیر الدین، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری ظہیر الدین صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری ظہیر الدین، شکریہ جناب سپیکر! اس ایوان میں قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف کی نشستیں مخصوص ہیں۔ قائد حزب اختلاف کی سیٹ پر جناب شہباز شریف صاحب تشریف رکھتے تھے اس کے بعد ان کی کمر میں درد شروع ہو گیا تو وہ علاج کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ پھر پرویز الٰہی صاحب تشریف لائے اور انہوں نے گرفتاری پیش کر دی۔ آج کل کھوسہ صاحب قائد حزب اختلاف ہیں لیکن یہ اپنی نشست پر تشریف نہیں رکھتے۔ جس کی وجہ سے ہاؤس out of order ہوتا ہے۔ میری گزارش ہے کہ ان کو اپنی نشست پر بیٹھنے کی ہدایت فرمائی جائے۔

سید تابش الوری، کیا آپ چاہتے ہیں کہ انہیں بھی گرفتار کر لیا جائے؟ (قہقہے)

جناب ڈپٹی سپیکر، ویسے ہماری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔ وہ وہاں بیٹھ سکتے ہیں۔ انہوں نے سیٹ بدلنے کے لیے سپیکر کو کہنا تھا۔ اگر یہ کہتے تو ہم بدل دیتے۔ انہوں نے ابھی تک کہا نہیں لہذا ہم نے سیٹ بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر ! میں نکتہ ذاتی وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار ذوالفقار کھوسہ صاحب نکتہ ذاتی وضاحت پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا ! فاضل رکن کو اس ہاؤس میں آئے ہوئے جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں۔ ان کو یہ پتا ہونا چاہیے کہ میری alloted seat یہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی یہی ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : اگر میں اس سیٹ کے لیے درخواست کروں گا تو آپ مجھے وہاں بیٹھنے کی اجازت دیں گے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ہاں بالکل ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، باقی جس طرح یہ میاں شہباز شریف صاحب کی اور پرویز الہیٰ صاحب کی بات کر رہے ہیں ۔ ان کی گرفتاری کا بھی کوئی جواز نہیں ہے ۔اور نہ میں نے آج تک کبھی کوئی غیر قانونی عمل کیا ہے ۔ ویسے اگر یہ چاہتے ہیں تو میں بھی اپنی گرفتاری کی پیش کش کر دیتا ہوں ۔

جناب محمد ظہیر الدین خان ، جناب والا ! میں نقطہ وضاحت پہ بات کرنا چاہتا ہوں ۔ انھوں نے مجھے کہا ہے کہ مجھے یہاں پر آئے ہوئے جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں ۔ میں دوسری دفعہ منتخب ہوا ہوں اور میں تیسری نسل میں یہاں پر موجود ہوں ۔ اس حساب سے جمعہ جمعہ آٹھ دن ان کی سیاسی پیدائش ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نوٹس برائے طلبی توجہ کا وقت ختم ہو گیا ہے ۔

سید تابش الوری : جناب والا! آپ نے مجھے call کیا ہے

جناب ڈپٹی سپیکر : میں نے call کیا تھا لیکن اب وقت ختم ہو گیا ہے ۔

سید تابش الوری : میں نے کہا تھا کہ یہ جتنے پوائنٹ آف آرڈر اٹھائے جا رہے ہیں یہ اس میں شمار نہ کیے جائیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کیا ہاؤس اجازت دیتا ہے ؟_____ جی ہاؤس کی طرف سے اجازت ہے ۔ جی تابش الوری صاحب۔

بہاول پور میں بنک ڈکیتی

سید تابش الوری ، کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ 28 جنوری 1995ء کی شب بہاولپور شہر میں پانچ مسلح ڈاکوؤں نے نیشنل بنک فرید گیٹ برانچ میں ڈاکہ ڈالا اور اسٹرانگ روم توڑ کر 67 لاکھ روپے کی مالیت کا سونا اور نقدی لے کر فرار ہو گئے اور ان میں سے اب تک کوئی ڈاکو گرفتار نہیں ہو سکا۔

(ب) اگر جز الف بالا کا جواب اثبات میں ہے تو مجرموں کی گرفتاری کے لیے کیا اقدامات کیے جا رہے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر : آرڈر پلیز ' جناب قائد ایوان۔

وزیر اعلیٰ : جناب سپیکر! واقعات کی تفصیل اس طرح ہے کہ 28 اور 29 جنوری 1995ء کی درمیانی شب تقریباً 2 بجے رات 8.7 مسلح ملزمان نے بنک کا بیرونی دروازہ کھٹکھٹایا جس پر محمد انور بنک گارڈ نے اندرونی اور بیرونی دونوں دروازے اس خیال سے کر شاید کوئی آفیسر آیا ہے کھول دیے۔ جس پر ملزمان اندر آ گئے اور انھوں نے بنک گارڈ کو قابو کر کے باندھ دیا۔ اسٹرانگ روم کا دروازہ اور دیگر آہنی سیف الماریوں کے دروازے گیس کٹر کے ذریعے کاٹ کر نقدی مبلغ 43 لاکھ 53 ہزار 78 روپے اور سونے کے زیورات وزنی 4.872 کلو چوری کر کے لے گئے۔ جس پر مقدمہ نمبر 34/95 مورخہ 29-1-1995 بجرم 395 ت پ تھانہ سول لائن بہاولپور درج ہوا۔ وقوعہ کی اطلاع ملتے ہی ڈی آئی جی ایس ایس پی اور دیگر افسران موقع پر پہنچ گئے ۔ فوری طور پر ضلع بھر میں ناکہ بندی کرائی گئی گشت کو موثر بنایا گیا۔ مشکوک افراد کی چیکنگ بھی کی گئی ۔ اس کیس کے تفتیش کے لیے دو سپیشل ٹیمیں تشکیل دی گئی ہیں ایک ٹیم ملتان اور لاہور میں بھجوائی گئی ہے اور اس وقت تک یہ پوزیشن ہے کہ بہت سی جو ایسی وارداتیں ہوئی ہیں ان کا سراغ لگا لیا گیا ہے اور ان کے ملزمان بھی گرفتار ہو چکے ہیں اور ملزمان نے اس میں بہت سے انکشافات کیے ہیں اور جو انکشافات کیے ہیں اس سلسلے میں انتظامیہ تفتیش کر رہی ہے اور وہ بہت جلد منظر عام پر آئیں گے اور جو وارداتیں پچھلے دنوں میں ہوتی رہی ہیں ان میں سے بھی اکثر وارداتیں trace ہو گئی ہیں اور باقیوں کے trace ہو جانے کے chances ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہماری انتظامیہ کی جو performance ہے وہ اس لحاظ سے قابل ستائش ہے کہ یہ وارداتیں trace بھی ہو رہی ہیں اور برآمد بھی ہو رہی ہیں ۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بنک ڈکیتیوں کے لیے کیا بندوبست کیا گیا ہے تو میں عرض کروں گا کہ حکومت اس پر سنجیدگی سے غور کر رہی ہے کہ بنکوں میں ٹیلی ویژن کیمرے نصب کیے جائیں۔ ان کی کوئی زیادہ قیمت بھی نہیں ہے اگر ان کو بنکوں کی برانچوں میں نصب کیا جائے تو اس بات کا ہم جائزہ لے رہے ہیں اور میں نے اس سلسلے میں ہوم ڈیپارٹمنٹ کو ہدایت کی ہے کہ وہ اس بات کا جائزہ لے کہ اس سے ایسی وارداتوں کا کہاں تک سد باب کیا جا سکتا ہے ؟ تاکہ اگر کوئی ایسی واردات ہو تو اس کو آسانی سے trace کیا جا سکے ۔

جناب سپیکر، Call Attention Notice کا وقت ختم ہوتا ہے ۔

جناب سپیکر: آگے چلیے۔ اب جنرل ایڈمنسٹریشن پر بحث کا آغاز ہوتا ہے

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: فرمائیے!

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: بس جناب وہ وزیر اعلیٰ سے متعلقہ تھا اور وہ اب تشریف لے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: سید ظفر علی شاہ صاحب جنرل ایڈمنسٹریشن پر بحث کا آغاز کریں گے۔ظفر علی شاہ صاحب تشریف نہیں رکھتے ان کی عدم موجودگی میں اب ہم آگے چلتے ہیں I call the House to order

چودھری محمد حنیف خاں: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آج روزنامہ "خبریں" میں میرے نام کے حوالے سے آج ایک خبر شائع ہوئی ہے اور جناب والا! یہ نہایت اہمیت کا حامل مسئلہ ہے جس پر میں ایوان کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ راؤ خضر حیات پرانے لوٹے ہیں وہ ۱۹۸۹ء میں بھی پیپلز پارٹی سے جا ملے تھے۔ خبریں ان کی خبر دو ماہ پہلے شائع کر چکا ہے۔ یہ کافی لمبی خبر ہے میری بات جہاں سے شروع ہوتی ہے میں وہاں سے شروع کرتا ہوں ۔ اس میں لکھا ہے کہ گزشتہ شام صدر مملکت کے کزن اور صوبائی وزیر سردارمقصود لغاری نے راؤ خضرحیات کے آبائی گاؤں میں ایک محدود سی افطار پارٹی میں شرکت کی اس افطار پارٹی کے دوران راؤ خضر حیات خان کے صوبائی حلقہ پی پی ۱۴۷ سے مسلم لیگ (ن) کے ٹکٹ پر کامیاب ہونے والے ایم پی اے چودھری محمد حنیف خان نے بھی اپنے ایم این اے کی موجودگی میں صوبائی وزیر مقصود لغاری کو اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا ' آدھے گھنٹے تک چلنے والی اس میٹنگ میں اس امر پر اتفاق کیا گیا کہ پنجاب اسمبلی کے اندر مجوزہ فارورڈ بلاک کے اعلان تک حنیف خان کا نام باہر نہیں لایا جائے گا۔ جناب والا! یہ خبر سراسر بے بنیاد بھونڈی اور میرے خلاف ایک گھناؤنی سازش ہے۔ میں ان میں سے نہیں ہوں میرے دادا چودھری مہتاب خان ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر اسمبلی کے ممبرمنتخب ہوئے۔ ۱۹۵۲ء، ۱۹۵۶ء اور پھر ۱۹۶۲ء تک اسمبلی کے ممبر رہے اور مرنے تک مسلم لیگی رہے۔ میرا باپ بھی مسلم لیگی تھا اور مرنے تک مسلم لیگی رہا۔ میری ماں مسلم لیگی تھی اور میں نے بھی اپنی سیاست کا آغاز مسلم لیگ سے کیا اور آج بھی مسلم لیگی ہوں اور کل بھی مسلم لیگی رہوں گا اور مرتے دم تک مسلم لیگی رہوں گا ۔ یہ جو میرے خلاف سازش کی گئی ہے یہ دانستہ کی گئی ہے۔ میں نواز شریف کا سپاہی ہوں ان کی قیادت پر یقین رکھتا ہوں (نعرہ ہائے تحسین) ان کے ساتھ ہوں اور میرے لیے اس قسم کا سوچنا بھی نہایت بری بات ہے ......

جناب سپیکر، چودھری صاحب آپ اخبار کو تردید بھیج دیجیے۔ ہم تاکید کرتے ہیں' یہاں ان کے نمائندے موجود ہوں گے اور وہ آپ کی تردید فوری طور پر اور نمایاں طور پر شائع کریں۔

چودھری محمد حنیف خان، جناب والا! میں اس لیے جانا چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے .....

جناب سپیکر، اب آپ کی بات ختم ہو گئی۔ آگے چلیے سردار حسن اختر موکل صاحب جنرل ایڈمنسٹریشن پر بحث کا آغاز کریں گے۔

انتظام عمومی پر بحث

سردار حسن اختر موکل، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

وہ حق پرست کیسے ہوئے مصلحت پرست
نغموں سے بے لباس ہوئے ساز کس طرح
آنکھوں میں موم ڈال کر بیٹھیں گے کب تلک
آئینوں سے چھپائیں گے یہ راز کس طرح

جناب سپیکر! مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے اور اس سے پہلے کہ میں اپنی جنرل ایڈمنسٹریشن پر تقریر کا آغاز کروں آپ کو بھی یاد ہو گا آپ نے بھی وعدہ فرمایا تھا اور ڈپٹی سپیکر صاحب نے بھی وعدہ فرمایا تھا لیکن اس کے باوجود میری وہ تحریک التوائے کار پیش نہ ہو سکی جو غریبوں کے ساتھ ہونے والے ظلم اور زیادتی کے متعلق میں نے عرض کرنا تھا.........

جناب سپیکر، سردار صاحب! آپ اپنی جنرل ایڈمنسٹریشن کی بحث کے دوران اس پر بھی بات کر لیجیے گا۔

سردارحسن اختر موکل، جناب والا! میں آغاز اس بات سے کرتا ہوں کہ میرا سرشرم سے جھک جاتا ہے جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ معزز ایوان اور اس میں بیٹھنے والے ہم سارے اراکین جب الیکشن لڑتے ہیں اور جب انتخابات میں حصہ لیتے ہیں تو سٹیجز پر اور لوگوں کو انفرادی طور پر بھی جا کر کہتے ہیں کہ ہمیں ووٹ دیجیے اور ہمیں منتخب کیجیے اور جب ہم ایوان میں پہنچیں گے تو آپ کے حقوق کی خاطر لڑیں گے' ہم اپنے ہر حلقہ نیابت کے رہنے والے شہری کو یہ کہتے ہیں کہ ہم اس نظام کو بدل کر رکھ دیں گے اور ہم ایسا نظام وضع کریں گے جس میں ہر شخص کو انصاف ملے گا ۔ لیکن جناب والا جب یہاں آ کر بیٹھتے ہیں تو بے شمار مصلحتوں کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ اس ایوان میں ان بنچوں پر بیٹھنے کے

علاوہ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض اوقات اس مقدس چیئر پر بیٹھے ہوئے بھی مصلحتوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جناب والا! بات تھی لیبر ڈیپارٹمنٹ کی' اس کے دو ونگز توڑ دیے گئے۔ بہانہ یہ بنایا گیا کہ حکومت کے پاس خزانے میں پیسے نہیں ہیں۔ تقریباً ایک ہزار خاندان پچھلے دو تین مہینوں سے تنخواہ سے محروم ہیں۔ جناب والا! انتہا تو یہ ہے کہ جن ونگز کو توڑا گیا۔ اس بنیاد پر کہ وہاں پیسہ نہیں ہے۔ وہیں پر ایک ایسے ڈائریکٹر کو لا کر بٹھا دیا گیا کہ جس نے اپنے دفتر کی تزئین و آرائش پر ۸۰ ہزار روپے خرچ کر دیے۔ جس نے اپنے پانی کے لیے ایک گلاس ایک سو روپے کا خریدا۔ جس نے اپنے آفس میں furnishing ' قالین ۷۸ ہزار روپے کے ڈلوائے۔ جناب والا! جس نے اپنے گھریلو استعمال کے لیے اپنے چھوٹے بچے سے لے کر اپنے بڑے بچوں تک چار گاڑیاں بمع ڈرائیور اپنے گھر میں رکھی ہوئی ہیں۔ جناب والا! محمد شاہ رنگیلے کا دور واپس لانے کے لیے اس نے ایک آفس کے چھوٹے ملازم کو اپنے بیٹے کو گاف کھلانے کے لیے اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے۔ اور پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ اسی ڈیپارٹمنٹ میں نئی بھرتی کے لیے اخبار میں ایڈورٹائزمنٹ بھی دے دی گئی ہے۔ جناب والا! یہ انتظامی امور کیسے چلیں' یہاں پر پچھلی بار میرے ایک معزز رکن نے تقریر کرتے ہوئے بڑے آرام سے کہہ دیا تھا۔ اور پھر اس معزز رکن پر ہی منحصر نہیں ہے ان بنچز سے جو بھی شخصیت اٹھتی ہے جو معزز رکن بھی اٹھتا ہے جو وزیر بھی اٹھتا ہے وہ ایک ہی بات لے کر اٹھتا ہے کہ یہ پچھلے دور کی بات ہے ہمیں وراثت میں ملی۔ جناب والا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے تو یہ وراثت کہاں سے چلتی ہے۔ ذرا یہ نظر ماریں کہ یہ وراثت کہاں سے چلتی ہے۔ ان کو جو وراثت میں ملی تھی وہ ہمیں بھی وراثت میں ملی۔ اگر ہم ان چند غلطیوں کو دور نہ کر سکے تو یہ کس بنیاد پر دعویٰ کرتے ہیں۔ کبھی تو یہ کہتے ہیں کہ یہ مارشل لاء کے حالات کی پیداوار ہیں۔ کبھی یہ کہتے ہیں کہ جنرل ضیاء الحق کے وقت کی پیداوار ہیں۔ میں یہ مانوں کہ یہ اگر اس وقت کی پیداوار ہیں کہ جس کا یہ دعویٰ کرتے ہیں تو آج یہ کس بات پر واویلا کرتے ہیں۔ کیا اسی واویلے کے تحت ہی یہ لوٹ کھسوٹ جاری رہے گی یہ لوٹنے کھسوٹنے کا انداز بھی نیا ہے۔ اس صوبے کے سب سے بڑے بیوروکریٹ' آپ سمجھ جائیں گے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم احتساب کر رہے ہیں۔ میاں نواز شریف کے خاندان کا احتساب ہوتا ہے۔ جناب پرویز الٰہی لیڈر اپوزیشن کا احتساب ہوتا ہے۔ ان کو بلاجواز یہ اندر بھیج دیتے ہیں' ان کو یہ بلاجواز میاں محمد شریف ۸۰ سال کے بوڑھے جو سب کے لیے معزز تھے ان کو پکڑ لیا جاتا ہے۔ صرف اس لیے کہ مسئلہ کشمیر سے توجہ ہٹادی جائے۔ یہ احتساب کی بات کرتے ہیں۔ تو میں دیکھتا ہوں' میں مان جاؤں گا یہ روز بات ہوتی ہے۔ یہ مال پر چلے

جائیں' یہ دیپالپور میں چلے جائیے' دیپالپور روڈ پر چلے جائیے۔ جلی سرخیوں میں لکھا ہوتا ہے۔ اور یہ یہاں مال پر جہاں پر بینر لگانے کی ممانعت ہے۔ لیکن وہاں پر بھی یہ عام بینر لگے ہوتے ہیں۔ کہ آج کا شیر شاہ سوری وزیر اعلیٰ' آج کا شاہ جہاں وزیر اعلیٰ اور آج کا نوشیروان عادل وزیر اعلیٰ۔ میں دیکھتا ہوں کہ عدل کی زنجیر ہلانے والے کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ ان کے صوبے کے سب سے بڑے ایگزیکٹو کے پاس' ان کے باپ کی کیا وراثت تھی' ان کے باپ کی کیا جاگیر تھی؟ کہ آج وہ سینکڑوں ایکڑ اراضی کے مالک تحصیل قصور میں بنے بیٹھے ہیں۔ ان کے بیٹے کو وراثت میں ۶۰ ایکڑ زمین کہاں سے آگئی؟ وہ آج وہاں پر ۱۶۰ ایکڑ کا مالک بنا بیٹھا ہے۔ جناب والا! میں پوچھتا ہوں اس لوٹ کھسوٹ کا مطلب۔۔۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (جناب غلام سرور خان)، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی۔

وزیر زکوٰۃ و عشر، جناب والا! میرے فاضل دوست فرط جذبات میں کافی آگے بڑھ گئے ہیں۔ چیف ایگزیکٹو پر اس طرح کے ذاتی حملے کیے گئے ہیں۔ میں یہ مناسب نہیں سمجھتا ہوں۔ میں چاہوں گا کہ وہ اپنی اصلاح کریں اور اس قسم کی باتیں نہ کریں۔

جناب سپیکر، وہ بیورو کریٹس کی بات کر رہے ہیں یا چیف ایگزیکٹو کی بات کر رہے ہیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر، وہ چیف ایگزیکٹو کی بات کر رہے ہیں۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! آپ نے بجا فرمایا ریکارڈ دیکھ لیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میرے معزز وزیر کی ابھی سے ہی ٹانگیں کانپنے لگیں۔ کہ یہ بات کہاں پر چلی۔ میں نے بیورو کریٹ چیف ایگزیکٹو کی بات کی ہے۔ میں نے صوبے کے چیف ایگزیکٹو کی بات نہیں کی۔ جناب والا! تصحیح فرما لیجیے۔

جناب سپیکر، جی بجا ہے۔ تصحیح ہو گئی۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! وہاں پر اس اراضی کو آباد کرنے کے لیے جہاں صوبے میں غریب کاشت کار آج بھی اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے ترس رہا ہے۔ صوبے کے غریب عوام روٹی کمانے کے لیے جب کوئی بات کرتے ہیں' ملازمت کی بات کرتے ہیں' وہ اپنی زمینوں کو آباد کرنے کی بات کرتے ہیں' وہاں پر ٹیوب ویلز لگانے کی بات کرتے ہیں۔ تو جواب ایک ہی آتا ہے کہ حکومت کے

خزانے میں پیسہ نہیں۔ لیکن میں یہاں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس شخص کی زمینوں کو آباد کرنے کے لیے جو چار ماہ وہاں پر بلڈوزر چلتے رہے ' ان کا کرایہ کس نے ادا کیا ' وہ کہاں سے آیا اور وہ کس محکمے کے بلڈوزر تھے؟ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہاں پر اے ایس ٹی ۲۰۲ ' اے ایس اے ۵۵۵۵ ' اے ایس اے ۷۰۰ ' اے ایس اے ۴۹۰ ' اور لاہور ۵۳۹۷ وہ گاڑیاں وہاں پر سبز نمبر پلیٹوں والی کیوں چل رہی ہیں اور کیا کر رہی ہیں؟ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کے پٹرول کا کون خرچ برداشت کرتا ہے؟ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہاں پر ایک پیجارو ' پراسرار پیجارو جس کی نمبر پلیٹ پر ہمیشہ مٹی لگی ہوتی ہے وہ ہر جمعے کے جمعے وہاں پر کیا کرنے جاتی ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں اور سوال کرنا چاہتا ہوں کہ جناب والا! دو ٹیوب ویل sanction ہیں۔ لیکن وہاں پر تقریباً چودہ ٹیوب ویلز چل رہے ہیں۔ وہ کس بنیاد پر چل رہے ہیں ان کے اخراجات کس نے برداشت کیے؟ جناب والا! یہاں پر بات ہوئی۔ اور میرے ایک معزز رکن نے کہا کہ پولیس کے ساتھ شامل ہوکر یہ ڈی ایس پی اور انسپکٹرز کو اپنی مرضی سے لگوا گئے پچھلے دور میں' اور لوگوں پر ناجائز تشدد کروائے جا رہے تھے۔ جناب والا! on the floor of the House میں فخر سے یہ کہتا ہوں کہ شاہی قلعے کے عقوبت خانے کو ختم کرنے کا سب سے بڑا اعزاز میاں محمد نواز شریف کو ' پچھلی حکومت کو جاتا ہے۔ جناب والا! دلائی کیمپوں کی بات پرانی ہوئی ہم نہیں کرتے۔ اس دور میں کیا ہوا ' آپ اس بات کے شاہد ہیں میں نے Call Attention Notice بھی دیا تھا۔ جواب نہیں آیا کہ چونیاں میں شفیق نامی لڑکے کو پولیس نے ٹیئر گیس کے شیل مار کر۔۔۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی، میں جناب خود یہاں پر شاہی قلعے میں تین دفعہ اس دور حکومت میں گیا ہوں۔ میں جناب والا! ۱۹۸۵ء کی اسمبلی کے بعد کی بات کررہا ہوں۔ اس سے پہلے تو پتہ نہیں ہم کتنی بار گئے۔

جناب سپیکر، جی بجا ہے۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! شفیق احمد کی آنکھ ضائع کردی گئی۔ میں نے یہاں پر Call Attention Notice دیا۔ جواب تو مجھے کیا ملتا۔ لیکن پورے ضلع قصور کی پولیس نے اس مظلوم کے جس کی آنکھ ضائع ہوئی تھی اس کے گھر کے آگے جاکر ڈیرے ڈال دیے۔ اور ہر دو منٹ کے بعد جاکر

ان کا دروازہ کھٹکھٹا کر خواتین کو گالیاں دیتی رہی۔ کہ نکلو باہر تم یہ بیان دو ہمیں کہ تمہاری آنکھ میں ٹیر گیس کا شیل نہیں مارا گیا۔ بلکہ اینٹ ماری گئی۔ اور پھر اس پر طرہ یہ ہے جناب والا! افسوس ناک پہلو کی انتہا ہے کہ اس ڈاکٹر نے جس نے اس کے متعلق لکھا تھا۔ اس کو جا کر وہاں کی ایڈمنسٹریشن نے کہا کہ یہاں پر لکھ کے دو کہ یہ اینٹ لگی تھی ورنہ تم اپنے بچوں کا فکر کرلو۔ جناب والا! وہ آج میرے معزز رکن تشریف نہیں رکھتے۔ ورنہ میں ان سے پوچھتا انہوں نے دو ڈکیتیوں کے پرچے خود کروائے۔ اور پنچایت میں بیٹھ کر یہ مانا ایس پی قصور کے سامنے کہ میں نے یہ پرچے جان بوجھ کر کروائے ہیں کیونکہ میرا خاندانی ان کے ساتھ جھگڑا تھا۔ اور یہ بات کرتے ہیں پچھلے دور کی ڈکیتیوں کی۔ جناب والا! یہ کہتے ہیں کہ اپنی مرضی سے لگوائے گئے۔ ریکارڈ نکال لیجیے کہ محکمہ انہار کا ایس ڈی او ۔ یہاں منسٹر صاحب نے یہ جواب دیا کہ عوامی ترجیحات کی بنیاد پر ہمیں وہاں پر مقامی لوگوں کو لگانا پڑتا ہے۔ اور یہ یہاں پر ریکارڈ ہے۔ اس کی تردید کیجیے کہ عوامی ترجیحات کہاں سے آگئیں۔ وہاں کا عوامی نمائندہ تو میں تھا۔ اور میں آج تک چیخ رہا ہوں کہ لوٹ کے کھا گئے محکمہ نہر کو۔ خدا کے لیے ان کے خلاف کوئی کارروائی کیجیے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ عوامی ترجیحات کی بنیاد پر وہاں پر ان کو لگایا گیا۔

جناب سپیکر، سردار صاحب! آپ مختصر کیجیے۔ بہت لمبی لسٹ ہے۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! آپ بجا فرماتے ہیں۔ میں نے آغاز کیا ہے۔ مجھے تھوڑا سا ٹائم دے دیجیے۔ میں معذرت چاہتا ہوں۔ میری بات تھوڑی سی تلخ ہوتی ہے' حقیقت پر مبنی ہوتی ہے۔

جناب سپیکر، تلخ بے شک ہو۔ لیکن طویل نہ ہو۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! آپ بجا فرماتے ہیں لسٹ بہت طویل ہے۔ اتنے وقت میں تو بات نہیں ہو سکتی۔ لیکن مجھے تھوڑا سا وقت دیجیے۔

جناب سپیکر، جی۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! یہ انتظامی امور کی انتہا ہے' جنرل ایڈمنسٹریشن کی کہ ایک محکمے کا وزیر جب اپنے ہی ماتحت اکیم برانچ کے ایم ڈی کو یہ کہتا ہے کہ تمہارے محکمے میں گھپلے ہو رہے ہیں تو بجائے اس کے کہ اُس ایم ڈی کا احتساب ہو وزیر موصوف سے وہ برانچ ہی چھین لی جاتی ہے۔ جناب والا! انتہا ہے۔ مبارک باد کی مستحق ہے یہ حکومت۔ کیا خوب صورت احتساب کر رہی ہے؟ جناب والا! سب جانتے ہیں۔ میں نام لے کر اس اپنے معزز رکن اور قابل احترام وزیر کو مزید degrade نہیں کرنا

چاہتا۔

جناب سپیکر: پردہ نشینوں کے نام نہیں لیے جاتے۔

سردار حسن اختر موکل: جناب والا! بات چلتی ہے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ کون الذوالفقار کا ایجنٹ ہے اور کہاں پر پائے جاتے ہیں تو ہمارے اوپر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ مخالفت برائے مخالفت۔ لیکن جب اقتدار کی جنگ میں بارھویں اور گیارھویں صدی کی بات کے مطابق ماں بیٹی اور بہن بھائیوں میں جنگ ہوتی ہے تو اس وقت الذوالفقار کے نمائندے ان کے گھروں میں بھی نظر آجاتے ہیں۔ جناب والا! یہ کیا ہے؟ یہ کیسے بات چلتی ہے؟ مل سنگھ والا بارڈر پہ یہ پتا کریں کہ کس ڈائرکٹر ایگری کلچر کے لیے زمین خریدی۔ اور وہاں پہ سبز نمبر پلیٹیں لگا کے جیپیں کیا کرتی ہیں اور پوری ورکشاپ وہاں پر کھول دی گئی۔ لیکن کوئی اس طرف توجہ نہیں کرتا۔ یہ جنرل ایڈمنسٹریشن کی انتہا ہے کہ برادر شوگر مل چونیاں میں دن کے ایک بج کر پندرہ منٹ پر چند لوگ آئے۔ جیپ پر ایم پی اے کی نمبر پلیٹ لگائی ہوئی تھی۔ فائرنگ کی۔ وہاں پہ لوگوں کو زخمی کیا۔ ڈپٹی جنرل ایڈمنسٹریشن کو اغوا کیا اور اس کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اور پھر اس کی مرہم پٹی بھی ہسپتال میں نہیں ہونے دی۔ ہسپتال کے تمام عملے کو بھگا دیا گیا۔ اور جناب والا! .

راؤ عبدالقیوم خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ محترم سردار صاحب یہ غلط الزام لگا رہے ہیں۔ نمبر پلیٹ والی جیپ اپنا پرمٹ لینے گئی تھی۔ وہاں ان کے بالکل بات گلے پڑ گئی۔ انتظامیہ جو کچھ کر رہی ہے وہ میرے خیال میں سردار صاحب کو خود بھی پتا ہوگا اور یہ جانتے بھی ہوں گے۔ وہ دس فی صد کے حساب سے برادر شوگر مل والے کٹوتی کاٹتے ہیں۔ دو ان کے رشتہ دار ہیں جو وہاں پرمٹ لے کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ چھ سو روپے فی ٹرالہ وہ پرمٹ بیچ رہے ہیں۔ برادر شوگر مل والوں کی میں بات کر رہا ہوں۔ وہ نواز شریف کی ہے۔ پھر دس فی صد کے حساب سے کٹوتی کٹ رہی ہے ہر روز' per ٹرالہ' per سینکڑے حساب سے۔ ان زمینداروں کے لیے وہاں آپ انکوائری رکھ لیں۔ کمیٹی بنا دیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اگر کسی کا وہاں گناہ بنے تو ہم بالکل انشاء اللہ دیندار ہیں۔ زمین داروں کی وہاں کمیٹی' ممبران کی کمیٹی بنالیں۔ وہاں موقع پر جا کر دیکھ لیں۔ زمین داروں کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے' کیسے ہو رہا ہے' کس طرح ہو رہا ہے۔ payment پچھلے سال کی بھی بقایا پڑی ہے۔ سردار صاحب نے میرے خیال میں یا تو ان سے کچھ حاصل کر لیا ہے یا ان کی طرف داری کر رہے ہیں۔ otherwise کوئی ایسا مسئلہ

نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) یہ ان کی غلط وکالت کر رہے ہیں۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! مجھے افسوس ہے کہ میں نے تو کسی کا نام بھی نہیں لیا۔ یہ چور کی داڑھی میں تنکا کیوں آیا؟ مجھے علم نہیں۔ میں نے یہاں پر یہ mention نہیں کیا کہ کس کو علم تھا۔

جناب سپیکر، انھوں نے دراصل بتایا ہے کہ جیپ ان کی تھی۔

سردار حسن اختر موکل، جناب یہ مجھے علم نہیں تھا۔ اگر انھوں نے بتایا ہے تو ہو گی مجھے پتا نہیں۔ میں نے تو ایک جنرل بات کی ہے۔

جناب سپیکر، آپ کی معلومات میں اضافہ ہو گیا اچھی بات ہے۔ آگے چلیے۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! مجھے خوشی ہوئی ہے کہ یہ اسمبلی کے ریکارڈ پہ آ گیا۔ جناب والا! ایک بج کر پندرہ منٹ پر یہ واقعہ ہوا۔ لیکن رات ایک بجے ڈی آئی جی لاہور اس بات کے گواہ ہیں کہ ان کے کہنے پر یہ پرچہ درج کیا گیا اور اس وقت تک روزنامچہ روک کر رکھا گیا اور ایف آئی آر جو درج کی گئی وہ تین بج کر پندرہ منٹ پر کی گئی۔ جناب والا! یہ انتظام عمومی چلانے والے افسران اور ان پر بیٹھنے والے لوگوں کی بات میں کر رہا ہوں۔ یہاں پر روز سنتے ہیں۔ صبح اٹھتے ہیں تو اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ لاہور میں اتنے تھانوں کے تمام ایس ایچ اوز کو بدل دیا گیا ڈکیتی کی وارداتیں ہوتی ہیں۔ تمام لوگ اپنی ٹرانسفرز رکوانے کے لیے بھاگ پڑتے ہیں۔ اور پھر پتا چلتا ہے کہ وہیں پر وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور کارروائیاں ڈکیتیوں کی ویسے ہی چل رہی ہیں۔ مجھے علم نہیں کہ یہ ہر ہفتے جو نئی بات یا شوشہ چھوڑا جاتا ہے وہ کس بنیاد پر چھوڑا جاتا ہے؟ واقعی ڈکیتیاں رکوانے کے لیے کیا جاتا ہے یا افسران بالا اپنی جیب بھرنے کے لیے یہ بات کرتے ہیں۔ جناب والا! یہ بات کہ بجلی مہنگی ہو سابقہ حکومت کا گناہ۔ ویلتھ ٹیکس لگے سابقہ حکومت کا گناہ۔ سہولتیں نہ دی جائیں سابقہ حکومت کا گناہ۔ کھاد مہنگی ہو جائے سابقہ حکومت کا گناہ۔ ادویات مہنگی ہو جائیں سابقہ حکومت کا گناہ۔ جناب والا! پھر یہ کس لیے بیٹھے ہیں؟ صرف لوٹنے کے لیے! شرفاء کی پگڑیاں اچھالنے کے لیے! لیڈر آف دی اپوزیشن کو اندر کرنے کے لیے! آنرایبل ایم این ایز کو جیل پہنچانے کے لیے! اور پھر اس کے بعد ہارس ٹریڈنگ کرنے کے لیے کہ اگر کوئی آ جائے تو اس پہ فوری طور پر مقدمات ختم کر کے اس کو لے آیا جائے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ آپ کافی بے چین ہیں۔ میں وائنڈ اپ کرتا ہوں۔ جناب والا! یہ سیاسی انتقامی کارروائیاں جو سپیشل برانچ اس بنیاد پر معرض وجود میں لائی جاتی ہے وہ ایجنسیاں جو ان مقاصد کے لیے بنائی جاتی ہیں

کہ وہ اپنی سوشل عناصر کا پتا چلائیں اور جرم ہونے سے پہلے ان کی نشان دہی کریں۔ وہ تو ساری لگی ہوئی ہیں اپوزیشن کے ایم پی ایز ایم این ایز کے پیچھے۔ ان کے پاس وقت ہی نہیں ہے کہ وہ اپنی ڈیوٹیاں پوری کریں۔ جناب والا! اس طرح انتظام نہیں چل سکتا۔ اور یہاں پر کیا ہے؟ منصوبہ بندی عوام کے استحصال کی۔ عوامی ڈبہ' عوامی سوٹ' عوامی بوٹ' عوامی لوٹ کھسوٹ' عوام کا استحصال۔ اور جناب والا! یہ یوٹیلیٹی سٹورز دیکھ لیجیے۔ڈپوؤں کی ایک نئی شکل۔ میرے دوست اس وقت محترم دوست فرما رہے تھے کہ انھوں نے کافی کھولے ہیں۔ ضرور کھلیں گے۔ ضرور لمبی لائنیں لگیں گی۔ اور پھر جناب والا! میں یہ عرض کرتے ہوئے اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ اس بدنظمی اور بدانتظامی' ظلم و تشدد' سیاسی انتقامی کارروائیاں' عوام سے انصاف کا حق بھی چھین لیا گیا۔ کیا کیا جائے؟ کہاں سے انصاف مانگا جائے؟ آپ بھی بہتر جانتے ہیں۔ جہاں سے' جن بڑی جگہوں سے انصاف کی توقع تھی وہاں پر کون بیٹھ گئے؟ وہ بھی آپ جانتے ہیں۔اور پھر افسوس ناک پہلو تو یہ ہے' آج اپنے محترم گورنر صاحب کی سٹیٹمنٹ کے بارے میں بھی سنا۔ لیکن مجھے یہ کہتے ہوئے باک نہیں اور نہ میں اس بات سے خائف ہوں کہ ہماری ایک جج صاحبہ کہتی ہیں کہ عورت کو بھی طلاق کا اتنا ہی حق ہے جتنا مردوں کا۔ پتا نہیں آنے والے دنوں میں کیا ہو گا۔ یہ انتظامی باتیں کس طرف جا رہی ہیں۔ جناب والا! اس اندھیرے میں میاں محمد نواز شریف کی شمع امید لیے' محبتوں کی جوت جلائے پھرتے ہیں۔ ان کے خلاف گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ میں ان کی بات پر قانونی بات کرنی چاہ رہا ہوں۔ عورت کو یقینی طور پہ طلاق کا برابر حق ہے۔ جب نکاح ہو رہا ہوتا ہے۔ اگر عورت اس میں اپنا حق تفویض درج کروائے تو اس کو اتنا ہی حق ہے جتنا طلاق کا مرد کو حق ہوتا ہے۔ یہ کوئی غیر قانونی بات نہیں۔ اس میں کوئی ابہام نہیں۔

جناب سپیکر۔ انھوں نے سوال کیا ہے کہ نجانے کس طرف جا رہی ہے یہ بات۔ بعد میں انھیں پتا چلے گا کہ اچھی طرف جا رہی ہے بات۔

سردار حسن اختر موکل۔ جناب آپ نے بجا فرمایا۔ جناب والا! اعظم چیمہ جو اس معزز ایوان کے ایک رکن رہے۔

جناب سپیکر۔ ایک منٹ۔ سردار صاحب! دیکھیے' آپ تفصیلات میں جا رہے ہیں۔ آپ وائنڈ اپ کر رہے تھے۔

سردار حسن اختر موکل، دو منٹ اور۔

جناب سپیکر، آپ ہی کی لسٹ رہ جائے گی۔

سردار حسن اختر موکل، دو منٹ اور۔

جناب سپیکر، آخری دن ہے۔ نماز کے لیے وقفہ ہو گا۔ آپ دوسروں کو بھی موقع دیجیے۔

سردار حسن اختر موکل، دو منٹ لگاؤں گا۔

جناب سپیکر، اچھی بات۔ چلیے۔

سردار حسن اختر موکل، اعظم چیمہ اور بنیامین کے ساتھ جو کچھ غیرانسانی وحشیانہ سلوک روا رکھا جا رہا ہے یہ جمہوریت کے علم بردار اس طرف بھی دیکھیں۔ یہ جانیں کہ جمہوریت یہ کس طرف لے جا رہے ہیں۔ جناب والا! یہاں پر کہا گیا کہ اسلحے کی نمائش بند۔ میں سمجھتا ہوں کہ شرفاء جو اسلحہ لے کر اپنی گاڑیوں میں پھرتے تھے اسی ہاؤس کے معزز اراکین پر بھی یہ پابندی لگائی گئی۔ جو لوگ اسلحہ کے زور پر ڈکیتیاں کرتے ہیں، جو اسلحہ کے زور پر قتل و غارت کرتے ہیں ان پر کیا چیک ہے؟ کہاں روکا گیا؟ کونسا دن ہے جب قتل نہیں ہوتے؛ کونسا دن خالی جاتا ہے جب ڈکیتیاں نہیں ہوتیں؛ اسلحہ پر پابندی لگائی ہے، اسلحے پر کنٹرول کرنا ہے، جرائم پر کنٹرول کرنا ہے تو ان پر کیا جانا چاہیے۔ جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ یہ انتظامی امور جن کا دن بدن صرف پراپیگنڈہ زیادہ کیا جاتا ہے۔ بینر لگا دیے جاتے ہیں کہ تعلیم عام کی جا رہی ہے۔ تعلیم ہر شہری کا حق ہے۔ جناب والا! بالکل تعلیم ہر شہری کا حق ہے۔ لیکن تعلیم کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے۔ کہ یہیں ہاؤس کے فلور پر میرے ایک معزز دوست نے بتایا تھا کہ کتنے سکول بند پڑے ہیں جہاں پر سٹاف نہیں ہے۔ لیکن میں پھر بات وہیں پر کرتا ہوں کہ ہمیں اپنی تنخواہوں کا بہت شوق تھا۔ ہم نے اپنی تنخواہیں بڑھا لیں۔ لیکن یہ نہیں دیکھا کہ ایک ممبر ایک مشیر، ایک وزیر، وزیر اعلیٰ، مسٹر سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کی تنخواہیں جتنی جتنی بڑھائی گئی ہیں ان میں ایک ایک تنخواہ میں دس دس آدمیوں کو روزگار مل سکتا ہے۔ جناب والا! میں یہ بات کرتے ہوئے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں ---

کہ ہر ایسی چلی ہے بستی میں کوئی سر اٹھا نہیں سکتا
زخم بے حرمتی کی کیفیت کوئی ہونٹوں پر لا نہیں سکتا

اور جناب والا! میں یہ کہتے ہوئے بیٹھوں گا۔

کہ آشفتہ سر ہیں محتسبو منہ نہ آئیو
سر بیچتے ہیں تو فکر دل و جاں عدو کرے

جناب سپیکر: راجہ سلطان عظمت حیات !

راؤ عبدالقیوم خان: پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر: جی آپ فرمائیے ۔ اپنی سیٹ پر آ جائیے ۔

راؤ عبدالقیوم خان: جناب سپیکر! سردار حسن اختر صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ مل انتظامیہ کے ساتھ جو زیادتی ہوئی ہے تو میں اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ میرے محترم سردار صاحب زمین داروں کے ووٹوں سے کامیاب ہوئے ہیں نہ کہ نواز شریف کی انتظامیہ سے یا ان کی طرف داری کرنے سے کامیاب ہوئے ہیں ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ان کا انتظامیہ کے ساتھ تو تعاون ہے۔ نواز شریف کا پچھلا وقت یہ یاد کر رہے ہیں جس کا آنا ناممکن ہے۔ اور نہ انشاء اللہ آئے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ انہیں زمین داروں کا احساس ہونا چاہیے جن کے ساتھ وہاں زیادتیاں ہو رہی ہیں۔ جنہیں پیسے نہیں مل رہے ۔ جن کی کٹوتیاں ہو رہی ہیں۔ جن سے فی ٹرالہ پیسے وصول کیے جا رہے ہیں۔ انہیں تو ان کی وکالت کرنی چاہیے نہ کہ نواز شریف کی وکالت کرنی چاہیے ۔ میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ زمین داروں کے ووٹ حاصل کر کے یہاں تشریف لائے ہیں۔ تو ان کی وکالت کریں تاکہ آپ کا آئندہ کے لیے کوئی لائحہ عمل تیار ہو۔ یہ نواز شریف کی طرف داری کرنے سے آپ کو آئندہ انشاء اللہ کچھ نہیں ملے گا۔

سردار حسن اختر موکل: جناب والا ! میں ریکارڈ کی تصحیح کے لیے عرض کردوں کہ وہ نواز شریف کی مل نہیں ہے۔ وہ مل ان کے اس چچازاد بھائی کی ہے جن کے ساتھ ان کے جھگڑے ہیں۔ نمبر ایک۔ اور نمبر دو یہ کہ میں نے مل انتظامیہ کی حمایت میں بات نہیں کی۔ یہ نوٹ کیجیے۔ میں نے تو غنڈہ گردی کے متعلق بات کی ہے ۔ وہ غنڈہ گردی چاہے مل انتظامیہ کے ساتھ ہو۔ چاہے میرے ساتھ ہو۔ چاہے ان کے ساتھ ہو۔ چاہے کسی ساتھی کے ساتھ ہو۔ میں تو غنڈہ گردی کے خلاف بول رہا ہوں۔ میں مل انتظامیہ کی حمایت میں نہیں بولا۔ اور وہ مل میاں نواز شریف کی نہیں ہے۔ ریکارڈ درست کر لیجیے ۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیے ۔ آپ کی بات واضح ہے ۔ راجہ سلطان عظمت حیات !

راؤ عبدالقیوم خان: پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر: دیکھیے آپ بحث میں الجھ رہے ہیں ۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے ۔ آپ نے ایک بات اٹھائی اور انہوں نے جواب دے دیا ہے۔ اب اس کے بعد اس کے کیا ضرورت ہے ۔ آپ کو موقع دے دیتے ہیں ۔ آپ ایڈمنسٹریشن پر تقریر کیجیے اور اپنا نام بھیج دیجیے ۔ آپ اور بھی باتیں کر لیجیے۔ آپ دو دفعہ بول چکے ہیں ۔ آپ کو موقع دیا ہے ۔ اپنا نام مجھے بھیج دیجیے اور پوری تقریر کیجیے۔ ہم آپ کو موقع دیتے ہیں ۔ راجہ سلطان عظمت حیات !

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر: خاکوانی صاحب! ذرا بیٹھیے۔ ذرا تشریف رکھیے۔ بیٹھے ہوئے کتنے اچھے لگتے ہیں۔ راجہ سلطان عظمت حیات !

راجہ سلطان عظمت حیات: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! مہربانی کہ آپ نے موقع دیا۔ جناب والا ! کسی ملک کو چلانے کے لیے تین اہم ادارے ہوتے ہیں ۔ ایک پارلیمنٹ۔ دوسرا عدلیہ اور تیسرا انتظامیہ ۔ جناب والا ! آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ پارلیمنٹ میں کیا ہو رہا ہے۔ جو عوام کی بات اور حق کی آواز اٹھاتا ہے اسے جیلوں میں بھیج دیا جاتا ہے۔ اور سپیکر اپنے اس حق کو جو اسے قانون نے اور اسمبلی نے دیا ہے اس حق کو استعمال کرتے ہوئے ان ممبران کو اسمبلی میں لانے کی ہدایت کرتا ہے تو جناب والا! اس حکم کی تعمیل نہیں ہوتی ۔ آج اس سب سے بڑے اہم ادارے کی یہ پوزیشن ہے۔ اگر اسمبلی کی یہ پوزیشن ہوگی تو پھر عوام کو انصاف کیسے ملے گا۔ جناب والا! دوسرا سب سے بڑا ادارہ عدالتیں ہیں۔ قانون ہم بناتے ہیں یعنی اسمبلیاں بناتی ہیں' جناب! ان عدالتوں کی پوزیشن کسی وقت پاکستان کی عدالتوں کے قانون دوسرے ملکوں کی عدالتوں میں quote کیے جاتے تھے کہ فلاں جج صاحب نے' فلاں ہائی کورٹ نے' فلاں سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ کیا۔ تو وہ قانون امریکہ میں' برطانیہ میں اور ان عدالتوں میں quote کیے جاتے تھے۔ جناب والا! آج ہماری عدالتوں کی پوزیشن یہ ہے کہ جج صاحبان عدالت میں بیٹھے ہوئے اپنا فیصلہ دے دیتے ہیں۔ اپنی رائے کا اظہار کر دیتے ہیں۔ اسی وقت چلتی ہوئی عدالت میں انہیں فون پر بلا کر ہدایت کی جاتی ہے تو وہ اپنا فیصلہ بدل لیتے ہیں۔ تو جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ ان اعلیٰ عدالتوں کی یہ پوزیشن ہے کہ ایک آدمی جس کو انصاف نہیں ملتا وہ سوچتا ہے کہ میں انصاف عدالتوں میں لوں گا۔ اپنا بدلہ مجھے عدالتیں دیں گی ۔ جب یہ عدالتیں اس طرح بے بس ہوجائیں گی تو اس غریب آدمی کی پوزیشن کیا ہوگی۔ جناب والا! تیسرا اہم ستون اس ملک

کا انتظامیہ ہے۔ انتظامیہ کو law and order maintain کرنے کی بجائے ممبران کے پیچھے لگایا گیا ہے۔ ممبران صوبائی اسمبلی اور قومی اسمبلی کو گھروں سے چھاپے مار کر ان کے اہل خانہ کو تنگ کیا۔ یہ کام رہ گیا ہے اس انتظامیہ کا۔ جناب والا! انتظامیہ کی بات ہوتی ہے تو میں عرض کروں گا کہ اپنے علاقے کی اس سڑک کی جہاں سے روزانہ اسمبلی کا اجلاس ختم ہونے کے بعد میرا گزر ہوتا ہے۔ اور وہ سڑک اس لحاظ سے بھی بڑی اہم ہے کہ وہ گورنر پنجاب کے ضلع میں شامل ہے۔ وہ سڑک ہیڈ رسول سے پنڈ دادن خان تک ہے۔ جناب والا! اس سڑک پر آپ رات آٹھ بجے کے بعد سفر نہیں کر سکتے۔ بیس میل کے ٹکڑے پر ہر پانچ میل پر یا دس میل پر پولیس کی چوکی ہے۔ وہاں آپ کو قطار میں کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ کہ جب دس یا پندرہ گاڑیاں نہ ہو جائیں اور پولیس کا سکواڈ ساتھ نہ جائے آپ سفر نہیں کر سکتے۔ یہ بات میں اس ضلع کی کر رہا ہوں جس کی انتظامیہ کے سربراہ گورنر ہیں۔

جناب سپیکر، یعنی ضلع جہلم۔

راجہ سلطان عظمت حیات، جی ضلع جہلم۔ جناب والا! یہ پوزیشن ہو گئی ہے۔ اب میں سرگودھا کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ سرگودھا میں اے سی صاحب تشریف فرما ہیں۔ ان کی دھاندلی دیکھیں کہ وہ چپڑاسی سے لے کر پٹواری، نائب تحصیل دار، تحصیل دار اور مجسٹریٹ صاحبان سے اپنا حصہ وصول کرتے ہیں۔ اگر اس بات میں کوئی شک ہو تو یہاں میرا خیال ہے کہ سرگودھا کے ممبران بیٹھے ہوں گے ان سے پوچھ لیں۔ آپ پوچھنا چاہتے ہیں تو ڈپٹی کمشنر سرگودھا سے پوچھیں۔ آپ یہ بات تصدیق کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کمشنر راؤ رشید رہے ہیں ان سے پوچھیں اے۔ سی کی دھاندلی اس وجہ سے ہے کہ وہ دعویدار ہے کہ مجھے منظور وٹو صاحب کی حمایت حاصل ہے۔

جناب سپیکر، ان اے۔ سی صاحب کا نام کیا ہے؟

راجہ سلطان عظمت حیات، گکھڑ۔ جناب والا! یہ پوزیشن یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ ڈی۔ سی بے بس ہے۔ کمشنر بے بس ہے اس لیے کہ وہ منظور وٹو کا آدمی ہے۔ اگر جس ملک میں انصاف اس طرح ملتا ہو تو پھر وہ غریب عوام کہاں جائیں گے؟

جناب والا! یہی میری گزارشات تھیں۔ ان کے ساتھ ہی ایک اور میں عرض کرنا چاہتا ہوں جس کو آپ نے کہا تھا کہ موشن کی شکل میں دیں اس کی باری آج نہیں آئی۔ وہ بڑا اہم مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر، آپ اس پر بھی بات کر لیں۔

راجہ سلطان عظمت حیات، جناب والا! پوزیشن یہ ہے کہ میرے حلقہ میں ایک شخص تین دفعہ ممبر ڈسٹرکٹ کونسل رہا ہے۔ اس کو پولیس نے، ہوم ڈیپارٹمنٹ نے گرفتار کر لیا کہ آپ ریٹائرڈ میجر ہیں۔ آپ ہندوستان کے لیے کام کر رہے ہیں۔ را کی ایجنسی کے لیے کام کر رہے ہیں۔ میں نے اس آدمی کی گرفتاری سے پہلے بھی اسمبلی میں بات کی تھی کہ وہ شخص میجر تو میجر وہ لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتا۔ وہ اپنے دستخط بھی نہیں کر سکتا۔ ان پڑھ آدمی ہے۔ اس کو راتوں رات اٹھا کر آرمی کا میجر ریٹائرڈ بنا کر گرفتار کر لیا گیا ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ آپ نے کیا کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ یہ آپ کو اتنی بڑی ترقی دی۔ لوگ تو کہیں بیس سال بعد جا کر میجر بنتے ہیں۔ ہم نے آپ کو راتوں رات میجر بنا دیا ہے۔

جناب والا! میرے علاقے کی واٹر سپلائی اور ضلع چکوال کی تمام واٹر سپلائی بند پڑی ہیں۔ لوگوں نے اپنے بل ادا کر دیے ہیں۔ محکمہ کہتا ہے کہ ہم نے وہ جمع کر لیے ہیں لیکن حکومت ہمیں فنڈ نہیں دے رہی۔ فنڈ نہ دینے کی وجہ سے بجلی کے کنکشن کاٹے گئے ہیں۔ پہاڑی علاقہ کی ساری واٹر سپلائی بند ہیں اور اس رمضان شریف کے مہینہ میں عورتیں اور بچے کئی کئی میل دور سے پانی لانے پر مجبور ہیں۔

جناب سپیکر، آپ کا شکریہ۔

راجہ سلطان عظمت حیات، مہربانی۔

جناب سپیکر، جناب محمود اختر گھمن صاحب۔

جناب محمود اختر گھمن، شکریہ جناب سپیکر۔ آپ نے مجھے اظہار خیال کا موقع دیا۔

جناب سپیکر! موجودہ حکومت کو جنرل ایڈمنسٹریشن کا تباہ شدہ ڈھانچہ ورثے میں ملا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کی زبوں حالی سابقہ دور کی ناقص حکمت عملی تھی اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اگر تمام پارلیمنٹیرین اپنا محاسبہ کر لیں اور تمام اراکین صوبائی اسمبلی اور قومی اسمبلی یہ عہد کر لیں کہ وہ جائز کام کریں گے، ناجائز نہیں کریں گے تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بیوروکریٹ یا کوئی اعلیٰ عہدیدار اس ملک میں اپنی من مانی کارروائیاں کر سکتا ہے۔ یہ بدقسمتی ہے کہ جو بھی منتخب ہو کر اسمبلی میں آتا ہے اگر وہ حکومتی بنچز میں ہے، اگر اس کی شنوائی ہوتی ہے تو وہ ایسی باتیں کرتا ہے جو کہ باعث شرم ہیں۔ ہم میں سے زیادہ تر اچھے لوگ بھی ہیں۔

جناب والا! میں نے پہلی دفعہ پنجاب اسمبلی کا الیکشن لڑا تو میں نے اپنے خدا اور اس کے رسول سے عہد کیا تھا کہ میں جب منتخب ہوں گا تو میں کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جو میرے ضمیر ' میرے ایمان ' میرے ملک اور اسلام کے خلاف ہو۔

جناب والا! جنرل ایڈمنسٹریشن پر بات ہوئی ہے تو میں نہایت افسوس سے پچھلے دور کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ میں جو بات کروں گا برحلف کہوں گا اور روزے سے کہوں گا اور یہ میرے ان دوستوں کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے جو اپوزیشن میں ہیں اور حکومتی بنچز میں ہیں۔ سابقہ دور میں میرے حلقہ سے ایک جو ممبر صوبائی اسمبلی تھے وہ وزیر بھی تھے اور جو ممبر قومی اسمبلی تھے وہ مرکز میں وزیر تھے لیکن یقین جانیے کہ وہاں political victimization کا یہ عالم تھا کہ میں اس کی ایک مثال ریاض سنجھیلا کیس کی آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ ایک شخص جو کہ چک نمبر۲۲۳ سی بی کا ایک معمولی سا زمین دار ہے وہ بوقت قتل ایس ایچ او گھو کے پاس جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ میری زمین پر قبضہ کے لیے فائرنگ ہو رہی ہے آپ تشریف لے چلیں۔ تو کچھ دیر توقف ہوتا ہے ' انتظار ہوتا ہے۔ چونکہ قبضہ کرنے والا اس وقت کا ایک ممبر ڈسٹرکٹ کونسل تھا اور مرکز کے وزیر اور صوبائی وزیر کا عزیز تھا۔ وہ تشریف نہیں لے جاتے۔ پھر وہیں اطلاع آتی ہے کہ وہاں پر فائرنگ میں ممبر ڈسٹرکٹ کونسل قتل ہو چکا ہے اور وہ شخص جو ایس ایچ او کے پاس موجود تھا اس کو قتل کا ملزم نامزد کیا جاتا ہے۔ سپیڈی کورٹ میں اس کا ٹرائل ہوتا ہے اس کو سزائے موت ہوتی ہے اور آج وہ اپنی زندگی اور موت کی گھڑیوں کے انتظار میں ہے۔ میرا پورا ضلع اور میری پوری تحصیل جانتی ہے کہ وہ شخص بے گناہ ہے۔ میرا اس بات کے کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم تمام کو یہ عہد کرنا چاہیے کہ ہم کبھی کسی شخص پر جو بے گناہ ہو زیادتی نہیں کریں گے ' political victimization نہیں کریں گے۔ میں ایک بات دعوے سے اور خدا کو اپنا گواہ بنا کر عرض کرتا ہوں کہ میں نے اپنے حلقہ میں کبھی political victimization نہیں کی اور میرا یہ دعویٰ ہے کہ میرے حلقہ میں کسی بے گناہ شخص کا چالان نہیں ہوا جس کا چالان کوئی شخص میرے علم میں لایا ہو۔ اگر ہم تمام ارکان اسمبلی اس بات کو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ذمہ داری سونپی ہے اور ہم نے پنجاب کے لیے ' ملک و قوم کے لیے کام کرنا ہے اور ہم نے غلط نہیں کرنا ہے۔ جو شخص غلط کرتا ہے اس کو ہم نے غلط کہنا ہے تو یقین جانیے کہ اس ملک کے بے شمار مسائل حل ہو جائیں گے۔ لیکن ہماری یہ بدقسمتی ہے کہ اگر ہم پنجاب اسمبلی میں پہنچتے ہیں تو ہم وزیر اعلیٰ سے پلاٹوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ بچوں کے لیے نوکریوں کا مطالبہ کرتے ہیں اور مراعات کا

مطالبہ کرتے ہیں۔ اس ایوان میں بے شمار میرے ساتھی ایسے ہیں جو تین چار یا پانچ دفعہ اس ایوان میں آئے ہیں لیکن میرے خیال میں ان میں سے چند خوش نصیب وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے پلاٹ نہ لیا ہو گا۔ جنھوں نے بچوں کے لیے نوکریاں نہ لی ہوں گی۔ جنھوں نے مراعات نہ لی ہوں گی۔ اگر کوئی شخص ایسا ہے جس نے سابقہ دوروں میں مراعات نہیں لی ہیں تو میں اس کی عظمت کو سلام کرتا ہوں۔ چاہے وہ اپوزیشن سے ہو یا حکومتی بنچز سے ہو۔

جناب والا! ہم پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ میرے حلقہ سے جو لوگ منتخب ہو کر آئے انھوں نے غریبوں کے پانی بند کر دیے۔ ان کی زمینیں بنجر کر دیں۔ ہمیں ان باتوں سے سبق سیکھنا چاہیے۔ اگر کسی شخص کو اقتدار ملتا ہے تو اس کو یہ چاہیے کہ وہ اللہ کی رضا اور اس mandate کے تحت کام کرے جس پر لوگوں نے اسے بھیجا ہے۔

جناب والا! پاکستان کی یہ حالت ہے کہ جب دیار غیر میں جاتے ہیں۔ کہیں بات ہوتی ہے تو ہمارا ملک ان بدقسمت ملکوں میں ہے جہاں شرح خواندگی دنیا میں سب سے کم ہے۔ یہاں حکومتوں کو اس بات پر توجہ دینی ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس ملک کو بنے ہوئے آج اڑتالیس سال ہو گئے ہیں ہم نے کیا کیا ہے؟ ہماری حکومتیں کیا کرتی ہیں؟ سیاستدانوں کو اپنا بھی محاسبہ کرنا چاہیے۔

جناب والا! یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ جب ایم پی اے بن کر آتے ہیں تو ایک تو حکومت سے پلاٹ لے لیتے ہیں اور باقی جو پلاٹ بچتے ہیں' جو قیمتی اراضی غریبوں کا حق ہوتا ہے اس پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ ہمارے ضلع میں کروڑوں روپے کے پلاٹ ایسے ہیں جن کی آج بھی میں نشان دہی کر سکتا ہوں کہ اس وقت کے نمائندگان نے ان پر ناجائز قبضے کیے ہیں اور آج تک قبضہ ہے۔ میں اپنے ساتھیوں سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ کم از کم آپ یہ پلاٹوں والی روش تو بدل دیں اور میں یہ بھی درخواست کروں گا کہ جو حق کی بات ہو اپوزیشن کو اس پر ساتھ دینا چاہیے۔ اگر حکومت کوئی ناجائز بات کرتی ہے جو کہ اسلام' ملک اور قوم کے خلاف ہو ہم ان کے ساتھ ہیں۔ لیکن خدارا اس ملک کے لیے ہمیں سوچنا ہو گا۔ پنجاب کے لیے ہمیں سوچنا ہو گا۔ میں ایک اور بات کروں گا۔۔۔۔

جناب سپیکر: اب ذرا وائنڈ اپ کیجیے۔

جناب محمود اختر گھمن: اچھا جی۔ جناب والا! میں آخر میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم سب ساتھیوں کو اس ملک و قوم کے لیے کام کرنا چاہیے۔ جہاں تک جرائم کا تعلق ہے تو ہابیل اور قابیل کا

آپ نے پڑھا ہو گا۔ اس وقت انسانوں کی کتنی آبادی تھی۔ یہ جرم تو ہے اس کی تخلیق اسی دن سے ہوئی۔ یہ تو چلتا رہتا ہے لیکن ہم نے اس کے ساتھ یہ دیکھنا ہے کہ ہمیں اس کے لیے بحیثیت ایک پارلیمنٹیرین کیا کرنا ہے۔

جناب والا! ایک اور بات کا مجھے بہت افسوس ہوا کہ جب یہاں کے اخباروں میں پچھلے دور کے وزیر اعظم کے جنگلوں کی بات آئی تو وہاں کے یورپین پریس میں بھی یہ بات آئی تو وہ لوگ حیران تھے کہ وہ کیسا ملک ہے جہاں کہ وہ لوگ جن کو عوام نے منتخب کیا ہے وہ بھی encroacher ہیں۔ ہمیں ان باتوں سے اجتناب کرنا ہو گا۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر، مہربانی۔ صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری۔ نیازی صاحب' باری تو آپ کی تھی لیکن صاحبزادہ صاحب کو میں نے کال کر لیا ہے۔ نماز کے بعد پھر آپ کو موقع دیں گے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر، صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری!

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ۔

جناب سپیکر! اسلام میں غرباء کے بڑے حقوق ہیں حکومت وقت کا یہ فرض ہے کہ وہ غربا کے حقوق کا خیال کرے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو میں اللہ کی بارگاہ میں اس کا جوابدہ ہوں گا۔ تو جناب والا! حکومت وقت کا یہ فرض بنتا ہے کہ یہ پاکستان کے ہر شہری کا خیال کرے حضور علیہ الاسلام نے فرمایا کہ حاکم وقت بیت المال سے غربا کی امداد کرے اگر بیت المال سے خزانہ ختم ہو جائے تو امراء سے چھین کر غریبوں کی امداد کی جائے۔

جناب سپیکر! میں غریب ترین ایم -پی -اے۔ ہوں سود پر قرض لے کر کوئی انڈسٹری نہیں لگائی اس لیے بڑا ہی غریب ہوں۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر پنجاب اسمبلی کے تمام ارکان اپنی آدھی جائیداد غریبوں میں تقسیم کر دیں تو میں بھی اپنی آدھی جائیداد تقسیم کر دوں گا ان کے پاس جتنی مالیت کی چیزیں ہیں ان کا آدھا اور جو میرے حصے میں میرے والد صاحب کی جائیداد آئی ہے اس کا آدھا۔ جناب والا! یہ میں رضاکارانہ طور پر کہتا ہوں اگر پنجاب اسمبلی کے تمام ارکان غریبوں کو اپنی آدھی جائیداد اور جو جو چیزیں ان کے پاس ہیں ان کی مالیت لگا کر ان کی آدھی قیمت وہ غریبوں

میں تقسیم کر دیں میں بڑا ہی غریب ہوں بڑا ہی غریب ہوں پھر بھی اتنا غریب ہو کر بھی میں اپنے والد صاحب کی طرف سے آئی ہوئی آدھی جائیداد اور جو جو میرے پاس چیز موجود ہے خدا کی قسم اس کی مالیت لگا کر اس کا نصف غریبوں میں تقسیم کر دوں گا۔ اور جناب والا! میں کریڈٹ لینے کے لیے بات نہیں کر رہا اور میں projection کے لیے بات نہیں کر رہا۔ شہرت projection شراب دولت یہ سب چیزیں نشے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ برے نشے ہیں میں اللہ اور اس کے حبیب کی رضا کے لیے بات کر رہا ہوں۔

جناب والا! میری تجویز یہ ہے کہ وزیر اعظم اور صدر لغاری بھی اپنی آدھی جائیداد اور جو جو چیزیں ہیں ان کی قیمت لگا کر آدھی غریبوں میں تقسیم کر دیں اور میری تجویز یہ ہے کہ ارکان سینیٹ اور ارکان قومی اسمبلی بھی آدھی آدھی جائیداد اور جو جو چیزیں ہیں ان کی آدھی مالیت غریبوں میں تقسیم کر دیں باقی صوبوں کی اسمبلیاں بھی ایسا ہی کریں لیکن میں ان کے ساتھ مشروط نہیں کرتا مگر میں پنجاب اسمبلی کے ساتھ یہ مشروط کرتا ہوں کہ اگر یہ میری تجویز کو مان لیں تو میں آدھی جائیداد اور اپنی چیزوں کی آدھی مالیت غریبوں میں تقسیم کرنے کو تیار ہوں۔

جناب سپیکر! آج پاکستان میں بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ رشوت بام عروج پر ہے اور رشوت خور ظالم ملازمین رشوت خور ظالم افسران کا یہ موقف ہے کہ ہماری تنخواہ کم ہے ہمارا گزارہ نہیں ہوتا میں عرض کرتا ہوں ہر سطح پر تو تنخواہیں کم نہیں ہیں لیکن اگر رشوت خور بضد ہیں کہ تنخواہ معقول نہیں ہے تو میں یہ سوچ رکھتا ہوں کہ پاکستان کے افسران اگر تنخواہ کے برابر بھی رشوت لے لیں تب بھی ۵۰ فیصد انصاف قائم ہو سکتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ رشوت جائز ہے میں یہ فتویٰ نہیں دے رہا اس کو الٹ نہ لیجیے گا میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ظالموں نے ظلم ہی کرنا ہے تو خدارا ظلم کی بھی کوئی limit ہو۔ یہ تو unlimited ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ لاکھ آئے دو لاکھ آئیں تین لاکھ آئیں چار لاکھ ہضم اور پھر بکواس یہ کی جاتی ہے کہ ہماری تنخواہ میں گزارہ ہی نہیں ہوتا رشوت کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا رشوت کی تو کوئی ratio ہی نہیں۔ تو جناب والا! میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کم از کم رمضان شریف میں رشوت سے انہیں باز آ جانا چاہیے اللہ تعالیٰ انہیں بڑی ہی سزا دے گا جنہوں نے ماہ رمضان میں رشوت لی۔ رمضان کا تو کم از کم احترام کرنا چاہیے۔

جناب والا! محکموں کی بات ہے اور اس پر بحث ہو رہی ہے اور محکمہ قانون بھی پنجاب کا محکمہ ہے اور بڑا اہم محکمہ ہے۔ جناب والا! یہ میری آخری بات ہے۔ میں کافی عرصہ سے نظام مصطفےٰ

کے متعلق قرارداد دیتا رہا اور وہ کافی دفعہ ایجنڈے پر آیا مجھے یاد ہے غالباً" وہ ایک دفعہ ایجنڈے پر نہیں آیا تھا اور صورتحال کی وجہ سے اس قرارداد کو میں پیش نہ کر سکا جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ کا کرم ہے یہ نبی پاک کا فیض ہے یہ میرے اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری کی دعائیں ہیں یہ مولانا عبدالستار خان نیازی کی سرپرستی ہے کہ میاں نواز شریف صاحب کی قیادت میں میں نے یہ قرارداد چھ رمضان شریف ، فروری ۱۹۹۵ء کو اس ہاؤس میں پیش کی۔ رانے صاحب! یہ میرے لیے سعادت ہے اور شاید یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہو گی کہ یہ قرارداد رمضان شریف میں آنا ہو گا اور میری بخشش کا ذریعہ بننا ہو گا لیکن مجھے افسوس ہے کہ وزیر قانون چودھری فاروق صاحب نے کھڑے ہو کر کہا کہ قرارداد تو پہلے بھی منظور ہو چکی ہے البتہ ہم اس کو بھی منظور کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے غلط کہا جناب والا! اگر اس ایوان میں قرارداد منظور ہوئی ہے اگر کسی نے یہ قرارداد پیش کی ہے وہ اس حضور علیہ الاسلام کے غلام میاں سعید احمد شرقپوری نے پیش کی ہے اور پورے ایوان نے اسے منظور کیا ہے اور یہ بھی projection کی بات نہیں یہ بھی کریڈٹ کی بات نہیں میں نے تو عرض کرنا ہے کہ جب تمام محکموں پر بات ہو رہی ہے تو پھر چودھری فاروق وزیر قانون صاحب کو غیر قانونی بات نہیں کرنی چاہیے تھی انہیں جھوٹ نہیں بولنا چاہیے تھا۔ اب بات یہ ہے کہ رشوت کو ختم کرنے کا ایک اور بھی طریقہ ہے کہ پولیس کی 24 hours کی ملازمت ختم کر دی جائے تھانے کی تین شفٹیں کی دی جائیں رشوت پھر بھی کم ہو سکتی ہے یہ پولیس والے بڑا ظلم کرتے ہیں عدالت کی اجازت کے بغیر لوگوں کو شک پر پکڑ پکڑ کر مارتے ہیں حالانکہ عدالت کے پاس بھی جو اختیارات ہیں میں اس کی بھی اعلانیہ مخالفت کرتا ہوں کہ عدالت کی اجازت لے کر عدالت سے ریمانڈ لے کر شک کی بنا پر مارا جا سکتا ہے میں اس کی بھی مخالفت کرتا ہوں اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ اجازت نہیں دیتا کہ عدالت کو یہ اختیار ہو کہ وہ شک کی بنا پر مارنے کی اجازت دے اس مارکٹائی میں بے گناہ لوگ مارے جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں آپ کو ہٹ نہیں کر رہا میں وزیر اعلیٰ وٹو پر ہٹ نہیں کر رہا میں کسی کی دل آزاری نہیں کرنا چاہتا میں بات اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کر رہا ہوں آپ ان پر سوچیں غریبوں پر ظلم ہوتا ہے دل خون کے آنسو روتا ہے کہ جب تھانے کا ظالم ایس۔ایچ۔ او بے گناہ لوگوں کو مارتے ہیں اور جناب والا! میں یہاں ایک یہ بھی بات کرنا چاہتا ہوں کہ اگر کہیں انصاف نہیں ملے گا خدا کی قسم یہ تن من دھن اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے حاضر ہے پھر ایسی state بھی آ سکتی ہے کہ وہ نعرہ تکبیر نعرہ رسالت لگا کر تھانوں کے گھیراؤ ہوں' ڈی۔

سی۔ آفس کے گھیراؤ ہوں، ایس۔پی۔ آفس کے گھیراؤ ہوں۔ جناب والا! میں کسی کو ہٹ نہیں کر رہا۔ اگر انصاف نہیں ملے گا آپ میرے ساتھ تعاون کریں اور دیکھیں کہ اگر تھانوں کا، ڈی۔ سی آفس کا، ایس۔پی آفس کا ہائی کورٹ کا سپریم کورٹ کا ـــ جناب میں کسی کو مجرم نہیں کہہ رہا میں ایک تجویز پیش کر رہا ہوں فرض کرو میں ایک بات کر رہا ہوں کہ اگر کہیں سے بھی انصاف نہیں ملتا تو اگر ہم جیسے لوگ ٹوپیاں پہن کر بزرگان دین کے مستانے دیوانے نبی پاک کے غلام جب یہ نعرے لگا دیں گے کہ مر جاؤ یہ جہاد ہے پہلے ان کے ساتھ جہاد کرو جو کہ اللہ کے نافرمان ہیں تو پھر کیا ہو گا پھر ڈاکو اور چور بھی گھیراؤ کریں گے اور وہ چیز غلط ہو گی۔ جناب اس stage پر تو نہیں جانا چاہیے یہ انتہا ہے۔ لیکن جناب سپیکر! اب حکومتوں کو اوپر بھی نیچے بھی چاروں صوبوں میں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ انصاف ملنا چاہیے ایسی stage تو نہیں آنی چاہیے۔ میں کوئی ہٹ نہیں کر رہا۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

جناب سپیکر: اجلاس کو نماز ظہر کے لیے ڈیڑھ بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اجلاس کی کارروائی ایک بج کر ایک منٹ پر نماز ظہر کے لیے ڈیڑھ بجے تک ملتوی کی گئی)

(ایک بج کر 23 منٹ پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: جناب انعام اللہ خان نیازی جنرل ایڈمنسٹریشن پر بحث۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا پہلے میاں عمران مسعود صاحب بات کریں گے۔

جناب سپیکر: جناب عمران مسعود صاحب۔

میاں عمران مسعود: شکریہ جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ایس اینڈ جی اے ڈی پر بولنے کا موقع عطا فرمایا۔ جناب والا! بیشتر سپیکرز نے سارے ڈیپارٹمنٹس کے بارے میں کافی زیادہ باتیں کیں۔ میں نہیں چاہوں گا کہ میں ان باتوں کی repetition کروں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے اس معاشرے کے سسٹم میں جو دو سب سے زیادہ اہم ڈیپارٹس ہیں ان کے بارے میں آج تک کسی نے ذکر ہی نہیں کیا۔ میرے نزدیک سب سے اہم مسئلہ اس ملک اور صوبے کا جو ہے وہ کثرت آبادی کا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ماحولیات کا مسئلہ کھڑا ہوا ہے بلکہ یہ تو ساری دنیا میں ہی سلسلہ چل رہا ہے۔ جناب والا! یہ جو دو مسئلے ہیں یہ بہت ہی الارمنگ قسم کے مسائل ہیں۔

جناب سپیکر: چیمہ صاحب آئیے۔ آپ کی بڑی کمی محسوس ہو رہی تھی۔

میاں عمران مسعود، جناب والا! جب ہماری، میاں نواز شریف صاحب (وزیر اعظم پاکستان) کی حکومت تھی تو اس دور میں جو سب سے بڑی ترجیح دی گئی تھی وہ منشیات اور پاپولیشن کو دی گئی تھی۔ میں یہ چاہوں گا کہ موجودہ حکومت ان دو ڈیپارٹمنٹس کے بارے میں بہت ہی غور و خوض کرے۔ کیونکہ اگر ہمیں ماحول ہی صحیح نہیں ملے گا۔ آلودگی اتنی زیادہ شہروں میں پائی جاتی ہے جس سے صحت بھی خراب ہوتی ہے اور بے شمار بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ ماحولیات کے بارے میں جو فنڈز مرکزی حکومت میں یا بجٹ میں رکھے جاتے ہیں وہ انتہائی قلیل ہیں۔ ماحولیات کے بارے میں ہماری سیالکوٹ کی سب سے بڑی ایکسپورٹ جو ہے وہ میڈیکل آلات ہیں۔ اس کے ساتھ lather right بھی ہے۔ اس کے بارے میں ایک قسم کا embargo لگ گیا ہے۔ وہ اسی وجہ سے لگا تھا کہ ہماری یہاں جو ماحولیاتی کنڈیشنز ہیں وہ اوسط سے بالکل کم ہیں۔ لہذا اگر ہماری چمڑے کی اشیاء پاکستان کے سب سے مشہور سمجھے جاتے ہیں ان کو کسی ماحول کی خرابی کی وجہ سے روک دیا جائے گا تو یہ ملک کی معیشت کو بہت بڑا نقصان ہوگا۔ لہذا میں چاہوں گا کہ یہ دونوں جو ڈیپارٹمنٹس ہیں ان کو فعال کرنا چاہیے ان کو زیادہ فنڈز دینے چاہییں تاکہ یہ اپنی کارکردگی دکھا سکیں۔ ایس اینڈ جی اے ڈی کے تحت میں نے اس پر کافی غور کیا۔ اور مجھے اس پر کچھ تجربہ بھی ہوا۔ جناب والا! یہ جو گورنمنٹ آفیشلز اور گورنمنٹ سرونٹس کی جو ڈیپارٹمنٹل ترقیاں ہوتی ہیں۔ یہ سلسلہ بہت ہی ناقص ہے۔ یہ بڑے افسران کی غیر موجودگی، ان کو وقت نہیں ملتا اور ان ترقیوں کے بارے میں ان کو وقت ہی نہیں ملتا۔ اور میں نے ایسے کئی افسران دیکھے ہیں جو کہ اپنی ریٹائرمنٹ کے قریب پہنچ جاتے ہیں لیکن ان کی جو واجب ترقی ہے وہ بالکل نہیں ملتی۔ لہذا یہ ڈیپارٹمنٹل ترقی کا جو سلسلہ ہے اگر اس کو صحیح کر دیا جائے تو اس سے ہمارے سسٹم میں موجود خامیاں دور ہو سکتی ہیں۔ اگر انہی افسران کو واجب ترقیاں مل جائیں تو وہ دلجوئی سے اپنی کارکردگی دے سکتے ہیں۔ اسی طریقے سے آپ ٹرانسفر پالیسی کو لے لیں۔ ٹرانسفر پالیسی کوئی حتمی قسم کی پالیسی نہیں ہے۔ حالانکہ بڑا واضح لکھا ہوا ہے کہ ایک سیٹ پر ایک tenure تین سال سے زیادہ نہیں ہوگا۔ لیکن یہاں اس قسم کی ٹرانسفر اور postings ہوتی رہتی ہیں۔ اکثر جو افسران ہیں وہ کورٹ سے جاکر حکم امتناعی لے آتے ہیں۔ اس سے ایڈمنسٹریشن بہت ہی زیادہ رکاوٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔ میں چاہوں گا کہ ٹرانسفر پالیسی کے بارے میں بھی تھوڑی سی توجہ دی جائے تاکہ یہ سلسلہ بہتر ہو سکے۔ جو انکم ٹیکس کٹوتی ان افسران کی ہوتی ہیں اس کے بارے میں بھی کوئی غور و خوض کیا جائے۔ بلڈنگ قرضہ جات

کے بارے میں اگر تھوڑی سی نظرثانی ہو جائے تو یہ حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔ جناب والا! یہ تو تھا افسران کے بارے میں۔ اس کے ساتھ ایڈمنسٹریشن کا جو سلسلہ ہر ضلعے میں' اسسٹنٹ کمشنرز' ڈپٹی کمشنرز' سپرنٹنڈنٹ پولیس' ایڈیشنل سپرنٹنڈنٹ پولیس اور کمشنرز کا جو سلسلہ شروع ہو رہا ہے۔ جناب والا! ان میں ایک بڑی چیز جو دیکھنے میں ملی ہے۔ کہ یہ گورنمنٹ آفیشلز اور گورنمنٹ سرونٹس تو تعینات کیے جاتے ہیں کہ لوگوں کی بہتری ہوگی اور یہ لوگوں کے مسئلے مسائل حل کریں گے۔ لوگوں کو سستا انصاف مہیا کریں امن و امان کے بارے میں تسلی بخش کارروائی کریں۔ لیکن میں نے دیکھا ہے کہ یہ جو افسران ہیں یہ سیاسی کاموں پر زیادہ توجہ دے رہے ہیں اور جو ان کے انتظامی کام ہیں جو ان کے اپنے مینڈیٹ میں ہیں ان کے بارے میں یہ بالکل کوئی توجہ نہیں دے رہے۔ ڈپٹی کمشنر چاہے وہ گجرات کا ہو چاہے وہ کسی اور دور دراز علاقے کا کیوں نہ ہو' یہ ہر جمعرات' جمعے ہفتے کو جبکہ یہاں پر سرکاری چھٹی ہوتی ہے یہ اپنے اضلاع کو چھوڑ کر لاہور پنڈی اور اپنی آبائی شہروں میں پہنچے ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ تو manual میں لکھا ہوا ہے کہ کہیں بھی ڈسٹرکٹ ہیڈ جو ہے وہ اپنی سیٹ کو مت چھوڑے۔ اسی طریقے سے سپرنڈنٹ پولیس بھی اپنا علاقہ چھوڑ کر چھٹی گزارنے کے لیے اپنے گھر چلے جاتے ہیں۔ اسی طریقے سے اگر اوپر چلے جائیں تو کمشنر حضرات بھی اپنے ڈویژن ہیڈ سے اپنی سیٹ چھوڑ کر اپنے گھروں کو چھٹی منانے کے لیے چلے جاتے ہیں۔ اگر اس آرڈر کو صحیح کر دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ علاقہ ڈیوٹی مجسٹریٹ کو ساری ذمہ داری سونپ کر افسران بالا اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ اگر اس چیز کا نوٹس نہیں لیا جائے گا' تو آج کل جو ہمارے ملک کے حالات ہیں' ہمارے صوبے کے جو حالات ہیں کسی وقت بھی کوئی چیز غیر صورت حال اختیار کر سکتی ہے۔ اگر اتھارٹی والا افسر وہاں موجود نہیں ہوگا تو بیچارہ علاقہ مجسٹریٹ کس طرح اپنا فیصلہ دے سکے گا۔ آج کل ڈپٹی کمشنر نے جو اسلحے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اسلحہ لینا سب کا آئینی حق ہے۔ بنیادی انسانی حق ہے جو حکومت ہر انسان کو دیتی ہے۔ انہوں نے ڈویلپمنٹ فنڈ کے لیے جو دو ہزار روپیہ لائسنس کے ساتھ رکھا ہوا ہے۔ اس طرف دھیان دیا جائے کہ اس فنڈ کی کوئی رسید مہیا کی جاتی ہے نہ ہی یہ جتایا جاتا ہے کہ یہ فنڈ کہاں استعمال ہو رہا ہے۔ نہ ہی یہ جتایا جاتا ہے کہ یہ فنڈ کس کو دیا جا رہا ہے۔ اور اس فنڈ کا آڈٹ بھی کبھی نہیں ہوا۔ ہمارے گجرات میں لاکھوں روپے دن میں اسی فنڈ کی مد میں اکٹھے کیے جاتے ہیں۔ لیکن اس کے استعمال یا اس کے disbursement کے بارے میں کسی کو کچھ پتا نہیں۔ یہ فنڈ جو ڈپٹی کمشنر اکٹھا کرتے ہیں جو کمشنر کو یا چیف سیکرٹری کو دیتے ہیں اس کے بارے میں ہمیں بالکل کچھ پتا نہیں۔ اور یہ وہ فنڈ

ہیں جو کہ غریبوں کی جیبوں سے لیا جاتا ہے' یہ ٹیکس گزاروں کا پیسہ ہے۔ بے چارے بوڑھے اور غریب لوگ دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ ایک لائسنس کی وجہ سے دو ہزار روپیہ پتا نہیں کہاں سے مانگ تانگ کر لاتے ہیں۔ لیکن جب یہ دو ہزار روپیہ دیا جاتا ہے تو نہ یہ تو قومی خزانے میں جاتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ڈپٹی کمشنر کا اختیار ہے ہی نہیں کہ وہ دو ہزار روپیہ کا مستحق ہے یا ایڈمنسٹریشن اس کی مستحق ہے۔ اس کے بارے میں کوئی توجہ دی جائے تاکہ جو ہمارے معاشرے کا یہ ایک ناسور بنتا جا رہا ہے اس کو دور کیا جائے۔ میں نے جو دوسری بات یہاں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز میں دیکھی کہ جو magisterial system ہے' دفعہ ۳۰ کے اور باقی سارے مجسٹریٹ جو ڈپٹی کمشنر کے انڈر کام کرتے ہیں ان کو ایک ٹارگیٹ دیا جاتا ہے کہ آپ نے ایک مہینے میں اتنے کیسز لینے ہیں۔ اور اتنے کیسز کو آپ نے dispose of کرنا ہے۔ اس کے بارے میں ڈپٹی کمشنر کا فرض بنتا ہے جو کہ کمشنر کا فرض بنتا ہے' چیف سیکرٹری کا فرض بنتا ہے کہ ان کیسز کا وہ آڈٹ کریں' ان کو دیکھیں کہ کتنے کیسز میں کتنے بندے acquit ہو چکے ہیں' کتنے بندے بری ہو چکے ہیں۔ کتنے بندے جو تھانوں میں بغیر کسی ریمانڈ کے' بغیر کسی جوڈیشل آرڈر کے وہاں بیٹھے ہوئے ہیں ان کو حبس بے جا میں رکھا ہوا ہے۔ اس کے بارے میں کوئی توجہ دینے کے لیے تیار ہی نہیں ہے۔ جب کہ اصل کام ڈپٹی کمشنر کا یہ ہے کہ وہ ان کو دیکھے ان کو ساتھ چلائے۔ اور ڈپٹی کمشنر اور کمشنر پروٹوکول ڈیوٹی میں ہی سارا عرصہ اسی طرح گزار دیتے ہیں۔ اسی طریقے سے جب فسادات ہوتے ہیں' جب فرقہ وارانہ فسادات کسی شہر میں یا کسی ضلع میں ہوتے ہیں تو اس کے بارے میں ان کا اتنا ڈھیلا انتظام ہوتا ہے کہ پولیس اور انتظامیہ کے درمیان کسی قسم کا کوئی رابطہ نہیں تاکہ جب بھی کوئی ایسی ایمرجنسی ہو اسے وہ cope up کر سکیں۔ یہ جو بے چارے بے گناہ لوگ جنھیں ملزم یا مجرم بنا کر تھانوں میں گھسیٹ دیا جاتا ہے بغیر کسی کی اجازت سے۔ جناب والا! وہاں سے انھیں کسی سیاسی انتقامی صورت کی وجہ سے انھیں جیل میں بھیج دیا جاتا ہے۔ جب یہی ملزم جیل میں جاتے ہیں تو جیل کی تو زندگی ہی اور ہے۔ مجھے بھی حبیب اللہ اغواء کیس میں جیل میں جانے کا اتفاق ہوا۔ میں وہاں ایک مہینہ رہا۔ لیکن میں نے جو جیل کے حالات دیکھے یقین مانیں میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ جیل میں ہر ایک بندے کے لیے ایک مخصوص ناشتے کا کھانے کا سلسلہ رکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد انھیں جو سہولیات مہیا کی جاتی ہیں وہ جیل مینوئل میں لکھی ہوئی ہیں۔ لیکن کسی بھی قسم کی کوئی سہولت وہاں مہیا نہیں کی جاتی۔ وہاں کا کھانا منگوا لیں۔ اگر کبھی کھانے کا اتفاق ہو تو جناب' جیل میں اتنا بدبودار کھانا دیا جاتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے انسان

خوف زدہ اور شرمندہ ہو جاتا ہے۔ یہ وہ کھانا ہوتا ہے جس کو ٹھیکے پر دیا جاتا ہے ہے۔ لیکن اس کی ذمہ دار کسی بھی زمرے میں نہیں آتی۔ اسی طریقے سے ملاقات کا جو وقت قیدیوں کو دیا جاتا ہے' یا وہاں جو خواتین رہتی ہیں ان کے بارے میں کوئی ہیومن رائٹس ان کے نہیں سنے جاتے۔ نہ ہی کسی قسم کی سہولت انھیں دی جاتی ہے۔ فیکٹری ایریا جو کہ جیل میں ہوتا ہے اس میں جو انڈر ایج بچے ہوتے ہیں ان سے وہاں مشقت کروائی جاتی ہے۔ جو سب سے بڑی بات جیل کے دوران دیکھنے میں ملی وہ قیدی تھے کہ جو لاوارث تھے۔ جن کا نہ کوئی رشتہ دار تھا' نہ ہی کوئی ان کا کوئی دوست اس طرح کا تھا کہ جو ان کا کیس لڑ سکے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ سپرنٹنڈنٹ جیل کو چاہیے کہ اس بارے میں وہ خاص طور پر ایسا کوئی سلسلہ تحقیق کریں کہ جو اس طرح کے لاوارث قیدی ہوتے ہیں اگر ان کا کیس کسی مجسٹریٹ کے پاس یا کسی جج صاحب کے پاس اگر بھیج دیا جائے تو وہ باہر آسکتے ہیں۔ اسی طرح کئی بے گناہ مجرم ہوتے ہیں ان کے بارے میں بھی کچھ بازپرس کرنی چاہیے۔ پولیس ڈیپارٹمنٹ کے بارے میں اس بجٹ میں بہت سے فنڈز دیے گئے۔ اور بہت سی گاڑیاں بھی دی گئیں۔ لیکن پولیس کی performance ہمیشہ صحیح نہیں ہوتی۔ جناب والا! ایف آئی آر کا جو سسٹم ہے' یہ جو تھانے سے سارا سلسلہ شروع ہوتا ہے اس کے بارے میں اگر تھوڑی سی نظرثانی کر لی جائے یا کوئی ایسے اصول نئے وضع کر لیے جائیں جن سے سارے پولیس ڈیپارٹمنٹ کی کارکردگی بہتر کی جا سکتی ہے۔ اگر ان کی تنخواہیں ٹھیک کر دی جائیں۔ اگر ایف آئی آر کا جو سسٹم ہے' اگر انسپکٹرز کی ایجوکیشن بڑھا دی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ پولیس کی کار کردگی اور ان کا جو اصل مقصد ہے جو کہ امن و امان پیدا کرنا ہے۔

جناب سپیکر: ازراہ کرم بات کو سمیٹیں۔

میاں عمران مسعود: جی میں بس دو منٹ میں ختم کرتا ہوں۔ جناب والا! جو سب سے اہم دو ڈیپارٹمنٹ ہیں وہ ہیلتھ اور ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ ہیں۔ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں دوائیوں کی عدم دستیابی ہے وہ ہمیشہ سے' ازل سے یہی سارا سلسلہ چلا آیا۔ ہم نے اپنی حکومت اپنے دور میں ہیلتھ فاؤنڈیشن کا اجراء کیا۔ اس کے بعد ہم نے دوائیوں پر سرکاری مہریں لگائیں۔ تاکہ ان میں کسی قسم کی بے ایمانی نہ ہو سکے۔ ڈی ایچ او صاحبان اور ایم ایس صاحبان کو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز میں رکھا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی کارکردگی دے سکیں۔ ان کو ٹی اے ڈی اے دیے جاتے ہیں' ان کو گاڑیاں دی جاتی ہیں۔ لیکن کسی بھی غریب کو کسی بھی ہسپتال میں کسی قسم کی کوئی دوائی آج تک مہیا نہیں کی گئی۔ ہمیشہ سے غل

غبارہ ہر دور میں ہوتا رہا۔ بلکہ اس دور میں میں سمجھتا ہوں کہ وزیر صحت کو چاہیے کہ وہ اپنے محکمے کو دیکھیں اور خاص طور پر میڈیکل کالجوں کے داخلے اور مائیگریشن پالیسی جو اس وقت اپنائی جا رہی ہے وہ بالکل میرٹ سے ہٹ کر ہے۔ پرائیویٹ پریکٹس کے بارے میں ایسا قانون بنایا جائے جس سے کہ ڈاکٹر ذمہ دار ہوں تاکہ جو اموات باہر پرائیویٹ کلینکس میں ہوتی ہیں ان کے بارے میں کسی قسم کی کوئی ذمہ داری قائم ہو سکے۔ اسی طریقے سے اگر انشورنس پالیسی بن جائے۔ اگر میڈیکل انشورنس پالیسی بن جائے تاکہ ہمارے غریب آدمی کو اگر وہ پانچ سو روپیہ سالانہ کسی بھی مد میں کسی بھی ادارے کو دے دے تاکہ اس کو دوائیاں وغیرہ ملتی جائیں۔ جناب والا! ہمارا جو جوڈیشل سسٹم ہے۔ ہمارا عام انسان جب انصاف لینے جاتا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی زمانے میں جب ہم مال روڈ سے گزرا کرتے تھے تو بزرگوں سے پوچھا کرتے تھے کہ یہ شان دار بلڈنگ کون سی ہے۔ تو بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہائی کورٹ کی شان دار بلڈنگ ہے۔ یہ ٹھنڈی چھاؤں ہے۔ لیکن جناب والا! آج کل ٹھنڈی چھاؤں کا جو حال ہے' جو ہائی کورٹ' سیشن کورٹ یا سپریم کورٹ کا حال ہے' میں سمجھتا ہوں کہ ہم پر جو حبیب اللہ کے اغواء کا جھوٹا کیس کیا گیا تھا' پانچ ایم پی ایز پر' چودھری شجاعت حسین پر' چودھری پرویز الٰہی پہ' شیخ رشید پہ' عباس شریف پہ جتنے جھوٹے کیسز کیے گئے ہیں اس سے ہماری عزت یا وقار میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ کورٹس کی عزت و وقار میں انتہائی جو ہے ــــ میں ایسے الفاظ استعمال نہیں کرتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں عزت دینی چاہیے۔جناب والا! میں آخر میں یہی گزارش کروں گا کہ ہمارے سسٹم میں بہت سی خرابیاں ہیں۔ لیکن بہت سی خرابیوں کو کبھی بھی جڑ سے نہیں پکڑا جاتا۔ ہمیشہ ڈنگ ٹپاؤ والی پالیسی ہر منسٹر ہر افسر کرتا ہے تاکہ منتخب ممبر کسی طریقے سے مطمئن ہو کر چلا جائے۔ لیکن یہ صرف ممبر کے اطمینان کا مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ پورے عوام کا مسئلہ ہے' پورے پنجاب کا مسئلہ ہے۔ لہٰذا میں یہ چاہوں گا کہ میری یہ جو تھوڑی سی گزارشات ہیں ان کو right quarters تک پہنچایا جائے۔ تاکہ ان برائیوں اور سسٹم کی خرابیوں کا سدباب ہو سکے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: جی۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! صاحبزادہ شرق پوری صاحب تشریف فرما ہیں۔ لاء منسٹر کے پاس تشریف لے گئے تھے کہ جی' کمیٹی کا چیئرمین بننے کے لیے میری مدد کریں۔ تو غلام عباس صاحب کی سفارش پر وہ بضد تھے کہ نہیں' ہم آپ کو منسٹر بناتے ہیں۔ تو وہ انھیں ساتھ لے کر کہیں چلے گئے

تھے۔ کچھ طے ہو گیا تھا۔ تو ان سے پوچھا جائے کہ چیئرمینی پر طے ہوا ہے یا منسٹری پر۔

صاحب زادہ میاں سعید احمد شرقپوری: جناب سپیکر! وصی ظفر صاحب کو رمضان کا بھی کوئی احترام نہیں۔ ہر سٹینڈنگ کمیٹی کا الیکشن ہو گیا ہے۔ میں چودھری فاروق صاحب سے یہ کہہ رہا تھا کہ آپ الیکشن کی تاریخ کا کیوں نہیں اعلان کرتے۔ وہ تاریخ کے لیے پھر میں سیکرٹری صاحب کے پاس لے کر گیا ہوں۔ اور میں نے چودھری فاروق صاحب سے یہ کہا ہے کہ آپ اگلے سیشن میں دوسرا دن رکھ لیں۔ اوقاف کمیٹی کی سٹینڈنگ کمیٹی کا الیکشن ہو جائے۔ اگر تاریخ کی بات کر لی جائے تو اس میں کون سا گناہ ہے؛ وصی ظفر صاحب بڑے ہی بادشاہ ہیں۔ پتا نہیں اسمبلی میں کیسے آ گئے ہیں۔

جناب سپیکر: بادشاہوں کا اسمبلی میں آنا منع ہے؟ بہت سے شاہ یہاں ہیں۔ صاحبزادہ فضل کریم صاحب! آپ نے مجھ سے الگ فرمایا تھا کہ آپ شرقپوری صاحب کی تقریر کے حوالے سے کچھ وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔ کوئی ایسی بات ہے؟ اگر آپ انعام اللہ نیازی صاحب سے بات کر لیں۔ یا پھر ان کے بعد آپ کو موقع دے دیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: ضروری مسئلہ ہے۔ میں تھوڑا ٹائم لوں گا۔ میری پہلے بات کرا دیں۔ پہلے بٹ صاحب تقریر کر لیں۔

جناب سپیکر: بڑی خوشی سے۔ محترم منشاء اللہ بٹ صاحب!

جناب محمد منشاء اللہ بٹ: شکریہ جناب سپیکر! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قال رب اشرح لی صدری ٥ و یسرلی امری ٥ و احلل عقدۃ من لسانی ٥ یفقھوا قولی ٥ تمام تعریفیں صرف خداوند تعالیٰ کے لیے جو تمام طاقتوں کا۔ عزتوں کا اور رحمتوں کا مالک ہے۔ اور اس کے حکم کے بغیر اس کائنات میں ایک پتا بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ لاکھوں کروڑوں سلام اپنے آقا' اپنے ہادی' اپنے مرشد۔ میری روح ان پر فدا ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لیے۔ جناب سپیکر! انتظامیہ حکومت کا اہم ترین ستون ہوتی ہے۔ اور حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے مسائل حل کرے۔ انہیں بنیادی ضروریات زندگی اوربنیادی سہولتیں فراہم کرے۔ ملک میں امن و امان قائم کرے۔ لیکن موجودہ صورت حال میں حکومت بنیادی ذمہ داری پوری نہیں کر رہی۔ آج کا معاشرہ' آج کے حالات اور آج کے اردگرد کے حالات اس بات کا ثبوت ہیں۔ کس کس واقعہ کا ذکر کروں۔ کس کس سانحہ کا ذکر کروں۔ معزز و محترم نمائندگان اپنے اردگرد کے حالات سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ ہر روز کسی کی عزت گئی۔ کسی کا مال لٹا۔ کسی کا

بیٹا گیا ۔ کسی کا گھر لٹا ۔ کسی کا سب کچھ لٹ گیا ۔روز اخبارات ہر واقعہ کی نشاندہی کرتے ہیں ۔ اور اخبارات میں مضامین ان واقعات کو درست کرنے کی تجاویز بھی پیش کرکے اپنی قومی ذمہ داری پوری کرتے ہیں۔ جناب سپیکر ! Law and order کی صورت حال افسوس ناک ہے۔ عوام اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرتے ہیں ۔ دکان محفوظ نہیں۔ گھر محفوظ نہیں۔ بازار محفوظ نہیں۔ سفر محفوظ نہیں۔ حتیٰ کہ عبادت گاہیں محفوظ نہیں۔ اس وقت ہمارے معاشرے میں اساتذہ کرام کے مسائل ہیں ۔ طلباء کے مسائل ہیں ۔ تاجروں کے مسائل ہیں ۔ ملازمین کے مسائل ہیں۔ ہسپتالوں کی حالت زار ہے۔ اور عوام کی پریشانی ہم سب کے لیے قابل غور ہے ۔جناب سپیکر ! ہم سیاست کو خدمت اور خدمت کو عبادت سمجھ کر فرض نبھانا فرض منصبی سمجھتے ہیں ۔ محترم سپیکر صاحب ! مخلوق خدا کے کام آنا ۔مخلوق خدا کے دکھ درد کو کم کرنا اس کی تکالیف کم کرنے کے سبب بننا یہ میرے مولائے کریم کو بہت ہی پسند ہے۔ لیکن آج کل کے معاشرے میں ہمارے عوام کا سکھ چین لٹ چکا ہے۔ کیا جناب سپیکر ! عوام اس لیے ووٹ دیتے ہیں کہ وہ بے روزگاری' مہنگائی اور خوف کی فضا میں سانس لیں اور ان کو حق بھی نہ مل سکے۔

کسی کی آنکھ نہ ہو نم یہی سوچتے ہیں ہم

ان حالات کو درست کرنا ہم سب کا فرض ہے ۔ عوام کو ان حالات سے نکالنا ہم سب نمائندوں کا فرض ہے ملک کو مستحکم اور اس کی معیشت کو مستحکم بنانا ' اس کو خوشحال بنانا ہم سب کا فرض ہے۔ لیکن انتظامیہ کا اس طرف دھیان نہیں ہے۔ صرف خوشنودی حاصل کرنا انہوں نے مقصد نوکری بنا لیا ہے۔ جناب سپیکر ! ضابطے توڑے جا رہے ہیں۔ قانون شکنی ۔ تشدد اور ظلم کا آخر انجام ہونا ہے۔ اور ایک دن یوم حساب آنا ہے۔ اور اس دن ہر شخص کو اپنے عمل کا حساب دینا ہو گا۔ ذمہ دار حضرات کو اپنی ذمہ داریوں کا حساب دینا ہو گا۔ اور جناب سپیکر ! ہم نمائندگان کو بھی اپنے ہر عمل کا ' اپنی ہر سفارش کا حساب دینا ہو گا۔ اور وہ حساب بڑا سخت ہے۔ خداوند تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے ۔ اپنا فضل و کرم فرمائے۔ وہاں کسی کی سفارش نہ چلے گی۔ اور وہاں کسی کا کوئی استحقاق بھی نہ ہو گا۔ جناب سپیکر ! اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ عدل کرو اور احسان کرو ۔ ہمیں اپنی انتظامیہ کو اس چیز پر عمل درآمد کرنے کے لیے کہنا ہوگا اور اس کی کارکردگی تب ہی بہتر ہوسکتی ہے۔ اور اس کارکردگی کو مزید بہتر بنانے کے لیے جناب سپیکر ! کبھی آپ نے غور کیا کہ یہ عدل' احسان' رواداری' اخوت اور محبت کا درس ہمارے پیارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیا اور غیر اقوام نے اس چیز پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس

زمانے میں سرفرو کیا۔ جناب سپیکر! یہ ہماری متاع کون لوٹ کر لے گیا ہے۔ کس کے خلاف ہم اس چیز کا پرچہ کرائیں۔ہماری انتظامیہ کی اکثریت اچھے افراد پر مشتمل ہے۔ ہمیں ان کے ساتھ بھی انصاف کرنا ہو گا۔ سفارش پر ترقی اور پوسٹنگ کو ختم کرنا ہو گا۔ پسند اور ناپسند کے سسٹم کو ہمیں ختم کرنا ہو گا تب جا کر ہماری انتظامیہ کی کارکردگی بہتر سے بہتر ہوسکتی ہے۔ اور اس کارکردگی کو مزید بہتر بنانے کے لیے ہمیں اپنے سسٹم کو بنیادی طور پر تبدیل کرنا ہوگا۔ اور تمام سسٹم کو اپنے پرانے نظام کے تابع بنانا ہو گا۔ نظریہ پاکستان کے مطابق لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کی حکومت اور قانون کی حکومت جو صرف خدا وند تعالیٰ کا قانون ہے اس پر ہمیں عمل پیرا کرنا ہو گا۔ جناب سپیکر! ہمارا ملک دنیا کا بہترین ملک ہے۔ اسے خدا وند کریم نے بے اندازہ نعمتوں سے مالا مال کیا ہے۔ اور ہمارے ملک کے عوام نہایت ہی پرخلوص، محنتی اور محب وطن ہیں ۔ہم نمائندگان کا یہ فرض ہے کہ اپنے قوانین کو اسلامی نظام کے ڈھانچے میں ڈھالیں ۔ اغیار کی طرف دیکھنا چھوڑ دیں۔ حضرت علامہ اقبال رحمت اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

پھونک ڈالو یہ زمین و آسمان مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرو

جناب سپیکر! ہمیں قرآن شریف اور شریعت محمدیہ پر عمل کرنا ہو گا۔ اپنے تمام قوانین کو اس کے سانچے میں ڈھالنا ہو گا ۔ ہمارے تمام دکھوں کا مداوا، ہماری تمام تکالیف کا حل، ہمارے تمام مسائل کا حل صرف اور صرف اسلامی نظام میں ہے۔ وقت گزر رہا ہے۔ تاریخ لکھی جا رہی ہے۔ ہم سب نمائندگان کو اپنا فرض ادا کرنا ہو گا۔ انتظامیہ جب صرف خدا وند تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کام کرے گی، قانون کے خلاف کسی بڑے کے حکم کو بھی نہ مانے گی تو پھر یہ معاشرہ، جہنمی معاشرہ جنت الفردوس میں تبدیل ہو گا۔ اور جناب سپیکر! پھر غریبوں، یتیموں، بیواؤں کی دستگیری ہو گی۔ اور ضعیفوں، بزرگوں، ناتواں حضرات اور خواتین کی عزت و احترام ہو گا۔ اور جب یہ معاشرہ جنتی معاشرہ بن جائے گا تو خدا وند تعالیٰ کی برکت اور اس کی رحمت بھی اس میں شامل حال ہو گی۔ اور آسمان سے صدا آئے گی "سلامٌ قولٌ منْ الرب الرحیم"۔

جناب سپیکر: اتنی اچھی بات پر اب آپ تقریر ختم کریں ۔کتنے اچھے جملے آپ نے کہے ہیں۔ آیت پڑھی ہے۔

جناب محمد منشاء اللہ بٹ : جناب سپیکر! صرف اس بات پر ختم کرتا ہوں ۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اور جناب سپیکر! عوام منتظر ہیں کہ ہم کب آگے بڑھتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ دجلہ کے کنارے ایک کتا بھی اگر بھوکا مر گیا تو عمر تم سے پوچھا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راتوں کی تاریکیوں میں اٹھ کر اپنے عوام کے دکھ درد کے حالات کو معلوم کیا کرتے تھے ۔ اور انتظامیہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فعل پر عمل کیا کرتی تھی ۔ اور انہیں عوام کے تمام مسائل کا علم ہوتا تھا ۔ جناب سپیکر! ہمیں اسی طرف پھر لوٹنا ہوگا ۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

جناب سپیکر! آپ کے کہنے پر میں بات کو ختم کرتا ہوں ۔ لیکن ایک شعر ضرور پڑھوں گا ۔

مدینے کی گلیوں کی خاک لوں گا
میں دنیا کا بہترین لباس لوں گا
اگر وہ پوچھیں گے خواہش
تو میں استحکام پاکستان لوں گا

جناب سپیکر : ماشاء اللہ ۔ انعام اللہ خان نیازی صاحب!

جناب انعام اللہ خان نیازی : بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر! آج آپ کی مہربانی سے اس موضوع پر بولنے کا موقع ملا ہے۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ اس وقت صوبے کی حالت کو دیکھتے ہوئے اور عوام کی سوچ کو دیکھتے ہوئے۔ ایسا لگتا ہے کہ پورے صوبے میں نفسانفسی کا عالم ہے۔ ہر ضلع کسی نہ کسی ظالم کی علیحدہ جاگیر نظر آتا ہے ۔ من پسند کرپٹ افسروں کی تعیناتیاں اور اپنی مرضی کے نااہل افسروں کو اپنے ضلعوں میں لگانے کے لیے جو حالت اس وقت صوبے کی نظر آ رہی ہے اس سے یوں لگتا ہے کہ صوبے کی جڑیں تو ہلتی نظر آتی ہیں لیکن ذاتی مفادات کو ہر چیز پر ایک سبقت حاصل ہے۔ جس طریقے سے اہل اقتدار والے اپنی مرضی سے نظام کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ صوبے کی ان انتظامی کارروائیوں اور صوبے کی اس حالت کو دیکھتے ہوئے آپ بطور سپیکر وہ شخص

ہیں جنھوں نے سب سے پہلے میرے خیال میں اس صوبے کی لڑائی لڑنے کا اعلان کیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا بھی فرض ہے کہ صوبے کی اس حالت کو دیکھتے ہوئے آپ کو بھی اس میں دخل دینے کی ضرورت ہے۔ یہاں ایوان میں مختلف بحثوں کے دوران جس طریقے سے صوبے کی حالت زار کو بیان کرنے کے لیے جس خوبصورت انداز میں میرے دوست منشاء اللہ بٹ صاحب نے ذکر کیا ہے اس کے بعد میری گنجائش تو نہ رہتی تھی لیکن جنرل ایڈمنسٹریشن ایک اتنا وسیع موضوع ہے کہ جس کے اندر میں سمجھتا ہوں بہت سے موضوع سما جاتے ہیں۔

جناب سپیکر! پنجاب کی بدقسمتی دیکھیں کہ شروع سے ہی مختلف قسم کی محرومیوں کا شکار رہا اور اس کے ساتھ ساتھ ایسی سازشیں اس صوبے کے اندر پلتی رہیں کہ جن کو آج تک ہم نے اکھاڑ پھینکنے کی ضرورت بھی محسوس نہ کی۔ ظلم کی انتہاء دیکھیں کہ ایک طرف پنجاب کے خلاف سازشوں میں ایک ایسی سازش سامنے آئی جس کو میں سمجھتا ہوں کہ اس ایوان میں کھڑے ہو کر بات کرنے سے مجھے ججھکنا نہیں چاہیے۔ صوبے کی حالت کو دیکھیں۔ عوام کی حالت کو دیکھیں۔ اس عوام پر زبردستی ایک لارنس آف عریبیہ کو نازل کر دیا گیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آخر آپ لوگ جنھوں نے پنجاب کے صوبے کے مقدمے لڑے، جنھوں نے پنجابیت کی باتیں کیں، اپنے حقوق کی باتیں کیں، کب تک خاموش تماشائی بنے ان حالات کو اپنی آنکھوں کے سامنے بے بسی سے دیکھتے رہیں گے؟

جناب سپیکر! آج کل بڑے خوبصورت انداز میں لاکھوں کروڑوں روپیہ خرچ کر کے فرقہ واریت کا نام دے کر ایک مہم چلائی جا رہی ہے۔ اسی floor پر کھڑے ہو کر میں نے آپ کے سامنے گوش گزار کیا تھا۔ ایک چھوٹا سا واقعہ ایک بڑی سازش کی نشاندہی کرتا تھا۔ شیخوپورہ کے شیعوں کے جلوس میں وہ واقعہ پیش آیا تھا کہ چند لوگوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوسٹروں پر جوتیاں ماریں جب گرفتاری کے بعد پتا چلا تو ان کا شیعوں سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ لڑکے مرزائی تھے۔ میں آج پوچھتا ہوں کہ ان ساری سازشوں کو دیکھتے ہوئے، ان سارے حالات کو دیکھتے ہوئے پنجاب حکومت جو آج بغل میں چھری اور منہ میں رام رام کرتی پھر رہی ہے، میں اس پنجاب حکومت کے اس لارنس آف عریبیہ سے پوچھتا ہوں کہ فرقہ واریت کو جنم کون دے رہا ہے؟ حفاظت کون کر رہا ہے؟ جن مولویوں کو، جن چند علمائے کرام کو مہینے کے مہینے اپنی ذات کو محفوظ رکھنے کے لیے لفافے بھیجے جاتے ہیں ان علمائے کرام کے خلاف یہاں کے صاحب اقتدار کس طریقے سے فرقہ واریت کی بات کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس فرقہ واریت کی آڑ میں چند ایسی سازشوں کو مضبوط کیا

جا رہا ہے۔ خدارا ! اس بات کو ایک اپوزیشن ممبر کی تقریر سمجھ کر نظر انداز نہ کیا جائے۔ میں آپ کی توجہ اس لیے دلا رہا ہوں کہ یہ حقیقت ہے۔ چند ایک سرکاری افسروں سے انفریشن سننے کے بعد میں آپ کے گوش گزار کر رہا ہوں کہ یہاں پر ایک اتنی بڑی سازش جنم لے رہی ہے جن کی سمجھ میں آ رہی ہے وہ خطرے کا الارم سمجھ رہے ہیں۔

جناب والا! چھوٹی سی بات ہے کہ یہاں پر فرقہ واریت کے نام پر جس انداز میں رشوتوں کا بازار گرم ہو رہا ہے۔ وزیر اعلیٰ ہاؤس لوٹ سیل کا مرکز بنا ہوا ہے۔ یہاں پر کوئی شنوائی نہیں ہے۔ جناب والا! میں سارے وزیروں کی بات نہیں کر رہا ہوں میں چند ایک وزیروں کی بات کر رہا ہوں میں چند ان جرائم پیشہ لوگوں کی بات کر رہا ہوں جنہوں نے ہر دور میں اپنے مفادات کی خاطر اپنا ضمیر بیچا اپنے عوام کی خواہشوں کو بیچا اور آج بھی اور اس دور میں بھی بیٹھ کر لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا ہے۔

جناب والا ! صرف چھوٹی سی باتیں ہیں۔ میں آپ کے گوش گزار کرتا چلوں ------

جناب سپیکر، ذرا مختصر کیجیے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! ہمارے پاس وقت بہت ہے اور ہمارے پاس مقرر بھی چند ایک ہیں۔

جناب سپیکر، نہیں ابھی بہت ہیں۔ مجھے پتا ہے نا۔ میرے پاس لسٹ ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، کچھ لوگ نہیں ہیں۔

جناب سپیکر، نہیں ابھی بہت لسٹ ہے اور ظفر علی شاہ صاحب بھی آ گئے اور وہ کہیں گے کہ میں نے بھی تقریر کرنی ہے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! میں تو اپنی تقریر ضرور کروں گا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! میں نے کرپشن کی بات کی ہے میں نے وزیروں کی کرپشن کی بات کی ہے اور اس میں ہر روز اتنے بڑے بڑے سکینڈل آئے اور انٹی کرپشن والوں کے بیانات آئے لیکن آفرین ہے کہ کسی نے بھی توجہ دینے کی کوشش نہ کی جناب والا! پنجابی کی زبان میں کہتے ہیں کہ فلاں فلاں کو لوں کانا اے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں دونوں فریق کانے ہیں ایک فریق کانا نہیں ہے۔ وہ بات کرتے ہیں اندرون محل کی وہ کہتے ہیں ***** وساوے والے میں بیٹھ

*** (بحکم جناب سپیکر کارروائی سے حذف کیا گیا)

کر ککھڑیاں کھانے والا آج مال روڈ کے ایوان میں کھانے کیسے کھا رہا ہے ********۔

جناب سپیکر: یہ غلط بات ہے میں اسے کارروائی سے حذف کرتا ہوں - یہ اس طرح نہیں ٹھیک -

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! میں نے نام لئے بغیر بات کی ہے - کوئی بھی ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں - آپ غلط بات کر رہے ہیں -

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! کوئی بھی ہو سکتا ہے -

جناب سپیکر: نہیں۔ نہیں۔ میں ان کو حذف کرتا ہوں ------ جی وزیر قانون صاحب - آپ فرمائیے

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! آپ نے الفاظ حذف کر دیے ہیں۔ میں بھی یہی بات عرض کرنے لگا تھا بہرحال فاضل رکن اسمبلی سے یہ بات کہی جائے کہ ذاتیات کے حوالے سے اور اس قسم کا جو غیر پارلیمانی انداز گفتگو ہے اسے یہاں پر استعمال نہ کریں -

جناب سپیکر: میں کہہ دیتا ہوں -

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! میں تو پنجاب کی اس ڈوبتی اور لوٹتی ہوئی دولت کی بات کر رہا ہوں میں اس چیز کی بات کر رہا ہوں کہ جس کو عوام کے سامنے آنے کی ضرورت ہے۔ جناب والا! یہاں پر دو ڈھونگ رچائے گئے ایک فرقہ واریت کا اور اس پر لاکھوں کروڑوں روپیہ خرچ کیا گیا اور چیمپین بننے کی کوشش کی گئی اور یہاں پر دوسرا ڈھونگ یہ ہے کہ تعلیم کے فروغ کی بات کی جاتی ہے۔ میں ایوان کے اقتدار والوں سے پوچھتا ہوں میرے ساتھ میانوالی کے علاقوں میں چلیں جہاں پر ایک چھ سال کے بچے کو دس دس میل پیدل چل کر سکول میں پہلی جماعت میں بیٹھنے کے لیے جانا پڑتا ہے۔ جناب والا! میں حقیقت بیان کر رہا ہوں اور ایک نمائندہ ہونے کی حیثیت سے سال بھر انتظار کرنا پڑتا ہے کہ ان۔ پڑھ تعلیم کے فروغ چیمپین کو کب فرصت ملے گی اور میرے علاقے میں دو سکولوں کی گرانٹ کب آئے گی اس دفعہ وہ بھی نہیں آئیں۔ کیونکہ میں ان کی شان میں شاید قصیدے زیادہ پڑھ جاتا ہوں۔

جناب سپیکر! بات صرف یہاں تک ختم نہیں ہوتی - آپ اس چھوٹے سے شہر لاہور کو دیکھ لیں باہر کے ملکوں کے مقابلے میں لاہور بڑا چھوٹا سا شہر ہے اس شہر میں جس انداز میں دولت کو لٹایا

*** (بحکم جناب سپیکر کارروائی سے حذف کیا گیا)

جا رہا ہے اور اتنے بڑے بڑے بورڈ لگے ہوئے ہیں کہ چیف منسٹر پیکج۔ بھئی یہ کس لیے۔ جب ایک سڑک جا رہی ہے اس کو کھود کر ہٹا دیا جاتا ہے پھر وہی سڑک دوبارہ بن جاتی ہے پھر اس کو تنگ کیا۔ جناب! آپ مال روڈ کا حال دیکھ لیں میں نے یہاں پر ٹریفک کے مسئلہ پر ایک تحریک التوائے کار پیش کی تھی مہربانی سے اس پر ڈسکشن کا وقت نہ ملا اجلاس ختم ہو گیا اور وہ بات ذکر میں نہ آسکی۔ آپ جناب والا مال روڈ پر جہالت کی انتہا دیکھیں صرف اپنے مہربانوں کو صرف اپنے ان چند رکھے ہوئے پالتوں کو خوش کرنے کے لیے یہ ٹھیکے زبردستی پیدا کیے جا رہے ہیں۔ مال روڈ پر تقسیم اتنی غیر منطقی ہے اور انجنیئرنگ کی تاریخ میں یہ اتنی بیوقوفی کی حرکت شاید ہی ہو گی۔ جناب والا! ٹریفک کو پارمیشن کے ذریعے اس وقت سمیٹا جاتا ہے جہاں پر رکاوٹیں نہ ہوں۔ یہاں پر ہر جگہ پر چوک ہیں۔ بائی پاس پہلے بنائیں پھر پارٹیشننگ بنائیں۔ پارٹیشننگ آخری مسئلہ ہوتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہے آج ہفتہ ہو گیا ہے پورے لاہور کی ٹریفک منجمد ہو کر رہ گئی۔ یہ کیا ہے یہ اچھائی نہیں ہے یہ اپنے ان رکھے ہوئے مہربانوں کو خوش کرنے کے لیے ان کے ریوارڈ میں یہ ٹھیکے دیئے جا رہے ہیں اور ترقیاتی پیکج نمایاں کیا جا رہا ہے۔

جناب والا! یہ تعلیم کے فروغ کی بات کرتے ہیں --------

جناب سپیکر، وائنڈ اپ کیجیے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، ہم پر لیڈری چمکانے کے لئے جس انداز سے اور جس غلط طریقے سے پنجاب کے پیسے کو لٹایا جا رہا ہے۔ آج پنجاب کا صوبہ اربوں روپے کا مقروض ہو چلا ہے۔ جناب والا! عیاشی کی باتیں سنیں سکائی۔ وسے ٹائم کے اندر اس جیٹ جہاز کی بات کی گئی ہے بیچ میں ایسی ایسی چیزیں لکھی گئی ہیں جناب سپیکر! میں آپ کے چیمبر میں یہ پہنچاؤں گا۔ آپ اس کو مہربانی سے ایک دفعہ پڑھ لیں اور پھر آپ کہیں گے کہ دو سو تیس ملین روپیہ کس درندگی سے ضائع کیا گیا امریکہ سے لاہور جہاز پہنچانے کے لیے اڑتالیس ہزار ڈالر پائیلٹ کو دیا گیا جو تقریباً" سترہ لاکھ روپیہ بنتا ہے جناب سپیکر سات ماہ کے لیے---

جناب سپیکر، آپ نے جو پہلے ۲۳۰ ملین ڈالر کہا ہے وہ بھی ۲۳۰ ملین ڈالر نہیں ہو سکتے وہ بھی ۲۳ ملین ہو گا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! یہ کسی نے نہیں لکھا یہ چٹھی ہے ***********۔

جناب سپیکر، میں اسے کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! ایسی باتیں حذف کر کے آپ ان کی کوئی مدد نہیں کر رہے آپ عوام کا حق چھین رہے ہیں پنجاب کا مقدمہ لڑنے والا پنجاب کی مدد نہیں کر رہا آپ یہ زیادتی کر رہے ہیں آپ دیکھیں کہ سات ماہ کے لیے مئی تا نومبر ۱۹۹۴ء ایک ہزار ڈالر یومیہ ائیرپورٹ پر اس کے پارکنگ چارجز دیئے گئے جو ایک ہزار ڈالر یومیہ تھے اور یہ جناب آپ یہ calculate تو کریں۔ کل یہاں جو custom made چیزوں کی باتیں ہو رہی تھیں ان چیزوں پر وہ پیسہ شاید خرچ آیا یا نہیں اصل پیسہ تو اس کی نا اہلی نا سمجھی غلط پلاننگ کے نتیجے میں پنجاب کے اس پیسے کو تباہ کیا گیا اور جناب مزے کی بات سنیں انہوں نے پنجاب بنک سے پانچ کروڑ روپے کی بلیک منی خریدی یعنی انہوں نے پانچ کروڑ روپے کا کالا دھن پنجاب بنک کے پیسے سے خریدا۔ یہ تحریری اطلاع ہے اور جناب والا تمام کابینہ اور وزارت دفاع کو over-look کر کے اوکاڑہ گروپ آف کمپنیز کے ایک شخص جاوید نامی کو بلا کر اسے یہ ٹھیکہ دیا گیا اس نے اس کی جو کمیشن کھائی ہے اس بارے میں بڑی دلچسپ بات آپ کے سامنے لاتا ہوں ----

جناب سپیکر، جی۔ آپ کا وقت ختم ہو گیا بہت شکریہ آپ کا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! آپ مجھے صرف یہ بیان کر لینے دیں کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ کیا خالی تقریروں تک ہی محدود ہے یا آپ کا بھی کوئی فرض ہے۔ آپ اس کی سیٹ کیوں چھین نہیں لیتے آپ اس قابل ہیں ------

جناب سپیکر، آپ ہمت کیجیے۔ یہ ہمت آپ کیوں نہیں کرتے مجھے کیوں اس میں شامل کرتے ہیں۔ (قہقہہ)

جناب انعام اللہ خان نیازی، نہیں جناب والا! آپ پنجاب کا مقدمہ لڑنے والے وہ شخص ہیں ----

جناب سپیکر، اچھا اب آپ تشریف رکھیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جن کو پنجاب قبول کرے ------

*** (بحکم جناب سپیکر کارروائی سے حذف کیا گیا)

جناب سپیکر: اب آپ تشریف رکھیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: اگر آپ نہیں کریں گے تو پھر سانوں اسے کجھ کرنا پیناں ۔ بڑی مہربانی جناب۔

جناب سپیکر: ظفر علی شاہ صاحب۔ کیا اب اپنی تقریر فرمائیں گے؟

سید ظفر علی شاہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ------

جناب سپیکر: اب اتنے اونچے سروں میں تقریر سنی ہے اب ذرا سروں میں کوئی راگ ہو جائے تو مہربانی۔

سید ظفر علی شاہ: میں کوشش کروں گا کہ دھیمے سروں میں بات کروں ۔لیکن ہمارے ساتھ تو اونچے سروں میں بات کی جاتی ہے۔ ادھر پنجاب کا مال ہضم ہو رہا ہے ادھر ہم بات کرتے ہیں تو ہمارے الفاظ حذف ہو جاتے ہیں۔ بہر حال ہم تو دونوں طرف سے مظلوم ہیں۔ لیکن پھر بھی میں کوشش کروں گا۔

جناب سپیکر! میں شکر گزار ہوں کہ آج کے اجلاس کے آخری دن کے آخری لمحات میں جنرل ایڈمنسٹریشن پر بات کرنے کے لیے معزز اراکین کو اور مجھ ناچیز کو بھی اجازت دی ۔ میں کوشش کروں گا کہ کم وقت میں تھوڑی بات کہہ کر اپنا زیادہ سے زیادہ مافی الضمیر بیان کروں۔ جناب سپیکر! یہ تو ہو سکتا ہے کہ بہت سارے لوگوں کے لیے پنجاب کی جنرل ایڈمنسٹریشن کی تباہی و بربادی و نا اہلی ، کم عقلی اور ان کی غلط منصوبہ بندی کے بارے میں حیرانگی اور پریشانی ہوتی ہو گی۔ اس میں کوئی شک نہیں میں بھی ایک شہری کی حیثیت سے پنجاب کی ایڈمنسٹریشن جو کہ کافی حد تک ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ اس پر اتنا حیران نہیں ہوں۔ کیونکہ جس وقت پنجاب کی حکومت ' پنجاب کی ایڈمنسٹریشن تشکیل دی جا رہی تھی جس وقت پنجاب کے چیف ایگزیکٹو ہیڈ کو چنا جا رہا تھا۔ جس وقت پاکستان کے اقتدار کے محلات میں سازشیں ہو رہی تھیں۔ اس بات سے مجھے کوئی حیرانگی نہیں۔ دنیا میں ہر جگہ پارلیمانی نظام میں coliation گورنمنٹ ہوا کرتی ہے۔ اس بات پر حیرانگی اور پریشانی کی بات نہیں کہ میرے پنجاب میں بھی Coliation Government ہے۔ حیرانگی اور پریشانی اس بات پر ہے کہ ایک ایسے دھڑے کو ' ایک ایسے شخص کو چیف ایگزیکٹو بنا دیا گیا۔ میں صبح یہاں پر بات کر رہا تھا کہ پاکستان کے آئین نے اسمبلی کو توڑنے کے لیے دو شخصیات کو اختیار دیا ہے ۔ اور جو سب سے بڑا اختیار ہے وہ چیف ایگزیکٹو' وزیر اعلیٰ اور لیڈر آف دی ہاؤس کو دیا ہے کہ وہ جس وقت چاہے اسمبلی توڑ دے۔ جناب سپیکر! دنیا

میں کسی جگہ پر آپ کو یہ مثال نہیں ملے گی کہ کسی صوبے میں' کسی پارلیمنٹ میں ایک ایسا شخص لیڈر آف دی ہاؤس ہو ایک ایسی جماعت برسراقتدار ہو یا ایسی جماعت کے شخص کو وزیر اعلیٰ چن لیا گیا ہو۔ یہ تو ہو سکتا تھا اور مجھے یہ سمجھ آتی ہے کہ اگر پاکستان مسلم لیگ 'میاں نواز شریف کی جماعت باوجود اس کے کہ وہ اس صوبے کی اور اس ایوان کی سب سے بڑی اکثریتی جماعت ہے 'حکومت نہیں بنا سکی یا نہیں بنانا چاہتی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ یہاں پر ہارس ٹریڈنگ ہو۔ ممبروں کو خریدا جائے یا ڈرایا دھمکایا جائے۔ تو اس کا منطقی نتیجہ یہ تھا کہ اس کے بعد دوسرے نمبر پر آنے والی جو اکثریتی پارٹی ہے اس کا کوئی ممبر ہیڈ ہو گا۔ جناب سپیکر! میں آئین کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ آج میری یہ اسمبلی ایک ایسے شخص کے رحم و کرم پر ہے جس کے اپنے ہاؤس میں دس سے لے کر اٹھارہ تک ووٹ ہیں۔ وہ جب چاہے' جس وقت چاہے اسمبلی توڑ دے۔ یہ اس لیے میں بات کر رہا ہوں - آئین نے یہ کیوں کہا ہے کہ وہ حکومت بنائے گا جس کی اکثریت ہو گی۔ وہ جماعت حکومت بنائے گی جس کی اکثریت ہو گی - جس کی اکثریت ہو گی' جس کے پیچھے سو ممبر ہوں گے یا جس کے پیچھے ایک سو بیس ممبر ہوں گے یا جس کے پچانوے ممبر ہوں گے اس کو ایوان کو توڑتے ہوئے بیس دفعہ سوچنا پڑے گا۔ لیکن جناب سپیکر! میں اس حوالے سے بات کر رہا ہوں کہ آج میرے صوبے کی ایڈمنسٹریشن کیوں ختم ہو گئی ہے آج میرے صوبے کی ایڈمنسٹریشن بلیک میلنگ پر چل رہی ہے - جناب سپیکر 'میں نے آپ سے پہلے کہا کہ میں مختصراً عرض کروں گا - ایڈمنسٹریشن آف جسٹس پر بھی بات کروں گا۔ چونکہ میرا تعلق راولپنڈی سے ہے' میں منتخب راولپنڈی سے ہوا ہوں - میرے اور اس شخص کے ووٹرز مشترک ہیں۔ شیخ رشید احمد جو کہ وہاں سے ایم این اے منتخب ہیں۔ اس کو ایک جھوٹے مقدمے میں ملوث کیا گیا۔ ممکن ہے لاء منسٹر صاحب یہ کہیں کہ شاہ صاحب اس معاملے پر بات کر رہے ہیں جو زیر سماعت عدالت ہے۔ جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے اس کو آج صبح سات سال سزا اور دو لاکھ روپے جرمانہ ہو چکا ہے۔ اب تو مسئلہ زیر سماعت نہیں رہا۔ اور صبح ہی سات بجے میرا ماتھا ٹھنکا تھا جب صوبے کا سب سے بڑا دوسرا آئینی سربراہ یہ کہہ رہا تھا اس پر ایک مقدمہ نہیں - اس پر یہ چارج بھی ہے اور جناب سپیکر! ان حالات میں ہم کس طرح توقع رکھ لیں۔ میں راولپنڈی کے اس سپوت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں ' اس ایم این اے کو کہ خبردار مت گھبرانا یہ اس صوبے کی روایت ہے ' یہ اس ملک کے سیاستدان کی روایت ہے کہ یہاں پر بستہ الف بستہ ب کا بدمعاش' یہاں کا ڈکیت 'یہاں کا بینک لوٹنے والا ' یہاں پر ہائی وے پر لوٹنے والا تو بیس بیس کلاشنکوفیں لے کر دندناتا پھرتا ہے یہاں پر پارلیمنٹ

9فروری 1995ء

کا ممبر آج ایک جھوٹے مقدمے میں ملوث ہوکر اسے ایک بے بس عدلیہ کے ذریعے سوئے دار چڑھا دیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! پہلے ماضی میں بھی یہ باتیں دیکھتے آئے ہیں اور آج بھی ہیں لیکن علم آخر کار ہوتا ہے۔ اس کا اپنا ایک پروسس ہے۔ جناب سپیکر، میں اصل مسئلہ کی طرف آتا ہوں اور وہ ہے ایڈمنسٹریشن۔ جناب سپیکر! میں نے شروع میں بات کی ہے کہ جس صوبے کے وزیر اعلیٰ کی یہ حالت ہو، جس کی بنیاد بلیک میلنگ پر ہو۔ جس وقت وزیر اعلیٰ کا عہدہ بلیک میلنگ پر قائم ہے تو اس صوبے کے بارے میں میرے لیے کوئی حیران کن بات نہیں کہ اس صوبے کا چیف سیکرٹری، اس صوبے کا چپڑاسی، اس صوبے کا آئی جی اور اس صوبے کے باقی معاملات بلیک میلنگ پر نہ چلتے ہوں گے۔ چل رہے ہیں۔ کس کس محکمے کی بات کروں، بلدیاتی نظام کی بات کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! آج ڈیڑھ سال گزر گیا۔ بلدیاتی نظام، لوکل سیلف گورنمنٹ سسٹم جس کے بارے میں ان کے بڑے بڑے منشور ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے عام آدمی کو حکومت دے دی ہے۔ ہم نے عام آدمی کو یہ تاثر دیا ہے، ہم نے عام آدمی کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ احساس کرے، اور وہ سمجھے کہ اس کا روزمرہ کے معاملات میں عمل دخل ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے پوچھ سکتا ہوں کہ وہ لوکل سیلف گورنمنٹ سسٹم کہاں ہے۔ کس صوبے میں ہے؟ کس بلدیاتی ادارے میں ہے۔ اور اس کا نتیجہ کیا ہے؟ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جہاں پر ترقیاتی کام ٹھپ ہوئے ہوئے ہیں۔ وہاں پر ترقیاتی کام جانب داری کا شکار ہیں، وہاں پر غبن ہے، وہاں پر اقرباپروری ہے۔ جناب سپیکر! اسی لیے کہ 1973ء کے آئین نے کہا ہوا ہے۔ میں اپنے گھر سے بات نہیں کر رہا کہ پاکستان میں لوکل سیلف گورنمنٹ کی سرپرستی کی جائے گی۔ اس کی حوصلہ افزائی کی جائے گی، اس کو مروج کیا جائے گا۔ اس کو نافذ کیا جائے گا۔ آج وہ لوکل سیلف گورنمنٹ کشمکش کا شکار ہے۔ ان محلاتی سازشوں کا شکار ہے جس سے پورا پاکستان بالعموم اور میرا صوبہ بالخصوص ٹھپ پڑا ہے۔ یہ بلدیاتی نظام کا حال ہے۔ جناب سپیکر! کس کس منسٹری کی بات کروں۔ تعلیم کی بات کروں، جس تعلیم میں اسی ایوان میں برسر اقتدار ٹولے نے، برسر اقتدار نمائندے نے وزیر خزانہ نے بجٹ پیش کرتے ہوئے بڑے لمبے چوڑے اعداد و شمار پیش کیے تھے۔ ٹیکسیشن کی تھی اور سب سے بڑا جو stress تھا وہ تعلیم پر تھا۔ یہ صوبہ پہلے ہی بڑا بدقسمتی کا شکار ہے کہ اس میں خواندگی کی شرح آپ کو معلوم ہے۔ جناب سپیکر! کیا میں پوچھ سکتا ہوں آج حکومتی بنچز ہمیں یہ بتا سکتے ہیں کہ جس تعلیم کے لیے انہوں نے بجٹ رکھا تھا اس کے اخراجات اور تخمینے کہاں پہنچے ہیں اور انہوں نے تعلیم کے سلسلہ میں کیا کیا ہے؟ ان چوالیس ہزار اسامیوں کے بارے میں میں پوچھ سکتا ہوں کہ کس کس ضلع میں کس

کس سکول میں کن کن پر کیا کیا تعیناتیاں ہوئی ہیں؟

جناب سپیکر! کسی کے پاس وقت ہی نہیں ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ جب ملک کا سیاست دان بالخصوص جب وہ اقتدار میں ہو تو اس کے ذہن ' دل و دماغ پر ہر وقت یہ بات چھائی رہتی ہے کہ کہیں میری گاڑی کا جھنڈا تو نہیں اتر رہا۔ جس وقت ملک کے سیاست دان' ملک کے وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ کے دماغ میں یہ بات چھا جائے کہ کہیں میرا جھنڈا تو نہیں اتر رہا تو پھر اس وقت عام آدمی کے کام نہیں ہو سکتے 'عام آدمی کے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ دو ہی باتیں ہیں یا تو میں اپنا ذاتی مسئلہ حل کر سکتا ہوں یا دوسرے کے مسائل حل کر سکتا ہوں۔ جناب سپیکر! آج میں ایک معذور آدمی ہوں ۔ میں ایک وکیل تھا اور ساتھ سیاسی کارکن ہوں۔ دو باتیں ہیں اگر میرا ذاتی مفاد ہے تو پھر مجھے سیاسی معاملات سے آنکھیں بند کرنی ہوں گی اور مجھے واپس اپنے پیشے پر جا کر بیٹھنا ہو گا۔ ممکن ہے کہ میں ایک لاکھ ' دو لاکھ روپے مہینہ کما سکوں لیکن اگر مجھے درد ہے ' اگر مجھے شوق ہے پاکستان اور صوبے کے عوام کی بات کرنے کا تو پھر مجھے یہ قربانی دینی پڑے گی۔ اور مجھے صوبے کے معاملات میں سنجیدہ ہونا پڑے گا۔ جناب سپیکر ! یہی بات ہے اگر وزیراعظم یا وزیراعلیٰ اس کشمکش میں رہیں گے' ہارس ٹریڈنگ میں رہیں گے تو پھر صوبہ یا ملک اور اس کے ادارے نظر انداز رہیں گے ۔۔۔۔

جناب سپیکر، تو آپ ان کی کرسی ہر وقت کیوں کھینچتے رہتے ہیں؟

سید ظفر علی شاہ: کن کی؟

جناب سپیکر، جن کے بارے میں چاہتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو مستحکم محسوس کریں ۔ اور وہ لگن سے کام کریں ۔ تو آپ ہر وقت ان کے کیوں پیچھے پڑے رہتے ہیں ۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! یقین جانیں آپ نے ٹھیک کہا کہ یہ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ ہم ان کی کرسی کھینچ رہے ہیں ۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اس فلور پر کہ جس دن میاں نواز شریف صاحب نے حکم دیا خدا کی قسم اسی دن بمع کرسی کے دھڑام کر کے ان کو کھینچ لیں گے ۔ ہم نے یہ کوشش نہیں کی بلکہ وہ اپنے طور پر پریشان ہیں۔ ان کی ٹانگ ان کی حلیف جماعت کھینچ رہی ہے اور اپنی حلیف جماعت کو وہ under estimate کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! ٹھیک ہے کہ آپ نے واضح کیا لیکن کیا آپ اس بات کے گواہ نہیں ہیں؟ اگر کہیں تو میں وزیروں کے نام گنوا دوں 'ریکارڈ کھول لیں ' یہ ان کی کابینہ کے وزیر ہیں میری کابینہ کے وزیر نہیں ہیں۔ ہر وزیر یہاں پر اٹھ کر بات کرتا ہے ' چیختا

ہے۔ آج یہ بات اخبار میں چھپی ہے کہ گورنر صوبہ پنجاب نے کہا ہے کہ 22 مشیر غیر آئینی طور پر لگائے ہوئے ہیں' 10 معاون غیر آئینی طور پر لگائے ہوئے ہیں' 22 آدمی اسسٹنٹ لگائے ہوئے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ کیا ہو رہا ہے ؟ ایک طرف میرا خزانہ لوٹا جا رہا ہے اور دوسری طرف آئین کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں ' آئین کو اپنے تابع بنایا جا رہا ہے ۔ جناب سپیکر! یاد رکھیں جس ملک کے سیاست دان خواہ وہ حکومت میں ہوں یا اپوزیشن میں جب وہ قانون اور آئین کو اپنے گھر کی لونڈی بنانے کی کوشش کریں گے تو وہ ملک تماشا بن جائے گا اور آج ہمارا ملک اسی لیے تماشا بنا ہوا ہے۔ جناب سپیکر ! کیا دنیا کے 164 ممالک کی آنکھیں آپ بند کر سکتے ہیں ؟ دنیا کے 164 ممالک کے سفارت خانے ہمارے اسلام آباد میں ہیں جو ہمیں لمحہ لمحہ دیکھ رہے ہیں ' ہمارے ایک ایک سیاست دان کو دیکھ رہے ہیں ' حکومت کے ایک ایک کام کو دیکھ رہے ہیں۔ جناب سپیکر ! ہم ان کی ٹانگ نہیں کھینچ رہے بلکہ ہم تو ان کو موقع دیتے ہیں ۔ آپ ہی کی موجودگی میں' میں نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھا کر یہ بات کہی تھی کہ باہمی مفادات کی کونسل فیصلہ کرتی ہے کہ کسی صوبے کے کتنے بلز کاٹے جائیں یا نہ کاٹے جائیں۔ یہ آئینی اختیار صرف باہمی مفادات کی کونسل کو ہے اور ہر صوبے کا وزیر اعلیٰ باہمی مفادات کی کونسل کا by virtue of office ممبر ہوتا ہے۔ اور جس وقت ہمارے صوبے پنجاب کے کروڑوں روپے کے محصولات روکے جا رہے تھے' چھینے جا رہے تھے تو کیا اس وقت وہاں وزیر اعلیٰ صاحب نے اس کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے ان سے یہ پوچھا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں ؟ اور پھر اگر وہاں پر اکثریتی فیصلہ ہو گیا تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ وزیراعلیٰ صاحب کی پارٹی نے مشترکہ اجلاس میں اس پر بات کی ؟ چونکہ ان کی پارٹی سے پنجاب کا ایک بہت بڑا سیاست دان وہاں پر رکن ہے ' قومی اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہیں ' وزیر اعظم کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ہیں ۔ کیا انہوں نے یہ کوشش کی کہ پنجاب کے اس مسئلے کو مشترکہ اجلاس میں پیش کیا جائے؟ جناب سپیکر ! یہ وہ باتیں ہیں جن سے آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں۔ ہم تو شاید آنکھیں بند کر لیں ' شاید آپ ہمیں بولنے ہی نہ دیں لیکن ۔۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ نے بہت وقت لے لیا ۔ اب یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے wind up کے لیے بھی کسی نے بات کرنی ہو گی ہے۔ اپوزیشن کا زیادہ سے زیادہ ایک ممبر اور بول سکتا ہے ۔ میں قائد حزب اختلاف سے درخواست کرتا ہوں کہ جو صاحب بات کرنا چاہتے ہوں وہ خود اسے نامزد کر دیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! اگر دس منٹ وقت ہے تو ہمارے دو آدمی پانچ پانچ منٹ بات کر لیں گے۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے اتنا وقت دیا۔ مجھے ابھی بہت سی باتیں کرنی تھیں لیکن اب میں صرف relevant بات کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: بس اب آپ صرف ایک منٹ میں اپنی بات مکمل کر لیں۔

سید ظفر علی شاہ: ٹھیک ہے جی میں ایک منٹ میں مکمل کرتا ہوں۔ جناب سپیکر، وہ معاملات کہ وفاقی حکومت نے ہمارے فنڈز روک کر پنجاب کو کمزور کرنے کی کوشش کی اور جس پر ہمارے وزیر اعلیٰ خاموش ہیں' بکرے' میمنے کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہمارے صوبے کی نمائندگی صحیح طریقے سے نہیں ہو رہی۔ جناب سپیکر! تازہ ترین فگرز کے مطابق بجٹ' taxation کو پیش ہوئے سات مہینے ہو چکے ہیں۔ چونکہ ہم اپوزیشن کے لوگ ہیں' ہمارے پاس فائلیں نہیں ہوتیں۔ ہم پاکستان قومی پریس کے شکرگزار ہیں اور بالخصوص میں صحافی حضرات کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جو کہ سیاست دانوں کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ اور کسی نہ کسی طریقے سے حقائق نکال کر ہم تک پہنچا دیتے ہیں۔ جناب سپیکر! سات مہینے سے ہمارے taxes کی جو رفتار ہے آپ اسے ملاحظہ فرمائیں۔ یعنی جتنا ٹارگٹ تھا اس سے پچاس فیصد بھی وصول نہیں ہو سکے۔ جناب والا! جو حکومت taxes وصول نہیں کر سکتی' جو حکومت اپنا حق قومی اسمبلی میں بیان نہیں کر سکتی' جو وزیر اعلیٰ اپنی کابینہ کے ممبران پر قابو نہیں رکھ سکتا' جو پارلیمانی سسٹم کے اصل روح کو قائم نہیں رکھ سکتا اس کو حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور آج آخر میں آپ کی وساطت سے جمہوریت کے نام پر' صوبے کی ترقی کے نام پر میں موجودہ حکومت کی خدمت میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ پیشتر اس کے کہ وہ وقت آئے جب تمہارے اپنے دوست تمہاری ٹانگیں کھینچ کر تمہارے کپڑوں کو ادھر ادھر کر دیں' اور وہ وقت آ رہا ہے۔ آپ اس سے پہلے باعزت طریقے سے اپنی حکومت کو توڑ دیں' resign کر دیں اور اس صوبے کو چلانے کے لیے' smoothly running کے لیے ان لوگوں کے حوالے کر دیں جو اس کے جائز حق دار ہیں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: سردار محمد خان وٹو۔

جناب محمد سردار خان وٹو: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! حکومت کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ہر

شہری کے جان و مال کا تحفظ کرے لیکن اس کے برعکس تحصیل منچن آباد میں حکومت کا یہ رویہ ہے کہ وہاں پر لوگوں کا جینا دو بھر ہے۔ اس کی ایک بہت بڑی مثال میں آپ کو کچھ اس طرح دیتا ہوں کہ چار پانچ ماہ پہلے کی بات ہے کہ راؤ جمشید الرحمٰن ' ایڈووکیٹ یہ تحصیل منچن آباد کے باعزت زمین دار ہیں اور منڈی صادق گنج ٹاؤن کمیٹی کے یہ سابق چیئر مین بھی ہیں۔ جناب سپیکر! پولیس نے یعنی جو اس وقت ایس ایچ او ملک خدا بخش تھا اس نے اپنے ایک اے ایس آئی ذاکر حسین اور دیگر عملے کے ساتھ مل کر راؤ جمشید الرحمٰن ایڈووکیٹ کو سر بازار یعنی اس بھرے بازار میں جہاں پر وہ کسی زمانے میں چیئر مین بھی تھے برہنہ کر کے ان پر تشدد کیا۔ اس تشدد سے ان کا بازو بھی ٹوٹ گیا۔ جناب سپیکر! ظلم کی بات یہ ہے کہ اس کے بعد دوسرے وکلاء کو بھی پولیس نے قتل کے مقدمے میں ملوث کیا۔ راؤ جمشید الرحمٰن صاحب کا نام بھی انہوں نے اس مقدمے میں رکھا۔ اور اس کی آڑ میں پردے دار گھروں میں پولیس دندناتی پھری' وہاں پر خواتین کی بے حرمتی کی گئی۔ پھر یہ ہوا کہ اسی دن اسی ایس ایچ او نے اپنے عملے کے ساتھ مل کر بے گناہ لوگوں کو حراست میں لیا اور انہیں تھانے میں لے جا کر رات بھر تشدد کرتے رہے۔ جناب سپیکر! افسران بالا نے یہ انکوائری take up کی اور تقریباً دو ماہ کی مسلسل انکوائری کے بعد جس میں دو اڑھائی سو لوگ اچھا خاصا سفر کر کے جاتے تھے اور افسران بالا کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ تو یہ انکوائری ہوئی لیکن اس کا آج تک کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس انکوائری کا کیا بنا؟ اس کے بعد گورنر پنجاب نے بھی جوڈیشل انکوائری کے لیے حکم صادر فرمایا لیکن ان کے حکم پر بھی اس حکومت نے کوئی عمل در آمد نہیں کیا۔ جناب سپیکر! جب عوام پہ پولیس تشدد کرتی ہے تو وہ مظلوم کبھی عدالتوں کا رخ کرتے ہیں تاکہ انھیں کسی طرح سے وہاں سے فوری طور پر امداد مل سکے۔ لیکن تحصیل منچن آباد کا یہ عالم ہے۔ میں اسسٹنٹ کمشنر کی بات آپ کو بتا رہا ہوں کہ صرف چند روز پہلے تھانہ میکلوڈ گنج میں وہ تشریف لے گئے اور وہاں پر زیر حراست شخص پر خود وہاں بیٹھ کر اپنے سامنے تشدد کروایا۔ جناب سپیکر! انھی دنوں میں سر عام ایک زمین دار سجوارا ارائیں کو آٹھ دس غنڈوں نے میکلوڈ گنج کے بھرے بازار میں مارا پیٹا۔ لیکن پولیس نے کسی قسم کی بھی اس مظلوم کی امداد نہ کی۔

جناب سپیکر! یہ بات درست ہے کہ تعلیم عام ہونی چاہیے اور لازمی ہونی چاہیے لیکن اس سے پہلے حکومت کا بھی فرض بنتا ہے کہ تعلیم مفت کرے۔ اس کے بعد جا کر اس کو لازمی کرے۔ تعلیم کے معاملے میں جہاں ہماری حکومت اتنے بڑے بڑے اقدامات کر رہی ہے اس سلسلہ میں میں عرض

کروں کہ ایک روز میکلوڈ گنج کے کچھ معززین میرے پاس آئے اور مجھے میکلوڈ گنج گرلز ہائی سکول لے گئے کہ میں اس سکول کی حالت زار دیکھوں۔ جناب سپیکر! ہائی سکول ہے اور تقریباً آٹھ یا نو کلاسوں میں میں خود گیا ہوں۔ آپ یقین کریں کہ میں نے اتنی گندگی اور اتنی غلاظت جو ان کلاس رومز میں میں نے دیکھی ہے میں نے زندگی میں کہیں نہیں دیکھی ۔ وہاں پر کلاس رومز میں نہ تو کوئی کرسی تھی نہ کوئی میز تھا اور آپ یقین کریں کہ آج بھی اس کا یہی حال ہے کہ دیواروں پر کہیں ایک بھی بلیک بورڈ مجھے نظر نہیں آیا۔ سکول کا بے چارہ چپڑاسی بتا رہا تھا کہ پورے کے پورے سکول میں صرف گیارہ کرسیاں ہیں اور تین میز ہیں جو کہ میرے خیال میں وہ قابل استعمال نہ تھیں اس لیے کسی ایک کمرے میں بند کر دی گئیں۔ جناب سپیکر! یہ تو حال ہے وہاں کے ایک سکول کا۔ ہم بات کرتے ہیں تعلیم کے معیار کی ۔

جناب سپیکر! اب میں تھوڑی سی یہ بھی گزارش کر دوں کہ تحصیل منچن آباد ہمارے پاکستان کے بڑے صوبہ پنجاب کا ایک حصہ ہے ۔ یہاں سے وہ زیادہ دور نہیں ہے۔ اگر سڑک سے جائے تو لاہور سے تقریباً ساڑھے تین گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ آج اس تحصیل کا یہ حال ہے کہ پوری آبادی کا چوتھا حصہ پینے کے پانی سے محروم ہے۔ یہ بات صرف اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات نے اپنے حبیب کے صدقے سے مجھے کامیابی عطا فرمائی ہے اور وہاں پرمسلم لیگ (ن) گروپ کامیاب ہوا ہے۔ اور اس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس طریقے سے آپ علاقے کی خدمت نہیں کرتے۔ جس طریقے سے حکومت پنجاب تحصیل منچن آباد کو نظر انداز کر رہی ہے ۔ لوگوں کے دل ان کی خدمت سے جیتے جاتے ہیں۔ ان پہ ظلم کرکے، ان پر ستم کرکے، ان کو نظر انداز کرکے کبھی بھی ان کو اپنا نہیں بنا سکتے ۔

جناب سپیکر! وہاں پہ ہزاروں ایکڑ اراضی ایسی ہے ۔ جو کہ پاک بھارت بارڈر پہ آ پڑتی ہے اور وہ مکمل طور پر غیر آباد ہے۔ اور وہ صرف اس لیے کہ چونکہ پانی پینے کے لیے تو وہاں میسر نہیں ہے فصلوں کے لیے کہاں ہوں گا۔ اگر حکومت عوامی نہر پہ تھوڑی سی توجہ دے اور تقریباً اس پر ساڑھے تین چار کروڑ روپیہ مزید لگایا جائے تو جناب سپیکر! وہاں کے لوگوں کی حالت بہتر ہوسکتی ہے۔ اور اس نہر سے ساٹھ یا ستر ایکڑ اراضی کو ہم آباد کر سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں آپ کو یہ ضرور عرض کر دوں کہ اگر ہم اس جگہ پر، اس ویرانگی پہ کھڑے ہو کر اپنے ہمسایہ ملک بھارت کی طرف نگاہ دوڑاتے ہیں تو وہاں کا ایک ایک انچ زرخیز اور آباد ہے۔ اور دوسری طرف میں آپ کو یہ بھی عرض کر دوں کہ اگر ہم اس علاقے یعنی تحصیل منچن آباد کی دوسری طرف دیکھتے ہیں تو دوسری طرف میاں منظور احمد وٹو صاحب کا

علاقہ شروع ہو جاتا ہے جو کہ آج کے وزیر اعلیٰ بھی ہیں۔ جناب سپیکر! دکھ کی بات تو یہ ہے کہ ہمارے ہاں تو پانی پینے کو نہیں ملتا لیکن آج بھی یہ ریکارڈ کی بات ہے اور آپ یہ ریکارڈ چیک بھی کروا سکتے ہیں کہ کروڑ اور اربوں روپیہ کی وہاں پر ڈویلپمنٹ ہو رہی ہے۔ ہونی چاہیے۔ وہ بھی پاکستان کا ایک حصہ ہے لیکن کچھ ہمارے بارے میں بھی سوچیں۔ کیا وہ یہ تصور کرتے ہیں سردار خان ان کے پاس جائے اور ان کو منت کرے کہ آپ میرے علاقے کی ڈویلپمنٹ کریں۔ جناب سپیکر! الحمد للہ، جب تک اللہ تعالیٰ کی رضا ہے تو میں اس اسمبلی کا ممبر رہوں گا۔ اور جب اس مالک کا حکم یہ ہوا کہ میں ممبر نہیں ہوں گا تو مجھے کوئی ممبر بنا نہیں سکتا۔ اور اس سے پہلے انشاء اللہ تعالیٰ مجھے کوئی اتار نہیں سکتا۔ جناب سپیکر، میرا تو یہ ایمان ہے کہ ہم اپنے علاقے کے لوگوں کی خدمت کریں۔ اور ان کے جو بھی منصوبہ جات ہمیں ملتے ہیں، عاجزی سے ان کے دروازے پر جائیں اور ان کو پیش کریں اور گھر آ کر اللہ کا شکر ادا کریں اور نوافل ادا کریں کہ یا باری تعالیٰ جو ہمارا فرض تھا وہ ہم نے عزت و آبرو سے نبھایا۔

جناب سپیکر: اب میں لاء منسٹر سے کہوں گا کہ وہ مہربانی کر کے wind up کریں۔

جناب محمد اقبال خان خاکوانی: میں کوئی سوتیلا بچہ ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کے لیڈر صاحب کا فیصلہ ہے کہ وہ بات کر لیں گے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: میں نے کہا تھا کہ پانچ منٹ وہ بات کر لیں گے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ بسم اللہ کیجیے! آپ بھی پانچ منٹ لے لیجیے۔

جناب محمد اقبال خان خاکوانی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر، خون کے آنسو رونے کو دل کرتا ہے

جناب سپیکر: پیچھے شرقپوری صاحب بجائے رونے کے ہنس رہے تھے۔

جناب محمد اقبال خان خاکوانی: جس طرف آج کی حکومت جا رہی ہے کسی نے ہنسی میں اور کسی نے سنجیدگی میں لیکن میں نے نہایت ہی درد کے ساتھ اب سے تھوڑی دیر پہلے جب یہ خبر سنی کہ موجودہ حکومت نے باوجود اس کے کہ آپ کے ایک پارلیمنٹ کے معزز ترین رکن نے عملی طور پر قرآن پاک کو اٹھا کر اپنے سر پر رکھ کر اور اللہ اور رسول کے بعد اور اس کتاب کے بعد جو سب سے بڑا رشتہ ہے وہ ماں کا ہے۔ اس نے ماں کی قسم اٹھا کر اس شخص نے کہا کہ للہ میں اس مقدمے میں بے قصور

ہوں اور یہ کلاشنکوف کا کیس مجھ پر ناجائز طور پر ڈالا گیا ہے ۔ اس کے باوجود آج اس سپوت کو سات سال کی سزا ہو گئی ہے ۔ پتا نہیں آپ حالات کو کس طرف لے کر جا رہے ہیں۔ میرے سرکاری بنچز پر بیٹھے ہوئے دوست سن لیں کہ یہ وقت پھر بھولا نہیں جائے گا۔ ہم کس طرف جا رہے ہیں۔ اتنی نہ بڑھائیں کہ پھر وہ راہیں سمیٹی نہ جا سکیں۔ اللہ رحم کرے ۔ اور اگر ایسے حالات کے بعد خدا نہ کرے ' خدا نہ کرے میرے ملک پر اللہ تعالیٰ کا کوئی قہر ہو تو پھر کس سے شکوہ کریں گے ۔ کیونکہ واضح طور پر قرآن پاک میں جب اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ دو فریق ہیں کہ اگر ایک فریق قسم اٹھائے تو اس کی بات کو تسلیم کرو اور اگر اس پر بھی دوسرا فریق بضد ہو اور وہ پھر اگر قسم اٹھائے تو پھر پہلا فریق اسے تسلیم کرے ۔ میں آج ایوان کے فلور پر یہ بات کہتا ہوں کہ بینظیر صاحبہ ' صدر صاحب یا کوئی بھی اورحکومتی عہدیدار اسی طرح شیخ رشید صاحب کی طرح سر پر قرآن رکھ کر کہے کہ جی ہاں یہ کیس سچا ہے تو میں بھی سات سال کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن جناب والا! حقائق کیا ہیں ۔ یہودی و نصاریٰ کی جو سازش ہے وہ یہی ہے کہ جب کسی ملک کو ختم کیا جاتا ہے یا ختم کرنے کے درپے ہوتے ہیں تو آج میدانوں میں جنگ نہیں لڑتے وہ اس حکومت کے اداروں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اور آج ہمارے ادارے کس طرح تباہ ہو رہے ہیں۔ بڑی معذرت کے ساتھ میں یہ کہوں گا کہ یہ پہلی دفعہ آپ کی موجودہ حکومت کو شرف حاصل ہے کہ اس کے دور میں ایک عام آدمی کی زبان پر معزز ترین اعلیٰ عدالتوں کے جج صاحبان کے بارے میں ایک لفظ نکلا ہے "جیالے جج' پروانے جج' چٹک والے جج ۔ یہ ان کی توہین کون کروا رہا ہے۔ اس پر غور فرمائیں۔ ایسے اقدامات نہ کریں کہ اس قسم کی ہمیں اصطلاحیں استعمال کرنی پڑیں۔ جناب والا! میں تمام چیزوں کو wind up کرتے ہوئے ایک دو چیزیں آپ کی خدمت میں پیش کروں گا ۔ آپ کو بھی چانس ملا ہو گا ' مجھے بھی چانس ملا ہے ۔ لندن کا ہیتھرو ایئرپورٹ پوری دنیا میں واحد ایئر پورٹ ہے جو رات کے بارہ بجے سے صبح چھ بجے تک بند رہتا ہے ۔ یہ اپنی مثال آپ ہے ۔ کیوں ' اس ایئر پورٹ کے قریب مکینوں نے اپنی حکومت کی خدمت میں ایک درخواست دی کہ جناب والا! یہ جو ساری رات جہاز اترتے اور چڑھتے رہتے ہیں ہمیں تو نیند نہیں آتی ۔ آپ اندازہ لگائیں کہ چند آدمی ہوں گے کہ ان چند آدمیوں کی نقل مکانی کر کے کہیں اور بھی بسا سکتی تھی۔ لیکن اپنے عوام کی بھلائی کی خاطر اتنا بڑا فیصلہ کیا اربوں ڈالر کا نقصان جو for ever انہوں نے برداشت کیا۔ لیکن انہوں نے ہیتھرو ائر پورٹ رات بارہ بجے سے صبح چھ بجے تک بند رکھا اس کو کہتے ہیں حکومت اور اس کو کہتے ہیں درد ۔ جناب والا! کل یہاں پر وقفہ سوالات کے دوران میں نے ایک چیز

نوٹ کی شاید آپ کی نظر سے بھی گزری ہو حیرانگی کی بات ہے پھر یہ کہتے ہیں کہ یہ مخالفت برائے مخالفت کر رہے ہیں کہ وزیر اعلیٰ صاحب کی رہائش گاہ پر یا اس کی تزئین یا مرمت پر کتنی رقم خرچ ہوئی ہے؟ آپ حیران ہوں گے کہ جناب وزیر اعلیٰ صاحب کی رہائش گاہ پر ۶۶ لاکھ روپے مرمت پر خرچ ہوئے۔ جناب والا! یہ میں ریکارڈ کی بات کر رہا ہوں حکومت نے تسلیم کیا ہے اب اس کے facts and figure کا تو ہمیں پتا نہیں ۶۶ لاکھ ہیں یا ۸۶ لاکھ روپے ہیں ۔ جناب والا! میں صرف یہی گزارش کرنا چاہتا تھا کہ حنیف رامے صاحب بھی چیف منسٹر رہے ہیں آپ پر الزامات کیوں نہیں لگے؟ ظاہر ہے کہ کچھ ہوتا ہے تو کچھ کہا جاتا ہے ......

جناب سپیکر: میں ہاؤس کا وقت دس منٹ کے لیے بڑھاتا ہوں

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: جناب والا! بڑی مہربانی۔

جناب سپیکر: وہ دس منٹ آپ کو تو نہیں ملیں گے یہ تو ان کے لیے رکھے ہیں ....

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی: نہیں میں نہیں لے رہا' میں تو ویسے ہی رنجیدہ ہوں بہت سی باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن جب سے شیخ رشید صاحب کی خبر سنی ہے یقین کریں پتا نہیں میرا اب اس سسٹم سے ہی ایمان بھی اٹھ گیا ہے ۔ جناب والا! میں آخر میں آپ کی خدمت میں اس موقع پر ایک دو تجاویز پیش کروں گا کیونکہ ہمارے ہاں یہ روایت بن گئی ہے کہ ادھر سے دھواں دھار تقاریر اور ادھر سے کان بند اور پھر اس کے بعد وزیر قانون صاحب اس کو wind up کر دیتے ہیں اور اس کے بعد اسلام علیکم اور وعلیکم السلام ۔ جناب سپیکر! ایک تجویز میری یہ ہے کہ جب بھی وزراء صاحبان اور وزیر اعلیٰ صاحب جن کو قانون میں پروٹو کول دیا گیا ہے جب بھی کسی ایک مقام سے دوسرے مقام پر جاتے ہیں اور راستے میں ان کو پولیس سکواڈ میسر ہوتی ہے ۔ اس بارے میں عرض کروں گا کہ جو تھانہ ہے اور اس کا جو عملہ ہے اور اس کی جو گاڑیاں ہیں وہ اس وقت تک ان کے ساتھ رہتی ہیں جب تک وہ دورے پر رہتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پیچھے صفائی ہوتی ہے ۔ اگر خدا نخواستہ کوئی امن عامہ کا مسئلہ اور کوئی ڈکیتی چوری کا مسئلہ پیدا ہو جائے تو تھانے میں کوئی نہیں ہوتا۔ جناب والا! میری یہ تجویز ہے کہ جب ہمارے ہاں پروٹو کول کا ایک پورا ڈویژن ہے پورا ایک محکمہ ہے تو اس کے لیے ایک مخصوص عملہ تعینات کر دیا جائے کہ جہاں بھی کوئی وزیر صاحب 'وزیر اعلیٰ صاحب جائیں وہ جو ہماری روز مرہ کے استعمال کی پولیس ہے اور تھانے کی جو گاڑیاں ہیں ان کو استعمال میں نہ لایا جائے وہ ان کی علیحدہ چیز

ہے ٹھیک ہے وہ جائیں ۔ ایک تو میری یہ عاجزانہ تجویز ہے دوسری جناب والا بیت المال کے بارے میں قران پاک میں بہت ہی سخت وعید آئی ہے کسی کا حق کھانا تو ویسے ہی منع ہے لیکن بیت المال کے بارے میں اتنا سخت کہا گیاہے کہ:

"اپنے پیٹوں کے اندر آگ بھرتے ہیں" اور آج جناب والا بڑی عاجزی کے ساتھ کہوں گا کہ ہر بیت المال کا چیئرمین ایسے آدمیوں کو بنا دیا گیا ہے کہ جن کی تعریف میں کم از کم نہیں کر سکتا ۔ بس اللہ ہی حافظ ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے ؛ اربوں روپے کی جو زکوٰۃ اکٹھی ہوتی ہے اور پھر وہ بیت المال میں منتقل ہوتی ہے اور اس کو جن لوگوں کے ذریعے سے اور جن لوگوں کو اسے لٹایا جا رہا ہے کچھ نہ پوچھیں۔ خدا کے لیے اللہ کے قہر کو آپ کیوں آواز دیتے ہیں۔ آپ نے کیوں آنکھیں بند کر لی ہیں۔ اس پر آپ مہربانی فرمائیں کیونکہ ہر معاشرے میں اچھے لوگ بھی ہیں غیر جانب دار لوگ بھی ہیں ان کو آپ منتخب کر لیں یہ نہ کریں کہ میری جماعت کا ہے اسی کو کرنا ہے بے شک وہ کسی معیار پر پورا نہ اترتا ہو۔ آخر میں جناب آپ کے بارے میں بھی ایک چھوٹی سی گزارش ہے اور وہ بھی ایک تجویز ہے قران پاک میں آیاہے کہ

"سوال کرنے والے کو جھڑکو مت"۔ جب ہم سوال کرتے ہیں تو ہمیں جھڑکا نہ جائے ' سن لیا کریں ۔ یہ قرآن کا حکم ہے ۔ اپنے اندر اتنا ظرف ' اور ماشاء اللہ ظرف تو آپ کا ہے لیکن جب ہم سوال کرتے ہیں تو یہ ہمارا حق ہے ' آپ مہربانی کرکے اسے ٹھنڈے دل سے ذرا سن لیا کریں پھر اس کا جو بھی جواب ہو دے دیا کریں ۔ شکریہ جناب سپیکر ۔

جناب سپیکر ، بڑی مہربانی ۔ صاحبزادہ فضل کریم صاحب دو ایک باتیں کہنا چاہتے ہیں اس کے بعد وزیر قانون صاحب آپ تیار رہیے گا ان کی بات بہت ہی مختصر ہو گی۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب والا! مجھے دو منٹ سے زیادہ وقت دیا جاتے میں کچھ زیادہ باتیں کرنا چاہتا ہوں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کچھ وقت عطا فرمائیں۔

جناب سپیکر ، نہیں آج بڑی مشکل ہے سب کی جان نکلی ہوئی ہے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب والا آپ تھوڑا سا اگر اور وقت عطا فرما دیں تو آپ کی بڑی نوازش ہو گی۔

جناب سپیکر ، اسی لیے میں نہایت عاجزی سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ مختصر لکھنا اور مختصر کہنا یہ کہنے

والے کی بڑی شان ہوتی ہے تو مختصر کہیے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر!

جناب انعام اللہ خان نیازی : پوائنٹ آف آرڈر۔ آپ نے کہا ہے کہ مختصر کہنا اور مختصر لکھنا ' ویسے ماشاء اللہ جس خوبصورت انداز میں آپ نے مختصراً کہا ہے وہ ہٹا دیں انہیں وہ بھی کافی اچھا تھا۔

جناب سپیکر : آپ فرمائیں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم : جناب والا! مجھ سے قبل فاضل مقررین نے جنرل ایڈمنسٹریشن کے سلسلے میں اپنے نقطۂ نظر سے اظہار خیال کیا۔ میں تو صرف اتنا ہی عرض کروں گا کہ پورے پنجاب کی انتظامیہ اور ملک کی انتظامیہ پاکستان کے موجودہ سیاسی نظام کو اپنی پسند اور ناپسند پر چلانے کی فکر میں مبتلا ہیں۔ جناب والا! آپ کو یاد ہے اور ہم سب جانتے ہیں کہ مختلف انتظامی محکمے اس وقت جس چیز کا شکار ہیں اس پر تفصیلاً فاضل مقررین نے اظہار خیال فرمایا۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ جس قوم میں جس محکمے میں احساس محرومیت جنم لے اور جن محکموں کو اوپر سے dictate کیا جائے وہ محکمے اپنی خود داری کبھی بھی قائم نہیں رکھ سکتے۔ ہمارے ہاں انتظامیہ کا پورے کا پورا سسٹم تباہ ہو چکا ہے' آئینی سربراہ اور سربراہ حکومت سے لے کر ایک انسپکٹر تک اپنی پسند اور ناپسند پر فیصلے کرتا ہے اور آج پورا معاشرہ اس کی لپیٹ میں مبتلا ہے انصاف نام کی کہیں بھی کوئی چیز کہیں ملنے کی توقع غریب آدمی کو نہیں ہے۔ یہاں پر تو انصاف کے سلسلے میں بھی اگر میں اسے طبقاتی انصاف کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔ اگر کوئی امیر' اگر کوئی وزیر' کوئی مشیر قانون شکنی کرتا ہے تو وہ قانون کے زمرے میں نہیں آتا۔ اگر کوئی غریب معمولی سی بھی لاقانونیت کی خواہش کا بھی اظہار کرتا ہے تو وہ قانون کی زد میں اور زمرے میں آ جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس اسلامی سلطنت کے اندر لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہو چکے ہیں کہ جلد اور سستا انصاف ہمیں پاکستان کی اسلامی مملکت میں ہمیں میسر نہیں ہوتا۔ تو اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس سے اسلام بد نام ہوتا ہے۔ جناب والا! میں صرف ایک مثال فیصل آباد کی آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی اسی ماہ کی یکم تاریخ کو فیصل آباد کارپوریشن کے ایڈمنسٹریٹر عارف خان نے ناجائز تجاوزات کے بہانے' ناجائز تجاوزات تو درست ہے اس کو گرانا چاہیے لیکن ناجائز تجاوزات کی آڑ میں چار لاکھ کی آبادی غلام محمد آباد کو جس انداز سے بلڈوز کیا گیا ہے اس کی چند ایک مثالیں میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا! وہاں پر ظلم اس لیے کیا

گیا کہ اس حلقے سے ہم اپوزیشن والے تعلق رکھتے ہیں، وہاں سے ہم جیتے ہیں، وہاں پر تقریباً ۶ کروڑ ۴۵ لاکھ روپے کا نقصان فیصل آباد کارپوریشن نے کر دیا ہے اور لوگوں کے جائز مکانات گرانے کا سلسلہ اب تک جاری ہے اور انتظامیہ کے کان تک جوں تک نہیں رینگی۔ احتجاج کیا گیا تو کہا گیا کہ اس لیے اس کو بلڈوز کیا گیا ہے کہ اس کا تعلق آپ کے حلقے سے ہے۔ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ آپ اس ہاؤس کے کسٹوڈین ہیں اگر آپ ہماری بات نہیں سنیں گے تو کون سنے گا وزیر اعلیٰ یہ فرمائیں کہ اس ایڈمنسٹریٹر کو انہوں نے یہ اختیار دیے تھے کہ وہ بے چارے نہتے اور غریب لاچار اورمسکین افراد جنہوں نے زندگی بھر پیسے کما کر اپنی پونجی کو اکٹھا کیا اور ہزاروں روپے اکٹھے کرکے اپنے مکانات تعمیر کیے لیکن غلام محمد آباد میں ناجائز تجاوزات کی آڑ میں ۶ کروڑ ۴۵ لاکھ روپے کا جو نقصان ہوا اس کا ذمہ دار کون سا محکمہ ہے؟ پھر اس کے ساتھ ہی ساتھ چاہیے تو یہ تھا کہ ناجائز تجاوزات کو جب اٹھاتے تو اس کے ساتھ وہاں پر جو مٹی کے پہاڑ گرائے گئے، کارپوریشن کے ٹرک لگا کے ان پہاڑوں کو الگ کر دیا جاتا اور سڑکیں کشادہ کردی جاتیں۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ جناب وزیر اعلیٰ میں جناب کی خدمت میں عرض کروں کہ ہم یہاں پر، جناب سپیکر وہ وقت بھی آئے گا جب یہ شخص جو کہا ہے بہت ممکن ہے کہ وہ ہو جائے۔ جناب سپیکر! میں آپ سے عرض کروں کہ یہاں پر جو حالات ہیں وہ انتہائی بھیانک رخ اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ یہاں پر پورے سیاسی نظام کو ختم کرنے کی فکر کی جا رہی ہے۔ مجھے تو اس بات کا خدشہ ہے کہ کہیں عامۃ الناس یہ کہنے پر مجبور نہ ہوجائیں کہ پاکستان کے پورے سیاسی نظام کو صرف اس لیے ختم کیا گیا کہ ایک شخص کی حکومت پنجاب میں قائم ہے اور اسی دوسرے حضرات کی پارٹی کی حکومت مرکز میں قائم ہے۔ انصاف اس لیے نہیں کہ نواز کھوکھر اگر مسلم لیگ کا ساتھ دیتا ہے تو وہ کرپشن میں مبتلا ہے۔ نواز کھوکھر اگر حکومت کی حمایت کرتا ہے تو وہ کرپشن میں مبتلا نہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُم بِالعَدلِ وَالاِحسَانِ کا ترازو پکڑنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے انصاف کو چھوڑ دیا، ہم نے قانون کی دھجیاں بکھیر دیں، ڈسکو ڈانس کے متعلق تو آئینی سربراہ نے یہ کہہ دیا کہ پچیس پچیس لاکھ روپیہ ڈسکو ڈانس پنجاب میں جو کریں ان کی تشکیل کے لیے دوں گا۔

جناب سپیکر، دس منٹ کا وقت بڑھایا جاتا ہے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، لیکن مساجد میں بے چارے علماء جو اذان کے ساتھ درود و سلام پڑھتے ہیں۔ تین سو علماء کے اوپر مقدمات قائم ہوچکے ہیں۔ اور ڈی سی آر کلچر کے سلسلے میں اب تک پنجاب کی

انتظامیہ کی طرف سے کوئی واضح ہدایات نہیں۔ فرقہ وارانہ فسادات کے ہم بھی خلاف ہیں' مساجد کے اندر اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے وہ آپ کے بھی علم میں ہے' حکومت کے بھی علم میں ہے۔ ہم سپیکر کے بے جا استعمال کے سخت مخالف ہیں۔ لیکن اذان' درود و سلام کے سلسلے میں آئینی سربراہ کہتا ہے کہ ہم نے پابندی لگا دی ہے۔ مسلمان بیچارہ ہفتہ بھر اپنی مزدوری کرتا ہے جمعے کے دن مسجد میں جاتا ہے۔ تو پنجاب کا گورنر یہ کہتا ہے کہ مساجد میں اردو تقریر کرنے پر پابندی عائد کردی ہے۔ مجھے آپ یہ فرمائیں کہ اردو تقریر پر اگر پابندی عائد کردی گئی تو کیا جو سننے والے سامعین ہیں اگر علماء عربی میں تقریر کریں تو سامعین اس کو سمجھ سکیں گے اور اس پر عمل کرسکیں گے۔ اور پھر اسی پر اکتفا نہیں' آگے وزیر اعلیٰ پنجاب یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو علماء سپیکر کا استعمال کریں گے' (بے جا سپیکر کے استعمال کے ہم خلاف ہیں) ان کے اوپر حکومت سخت پابندی عائد کرے گی۔ میں حکومت سے یہ پوچھتا ہوں کہ یہ علماء کو جکڑنے کا پروگرام جو حکومت نے بنا رکھا ہے۔ ٹھیک ہے وہ علماء جو فرقہ وارانہ فسادات میں ملوث ہیں وہ علماء جنہوں نے دین کے حلیے کو tight کر دیا ہے وہ علماء جو دین کے نام پر ایک بدنما داغ ہیں' ان علماء نے جو پاکستان کے اندر اسلامی قدروں کو پامال کیا' ان کے خلاف کارروائی ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن ہمیں شک اس بات کا ہے کہ فرقہ وارانہ فسادات کی آڑ میں ممبر و محراب سے اٹھنے والے کلمہ حق کو دبانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور یہ ایک ایسی سعی لاحاصل ہے جو انتہائی نقصان دہ ہے' بھیانک بھی ہے وفاق پاکستان کے خلاف بھی ہے۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی' بہت بہت شکریہ۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم: جناب سپیکر! میں آخر میں اتنا عرض کروں کہ ہمارے ہاں یہ ہے کہ مرض کی تشخیص ہوجاتی ہے لیکن مرض کی تشخیص کا حل پیش نہیں کیا جاتا۔ میں بطور مسلمان آپ سے کہتا ہوں کہ اسلام کا اقتصادی' معاشی' معاشرتی' تہذیبی اور تمدنی نظام جو ہے اس کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس ہاؤس کے اندر بہت سی تقریریں ہوتی ہیں۔ بہت سے پوائنٹ آف آرڈرز پر وقت ضائع بھی کیا جاتا ہے اور related point of orders بھی ہوتے ہیں۔ لیکن خدارا! آپ جس عہدے پر براجمان ہیں آپ کوئی وقت نکال کر ہمیں یہاں ہاؤس میں اسلام کے معاشی ڈھانچے کو پیش کرنے کے لیے ہمیں کوئی وقت فراہم کریں۔ یہ نہیں کہ ارکان اسمبلی کی تنخواہیں بڑھ جائیں اور غریب' یتیم' مسکین' اپاہج' لاچار اور بے سہارا افراد جن کے ہاں رات کو روٹی کھانے کے لیے بھی دس روپے موجود نہیں ان

کا کوئی پرسان حال نہیں۔ اسلامی سٹیٹ کا یہ فرض منصبی ہے کہ اسلامی سٹیٹ رعایا کے ہر شہری کی جان و مال، عزت و آبرو اور اس کی معیشت کا تحفظ کرتی ہے۔ جہاں تک الرَّاشِي والمرتشي كلهمَا في النار کے متعلق ہے کہ رشوت لینے اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔ رشوت میں کوئی شخص، کوئی بھی اتھارٹی، کوئی وزیر اعلیٰ یا کوئی وزیر بھی اس کے اندر ملوث پایا جائے تو اس کی شرعاً کوئی اجازت نہیں ہے۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیے۔ آپ نے جو خواہش کا اظہار کیا۔ میرا خیال یہ ہے کہ جب اسلامی مشاورتی کونسل کی رپورٹ زیر بحث آئے گی۔ تو میں قائد حزب اختلاف کو یہ تجویز دیتا ہوں کہ اس وقت آپ کو اس بحث کا آغاز کرنے کا موقع دیں۔ میں آپ کو زیادہ تفصیل سے بات کرنے کے لیے اس وقت موقع فراہم کروں گا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ زیبا نہیں لگتا کہ جب کل بل آرہا تھا تنخواہوں کے اضافے کا اس وقت تو دوستوں نے اس کی کوئی مخالفت نہیں کی۔ اور آج جبکہ وہ بل قانون بن چکا ہے اوراس کو تحفظ مل چکا ہے تو آج اس پر تنقید کی جا رہی ہے۔ جناب لاء منسٹر۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (چودھری محمد فاروق): جناب والا! وقت بڑھا لیا جائے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! ایک گزارش ہے جناب وقت پانچ منٹ بڑھائیں۔ اور وزیر قانون صاحب کو یہ بھی فرما دیں کہ لٹکانے کی ضرورت نہیں ہے to the point بات کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: آپ تو خود لٹکے ہوئے ہیں، سارے نظام کو لٹکانا چاہتے ہیں میں تو اس کو سنبھالا دینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ فکر نہ کریں۔ آپ بات کریں۔ ضرورت کے مطابق وقت بڑھاتے چلیں گے۔ اگر ایک دفعہ بڑھا دیا تو پھر اس کو اور بھی بڑھانا پڑے گا۔ آپ فرمایئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! جنرل ایڈمنسٹریشن پر بحث تھی۔ جنرل ایڈمنسٹریشن کے صوبے کے اندر ۲۹ محکمہ جات بنتے ہیں۔ جن میں مختلف عہدوں پر سرکاری ملازمین کی بے شمار تعداد ہے۔ اور ان کی سروسز جو ہیں وہ سول سرونٹس ایکٹ ۱۹۷۴ء کے تحت ریگولیٹ اور سپروائز ہوتی ہیں۔ اور اسی ایکٹ کے سیکشن ۲۳ کے تحت ان کی تقرری کی terms and conditions بھی ریگولیٹ کی جاتی ہیں۔ اس دور حکومت کے دوران ساری ایڈمنسٹریشن اس صوبے کے اوپر نہیں ٹھونس دی گئی۔ کہ جس کی کارکردگی کی بنیاد پر آج صوبے کے اندر انتظامیہ کے معاملات کی وجہ سے حالات کے اندر کوئی گڑبڑ پیدا ہوگئی ہے یا ہو رہی ہے۔ جناب والا! یہاں پر تقاریر اپنے مزاج اور اپنی اپنی مرضی کی شکایات اور سوچ

کے حوالے سے کی گئی ہیں۔ میں جناب اقبال خاکوانی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ کہ انہوں نے تقریر کے علاوہ جیسے بھی کم از کم تجویز کا کوئی لفظ کہنا مناسب سمجھا اور کچھ تجاویز بھی دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسمبلی کے اندر بحث ایسے معاملات پر ہونی چاہیے لیکن بحث کرتے ہوئے فاضل اراکین کو محض حکومت کو تنقید کا نشانہ بنانے کی بجائے معاملات کی بہتری کے لیے ، عوام کے مفادات کے لیے اور عوام کی نمائندگی کے لیے کوئی ایسی تجاویز دینی چاہییں۔ کہ فلاں محکمے میں موجود پالیسی اور انتظامی کار کردگی میں جو خرابی ہے اس میں بہتری کے لیے ہم یہ تجاویز پیش کرتے ہیں۔ اور ان تجاویز کی روشنی میں ، یہ فاضل اراکین ہیں، معزز اراکین ہیں عوامی نمائندے ہیں ، لاکھوں افراد کے ووٹ لے کر یہ منتخب ہو کر ایوان میں پہنچتے ہیں۔ ان کی آراء اور ان کی مثبت تجاویز پر حکومت عمل کرنے کو تیار ہے۔ لیکن جہاں محض تنقید اور سوکیانہ مزاج کے تحت صرف باتیں کی جائیں اس کے جواب میں ، تلخ باتوں کے جواب میں میں نہیں چاہتا کہ میں بھی تلخ انداز گفتگو کروں۔ لیکن چند باتیں ایسی ہیں کہ ان کا جواب دینا بہرحال ضروری ہے۔ صوبے کے اندر سرکاری ملازمین کے حوالے سے بھرتی کا ذکر کیا گیا ۔ جناب والا! گزشتہ دور حکومت میں ، ان کے دور حکومت میں تین سال تک بھرتی پر پابندی رہی اور عوام کو ، نوجوانوں کو ایک ایسی نفسیاتی کشمکش سے دوچار کر دیا گیا۔ کہ اس کا احساس اپنی حکومت ختم ہونے تک انہیں نہ ہوا۔ لیکن جناب سپیکر! موجودہ حکومت نے بھرتی پر سے عاید پابندی اٹھانے کا فیصلہ کیا ہے اور تمام محکموں نے اپنے محکموں کے اندر موجود خالی اسامیوں پر میرٹ کے مطابق بھرتی کے لیے اشتہارات اخبارات میں دے دیے ہیں ۔ اور حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ گریڈ۔ا سے لے کر گریڈ۔۱۵ پر تقریباً بیالیس ہزار چھ سو پانچ خالی اسامیوں پر آئندہ تین ماہ کے عرصے کے اندر اندر ان خالی اسامیوں پر بھرتی مکمل کی جائے گی۔ اور جناب سپیکر! ہم نے میرٹ پر بھرتی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آج ایک اسمبلی question کی بنیاد پر ایک تحریک کی بنیاد پر یہ بھرتی پالیسی میں نے آپ کے ریکارڈ کے لیے آپ کے سامنے پیش کی تھی۔

جناب سپیکر! یہاں پر ایک فاضل رکن اسمبلی نے یہ بات کی کہ لاہور ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ اور اربوں روپے کے ترقیاتی پیکج سے یہاں پر سڑکوں پر کھدائی، توڑ پھوڑ اور تعمیر کا کام شروع ہے۔ جناب سپیکر! لاہور چھوٹا سا شہر نہیں ہے۔ یہ پنجاب کا دل ہے۔ یہ پنجاب کا دارالحکومت ہے۔

جناب سپیکر، ٹائم دس منٹ اور بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر قانون، اس شہر کے ساتھ پورے پنجاب کے عوام کی قسمت وابستہ ہے۔ اور پورے پنجاب کے عوام اپنے اقتصادی، مالی اور دوسرے معاملات کے لیے اس شہر کی طرف رخ کرتے ہیں اور اپنی زندگی کے مختلف معاملات کے لیے سب لوگ اس کی طرف دارالحکومت ہونے کی وجہ سے رجوع کرتے ہیں۔ اس شہر کی آبادی آئے دن محض نئے آنے والی ہماری نسل کی وجہ سے نہیں بلکہ مختلف شہروں اور دیہاتوں سے جو لوگ نقل مکانی کر کے شہر کی طرف رخ کر رہے ہیں اس کی وجہ سے بھی آبادی بڑھ رہی ہے۔ اس بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر اگر انھوں نے اس شہر کی ترقی کی طرف خصوصی توجہ نہیں دی تو میں سمجھتا ہوں کہ آج اس چیف منسٹر کو جو اس شہر سے بے شک منتخب نہیں ہوئے لیکن اس صوبے کا دارالحکومت سمجھتے ہوئے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے اگر انھوں نے اربوں روپے کے ترقیاتی پیکج کا اعلان کیا ہے تو وہ لاہور شہر کے لیے ہے۔ لاہور شہر کے عوام کے لیے ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ پیکج اصل میں پنجاب کے عوام کے لیے ہے، پورے پنجاب کے عوام کا اس میں فائدہ ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہاں لاہور کی ٹریفک کی بات کی جاتی ہے۔ لاہور میں ٹریفک کا انھیں احساس ہے۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا تھا کہ انھوں نے تحریک التوائے کار دی اور اس کو بحث کے لیے منظور کرانے کے لیے میں نے بھی مخالفت نہیں کی۔ میں نے اس کو سپورٹ کیا کہ اس کو بحث کے لیے رکھا جائے۔ لیکن جب بحث کا وقت آیا تو فاضل ارکان اسمبلی خود ایوان کے بائیکاٹ پر تھے۔ اس پر انھیں اپنی ذات پر افسوس کرنا چاہیے۔ اگر لاہور شہر کے عوام سے انھیں دل چسپی ہوتی، ٹریفک کے مسئلے کو حل کرنے کی طرف ان کی نیک نیتی کا یہ عملاً اظہار کرنا چاہتے تو یہ ایوان میں موجود رہتے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، پوائنٹ آف آرڈر۔ بات کرنے کی یہ ہے کہ انھیں ان باتوں کا جواب تنقید کے ذریعے دینے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہے؟ میری جو باتیں ہیں وہ تجویزیں ہیں۔ وہ میں نے point out کی ہیں۔ اب ان پر کچھ عمل در آمد کرنے کی بسم اللہ تو کریں۔

جناب سپیکر، آپ موقع دیں۔ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون، بالکل جناب سپیکر! میں ان کی بات پر افسوس کا اظہار کر رہا ہوں کہ اگر بحث ہوتی اور ان کی طرف سے تجاویز آتیں تو ہم اس معاملے کو سدھار سکتے۔ مجھے تو افسوس ہے کہ ہم ان کی تجاویز سن نہ سکے۔ یہ ہاؤس سے چلے گئے۔

جناب سپیکر! آگے چلتا ہوں۔ یہ بات کرتے ہیں ایڈمنسٹریشن کی اور صوبے کے چیف ایگزیکٹو کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ بلیک میلنگ کے طور پر اس عہدے پر موجود ہیں۔ جناب سپیکر! اس ایوان کا استحقاق ہے کہ جس پر وہ اعتماد کرے، جسے اس قابل سمجھے اسے منتخب کرے۔ اور اس ایوان کی اکثریت نے ۱۴۱ ممبران نے میاں منظور احمد وٹو پر اعتماد کا اظہار کر کے انھیں اس صوبے کا چیف ایگزیکٹو اور وزیر اعلیٰ بنایا۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور ان کے مخالف صرف ۱۰۵ ووٹ تھے۔ اس لیے بلیک میلنگ کے ذریعے نہیں اراکین اسمبلی کے اعتماد کی بنیاد پر اور ان کے ووٹ کی بناء پر میاں منظور احمد وٹو آج اکثریت رکھنے کی حیثیت سے آج وہ صوبے کی چیف ایگزیکٹو ہیں۔ اور یہ بات کہ عدم اعتماد ـــ صوبے میں اس وقت کوئی شخص نہ اس پوزیشن میں ہے اور نہ ہی کسی جماعت کے پاس اس وقت ایسی کوئی پوزیشن ہے کہ جس کی بنیاد پر یہ کہا جائے کہ صوبے کے اندر اس حکومت کو عدم استحکام ہے۔

جناب سپیکر! پی ڈی ایف کی حکومت ـــ

جناب انعام اللہ خان نیازی: یہ particulars لائیں کہ ان کی حیثیت ہے کہ نہیں ہے۔ ایسے نہ بتائیں۔

جناب سپیکر، آپ اس قسم کی حرکتیں نہ کریں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! اگر انھیں شوق ہے یہ عدم اعتماد لائیں۔ ہم اسے face کریں گے۔ پارلیمانی انداز میں face کریں گے۔

جناب سپیکر! یہاں پھر بات کی جاتی ہے کہ اس حکومت کو توڑ دیں۔ حکومت کو توڑنے سے یہ کیا مراد لیتے ہیں؛ اسمبلیوں کا استحکام چاہیے' پارلیمانی اداروں کا استحکام چاہیے۔ حکومتیں توڑنے کی بات نہ کیجیے۔ اس پارلیمانی نظام کو مضبوط بنانے کے لیے بات کیجیے۔ اس کے لیے تجاویز دیجیے۔

جناب سپیکر! یہاں پر ایک بات کو بہت زیادہ پھیلایا گیا۔ صوبے کے چیف ایگزیکٹو' گورنر کے جہاز کے معاملے کو کل بھی اچھالا گیا' آج بھی۔ جنرل ایڈمنسٹریشن پر بھی کچھ بحث کرتے ہوئے اسی جہاز کا معاملہ ان کے سر پر سوار ہے۔ اعتراض انھیں کرنا چاہیے' تنقید انھیں کرنی چاہیے۔ fleet میں نے کل بھی اسی کے کوائف بیان کیے تھے۔ جناب سپیکر! میاں منظور وٹو نے فیصلہ نہیں کیا کہ صوبے کے چیف ایگزیکٹو کے لیے یہ جہاز ہونا چاہیے۔ یہ جہاز ۱۹۸۶ء میں سابقہ دور حکومت میں اس وقت کے چیف ایگزیکٹو نے بھی صوبے کے چیف ایگزیکٹو ہونے کی حیثیت سے ضرورت محسوس کرتے ہوئے

خریدا تھا۔ اور اس کے بعد میں ایک اور مثال دینا چاہتا ہوں کہ ۱۹۸۷ء میں بلوچستان کی حکومت نے جہاز خریدا۔ ۱۹۸۶ء میں اس وقت پنجاب حکومت نے جہاز خریدا اور بلوچستان کے چیف ایگزیکٹو نے ۱۹۹۳ء میں ـــ ۱۹۸۷ء میں خریدنے کے بعد ۱۹۹۳ء میں چھ سال کے بعد جہاز خریدا۔ اور پنجاب کے صوبے کے چیف ایگزیکٹو نے ۱۹۸۶ء میں خریدے گئے جہاز کو تبدیل کرتے ہوئے اب ۱۹۹۴ء میں خریدا۔ پہلا جہاز ایک سال پہلے خریدا گیا۔ لیکن نیا جہاز ایک سال بعد بلوچستان کی نسبت خریدا گیا ہے۔ چاروں صوبوں کے چیف ایگزیکٹوز کے پاس یہ جہاز موجود ہیں۔ آرمی چیف آف سٹاف کے fleet پر بھی چار جہاز ہیں۔ واپڈا کے چیئرمین کے پاس ہوتا ہے اور ـــ

وزیر قانون، واپڈا کے چیئرمین کے پاس ہے' اس کے علاوہ بھی جہاز موجود ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، فیصل صالح حیات نے اس جہاز کی مخالفت کی تھی۔ اور مخدوم الطاف نے اسی فلور پرکھڑے ہو کر کہا تھا کہ پنجاب حکومت یہ afford نہیں کر سکتی کہ اس قسم کے شاہانہ انداز میں جہاز خریدے جائیں۔ اپنی کہی ہوئی باتوں کو ـــ

جناب سپیکر، ان باتوں پر بہت بحث ہو چکی ہے۔ اب دوبارہ مت کیجیے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! کمزور دلائل کے لیے مزید آپ کو موقع دے دیا جائے گا۔ جناب سپیکر! ناخواندگی کی شرح پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ بات درست ہے کہ ہمارے صوبے اور ملک کی بھی خواندگی کی شرح انتہائی کم ہے۔ اور world level پر پیچھے سے غالباً دوسرے نمبر پر ہے۔ لیکن یہ بھی اعزاز اسی حکومت کو جاتا ہے' جنرل ایڈمنسٹریشن میں بھی اسی لیے خامیاں ہیں کہ اس صوبے اور ملک کے اندر خواندگی کی شرح انتہائی کم اور ناخواندگی بہت زیادہ ہے۔ اب اس حکومت کو یہ اعزاز جاتا ہے کہ انھوں نے صوبے کے اندر لازمی پرائمری تعلیم کا نہ صرف بل پاس کیا ہے بلکہ اس پر عمل درآمد کرتے ہوئے ہم اپنے آنے والی نسل کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کر کے صوبے کی ایڈمنسٹریشن اور صوبے کے معاملات کے اندر ان کی صلاحیتوں سے بہتر فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ جناب سپیکر! معاشرے کے اندر بدامنی اور ناانصافی اور خراب صورت حال کا بھی ایک پس منظر یہی تھا کہ ہمارے صوبے کے اندر خواندگی کی شرح کم ہے۔ اکثریت لوگوں کی ان پڑھ ہے۔ اور اس بنیاد پر وہ اپنی مثبت صلاحیتوں کو سامنے اس صوبے اور عوام کی خدمت کرنے کی بجائے وہ دوسری طرف راغب ہو جاتے ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ آج میں on the floor of the House یہ بات بھی

ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ دیگر صوبوں کی نسبت اسی ملک کے اندر ہمارے صوبے کی امن عامہ کی صورت حال نسبتاً کئی درجے بہتر ہے۔ اور دوسرے صوبے کے عوام اور ان کی انتظامیہ ہم سے ہمارے کیے گئے اقدامات کے حوالے سے وہ تجاویز مانگتے ہیں۔ اور اس کے مطابق وہ بھی عمل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں مانتا ہوں کہ فرقہ واریت کی وجہ سے جہاں علمائے کرام کی عزت اور احترام میں کمی آئی ہے وہاں صوبے کے اندر امن عامہ کے معاملات بھی فرقہ واریت کی بنیاد پر بگڑے ہیں۔ ہمارے صوبے کے اندر عوام میں اس فرقہ واریت کی بنیاد پر بھائی چارے اور محبت کی فضا میں کمی آئی ہے۔ وہ لوگ جنہیں اسلام کی طرف دعوت دینی چاہیے تھی لوگوں کو پیار اور محبت کا درس دینا چاہیے تھا آج ان کے ہاتھوں میں کلاشنکوفیں اور بندوقیں ہیں۔ لیکن اس فرقہ واریت نے آج جنم نہیں لیا۔ جناب سپیکر! یہ سابقہ حکومت کی غلط پالیسیوں کا نتیجہ تھا کہ آج جس فرقہ واریت کا جن ہمیں تحفے میں ملا ہے اس فرقہ واریت کے جن کو قابو کرنے کے لیے ہم نے "بی کی دفعہ کا نفاذ کیا ہے۔ بے جا لاؤڈ سپیکر پر پابندی عاید کی ہے ۔ اور علمائے کرام کے درمیان ایک ضابطہ اخلاق تجویز کیا ہے اور طے کیا ہے ۔ اور اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے ہم نے اس فرقہ واریت کو ختم کرنے کے لیے ایک دلیرانہ جدو جہد کی ہے ۔

جناب سپیکر: ایوان کا وقت پانچ منٹ اور بڑھایا جاتا ہے۔ اب آپ پانچ منٹ میں wind up کیجیے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! پانچ منٹ سے قبل ختم کر لوں گا۔ جناب والا! لاؤڈ سپیکر کے بے جا استعمال پر پابندی عاید کی ہے۔ اور اسی لیے پابندی عاید کی ہے کہ اس فرقہ واریت کے جن پر قابو پایا جا سکے۔ پھر میں عرض کرتا ہوں کہ اس حکومت نے آزادی کے نصف صدی بعد غریب عوام کے درد کو محسوس کرتے ہوئے اس اسمبلی میں بھی قانون سازی کی ہے۔ چیف ایگزیکٹو نے بھی ایک ایگزیکٹو فیصلے کے تحت اور انہوں نے اپنی ایک سوچ کے تحت چالیس لاکھ خاندانوں کو جو کہ اپنے گھر اپنا گھر نہیں کہہ سکتے تھے انہیں مالکانہ حقوق دینے کے لیے یہاں پر قانون سازی کی گئی ہے۔ جناب ! میں اس امر پر فخر کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ یہ قانون سازی اور یہ سلسلہ اور یہ executive اس حکومت نے لیے ہیں ۔ یہ اعزاز اسے ہی جاتا ہے۔ جناب سپیکر! بے گھر اور گھر والوں me مکان اور چھت ان کو دیے گئے ہیں وہاں اس کے ساتھ ساتھ پنجاب حکومت نے ایک اور فیصلہ

بھی کیا ہے کہ جو کسی پارلیمانی نظام کے دور میں کسی شخص نے سوچا تک بھی نہیں تھا۔ شہروں کے اندر ناجائز قبضہ گروپ تجاوزات کر کے اس انداز میں بیٹھے ہوئے تھے کہ شہروں کی شکلیں بگڑ چکی تھیں۔ ٹاؤن کی شکلیں بگڑ چکی تھیں۔ سڑکوں کے اوپر لوگ قابض ہو چکے تھے۔ اور ہماری حکومت نے ناجائز تجاوزات کے خاتمے کے لیے بھی دلیرانہ اقدامات کیے اور اس سرکاری اراضی کو ایسے ناجائز قابض لوگوں سے چھڑا کر اس ماحول کو صاف ستھرا بنانے کے لیے جناب سپیکر! فیصلہ کیا۔ جہاں تک ایک قومی اسمبلی کے رکن کی سزا کا معاملہ ہے وہ ایک عدالت نے فیصلہ کیا ہے۔ پنجاب حکومت کا ان مقدموں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پنجاب حکومت کا اس مقدمے سے تعلق ہے نہ اس فیصلے سے تعلق ہے۔ وہ فیصلہ ایک عدالت نے کیا ہے عوام کو انصاف فراہم کرنے کے لیے ان کے دروازوں تک انصاف پہنچانے کے لیے' عدالت ان کے دروازوں کے قریب لے جانے کے لیے فیصلہ کرنے کا اعزاز بھی اسی حکومت کو حاصل ہے اور ہر سب ڈویژن لیول پر صوبے کے چیف منسٹر نے ایڈیشنل سیشن جج کی تعیناتی کا جو اعلان کیا تھا اس پر عملدر آمد کرتے ہوئے اس وقت تک بیس سب ڈویژن کے اندر ایڈیشنل سیشن ججوں کی تعیناتی کر دی گئی ہے۔ اس طریقے سے غریب عوام کو اپنے گھروں کے قریب ترین سب ڈویژن پر انصاف کی سہولت فراہم کرنے کے لیے بھی حکومت نے یہ اقدامات کیے ہیں۔ اس کے علاوہ جنرل ایڈمنسٹریشن میں پولیس کا محکمہ جناب سپیکر! بے شک سرفہرست آتا ہے لیکن اسے آج تک کبھی کوئی ٹریننگ نہیں دی گئی تھی اور پولیس کی مراعات میں اضافے کے لیے یا انہیں جدید وسائل سے لیس کرنے کے لیے کہ جن کے نتیجے میں وہ عوام کو تحفظ فراہم کرسکیں' سابقہ ادوار میں کوئی مثبت پالیسی اختیار نہیں کی گئی۔ adhocism پر بھرتی اور ان تمام سلسلوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے اب پنجاب حکومت نے پولیس کو جدید تقاضوں کے مطابق ٹریننگ دینے کے فیصلے کیے ہیں۔ اور وہاں پر انہیں جدید وسائل سے لیس کر کے ڈاکوؤں اور بدقماش کے لوگوں کو جو جرائم میں اضافے کا باعث بنتے تھے ان کا قلع قمع کرنے کے لیے حکومت نے مثبت اقدامات کیے ہیں۔ کرپشن آج پیدا نہیں ہوئی۔ جناب سپیکر! کرپشن برس ہا برس سے اس صوبے کے اندر چلی آ رہی ہے۔ اور اس کے خاتمے کے لیے بھی جتنے مثبت measures اس دور حکومت میں لیے گئے ہیں اس سے قبل کبھی نہیں لیے گئے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جنرل ایڈمنسٹریشن پر بحث میرے دوستوں نے ضرور کی لیکن اس کے اصل مطلب کو پہچاننے کی بجائے یا اس کے اصل رخ کی طرف آنے کی بجائے انہوں نے اپنی ذاتی grievances کے لحاظ سے جس تنقید کا نشانہ بنایا ہمیں ان کی مثبت تجاویز کا پھر بھی انتظار

رہے گا ۔ اور فاضل اراکین اسمبلی کی مثبت تجاویز پر یہ حکومت عملدرآمد کرنے کو تیار ہے ۔ شکریہ !

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی پوائنٹ آف آرڈر !

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر ! مجھے وزیر قانون کے اس فقرے سے اختلاف ہے۔ کہ ہمارا ذاتی اختلاف ہے۔ آپ وزیر قانون کو بتا دیں کہ ہمارا کوئی ذاتی اختلاف نہیں ہے۔ ہمارا اصولوں پر اختلاف ہے۔ ہمارا سیاسی اختلاف ہے ۔ ہمارا کوئی ذاتی اختلاف نہیں ہے ۔

جناب سپیکر، بجا ہے ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر ! پنجابی وچ کہندے نیں کہ اماں مارے حلوہ تے ابا مارے حلوہ انہاں دا تاں حلوہ اے ۔ اتھے وی ایہہ حکومت وچ سن اج وی ایہہ حکومت وچ این ۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ میں اس سیشن کے اور اس مرتبہ جو اراکین اسمبلی کی کارکردگی ہے حکومت کی طرف سے اور حزب اختلاف کی طرف سے میں اس پر اطمینان کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ بہت سے معاملات میں یہ سیشن بہت بہتر طریقے سے چلا اس میں یقیناً حزب اختلاف کی جانب سے جو تعاون ہوا ہے وہ بہت قابل ذکر ہے۔ اور قانون سازی کے سلسلے میں جو اس سیشن کی اس مرتبہ کارروائی رہی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ بھی مثالی ہے۔ اور میں اب یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ قانون سازی کے عمل کو صحیح طریقے سے آگے بڑھانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہماری سٹینڈنگ کمیٹیوں کو کام کرنے کا موقع ملے ۔ اگر اسمبلی ہر روز چلے گی تو سٹینڈنگ کمیٹیاں بالکل کام نہیں کرسکیں گی۔ قانون سازی بہت حد تک رکی ہوئی ہے۔ پہلے تو کمیٹیاں بھی نہیں تھیں ۔ کمیٹیاں بن گئی ہیں ۔ اب یہ موقع ہے کہ ان کمیٹیوں میں سنجیدگی سے کام ہو ۔ اس لیے میری تجویز ہے جو حق ہے حزب اختلاف کا یا حکومت کا یا گورنر صاحب کا وہ کسی وقت بھی اجلاس بلا سکتے ہیں۔ کسی وقت بھی requisition آسکتی ہے میں اس حق سے انکار نہیں کر رہا۔میں تجویز کے طور پر کہہ رہا ہوں کہ گذشتہ مہینوں میں مسلسل یہ اسمبلی سیشن میں رہی ہے۔ اب اگر رمضان کے احترام میں اور اس بات کے خیال کے پیش نظر کہ سٹینڈنگ کمیٹیوں کو کچھ کام کرنے کا موقع مل جائے۔ اگر رمضان کا مہینہ جو باقی ہے اور عید کے آس پاس عید کے بعد کا ایک ہفتہ یہ اسمبلی اگر نہ بلائی جائے تو unless اس کو بلانے کا آپ کو اختیار تو ہے اور ضرورت محسوس کریں تو بلائی بھی جا سکتی ہے۔ لیکن تجویزاً میں یہ کہہ

رہا ہوں کہ شاید یہ مناسب ہو گا۔ ان الفاظ کے ساتھ آپ سب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے میں یہ آرڈر پڑھ رہا ہوں۔

"In exercise of the powers conferred on me under Clause (3) of Article 54 read with Article 127 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I, Muhammad Haneef Ramay, Speaker, Provincial Assembly of the Punjab, hereby prorogue the Provincial Assembly of the Punjab after the completion of the business today.